جمالُ الفُرقانِ فِی خُلاصۃِ القُرآنِ کما ھُو نزل

خُلاصۂ قرآن

نماز تراویح کے موقع پر تفسیری نکات بیان کرنے والوں کے لیے انمول تحفہ

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر حافظ عبدالاعلیٰ

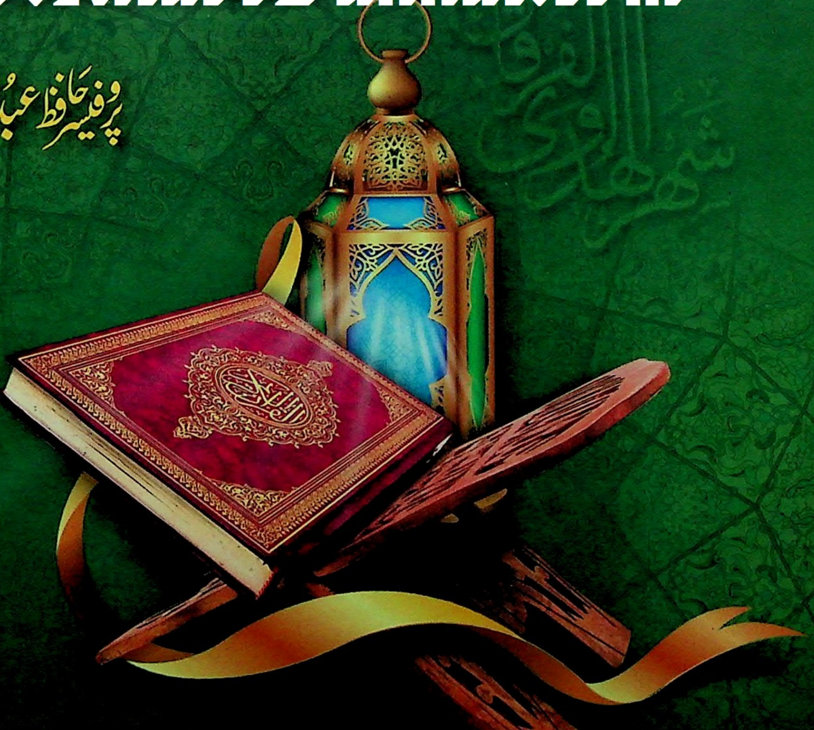

مکتبہ اسلامیہ
MAKTABA ISLAMIA

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

جمال الفرقان فی خلاصۃ القرآن کما ھو نزل

خلاصہ قرآن

نماز تراویح کے موقع پر تفسیری نکات بیان کرنے والوں کے لیے انمول تحفہ

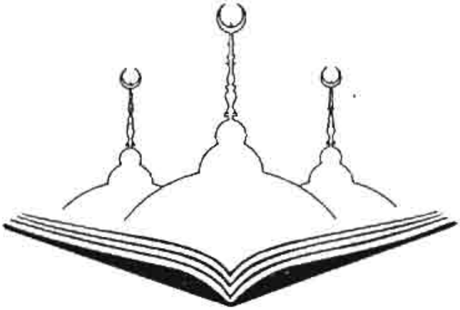

پروفیسر حافظ عبدالاعلیٰ

مکتبہ اسلامیہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نام کتاب

خلاصہ قرآن

تالیف

پروفیسر حافظ عبدالاعلیٰ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

ناشر ---------------- محمد سرور عاصم

اشاعت ---------------- 2016ء

ملنے کا پتا

مکتبہ اسلامیہ

لاہور: بادیہ حلیمہ سینٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
042-37244973 - 37232369

فیصل آباد: بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد
041-2631204 - 2641204

Ph 0300-8661763 ، 0321-8661763
www.facebook.com/maktabaislamia1
maktabaislamiapk@gmail.com
www.maktabaislamiapk.com
www.maktabaislamiapk.blogspot.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

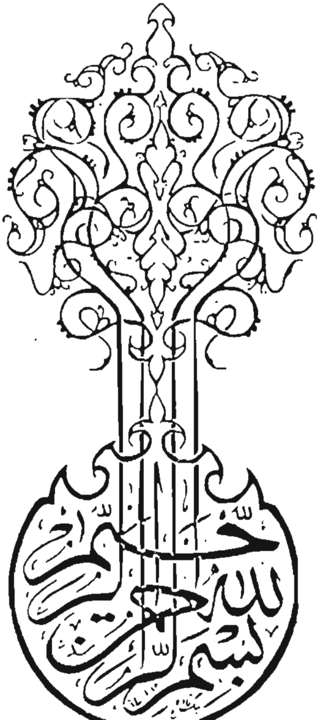

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوقِنُونَ

یہ قرآن لوگوں کے لیے دانائی کی باتیں ہیں اور جو یقین رکھتے ہیں اُن کے لیے ہدایت اور رحمت ہے

(الجاثية: ٢٠)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست

عرض ناشر 33
عرض مؤلف 35
اظہارِ عجز وندامت 36
تقدیم 40
چند لمحے مصنف کے ساتھ 44

سورة الفاتحة

◈ سورتوں کی تقسیم 51
◈ اہمیت سورۂ فاتحہ 51
◈ تعددِ اسماء 51
◈ قرآنی مضامین کا خلاصہ 51
◈ سورۂ فاتحہ کی فضیلت 52
◈ مضامین سورت کا اجمالی تجزیہ 52
◈ مضامینِ سورت کا تفصیلی تجزیہ 52
◈ فطری جذبات کی عکاسی 53
◈ آیت 54
◈ آمین کہنے کی اہمیت وفضیلت 54
◈ سورۂ فاتحہ کا تعلق قرآن کی آئندہ سورتوں سے 54
◈ سورۂ فاتحہ کا بعد والی دو سورتوں سے تعلق 55

پارہ نمبر: 1

سورة البقرة

◈ سورت کا نام 56
◈ سورۂ بقرہ کی اہمیت وفضیلت 56
◈ سورۂ بقرہ کا مرکزی مضمون اور نزول کا پس منظر 56
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 57
◈ حروف مقطعات 58
◈ ان خوبیوں کے حاملین کے لیے دنیا وآخرت میں صلہ 58
◈ متقین کے مقابلے میں منحرفین کا تذکرہ 59
◈ منافقین کی علامات، کرتوتیں اور ان کا انجام 59
◈ مسخ شدہ فطرت والے لوگوں کی مثالیں 60
◈ قرآن کریم کی بنیادی دعوت 61
◈ قرآن صالحین ہی کو راہ بتاتا ہے 61
◈ زمین میں انسان کی بطور خلیفہ تقرری 62
◈ توبہ کی قبولیت اور اتباع حق کی وصیت 62
◈ اس قصے سے دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں اسباق 63
◈ سجدۂ آدم کا مفہوم 63
◈ نافرمانوں سے براہ راست خطاب 64
◈ قرآن کی تصدیق؟ 65
◈ یہود کو نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا مفہوم بتانا 65
◈ عہدالٰہی کو نبھانے کی توفیق 66
◈ یہود پر احسانات کا لامتناہی سلسلہ اور ان کی بدعملی 67
◈ ﴿فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ کا مفہوم 67
◈ پانی کے لیے موسیٰ علیہ السلام کی دعا 68

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

◈ یہود کی غلط فہمیوں کی تردید 68
◈ گائے ذبح کرنے کا حکم 68
◈ یہود کے جھوٹے دعوؤں کا تذکرہ 69
◈ یہود کی عہد شکنیاں اور اہل کتاب کو ایمان لانے کی دعوت 69
◈ سیدنا سلیمان علیہ السلام کے بارے میں یہود کا مکروہ کردار 69
◈ ہاروت وماروت پر کیا چیز اتری تھی؟ 70
◈ بارگاہ نبوت کے بے ادب اور مسلمانوں کے بدخواہ 70
◈ عزت وتقرب کا ذریعہ اعمال صالح ہیں 71
◈ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور تعمیر کعبہ کا قصہ 71
◈ اہل کتاب کے آباؤ اجداد کا دین صرف اسلام تھا 72
◈ اصحاب رسول کا ایمان معیار ہے 72

پارہ نمبر:2 73

◈ تحویل قبلہ کا حکم اور اس کی حکمت 73
◈ احکام وقوانین کا باب 74
◈ احکام کی وضاحت 74
◈ نیکی کی وضاحت وتعیین 75
◈ قصاص ہی میں حیات ہے 75
◈ صیام رمضان کی ضرورت واہمیت اور احکام 75
◈ قبلے کی حرمت پامال کرنے والوں سے جنگ کا حکم 76
◈ انسانیت کا اصل دین ہمیشہ سے اسلام ہی ہے 76
◈ فتنہ وفساد صرف جہاد سے ختم ہو گا 77
◈ شراب اور جوئے کی حرمت کا پہلا حکم 77
◈ خانگی مسائل کا تذکرہ 77
◈ خاندانی منصوبہ بندی کے نظریے کی لغویت 78
◈ چند مزید احکامات 78
◈ جہاد فی سبیل اللہ کی ضرورت واہمیت 79

پارہ نمبر:3 81

◈ نبوت کا مقصد انسانیت کی ہدایت ہے 81
◈ آیت الکرسی 81
◈ صفات الٰہیہ اور مذہب اہل سنت 82
◈ آیت الکرسی کی فضیلت واہمیت 82
◈ توحید نور اور شرک ظلمت ہے 83
◈ منکر توحید سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا مناظرہ 83
◈ بعث بعد الموت کے دلائل 83
◈ انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب 83
◈ سود کی حرمت 84
◈ قرض کے لین دین کا طریقہ 85
◈ خاتمہ سورۂ بقرہ 85
◈ سورۂ بقرہ کی آخری آیات کی فضیلت 86

سورۃ آل عمران 86

◈ سورت کا نام، ربط سورت اور موضوع 86
◈ سورۂ آل عمران کا زمانہ نزول 87
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 87
◈ سورت کے مضامین تفصیلی تجزیہ 88
◈ متشابہ آیات سے مراد اور اہل اللہ کا رویہ 89
◈ حق والے بے یار ومددگار نہیں ہیں 89
◈ نصاریٰ کی بدعات کی تردید 90
◈ سیدنا مسیح علیہ السلام کی تعلیم کا خلاصہ 90
◈ مسیح کے غریب حواری 91

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

◈ سیدنا مسیح علیہ السلام کے خلاف یہود کی سازشوں کی ناکامی 91
◈ رفع عیسیٰ الی السماء کا عقیدہ 91
◈ عیسائیوں کے ایک اور عقیدے کی تردید 92
◈ وفد نجران کو مباہلے کا چیلنج اور ان کا فرار 92
◈ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرح سیدنا مسیح علیہ السلام اور تمام انبیاء مسلمان تھے 93
◈ اہل کتاب کی بدعملیوں کی مذمت 93
◈ نبوت محمدی پر انبیائے کرام سے پختہ وعدہ 94
◈ اسلام و ایمان کے تقاضے 95
◈ ایمان سب سے قیمتی متاع ہے 95

پارہ نمبر: 4 96

◈ حقیقی نیکی محبوب چیز کی قربانی ہے 96
◈ ملت ابراہیم کا نمائندہ صرف اسلام ہے 96
◈ فرضیت حج 97
◈ فرقہ بندی سے بچنے کی تلقین 97
◈ نااہل لوگوں کی منصب امامت سے معزولی اور اس امت کی کامیابی کا راز 97
◈ معرکہ بدر نصرت الٰہیہ کا واضح ثبوت ہے 98
◈ غزوۂ احد میں نصرت الٰہی کا نزول 98
◈ جہاد اور انفاق فی سبیل اللہ کا تعلق 99
◈ راہ ایمان میں مشکلات کوئی انوکھی چیز نہیں معرکہ احد کی روشنی میں 99
◈ معرکہ احد میں عارضی ہزیمت کی وجوہات 99
◈ شرک اور بزدلی کا چولی دامن کا ساتھ ہے 100
◈ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت بڑی رحمت ہے 101
◈ اسلامی جماعت کے سربراہ کی خصوصیات 101
◈ غزوۂ احد کی آزمائش 102
◈ فی سبیل اللہ قتل ہو جانے والے مردہ نہیں 102
◈ زخمی مسلمانوں کی وفاشعاری اور بہادری 103
◈ انفاق فی سبیل اللہ میں بخل کی مذمت 103
◈ یہودیوں پر فرد جرم عائد کر دی گئی 103
◈ سورۂ آل عمران کا اختتام 104

سورۃ النساء 105

◈ سورت کا نام، ربط سورت اور موضوع 105
◈ مضامین سورت کا اجمالی تجزیہ 106
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 107
◈ احکام میراث 107
◈ تقسیم میراث کے اصول 108
◈ ازواج کی وراثت 108
◈ کلالہ کی وراثت 109
◈ معاشرے کو فواحش سے پاک رکھنے کی منصوبہ بندی 109
◈ محرمات ابدیہ 109

پارہ نمبر: 5 111

◈ قوانین وضوابط کا مقصد؟ 111
◈ لین دین میں ظلم و زیادتی سے اجتناب 112
◈ مرد کی قوامیت ...... نظم اجتماعی کا تقاضا 112
◈ صالحہ بیوی کون؟ 112
◈ میاں بیوی کے درمیان اختلاف کا حل 112

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

◈ حقوق العباد کے ساتھ حقوق اللہ کا لحاظ	113
◈ نماز کے آداب وشرائط	113
◈ یہود کی بعض شرارتیں	113
◈ غیر اسلامی عدالت سے انصاف چاہنا منافی ایمان ہے	114
◈ جہاد اور اس کے متعلقات کے بارے میں خطبہ	114
◈ منافقین کی روش کا تجزیہ اور حکم	115
◈ اہل ایمان کے لیے دو تربیتی اصول	115
◈ دارالکفر کے باسیوں کے بارے میں حکم	115
◈ قتل ناحق کی حرمت اور سزا	116
◈ سلام سے اہل ایمان کو پہچانو	116
◈ جہاد و ہجرت کی فضیلت	117
◈ جہاد کے ساتھ نماز کی اہمیت کا بیان	117
◈ حالت امن یا جنگ میں نماز قصر	117
◈ دفاع کی اہمیت	118
◈ حمایت وحمیت صرف ایمان کی بنیاد پر	118
◈ مومنین کے راستے سے وابستہ رہنے کی تاکید اور شرک کی نحوست	118
◈ مشرکین عرب کے شرکیہ اعمال	119
◈ معاشرتی مسائل کے بارے میں احکامات	119
◈ عادلانہ رویہ اپنانے کی ہدایت	120
◈ منافقین کی اقسام	121
◈ ایمان وشکر کی اہمیت	121
پارہ نمبر: 6	122
◈ حالت مجبوری میں سخت گوئی جائز مگر......؟	122
◈ یہود کے گھناؤنے جرائم کی فہرست	122
◈ رفع عیسیٰ علیہ السلام کی دلیل	123
◈ ظلم کی وجہ سے نعمت چھن جاتی ہے	124
◈ نبی کریم ﷺ بھی سلسلہ نبوت کی سنہری کڑی ہیں	124
◈ افراط وتفریط سے بچنے کا حکم	125
◈ احکام وراثت کا تتمہ	125
سورۃ المائدۃ	126
◈ سورت کا نام، موضوع اور زمانہ نزول	126
◈ مضامین سورت کا اجمالی تجزیہ	126
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ	128
◈ پہلی آیت کی اثر پذیری	129
◈ اشیا کی حلت وحرمت کی تفصیل	129
◈ دین اسلام کے اقصائے عالم تک پھیل جانے کی نوید	129
◈ طہارت بدن کے احکامات	130
◈ جرابوں پر مسح کے احکام	131
◈ بعض نامعقول شرائط	131
◈ فتنہ انکار حدیث کی نامعقولیت	131
◈ قیام نظام عدل اور ایفائے عہد کا حکم	132
◈ بدعہدی کی سزا قساوت قلبی، لعنت اور باہمی عداوت	132
◈ نقض عہد کی سزا بزدلی اور منزل کی گم شدگی	133
◈ قتل ناحق کی حرمت اور ہابیل وقابیل کا قصہ	133
◈ قربانی تقرب الی اللہ کا قدیم طریقہ ہے	134
◈ قتل ناحق، ڈاکازنی اور بغاوت کی شرعی سزا	134
◈ تقرب الی اللہ کا ذریعہ جہاد	135
◈ چوری کی سزا اور اس میں حکمت	135

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- اسلام دشمنوں کے رویے سے خبردار رہنے کی تلقین ... 135
- اللہ کے دشمن، مومنوں کے دوست نہیں ہو سکتے ... 136
- اللہ کی رحمت اطاعت سے ہوتی ہے نہ کہ بغاوت سے ... 136
- مخالفتوں کے باوجود تبلیغ حق جاری رکھی جائے ... 137
- مشرک کا جنت میں داخلہ حرام ہے ... 137
- بنی اسرائیل پر اللہ کی لعنت کی وجوہات ... 138
- مسلمانوں سے تعصب کون رکھتا ہے ... 138

پارہ نمبر: 7 ... 139

- بعض فروعی احکام کی تبیین ... 139
- قسم کھانے اور اس کے توڑنے کے مسائل ... 139
- شراب، جوا، پانسے وغیرہ کی حرمت ... 140
- میسر اور ازلام میں فرق ... 140
- حرمت شراب کا اقدام ... 140
- اجرائے حدود اللہ اسلامی حکومت کا فرض ... 140
- حالت احرام میں شکار کی ممانعت ... 141
- بحری شکار کی اجازت ... 141
- بیت اللہ کی مرکزیت اور شان ... 141
- بے فائدہ سوالات پوچھنے کی ممانعت ... 142
- رسومات جاہلیت سے احتراز کا حکم ... 142
- وصیت کے احکام ... 143
- سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حواری عیسائی نہیں مسلمان تھے ... 143
- نزول مائدہ کا تذکرہ ... 144
- روز محشر عدالت میں جناب مسیح کی گواہی ... 144

سورۃ الانعام ... 144

- سورت کا نام، زمانہ نزول اور موضوع ... 144
- سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ ... 145
- سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ ... 146
- مکذبین اپنے پیشروں کا انجام یاد رکھیں ... 147
- روز قیامت مشرکین کی بیچارگی ... 147
- منکرین جب جہنم کے سامنے ہوں گے ... 148
- خسارہ پانے والے کون؟ ... 148
- نبی عالم الغیب یا اللہ کے خزانوں کا مالک نہیں ہوتا ... 148
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وفاؤں کا لحاظ رکھا جائے ... 149
- منکرین ہماری گرفت سے باہر نہیں ہیں ... 149
- بے دین لوگوں کی مجلس میں نہ بیٹھو ... 150
- توحید کے سوا سب گمراہی ہے ... 150
- سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا مسلک توحید اور قوم سے مناظرہ ... 150
- ہجرت اور اس کی برکات ... 151
- انبیاء کی تعلیم ایک جیسی ہی رہی ہے ... 151
- شرک کسی سے بھی قابل قبول نہیں ... 151
- قرآن کا مقصد ساری دنیا کے لیے انذار ہے ... 152
- صرف قرآن ہی علوم و حکمت کا سرچشمہ ہے ... 153
- اللہ پر جھوٹ بہت بڑا گناہ ہے ... 153
- مرزا قادیانی کی بدبختی ... 153
- توحید کے ایمان افروز دلائل اور شرک کی نفی ... 153
- انسانی آنکھ اللہ کی حقیقت کو نہیں پا سکتی ... 154
- تبلیغ دین کا ایک اہم اصول ... 154

پارہ نمبر: 8 ... 155

- شرک سمیت سب باطل نظریات ابلیسی ہیں ... 155
- اکثریت ہمیشہ گمراہوں کی رہی ہے ... 155
- حلال و حرام کے خودساختہ ضابطے ... 156
- ہدایت کن لوگوں کو ملتی ہے؟ ... 156
- جہنمیوں پر حجت پوری کی جائے گی ... 156

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

◈ جاہلی رسوم وقیود کا استیصال 157
◈ غیر اللہ کے نام کی نذر ونیاز کا کوئی جواز نہیں 157
◈ ذرا ایک نظر موجودہ شرکیہ افعال کی طرف! 158
◈ قدرت الٰہیہ کی بوقلمونیاں 158
◈ اشیا کی حلت وحرمت کا ایک ہی اصول ہے 158
◈ اصل منہیات یہ ہیں 159
◈ بعثت نبوی عرب میں کیوں ہوئی؟ 159
◈ فرقہ بندی کی مذمت 160
◈ دین حق ہر قسم کے شرک سے پاک ہے 160

سورۃ الأعراف 161

◈ سورت کا نام، ربط سورت، زمانہ نزول اور موضوع 161
◈ مضامین سورت کا اجمالی تعارف 162
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 164
◈ ابلیس لعین روز ازل سے بنی آدم کا دشمن ہے 164
◈ بے حجابی اور بے حیائی شیطان کی چال ہے 165
◈ برہنہ ہو کر مذہبی رسوم ادا کروانا لیڈروں کی بدطینتی ہے 166
◈ اللہ کا وعدہ سچا ہو کر رہا! 166
◈ اصحاب اعراف کی طرف سے اہل جنت کو مبارکباد اور اہل جہنم کو ملامت 166
◈ اصحاب الاعراف سے مراد صالح علماء کا گروہ ہے 167
◈ خلق وامر صرف اللہ ہی کے لیے ہے 168
◈ اہل فساد کے لیے تباہی ہے 168

پارہ نمبر: 9 169

◈ مکذبین سابقین کا عبرتناک انجام 169
◈ فرعون اور بنی اسرائیل کی تاریخ پر ایک نظر 169
◈ مستضعفین پر ابر کرم برستا ہے مگر......! 169
◈ دین میں حیلہ جوئی کی مذمت 169
◈ کسی کو چھیڑو نہیں اپنا عقیدہ چھوڑو نہیں، منافقانہ نعرہ ہے 170
◈ قرآن عہد الست کی یاددہانی کراتا ہے 170
◈ شیطان کی اتباع کرنے والوں کی مثال 171
◈ مسلمان صوفیوں کی ناروا جسارت 171
◈ سورت کا آغاز واختتام کا ایک پیغام 171

سورۃ الانفال 172

◈ سورت کا نام، زمانہ نزول اور مرکزی مضمون 172
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 172
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 173
◈ کمزوری کا علاج جذبۂ جہاد 173
◈ بدر میں فرشتوں کا نزول 174
◈ میدان جنگ سے بلاوجہ فرار کی ممانعت 174
◈ فتح تو ہوگئی، اب کون حق پر ہے؟ 174
◈ حق سے اعراض کرنے والے بدترین جانور ہیں 174
◈ دعوت دین قلب وروح کی تازگی ہے 175
◈ برائیاں کیسے مٹتی ہیں اور اللہ کیسے راضی ہوتا ہے؟ 175
◈ کافروں کی تمام سازشیں ناکام ہوگئیں 175
◈ اسلام میں قتال کا ہدف 176

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پارہ نمبر: 10

◈ مال غنیمت کی تقسیم کا طریقۂ کار 177
◈ اختلاف وانتشار سے بچو 177
◈ بدعہدوں کے ساتھ سختی اور اسلحہ تیار کرنے کا حکم 177
◈ فتح وشکست کا مدار قلتِ تعداد پر نہیں 178
◈ بدر کے قیدیوں کے بارے میں حکم 178
◈ اسلامی معاشرے کی اساس ...... ایمان وہجرت 179
◈ معاہدوں کے احترام کا حکم 179

سورۃ التوبۃ 179

◈ سورت کا نام، ربط سورت اور موضوع 179
◈ بسم اللہ نہ لکھنے کی وجہ 180
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 180
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تعارف 181
◈ حج اصغر اور حج اکبر کی اصطلاح 182
◈ اختتام مدت کے بعد جنگی کارروائی کا حکم 182
◈ مشرکین سے آئندہ کسی معاہدے کی ممانعت 182
◈ مساجد کے متولی صرف مومن ہوں 183
◈ اللہ اور اس کے رسول سے بڑھ کر کوئی رشتہ نہیں 183
◈ غزوۂ حنین میں اللہ کی مدد کا نزول 183
◈ مشرکین کے مسجد میں داخلے کی ممانعت اور اس کے نتائج 184
◈ جزیے کی وصولی غلبۂ اسلام کی دلیل ہے 184
◈ یہود ونصاریٰ کے مشرکانہ عقائد کا تذکرہ 185
◈ حلال وحرام کی اتھارٹی غیر اللہ کو دے دینا انہیں رب بنانا ہے 185
◈ مسلمان صوفیوں اور درویشوں کا اصول بیعت 186
◈ اسلام کی شمع ہمیشہ روشن رہے گی 186
◈ علمائے سوء کا قابل نفرت کردار 186
◈ جاہلیت کی بدعات کا خاتمہ 187
◈ اللہ دین کی حمایت پہلے کی طرح ہمیشہ کرے گا 187
◈ فضیلت صدیق رضی اللہ عنہ کا منکر قرآن کا منکر ہے 188
◈ جہاد سے جی چرانے کی منافقانہ روش 188
◈ فسادی لوگ شریک سفر نہ ہوں تو اچھا ہے 188
◈ بہانے باز منافقین کی بے باکیاں 189
◈ مرضی مولا ہمہ تن اولیٰ 189
◈ منافقین کی دنیا پرستی کا حال، دنیا آخرت کا وبال 189
◈ دنیا میں مال و اولاد کا عذاب ہونا حب دنیا کا لازمی نتیجہ ہے! 190
◈ صدقات کے مستحق کون لوگ ہیں؟ 190
◈ منافقوں کی یاوہ گویاں 190
◈ اللہ، اس کے رسول اور دین کا استہزا ہر حالت میں حرام ہے 190
◈ منافقین کا نصب العین اور ان کا انجام بد 191
◈ مومنین کا نصب العین اور نیک انجام 191
◈ قتل رسول کی ناہنجارانہ سازش 191
◈ انفاق وسخاوت کے جھوٹے مدعی 191
◈ نفاق کا نتیجہ، دونوں جہان کا خسران 192
◈ فساق وفجار کی جنازہ نہ پڑھی جائے 192

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پارہ نمبر: 11 194

◈ دیہاتی منافقین کا رویہ 194
◈ دیہاتی منافقین کے متعصب ہونے کی وجہ؟ 194
◈ صحابہ کرام اسلام کے گلہائے سر سبد اور ہراول دستہ ہیں 195
◈ منافقین کو ہم اچھی طرح پہچانتے ہیں 195
◈ غزوۂ تبوک سے رہ جانے والے مومنین و مخلصین کا بیان 195
◈ صدقے سے مال و جان کا تزکیہ 196
◈ پیچھے رہنے والے مومنوں کی دوسری قسم 196
◈ مسجد ضرار کے انہدام کا حکم 196
◈ مومنین و مخلصین کے ساتھ اللہ کا سودا 197
◈ اہل شرک کے لیے دعائے مغفرت کی ممانعت ... 198
◈ مخلصین کے لیے قبولیت توبہ کا اعلان عام 198
◈ راست بازوں کی صحبت نفاق سے بچاتی ہے 199
◈ حصول علم کے لیے سفر کا حکم اور اس کی فضیلت ... 199
◈ کفر و نفاق کی وجہ صحبت صالحین سے محرومی ہے ... 199
◈ مدینہ یونیورسٹی کی ناقابل فراموش خدمات 200
◈ کفار کے خلاف جہاد کے لیے نفیر عام 200

سورۃ یونس 201

◈ سورت کا نام، زمانہ نزول اور موضوع 201
◈ مضامین سورت کا اجمالی تجزیہ 201
◈ مضامین سورت کا تفصیلی تجزیہ 203
◈ تخلیق کائنات قدرت کی تنظیم کی دلیل ہے 203
◈ عذاب میں ڈھیل کی وجہ 204
◈ ماضی سے سبق سیکھو 204
◈ منکرین کی جانب سے نیا قرآن لانے کا مطالبہ 204
◈ مزعومہ سفارشیوں کی حقیقت 204
◈ انسان بہت جلد باز ہے 205
◈ دنیا کی بے ثباتی سے عذاب کی دلیل 205
◈ اللہ کی دعوت دارالسلام کی طرف ہے 205
◈ تخلیق کائنات میں فرضی معبودوں کا کوئی حصہ نہیں ہے 205
◈ قرآن کا ایک ناقابل تردید چیلنج 206
◈ عذاب سے بچنے کی ضرورت ہے 206
◈ اولیاء اللہ کی صفات و ثواب 206
◈ توحید کے دلائل کی صداقت، تاریخ کی روشنی میں 207
◈ خطبہ کھڑے ہو کر دینا سنت ہے 207
◈ کچھ تذکرے ماضی کے 207
◈ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی سرکشوں کے خلاف بددعا 207
◈ دعا قبول ہوئی اور فرعون ڈبو دیا گیا 208
◈ فرعون کی لاش نمونۂ عبرت 208
◈ دُم کبھی سیدھی نہیں ہوتی 208
◈ وحی ربانی حقیقتوں کی علمبردار ہے 208
◈ فیصلہ کن اعلان 209

سورۃ ھود 210

◈ سورت کا نام، زمانہ نزول اور مرکزی مضمون 210
◈ مضامینِ سورت کا اجمالی تجزیہ 211
◈ قوم عاد کا قصہ 212

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

◈ قوم ثمود کا قصہ 212
◈ قوم لوط کا قصہ 212
◈ قوم شعیب کا قصہ 212
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 213

پارہ نمبر: 12 215

◈ تخلیق کائنات حکمت کے تحت ہوئی 215
◈ مخالفین قرآن کا متبادل نہیں لا سکتے 215
◈ قوم نوح کے انجام سے استدلال 216
◈ قوم نوح کے تین معارضے 216
◈ سیدنا ھود و دیگر انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ 216
◈ سیدنا صالح علیہ السلام اور ان کی قوم 217
◈ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ہاں فرشتوں کی آمد اور ان کا خوف 217
◈ اصحاب مدین کا قصہ 218
◈ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے مابین معرکہ 218
◈ قصے سنانے کا مقصد 218
◈ نماز اور صبر سے مفید نتائج برآمد ہوتے ہیں 219

سورة یوسف 219

◈ سورت کا نام، ربط سورت، زمانہ نزول اور مرکزی مضمون 219
◈ مضامینِ سورت کا اجمالی تجزیہ 220
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 221
◈ بھائیوں کی میٹنگ اور قتل یوسف کا مشورہ 222
◈ سیدنا یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں پھینکا جانا 222
◈ بھائیوں کا جھوٹ 222
◈ کنوئیں سے رہائی کا خدائی بندوبست 222
◈ سیدنا یوسف علیہ السلام کی خرید و فروخت 223
◈ سیدنا یوسف علیہ السلام عزیز مصر کے گھر 224
◈ حسن یوسف علیہ السلام کی آرائش کا قدرتی وردو اور آزمائش کا آغاز 224
◈ ﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا﴾ کون تھا؟ 225
◈ جب یہ بات شہر میں پھیلی 225
◈ نبوت کی خوشبو جب جیل میں پھیلی 226
◈ خوابوں کی تعبیر بتائی گئی 226
◈ سیدنا یوسف علیہ السلام کی رہائی کا ربانی سبب 227
◈ رہائی سے پہلے تحقیق و تفتیش کا مطالبہ 227

پارہ نمبر: 13 228

◈ کنعانی قافلے کی سوئے مصر روانگی 229
◈ سیدنا یوسف علیہ السلام کی بھائی سے ملاقات کے خوشگوار لمحات اور تدبیر ربانی 230
◈ سیدنا یوسف علیہ السلام کا کمال صبر و ضبط 231
◈ جب یہ خبر سیدنا یعقوب علیہ السلام کو ملی 231
◈ دربار یوسف میں بھائیوں کی دلدوز فریاد 232
◈ قرآن کا ایک پرسوز مقام 232
◈ مسئلہ علم غیب اور انبیائے کرام علیہم السلام 233
◈ باپ بیٹا کی ملاقات اور شامِ غم کا اختتام 233
◈ آج مصر تو وہی ہے مگر......؟ 233
◈ حسن خاتمہ کی دعا سیرت یوسف کا شاندار پہلو 234
◈ یہ غیب کی خبریں ہیں 235
◈ عقیدہ توحید عقل و بصیرت کا حاصل ہے 236

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

◈ نبی ﷺ کا طریقہ کون سا ہے؟ 237
◈ صراط مستقیم کے بارے میں ایک غلط فہمی 237
◈ مسلمانوں کو ایک ہونے کی قرآنی دعوت 237
◈ انبیاء علیہم السلام کی نصرت سخت آزمائش کے بعد کی گئی 238
◈ قصص میں عبرتوں کے پہلو 238

سورۃ الرعد 239

◈ سورت کا نام، ربط سورت اور مرکزی مضمون 239
◈ مضامین سورت کا اجمالی تجزیہ 240
◈ مضامین سورت کا تفصیلی تجزیہ 240
◈ بعث بعد الموت پر تعجب کیوں؟ 241
◈ قدرت الٰہی کی کارگزاری 241
◈ شرک ایک سراب ہے 241
◈ نفع بخش چیز ہی باقی رہتی ہے 241
◈ اہل ایمان کی سیرت کی ایک جھلک 242
◈ متاع دنیا قلیل ہے 242
◈ معجزے دیکھ کر ایمان لانا 242
◈ جنت کی نعمتیں ابدی ہیں 243
◈ صالحین اہل کتاب کا قرآن کے بارے میں رویہ 243
◈ سب کچھ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے 243

سورۃ ابراھیم 244

◈ سورت کا نام، ربط سورت، زمانہ نزول اور موضوع 244
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 245
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 246
◈ بعثت موسیٰ علیہ السلام کا مقصد بھی نور توحید پھیلانا تھا 246
◈ شکر کی فضیلت 247
◈ رسولوں سے کفار کا مطالبہ اور اس کا جواب 247
◈ کفر و شرک کی مثال 248
◈ ایمان اور توحید کی پاکیزہ درخت سے مثال 248
◈ اللہ کا اپنے بندوں سے محبت بھرا خطاب 249
◈ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سدا بہار دعائیں 249
◈ کچھ مناظر یوم حشر کے 250

پارہ نمبر: 14 251

سورۃ الحجر 251

◈ سورت کا نام، ربط سورت اور موضوع 251
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 251
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 252
◈ قرآن کی صداقت پر آفاقی شہادت 253
◈ کفار کی ضلالت کا سبب 253
◈ فرشتوں کا نزول مگر کب؟ 253
◈ دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو 254
◈ صبح یقین کے طلوع کی نوید 254

سورۃ النحل 254

◈ سورت کا نام، ربط سورت زمانہ نزول اور مرکزی مضمون 254
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 255
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 256
◈ خیالی معبود کچھ پیدا نہیں کر سکتے 257
◈ اگر اللہ نہ چاہے تو ہم شرک کیوں کریں؟ گھٹیا بہانہ ہے 257

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

◈ ہر چیز اپنے رب کے سامنے سجدہ کرتی ہے 257
◈ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ 257
◈ وہ تو ہر آن درگزر کر رہا ہے 258
◈ دودھ اور شہد اللہ کے انعامات میں سے ہیں 258
◈ اپنی تخلیق پر ہی غور کرو 259
◈ ہر قوم کو توحید کی راہ سجھائی گئی ہے 259
◈ سوت کات کر تار تار کر دینے والی عورت کی طرح نہ بنو 259
◈ قراءت قرآن سے پہلے تعوذ 259
◈ عربی قرآن کے لیے عجمی معلم کیسے؟ 260
◈ کفار کے جبر کے شکار لوگ اجر عظیم کے مستحق ہیں 260
◈ کفران نعمت سے نعمت چھن جاتی ہے 260
◈ معمار بیت اللہ خالص موحد تھے 261
◈ حکمت و موعظت کے ساتھ دعوت 262

پارہ نمبر: 15 263

سورۃ الإسراء 263

◈ سورت کا نام، ربط سورت، زمانہ نزول اور موضوع 263
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 264
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 265
◈ قوموں کے عروج و زوال کے کچھ قاعدے 266
◈ قرآن کی دعوت کوئی نئی نہیں 266
◈ اصولوں کا تذکرہ 266
◈ قرآن سے دوری کے اسباب غلط عقائد 267
◈ تبلیغ و دعوت کے تین سنہری اصول 267

◈ اللہ پکڑے تو کوئی رہائی نہیں دلوا سکتا 267
◈ عذاب میں تاخیر کیوں ہو رہی ہے؟ 268
◈ ابلیس نے انہیں اپنے جال میں الجھا رکھا ہے 268
◈ گانا موسیقی وغیرہ شیطان کی آوازیں ہیں 268
◈ مصیبت میں اور مصیبت کے بعد انسان کا کردار 269
◈ ساری مخلوق پر انسان کی فضیلت 269
◈ کفار کا قرآن میں تبدیلی کا مطالبہ اور دوستی کی پیشکش 270
◈ مقام محمود کا اعزاز 270
◈ ظاہری حالات کے برعکس غلبہ حق کی بشارت 271
◈ روح کے بارے میں سوال کا جواب 271
◈ قرآن کا ناقابل تردید چیلنج 272
◈ کفار کے ناجائز مطالبات کا جواب 273
◈ بشر کو نبی کیوں بنایا گیا؟ ایک قدیمی اعتراض کا جواب 273
◈ معجزے تو پہلے بھی دیے گئے 274
◈ سورت کے اختتام میں اعادۂ مضامین 274

سورۃ الکھف 274

◈ سورت کا نام، ربط سورت، مرکزی مضمون اور فضیلت سورت 274
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 275
◈ سورت کے مضامین کا خلاصہ 276
◈ غار والے کون تھے؟ 276
◈ اصحاب کہف کی زندگی اہل ایمان کے لیے نمونہ 277
◈ اصحاب کہف کے واقعے کا اصل سبق 277
◈ صداقت نبوت کی دلیل 278

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- راہِ حق کے مسافروں کو کوئی پریشانی نہیں ہوتی ... 278
- ہجرت کا اشارہ اور فوائد وثمرات ... 278
- اولیاء اللہ کے جاگنے کے بعد ... 279
- ﴿الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ﴾ سے مراد کون ہیں؟ ... 280
- بھول جانے پر اللہ کو یاد کرو ... 280
- غار میں مدت قیام کی بحث ... 281
- وحی سنانے اور صحابہ کی دلجوئی کرنے کا حکم ... 281
- فضیلت اصحاب رسول اور فضیحت اعدائے اسلام 282
- دو باغ والوں کا قصہ ... 282
- دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کا اجر ... 283
- گناہگاروں پر عذاب نیک لوگوں کی دادرسی ہے ... 283
- ابلیس جنوں میں سے تھا ... 283
- واقعہ سیدنا موسیٰ وخضر علیہما السلام ... 284

پارہ نمبر: 16 285

- قصۂ ذوالقرنین اور یاجوج ماجوج ... 285
- ذوالقرنین کون ہے؟ ... 286
- اختتام سورت پر تنبیہات ... 286
- دلوں کی دنیا کو ایک لرزا دینے والا بیان ... 286
- جنت الفردوس کے مہمان ... 287
- ذرا سنیئے تو سہی ... 287

سورۃ مریم 288

- سورت کا نام، ربط سورت، زمانہ نزول اور مرکزی مضمون ... 288
- سورت کے مضامین کا اجمالی تعارف ... 289
- سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ ... 290
- سیدہ مریم علیہا السلام کا ذکر خیر اور ولادت عیسیٰ علیہ السلام ... 290
- سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اپنے باپ سے گفتگو ... 291
- سیدنا موسیٰ و دیگر انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ ... 291
- قرآن بالکل محفوظ ہے ... 292
- اللہ کا پسندیدہ بندہ کون ہے؟ ... 292
- ترقی وفلاح کے قرآنی راستے ... 293
- سب کا انجام مختلف ہوگا ... 293

سورۃ طٰہٰ 294

- سورت کا نام، موضوع، زمانہ نزول اور فضیلت ... 294
- سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ ... 294
- نبوت سے سرفرازی اور پہلی وحی ... 295
- حکایت لذیذ تر بود ... 295
- زادِ سفر عطا ہوتا ہے ... 296
- میرا کرم تو پہلے بھی ہوتا رہا ہے ... 296
- فرعون سے نبوت کی پہلی گفتگو ... 297
- فرعون کی سیاسی چالیں ... 297
- بنی اسرائیل کو راتوں رات مصر سے نکلنے کا حکم ... 298
- سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی جلدی اور قوم کی گائے کی پرستش ... 298
- سیدنا ہارون علیہ السلام کا عذر ... 299
- سامری کی مکاری اور افسانہ تراشی ... 299
- اثر الرسول سے مراد ... 299
- سامری کو اچھوت کی دنیا میں سزا ... 300
- قرآن تو ایک یاددہانی ہے ... 300
- قصۂ آدم وابلیس ... 301

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- نبی کریم ﷺ کو ہدایات اور نماز کی تلقین 302
- نبی کریم ﷺ کی سیدنا اسماعیل علیہ السلام سے مناسبت 302
- دعوت حق اپنا زاد و راحلہ خود رکھتی ہے 302

پارہ نمبر: 17 303

سورة الانبياء 303

- سورت کا نام، ربط سورت، زمانہ نزول اور موضوع 303
- سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 303
- سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 304
- قرآن اور رسالت پر اعتراضات 305
- عقیدۂ آخرت کا انکار بڑی گھٹیا سوچ ہے 305
- ہر چیز کو پانی سے زندگی دی گئی 306
- کوئی ہمیشہ زندہ نہیں رہے گا 306
- منکرین کے لیے ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں 306
- انبیاء علیہم السلام کے واقعات سے استدلال 306
- سیدنا داود و سلیمان علیہما السلام کا ذکر خیر 307
- سیدنا یونس اور زکریا علیہما السلام کا تذکرہ 308
- سورت کے اختتام میں اعادۂ مضمون 309

سورة الحج 309

- سورت کا نام اور موضوع 309
- دو سجدوں سے مزین سورت 310
- زمانہ نزول اور تطبیق حالات 310
- سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 312
- یہ کوئی مذاق و تفنن کا موضوع نہیں ہے 312
- قیامت کی ہولناکی کی تصویر اور بعث ثانیہ کے دلائل 312
- مذبذب لوگوں کا ٹھکانہ برا ہے 313
- کائنات کی کسی چیز کو مجال سرتابی نہیں ہے 313
- تعمیر بیت اللہ کا مقصد شرک سے بیزاری ہے 313
- مظلوم مسلمانوں کو جہاد کی پہلی مرتبہ اجازت 316
- مکذبین کے عبرتناک انجام پر تاریخ کی گواہی 317
- حق کے غلبے اور باطل کی بربادی کا فیصلہ 317
- آخرت میں اجر کے مستحق ایمان و ہجرت والے لوگ ہیں 318
- زمین و آسمان کی مخلوقات انسان کے فائدے کے لیے 318
- ساری دنیا کے جھوٹے معبود مل کر ایک مکھی پیدا نہیں کر سکتے 318
- صرف مسلم بن جاؤ 318
- توحید باری تعالیٰ کے موضوع پر ایمان افروز نظم 319

پارہ نمبر: 18 320

سورة المؤمنون 320

- سورت کا نام، ربط سورت، زمانہ نزول اور موضوع 320
- سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 320
- سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 321
- تخلیق انسان سے دوبارہ جی اٹھنے پر استدلال 321
- سیدنا نوح علیہ السلام و دیگر انبیاء کے واقعات سے استدلال 322
- صدق مقال اور رزق حلال کی تلقین 322

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

◈ معاندین کے شبہات کی تردید 322
◈ اللہ نے انسان کو یہ قوتیں کس لیے عطا کی ہیں؟ 323
◈ تمھیں شتر بے مہار نہیں ذمہ دار پیدا کیا گیا ہے 323

سورۃ النور 323

◈ سورت کا نام 323
◈ اہمیت وفضیلت سورۂ نور 324
◈ سورۂ نور کی مومنون سے مناسبت وربط 324
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تعارف 325
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 326
◈ زنا کی سزا اس قدر سخت ہونے کی وجہ 326
◈ تنفیذ حدود اللہ میں مداہنت ممنوع ہے 326
◈ اسلامی حدود کو وحشیانہ کہنے والے منافق ہیں 326
◈ زانیہ سے مومن کے نکاح کی ممانعت 327
◈ زانی اور مشرک ایک ساتھ کیوں؟ 328
◈ قذف کی سزا، قانونِ شہادت اور اس کی حکمت 328
◈ لعان کا قانون اور سبب نزول 329
◈ فتنۂ افک منافقین کی شرارت تھی 329
◈ اصحابِ رسول کا عظیم اور ناقابل فراموش کردار .. 329
◈ ایک نظر ذرا اپنے ماحول پر بھی 330
◈ الزام کے ثبوت کے لیے چار گواہوں کا مطالبہ .. 330
◈ خلاصۂ احکام 331
◈ واقعۂ افک 332
◈ اشاعت فحش سنگین اور ناقابل برداشت جرم ہے 332
◈ واقعہ میں ملوث مسلمانوں سے درگزر کرنے کی ہدایت .. 333
◈ پاک دامن خواتین پر تہمت تراشی کی سنگینی 333
◈ فضیلت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا 334
◈ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گستاخ پر اللہ کی لعنت 334
◈ امہات المومنین رضی اللہ عنہن پر بہتان لگانے والے کی توبہ قبول نہیں 334
◈ بہتان کی اخروی سزا، استحقاق لعنت وعذاب عظیم ... 335
◈ دنیا وآخرت میں نفوس کی درجہ بندی 335
◈ اسباب فتنہ کا سدباب 336
◈ ان احکامات کا پس منظر 336
◈ اسلام میں پرائیویسی کا لحاظ 337
◈ جہاں اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں 337
◈ اہل ایمان کو غضِ بصر کا حکم 337
◈ عورتوں کے لیے اظہار زینت کے رشتے 337
◈ عورتوں کو بھی اجنبی مردوں سے غض بصر کا حکم ... 338
◈ بے نکاحوں کے نکاح کرا دینے کا حکم 338
◈ کائنات میں ساری روشنی اللہ کے نور سے ہے .. 338
◈ نور بھرے ایمان کی طرف دعوت 339
◈ اللہ اور اس کے رسول کا ساتھ یکسوئی سے دو 339
◈ خلافت ارضی کا وعدۂ ربانی 340
◈ معاشرت کے بقیہ احکام 340
◈ ان احکام کا پس منظر 341
◈ اللہ اور اس کے رسول کی کامل اطاعت کا حکم 342
◈ حکمِ رسول کی خلاف ورزی پر سخت تنبیہ 342

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورۃ الفرقان 343

◈ سورت کا نام، زمانہ نزول اور موضوع 343
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 343
◈ عباد الرحمٰن کی خصوصیات 344
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 344

پارہ نمبر: 19 345

◈ یہ منکرین کی کوئی نئی قسم نہیں ہے 345
◈ قرآن کی دعوت کے اساسی مسائل 345
◈ عباد الرحمٰن کے اوصاف اور ان کا ذکر خیر 346
◈ ان اوصاف پر اللہ کے ہاں اجر 346
◈ فیصلہ خود کیجیے 346

سورۃ الشعراء 347

◈ سورت کا نام، ربط سورت، زمانہ نزول اور موضوع ... 347
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 347
◈ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ذکر 348
◈ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعوت توحید 349
◈ سیدنا نوح علیہ السلام کی دعوت 349
◈ سیدنا ھود علیہ السلام اور ان کی قوم 350
◈ سیدنا صالح علیہ السلام اور قوم ثمود 350
◈ سیدنا لوط علیہ السلام اور قوم کا انجام بد 350
◈ سیدنا شعیب علیہ السلام اور اہل مدین 350
◈ منکرین قرآن کو تدبر کی دعوت 351

سورۃ النمل 351

◈ سورت کا نام اور موضوع 351
◈ فرعون اور سرداران قریش کی باہمی مماثلت 352
◈ ملکہ سبا کا قابل رشک کردار 352
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تعارف 352
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 253
◈ سیدنا داود اور سلیمان علیہما السلام کی شکر گزاری کا ذکر خیر ... 353
◈ سیدنا صالح علیہ السلام کے خلاف قوم کی چال ناکام بنا دی گئی 354
◈ سیدنا لوط علیہ السلام کے ذکر سے مشرکوں کی حوصلہ شکنی . 354

پارہ نمبر: 20 355

◈ کیا اللہ کے سوا کسی کی کوئی ملکیت ہے؟ 355
◈ راہ راست کو اختیار کرنا ہی عقل مندی ہے 355

سورۃ القصص 356

◈ سورت کا نام، ربط سورت، زمانہ نزول اور موضوع .. 356
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 357
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 357
◈ قصے میں موجود معارف و نکات 358
◈ شعیب علیہ السلام کون تھے؟ 360
◈ اہل توحید کے ساتھ امتیازی سلوک 360
◈ نبی کی رہنمائی صرف کتاب کے ذریعے سے ہی نہیں کی جاتی 360
◈ معجزے مانگنے والے بدنیت ہیں 361

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

◈ ابوطالب ایمان لائے بغیر ہی دنیا سے رخصت ہو گئے 361
◈ مشرکین متاع دنیا کی وجہ سے ایمان سے انکاری ہیں 361
◈ منکرین کے تمام معبود روز قیامت ان کے دشمن ہوں گے 362
◈ ایک سرمایہ دار کا انجام...... بطور عبرت 362
◈ قصۂ قارون کے حقائق اور اس سے نصیحتیں 363
◈ قارون کا عبرتناک انجام 363
◈ موعظت کا خلاصہ 364
◈ نبی کریم ﷺ کو شاندار کامیابی کی بشارت 364
◈ قصہ موسیٰ علیہ السلام سے عجیب مناسبت 364

سورۃ عنکبوت 365

◈ سورت کا نام، زمانہ نزول اور ربطِ سورت 365
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 365
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 366
◈ نیکی کی راہ کے مسافر 366
◈ انبیائے کرام علیہم السلام کی مساعی اور قوموں کی تباہی کی تاریخ 367
◈ مشرکوں کا عقیدہ و عمل اور مکڑی کے جالے کی مثال 367

پارہ نمبر: 21 368

◈ معجزہ کا مطالبہ کرنے والوں کو جواب! 369
◈ اہل ایمان کی حوصلہ افزائی 369
◈ مشرکین پر اتمام حجت اور اہل حق کو بشارت 369

سورۃ الروم 370

◈ سورت کا نام، ربط سورت اور موضوع 370
◈ زمانۂ نزول اور نزول کا تاریخی پس منظر 371
◈ حالات کے بارے میں دو پیشگوئیاں 371
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 372
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 373
◈ نظام کائنات حقیقت ہے کھیل تماشا نہیں 373
◈ یہ رنگ، یہ زبانیں اور وسیع تر کائنات 374
◈ دین فطرت پر کاربند رہنے کی تلقین 374
◈ قبولیت حق صرف سلیم الفطرت لوگوں کا مقدر ہے 375

سورۃ لقمان 375

◈ سورت کا نام، موضوع اور زمانہ نزول 375
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 376
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 377
◈ نصائح لقمان حکیم علیہ السلام اور ان سے مقصود 377
◈ صرف اللہ ہی کا کڑا مضبوط ہے 377
◈ اللہ کے کلمات کو لکھنا ممکن نہیں 378
◈ ہر قسم کا علم غیب صرف اللہ ہی جانتا ہے 378

سورۃ السجدۃ 379

◈ سورت کا نام، ربط سورت، اور موضوع 379
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 379
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 381
◈ نماز تہجد کی برکات 382

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

◈ پہلی قومیں جو ہلاک ہوئیں 382
◈ اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا 382

سورۃ الأحزاب 383

◈ سورت کا نام، مضامین سورت اور زمانہ نزول 383
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 384
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 385
◈ جنگ احزاب کی ہولناکی کی ایک جھلک 386
◈ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن دنیادار عورتوں کی طرح نہیں 386

پارہ نمبر: 22 387

◈ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے خطاب کی نوعیت 387
◈ پردے کے احکام 387
◈ غیر مردوں سے بات چیت کا سلیقہ 388
◈ عورت کا اصل دائرہ عمل اس کا اپنا گھر ہے 388
◈ ﴿وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ﴾ 388
◈ اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے سامنے چون وچرا کی گنجائش نہیں 389
◈ محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں 390
◈ منصب رسالت کی اصل 391
◈ طلاق، عدت اور نکاح کے ضمن میں چند ارشادات 391
◈ ازواج مطہرات کے لیے پردے کا حکم 392
◈ نبی کا حق صلوۃ ہے نا کہ تکلیف پہنچانا 392
◈ تمام اہل ایمان عورتوں کو حجاب کا حکم 393
◈ راست بازی اور ادائے امانت کا حکم 393
◈ کامیابی کے اصول 393

سورۃ سبأ 394

◈ سورت کا نام، زمانہ نزول اور مرکزی مضمون 394
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 394
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 395
◈ سیدنا داؤد و سلیمان علیہما السلام ہمارے شکر گزار بندے تھے 395
◈ اہل سبا کی ناشکری 396
◈ شرکا و شفعا کی تردید 396
◈ طاقتور اور کمزوروں کی ایک دوسرے پر لعنت 397
◈ دنیا میں عذاب کی طرح نعمت بھی آزمائش ہے 397
◈ جن کی پوجا کرتے ہو وہ انکاری ہو جائیں گے 397
◈ غور و فکر کی دعوت......مناظرے کا اسلوب 398

سورۃ فاطر 398

◈ سورت کا نام، ربط سورت اور مرکزی مضمون 398
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 398
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 399
◈ شیطان تمہارا دشمن ہے 399
◈ بعث بعد الموت کی دلیل 400
◈ ہماری قدرت کی کچھ نشانیاں 400
◈ مشرک اور موحد کا انجام ایک جیسا نہیں ہوگا 400
◈ علمائے ربانی کی علامات و صفات اور بشارات 401
◈ وارثین کتاب کے تین طبقات 402
◈ منکرین کو تہدید و وعید 402
◈ منکرین اللہ کی پکڑ سے ڈریں 402

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورۃ یٰسٓ 403

◈ سورت کا نام، ربط سورت اور موضوع 403
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 403
◈ فضیلت سورۂ یٰس 404
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 404
◈ انطاکیہ کی ایک بستی میں داعیانِ حق کی روئیداد 405

پارہ نمبر: 23 406

◈ اور جب اللہ کا عذاب آ گیا 406
◈ توحید و معاد کے دلائل 407
◈ مالدار کفار کی کٹ حجتی 407
◈ وقوعِ قیامت کی دہشت کا ایک منظر 407
◈ سمع و بصر ہماری ہی عطا ہے 408
◈ قرآن شعروں کی کتاب نہیں 408
◈ ہم سے جھگڑتا ہے، اپنا آپ دیکھتا نہیں 408

سورۃ الصّٰفّٰت 409

◈ سورت کا نام، ربط سورت، موضوع اور زمانہ نزول 409
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 410
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 410
◈ جب ہم مجرموں کو گھیر لائیں گے 411
◈ جنتیوں کی چند نعمتوں کی ایک جھلک 411
◈ جہنمیوں کا برا حشر 411
◈ مسلمین اور مجرمین کے کردار کا تاریخی تجزیہ 412
◈ مچھلی کے پیٹ سے سیدنا یونس علیہ السلام کی رہائی 412
◈ اپنے لیے بیٹے اور اللہ کے لیے بیٹیاں 412
◈ خاتمۂ سورت میں آغاز سورت کے مضمون کا اعادہ 412

سورۃ صٓ 413

◈ سورت کا نام، ربط سورت، اور زمانہ نزول 413
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 413
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 414
◈ پہلے کے چند مکذبین 415
◈ سیدنا داود علیہ السلام کا تذکرہ 415
◈ وقوعِ قیامت اور مفسدوں اور متقیوں میں فرق 416
◈ سیدنا سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت خاص عطیہ تھی 416
◈ سیدنا ایوب علیہ السلام کا بے مثال صبر 416
◈ اہل جنت اور اہل جہنم کا انجام 417
◈ منکرین ابلیس کے نقش قدم پر 417
◈ اللہ کا دین فطری اور تکلفات سے پاک ہے 418

سورۃ الزمر 418

◈ سورت کا نام، ربط سورت، مرکزی مضمون اور زمانہ نزول 418
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 419
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 419
◈ مشرکین جدید و قدیم کا نظریہ ”ہماری ان کے آگے ان کی اللہ کے آگے“ 420
◈ دلائل توحید اور قبولیت ایمان انسان کے اپنے مفاد میں ہے 420
◈ جھوٹے معبود اپنے پکارنے والوں کو قیامت تک جواب نہیں دے سکتے 420

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

◇ جہنم والے بہتر ہیں یا جنت والے؟ 421
◇ خالص اللہ کی عبادت کرنے کا حکم 421
◇ ایمان وہی قبول کرتے ہیں جو اللہ کو پسند ہوں 422
پارہ نمبر: 24 423
◇ ساری شفاعت اللہ کے اختیار میں ہے 423
◇ سب گنا ہگاروں کے لیے ندائے حریت 423
◇ رحمت و مغفرت خداوندی کی نوید 424
◇ شرک کی نحوست...... تمام اعمال کی بربادی 424
◇ مشرک اللہ کی قدر نہیں پہچانتے 425
◇ وفاداروں اور غداروں کے اخروی انجام کی روئیداد ... 425
سورة المومن 425
◇ سورت کا نام اور مرکزی مضمون 425
◇ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 426
◇ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 427
◇ حملۃ العرش کا تقرب اور مومنوں کے لیے دعائیں 427
◇ جہنمیوں کی فریاد اور ان پر پھٹکار 427
◇ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان حق و باطل کی جنگ 428
◇ تکذیب کا سبب تکبر ہے 429
◇ مجھ سے مانگو میں قبول کروں گا 429
◇ توبہ کب نفع دیتی ہے 429
سورة فصلت (حٰمٓ السجدہ) 429
◇ سورت کا نام، مرکزی مضمون اور زمانہ نزول 429
◇ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 430
◇ کائنات کوئی کھیل نہیں ہے 430
◇ تکذیب کرنے والے ہمیشہ مارے گئے 431
◇ مجرموں کے خلاف ان کے اعضا کی گواہی 431
◇ منکرین قرآن کی قرآن سے مقابلے کی ناکام سازش ... 431
◇ کلمۃ اللہ کی بلندی کے لیے ثابت قدمی دکھانے والے لوگ 431
◇ سب سے اچھا کام دعوت الی اللہ اور عمل صالح .. 431
◇ مخلوق کو نہیں صرف خالق کو سجدہ کرو 432
◇ قرآن کی صداقتوں کی تکذیب کوئی نئی بات نہیں 432
◇ ایک اور اعتراض کا جواب 432
پارہ نمبر: 25 433
◇ قرآن کی تکذیب انتہائی نامعقول بات ہے 433
سورة الشوریٰ 433
◇ سورت کا نام، زمانہ نزول اور موضوع 433
◇ سورت کے مضامین کا اجمالی تعارف 434
◇ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 435
◇ رزق کی مناسب تقسیم حکمت الٰہی کے مطابق ہے 436
◇ اللہ والوں کی صفات کی ایک جھلک 437
سورة الزخرف 438
◇ سورت کا نام، ربط سورت اور مرکزی مضمون 438
◇ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 438
◇ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 439
◇ دعائے سفر 439

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

◈ کیا ملائکہ عورتیں ہیں؟ 439
◈ مشرکین کے جھوٹے دعووں کا ابطال 440
◈ سیدنا موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کی دعوت بھی توحید کی تھی 440

سورۃ الدخان 441

◈ سورت کا نام اور موضوع 441
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 442
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 443
◈ شب برات کا اثبات نہیں ہے 443
◈ فرعونی تاریخ کا ایک عبرتناک باب 443
◈ منکرین آخرت کی تردید اور چند اخروی مناظر 444

سورۃ الجاثیۃ 444

◈ سورت کا نام اور موضوع 444
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 445
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 445
◈ منکروں اور مومنوں کا انجام ایک سا نہیں ہوگا 446
◈ وقوع قیامت کے باب میں منکرین کی کٹ حجتیوں کی تردید 446

پارہ نمبر: 26 448

سورۃ الأحقاف 448

◈ سورت کا نام، موضوع اور زمانہ نزول 448
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 448
◈ ﴿شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ﴾ سے مراد کون ہے؟ 449
◈ انجیل میں بایں الفاظ یہ بشارت بیان ہوئی ہے 450
◈ قرآن پر ایمان لانا کن کے نصیب میں ہے؟ 450
◈ سلیم الفطرت لوگوں کی اخلاقی صفات کا ذکر خیر 451
◈ کردار سازی کے بارے میں ایک خاموش سوال 451
◈ احقاف والوں کی خبر 451
◈ جنوں کا قرآن سننا 452
◈ اولوالعزم رسولوں کی طرح صبر کریں 452

سورۃ محمد 453

◈ سورت کا نام، موضوع اور زمانہ نزول 453
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 453
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 454
◈ جنگی قوانین سے مقصود کفر کو کچلنا اور ذلیل کرنا ہے 454
◈ منافقوں کی بد خصلتی 455

سورۃ الفتح 456

◈ سورت کا نام، ربط سورت اور موضوع 456
◈ فتح مبین کیسے ثابت ہوئی؟ 458
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 459
◈ مقام رسالت پہچاننے کے تقاضے 459
◈ متخلفین منافقین کو تنبیہ 459
◈ بیعت رضوان سے رب کی رضوان کا مژدہ جانفزا 460
◈ خون عثمان رضی اللہ عنہ پر ان کی زندگی ہی میں بیعت 460
◈ جنگ نہ ہونے کی مصلحت وحکمت 461
◈ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان وعظمت 462

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سورۃ الحجرات 463

◈ سورت کا نام، زمانہ نزول اور موضوع 463
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 463
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 464
◈ آدابِ بارگاہِ نبوت 465
◈ جاسوسی، غیبت و دیگر اخلاقی برائیوں سے بچو 465
◈ خود کو مومن نہیں مسلمان کہو 466
◈ تمہارا مومن ہونا اللہ کا احسان ہے 466

سورۃ ق 466

◈ سورت کا نام، زمانہ نزول اور موضوع 466
◈ فضیلت و اہمیت 467
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 467
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 468
◈ بعث بعد الموت امر مستبعد نہیں ہے 468

سورۃ الذاریٰت 470

◈ سورت کا نام، زمانہ نزول اور موضوع 470
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 470
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 470
◈ اہل جنت کے عیش و آرام کی جھلک 471

پارہ نمبر:27 472

سورۃ الطور 473

◈ سورت کا نام، ربط سورت اور موضوع 473
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 473
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 474
◈ متقین کی سرفرازی کی ایک جھلک 474
◈ صاحب وحی کاہن و شاعر نہیں ہے 474

سورۃ النجم 475

◈ سورت کا نام اور ربط سورت 475
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 475
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 476

سورۃ القمر 478

◈ سورت کا نام اور ربطِ سورت 478
◈ آیت ترجیع 478
◈ شق قمر کا واقعہ 178
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 479
◈ سیدنا نوح و دیگر انبیاء علیہم السلام بھی جھٹلائے گئے 479
◈ اب زہر شہد نہیں بن گیا 480

سورۃ الرحمٰن 480

◈ سورت کا نام، زمانہ نزول اور موضوع 480
◈ فضیلت سورۂ رحمٰن 481
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 481
◈ ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ﴾ کا ترجمہ 482
◈ اصحاب الیمین کو ملنے والی نعمتوں کی دل ربا تصویر 483

سورۃ الواقعۃ 484

◈ سورت کا نام، مرکزی مضمون اور زمانہ نزول 484
◈ اہمیت سورۂ واقعہ 485
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 485

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 486
◈ سابقون الاولون کو ملنے والی نعمتوں کا ذکر 487
◈ اصحاب الیمین کا اجر 487
◈ بائیں ہاتھ والے بدنصیب 487
◈ سب اگلے پچھلے مجرم جمع کیے جائیں گے 488
◈ وقوع قیامت کے دلائل 488
◈ صداقتِ قرآن پر نظم کائنات سے استدلال 488
◈ دم واپسیں کے منظر کو یاد رکھو 488

سورة الحديد 489

◈ سورت کا نام، ربط سورت اور موضوع 489
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 490
◈ ایمان کا نور منافقوں کو کیوں ملے؟ 490
◈ کیا اللہ والوں کے دل نہیں پگھلتے 491

پارہ نمبر: 28 493

سورة المجادلة 493

◈ سورت کا نام، زمانہ نزول اور موضوع 493
◈ مضامینِ سورت کا اجمالی تجزیہ 493
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 494
◈ سرگوشیوں کی ممانعت 495
◈ آدابِ مجلس 495
◈ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کی تربیت 496

سورة الحشر 497

◈ سورت کا نام، مرکزی مضمون اور زمانہ نزول 497
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 497
◈ جنگ کا ایک قانون 498
◈ مال فے اور مال غنیمت میں فرق 499
◈ مال فے کے حقدار کون کون ہیں؟ 499
◈ اطاعت رسول کے لزوم کا حکم 499
◈ اہانت صحابہ قرآن کی نگاہ میں سنگین جرم ہے 500
◈ منافقین شیطان کا سا کردار ادا کرتے ہیں 500
◈ مجرمین اور مومنین کا انجام ایک جیسا نہیں ہوگا 501
◈ صفات الٰہی کا ذکر اور اس کا اہتمام 501

سورة الممتحنة 501

◈ سورت کا نام، ربط سورت اور زمانہ نزول 501
◈ اسوۂ ابراہیمی کو نمونہ بناؤ 503
◈ تعویذ فروشوں کی چاندی 503
◈ دوستی کی ممانعت کن سے؟ 503
◈ مہاجر مردوں اور عورتوں کے بارے میں حکم 503
◈ عورتوں سے بیعتِ ایمان اور کفار سے دوستی کی ممانعت 504

سورة الصف 504

◈ سورت کا نام، موضوع ور ربط سورت 504
◈ مضامین سورت کا اجمالی تجزیہ 505
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 505

سورة الجمعة 506

◈ سورت کا نام، مرکزی مضمون اور زمانہ نزول 506
◈ مضامین سورت کا اجمالی تجزیہ 506

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 508
◈ یہود نے سبت کے ساتھ جو حشر کیا؟ 508

سورۃ المنافقون 509

◈ سورت کا نام، ربط سورت، موضوع اور زمانہ نزول 509
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 510

سورۃ التغابن 510

◈ سورت کا نام، مرکزی مضمون اور زمانہ نزول 510
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 511
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 511

سورۃ الطلاق 513

◈ سورت کا نام، ربطِ سورت، زمانہ نزول اور موضوع 513
◈ سورۂ طلاق کے احکام کی نوعیت 514
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 514
◈ سورت کے مضامینِ کا تفصیلی تجزیہ 514
◈ نفقہ وسکنیٰ صرف ایک طلاق والی کے لیے ہے... 515
◈ مطلقہ عورتوں کی عدت کا تعین 516
◈ حدود اللہ کی پامالی سے بچو 516

سورۃ التحریم 516

◈ سورت کا نام، موضوع اور زمانہ نزول 516
◈ نبی کریم ﷺ نے کون سی چیز اپنے اوپر حرام کی تھی؟..... 517
◈ سببِ نزول 517
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 517
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 518
◈ نبی کریم ﷺ اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی بلندشان 518
◈ وہ راز کی بات جو ظاہر ہوگئی تھی؟ 519
◈ اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ............ 519
◈ کفار ومنافقین سے درشت رویہ اپنانے کی تاکید.... 519

پارہ نمبر: 29 521

سورۃ الملك 521

◈ سورت کا نام، فضیلت سورت، زمانہ نزول اور مرکزی مضمون 521
◈ مضامینِ سورہ کا اجمالی تجزیہ 522
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 522
◈ آخرکار تمہیں اپنے رب کے سامنے حاضر ہونا ہے... 523

سورۃ القلم 524

◈ سورت کا نام اور موضوع 524
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 524
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 525
◈ مسلمین کے ساتھ مجرموں جیسا سلوک نہیں کیا جائے گا 526

سورۃ الحاقة 527

◈ سورت کا نام، ربط سورت اور موضوع 527
◈ مضامین سورت کا اجمالی تجزیہ 527
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 528

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورۃ المعارج 529

◈ سورت کا نام، ربط سورت اور مرکزی مضمون 529
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 529
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 530
◈ فرشتوں کا چڑھنا اور پچاس ہزار سال کے دن کی کیفیت 530
◈ یوم قیامت کی ایک جھلک 530

سورۃ نوح 531

◈ سورت کا نام، ربط سوتر اور موضوع 531
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 532
◈ عذاب برزخ کا ثبوت 533

سورۃ الجنّ 533

◈ سورت کا نام، ربط سورت اور مرکزی مضمون 533
◈ جنوں کی تلاش حق کا پس منظر؟ 534
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 534
◈ جنوں نے قرآن سے توحید کا سبق سیکھا 535

سورۃ المزمل 536

◈ سورت کا نام، مضمون سورت، ربط سورت اور زمانہ نزول 536
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 536
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 537
◈ مخالفین کو وعید 537

سورۃ المدثر 538

◈ سورت کا نام، ربط سورت اور زمانہ نزول 538
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 538
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 539
◈ جہنم کا لقمہ بننے والے بدنصیب 540

سورۃ القیامۃ 540

◈ سورت کا نام، ربط سورت، زمانہ نزول اور موضوع 540
◈ مضامین سورت کا اجمالی تجزیہ 541
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 541
◈ فرار کا کوئی رستہ نہ ہوگا 541
◈ قرآن کی حفاظت ہمارے ذمے ہے 542
◈ اعمال کا اثر چہروں پر 542

سورۃ الانسان (دھر) 543

◈ سورت کا نام، سورت کی فضیلت اور موضوع 543
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 543

سورۃ المرسلٰت 545

◈ سورت کا نام، ربط سورت، زمانہ نزول اور موضوع 545
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 545
◈ ترجیع والی آیات میں حکمت 545
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 546
◈ تین شاخوں والا دھواں 546

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پارہ نمبر:30

548

◈ تیسویں پارے کی سورتوں پر ایک اجمالی نظر 548
◈ ان سورتوں کا صوتی تاثر اور آہنگ 548
◈ پارے کے مرکزی مضامین 549
◈ پارے کی سورتوں کا اسلوب 549

سورۃ النبأ 550

◈ سورت کا نام، ربط سورت اور مرکزی مضمون 550
◈ مکی دور کی سورتوں میں وقوعِ قیامت کے تکرار کی وجہ 550
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 551
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 551
◈ عدالتِ الٰہیہ کا نقشہ 552

سورۃ النازعات 553

◈ سورت کا نام اور موضوع 553
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 553
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 553

سورۃ عبس 555

◈ سورت کا نام، بط سورت، موضوع اور سبب نزول 555
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 556
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 556

سورۃ التکویر 557

◈ سورت کا نام، موضوع، ربط سورت اور زمانہ نزول 557
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 558
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 559

سورۃ الانفطار 560

◈ سورت کا نام، ربط سورت اور موضوع 560
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 561

سورۃ المطففین 561

◈ سورت کا نام، ربط سورت، موضوع اور زمانہ نزول 561
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 562

سورۃ الانشقاق 563

◈ سورت کا نام، ربط سورت، موضوع اور زمانہ نزول 563
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 564
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 564

سورۃ البروج 565

◈ سورت کا نام، ربط سورت، زمانہ نزول اور موضوع 565
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 566
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 566

سورۃ الطارق 567

◈ سورت کا نام، ربط سورت اور موضوع 567
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 568
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 568

سورۃ الاعلیٰ 569

◈ سورت کا نام، مضمون سورت اور زمانہ نزول 569
◈ اہمیت وفضیلت سورہ اور وجوہ فضیلت 570

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 570
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 570
◈ پہلے صحیفوں کی تعلیمات اور دریافت 571

سورة الغاشية 571

◈ سورت کا نام، ربط سورت، موضوع اور زمانہ نزول 571
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 572
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 572

سورة الفجر 574

◈ سورت کا نام اور ربط سورت 574
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 575
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 575
◈ تاریخ کی بعض عبرتناک مثالیں 575
◈ انسان کی ناہموار سوچ اور طرز عمل کا ذکر 576
◈ جب اللہ کی عدالت لگے گی 577

سورة البلد 577

◈ سورت کا نام، ربط سورت، زمانہ نزول اور موضوع 577
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 578
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 578
◈ اللہ کی راہ میں تو خرچ کا حوصلہ نہیں مگر 579
◈ بھلائی اور برائی کے راستوں کی وضاحت کردی گئی ہے 579

سورة الشمس 580

◈ سورت کا نام، ربط سورت، زمانہ نزول اور موضوع 580
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 581

سورة الليل 581

◈ سورت کا نام، ربطِ سورت اور موضوع 581
◈ سورت مضامین کا اجمالی تجزیہ 582
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 582

سورة الضحىٰ 583

◈ سورت کا نام، زمانہ نزول اور موضوع 583
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 583
◈ مضامینِ سورت کا تفصیلی تجزیہ 584
◈ وحی وملاقات جبریل ...... سامان راحت 584
◈ روشن مستقبل کی پیشین گوئی 585
◈ بخشش کی وسعت 585
◈ اللہ کی نوازشات مسلسل جاری رہیں 585
◈ نعمتوں کا شکر کیسے ادا کیا جائے؟ 586

سورة الم نشرح 587

◈ سورت کا نام، ربط سورت اور موضوع 587
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 587
◈ عسر اور یسر...... پہلو بہ پہلو 588
◈ ذکر الٰہی سے بے نیازی میسر آتی ہے 588
◈ ان سورتوں سے دفع بلا اور عسر سے یسر کا حصول 588

سورة التين 589

◈ سورت کا نام اور موضوع 589
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 589

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 589
◈ چار مقامات مقدسہ کی قسم! 590

سورۃ العلق 590

◈ سورت کا نام، زمانہ نزول اور ربط سورت 590
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 591
◈ حق کی راہ میں اسفل السافلین لوگوں کی رکاوٹیں 592

سورۃ القدر 592

◈ سورت کا نام، فضیلت سورت اور موضوع 592
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 593
◈ لیلۃ القدر کی فضیلت کو مستحضر رکھنے کا طریقہ 294

سورۃ البیّنۃ 594

◈ سورت کا نام اور ربط سورت 594
◈ سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ 595
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 595
◈ شر البریہ اور خیر البریہ کی نشاندہی اور مختلف انجام 595

سورۃ الزلزال 596

◈ سورت کا نام، ربط سورت اور موضوع 596
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 596
◈ چاہیے کہ دل شدت تاثر سے ہل جائیں 597

سورۃ العادیات 597

◈ سورت کا نام اور موضوع 597
◈ سورت کے مضامین کا تجزیہ 598

سورۃ القارعۃ 599

◈ سورت کا نام، ربط سورت اور موضوع 599
◈ سورت کے مضامین کا تجزیہ 599

سورۃ التکاثر 600

◈ سورت کا نام، ربط سورت اور موضوع 600
◈ سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ 600

سورۃ العصر 601

◈ سورت کا نام اور موضوع 601
◈ سورت کے مضامین کا تجزیہ 602
◈ اہمیت وفضیلت قرآن کی ساری سورتوں کی جامع 603
◈ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سورۂ عصر 603

سورۃ الھمزۃ 603

◈ سورت کا نام، ربط سورت اور مرکزی مضمون 603
◈ سورۂ زلزال سے اب تک کی سورتوں سے ربط 604
◈ سورت کے مضامین کا تجزیہ 604
◈ نار اللّٰہ کی اصطلاح اور اس کی تعبیر 605

سورۃ الفیل 606

◈ اصحاب الفیل کا واقعہ 606

سورۃ قریش 607

◈ ایک بدو کا واقعہ 607
◈ احسانات یاد دلانے کا مقصد 608

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورة الماعون 609

سورة الكوثر 609

◈ ہاشمی، صدیقی، فاروقی علوی، تو بے شمار ابوجہلی اور ابولہبی کوئی بھی نہیں 611

سورة الكافرون 612

◈ فضیلت واہمیت 612

سورة النصر 613

◈ قرآن کی آخری نازل ہونے والی سورت 614

◈ کامیابیوں پر جشن منانے کا نہیں تسبیح و استغفار کا حکم 614

سورة اللهب 615

◈ سورہ لہب کا تصویری آہنگ 616

سورة الإخلاص 617

◈ سورۂ اخلاص کی فضیلت واہمیت 618

◈ سورۂ اخلاص اور معوذتین کی فضیلت 619

سورة الفلق 620

◈ رحمت الٰہیہ کی آغوش واہوتی ہے 620

◈ تینوں قل پڑھ کر دم کرنا سنت ہے 622

سورة الناس 622

◈ نبی کریم ﷺ کا جادو سے متاثر ہونا 623

◈ سیرت محمدی کا ایک ورق، آخری سورتوں کی روشنی میں 625

◈ سورۂ فاتحہ اور ان سورتوں کی مناسبت 627

◈ كلمات حمد و شكر 627

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرضِ ناشر

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على رسوله الأمين، أما بعد:

قرآن مجید ایک پُر تاثیر، پُر تسخیر اور انقلاب انگیز کتاب ہے، اس کی تاثیر سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴾ (الحشر: ٢١)

''اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو یقیناً آپ اسے اللہ کے ڈر سے پست ہونے والا، ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا دیکھتے اور یہ مثالیں ہیں، ہم انہیں لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں، تاکہ وہ غور و فکر کریں۔''

اس کی قوت تاثیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ ﴾ (القمر: ٥) یعنی یہ قرآن ''کامل (دل تک پہنچ جانے والی) دانائی ہے۔''

اس حقیقت کا کفار کو اس قدر ادراک ہوا کہ وہ آپس میں کہنا شروع ہو گئے:

﴿ لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴾ (فصلت: ٢٦)

''قرآن کو مت سنو اور اس میں شور کرو، تاکہ تم غالب رہو۔''

تو ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾ (الأعراف: ٢٠٤)

''اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور چپ رہو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

تاریخ شاہد ہے کہ جن سلیم الفطرت لوگوں نے بھی قرآن مجید میں غور و فکر کیا وہ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور بالآخر انہوں نے اس کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اسلام کو قبول کر لیا۔

سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے دربار میں جب سورۂ مریم کی تلاوت کی تو اس پر رقت طاری ہو گئی اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے حتی کہ اس کی داڑھی تر ہو گئی۔ ①

سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، جبکہ آپ آیت: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾ (النحل: ٩٠) کی تلاوت فرما رہے تھے، سیدنا عثمان نے جونہی اسے سماعت کیا فوراً دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ ②

① مسند أحمد: ١/ ٢٠٢ و سنده حسن. ② مسند أحمد: ١/ ٣١٨ و سنده حسن.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس طرح کے بیسیوں نہیں سینکڑوں واقعات صفحۂ قرطاس پر منتقل کیے جا سکتے ہیں کہ کس طرح کلام کی یہ شرینی، یہ نمکینی، یہ تاثیر، یہ تسخیر جو دوست ودشمن، موافق ومخالف، شاہ وگدا، عالم وجاہل اور پیغمبر وامت سب کو یکساں فریفتہ کرتی ہے۔

یہ قرآن مجید کی اثر انگیزی ہی ہے کہ

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا ﴾(الانفال: ٢)

''مومن تو وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جائیں تو وہ انہیں ایمان میں بڑھا دیتی ہیں۔'' یعنی قرآن مجید سننے یا پڑھنے سے دل دہل جاتے ہیں اور ایمان بڑھ جاتے ہیں۔

دوسری طرف اغیار وکفار سے متاثر مسلمانوں نے جب سے قرآن اور اس کی تعلیمات کو نظر انداز کیا ہے حالات ابتر ہی ہوتے جا رہے ہیں اور قرآن مجید سے ایسا رویہ رکھنے والوں سے متعلق ذلت ورسوائی کی وعید پہلے ہی سنائی جا چکی ہے۔ آج قرآن تو وہی لیکن دلوں میں وہ ایمان نہیں ہے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا:

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

قرآن مجید سے وہی تعلق قائم کرنے کے لیے فہم قرآن کو عام کرنا ہوگا۔ زیر نظر تالیف ''خلاصۂ قرآن'' جو پروفیسر عبدالاعلیٰ حفظہ اللہ کی ایک عمدہ کاوش ہے، اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، تاکہ اہل ایمان ماہِ رمضان کی بابرکت گھڑیوں میں اس سے خوب مستفید ہوں۔ کتاب کی اہمیت کے پیش نظر مکتبہ اسلامیہ اپنے قارئین کو بہترین وانمول تحفہ دے رہا ہے جسے یقیناً پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جائے گا، ان شاء اللہ۔

کتاب کی تصحیح وتنقیح اور پروف ریڈنگ ادارے کے رفقاء قاری عمر فاروق راشد اور مولانا کاشف الرحمٰن سیف حفظہما اللہ نے بڑی محنت سے کی، بہترین کمپوزنگ محمد ذیشان مشتاق نے، جبکہ خوبصورت ڈیزائننگ وٹائٹل عبدالواسع صاحب کی محنت کا نتیجہ ہے۔ جزاھم اللہ خیراً۔

اللہ رب العزت ہماری ان محنتوں کو ہماری نجات کا ذریعہ بنائے، آمین۔

محمد سرور عاصم

مدیر مکتبہ اسلامیہ

لاہور۔ فیصل آباد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرض مؤلف

''جمال الفرقان فی خلاصۃ القرآن'' کے نام سے یہ مجموعہ جو آپ کے سامنے ہے، بفضل الٰہی دین وقرآن سے دلچسپی رکھنے والے تمام طبقوں کی سہولت کے پیش نظر مرتب کیا گیا ہے۔

وہ علماء وخطباء حضرات جو رمضان المبارک میں تراویح پڑھاتے ہیں یا تراویح کے بعد پڑھے گئے پارے کے مضامین کا خلاصہ بیان کرتے ہیں، ان کے لیے اس میں تسلی بخش، مختصر مگر جامع مواد موجود ہے۔

☆ چونکہ ہر پیراگراف میں قرآن کی آیات سے استدلال کرتے ہوئے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بھی درج کر دیے گئے ہیں، ان آیات کے اجزا کا حفظ کرنا بہت آسان ہے۔ اس طرح یہ تفسیر قرآنی آیات کے ریفرنس کے لیے بہت مدد ومعاون ثابت ہوسکتی ہے، کیونکہ متعلقہ آیت کو کوٹ کرنے سے برکت اور علمی رسوخ معلوم ہوتا ہے۔ اس طرح یہ کتاب قرآنی الفاظ، مختصر آیات کو عام کرنے کا کام بھی دے گی۔

☆ اکثر مدارس میں دورۂ تفسیر کے نام سے شعبان ورمضان میں کلاسز لگتی ہیں چونکہ وہاں بھی خلاصۂ مضامین ہی پڑھایا جاتا ہے۔ ایسی تمام کلاسوں کے طلباء ومدرسین کے لیے جمال الفرقان ایک نعمت سے کم نہیں۔

☆ اسی طرح عام مدارس میں مبتدی ومنتہی طلباء کے لیے بھی بہت جامع ومانع مجموعہ ہے۔

☆ ایک عام مصروف آدمی جو زیادہ تفسیری گہرائیوں میں دلچسپی نہیں رکھتا، لیکن خالص علم وعمل کو پسند کرتا ہے، اس کے لیے اس کتاب میں بہت کچھ موجود ہے۔

☆ اس مجموعے کا انداز ایجابی ہے، سلبی ہرگز نہیں۔ پوری تفسیر میں فروعی، فقہی اور مسلکی اختلافات سے مکمل احتیاط برتی گئی ہے، کیونکہ اس قسم کی مباحث سے امت کو فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہوتا ہے۔

☆ بہت تحقیقی مباحث بھی شامل نہیں کی گئیں۔ بڑے بڑے مسائل ومباحث کو نہایت مختصر مگر جامع اور آسان لفظوں میں سمیٹ دیا گیا ہے۔

اس کتاب کی ترتیب میں رضائے الٰہی پیش نظر رہی اور یہ جذبہ کہ امت کسی تکلف وغیر ضروری بحثوں میں الجھے بغیر قرآن تک رسائی حاصل کر سکے۔ یہی وہ راستہ ہے جو اس امت کی عظمت کا رکھوالا اور اسے زوال سے بچانے والا ہے۔ اس راستے کو ترک کر کے شاید سب کچھ بنا جا سکے، لیکن ایک کامیاب انسان نہیں بنا جا سکتا۔

خوار   از   مہجوری   قرآن   شدی
شکوہ   سنج   گردش   دوراں   شدی
در   بغل   داری   کتاب   زندہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چوں شبنم بر زمیں افتندہ
وہ معزز تھے زمانے میں مسلمان ہوکر
تم خوار ہوئے ہو تارک قرآن ہوکر

اظہارِ عجز وندامت

تفسیر قرآن جیسے ثقیل ترین کام کے لیے جس علم ورسوخ ،تقویٰ وتدین اور بزرگی وتقدس ،عزم واستقلال ،حوصلہ اور جانفشانی کی ضرورت ہوتی ہے، وہ میں اپنے اندر نہیں پاتا، پھر اس باب میں اتنا زیادہ کام ہو چکا ہے کہ ایک تہی دامن کے لیے بالخصوص کوئی نئی طرح ڈالنا نہایت مشکل ہے،لیکن اپنی ان تمام علمی وعملی کوتاہیوں کے باوجود یہ مشکل ترین کام کرنے کا بیڑہ اٹھایا تو اس کی چند وجوہات تھیں:

① قرآن نے جو اثر میرے دل ودماغ پر ڈالا ہے، میں چاہتا ہوں کہ ہر مومن اس کا حامل بن جائے اور حق تعالی کے بخشے ہوئے ذوق اور علم سے عوام الناس استفادہ کرے، نیز یہ خیال بھی دامن گیر رہا کہ اللہ کے ہاں جب حاضری ہوگی تو سردست اپنے دامن عمل میں کوئی چیز نظر نہیں آتی جسے اعتماد کے ساتھ پیش کر کے اتنے سخت امتحان سے کامیابی کے ساتھ گزر سکوں۔

② خاکسار کو قرآن کریم سے دلچسپی بچپن ہی سے رہی ہے۔اسی کا اثر تھا کہ والد صاحب ایک دور دراز مسجد میں خطبہ دینے کے لیے جاتے تو مجھے بھی ساتھ لے جاتے اور راستے میں وہ انبیائے کرام کے احوال سے کچھ بیان کرتے تو میں فوراً وہ متعلقہ آیات تلاوت کر دیتا، مجھے آج تک یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ یہ کیونکر ہوتا تھا جو میں صریح نص کو فوراً تلاوت کر سکتا تھا۔بچپن کی یادداشتوں میں سے ایک واقعہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دفعہ فیصل آباد کے معروف ایم بی بی ایس ڈاکٹر انور لطیف مرحوم ہمارے استاد مولانا شبیر احمد عثانی مہتمم دارالعلوم عبداللہ پور سے پوچھ رہے تھے کہ آج میں نے ایک رسالے میں پڑھا ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اہل کتاب حضرت مسیح علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان ضرور لائیں گے جس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات نہیں ہوئی۔کیا کوئی ایسی آیت ہے؟ مولانا مرحوم نے نفی میں جواب دیا تو میں نے فوراً: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ پڑھ دی تو دونوں حضرات نہایت ہی متعجب ہوئے۔

میرا خیال ہے کہ یہ ذوق ورسوخ میرے والد کی دعاؤں اور آرزوؤں کی برکت سے ممکن ہوا جنہوں نے ﴿رَبِّ اِنِّيْ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي ۚ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اس بات کا عہد کیا تھا کہ وہ اپنی اولاد کو دین کے لیے وقف کردیں گے، چنانچہ انہوں نے اپنا عہد خوب نبھایا۔ کبھی دنیوی کام پر زور نہیں دیا، نہ کاروباری ذہن والا بنایا بلکہ ہمیشہ ایک ہی مطالبہ چاہا دین...... دین اور صرف دین...... ﴿فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ﴾

اس ضمن میں والد صاحب مولوی عبدالستار صاحب قصص المحسنین کا یہ اشعار ہمیشہ دہراتے رہتے تھے کہ

کہیا یعقوب (علیہ السلام) سناؤ سانوں ہور نہ حاجت کوئی
دین برابر رکھیا یوسف (علیہ السلام) یا کجھ غلطی ہوئی
کہیا بشیر طریقہ اسدا دین اسلام صفائی
شکر کیتا یعقوب (علیہ السلام) پیغمبر ساری دولت پائی

③ آج سے پندرہ بیس سال پہلے بعد از تراویح بیان کرنے کا کوئی تصور تک نہ تھا۔ میرے علم کے مطابق اس بابرکت کام کا آغاز سلفی علماء نے کیا ہے۔ ایک تو ان کے ہاں تراویح کی تعداد مسنونہ صرف آٹھ ہوتی ہے اور دوسرے ان کے علماء و خطباء کی پرداز صرف قرآن وحدیث تک محدود ہوتی ہے۔ قصوں، افسانوں، شعروں، حکایتوں اور فرضی واقعات کی کوٹیشن سے ان کی تقاریر عاری ہوتی ہیں۔ اسی لیے ان کی مساجد میں صبح نماز فجر کے بعد درس قرآن اور شام کو درس حدیث کا رواج ہوتا ہے۔ اسی طرح انہوں نے نماز تراویح کے بعد پڑھے گئے پارے کا خلاصہ مضامین بیان کرنے کا رواج بھی ڈالا۔ خاص طور علامہ حافظ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ جو کوچہ چابک سواراں رنگ محل میں واقع تاریخی مسجد چینیاں والی کے خطیب تھے، اس کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔ ان کی دیکھا دیکھی جن لوگوں نے یہ کام شروع کیا ان میں ایک چھوٹا سا نام اس خاکسار کا بھی ہے۔ اب تو بحمد اللہ اکثر مساجد میں جہاں بھی کوئی عالم دین موجود ہوتا ہے، خلاصۂ مضامین بیان کرنے کا اہتمام ہوتا ہے۔ نہ صرف پاکستان بلکہ برطانیہ اور امریکہ میں بھی یہ بابرکت کام ہو رہا ہے۔ 2001 رمضان میں راقم کو دوران سفر میں برطانیہ کے ایک شہر ناٹنگھم کے کمیونٹی سنٹر میں تراویح میں شمولیت کا موقع ملا جہاں ایک قاری صاحب قرآن سنا رہے تھے، بیس تراویح مکمل ہوئیں تو وتر سے پہلے انہی قاری صاحب نے قرآن مجید ہاتھ میں پکڑ کر چوتھے پارے کا خلاصہ بیان کرنا شروع کر دیا جب وہ میراث کی آیت پر پہنچے تو وہاں اٹک گئے۔ جس سے میں نے اندازہ لگایا کہ یہ صاحب عالم نہیں ہیں۔

تب میں نے سوچا کہ ایسے لوگوں کے لیے کوئی ایسی جامع کتاب لکھی جائے جو قرآن کے پیغام اور مضامین کو سادہ سے انداز میں بھی بیان کر سکے اور ہر قاری صاحب خواہ وہ عالم نہ بھی ہوں تب بھی یہ فریضہ سرانجام دے سکیں۔ اس لیے میں نے اس کتاب کا انداز بیان نہایت آسان سادہ مگر علمی اور معلوماتی رکھا ہے تاکہ سادہ سے لفظوں میں قرآن کا مدعا و مقصد بیان ہو سکے۔

④ راقم گزشتہ بیس برس سے پاکستان کے علاوہ سعودی عرب، برطانیہ، ہالینڈ، امریکہ اور فرانس میں نماز تراویح کے بعد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ مضامین قرآن بیان کرتا چلا آیا ہے۔ پیغام قرآن کے عنوان سے اس کا آڈیو سیٹ جو چالیس کیسٹوں پر مشتمل ہے بھی تیار کیا گیا کئی بار ارادہ ہوا کہ اسے تحریری شکل میں بھی لایا جائے، لیکن تحریر تقریر کی نسبت بہت زیادہ مشکل اور ذمہ داری کا کام ہے۔ اس کے لیے جو جانفشانی، وقت اور مصروفیت چاہیے اس کا حصول بھی خاصا مشکل کام ہے۔ اس خیال سے میں 2001 میں برطانیہ سے پاکستان منتقل ہو گیا اور اس موضوع پر کام کی ترتیب سوچتا رہا۔ پہلا سال تو 'حسن و جمال کا چاند' تفسیر سورۂ یوسف کی ترتیب و طباعت پر صرف ہو گیا۔ اس سے فراغت کے بعد اس موضوع پر کچھ لکھنے کا ارادہ ہوا۔ ابتدائی طور پر اس کام کا کوئی مناسب ڈھانچہ نہیں بن رہا تھا۔ اس موضوع پر اب تک جتنا کام ہوا وہ کافی نہیں ہے، کوئی ایسی جامع کتاب نظر نہیں آئی جسے ہر طبقے کو قرآن فہمی کے لیے دیا جا سکے، کیونکہ جو کام بھی ہوا ہے وہ عموماً سرسری اور اتنا مختصر ہوتا ہے کہ یوں لگتا ہے جیسے محض کاروباری نقطۂ نظر سے ترتیب دیا گیا ہو، کیونکہ اس کے لکھنے والے عموماً پڑھے لکھے ضرور ہوتے ہیں مگر باقاعدہ علماء و فضلا نہیں ہوتے۔ انہیں کچھ کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ ادھر ادھر سے مواد اکٹھا کیا اور چھاپ دیا۔ ظاہر ہے یہ روش نہایت نقصان دہ ہے، کیونکہ قرآن ایسی کتاب نہیں کہ محض مصنف کہلانے کے شوق میں جس کی تفسیر لکھ دی جائے۔ نیم ملا خطرہ ایمان والی بات ہے۔

احکام ترے حق ہیں مگر اپنے مفسر
تاویل سے قرآن کو بنا سکتے ہیں پاژند

جولائی 2001 میں اس موضوع پر توکل علی اللہ کام کا آغاز کر دیا۔ میری اپنی تحریری یادداشتوں میں جو نوٹس میں نے لکھے ہوئے تھے۔ ان کو ترتیب دیا، پھر قدیم و جدید تفاسیر کے تفسیری حواشی اور سورتوں کے تاریخی پس منظر کو یکجا کیا۔ پورے سات آٹھ ماہ کی ادھیڑ بن کے بعد ایک شکل بن سکی، جو ایک نامکمل سی کوشش تھی، جس پر مجھے خود انشراح صدر نہ تھا۔ اس ضمن میں تفہیم القرآن اور تدبر قرآن سے میں نے کافی استفادہ کیا، لیکن ان دونوں کو ملا کر بھی تسلی نہ ہوئی کیونکہ ان بزرگوں نے اس نقطۂ نظر سے تو تفسیری کام نہ کیا تھا۔ اس لیے میں نے اپنے طور پر ایک ترتیب رکھی اور یہ کام جسے میں بہت آسان سمجھتا تھا اور خیال تھا کہ ایک سال میں اسے مکمل کر لوں گا، وہ تین سال سے زیادہ عرصہ لے گیا۔

اسی طرح کئی بار منصوبہ تبدیل ہوا۔ مثلاً یہ کہ اس کے ساتھ مکمل متن قرآن بھی لگایا جائے۔ اس ضمن میں کئی اداروں سے بات کی۔ آخر کار متن خرید لیا گیا، پھر قرآن کا مکمل ترجمہ لگانے کا پروگرام بھی بنا۔ اس کے لیے کوئی ترجمہ مناسب نظر نہ آیا تو خود یہ بیڑہ اٹھایا اور چھ سات ماہ میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ترجمہ قرآن بھی مکمل ہو گیا۔ اب مشکل یہ پیش آئی کہ اگر ترجمہ اور مکمل متن لگا دیا جائے تو یہ مکمل تفسیر بن جائے گی، خلاصۂ مضامین تو نہ رہے گا۔ جبکہ ہمارا ہدف قرآن کو عام کرنا ہے، چنانچہ احباب سے مشورے کے بعد فیصلہ ہوا کہ فی الحال مکمل متن و ترجمہ کی بجائے حسب موضوع و ضرورت ہی یہ دونوں چیزیں لگائی جائیں، باقی مکمل متن و ترجمہ ایک مفصل تفسیر میں ہی لگایا جائے جو ایک جلد سے زیادہ ہوگی۔

میری دلی آرزو اور پوری کوشش رہی کہ میں ہر قسم کے بیرونی لوث اور لگاؤ اور ہر قسم کے تعصب و تحزب سے آزاد اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاک ہو کر قرآن مجید کا وہ مفہوم بیان کروں جو فی الواقع اس سے نکلتا ہے۔ جہاں کوئی قابل قدر طریقے سے قرآن کا مفہوم بیان ہوسکا ہے تو یہ اللہ کے فضل خاص ہی سے ہوا اور جہاں کوئی کوتاہی ہوگئی ہو تو وہ ارادۃً نہیں، سہواً ہی ہوگی جس کے لیے میں بارگاہ رب العالمین سے معافی کا درخواستگزار ہوں۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ اسے میرے گناہوں کی مغفرت کا سبب بنائے۔ آمین

تار ہے میری ظلمتیں ہیں ستم مگر، ترا مہ نہ مہر کہ مہر گر
اگر ایک چھینٹ پڑے ادھر شب داج ابھی تو نہار ہے
میرے گناہوں کا حساب کیا وہ اگرچہ لاکھوں سے ہیں سوا
مگر اے عفو تیرے عفو کا تو حساب ہے نہ شمار ہے

خاکسار
محمد عبدالاعلیٰ
نزیل حرم بیت اللہ شریف
مکۃ المکرمہ
۲۷ شعبان المعظم 1425 بمطابق 14 اکتوبر 2004ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

''تفسیر جمال الفرقان'' اپنے مالہ وماعلیہ کے لحاظ سے ایک ایسی کتاب ہے جس کے صفحہ صفحہ بلکہ سطر سطر میں علم و دین اور فہم و دانش کے بڑے قیمتی ، بڑے روشن اور بڑے منوراور تابناک نقوش جگمگا رہے ہیں ، کتاب کیا ہے علوم و معارف کا گنجینہ، دین وشریعت کا بیش بہا خزینہ اور دین و دانش کا دُرِّ بہا، حقائق ثابتہ، درست عقائد کی صاف اور نکھری ہوئی کنجی ، قرآن و حدیث ، سیرت پاک کے علوم کا عطر، فکر و بصیرت اور سینکڑوں کتابوں کا نچوڑ ہے، کیونکہ مصنف کی جدید و قدیم تفاسیر پر گہری نظر ہے ۔تفسیر ابن کثیر، جامع البیان ، تفسیر کبیر ، البحر المحیط ، مدارک التنزیل ، تفسیر بیضاوی ، احسن التفاسیر ، معارف القرآن ، روح المعانی ، تفہیم القرآن ، تدبر قرآن ، ظلال القرآن اور تفسیر ماجدی پر استحضار ہے ۔ موخرالذکر چاروں تفاسیر سے انہیں قلبی ، روحانی ، علمی اور عملی تعلق ہے۔ انہوں نے سب سے زیادہ جس تفسیر سے لذت پائی وہ تفسیر ماجدی ہے اور باقی تینوں تفاسیر سے انہیں یہ سمجھ آئی کہ قرآن نے کس طرح صاحب قرآن اور اصحابِ قرآن کو پیش آنے والی مشکلات میں رہنمائی فرمائی، لیکن انہوں نے اس خلاصۃ القرآن میں جو رنگ باندھا ہے اور ان تمام تفاسیر کے نکات کو جس خوبصورتی سے یکجا کیا ہے وہ اپنی جگہ منفرد کام ہے۔

پہلے سورت کا نام، پھر ماسبق یا آئندہ سے ربط، زمانہ نزول، سبب نزول، پھر اس سورت کے نزول میں کون کون سے اہداف ہیں۔ قاری اس امر پر حیران رہ جاتا ہے کہ یہ ساری تفصیلات چند پیراگراف میں ایسی خوبصورتی سے سمودی گئی ہیں جیسے انگشتری میں نگینہ۔ تیسرے نمبر پر مضامینِ سورت کا اجمالی تجزیہ بیان کیا گیا ہے اور اس سے مراد وہ تمام مضامین کے عناوین ہیں جو اس سورت میں بیان کیے گئے ہیں ۔ عناوین کیا ہیں مستقل مضامین کا سرعنوان یوں بیان کردیا گیا ہے کہ پورا مضمون سمجھ آجاتا ہے۔

بعض سورتوں کے مضامین جن آیات سے کشید ہوتے ہیں ان کا نمبر بھی دے دیا گیا ہے، لیکن ایسا صرف چند سورتوں میں ہوسکا ہے۔ اگر فاضل مصنف تمام سورتوں میں ایسا کردیتے تو فقہ و استدلال کا ایک انوکھا باب سامنے آجاتا۔ انہیں آپ خلاصۂ سورہ یا نکات و معارف سورت کا نام بھی دے سکتے ہیں۔

اس کے بعد مضامینِ سورت کا تفصیلی تجزیہ ہے۔ یہی باب سب سے زیادہ قیمتی ہے، کیونکہ قرآن کوئی انسانی تالیف نہیں جس میں تمام مضامین ایک ترتیب کے ساتھ پائے جائیں، اس لیے قرآنی ترتیب کے لحاظ سے مضامین کو چھانٹنا بڑا مشکل کام ہے۔ اس اعتبار سے حافظ صاحب کا یہ کام بڑا قابل قدر ہے کہ خلاصۂ مضامین کی ترتیب رکوعوں یا احزاب کے لحاظ سے نہیں، سورت کے مضامین کے لحاظ سے ہے۔ جتنی آیات میں ایک مضمون بیان ہوا اتنی ہی آیات کا الگ باب قائم کردیا گیا ہے۔ پھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگلی آیات الگ کردی گئیں اور اس میں بھی جس چیز کا لحاظ رکھا گیا وہ ربط مضامین ہے، یعنی ہر مضمون کو ماسبق یا آیندہ کے ساتھ بغیر کسی تکلف کے فطری انداز میں جوڑ دیا گیا۔ یہ بات حافظ صاحب کی علمی وفقہی مہارت اور قوت استدلال کا ایسا شاندار نمونہ ہے کہ اس حسن انتخاب پر داد دیے بغیر نہیں رہا جاسکتا، نیز اتنے اختصار کے باوجود تفسیر قرآن سے متعلقہ تمام معلومات، مثلاً: سورت کی وجۂ تسمیہ، اسباب نزول، اہداف نزول، دور اسلام کی ساری صورت اور نبی کریم ﷺ کی پوری سیرت کے تمام ارتقائی مراحل سامنے آجاتے ہیں۔

پانچ چھ سو صفحات میں جو مواد سمو دیا گیا اس سے قرآن کا ہدف ھدی للناس کافی حد تک پورا ہوتا نظر آتا ہے۔ اس میں بہت زیادہ گہری اور اکتا دینے والی بحثیں نہیں، فقہی اختلافات کی بھرمار نہیں، افراط و تفریط کا طومار نہیں، نقد و تعریض کی یلغار نہیں، اعتراضات کی بوچھاڑ نہیں۔ بس سادہ سے لب و لہجے میں وہ سب کچھ بیان کر دیا گیا ہے جو نزول قرآن سے مطلوب ہے۔

جب سے نماز تراویح کے بعد خلاصۂ مضامین قرآن بیان کرنے کا رجحان پیدا ہوا ہے۔ اس موضوع پر کافی کتابیں مارکیٹ میں آگئی ہیں، لیکن اتنی جامع کتاب یہ پہلی کاوش ہے جو کمپیوٹر کے زمانے میں بھی کم و بیش تین سال میں تیار ہوسکی ہے، حالانکہ اسے مصنف خود کمپوز کر رہے تھے۔ اتنا عرصہ لگ جانے کا معنی یہ بنتا ہے کہ مصنف نے چل چلاؤ سے کام نہیں لیا بلکہ خوب سوچ سمجھ کر اسے ترتیب دیا ہے۔

اس وسعت نظر اور وضع احتیاط کا سبب یہ بھی نظر آتا ہے کہ اس تفسیر کے مفسر مولانا حافظ عبدالاعلیٰ صاحب کی اٹھان خالص قرآن و حدیث کے ماحول میں ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ یہاں برطانیہ میں سب سے زیادہ قرآن پڑھنے والے خطیب شمار ہوتے ہیں، بلکہ انہیں ''خطیب قرآن'' کا ٹائٹل بھی ملا۔ گھریلو ماحول اور ذاتی رجحان کے علاوہ ارض قرآن مدینہ منورہ کی پاک فضاؤں نے بھی اس 'جسد خاک' میں نور کا رنگ بھر کر اسے ہمدوش ثریا کر دیا۔ قرآن کے ساتھ یہی محبت و والہیت مولانا عبدالاعلیٰ کی زندگی کا قیمتی سرمایہ ہے، یہی وہ محبت ہے جو اس مرد درویش کو اقصائے مغرب تک لے گئی تو یہاں بھی قرآنی فکر کے دیپ جلائے۔ قرآن کی تفسیر بیان کرنے کا جنون جتنا اس شخص کو نصیب ہوا وہ ایک بے مثال چیز ہے اور خاص طور پر یہ بات بہت اہم ہے کہ اس راہ وفا میں ایک دو نہیں بے شمار مشکل مقامات آتے ہیں۔ فکر و نظر میں وسعت ضرور پیدا ہوتی ہے جس سے (اگر اللہ کی رحمت نہ ہو) تو سوچ میں تغیر پیدا ہوجاتا ہے، رویے میں تکبر در آتا ہے، ایک معمولی انسان اپنے آپ کو ساری دنیا سے زیادہ عالم و فاضل اور مفکر قرآن سمجھنے لگ جاتا ہے، پھر اس کی نظر میں چودہ سو سال کی قرآنی خدمات بے وقعت ہوجاتی ہیں۔ یوں ہدایت کی بجائے ضلالت کے ناسور پھوٹنے لگ جاتے ہیں، جیسا کہ قرآن نے بتایا کہ بے ایمانی و بے یقینی، شکوک و شبہات اور ضلالت کا کلمہ ایسا شجر خبیثہ ہے جو خود بدبودار، اس کا پھل بدبودار، اس کی شاخیں کانٹوں بھری، اس کا تنا بے جان اور اس کا وجود منحوس ہوتا ہے! ﴿وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِن فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِن قَرَارٍ﴾

اس کی واضح مثال غلام احمد پرویز اور اس مکتب فکر کے لوگ ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن مولانا عبدالاعلیٰ پر قرآن نے وہی اثر کیا جو پھولوں کی سرزمین پر شبنم کیا کرتی ہے جو سیپ کے منہ میں موتی ڈالتی ہے جو تلخ پھلوں میں شہد کی شیرینی پیدا کرتی ہے جو بلبل کے لحن میں پھول کی خوشبو پیدا کر دیتی ہے جو چاند میں دمک اور سورج میں چمک پیدا کرتی ہے، کیونکہ ایمان و ہدایت ایک خوشبودار درخت ہے جس کی جڑیں مضبوط، تنا جاندار، ماحول شاندار، شاخیں پھلدار اور پھل خوش ذائقہ اور فضا باغ و بہار ہے۔

﴿مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿٢٤﴾ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا...﴾

شرط یہ ہے کہ زمین زرخیز اور پانی عمدہ اور ماحول خوشگوار ہو۔ تو پھر بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ والی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

سلف صالحین کی طرح حافظ عبدالاعلیٰ میں بھی صالحیت اور خوش خصالی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ ان کے دل کی سرزمین بھی بڑی زرخیز ہے۔ قرآن کے باغ و بہار نے ان کے دل میں خوشگوار اور معطر فضاؤں کی خوشبو مہکا دی۔ ان کے علم و عمل میں بحمد اللہ گمراہی کا گزر نہیں ہوا، ان کی عملی زندگی میں لطافت کم نہیں ہوئی، ان کی گردن میں اکڑاؤ نہیں آیا، ان کی نگاہوں میں انا و لاغیری کا خمار نہیں ابھرا، ان کے نہاں خانۂ قلب میں ہیچو ما دیگرے نیست کا گزر نہیں ہوا، تعلّی و استکبار نے سینہ پھولنے نہیں دیا، بلکہ عاجزی، انکساری اور خاکساری کی قوس قزح نے ہر پہلو بڑے دل فریب رنگ بکھیرے اور جمال الفرقان اسی ہدایت و شعور کا عکس جمال ہے۔

ایک اور چیز جو اس تفسیر میں نمایاں نظر آتی ہے وہ فرقہ واریت سے مکمل گریز اور دعوت اتحاد ہے۔ یہ وسعت قلبی کے بغیر ممکن نہیں۔ یہ درست ہے کہ انہیں ہر مومن کی طرح شرک و بدعت سے سخت نفرت ہے، منکرین حدیث سے انہیں سخت چڑ ہے اور مرزائیت سے انہیں سخت بیر ہے، کیونکہ یہ سب گروہ گلشن اسلام میں بدبو کے پودے ہیں، جو بدبو اور تعفن پھیلاتے ہیں اور ہر باذوق، خوشبو سے محبت کرنے والا شخص بدبو سے نفرت کرتا ہے۔ مولانا عبدالاعلیٰ کی قوت شامہ بحمد اللہ بہت تیز ہے۔ بے شک انہیں نام نہاد مسلمانوں کی بے اصولی اور بے راہروی سے شکوہ ضرور ہے، تاہم انہیں اپنوں سے نفرت نہیں بلکہ ان کی کوشش ہے کہ ان میں باہمی اتفاق کے پہلو اجاگر کیے جائیں۔

یہ سب کچھ 'جمال الفرقان' کے صفحات پہ آپ کو نظر آئے گا۔ یہ قرآنی پھولوں کی وہ خوشبو ہے جس سے ہر طبقے کا دل و دماغ معطر ہو جاتا ہے۔ جس طرح شہد سب کو شیریں لگتا ہے اسی طرح یہ تفسیر بھی تمام مسلمانوں کے قلب و نظر میں رواداری اور وسعت پیدا کرنے کا کام دے گی، کیونکہ یہ ان کو ان کی اصل کی طرف دعوت دیتی ہے کہ

دست ہر نااہل بیمارت کند
سوئے مادر آ کہ تیمارت کند

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حافظ عبدالاعلیٰ صاحب سے پچھلے دس بارہ برس سے شناسائی ہے نہایت قریبی رابطہ ہے، بڑا گہرا تعلق خاطر ہے۔ انہیں بھی میرے ساتھ محبت ہے، جسے وہ عقیدت کا نام بھی دیتے ہیں۔ سفر وحضر میں ہمارا بہت ساتھ رہا ہے۔ وہ شرعی کونسل کے موثر ترین رکن بھی ہیں۔ میں لندن میں ان کا میزبان ہوتا ہوں اور پاکستان میں ان کا مہمان ہوتا ہوں وہ مجھے اسٹیشن سے لینے آتے ہیں اور سارا دن میرے ساتھ رہتے ہیں اور ہمارا یہ تعلق خاطر محض رضائے الٰہی کی خاطر ہوتا ہے۔ وہ یہاں برطانیہ میں امام وخطیب بلکہ ایک نمایاں کمیونٹی کے رہنما کی حیثیت میں رہے ہیں۔ اپنی درویشانہ وزاہدانہ فطرت کی وجہ سے انہوں نے یورپ ترک کر کے اپنے اسلامی ملک پاکستان میں رہنا شروع کر دیا۔ میرا خیال ہے کہ یہ ان کا فیصلہ بڑا بروقت ہے۔ جسے نبھانا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ عبدالاعلیٰ صاحب نے پاکستان جا کر کوئی دنیوی کاروبار شروع نہیں کیا بلکہ قرآن کی خدمت کا بیڑا اٹھایا ہے۔ یہ ان کی سعادت مندی کی دلیل ہے۔

ان کی اس محنت کا ایک نتیجہ تفسیر سورۂ یوسف کی شکل میں سامنے آیا جسے حق تعالیٰ نے بہت مقبولیت بخشی اور دوسرا نتیجہ جمال الفرقان کے نام سے سامنے آیا ہے جو اپنے موضوع پر بس کرتی ہے اور اب تیسری چیز ان کی تفصیلی تفسیر ہے جس کا مواد کافی حد تک جمع ہو چکا ہے۔ جلد ہی ان شاء اللہ وہ بھی چھپ کر منصۂ شہود پر آ جائے گی اور تشنگان علوم ومعارف قرآنیہ کو سامان راحت مہیا کرے گی۔

میں شکر گزار ہوں کہ تفسیر کا مقدمہ لکھنے کے لیے فاضل مصنف کی نظر مجھ پر پڑی۔ جسے میں بڑی سعادت سمجھتا ہوں۔ اختصار کی وجہ سے چند باتوں کی طرف اشارہ کر سکا ہوں۔ مکمل مقدمہ مولانا عبدالاعلیٰ کی تفصیلی تفسیر پر لکھوں گا۔ ان شاء اللہ الرحمن

ڈاکٹر صہیب حسن بن مولانا عبدالغفار حسن
صدر القرآن سوسائٹی لندن ورئیس مجلس القضاۃ اسلامک شریعہ کونسل لندن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چند لمحے مصنف کے ساتھ

ایک بلبل ہے کہ ہے محو ترنم اب تک
اس کے سینے میں ہے نغموں کا تلاطم اب تک

پروفیسر حافظ محمد عبدالاعلیٰ بن عطاء اللہ بن فضل اللہ بن صبغۃ اللہ درانی امرتسری ثم لاہوری کی پیدائش چنیوٹ ضلع جھنگ میں ہوئی۔ابتدائی تعلیم اور حفظ القرآن فیصل آباد میں مکمل کیا۔دارالعلوم عبداللہ پور سے اعلیٰ تعلیم کی غرض سے آپ لاہور آگئے اور یہاں جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن میں داخلہ لیا۔چند ماہ آپ نے لٹن روڈ پر مفتی جامعہ مدنیہ کے ہاں قیام کیا۔شعبان میں آپ نے مدرسہ خدام الدین شیرانوالہ میں دورۂ تفسیر کا کورس کیا اور سب سے کم عمر ہونے کے باوجود آپ نے ۹۸ فیصد نمبر لے کر سابقہ تمام سالوں کی نسبت نمایاں کامیابی حاصل کی، چونکہ آپ کو قرآن کے ساتھ ایک فطری لگاؤ تھا۔اس لیے نوعمری کے دور میں خاندان غزنویہ کے گل سرسبد سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ سے تعلق خاطر قائم ہوا تو ان کی روحانی تربیت نے ان میں ذکر وفکر کی نہ مٹنے والی جوت جگادی اور حالت یہ ہوگئی کہ

اندر بوٹی مشک مچایا تے جان پھلن بر آئی ہو

سید ابوبکر غزنوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں خاص بات یہ تھی کہ وہ قرآن وحدیث پر عبور حاصل کرنے پر بہت زور دیتے تھے ، وہ عموماً فرمایا کرتے تھے کہ ''واعظین وخطباء کو موقع بموقع قرآن پڑھنا چاہیے، خواہ موضوع سے تعلق نہ بھی ہو تب بھی قرآن پڑھو۔اس سے فکر ونظر کی راہیں کھلتی اور خیر وبرکت کا ورود ہوتا ہے۔''

مزید ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ جو واعظ اپنی تقریر میں زیادہ سے زیادہ قرآن کریم نہیں پڑھتا اس کی تقریر منحوس ہوتی ہے۔ دوسری شخصیت جن سے انہوں نے فکری استفادہ کیا وہ ان کے والد ماجد ہیں جنہوں نے دو باتوں کو زندگی کا ماٹو قرار دیا۔ صرف دین کی خدمت اور قرآن پر بہت زیادہ عبور اور اس کی بہت زیادہ تلاوت ۔آپ کے والد صاحب اور سید ابوبکر غزنوی کی قرآن کے بارے میں ایک ہی سوچ تھی، یعنی قرآن کو اپنی تقاریر میں زیادہ سے زیادہ پڑھا جائے۔حافظ عبدالاعلیٰ کے دل میں قرآن وحدیث کی جو شمع روشن ہو چکی تھی اسے علوم ومعارف کی مسلسل طلب نے مزید روشن کردیا، چنانچہ آپ لاہور سے مانانوالہ ضلع شیخوپورہ چلے گئے اور جامعہ رحمانیہ سے آپ نے فاضل فارسی اور میٹرک کیا۔شیخوپورہ گورنمنٹ کالج میں امتحان دیا اور پنجاب میں نمایاں پوزیشن حاصل کی ۔اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً آپ نے کئی کورس کیے، مثلاً بادشاہی مسجد سے اسلامیات اور موتی مسجد میں تجوید وقراءت پڑھی۔ پھر درس نظامی کے لیے آپ اپنے آبائی شہر فیصل آباد کے مشہور تعلیمی ادارے جامعہ سلفیہ چلے گئے جہاں دو سال مسلسل پڑھتے رہے۔تحریک نظام مصطفی میں حصہ لینے کے شوق میں آپ لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آ گئے اور یہاں اپنی تعلیمی وتبلیغی سرگرمیاں جاری کر دیں۔ محشی سنن نسائی اور بانی ادارہ الدعوۃ السلفیہ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف سے آپ نے صحیح مسلم سبقاً پڑھی۔ ساتھ ساتھ مکھن پورہ شاد باغ میں خطابت اور ڈاکٹر اسرار احمد کے رسالہ ماہنامہ میثاق کی مجلس ادارت میں شامل رہے۔ اسی عرصے میں آپ نے سید قاسم محمود کے ادارے شاہکار سے وابستگی پیدا کر لی اور شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا کے مدیر کی حیثیت سے بہت انقلابی کام کیا۔ مولانا قاری عبدالخالق رحمانی آف کراچی کی ترغیب پر آپ دوبارہ جامعہ سلفیہ داخل ہو گئے۔ جہاں سے آپ نے درس نظامی کی تکمیل کی۔ اس دوران میں آپ نے جھنگ بازار پبلک کالج سے ایف اے کی تیاری کی۔ جامعہ کے آخری امتحانات میں آپ نے 96 فیصد سے زائد نمبر لے کر بہت شہرت حاصل کی۔ اس اعلیٰ پوزیشن کی وجہ سے آپ کو مدینہ یونیورسٹی میں سکالرشپ ملی۔ چنانچہ آپ 1982 میں مدینہ منورہ چلے گئے۔ اس سے پہلے 1981 میں آپ نے مولانا نعیم صدیقی اور مولانا خلیل حامدی کے ایماء پر منصورہ میں قائم 'ادارہ معارف اسلامی اکیڈمی' میں مولانا حامدی مرحوم کے نائب کی حیثیت سے بڑا تحقیقی وعلمی کام کیا۔ خاص طور پر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تمام کتب کے علمی عنوانات کی فہرست مرتب کی اور اس کا عربی میں افتتاحیہ لکھا جس سے مولانا حامدی بہت خوش ہوئے۔ مولانا مرحوم کی شدید خواہش تھی کہ آپ بیرون ملک تعلیم کے لیے نہ جائیں، بلکہ منصورہ ہی میں حسب معمول علمی وتحقیقی کام کریں، لیکن آپ نے مدینہ منورہ کی فضاؤں میں رہنے کو ہر حالت میں ترجیح دی۔ یاد رہے کہ یہ ساری کارگزاری بیس سال کی عمر تک کی ہے۔ اسی دوران میں آپ نے ملک کے مشہور ترین اخبارات روزنامہ نوائے وقت، روزنامہ مشرق، روزنامہ مغربی پاکستان، روزنامہ وفاق میں بے شمار مقالات لکھے جنہیں بڑی دلچسپی اور شوق سے پڑھا جاتا رہا۔ 1982 میں آپ مدینہ یونیورسٹی سعودی عرب چلے گئے۔ جہاں سے قرآن فیکلٹی سے سبعہ عشرہ قراءات اور علوم قرآن میں تخصص کیا۔ اس طرح گویا آپ کی پوری تعلیم قرآن وحدیث ہی کے گرد گھومتی ہے اور یہی فکر جا بجا مہکتی نظر آتی ہے:

ع یہ سمن، یہ سوسن و یاسمن، یہ بنفشہ سنبل و نسترن
گل و سرو لالہ بھرا چمن، وہی اک جلوہ ہزار ہے
یہ صبا سنک، وہ کلی چٹک، یہ زبان چہک، لب جو کی جھلک
یہ مہک جھلک، یہ چمک دمک سب اسی کے دم کی بہار ہے

مدینہ منورہ میں آپ کے مشہور اساتذہ میں امام الحرمین الشریفین، الشیخ علی بن عبدالرحمن الحذیفی الشیخ محمود سیبویہ، الشیخ محمود جادو، الشیخ محمود مرصفی، الشیخ علی امام مسجد قبا، ڈاکٹر علی القاری وغیرہ شامل ہیں۔ مدینہ منورہ قیام کے دوران میں آپ نے نامور شیوخ سے تعلقات قائم کیے اور بے شمار قرآنی مقامات کا بچشم خود ملاحظہ کیا، جن میں مدائن صالح، خیبر، تبوک، حجر، شہدائے بدر، ابواء، ریاض، طائف، طریق سیل، قصیم اور دیگر بے شمار تاریخی مقامات کا سفر شامل ہے۔ مدینہ منورہ میں آپ کا قیام شارع قربان، سلطانہ اور مسجد نبوی سے متصل یونیورسٹی کے ہوسٹل اور باب العوالی کے علاوہ حی الجرف اور حی الاحد میں رہا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مدینہ یونیورسٹی سے فراغت کے بعد آپ پاکستان چلے آئے اور آتے ہی لاہور کی بڑی اسلامی یونیورسٹی 'جامعہ لاہور الاسلامیہ' گارڈن ٹاؤن میں تدریس شروع کر دی۔ ان دنوں آپ کی رہائش بیگم کوٹ میں تھی۔ جمعہ کے لیے آپ کو ہر ہفتے فیصل آباد جانا پڑتا جہاں اہل خانہ مقیم تھے۔ وہاں گلستان کالونی کی مسجد مقدس میں آپ خطبہ دیا کرتے تھے۔ کچھ عرصے کے بعد آپ نے مکھن پورہ شادباغ کے احباب کے اصرار پر فیصل آباد جانا ترک کر دیا اور یہیں خطبہ شروع کر دیا۔ 1987 میں آپ نے ممتاز ڈائجسٹ کے نام سے ایک کتابی سلسلہ شروع کیا۔ ابھی چند شمارے ہی چھپے تھے کہ علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کی شہادت کا المیہ رونما ہو گیا جس سے آپ بہت متاثر ہوئے اور جماعت کے ساتھ وابستگی کی وجہ سے آپ کو جمعیت کے مرکزی سیکرٹریٹ کی نظامت کی ذمہ داری سونپ دی گئی۔ اسی دوران میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے عربی فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ دوران نظامت آپ ہفت روزہ الاسلام اور ماہنامہ ترجمان الحدیث کے مدیر المہام بھی رہے۔ آپ نے اپنے دور نظامت میں حسن انتظام، خلوص و وفاشعاری، محنت و لگن کی نہایت اعلیٰ روایات قائم کیں اور اپنے دفتری عملے کے ساتھ نہایت ہمدردانہ رویہ رکھا۔

1990 میں حافظ عبدالاعلیٰ صاحب کو برطانیہ کی مرکزی جمعیت نے اپنی سالانہ کانفرنس میں شرکت کے لیے دعوت نامہ بھیجا، چنانچہ آپ ستمبر میں برطانیہ چلے گئے۔ آپ کی خطابت سے متاثر ہو کر بریڈفورڈ کی جماعت نے آپ سے مستقل طور پر وہاں قیام پذیر ہونے کی درخواست کی۔ وہاں کی جماعتی تاریخ کا یہ بڑا انقلابی دور تھا۔ اسی جگہ آپ نے رمضان المبارک میں تراویح کے بعد باضابطہ طور پر خلاصہ مضامین قرآن بیان کرنا شروع کیا۔ آپ کی اس موضوع پر تقاریر کی روزانہ ریکارڈنگ ہوتی اور تکمیل کے بعد سینکڑوں سیٹ فروخت ہوئے۔ جس سے آوازۂ توحید اور نوائے قرآن خوب پھیلی اور یہی مقصد حیات ہے۔

ہو نہ یہ پھول، تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو، خم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو
خیمۂ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

انگلینڈ میں قیام کے دوران میں آپ نے بریڈفورڈ میں شاندار تعمیر کی حامل مرکزی مسجد بنوائی۔ جو یورپ میں سلفیوں کی پہلی باقاعدہ تعمیر شدہ مسجد تھی۔ روزانہ تعلیمی و دینی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ آپ نے وہاں کی صحافت میں اپنا سحر قائم رکھا۔ لندن سے شائع ہونے والے اخبارات روزنامہ جنگ، روزنامہ آواز، ہفت روزہ اخبار وطن میں بہت مضامین لکھے حتیٰ کہ آپ کا نام ایک اتھارٹی کی حیثیت اختیار کر گیا۔ اسی اثنا میں آپ نے BRADFORD & ILKLEY COMMUNITY COLLEGE الکلی کالج بریڈفورڈ سے انگلش زبان کا کورس کیا، دس سال تک برطانیہ کے معروف شہروں بریڈفورڈ، بلیک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پول اور مدلز برا میں بحیثیت امام وخطیب کام کیا۔ ہالینڈ کے دارالخلافہ دی ہیگ میں مسجد، فرانس کے دارالخلافہ پیرس میں مسجد و جماعت کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کیا۔ انگلینڈ میں بریڈفورڈ، گلاسگو، ریڈنگ میں جماعتوں کی تشکیل کی اور مساجد و مدارس کی بنیاد رکھی جو آج بحمد اللہ تناور درخت بن چکے ہیں۔

وہاں آپ اردو، انگریزی اور عربی تین زبانوں میں بیک وقت خطبہ دیتے رہے۔ اس لیے پوری کمیونٹی اور خاص طور پر نوجوانوں میں آپ کی پذیرائی قابل رشک رہی۔

1992 اور 1997 میں آپ کو سعودی حکومت کی طرف سے فریضۂ حج کی ادائیگی کی دعوت ملی۔ 1999 میں کویتی وزارت کے تربیتی گروپ لبیک کی طرف سے آپ نے حج ادا کیا۔ ان تمام اسفار میں آپ کے ہمراہیوں نے آپ سے خوب استفادہ کیا۔ جنوری 1997 میں آپ کو امریکہ کی ایک سلفی تنظیم نے میامی یونیورسٹی میں تراویح پڑھانے اور درس ودروس کی غرض سے بلایا۔ چنانچہ ایک ماہ آپ میامی یونیورسٹی میں قیام پذیر رہے جہاں آپ نے عربی اور انگریزی میں خلاصۂ قرآن بیان کیا۔ 1992 ہی میں آپ کو ہالینڈ کی جمعیت نے اپنے ہاں آکر کام کرنے کی دعوت دی، لیکن آپ صرف تین ہفتے وہاں قیام کر سکے۔ اس دوران میں آپ نے دی ہیگ شہر میں مسجد کا افتتاح کیا۔ 2001 میں جبکہ آپ پاکستان منتقل ہو چکے تھے، فرانس سے دعوت نامہ ملا اور وہاں آپ نے قرآن پاک سنایا اور پیرس کے مشہور علاقے سرسلز میں ایک بڑی جامع مسجد کی تشکیل کی۔

مولانا عبدالاعلیٰ بہت سی ذاتی خوبیوں کے باعث ہر طبقے میں ہردلعزیز رہے، جہاں بھی آپ کا قیام رہا، وہاں اپنی شبانہ روز محنت، خلوص، علمی رسوخ، دیانتداری، جان توڑ لگن کی وجہ سے اپنا ایک مقام پیدا کیا اور خوب سے خوب تر کی تلاش میں آپ کا سفر ہمیشہ جاری رہا۔ آپ جہاں بھی ٹھہرے ایک جہان کو دیوانہ بنائے رکھا۔ قلندرانہ، مستغنی طبیعت اور سیمابی فطرت کے باعث آپ ایک بے چین روح کی طرح ہمیشہ متحرک رہے، جس شعبے میں قدم رکھا انقلاب پیدا کر دیا، جس جماعت سے وابستہ ہوئے اسے بلندیوں تک پہنچا دیا۔ ان پر یہ جملہ راست آتا ہے کہ

ع ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

روپے پیسے کے لالچ میں نہیں پڑے بلکہ یورپی زندگی کی تمام آسائشوں کو ٹھکرا کر اپنے سادہ سے ملک میں رہنے کو ترجیح دی۔ تاکہ قرآن کے فہم کو عام کیا جا سکے اتنا کہ در و دیوار اس کی نواؤں سے گونج اٹھیں

یا رب دل مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے
محروم تماشا کو پھر دیدۂ بینا دے
دیکھا ہے جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھلا دے
اس بھٹکے ہوئے آہو کو، پھر سوئے حرم لے چل
اس شہر کے خوگر کو، پھر وسعت صحرا دے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں 2000 میں مستقل طور پر منتقل ہونے کے ساتھ ہی مرکزی جمعیت کے ہفت روزہ ترجمان سے وابستہ ہو گئے۔ اپنے انقلابی کردار کے باعث ایک اخباری قسم کے ہفت روزہ کو ایک مستند میگزین بنا دیا۔ ایڈیٹنگ کے شعبے میں آپ کی قابلیت مسلمہ چیز ہے، کیونکہ آپ نے اوائل عمری ہی میں لکھنے لکھانے کا خوب ذوق حاصل کر لیا تھا۔ سید قاسم محمود جیسے منجھے ہوئے ادیب کی تربیت سونے پہ سہاگہ ثابت ہوئی۔ 1989 میں برطانیہ گئے تو وہاں کے معروف اخبارات میں خوب مضامین نگاری کی اور سیاسی و مذہبی بیانات دیتے رہے۔ متعدد دفعہ روزنامہ جنگ کے فورم میں بھی شرکت کی۔ مرکزی جمعیت کے سیکرٹری اطلاعات کی حیثیت سے آپ ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم برطانیہ کے مدیر المہام بھی رہے۔

پاکستان میں آپ نے ہفت روزہ الاسلام لاہور، ہفت روزہ الاعتصام، ہفت روزہ خدام الدین لاہور، ہفت روزہ لولاک فیصل آباد، ماہنامہ محدث لاہور، ماہنامہ ترجمان الحدیث لاہور میں بے شمار مقالات لکھے، پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ آپ نے اپنا مستقل ڈائجسٹ نکالنے کا ارادہ کیا اور ممتاز ڈائجسٹ کے نام سے یہ ذوق مزید نکھرا۔

خطابت کے میدان میں بھی آپ نے انقلابی نام پیدا کیا۔ آپ کی خطابت روایتی واعظوں کی خطابت نہیں بلکہ ایک مستقل، معلوماتی اور باضابطہ خطابت تھی۔ ہر خطبہ شاندار، ہر موضوع جاندار، انداز خطابت سب سے منفرد۔ آپ کا خطاب قرآنی آیات کی کثرت اور احادیث نبویہ کی کوٹیشن سے مزین اور قصوں، حکایتوں اور بے تکے اشعار سے عاری خالص دعوتی اور عملی ہوتا ہے۔

برطانیہ قیام کے دوران میں آپ نے رمضان ریڈیو پر بھی خطبات دیے جن سے پورے علاقے میں فکری انقلاب پیدا ہو گیا اور روایتی مولویوں کو اپنی خوراک میں قلت کی شکایت ہو گئی اس کے توڑ کے لیے انہیں پاکستان سے زبان دراز واعظ بلوانا پڑا۔

رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جو آنکھ سے نہ ٹپکا وہ لہو کیا ہے

مولانا نے بالکل اوائل عمر ہی میں قرآن فہمی کا وہ ذوق حاصل کر لیا جہاں بڑے بڑے فضلاء کی رسائی بھی بمشکل ہوئی ہو گی، پھر جیسے سینے میں ایک چراغ جل جاتا ہے جس کی روشنی باہر نکلنا چاہتی ہے۔ اس خیال سے کہ دلوں کی اندھیر نگری میں قرآن کی شمع جلاؤں، لوگوں کو عام فہم قرآن سمجھاؤں، اسے خود اپناؤں اور قرآن وسنت کی صدائے دلنواز سے ماحول کو تاباں کروں۔

یارب میرا نور بصیرت عام کردے

چنانچہ سب سے پہلا خلاصۂ قرآن 1977 میں لاہور میں بیان کیا جب کہ عمر ابھی صرف سولہ سترہ برس تھی۔ 1978 میں فیصل آباد، 1979 سے 1984 تک ضلع شیخوپورہ۔ 1985 مدینہ منورہ۔ 1986 تا 1989 لاہور میں خلاصۂ مضامین قرآن سنایا، پھر اسی سال جب آپ برطانیہ چلے گئے تو مسلسل چھ سال آپ نے بریڈفورڈ میں یہی خدمت سرانجام دی جسے اللہ کریم نے بڑی قبولیت بخشی۔ یہیں پر قرآن کریم پر عبور کی وجہ سے آپ کو خطیب قرآن کا لقب بھی ملا۔ یہیں آپ کے تمام خطبات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور خلاصہ قرآن کی ریکارڈنگ ہوئی۔ 1997 میں آپ امریکہ چلے گئے اور وہاں انگریزی اور عربی میں یہ خدمت انجام دی۔ 1989 اور 2000 میں پھر برطانیہ اور 2001 میں آپ فرانس گئے، جہاں پر آپ نے خلاصہ مضامین قرآن بیان کیا۔ 2002 میں آپ نے گوجرانوالہ کینٹ کی وسیع وعریض مسجد سرفراز میں یہ خدمت سرانجام دی تو پڑھے لکھے طبقے نے ایک نئی آواز سنی جس نے انہیں حیران وششدر کر دیا۔ 2003 میں آپ پھر برطانیہ چلے گئے اور اب 2004 رمضان کے لیے آپ پھر براستہ سعودی عرب برطانیہ جانے کے لیے پابرکاب ہیں۔

درویش خدا مست نہ شرقی ہوں نہ غربی
گھر میرا نہ دلی نہ صفاہاں نہ سمرقند

زندگی کا مشن

مفسر ومولف محترم نے اپنے وسیع وعریض علمی وروحانی پس منظر سے جو چیز اخذ کی، جسے اپنی زندگی کا حاصل بنایا اور جس کی تبلیغ وتدریس کے لیے وہ دن رات کوشاں ہیں وہ یہ ہے کہ اسلام کو اس کے اصل ماخذ، یعنی قرآن وحدیث کی روشنی میں سمجھا جائے اور مسلمانوں کو فرقہ واریت سے بچاتے ہوئے خالص امت مسلمہ کے ڈھانچے میں واپس لایا جائے۔ اختلافی مسائل میں افراط وتفریط سے بچتے ہوئے راہ اعتدال اپنائی جائے اور امت کا تشخص بحال کرنے کی کوشش کی جائے۔

﴿اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ﴾

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلمان ، میں اسی لیے نمازی

آخر میں ایک اور ضروری بات قابلِ ذکر ہے کہ اس خلاصۂ قرآن کی ترتیب اور کمپوزنگ کے وقت مصنف نے باوضو رہنے کی کوشش کی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کی پاک تفسیر بڑا پاکیزہ کام ہے۔ اس لیے جہاں تک ممکن ہوا جسم اور دل کی طہارت برقرار رکھنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی وخوشنودی کے لیے ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ﴾

محمد رمضان یوسف
رحمانیہ دارالکتب فیصل آباد
3 شعبان المعظم 1425ھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ

الْقُرْاٰنَ

اَمْ عَلٰى

قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۝

”وہ لوگ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے (لگے ہوئے) ہیں۔“

(سورہ محمد:24)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُورَةُ الفَاتِحَة

یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی، اس کی سات آیات اور ایک رکوع ہے

سورتوں کی تقسیم

دو اقسام پر ہے: مکی اور مدنی، یعنی جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں وہ مکی ہیں اور جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں خواہ مکہ ہی میں نازل ہوئیں انہیں مدنی کہا جائے گا۔ مکی سورتوں میں مدنی آیات ہیں اور مدنی سورتوں میں مکی آیات جو خود نبی کریم ﷺ نے اس ترتیب سے رکھوائی ہیں، اسی لیے قرآنی سورتوں کی ترتیب کو ترتیب توقیفی کہا جاتا ہے۔

زیر بحث سورۂ فاتحہ کے متعدد نام ہیں، ان میں سے ''الفاتحہ'' سب سے زیادہ مشہور ہے۔ فاتحہ اسے کہتے ہیں جس سے کسی مضمون یا کتاب کا آغاز ہو رہا ہو، اس سورت سے قرآن کریم کا آغاز ہو رہا ہے اس لیے یہ سورۃ الفاتحہ کہلائی۔

سورۂ فاتحہ کی سات آیات، ۲۷ کلمات اور ۱۴۰ حروف ہیں اور یہ مکی ہے۔

اہمیت سورۂ فاتحہ

اس سورت کی بہت سی امتیازی خصوصیات ہیں، مثلاً: یہ پہلی مکمل نازل ہونے والی سورت ہے، اس سے پہلے صرف متفرق آیات نازل ہوئی تھیں جو سورۂ علق، مزمل اور مدثر وغیرہ میں شامل ہیں۔

تعدد اسماء

جو چیز زیادہ محبوب و مفید اور اہم ہو اتنے ہی زیادہ اس کے نام ہوتے ہیں، سورۂ فاتحہ کے محبوب اور مفید ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس سورت کے دو درجن سے زیادہ نام منقول ہیں۔ مثلاً: الشفا، شافیه، الصلوٰة، الكنز، سبع مثانی، قرآن عظیم، ام القرآن، ام الكتاب، وافيه، الرقيه، الدعاء وغیرہ۔

ع پھول کا جو مضمون ہو تو سو رنگ سے باندھوں اسے

قرآنی مضامین کا خلاصہ

یہ سورت قرآن کے تمام مضامین کا خلاصہ ہے، توحید، قیامت اور رسالت...... یہی تین مضامین قرآن کریم میں مرکزی حیثیت سے بیان ہوئے ہیں۔ سورۂ فاتحہ میں ان مضامین کو نہایت جامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ گویا یہ سورت متن ہے اور پورا قرآن اس کی شرح۔ اس وجہ سے اس کا نام فاتحۃ الکتاب، ام القرآن اور قرآن عظیم ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نیز ہر نمازی کے لیے، ہر نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کی تلاوت فرض ہے، کیونکہ اس کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «لَاصَلٰوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ» [1] ''جس نے نماز میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز ہی نہیں۔'' نماز میں اسے لازمی پڑھنے سے مقصود یہ ہے کہ نمازی کے سامنے قرآن کے مضامین ہمیشہ مستحضر رہیں۔

سورۂ فاتحہ کی فضیلت

نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس سورت کی مثل کوئی سورت پہلی کسی آسمانی کتاب میں نہیں اتری۔'' [2]

سورۂ فاتحہ میں ہر بیماری کی شفا ہے۔ [3] اسی لیے اس کا نام سورۂ شفا بھی ہے۔ قرآن کریم میں اسے سبع مثانی اور القرآن العظیم کہا گیا ہے۔ صحیح بخاری میں اسے سب سورتوں سے عظیم ترین کہا گیا ہے۔ اس کا ایک اہم نام ''الصلاۃ'' بھی ہے، جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: «قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَيْنِي وَ بَيْنَ عَبْدِي» [4] ''میں نے صلوٰۃ کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کر دیا ہے۔''

مراد سورۂ فاتحہ ہے جس کے نصف حصے میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کی رحمت و ربوبیت اور صفت عدل و بادشاہت کا بیان ہے اور باقی نصف دعا و مناجات پر مشتمل ہے جو بارگاہ جل وعلا میں بندہ پیش کرتا ہے۔

مضامین سورت کا اجمالی تجزیہ

مالک و خالق سے دعا مانگنے کا اسلوب ☆ اس کی حمد وثنا فطری تقاضا ہے ☆ اس کی صفات ربوبیت، رحمت و رحیمیت کے ساتھ ساتھ اللہ جل شانہ کے مالک روز محشر ہونے اور صفت عدل کا تذکرہ ☆ استعانت وعبادت کے خالص اللہ کے لیے ہونے کا اقرار ☆ نماز میں سورۂ فاتحہ کے دہرائے جانے میں حکمت ☆ توحید کا جامع تصور ☆ صراط مستقیم کی طلب سب سے اہم دعا ہے۔ انبیاء و صدیقین، شہدائے اسلام اور سلف صالحین کا راستہ ہی صراط مستقیم ہے ☆ مستحق غضب اور گمراہ قوموں کے راستے سے بچنے کی توفیق کی التجا۔

مضامینِ سورت کا تفصیلی تجزیہ

شروع میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ہے، پھر اپنے عجز و اخلاص کا اظہار، پھر اللہ ہی کے لیے ہر قسم کی عبادت و استعانت کا اقرار ہے جو توحید کی اصل حقیقت ہے۔ پھر اصل دعا ہے جس سے اس امر کا اظہار ہوتا ہے کہ انسان اللہ کی سیدھی راہ معلوم کرنے کے لیے نبوت و رسالت کے سلسلے اور اس کی نازل کردہ ہدایت و شریعت کا محتاج ہے، دعا کرنے کا طریقہ اللہ کریم نے اپنی رحمت سے خود ہی انسان کو سکھا دیا ہے اور آیت: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ میں حمد وثنا اور دعا و درخواست کے تمام پہلو یکجا کر دیے ہیں، نیز یہ بھی بتایا کہ خدائی شریعت پانے کے بعد کسی قوم پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور اس کی قدر کرنے والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جاتا ہے اور اس کو ٹھکرانے والوں کو اللہ کے غضب کا کس طرح سامنا کرنا پڑتا ہے؟

---

[1] صحيح البخاري: ٧٥٦؛ صحيح مسلم: ٣٩٤۔ [2] ترمذي: ٢٨٧٥۔ [3] بيهقي۔ [4] مسلم: ٣٩٥۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فطری جذبات کی عکاسی

حقیقتوں کو پالینے کے بعد فطری طور پر بندے کے اندر جو احساسات وجذبات ابھرتے ہیں، انہی کو ان الفاظ میں مجسم کردیا گیا ہے۔ انسان اگر نگاہ عبرت سے اپنے وجود کو اور پھر اپنے اردگرد دورونزدیک کی دنیا کو دیکھتا ہے، تو اسے ہر طرف اللہ کی بادشاہت اور رحمت پھیلی ہوئی نظر آتی ہے۔ یہ چیز اس کا اعتقاد پختہ کردیتی ہے کہ یہ سارا کارخانہ کائنات بے مقصد پیدا نہیں ہوا۔ ایک ایسے دن کا آنا لازمی ہے جب ناشکروں سے باز پرس ہوگی اور شکرگزاروں کو صلہ دیا جائے گا۔ بندہ بے اختیار ہو کر اس کے مالک یوم الدین ہونے کا اعتراف کرتا ہے اور اس سے دعا کرتا ہے کہ اس دن اپنے کرم سے معاف کردے، کیونکہ اس کے سوا نہ کوئی مدد کرسکتا ہے اور نہ کوئی عبادت ہی کے لائق ہے۔ اے میرے معبود! تو مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لے اور وہ راستہ بتا جو تیرے نزدیک سچا ہے، تیرے مقبول بندوں کا راستہ ہے۔ جس پر کوئی ٹیڑھ پن ہے نہ بھٹکنے کا اندیشہ۔ اللہ کا عبدِ مطلوب ایسا ہی بندہ ہے جو ان احساسات وکیفیات کے ساتھ اس دنیا میں زندگی گزارے۔ سورۂ فاتحہ اسی بندہ مومن کی چھوٹی سی تصویر ہے۔

① بسم اللہ قرآن کی ایک آیت ہے۔ اس سے مراد اللہ سے استعانت ہے، یعنی میں اپنے کام کا آغاز اللہ کے نام سے، اس کی مدد یا برکت کی امید سے شروع کر رہا ہوں۔

② دعا میں اللہ کی دو صفات رحمن ورحیم کا سہارا لیا جاتا ہے، یعنی اگر کوئی خطا سرزد ہو جائے تو اسے عفو ودرگزر سے چھپا لے اور دنیا وآخرت دونوں جہاں میں اپنی نظر کرم سے مستفید فرما، اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو کام بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے وہ برکت سے خالی رہتا ہے۔''①

③ نبی کریم ﷺ کو پہلی وحی کے موقع پر حکم دیا گیا تھا کہ ''اپنے رب کے نام سے پڑھو۔'' جب بندہ اس سے اپنے کام کا آغاز کرتا ہے تو گویا اس حکم کی تعمیل کرتا ہے۔

④ ہر سورت کے آغاز میں بسم اللہ پڑھی جائے گی، سوائے سورۂ توبہ کے۔

⑤ نماز کی قراءت میں بسم اللہ امام اونچی آواز سے پڑھے یا آہستہ آواز سے، دونوں طرح جائز ہے، لیکن پڑھنی ضرور چاہیے۔

سورۂ فاتحہ کی سات آیات ہیں۔ اگر الحمد للہ سے گنتی شروع کی جائے تو فاتحہ کی چھ آیات بنتی ہیں۔ اس لیے مکی اور کوفی قراء وفقہا اور بعض آئمہ کے نزدیک بسم اللہ کو ایک آیت کے طور پر پڑھا جائے گا۔ برصغیر میں چھپنے والے قرآن مجید بالعموم رسم عثمانی کے مطابق نہیں، لہٰذا ان میں بسم اللہ کو پہلی آیت کے طور پر تو نہیں لکھا جاتا، لیکن ﴿ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴾ کے اوپر کوئی شکل ڈال کر اس کمی کو پورا کرلیا جاتا ہے، جس سے اس کی چھٹی آیت کی گنتی پوری ہو جاتی ہے، جو بے دلیل ہے۔

① مسند احمد: ۸۷۱۲؛ ضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ: ۴۲۱۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۳ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۴ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝۵ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝۶ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝۷ ﴾

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان اور رحم والا ہے۔

''سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جو کائنات کا رب ہے، رحمان اور رحیم ہے، جزا وسزا کے دن کا مالک ہے، ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں، ہمیں سیدھی راہ پہ چلا، ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا ان کی نہیں جو مغضوب ہوئے اور نہ ان کی جو گمراہ ہوئے۔''

آیت؟

سورت کے اندر سب سے چھوٹی تقسیم آیت کہلاتی ہے اس کا معنی نشانی ہے، ہر ایک فقرہ جس میں کوئی حکم ہو یا وہ مستقل عبارت ہو، آیت کہلاتا ہے۔ ہر آیت پر وقف کرنا سنت ہے، یہ جو عجم میں چھپنے والے نسخوں میں ہر آیت پر کچھ نہ کچھ رمز ڈال دی جاتی ہے، مثلاً: ز ؛ وغیرہ، عموماً یہ خلاف سنت ہیں۔ قرآن کریم کی کل آیات ۶۶۱۶ ہیں اور کل الفاظ تقریباً ۷۷۹۳۴ ہیں، حتی کہ قرآنی حروف کی تعداد بھی شمار کر لی گئی ہے، کل حروف تقریباً تین لاکھ تیئس ہزار سات سو ساٹھ ہیں۔ ①

بلحاظ حروف قرآن کا نصف پندرھویں پارے کی سورۂ کہف کی آیت نمبر (۱۹) کا لفظ ﴿ وَلْيَتَلَطَّفْ ﴾ ہے۔

آمین کہنے کی اہمیت وفضیلت

سورت کے اختتام پر ''آمین'' کہنا سنت ہے، جس کا مطلب ہے کہ اے اللہ! میری دعا قبول فرما۔ جن نمازوں میں قراءت جہری ہو ان میں آمین جہراً کہنا سنت ہے اور جن نمازوں میں قراءت سری ہو ان میں آہستہ ہی آمین کہیں گے، کیونکہ یہ دعا ہے اور دعا کے آخر میں آمین کہی جاتی ہے۔ اس وقت فرشتے بھی اس دعا پر آمین کہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے مل جائے اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔'' ②

سورۂ فاتحہ کا تعلق قرآن کی آئندہ سورتوں سے

قرآن اور سورۂ فاتحہ کے درمیان حقیقی تعلق دعا اور جواب دعا کا سا ہے۔ سورۂ فاتحہ ایک دعا ہے بندے کی جانب سے اور قرآن اس کا جواب ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ بندہ دعا کرتا ہے: ﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴾ ''اے پروردگار! صراط

---

① الاتقان۔ ② صحیح البخاری: ۷۸؛ صحیح مسلم: ۴۱۰۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مستقیم کی جانب میری رہنمائی کر۔'' جواب میں اس کے منعم حقیقی نے پورا قرآن اس کے سامنے رکھ دیا کہ یہ ہے وہ ہدایت و رہنمائی، جس کی درخواست تم نے مجھ سے کی ہے: ﴿ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۖ فِيْهِ ۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴾ تو یہ ہوا اجمالی طور پر سورۂ فاتحہ کا پورے قرآن کے ساتھ تعلق۔ تدبر کرنے سے اس سے متصل سورتوں کے ساتھ اس کا بڑا گہرا تعلق بھی سامنے آ جاتا ہے۔

سورۂ فاتحہ کا بعد والی دو سورتوں سے تعلق

سورۂ فاتحہ سے متصل دو بڑی سورتیں سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران ہیں جو مضامین کے لحاظ سے سورۂ فاتحہ کے اجمال کی تشریح ہیں، سورۂ فاتحہ کے آخری حصے اور سورۂ بقرہ کی پہلی آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں سورتوں کے مابین وہی تعلق ہے جو ایک دعا اور جواب دعا میں ہوتا ہے۔ سورۂ فاتحہ کا اختتام اس دعا پر ہوا کہ ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دے، ان لوگوں کے راستے کی جن پر تو نے انعام کیا، نہ ان لوگوں کے راستے کی جو مغضوب اور گمراہ ہوئے۔

اس کے معاً بعد سورۂ بقرہ کا آغاز اس طرح ہوتا ہے: ﴿ الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۖ فِيْهِ ۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴾ ''یہ وہ کتاب الٰہی ہے جس کے حق و منبع ہدایت ہونے میں کوئی شک نہیں، یہ متقی لوگوں کے لیے ہدایت بن کر نازل ہوئی ہے۔'' گویا سورۂ بقرہ میں جس آسمانی ہدایت و رہنمائی کے لیے دعا کی گئی تھی، سورۂ بقرہ میں وہ ہدایت سامنے آ گئی ہے۔

سورۂ فاتحہ میں جس انعام یافتہ اور اس کے مدمقابل جس مغضوب گروہ کی طرف اجمالی اشارہ تھا، سورۂ بقرہ میں ان دونوں گروہوں کے متعلق پوری تفصیل سامنے آ گئی ہے جس سے یہ واضح ہو گیا کہ کن کی پیروی کرنی ہے اور کن کے طریقوں سے بچنا ہے۔

بالکل یہی صورت سورۂ آل عمران کی ہے جو سورۂ بقرہ کے بعد ہے، سورۂ بقرہ میں جس طرح یہود کی سفاہتوں، شرارتوں اور خباثتوں کی تفصیل ہے، اسی طرح سورۂ آل عمران میں نصاریٰ کی بدعتوں اور گمراہیوں کا بیان اور تردید کی گئی ہے۔ سورۂ فاتحہ کے بعد ترتیب قرآن میں انہی دو بڑی سورتوں کا جگہ پانا اس بات کا واضح قرینہ ہے کہ یہ بعد کی دونوں سورتیں سورۂ فاتحہ میں کی گئی دعا کی قبولیت اور اس کے آخری حصے کے اجمالات کی شرح ہیں، چونکہ ان دونوں سورتوں میں بالترتیب سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا مسیح علیہ السلام نے یہودیت یا عیسائیت کی بجائے جس راستے کی نشاندھی فرمائی ہے، اسی کا نام اسلام ہے، جس کی مکمل تصویر کشی قرآن مجید نے کی ہے اور مذاہب کی سب سے بڑی اور سچی حقیقت یہی ہے کہ اسلام کا راستہ ہی صراط مستقیم ہے اور یہی اس سورت سے مطلوب ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الٓمٓ: 1

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ

یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں دو سو چھیاسی آیات اور چالیس رکوع

سورت کا نام

بقرہ گائے کو کہتے ہیں، اس سورت کے آٹھویں رکوع میں اس ضمن میں ایک واقعہ مذکور ہے، جس بنا پر اس کا نام بقرہ رکھا گیا ہے۔ یہ قرآن کریم کی سب سے بڑی سورت ہے، جس کی آیات: ۲۸۶، رکوع: ۴۰، کلمات کی تعداد: ۶۲۲۱ اور حروف کی تعداد کی تعداد: ۲۵۵۰۰ ہے۔

سورۂ بقرہ کی اہمیت وفضیلت

یہ سورت بے شمار احکام ومسائل کا سرچشمہ ہے، بعض علماء کے نزدیک اس سورت میں ایک ہزار خبریں، ایک ہزار اوامر اور ایک ہزار منہیات ہیں۔ ① حدیث میں اس سورت کی ایک خاص فضیلت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ جس گھر میں پڑھی جائے اس گھر سے شیطان بھاگ جاتا ہے: «لَاتَجْعَلُوا بُیُوتَکُمْ قُبُورًا فَإِنَّ الْبَیْتَ الَّذِی تُقْرَأُ فِیهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ لَایَدْخُلُهُ الشَّیْطَانُ» ②
ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "سورۂ بقرہ پڑھا کرو، کیونکہ اس کا پڑھنا برکت ہے اور چھوڑنا حسرت اور بدنصیبی ہے اور اہل باطل اس کے قاری پر غلبہ نہیں پا سکتے۔" سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اہل باطل سے مراد جادوگر ہیں، یعنی اس کے پڑھنے والے پر جادو نہیں چل سکتا۔ ایک روایت کے مطابق جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جائے اس گھر میں تین دن تک شیطان داخل نہیں ہوسکتا۔ ③ اگر گھر میں آسیب، جادو یا کسی قسم کی بھی نحوست ہو تو اس کی تلاوت بہت مفید ہے۔ اس کی پہلی پانچ آیات، آیت نمبر ۱۰۲، آیت نمبر ۱۰۳، آیت الکرسی اور آخری تین آیات: ﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ سے آخر سورت تک یہ منزل کے طور پر روزانہ پڑھی جائیں تو آدمی ہر قسم کے شیطانی وجادوئی اثرات سے محفوظ رہتا ہے۔ ④
کیونکہ شیطان مصدر ظلمت وضلالت ہے، اور سورہ بقرہ مرکز نور وہدایت ہے، ظاہر ہے نور اور ظلمت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔

سورۂ بقرہ کا مرکزی مضمون اور نزول کا پس منظر

سورۂ بقرہ مدنی سورت ہے۔ اس میں تمام انسانوں کو بالعموم اور یہود کو بالخصوص ایمان باللہ وبالرسول کی طرف دعوت دی

① تفسیر ابن کثیر: ۱/ ٦٦۔ ② صحیح مسلم: ۷۸۰۔ ③ صحیح مسلم: ۸۰٤۔ ④ مستدرك۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گئی ہے۔ یہ اس زمانے میں نازل ہوئی جب اہل کتاب نے یہ محسوس کیا کہ اسلام اپنی فطری سچائی کے باعث آہستہ آہستہ جڑ پکڑ رہا ہے، لیکن حسد اور ضد کے باعث وہ اس کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہوئے۔ اس احساس نے انہیں شدید کشمکش میں مبتلا کر ڈالا تھا۔ وہ جذبات سے مغلوب ہو کر اس کی مخالفت کے لیے تو اٹھ کھڑے ہوئے، لیکن یہ بات ان کی سمجھ میں نہ آئی کہ یہ مخالفت کس عنوان سے کریں۔ اس لیے جو کسی کے منہ میں آیا کہہ ڈالا، لایعنی اور نامعقول اعتراضات کرنا شروع کر دیے۔ سورۂ بقرہ میں اس قسم کے اعتراضات کا جواب دیا گیا اور نبوت محمدی کی ضرورت بیان کی گئی ہے۔

اس سورت کا بیشتر حصہ ہجرت مدینہ کے بعد مدنی زندگی کے بالکل ابتدائی دور میں نازل ہوا اور بہت کم حصہ ایسا ہے جو بعد میں نازل ہوا اور مناسبت مضمون کے لحاظ سے اس میں شامل کر دیا گیا حتی کہ سود کی ممانعت کے سلسلے میں جو آیات نازل ہوئیں تھی وہ بھی اس میں شامل ہیں، حالانکہ وہ بالکل آخری زمانہ میں اتری تھیں۔ سورت کا خاتمہ جن آیات پر ہوا ہے: ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ﴾ الخ وہ ہجرت سے پہلے مکہ میں نازل ہو چکی تھیں مگر مضمون کی مناسبت سے انہیں اس سورت میں ضم کر دیا گیا ہے۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(آیات ۱-۷) ﴿الٓمّٓ ① ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ ۛۚ فِیْهِ ۛۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ ۙ② الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۙ③ وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ؕ④ اُولٰٓىِٕكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

''الٓمّٓ'' وہ بلند رتبہ کتاب جس میں شک کی گنجائش نہیں، ہدایت ہے ان متقیوں کے لیے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں اور وہ جو ایمان رکھتے ہیں اس پر جو تمہاری طرف اتارا گیا اور جو تم سے پہلے اتارا گیا اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں، وہی لوگ اپنے رب کی ہدایت پر ہیں اور وہی لوگ فلاح والے ہیں۔''

پہلی پانچ آیات میں یہود سمیت سب انسانوں کو دعوت دی گئی کہ وہ اس کتاب پر ایمان لائیں جس کی حقانیت ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ یہ بھی بتایا کہ اس سے رہنمائی صرف متقین ہی حاصل کر سکتے ہیں، پھر متقین کے اوصاف بیان فرمائے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نمازوں کی پابندی کرتے ہیں جو رزق ہم نے انھیں عطا کیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں جو کچھ تم پر نازل ہوا ہے اور جو کچھ تم سے پہلے نازل کیا گیا ان سب پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

اگلی دو آیات میں کفار کے بارے میں بتایا کہ خواہ تم انہیں خبردار کرو یا نہ کرو یہ کبھی ایمان لانے والے نہیں ہیں کیونکہ ان کے دلوں اور کانوں پر مہر اور آنکھوں پر پردہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حروف مقطعات

قرآن کریم کی کئی سورتوں کے شروع میں ﴿الٓمّٓ﴾ اور جیسے حروف آتے ہیں جنہیں حروف مقطعات کہا جاتا ہے۔ مقطعات سے مراد یہ ہے کہ ہر حرف کاٹ کر اور الگ الگ کر کے پڑھا جاتا ہے ان کا ترجمہ، مفہوم اور معنی سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ قرآن مجید میں ان کا اندراج اس کی فصاحت و بلاغت اور کلام الٰہی ہونے کی دلیل ہے۔

نیز یہ آیات متشابہات میں سے ہیں جن کا حتمی مفہوم جاننے کی کوشش عبث اور تکلفِ محض ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ یا مفسر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صحیح سند کے ساتھ اس کے متعلق کچھ بھی منقول نہیں۔

سید قطب لکھتے ہیں: ''حروف مقطعات کی تفسیر کے سلسلے میں ہم جزم وقطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے، البتہ ہم اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ ان میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ کتاب ان حروف کی جنس سے بنی ہے جو اس کتاب کے مخاطب عربوں کے ہاں معروف اور مستعمل تھے ہیں۔ اس کے باجود وہ معجزانہ کلام ہے کیونکہ انہی حروف کو ترکیب، دے کر وہ اس جیسی کتاب تالیف نہیں کر سکتے، کیونکہ کئی جگہ اس کا چیلنج دیا گیا ہے کہ اس قرآن کی مثل کچھ بنا کر لاؤ جو کبھی قبول نہیں کیا گیا۔''

﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾ یہ قرآن کا اپنا بتایا ہوا وصف ہے کہ وہ کوئی تاریخ کی کتاب نہیں، فلسفہ، معانی، علم کلام، سائنس، افسانہ ومحاضرات کی کتاب نہیں جسے دل بہلانے کے لیے پڑھا جائے اس کی اصل اور بنیادی حیثیت یہ ہے کہ وہ کتاب ہدایت ہے، دستور زندگی ہے، مکمل و مفصل ضابطۂ حیات ہے۔

﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾ میں لام نفع کا تصور پیدا کرنے کے لیے ہے یعنی ہے تو کتاب الٰہی کتاب ہدایت، لیکن اس سے فائدہ صرف متقی لوگ ہی اٹھا سکتے ہیں۔ جس طرح سورج چمکتا تو سب کے لیے ہے لیکن مستفید وہی ہوتے ہیں جو آنکھیں رکھتے ہیں، اسی طرح یہ کتاب اتری تو سب کی ہدایت کے لیے ہے، لیکن اس سے فائدہ فی الحقیقت وہی لوگ اٹھائیں گے جو اللہ کا خوف رکھتے ہوں۔ اسی لیے فرمایا: ''یہ ہدایت ہے متقین کے لیے۔''

متقی کا لفظ اتقاء سے ہے۔ یہ لفظ قرآن مجید میں کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے، یہاں اپنے معاملات میں اللہ کی پسند و ناپسند کا خیال رکھنے والے اور نافرمانی سے رک جانے والوں کے لیے بیان ہوا ہے۔

ان خوبیوں کے حاملین کے لیے دنیا و آخرت میں صلہ

﴿أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ سورۂ فاتحہ میں ہدایت کی دعا کی تھی: ﴿اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ جو قبول ہوئی اور کتاب ہدایت نازل ہوگئی: ﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾ اب ارشاد ہوا کہ فلاں فلاں صفات جن میں موجود ہوں وہی ہدایت یافتہ ہیں اور انہی کے لیے مزید ہدایتوں کے دروازے کھلیں گے اور دنیا و آخرت میں فوز و فلاح انہی کے لیے ہے۔ دنیا کی فلاح تو یہ ہے کہ انہیں راہ ہدایت نصیب ہوگئی اور انفرادی و اجتماعی، شخصی و قومی ہر حیثیت سے جامع ترین و بہترین دستور حیات میسر آ گیا ہے اور آخرت کی فلاح یہ ہوگی کہ وہاں انہیں پورا پورا صلہ ملے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متقین کے مقابلے میں منحرفین کا تذکرہ

متقین کے اس اجمالی ذکر کے بعد منحرفین کو اتنی ہی تفصیل کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے، یعنی اس سارے بیان میں ﴿الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾ لوگوں کو بھی بے نقاب کردیا گیا ہے کہ یہ وہ گروہ ہے، جو ایمان بالغیب سے محروم ہے بلکہ تمام تر مشاہدات کے باوجود ایمان نہیں لایا، ان کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزیں دکھائی بھی ہیں لیکن نہیں مانے جس طرح کہ اگلی آیات میں ان کا تفصیلی ذکر آرہا ہے۔ اسی طرح انہوں نے نماز ضائع کردی اور شہوات نفس کو مقدم جانا: ﴿فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ﴾ پھر ان کے بعد ان کے ایسے جانشین آئے جنہوں نے نماز کو ضائع کردیا اور خواہشات (نفس) کی پیروی کی۔'' (مریم: ٥٩) انفاق فی سبیل اللہ بھی ترک کردیا بلکہ بخل، شح نفس اور حرام خوری مذہب کا لبادہ اوڑھ چکی تھی ﴿غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ﴾ اور ﴿قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ﴾ جیسے جملے کہنے لگے تھے ﴿يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ﴾ کے مقابلے میں ان میں گروہی تعصب اس قدر زیادہ تھا کہ وہ اپنے علاوہ کسی پر اترنے والی وحی کو ماننے کے لیے ہرگز تیار نہ تھے: ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ﴾ عقیدہ آخرت پر یقین کی بجائے انہیں اس دنیا کی زندگی سے اتنی محبت ہوگئی کہ ہر شخص ہزار برس جینا چاہتا ہے: ﴿وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا﴾ (بقرہ: ٩٦) ''ان کو زندگی کا سب سے بڑھ حریص پاؤ گے ان سے بھی زیادہ جو مشرک ہیں۔''

منافقین کی علامات، کرتوتیں اور ان کا انجام

(آیات ٨ - ١٦) انہی ایمان نہ لانے والوں کے ایک گروہ کا بیان ہورہا ہے، جس کا پس منظر مذکورہ بالا گروہ سے کچھ مختلف ہے، اس لیے وہ مستقلاً الگ ذکر کیے جانے کا مستحق ہے یہ وہ لوگ ہیں جو بظاہر ایمان لانے والے ہیں، لیکن اصلاً کافر ہیں، اسی لیے انھیں منافق کہا جاتا ہے۔ ان آیات میں منافقین کی علامات، دلی بیماریوں اور گمراہیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ وہ بظاہر ایمان والے، مسلمانوں کے خیر خواہ، مصلح، عقلمند اور دانا بنے پھرتے ہیں، لیکن دلوں کے مرض نے انھیں خسارے کی تجارت میں الجھا رکھا ہے: ﴿فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ﴾

پھر چند مثالوں سے ان کی فطری گمراہی واضح کی گئی کہ کچھ بھی ہوجائے یہ خالص ایمان والے نہیں ہوسکتے گویا اس لحاظ سے منافقین کافر ہی ہیں، بلکہ ان سے بھی بدتر۔

﴿خَتَمَ اللّٰهُ﴾ ''خَتَمَ'' عربی زبان میں اس سے مراد ہے ٹھپہ لگانا لاک کے ساتھ، موم یا مٹی کے ساتھ۔ یہ لفظ خط پر مہر لگانے اور کسی چیز کا منہ اس طرح بند کردینے کے لیے استعمال ہوتا کہ اس کے بعد اس میں نہ تو کوئی چیز داخل کی جاسکتی ہے اور نہ ہی نکالی جاسکتی ہے، انہی معنوں میں نبی کریم ﷺ کو خاتم النبیین کہا جاتا ہے کہ آپ کی بعثت طیبہ تک جتنے نبی آچکے ہیں ان میں سے کسی کو نہ تو سلسلہ نبوت سے الگ کیا جاسکتا ہے اور نہ آپ کے بعد کسی کو اس سونے کی چین میں پرویا جاسکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ کی طرف مہر لگانے کی نسبت اس کے اس قانون کی طرف اشارہ ہے جو اس نے ہدایت وضلالت کے باب میں اختیار فرمایا ہے کہ اگر انسان خواہشات نفسانی کا غلام بن کر زندگی بسر کرتا ہے اور اس راہ پر پوری تندہی سے بھاگتا چلا جاتا ہے تو اس کا دل برائی کا رنگ پکڑنا شروع کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ رنگ اس قدر غالب آجاتا ہے کہ پھر نیکی کے لیے اس قلبِ سیاہ میں کوئی سوراخ باقی نہیں بچتا۔

نیز ان گناہوں سے مراد عام گناہ نہیں کہ جن کی وجہ سے دل پر مہر لگ جائے بلکہ حق کو حق جانتے ہوئے خود اس کو ماننے سے انکار کر دینا اور دوسروں کو روکنا بھی ہے۔ یہ وہ سنگین جرم ہے جس کی بنا پر دلوں پہ مہر لگتی ہے۔ عام گناہ تو توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں، لیکن اس مخالفتِ حق سے توبہ کی توفیق اور ہمت ہی نہیں ہوتی اس لحاظ سے دل کا اس طرح مہر بند ہو جانا اور سمع و بصر کی صلاحیتوں سے اس طرح محروم ہو جانا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عذاب ہے جو اس دنیا میں ہی ملنا شروع ہو جاتا ہے۔ زیر بحث آیت کے اختتام پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسی کا ذکر فرمایا: ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ...﴾ ''الناس'' سے مراد یہود کا ایک خاص گروہ ہے۔

﴿يُخَادِعُونَ اللَّهَ...﴾ خدع دھوکا دینے کی کوشش کرنے کا نام ہے۔

﴿فِي قُلُوبِهِمْ﴾ ''مرض'' کا لفظ قرآن مجید میں عموماً دو معنوں میں آیا ہے: ایک کینہ وحسد کے معنی میں اور دوسرا نفاق کے معنی میں، یہاں واضح قرینہ یہی ہے کہ اس سے مراد حسد اور نفاق دونوں ہی ہیں، کیونکہ نفاق کی بنیاد حسد ہی ہے: ﴿فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا﴾ یہاں مرض کے بڑھانے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے کیونکہ یہ عین اس کی سنت کے مطابق ہے جب کوئی شخص اپنے سینے کو ایمان واسلام کی جلوہ گاہ بنانے کی بجائے اس کو بغض وحسد اور نفاق ہی کی پرورش گاہ بنائے رکھنا چاہتا ہے تو اس کے سامنے اسی طرح کے حالات وواقعات ظاہر ہوتے ہیں جو اس کی اس فصل کی آبیاری کرتے ہیں اور پھر یہ اضافہ مسلسل ہوتا رہتا ہے۔

﴿آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ...﴾ یہاں الناس سے مراد صحابہ کرام ہیں جن کا ایمان بطور نمونہ قرآن نے پیش کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس مقدس جماعت کا ایمان عنداللہ مقبول ہے اور جو ان کے ایمان میں شک وشبہ پیدا کرے وہ خود ایمان سے یکسر محروم ہے۔

مسخ شدہ فطرت والے لوگوں کی مثالیں

(آیات ۱۷ - ۲۰) ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے پہلے خود آگ جلائی، پس جب ارد گرد کا ماحول روشن ہو گیا تو ان کی آنکھیں بے نور ہو گئیں اور یہ اندھوں، بہروں اور گونگوں کی طرح اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارنے لگ گئے یا ان کی مثال آسمانی برسات کی طرح ہے جس میں اندھیری، گرج اور بجلی ہو، وہ اس کی ہولناکی کی وجہ سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہلی مثال ان لوگوں کی ہے جن کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے، جس کی فطرت اس قدر مسخ ہو چکی ہے کہ اب ان کے لیے اسلام قبول کرنے کا کوئی موقع باقی نہیں رہا۔

دوسری تمثیل اس گروہ کی ہے جو اسلام کی علانیہ مخالفت کی بجائے اس کے خلاف خفیہ چالیں چل رہا ہے اور ایک نہایت واضح حقیقت کا جس کا حق ہونا خود اس پر بھی واضح ہے، نہایت اوچھی حرکتوں سے مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔

صیب: کا لفظ سخت بارش کے لیے بھی آتا ہے اور زور کے ساتھ برسنے والے بادل کے لیے بھی۔

سماء: کا لفظ عام طور پر اس نیلی چھت کے لیے بولا جاتا ہے جسے ہم آسمان کہتے ہیں۔ علاوہ ازیں ابر کے معنی میں بھی آیا ہے اور اس فضائے بسیط وعریض کے لیے بھی جو ہمارے سروں پر ہے۔ بارش آسمان ہی سے ہوتی ہے، لیکن اس وضاحت سے ایک تو بارش کی تصویر نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے دوسرا اس سے قرآن مجید کے آسمانی ہونے کی طرف ایک لطیف اشارہ ہو رہا ہے کیونکہ اس بارش سے مراد قرآن ہی ہے۔

قرآن کریم کی بنیادی دعوت

(آیات ۲۱ - ۲۵) اگرچہ قرآن کی دعوت عام انسانوں کے لیے ہے، لیکن اس سے ہدایت صرف پرہیزگار ہی حاصل کر سکتے ہیں کفار اور منافقین ہدایت یاب نہیں ہو سکتے۔ ان سب کی صفات سابقہ بیس آیات میں بیان ہوئیں۔ اب وہ دعوت تمام انسانوں کو پیش کی جارہی ہے جس کی طرف بلانے کے لیے قرآن نازل ہوا ہے: ﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ ''اے لوگو! اس رب کی بندگی اختیار کرو جو تمھارا اور تم سے پہلے لوگوں کا رب ہے تاکہ تم جہنم سے بچ جاؤ۔''

ان آیات میں توحید ربوبیت، رسالت محمدی اور احیاء بعد الموت کے دلائل بیان کیے گئے ہیں۔ قرآن کی صداقت اور اس پر ایمان لانے والے متقین کے لیے جنت اور اس کی نعمتوں کی بشارت دی گئی ہے۔

توحید کی دلیل آیت نمبر ۲۱ میں: ﴿ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ﴾

اثبات رسالت کی دلیل آیت نمبر ۲۲ میں ﴿ وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ... ﴾

اور احیاء بعد الموت کی دلیل آیت نمبر ۲۸،۲۹ میں اس طرح بیان کی گئی ہے: ﴿ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾

قرآن صالحین ہی کو راہ بتاتا ہے

(آیت ۲۶ - ۲۹) آیت نمبر ۲۲ میں قرآن کی صداقت پر جب دلائل دیے گئے تو کفار کہنے لگے اگر یہ واقعی کلام الٰہی ہوتا تو اس میں حقیر اشیا کی مثالیں کیوں بیان ہوتیں، اس کے جواب میں فرمایا: عام فہم مثالیں بیان کرنے سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مومنوں کے ایمان پختہ ہوتے ہیں، جبکہ منافقین کی عداوت ظاہر ہو جاتی ہے۔ قرآن سے وہ لوگ فائدہ نہیں اٹھا سکتے جن کی ایمانی، طبعی اور عقلی قوتیں بیکار ہو چکی ہوں۔ اس لیے اللہ کے ساتھ کفر کرنا بڑی نادانی ہے کیونکہ اسی کے ہاتھ میں تمہاری موت و حیات اور زمین و آسمان کا نظام ہے جو اس نے صرف تمہارے لیے بنایا ہے: ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا﴾

زمین میں انسان کی بطور خلیفہ تقرری

(آیات ۳۰ - ۳۹) اوپر کی آیات میں بندگی رب کی دعوت اس بنیاد پر دی گئی تھی کہ وہ تمہارا رب، خالق اور پروردگار ہے اس کے اختیار میں تمہاری موت و حیات ہے اور جس کائنات میں تم رہتے ہو اس کا مالک و مدبر وہی ہے، لہٰذا اس کی بندگی کے سوا تمھارے لیے کوئی دوسرا راستہ صحیح نہیں ہو سکتا۔ اب ان آیات سے وہی دعوت اس بنیاد پر دی جا رہی ہے کہ تمہیں اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ہے جس سے تم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ نہ صرف اسی کی بندگی کرو بلکہ اس کی بھیجی ہوئی ہدایت کے مطابق زندگی بسر کرو اور اپنے اصلی دشمن ابلیس کی چالوں سے خبردار رہو۔

اس امر کی وضاحت کے لیے سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش اور ان کے منصب خلافت کا تذکرہ کیا گیا، چونکہ زمین کی مٹی سے ان کی تخلیق ہوئی تھی، اس کے اجزائے ترکیبی دیکھ کر فرشتوں نے اس سے فساد کا خدشہ ظاہر کیا تو جواب ملا کہ میں ہی اس کی حکمت کو جانتا ہوں۔ سیدنا آدم علیہ السلام کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لیے انہیں تمام اسماء کے نام فطری طور پر سکھائے۔ سیدنا آدم علیہ السلام نے انہیں بتلا دیا، جس سے حکمت الٰہیہ ظاہر ہوئی۔

پھر تمام فرشتوں سے سیدنا آدم علیہ السلام کو تحیہ کا سجدہ کروا کے انسانیت اور فرشتوں کی خصلت ظاہر کر دی کہ انسان اور فرشتہ وہی ہے جو حکم الٰہی کے سامنے کوئی حیل و حجت نہ کرے بصورت دیگر ابلیس ہے۔

اس کے بعد سیدنا آدم علیہ السلام کو بیوی سمیت جنت میں داخل کر دیا، تاکہ وہ اپنی اصل منزل دیکھ لیں۔ شیطان نے مارے حسد کے دونوں کو بہکا کر شجر ممنوعہ چکھا دیا، تب وہ دونوں جنت سے زمین کی طرف بھیج دیے گئے۔ اپنی غلطیوں پر اظہار ندامت کے بعد آدم علیہ السلام کو توبہ کے کلمات سکھائے گئے: ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ﴾ (الأعراف: ۲۳)

توبہ کی قبولیت اور اتباع حق کی وصیت

تب ان کی توبہ قبول کر کے انہیں زمین پر اتار دیا گیا جس میں وہ خلیفہ کی حیثیت سے پیدا کیے گئے تھے، ان کو یہ نصیحت بھی کی: ''میری طرف سے ہدایت تمھارے پاس آئے گی تو جو لوگ میری ہدایت کی پیروی کریں گے ان کے لیے کوئی خوف اور رنج نہ ہوگا اور جو اس کو قبول کرنے سے انکار کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے وہ ہمیشہ آگ میں رہنے والے لوگ ہوں گے۔'' جیسا کہ اس آیت: ﴿وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ سے واضح ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس قصے سے دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں اسباق

سیدنا آدم علیہ السلام اور ابلیس کی یہ سرگزشت ایک آئینہ ہے جس سے قرآن کی دعوت حق کے ردعمل میں اٹھنے والی مخالفت اور موافقت کی پوری تصویر سامنے آجاتی ہے، فرشتوں کا خلافت آدم پر اعتراض کرنا اور اپنے اعتراض کا جواب پا کر مطمئن ہوجانا ان لوگوں کی مثال ہے جو اسلام کی دعوت کے بعض پہلو نہ سمجھنے کی وجہ سے شروع شروع میں نبی کریم ﷺ کی رسالت کے بارے میں متردد یا اس کے مخالف رہے، لیکن حقیقت واضح ہوجانے کے بعد وہ آپ کے حامی ومعاون بن گئے۔

شیطان کا کردار ان لوگوں کی مخالفت کی مثال ہے جو غرور یا حسد کی بنا پر نبی کریم ﷺ کی مخالفت کر رہے تھے، مثلاً: یہود اور سرداران قریش، اس قسم کے لوگوں کی مخالفت کسی دلیل سے کم نہیں ہوتی بلکہ اور بڑھ جایا کرتی ہے۔ نیز یہود اور معاندین قریش پر واضح کر دیا گیا کہ خلافت آدم کے خلاف جس نوعیت کا غم وغصہ اور حسد ابلیس کو تھا اسی نوعیت کا غم وغصہ اور حسد تم لوگوں کو محمد ﷺ کے خلاف ہے، اسی طرح اس کا نتیجہ بھی یاد رکھو جس طرح ابلیس کی ہر تلبیس کے باوجود خلافت آدم قائم ہوکر رہی اسی طرح تمہاری ہر طرح کی مخالفت کے باوجود رسالت محمدی عام ہوکر رہے گی۔

﴿وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا﴾ اور آدم کو تمام نام سکھائے گئے۔ اس سلسلے میں مفسرین کے تین قول ہیں، یعنی اس سے مراد استعمال میں آنے والی تمام اشیا کے اسما ہیں یا اس سے مراد فرشتوں کے اسما ہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد اولادِ آدم کے نام ہیں اور یہی قول زیادہ راجح نظر آتا ہے، کیونکہ اسما پر الف لام عہد کا ہے یعنی خاص نام ہی مراد ہیں نیز یہ کہ ان میں استعمال کردہ ضمائر اور اسمائے اشارہ تمام تر وہ ہیں جو عقل وادراک والی چیزوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ فرشتوں کا گمان ذریت آدم کے بارے میں تھا کہ وہ فساد کرے گی، خون ریزی کرے گی، ان کے اس گمان کی تردید اسی صورت میں ہوسکتی تھی کہ انہیں ذریت آدم کا مشاہدہ کرایا جائے اور اولاد آدم کے انبیاء ورسل اور مصلحین سے تعارف کرایا جائے تاکہ ان پر واضح ہو کہ اس طرح کے جلیل القدر لوگ درحقیقت زمین کو فساد سے بچانے والے ہوں گے۔

سجدۂ آدم کا مفہوم

سجدے کا معنی جھکنا ہوتا ہے جھکنے کے کئی مدارج ہیں، تعظیم کی خاطر سر کو نیچے کر دینا بھی سجدہ کہلاتا ہے اور پیشانی اور ناک کو زمین پر رکھ دینا بھی سجدہ کہلاتا ہے، پچھلے مذاہب میں غیر اللہ کی تعظیم کی یہ کیفیت مروج تھی، رکوع کی حد تک، لیکن اسلام میں یہ قسم بھی حرام ہے، فرشتوں کا آدم کو سجدہ کرنا اللہ کے حکم کے تحت تھا جس میں فرشتوں کی اطاعت کا امتحان تھا، چنانچہ وہ اس امتحان میں پورے اترے۔ اس میں سبق یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے اطاعت شعار ہوتے ہیں وہ نسل ونسب کے غرور میں مبتلا ہوکر ابلیس کی طرح اکڑتے نہیں، بلکہ وہ عاجزی کے ساتھ اپنے رب کے حکم کی بجا آوری کرتے ہیں اور یہی صفت فرشتوں کی ہے اور جو ایسا کرے گا وہ بھی انہی جیسا فرمانبردار شمار ہوگا اس میں بنی اسرائیل کے لیے ایک سبق ہے جو خاندانی اور نسلی کبر وغرور میں مبتلا ہوکر خاتم النبیین ﷺ پر ایمان لانے سے اسی طرح محروم رہے جس طرح ابلیس راندہ درگاہ ہوا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ ﴾ شجرہ پر الف لام (معرفہ کا) داخل ہے جس سے یہ بات تو واضح ہے کہ جہاں تک سیدنا آدم علیہ السلام اور حوا کا تعلق ہے ان کے لیے یہ درخت متعین کر کے بتا دیا گیا تھا، رہا یہ سوال کہ یہ درخت کس چیز کا تھا تو قرآن و حدیث سے اس کی کوئی وضاحت نہیں ملتی۔ اس لیے اس پر بحث فضول ہے، نعمتوں بھری جنت میں سے ایک درخت سے روک دیا گیا اور بس، لیکن سیدنا آدم علیہ السلام و حوا کا یہ میلان ایک طبعی نتیجہ تھا کیونکہ جس چیز سے انسان کو روکا جاتا ہے اس کی حرص زیادہ کرتا ہے، ابلیس نے اسی کمزوری سے فائدہ اٹھایا اور انہیں ہمیشہ کی زندگی کا لالچ دے کر بہکا دیا، پھر جب ان دونوں پر لغزش واضح ہوئی تو انہوں نے ابلیس کی طرح اکڑ نہیں دکھائی، بلکہ عاجزی ظاہر کی اور معافی مانگی، یہی صورتحال ہمارے لیے ہے کہ زمین کی ہر نعمت ہمارے لیے مباح ہے گنتی کی چند چیزیں منع ہیں، لیکن انسان کی ساری دوڑ دھوپ بس انہی ممنوعات کے حصول میں صرف ہوتی ہے یوں وہ ابلیس کے پھندے میں آ جاتا ہے جس سے دنیا و آخرت میں وہ خسارہ پانے والوں میں ہو سکتا ہے، پھر ستم یہ ہے کہ نافرمانی کر کے اپنے باپ کی طرح نادم ہونے اور توبہ کرنے کی بجائے ابلیس کی طرح اکڑتا اور ضد کرتا ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ: ﴿ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا ... ﴾ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ جنت سے اخراج عورت کی وجہ سے ہوا، بائبل میں خاص طور پر عورت کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے، لیکن قرآن اس کی تردید کرتا کہ لغزش دونوں سے ہوئی ہے۔

﴿ فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ ﴾ تلقی کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ کے یہ الفاظ سیدنا آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سیکھے تھے! سورۂ اعراف میں ان کلمات کی صراحت ہے کہ وہ کلمات یہ تھے: ﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ یہی کلمات اللہ تعالیٰ نے اپنے عاجز بندے کی طرف القا کیے اور انہی کے ساتھ ان کی توبہ قبول ہوئی، یہ جو مشہور ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کا واسطہ دیا تھا جس کی وجہ سے توبہ قبول ہوئی صحیح نہیں ہے نہ روایتاً نہ درایتاً۔

نافرمانوں سے براہ راست خطاب

(آیات ۴۰ - ۴۹) شروع سورت سے لے کر یہاں تک کا پورا سلسلہ کلام ایک تمہید یا مقدمہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس تمہید میں خطاب اگرچہ زیادہ تر نبی کریم ﷺ سے ہے۔ اس میں کہیں براہ راست یہود کو مخاطب کر کے کوئی بات ان سے نہیں کہی گئی۔ اب یہ تمہید ختم ہو گئی ہے۔ آئندہ یہود سے براہ راست خطاب کر کے پہلے ان کی ذمہ داریاں یاد دلائی گئی ہیں جو از روئے تورات نبی کریم ﷺ کی رسالت و دعوت سے متعلق ان پر عائد ہوتی ہیں: ﴿ يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْۤ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴾ پھر تفصیل کے ساتھ ان کے وہ جرائم بیان ہوئے ہیں جن کے سبب سے وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو منصب امامت سے معزول کر کے دوسروں کو اپنی شریعت سونپے۔ یہ مضمون تقریباً اس سورت کے آدھے حصے پر مشتمل ہے اور اس میں دعوت و ملامت کے بعد ان کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معزولی کی وجوہات کی پوری تفصیل نہایت خوبی اور جامعیت کے ساتھ پیش کر دی گئی ہے۔ یہود کی ناکامی کے باعث زمین میں ایک ایسی نئی جماعت کی ضرورت بتائی گئی ہے جو اللہ کی کامل فرمانبردار، نماز وزکوۃ کی پابند اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو سمجھنے والی اور اس پر خود بھی عمل کرنے والی ہو۔

قرآن کی تصدیق؟

یہ لفظ قرآن میں بار بار آیا ہے کہ ''یہ قرآن ان کتابوں کی تصدیق کرتا ہے جو پہلے سے موجود ہیں۔'' یعنی قرآن مجید اس پیشین گوئی کو سچی ثابت کرتا ہے، جو تورات میں خاتم النبین کی رسالت کے متعلق وارد تھی۔ مقصود یہ ہے کہ اگر سمجھ سے کام لو تو قرآن مجید اور یہ نبی تمھارے لیے چڑنے کی چیز نہیں ہیں بلکہ سر اور آنکھوں پر بٹھانے کی چیز ہیں کیوں کہ ان کے ظہور سے سب سے زیادہ تمہارا ہی سر بلند ہوا ہے، ان پیشین گوئیوں کو سچا ثابت کر کے تمہاری کتاب کی شان بلند ہوئی ہے تو تمھیں سب سے پہلے اس پر ایمان لانے کے لیے آگے بڑھنا چاہیے۔

کفر کا لفظ حق کے انکار کے معنی میں بھی آتا ہے اور کفران نعمت کے معنی میں بھی، یہاں یہ لفظ دونوں مفہوموں کے لیے معلوم ہوتا ہے کیوں کہ قرآن پر ایمان لانے کا ان سے عہد لیا جا چکا تھا جس کا انکار کفر بھی ہے اور کفران نعمت بھی۔

﴿وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر اچھے دام مل جائیں تو بیچ سکتے ہو، بلکہ نہی کا تعلق یہاں بھی اصل فعل سے ہے یعنی دین فروشی سے روکا جا رہا ہے، لیکن ثمنا قلیلاً کی قید نے یہ حقیقت بھی واضح کر دی کہ دین فروشی کا یہ کاروبار نہایت غیر مناسب طریقے سے ہو رہا ہے، کیونکہ اللہ کی آیات کے عوض اگر تمام دنیا کی دولت بھی مل جائے تو وہ بہر حال متاع حقیر ہی ہے۔ ایمانے، فروختند و چہ ارزاں فروختند زکوٰۃ کا لفظ ابتدا میں تو انفاق فی سبیل اللہ کی تمام قسموں کے لیے استعمال ہوتا رہا اور اس کا مفہوم وہی تھا جو لفظ صدقہ کا تھا لیکن بعد میں قرآن و حدیث کے استعمالات نے اس کو انفاق کی ان متعین مقداروں کے لیے خاص کر دیا جو اللہ اور اس کے رسول نے ہر سال میں غربا و فقرا کے لیے واجب کر دی ہیں۔ نماز کے بعد سب سے اہم فرض زکوٰۃ کا فرض ہے۔ اس کے ترک سے اسلام مشکوک ہو جاتا ہے۔ اس کی مقدار بالعموم چالیسواں حصہ ہے جو اڑھائی فیصد بنتا ہے، اس مقدار کا انکار کرنا قرآن و سنت کو جھٹلانا ہے۔

یہود کو نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا مفہوم بتانا

کیونکہ یہود صاحب شریعت تھے اور انہوں نے خبث کی وجہ سے نماز اور زکوٰۃ وغیرہ کے احکام ختم کر دیے تھے۔ خاص طور پر نماز کا حکم تو ان کے صحیفوں میں موجود ہی نہیں۔ حالانکہ قرآن مجید بتلاتا ہے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو عقیدہ توحید کے بعد سب سے پہلے جس عمل کا حکم دیا گیا تھا وہ نماز تھی: ﴿اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾ (طه: ١٤) ''بے شک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں پس میری ہی بندگی کرو اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔'' اسی کا حکم سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو بھی دیا تھا: ﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (یونس: ۸۷) اور ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی کے پاس وحی بھیجی کہ تم دونوں اپنے ان لوگوں کے لیے مصر میں چند مکان مخصوص کر لو اور ان گھروں کو قبلہ متعین کر لو، پھر نماز کے پابند رہو اور مومنوں کو بشارت دے دو۔''

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ یہود کی جماعتی شیرازہ بندی سب سے پہلے نماز باجماعت کے ذریعے سے ہی ہوئی تھی، لیکن انہوں نے اس کی حیثیت کو ختم کر دیا۔

اہل کتاب کے دوسرے گروہ عیسائیوں نے بھی نماز کی ہیئت اور طریق کار بدل لیا، حالانکہ سیدہ مریم علیہا السلام کو نماز باجماعت ادا کرنے کا حکم دیا گیا تھا: ﴿ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴾ (آل عمران: ۴۳) ''اے مریم! اپنے رب کی فرمانبردار رہ اور سجدہ اور رکوع کر رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔'' اب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے شریعت کو قیل قال اور کمی بیشی سے پاک کر کے از سر نو زندہ کر دیا ہے۔

یہاں قرآن اپنے مخاطبین سے بالخصوص اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) سے کہہ رہا ہے کہ لوگوں کو نیکی و بھلائی کی تبلیغ کرنا اور خود اسے بھول جانا بلکہ اس کی خلاف ورزی کرنا بڑی نادانی ہے۔ علمائے یہود کی اس عادت بد سے سیدنا مسیح علیہ السلام بایں الفاظ روکتے ہیں:

''اس نے کہا: اے شرع کے عالمو! تم پر افسوس کہ تم ایسے بوجھ آدمیوں پر لادتے ہو جن کا اٹھانا مشکل ہے اور خود ایک انگلی بھی ان بوجھوں تلے نہیں لاتے۔'' (لوقا: ۱۱/ ۴۷)

لفظ صبر کا مفہوم: صبر کے اصل معنی روکنے کے ہیں یعنی نفس کو گھبراہٹ، مایوسی اور دل برداشتی سے بچا کر اپنے موقف پر جمائے رکھنا، قرآن مجید میں اس حقیقت نے کچھ زیادہ ہی پاکیزہ صورت اختیار کر لی ہے، یعنی جب بندہ پوری طمانیت قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے عہد پر ڈٹا رہے اور اس کے وعدوں پر یقین رکھے اور اس راہ میں جن مشکلات سے بھی دوچار ہونا پڑے ان کو پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہ دے۔ صبر کے اصل معنی قرآن مجید نے واضح کر دیے ہیں: ﴿ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ﴾ (بقرہ: ۱۷۷) ''اور ثابت قدمی دکھاتے ہیں سختی میں، تکلیف میں اور لڑائی کے وقت۔'' اس آیت میں صبر کے تین مواقع ذکر کیے ہیں: غربت، بیماری اور جنگ، غور کریں تو ہر قسم کے مصائب و شدائد کے سرچشمے یہی تین ہیں۔

عہد الٰہی کو نبھانے کی توفیق

صبر اور نماز مصائب و شدائد کی بھٹی سے بآسانی گزرنے کا نسخہ ہے، اگرچہ ان کا مظاہرہ نہایت ہی مشکل ہے، لیکن خاشعین کے لیے نہیں۔ صبر کا تعلق اخلاق و کردار سے ہے اور نماز کا تعلق عبادات سے ہے۔ انسان کے اندر اگر مشکلات و موانع کے علی الرغم حق پر ڈٹے رہنے کی خصلت موجود نہ ہو تو وہ دنیا میں کوئی اعلیٰ کام تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا اور یہ مشکل صفت بڑی ریاضت سے پیدا ہوتی ہے، جس کی تربیت نماز سے ہوتی ہے جس سے عزم کی قوت ہزار گنا بڑھ جاتی ہے، اگر حالات سے گھبرا کر آدمی میں لڑکھڑاہٹ پیدا ہونے لگتی ہے تو نماز کے ذریعے سے جو رابطہ اللہ کے ساتھ قائم ہے وہ اسے حوصلہ دے دیتا ہے۔ اس وصف کے پیدا کیے بغیر کوئی قوم اللہ کے عہد پر قائم نہیں رہ سکتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہود پر احسانات کا لامتناہی سلسلہ اور ان کی بد عملی

(آیات ۴۹- ۶۱) یہود کی احسان فراموشی ، نافرمانی ، استہزاء بآیات اللہ اور نبی موسیٰ علیہ السلام کی زبردست نافرمانیوں کا بیان ہوا کہ ان کے ہر مطالبے اور ضرورت کو پورا کیا گیا مگر انہوں نے اللہ اور اس کے رسولوں اور اس کی طرف سے ملنے والی نعمتوں کا مذاق اڑایا، پھر اللہ نے ان پر پہاڑ کو الٹا کر بھی سمجھایا اور کچھ نافرمانوں کو بندر اور خنزیر بنا کر باعث عبرت بھی بنا دیا، مگر یہود اللہ و رسول اور ہدایت ربانی کے معاملے میں سنجیدہ نہ ہوئے۔

﴿ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ﴾ کا مفہوم

''پس اپنے آپ کو قتل کرو'' کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اپنی تلواریں اپنی گردنوں پر مارو بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے مجرموں کو آپ سزا دو! ہر قبیلہ اپنے مرتدین اور گئو سالہ پرستی کے شرک میں ملوث رہنے والوں کی گردنیں اپنے ہاتھ سے مارے، اس طرح یہ توبہ کی ایک اجتماعی شکل بن جائے گی گویا بنی اسرائیل کے اجتماعی ضمیر نے ان لوگوں کو اپنے اندر سے کاٹ پھینکا جنھوں نے اللہ کے عہد امانت کی اہانت کی تھی اسی طرح توحید کی حقیقی عظمت اور شرک کی قباحت پورے طور پر واضح ہوگئی، نیز جب ہر قبیلہ اپنے مرتدین کے خلاف سخت کاروائی کرے گا تو خاندانی اور قبائلی عصبیت نہیں ابھرے گی بلکہ کسی فتنہ کے بغیر بنی اسرائیل کی تطہیر ہو جائے گی اور یوں ایمان والوں کے ایمان کی حقیقت عیاں ہو جائے گی کہ وہ شرک کے خلاف اتنے متنفر تھے کہ اس معاملہ میں باپ بیٹے کا بھی کوئی لحاظ نہیں کیا گیا، چنانچہ اس حکم پر عملدرآمد کیا گیا، کتاب خروج میں ہے:

''بنی اسرائیل نے موسیٰ کے کہنے موافق عمل کیا، چنانچہ اس دن لوگوں میں سے تین ہزار مرد کھیت رہے اور موسیٰ نے کہا: آج خداوند کے لیے اپنے آپ کو مخصوص کرو یعنی توحید کی تجدید کرو بلکہ ہر شخص اپنے ہی بیٹے اور اپنے ہی بھائی کے خلاف ہوتا کہ وہ تمھیں برکت دے۔'' (باب ۲۵:۳۲/ ۳۰) اسی طرح کا مشورہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی بدر کے قیدیوں کے بارے میں دیا تھا۔

﴿ وَ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ﴾ ''اور تم پر ہم نے من و سلویٰ اتارا۔'' منّ بتشدید نون احسان اور فضل کو کہتے ہیں، لیکن یہ وہ غذا ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر صحرائے سینا میں انہیں فاقے سے بچانے کی خاطر نازل فرمائی تھی جس کے لیے نہ انہیں ہل چلانا پڑا، نہ کھیتی اگانا پڑی۔ شبنم کی طرح ایک چیز زمین پر ٹپکتی تھی اور پالے کے دانوں کی طرح وہ جم جاتی تھی، جسے دھوپ تیز ہونے سے پہلے پہلے اٹھانا ضروری ہوتا تھا بعد میں وہ پگھل جاتی تھی، چونکہ نعمت غیر مترقبہ تھی اس لیے اسے منّ اللہ کے احسان سے تعبیر کیا گیا، ممکن ہے عبرانی میں بھی عربی کی طرح اس کا ترجمہ یہی ہو یا یہ کہ لوگوں نے جب اس چیز کو دیکھا تو پوچھنے لگے: مَنْ هُوَ: یہ کیا چیز ہے؟ اس سے اس کا نام ''منّ'' پڑ گیا ہو۔

''منّ'' کی طرح دوسری چیز سلویٰ بھی عبرانی ہی سے عربی میں آئی ہے اور اس لفظ کو عربی شعرا نے اپنے شعروں میں استعمال کیا ہے۔ یہ لفظ ان پرندوں کے لیے بولا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے صحرائے سینا میں بنی اسرائیل کے لیے بھیجے تھے اور بٹیروں ہی کی طرح ان کا شکار آسان تھا، انہیں بھون لیتے تھے اور من کو مشروب کی جگہ استعمال کرتے تھے، اللہ نے اس قوم پر کتنا احسان فرمایا تھا کہ لق و دق صحرا میں کھانے پینے کے لیے اتنا لذیذ وافر اور بے محنت و مشقت رزق عطا فرمایا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَ اِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ ﴾ الف لام معرفہ کی وجہ سے یہ بستی معروف آبادی ہے جو بنی اسرائیلیوں کی نگاہ میں تھی۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہی رائے ہے کہ اس سے مراد فلسطین کا علاقہ اریحا یا یریحو ہے کیونکہ یہی وہ شہر ہے جس کا نام اسرائیلی تاریخ میں سب سے پہلے مفتوح شہر کے طور پر لیا گیا ہے۔

﴿ وَ قُوْلُوْا حِطَّةٌ ﴾ حطةٌ کا معنی ہے جھاڑ دینا ہے یہاں مراد گناہوں کے جھاڑ دینے کی درخواست ہے، یہ ایک جملے کے قائم مقام ہے جیسے: ﴿ وَ يَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ﴾ (نساء: ۸۱) اس وجہ سے یہاں مبتدا محذوف سمجھا جائے گا۔ زمخشری کے قول کے مطابق مسئلتنا حطة یعنی ہماری درخواست حطہ ہے۔

پانی کے لیے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعا

گنتی باب ۲۰ میں بتایا گیا ہے: ''پہلے مہینے میں بنی اسرائیل کی ساری جماعت دشت صین میں آ گئی اور وہ لوگ قادس میں رہنے لگے، وہاں پانی نہیں ملتا تھا تو ساری قوم نے موسیٰ اور ہارون کے خلاف آوازیں بلند کیں، جس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوا اور اس نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی لاٹھی کو چٹان پہ مار تب موسیٰ نے اس چٹان پر اپنی لاٹھی دو بار ماری اور کثرت سے پانی بہہ نکلا اور جماعت نے اور ان کے چوپایوں نے پیا۔''

یہود کی غلط فہمیوں کی تردید

(آیات ٦١ -٦٦) یہود کے اس خیال کی تردید کہ صرف وہی نجات پائیں گے، ان کا کوئی اللہ سے خاص رشتہ ہے اور ان کے سوا باقی تمام لوگ جہنم کے لیے ہی پیدا ہوئے ہیں۔ ارشاد ہوا: نہیں نجات ہر اس شخص کے لیے جو ایمان لائے تمہارے لیے کوئی خاص نہیں ہے، جو بھی یہودیت وعیسائیت اور صابیت کو چھوڑ کر ایمان کی شاہراہ مستقیم پر آ جاتا ہے مستحق نجات ہو جاتا ہے۔

رہے تم تو نرے نالائق اتنے زیادہ کہ طور پہاڑ تم پر کھڑا کیا مگر تم دل سے مومن نہ ہوئے، سبت کے وعدہ سے بھی مکر گئے تھے، لہٰذا تم جنت کے نہیں لعنت و جہنم کے حقدار ہو۔

گائے ذبح کرنے کا حکم

(آیات ٦٧ - ٧٤) یہود فطرتاً احکامات الٰہیہ کے باب میں غیر سنجیدہ رہے ہیں۔ ان آیات میں ان کی غیر سنجیدگی اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کے ساتھ استہزا کا ایک نمونہ ذکر کیا گیا ہے کہ انہیں ایک قاتل کی تلاش کے لیے ایک گائے کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا مگر انہوں نے اس حکم کا بھی مذاق اڑایا۔ کبھی اس کے رنگ ڈھنگ کا پوچھا، کبھی اس کی عمر اور صلاحیت کے بارے میں سوال کر دیا۔ جوں جوں وہ سوالات کرتے گئے سختی بڑھتی گئی۔ آخر کار بڑی مشکل سے مطلوبہ معیار کی گائے دستیاب ہو سکی۔ یہود کا یہ رویہ قساوت قلبی اور شقاوت فطری کا نتیجہ تھا ورنہ اللہ کے ساتھ مذاق و استہزا کی کیا منطق؟ جس کی ہیبت سے تو جامد پہاڑ بھی پگھل کر پانی بن جاتے ہیں: ﴿ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہود کے جھوٹے دعووں کا تذکرہ

(آیات ۷۵ -۸۲) یہود کی تحریف وتکذیب اور جنت کے حق دار ہونے کے جھوٹے دعووں کا ذکر کیا گیا اور انھیں چیلنج کرتے ہوئے کہا: تمہارے پاس اللہ کی طرف سے کوئی ضمانت نامہ ہو تو دکھاؤ: ﴿قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ﴾ یاد رکھو کہ کافروں کے لیے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہے اور جنت صرف اہل ایمان میں سے صالح اعمال بجالانے والوں کے لیے ہے۔

یہود کی عہد شکنیاں اور اہل کتاب کو ایمان لانے کی دعوت

(آیات ۸۳ -۱۰۱) ﴿وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا . . .﴾
سورۂ بقرہ کے اس حصے میں بنی اسرائیل کو نبی امی پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے، جس کی بعثت کی خبران کے صحیفوں میں دی گئی تھی اور جس کی تائید وحمایت کرنے کا عہد تورات میں لیا جا چکا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ یہود کی عملی کمزوریوں کا ذکر ہوا کہ ان سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ مخلوق الٰہی کے ساتھ درجہ بدرجہ احسان کرنا، نماز پڑھنا، زکوۃ ادا کرنا، ناحق خونریزی سے گریز کرنا، آخری نبی کی آمد کے بعد ان پر ایمان لانا اور اللہ کے احکامات کو پوری طرح ماننا۔مگر انہوں نے صلہ رحمی کی بجائے قطع رحمی کی، ناحق خون بہایا، اپنی مرضی سے اور حسب ضرورت اللہ کا حکم مانا ورنہ کفر کیا، آخری نبی کا انکار کیا، ان کے ساتھ حسد وبغض اور جی بھر کر کفر کا مظاہرہ کیا۔ انبیاء کو ناحق قتل کیا، بچھڑے کی پوجا کر کے شرک کا ارتکاب کیا۔ایک طرف اللہ کی محبوبیت کے دعوے اور دوسری طرف موت کا ڈر، دنیا کی زندگانی کو آخرت پر ترجیح دی، حقائق پر مبنی وحی لانے کی وجہ سے جبریل کے ساتھ عداوت رکھی، کتاب اللہ کو پس پشت ڈالا، جادو اور ٹونے کا پیشہ اپنایا۔ جب انہیں روکا جاتا تو سیدنا سلیمان علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی پر جادوگر ہونے کا بہتان لگاتے، حالانکہ نبی جادو جیسے کفریہ عمل کا ارتکاب نہیں کرسکتا۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام کے بارے میں یہود کا مکروہ کردار

(آیات ۱۰۲-۱۰۳) ﴿وَ اتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَ مَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَ لٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾
یہود کی خباثتوں کا بیان جاری ہے کہ انہوں نے اللہ کے احکامات پر مشتمل کتاب اللہ کو تو پس پشت ڈال دیا اور شیطان کی پیروی کی، وحی کی بجائے جادو ٹونے میں پڑ گئے اور اپنی خباثت میں اس حد تک آگے چلے گئے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کی حکومت کو بھی جادو کا کرشمہ باور کرانے لگے۔ حالانکہ سیدنا سلیمان علیہ السلام اللہ کے نبی تھے جادوگر نہ تھے، کیونکہ جادوگری تو کفر ہے جو اللہ کے کسی نبی سے سرزد نہیں ہو سکتی۔ دراصل سیدنا سلیمان علیہ السلام کے دور میں جادو کی شعبدہ بازیاں بہت عروج پر تھیں۔ آپ نے اس کے سد باب کے لیے جادو کی کتابوں کو جمع کر کے اپنے تخت کے نیچے دفن کر دیا تھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تاکہ دبدبہ شاہی کی وجہ سے کوئی ان کے قریب نہ پھٹک سکے۔ آپ کی وفات کے بعد شیطانوں اور جنوں نے انھیں نکال کر لوگوں کو دکھایا اور یہ باور کرایا کہ آپ کا اقتدار اسی جادو کا کرشمہ تھا۔ اسی بنا پر ظالموں نے سیدنا سلیمان علیہ السلام پر کفر کا فتویٰ بھی لگایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مدلل تردید فرمائی۔ یہ قرآن مجید کی عظمت کی دلیل ہے کہ اس نے سابقہ انبیاء کی عصمت کو اجاگر کیا، ورنہ اہل کتاب تو اس جلیل القدر جماعت کو گناہگار باور کرا چکے تھے۔

واضح رہے کہ جادو کا عمل کرنا یا اس کا علم سیکھنا کفر ہے اور اس کا مرتکب کافر ہے۔

ہاروت و ماروت پر کیا چیز اتری تھی؟

ہاروت و ماروت فرشتے تھے مگر جو علم ان پر نازل کیا گیا اس سے میاں بیوی کے درمیان تفریق ہو سکتی تھی، جسے یہ فرشتے بھی ایک فتنہ قرار دیتے تھے: ﴿إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ . . .﴾ وہ علم کیا تھا؟ اس بارے میں کسی صحیح حدیث میں کوئی تفصیل نہیں آئی۔ مفسرین نے جن روایات کو نقل کیا ہے وہ قابل اعتبار نہیں، بلکہ روایات کا یہ مجموعہ من گھڑت ہے۔ مثلاً: ان فرشتوں میں انسانی صفات کا پیدا کر دیا جانا اور ان کا زہرہ نامی ایک عورت کے سامنے دل ادھار دے بیٹھنا، چاہ بابل میں پیشاب کرنے سے ان میں سے ایمان کا اخراج اور کفر کا پیدا ہو جانا وغیرہ۔

اکثر مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ ان پر بھی جادو کا علم اتارا گیا تھا اور وہ لوگوں کو اس کی قباحتوں سے آگاہ کرتے جاتے تھے، لیکن یہ بھی محل نظر ہے، کیونکہ ہاروت و ماروت فرشتے ہی تھے، وہ ملکوتی صفات کے ساتھ ہی دنیا میں بھیجے گئے تھے اور ملکوتی صفات ہی کے ساتھ زمین پر رہے اللہ کے فرشتے جادو کو جو کفر ہے کیسے لوگوں کو سکھا سکتے تھے اور اس طرح کفر کا ارتکاب خود بھی کرتے اور دوسروں کو بھی ملوث کرتے یہ سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے۔

بعض نے یہاں ''ما'' نافیہ مراد لیا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ ان پر کچھ نازل ہی نہ کیا گیا تھا۔ یہ بات بھی قرآنی سیاق و سباق کے خلاف ہے۔ بعض مفسرین کی تعبیر یہ ہے کہ اس علم سے مراد کلمات اور اشیا کے خواص اور تاثیرات ہیں جو اپنے اثرات و نتائج کے پیدا کرنے میں جادو ہی کی طرح زوداثر تھے۔

یہی تعبیر زیادہ دل کو لگتی ہے۔

فرشتوں کے ذریعے سے اس علم کو بھیجنے کا ایک مقصد یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ وہ اس کی قباحتوں سے بھی لوگوں کو مطلع کر دیں اور جادو کے اثرات بد کے مقابلے میں یہ روحانی علم کی اہمیت اور فوائد لوگوں کو بتاتے جائیں۔

بارگاہ نبوت کے بے ادب اور مسلمانوں کے بدخواہ

(آیات: ١٠٤ - ١١٠) یہود کی منجملہ گستاخیوں میں سے ایک بڑی بری حرکت یہ تھی کہ وہ بارگاہ نبوت کے بھی بڑے بے ادب تھے، جہاں آسمان کے فرشتے بھی اجازت لے کر آتے تھے، لیکن انہوں نے ہمیشہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زبان دبا کر گستاخانہ لب و لہجے میں بات کی، اہل اسلام کو ایمان کی بجائے ارتداد پر لگانے کی کوشش کی۔ خود کو جنت کا ٹھیکیدار باور کرایا۔ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ وہ ساری تفصیل بھی بیان کردی گئی جو بنی اسرائیل کی بار بار عہد شکنی کی شرمناک تاریخ ہے اور انہیں وارننگ دی گئی کہ اب بہت ہو چکی ہے تمہاری بدبختی کی تفصیل اور تاریخ بہت پرانی ہے۔ اگر اب بھی تم باز نہ آئے تو وہی حشر ہوگا جو ظالموں کا ہوتا۔

اس کے ساتھ تحویل قبلہ پر ان کے اعتراضات کا جائزہ لیا گیا کہ شریعت میں ناسخ و منسوخ کرنے کا اختیار اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ یہودیوں، عیسائیوں اور تمام گمراہ لوگوں کے اس زعم باطل کی تردید کی کہ وہ جنت میں ضرور داخل ہوں گے۔ جنت کا استحقاق ان لوگوں کے لیے ہے جو اللہ پر کامل ایمان لائیں اور اس کے احکام بجا لائیں: ﴿بَلٰی ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾

عزت وتقرب کا ذریعہ اعمال صالح ہیں

(آیات ۱۱۱ - ۱۲۳) ان آیات میں واضح فرمایا کہ اللہ کے ہاں عزت وتقرب کا ذریعہ ایمان وعملِ صالح ہے نا کہ کسی خاص خاندان یا گروہ کے ساتھ وابستہ ہونا، جیسا کہ یہود و نصاریٰ کو زعم ہوگیا ہے، کہ صرف وہی جنت کے حق دار ہیں اور وجہ استحقاق کیا ہے؟ محض دعویٰ اور بس۔ فرمایا: یہ تمہاری غلط فہمی ہے، تم دلائل مانتے نہیں اور آخرت کی سختیاں جانتے نہیں۔ تو ٹھیک ہے ہم تمھارے اختلاف کا صحیح فیصلہ روزِ محشر ہی کریں گے۔ یاد رکھو! اللہ ہی زمین و آسمان اور مشرق و مغرب کا مالک ہے، ان باطل فرقوں کے تمام عقائد جن میں اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ثابت کرنے کا گھناؤنا عقیدہ بھی شامل ہے، قابل مذمت ہونے کی وجہ سے بے اصل ہیں۔

تمھیں جو اللہ کے ساتھ اپنی رشتہ داری کا زعم ہے تو یاد رکھو وہ اس احتیاج سے بہت بلند و بالا ہے، وہ تو کائنات کا موجد ہے، ہر چیز کا مالک ہے نیز فرمایا: اہل ایمان کو کافروں کی اس طرح کی باتوں پر سنجیدہ نہیں ہونا چاہیے اور نہ کسی دھوکے میں رہنا چاہیے، یہ کبھی بھی تمہارے خیر خواہ نہیں ہو سکتے اور نہ تمہارے راستے پر چل سکتے ہیں، ان کا راستہ تو گمراہی کا ہے، سیدھا راستہ تو اللہ ہی کا ہے، جسے یہ چھوڑ کر غلط امیدوں پر آس لگائے بیٹھے ہیں، حالانکہ قیامت کے دن یہ کچھ بھی کام نہیں آئیں گی۔

قیامت تک کے لیے یہود و نصاریٰ سے دوستی ممنوع قرار دے دی گئی کہ وہ اس وقت تک راضی نہیں ہو سکتے جب تک ان کے مذہب کی پیروی نہ کی جائے جو بذات خود گمراہی اور اسلامی تشخص کے منافی ہے: ﴿وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ﴾

بنی اسرائیل پر واضح کیا جا رہا ہے کہ خاندانی عصبیتیں نہ یہاں دنیا میں تمہارے کام آئیں گی نہ قیامت کے دن، بلکہ وہاں تو سفارش، فدیہ، ہرجانہ اور کسی قسم کا بدلہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور تعمیر کعبہ کا قصہ

(آیات ۱۲۲ - ۱۲۹) اہل کتاب سے کہا جا رہا ہے کہ مطلق خاندانی وجاہت آگ سے بچاؤ کے لیے کافی نہیں ہے، حالانکہ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لیے بھی امامت کا منصب مانگا تو اللہ نے واضح کر دیا کہ میرا عہد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ظالموں تک نہیں پہنچتا: ﴿لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ﴾ پھر بتایا گیا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام جن کی طرف نسبت پر تم فخر کرتے ہو، یہ نہیں دیکھتے کہ وہ کتنے امتحانات سے گزرے تب جا کر انہیں امامت کا اعزاز ملا تھا اور اللہ تعالیٰ نے دوٹوک الفاظ میں واضح فرما دیا تھا کہ اس منصب کے حقدار ظالم و مشرک نہیں ہو سکتے۔ تم ان صفات سے متصف ہوتے ہوئے کیسے ان کے وارث بن سکتے ہو۔ ذرا دیکھو کہ انہوں نے اپنے جانشینوں کے لیے کون سا گھر تعمیر کیا تھا ظاہر ہے وہ بیت المقدس نہ تھا بلکہ بیت اللہ تھا، جس کی تعمیر میں ان کا ہاتھ ان کے بیٹے سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے بٹایا تھا اسی طرح ایک امت مسلمہ کے اٹھائے جانے کی دعا بھی کی تھی۔ کیونکہ خود سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی ذریت کا مذہب اسلام ہی تھا، نہ کہ یہودیت یا عیسائیت۔

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اے ہمارے رب! ان کے لیے انہیں میں سے ایک رسول بھیج جو ان پر تیری آیات پڑھے، انہیں کتاب و حکمت سکھائے اور انہیں پاک کرے، یقیناً تو غلبے والا اور حکمت والا ہے۔''

محمد ﷺ انہی کی نسل سے ہیں اور ان کے مشن کے صحیح وارث بھی ہیں، جن کی بابت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی۔

اہل کتاب کے آبا و اجداد کا دین صرف اسلام تھا

(آیات ۱۳۰ - ۱۴۱) یہود کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اسلام ہی سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد کا دین تھا جن کو تم بھی اپنے پیشوا مانتے ہو۔ اس دین سے بے رغبتی کرنے والا صرف بے وقوف ہی ہو سکتا ہے، کیونکہ اسی دین کی وصیت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو کی تھی۔ اسلام اسی عہد کی پاسداری و احیا کا نام ہے جس میں تمام انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اور اللہ کے رنگ میں رنگے جائیں گے۔ عیسائیت کا بپتسمہ اور یہودیوں کی رسومات سب خودساختہ ہیں اصل رنگ اسلام کا ہی ہے جو فطری ہے: ﴿صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً﴾ یہ لوگ کیسا جھوٹ تراشتے ہیں جب سیدنا ابراہیم و اسماعیل، اسحق و یعقوب علیہم السلام اور اولاد یعقوب کو یہودی یا عیسائی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ شہادت حق کو چھپانا سخت جرم ہے۔ یہ تمام حضرات یہودی یا عیسائی کیسے ہو سکتے ہیں جبکہ یہ یہودیت اور عیسائیت کے وجود سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔

اصحاب رسول کا ایمان معیار ہے

﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ اگر وہ اصحاب رسول کی طرح ایمان لائیں گے تو ہدایت پا جائیں گے، کیونکہ اسی مقدس جماعت نے ایمان کا وہ درجہ حاصل کیا جو انبیاء کے بعد سب سے معیاری قرار پایا، یہود کی طرح نہیں کہ ایمان کا دعویٰ بھی ہے اور کٹ حجتیاں بھی۔ ایمان تو ان لوگوں کا ہے جنہوں نے اپنا سب کچھ اسلام پر قربان کر دیا۔ یہ آیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت و شان کو واضح کر رہی ہے اور ان لوگوں کی بدنصیبی ظاہر کر رہی ہے جو اس پاکباز جماعت پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ :2

تحویل قبلہ کا حکم اور اس کی حکمت

(آیات ۱۴۲ -۱۵۲) ﴿سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ...﴾ ہجرت کے بعد بھی اہل اسلام سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے، لیکن نبی کریم ﷺ کعبے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی دعا مانگتے رہے، بالآخر آپ کی یہ دعا رجب یا شعبان ۲ھ میں قبول ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے قبلے کی تبدیلی کا حکم نازل فرما دیا جس پر یہود نے پروپیگنڈہ کرنا شروع کر دیا کہ اس نبی نے تو ہر چیز بدل ڈالی ہے۔ اس کا جواب دیتے ہوئے کہا جا رہا ہے کہ یہی وہ حماقت ہے جو دین ابراہیمی سے منہ موڑنے کا نتیجہ ہے۔ مسلمانوں کا قبلہ دعائے ابراہیمی کے موجب مسجد حرام ہے نہ کہ بیت المقدس۔

بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا ایک عارضی ضرورت تھی جو اپنے صحیح وقت پر تبدیل کر دی گئی۔ اس ساری سرگزشت کے سنانے کا مقصد یہ ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جس نبی اور امت کے لیے دعا کی تھی وہ یہی ہے، جن کا قبلہ یہی کعبۃ اللہ ہے۔ اسی لیے کعبۃ اللہ اور صفا و مروہ وغیرہ سے متعلق وہ تمام تحریفات بھی بے نقاب کر دی گئی ہیں جو انہوں نے اپنے صحیفوں میں اس خیال سے کی تھیں کہ کعبہ اور مروہ کے ساتھ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے تعلق کی ہر شہادت ریکارڈ سے حذف کر دیں۔ ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ مسلمان ملت ابراہیمی کے صحیح وارث ہیں اور امامت کبریٰ کے حقدار ہیں۔ اس لیے کہ وہ مشرک نہیں ہیں، کیونکہ مشرک اور ناہنجار لوگوں کے لیے تو پہلے ہی انکار کیا جا چکا ہے: ﴿قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ﴾ بیت اللہ کے متولی آخری نبی محمد ﷺ دعائے ابرہیمی کا نتیجہ ہیں۔ یہ بھی صراحت کر دی گئی کہ ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام جنہیں یہود اپنے آباء تسلیم کرتے ہیں ان کا دین اسلام تھا نہ کہ یہودیت یا عیسائیت۔ امت محمدیہ اسی ملت ابراہیمی کو ماننے کی وجہ سے ان کی وارث ہے اور تم اے اہل یہود! نالائق ہونے کی وجہ سے قبلے کی تولیت سے معزول کیے جا رہے ہو۔ اس لیے اس امت کو بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم قیامت تک کے لیے دے دیا گیا: ﴿وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ﴾ نماز کو ایمان قرار دیا گیا۔ ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ﴾

نبی کریم ﷺ کی شان وعظمت کہ تحویل قبلہ کے لیے اللہ سے دعا کرتے ہوئے آپ نے اپنا چہرہ آسمان کی طرف کیا تو آپ کا یہ عمل اللہ کو اتنا پسند آیا کہ اس کے ذکر کو قرآن کا حصہ بنا دیا: ﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس بات کا ثبوت کہ نبی کریم ﷺ پر قرآن کے علاوہ بھی وحی آتی تھی ورنہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم قرآن میں کہیں نہیں ہے اور ظاہر ہے شارع کا ہر کام اللہ کی وحی کے مطابق ہی ہوتا ہے۔

احکام وقوانین کا باب

آیت ۱۵۳ سے ۲۴۲ تک احکام وقوانین کا بیان ہوا ہے، ملت اسلامیہ کو جو شریعت عطا ہوئی ہے یہاں اس کے بنیادی قوانین بیان کیے گئے ہیں۔ مثلاً راہ حق میں مصائب کے وقت نماز اور صبر کی تلقین، شعائر اللہ کی عظمت، کتمان حق کی مذمت، توحید کے ضمن میں اللہ سے شدید محبت کرنے کی تلقین: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ اور اس پر وقار مسلک کے خلاف جانے والے تمام امور مثلاً: فحش، جھوٹ، امور سیئہ، تقلید آباء، مردار، بہایا جانے والا خون، خنزیر اور غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز، آیات الٰہیہ کے بدلے دنیا کے کھانے اور ہدایت کے بدلے ضلالت کمانے کی ممانعت (۱۵۳-۱۷۶) نماز و زکوٰۃ، صدقہ و خیرات، ایفائے عہد، ہر حال میں صبر و رضا کا مظاہرہ کرنے کی تلقین (۱۷۷) قصاص و دیت (۱۷۸-۱۷۹) وصیت (۱۸۰-۱۸۲) روزے کے احکام (۱۸۳-۱۸۷) بدنیتی سے دوسروں کے مال کھانے اور رشوت کی ممانعت (۱۸۸) حج اور اس کے متعلقات، جہاد اور انفاق کے احکام، کیونکہ اس وقت تک کعبہ پر مشرکین کا قبضہ تھا (۱۸۹-۲۱۸) شراب اور جوئے کی حرمت، یتیموں کی خیر خواہی و اصلاح کی تاکید، مشرک مرد اور مشرکہ عورتوں سے اہل ایمان کے نکاح کی ممانعت (۲۱۹-۲۲۱) نکاح، طلاق، ایلا، خلع، رضاعت، نان ونفقہ، متوفی عنھا کو نکاح ثانی کی اجازت، ازدواجی معاملات اور طلاق و مہر اور زندگی کے دوسرے مسائل (۲۲۲-۲۴۲)

ان مسائل و احکام کے ضمن میں یہود یا مشرکین نے جو تحریفات کیں یا ان میں جو بدعات شامل کر دی تھیں ان کی تنقیح بھی کی گئی ہے۔

یہ قوانین و احکام کسی فقہی ترتیب سے بیان نہیں کیے گئے بلکہ حالات و واقعات کے مطابق جس مسئلے کی مسلمانوں کو ضرورت ہوتی اسی کے مطابق احکام نازل ہوتے رہے۔

احکام کی وضاحت

(آیات ۱۵۳ - ۱۷۶) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ اہل ایمان کو احکامات الٰہیہ کے باب میں صبر و استقامت کی تلقین کی گئی اور اس کی فضیلت سے آگاہ کیا گیا کہ اللہ صابرین کے ساتھ ہے۔

تعظیم شعائر اللہ کا حکم دیا گیا: ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَاۗىِٕرِ اللّٰهِ﴾ اس ضمن میں صفا و مروہ کی سعی کی وضاحت اس لیے کی گئی کہ زمانہ جاہلیت میں مشرکین نے ان دونوں پہاڑیوں پر بت رکھے ہوئے تھے ان کی عبادت کرتے وقت وہ صفا و مروہ کے درمیان دوڑتے تھے۔ اسلام کی آمد سے صحابہ میں جو شرک سے بیزاری کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا اسی کے تحت ان کے دلوں میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خیال آیا کہ یہاں دوڑنا شاید آثار جاہلیت سے ہوگا۔ فرمایا گیا کہ تمام ارکان حج کو نسبت توحید باری تعالیٰ ہی سے ہے اس لیے یہاں دوڑنا جاہلیت کی نہیں عین توحید کی یادگار ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی الوہیت وقدرت کے دلائل اور یہ نوید کہ اہل ایمان کی محبتوں کا وہی مرکز ہے۔ آباء واجداد کی گمراہیوں کی اتباع گمراہی ہے۔

حلال اور پاکیزہ چیزیں کھانے کا حکم اور مردار، خون، لحم خنزیر اور غیر اللہ کے نام کی اشیا کی حرمت کا اعلان، کتمان حق جو یہود کی خاص عادت تھی اللہ کی لعنت کا مستحق بناتی ہے۔ نیز یہ کہ کتمان حق کی کمائی جہنم کی آگ ہے: ﴿أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ﴾

نیکی کی وضاحت وتعیین

(آیات ۱۷۷) ﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ . . .﴾ یہود وغیرہ کی اس غلط فہمی کو واضح کیا گیا ہے کہ نیکی صرف مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرنے ہی کا نام نہیں بلکہ نیکی کے شجرہ طیبہ کی بنیاد اور جڑ اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا ہے اور اس کا پھل اللہ کی رضا کی خاطر رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مانگنے والوں، غلاموں کی رہائی کے لیے اپنا مال خرچ کرنا اور نماز وزکواۃ کی ادائیگی، عہد کی پاسداری، تنگدستی اور تکلیف میں صبر واستقامت کی شکل میں نظر آتا ہے۔

قصاص ہی میں حیات ہے

(آیات ۱۷۸ - ۱۸۲) نظام فوجداری ونظام دیوانی کی تشریع، قصاص کی فرضیت وفضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت ہی قصاص میں قتل کی جائے گی ہاں اگر کسی قاتل کو مقتول کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دے دی جائے تو معروف طریقے سے دیت کا مطالبہ کیا جائے اور اچھے طریقے سے دیت ادا کرے، کیونکہ قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے اس طرح قتل ناحق کا جرم ختم ہو سکے گا۔

وصیت کے بارے میں چند احکام بیان کیے گئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اگر مرنے والا کسی جائز کام کی وصیت کر جائے تو اسے من وعن نافذ کرنا ہوگا۔ وصیت میں تبدیلی کرنے والا گناہ گار ہے۔

صیام رمضان کی ضرورت واہمیت اور احکام

(آیات: ۱۸۳ - ۱۸۸) روزے کی فرضیت، اس کی تاریخی حیثیت اور اس کی حکمت اور اس کے احکام کا بیان کرتے ہوئے فرمایا: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ گنتی کے چند دن ہیں، لیکن تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کر لے اور اس کی طاقت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ رکھنے والے فدیے میں ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔"

ماہ رمضان کی عظمت کا ایک بڑا سبب نزول قرآن ہے۔

رمضان کی برکت سے دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں کیونکہ حق تعالیٰ کی قربت بہت بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے روزے کے مسائل بیان کرتے ہوئے درمیان میں دعا کی ترغیب دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے پوچھیں تو اے پیغمبر! میں قریب ہوں، ہر پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارے، انہیں چاہیے کہ وہ مجھ سے طلب کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں تاکہ سیدھے راہ پہ چلتے رہیں۔"

ابتدائے اسلام میں رمضان کی راتوں میں بیوی سے مباشرت کرنا منع تھا، جس سے مسلمانوں میں کمزوریاں ظاہر ہونے لگیں تو آسانی والا حکم نازل فرمادیا۔

رمضان کی ایک اور برکت رزق حلال کے حصول کا جذبہ بھی ہے اور یہ اہم ترین نکتہ ہے۔

اور ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ، نہ حاکموں کو رشوت دے کر کسی کا مال ظلم وستم سے اپنا بناؤ۔

قبلے کی حرمت پامال کرنے والوں سے جنگ کا حکم

(آیات ۱۸۹ - ۲۱۲) چاند کا ایک فائدہ عبادت اور موسم حج معلوم کرنا بھی ہے نیکی الٹے سیدھے کاموں کا نام نہیں بلکہ تقویٰ کا نام ہے۔ مسلمانوں کے نئے قبلے پر قابض نااہل لوگ اگر حرمت بیت اللہ کو پامال کریں تو ان کے ساتھ قتال کی اجازت دی گئی تاکہ فتنے وفساد کا قلع قمع ہو سکے: ﴿وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ . . . ﴾

حج وعمرہ کے بعض مسائل کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ حج صرف مقرر کردہ مہینوں میں منعقد ہوتا ہے اور اس کے آداب میں یہ بات شامل ہے کہ دوران حج جھگڑا، فسق وفجور بالکل نہ کرو اور اپنا زاد سفر گھر سے لے کر چلو اور یہ نہ بھولو کہ بہترین زاد راہ تقویٰ ہے اور حج کا مقصد اللہ کے نام کی کبریائی ہے۔

جو لوگ اللہ سے دنیا وآخرت کی بھلائی اور اچھائی مانگتے ہیں ان کو عطا کی جاتی ہے، لیکن صرف دنیا مانگنے والے آخرت میں محروم رہیں گے: ﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾

فساد زمین میں ہو یا ذہن میں دونوں اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔ اسی لیے اسلام میں پورے کے پورے داخل ہونے کی تلقین کی: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۠ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ . . . ﴾

انسانیت کا اصل دین ہمیشہ سے اسلام ہی ہے

(آیات ۲۱۳ - ۲۱٤) دنیا میں سب سے پہلا طریقہ اسلام ہی تھا، دوسرے سب مذاہب اسلام سے اختلاف کی وجہ سے بعد میں پیدا ہوئے جونہی اختلافات پیدا ہوتے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کسی رسول کو بھیج دیتا۔ انبیائے کرام علیہم السلام کو جہلا کے ساتھ سخت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقابلہ کرنا پڑتا۔ بعض دفعہ وہ قتل بھی ہو جاتے۔ حالات شدید اور مایوس کن ہو جاتے تو انبیاء اور ان کے ساتھی پکار اٹھتے: اللہ کی مدد کب آئے گی؟ تو انہیں کہا جاتا کہ اللہ کی نصرت قریب ہے: ﴿ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ ﴾ اس میں اہل ایمان کے لیے تسلی ہے کہ حالات کی سختی سے گھبرایا نہ کریں۔

(آیات ۲۱۵۔ ۲۱۸) نفلی صدقات کے بارے میں کیے گئے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ اپنے والدین، رشتہ داروں یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرو۔

فتنہ وفساد صرف جہاد سے ختم ہوگا

جہاد کی فرضیت واہمیت کے بعد اس سوال کا جواب دیا گیا کہ جہاد کب تک رہے گا؟ فرمایا کہ جب تک فساد پیدا ہوتے رہیں گے ہیں، امن قائم کرنے کے لیے جہاد کرنا ہوگا اس لیے جہاد کا حکم دائمی ہے۔ اس میں سستی ہوگی تو ارتداد کا فتنہ سب سے پہلے جنم لے گا جو فتنۂ قتل سے بھی زیادہ ہلاکت خیز ہے: ﴿ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ﴾

جس طرح اسلام لانے سے سابقہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ارتداد سے سارے اچھے عمل برباد ہو جاتے ہیں۔ دنیا میں مرتد کی شرعی سزا قتل ہے اور آخرت میں اس کے لیے سخت عذاب تیار کیا گیا ہے۔

مرتدین کے مقابلے میں ایمان والوں، ہجرت کرنے والوں اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے رب کی رحمت کی بشارت ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴾

شراب اور جوئے کی حرمت کا پہلا حکم

(آیات ۲۱۹ - ۲۲۰) شراب اور جوئے کی قباحت اور نیکی واحسان کے ثمرات بتائے گئے ہیں شراب وقمار کے بارے میں ابتدائی حکم نازل کیا گیا کہ ان منحوس کاموں میں بعض فائدے بھی ہیں: ﴿ فِیْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ﴾ جوا جیت جانے والے کو مفت کا مال ملتا ہے اور شراب پینے سے جسم میں وقتی طور پر قوت اور خود فراموشی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، اس کی تجارت سے بھی نفع ملتا ہے، لیکن یہ فائدے نقصان کی نسبت تھوڑے ہیں اور انجام کے لحاظ سے یہ دونوں چیزیں نہایت مہلک ہیں۔ ان سے خونخواری، بدخلقی، قطع رحمی اور سنگدلی پیدا ہوتی ہے۔ اس کے برعکس انفاق فی سبیل اللہ سے صلہ رحمی، یتیموں کی سرپرستی اور ان کے ساتھ رواداری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

خانگی مسائل کا تذکرہ

(آیات ۲۲۱- ۲۴۲) اس حصے میں خانگی مسائل یعنی نکاح، حیض، مباشرت، طلاق ایلاء، عدت، رجوع، اور رضاعت جیسے معاملات بیان ہوئے ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے:

مشرک مرد سے مومنہ عورت کا یا مومن مرد سے مشرکہ عورت کا نکاح حرام ہے۔ ان کے مقابلے میں مومن غلام یا مومنہ لونڈی بہتر ہے، کیونکہ مشرک جہنم کی طرف لے جاتے ہیں جبکہ اللہ جنت ومغفرت کی طرف بلاتا ہے: ﴿ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿حَتّٰى يُؤْمِنَّ...﴾

حالت حیض میں عورت سے مباشرت ممنوع ہے: ﴿فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ...﴾

جب وہ حیض سے فارغ ہو جائیں تو ان کے سامنے سے مباشرت کرو تاکہ تمہیں اولاد ملے کیونکہ عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں: ﴿فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ﴾ ''اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ۔'' اس سے تمام جاہلانہ تصورات باطل قرار پائے۔ حیض کی حالت میں اسلام نے سوائے مباشرت کے باقی سب کچھ روا رکھا ہے، کیونکہ عورت اچھوت نہیں ہے۔

مرد کے لیے عورت کو کھیتی سے تشبیہ دینے میں کمال درجے کا لغوی حسن اور کلامی بلاغت موجود ہے۔ اس تشبیہ کو بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے مرد و زن کے باہمی پائیدار اور ابدی تعلق کو بیان کیا ہے۔ جس طرح کسان کو کاشتکاری کے لیے زرخیز اور عمدہ زمین کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر معیار کے مطابق نہ ملے تو وہ محنت کر کے مطلوبہ معیار کے مطابق تیار کرتا ہے اور پھر اس میں بیج کاشت کر کے اسے فراموش نہیں کر دیتا بلکہ اس میں بروقت کھاد اور پانی کا خیال کرتا ہے، پھل لگ جانے پر اس کے تیار ہونے تک دیکھ بھال کرتا ہے اور پھل کے حصول کے بعد بھی اپنی ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے اسے مطلوبہ مقام تک پہنچاتا ہے اور اپنی محنت کے ثمرات و برکات سے ہر ممکن فائدہ اٹھاتا ہے اور یوں بھی ہوتا ہے کہ جب کسان اپنے کھیت میں فصل کاشت کرتا ہے، ہل جوتتا ہے، پانی دیتا ہے، جانفشانی کرتا ہے اور ساتھ ساتھ خالق و مالک کے حضور ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے کہ اے زمین و آسمان کے خالق! اے ارض و سماء کے فاطر! اے حب و نوا کے خالق! میری محنتوں کو ثمر بار کر دے اور اپنی عنایات سے مالا مال کر دے، تو اس کی دعا مستجاب ہوتی ہے اور محنت ثمر یاب ہوتی ہے، پھر وہ اپنے لہلاتے ہوئے کھیت اور کھیت میں مہکتے ہوئے پھول دیکھتا ہے تو دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ بارگاہِ الٰہی میں اس کی نمناک آنکھیں جھک جاتی ہیں اور خوشی سے جبین نیاز سجدہ ریز ہو جاتی ہے اور پھر دل ہی دل میں اسی ذکر و فکر اور صبر و شکر کے ساتھ مزید محنت و مشقت کا عزمِ صمیم کرتا ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی کے نظریے کی لغویت

قرآن نے عورت کے لیے کھیتی کے استعارے میں یہ ساری باتیں جمع کر دی ہیں اور اس استعارے نے ہر قسم کی سکیمیں بنانے والوں کی جڑ کاٹ دی ہے۔ اس لیے کہ کھیتی سے متعلق یہ رہنمائی تو معقول قرار دی جا سکتی ہے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ اچھی فصل اور پیداوار کس طرح حاصل کی جائے؟ لیکن یہ بات بالکل غیر منطقی ہے کہ لوگوں کو اس بات کے سبق پڑھائے جائیں کہ وہ بیج تو زیادہ سے زیادہ ڈالیں، لیکن فصل کم سے کم حاصل کریں اس قسم کی نامعقول منطق صرف نادانوں کو ہی سوجھ سکتی ہے۔

چند مزید احکامات

☆ لغو قسموں پر مؤاخذہ نہیں ہے: ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ﴾ لغو قسم ایسی قسم کو کہتے ہیں جو غیر ارادی طور پر عادتاً کھائی جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

☆ بیوی سے ناراضی کے باعث قطع تعلقی کی انتہائی مدت چار ماہ ہے، اس کے بعد صلح یا طلاق: ﴿لِلَّذِیۡنَ یُؤۡلُوۡنَ مِنۡ نِّسَآئِهِمۡ تَرَبُّصُ اَرۡبَعَةِ اَشۡهُرٍ ...﴾

☆ مطلقہ عورت کی عدت تین حیض ہے: ﴿وَالۡمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ اَشۡهُرٍ﴾ اور حاملہ کی عدت وضع حمل، اس دوران میں خاوند کو رجوع کا حق حاصل ہے۔ یہ رجوع بھی صرف دو مرتبہ کی طلاق میں ہے، تیسری طلاق کے بعد یہ حق بھی باقی نہیں رہتا۔

☆ ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دینا درست نہیں ہے۔ اگر کوئی مرد اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے چکا ہو تو وہ دوبارہ میاں بیوی نہیں بن سکتے، الا یہ کہ عورت کسی اور جگہ نکاح کرے، وہاں سے بھی اسے از خود طلاق ملے یا بیوہ ہو جائے تو پھر پہلے خاوند سے نکاح ہو سکتا ہے۔

☆ مروجہ حلالہ (عارضی نکاح) ایک ملعون فعل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ)) [1] ”حلالہ کرنے والے اور کرانے والے پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔“

☆ بار بار طلاق دے کر بار بار رجوع کرنا جاہلیت میں معروف طریقہ تھا، اسے بند کر دیا گیا کہ طلاق کے بعد یا تو رجوع کرو اور عورت کو بسا ؤ یا بھلے طریقے سے رخصت کر دو۔

☆ مدت رضاعت دو سال ہے۔ اگر بچہ ماں کا دودھ پی رہا ہو اور اس حالت میں اس کے ماں باپ کے درمیان جدائی ہو جائے تو باپ پر نان ونفقہ ادا کرنا واجب ہے۔

☆ بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ اس کے بعد اگر رحم خالی ہو تو آگے نکاح کر سکتی ہے۔

☆ دورانِ عدت نکاح نہیں ہو سکتا، نہ نکاح کی بات پختہ ہو سکتی ہے۔

☆ جن عورتوں سے خلوت صحیحہ نہ ہوئی ہو ان کو مقرر کردہ حق مہر کا نصف دیا جائے گا اور جن کا مہر مقرر نہ ہوا ہو ان کو معروف طریقے سے کچھ نہ کچھ دیا جائے گا، کہ آخر وہ تمہاری طرف منسوب ہو گئی ہیں۔

☆ نکاح وطلاق کے جھگڑوں میں پڑ کر تم نماز کو بھول نہ جاؤ بلکہ نمازوں کی حفاظت کرو۔ خاص طور پر نماز عصر کی: ﴿حٰفِظُوۡا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الۡوُسۡطٰى﴾

جہاد فی سبیل اللہ کی ضرورت واہمیت

(آیات ۲۴۳- ۲۵۲) دنیا کو فساد و بگاڑ سے محفوظ رکھنے کے لیے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب وفضیلت بتائی گئی ہے۔ اسی جہاد سے انفاق کا جذبہ ابھارا گیا ہے اور تاریخ سے مثال دیتے ہوئے سمجھایا گیا ہے کہ جہاد سے اعراض کرنے والے لوگ یوں بھی کسی حادثے یا آفت میں ہلاک ہو سکتے ہیں، جیسے بنی اسرائیل کا ایک گروہ جہاد کا منکر ہو گیا تھا۔ اس کے بعد

---

[1] سنن أبي داود: ۲۰۷۶؛ صحيح الجامع الصغير وزيادہ: ۵۱۰۱۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بنی اسرائیل میں سے صادق الایمان گروہ نے صبر وثبات کے ساتھ طالوت کی قیادت میں اپنے قبلے کو جالوتیوں کے تسلط سے آزاد کرانے کے لیے جو جنگ لڑی تھی اس کا حوالہ دیا گیا ہے۔

جالوت کے ساتھ جہاد کر کے اس فتنے کا سر کچل دیا تھا، کیونکہ فتنوں کا سر کچلنے کا واحد راستہ جہاد ہی ہے: ﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ﴾ سیدنا داود علیہ السلام بھی اسی لشکر میں تھے اور جالوت کا سر انہوں نے ہی اتارا تھا۔ اگرچہ مومن تعداد میں قلیل تھے، لیکن اللہ کی نصرت کا دار و مدار قلت وکثرت پر نہیں، ایمان وتوکل اور صبر پر ہوتا ہے: ﴿كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾

بغاوت کو کچلنے کے لیے جہاد ہر دور میں کیا جاتا رہا ہے۔ یہ سب باتیں اللہ کی آیات ہیں جو ہم ٹھیک ٹھیک آپ کو سنا رہے ہیں اور آپ یقیناً ان لوگوں میں سے ہیں جو رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں: ﴿تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تِلْكَ الرُّسُلُ: 3

نبوت کا مقصد انسانیت کی ہدایت ہے

(آیات ۲۵۳ - ۲۵۴) انبیاء کے مراتب کا ذکر ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو دوسروں سے الگ فضیلت عطا کی گئی:
﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ﴾ ان رسولوں کے ذریعے سے علم حاصل ہو جانے کے بعد جو اختلافات لوگوں کے درمیان رونما ہوئے اور اختلافات سے بڑھ کر لڑائیوں تک جو نوبت پہنچی، اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ اللہ تعالیٰ بے بس تھا (معاذ اللہ) حالانکہ اگر وہ چاہتا تو کسی کی مجال نہ تھی کہ انبیاء کی دعوت سے سرتابی کرتا، کفر و بغاوت کی راہ پہ چلتا اور اس کی زمین میں فساد برپا کرتا مگر اللہ کسی کو ایمان لانے پر مجبور نہیں کرتا: ﴿لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ اس لیے اس نے جہاں انسانوں کو کھلی آزادی دی ہے وہاں ان کو صحیح راہ سے آگاہ کرنے کے لیے انبیاء کو بھی مبعوث فرمایا اور ان میں سے ایک رہبر محمد ﷺ بھی ہیں۔

سابقہ آیات میں جہاد کا تذکرہ ہوا، جہاد کے لیے جان کی طرح مال کی قربانی بھی ضروری ہے اس لیے اس آیت میں انفاق فی سبیل اللہ کی تاکید اس انداز میں کی کہ معلوم نہیں مہلت عمر کب ختم ہو جائے، پھر مال کس کام آئے گا، لہٰذا اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرو تا کہ حشر کی منزلیں آسان ہوں، جہاں مال یا کسی کی سفارش کام نہ دے گی: ﴿ لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے پر رب السموات والارض کی طرف سے جان و مال میں اضافے اور اس کی سلامتی کی ضمانت دی گئی ہے۔ اس ضمن میں اگلی آیت میں اللہ رب العزت کی صفات میں سے خاص طور پر صفت حی و قیوم کو غایت درجہ حسن و ترتیب سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کو آیت الکرسی کا نام دیا گیا ہے۔

آیت الکرسی

﴿ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴾

''اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں جو زندہ و جاوید ہے، اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند، اس کی ملکیت میں زمین و آسمان کی تمام چیزیں ہیں۔ کون ہے جو اس کے ہاں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟ وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے اور جو کچھ ان سے اوجھل ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا ادراک نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے، اس کی کرسی آسمان اور زمین پر چھائی ہوئی ہے، وہ ان کی حفاظت سے نہ تھکتا ہے نہ اکتاتا ہے، وہ تو بہت بلند اور عظمت والا ہے۔''

بتایا جا رہا ہے کہ صرف تمہارا مال اور جان ہی اللہ کا نہیں بلکہ ساری کائنات اس کی ملکیت ہے۔ جس کی حفاظت سے وہ تھکتا ہے نہ اکتاتا ہے۔ اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے، روز قیامت از خود کوئی اس کے سامنے کسی کی سفارش نہ کر سکے گا۔

صفات الٰہیہ اور مذہب اہل سنت

اس کی کرسی کیسی ہے؟ جیسی اس کی شان کے لائق ہے، اس قسم کی صفات کی تاویل ناجائز ہے مثلاً یہ کہنا کہ کرسی سے مراد اس کا اقتدار ہے۔ کرسی، عرش، استویٰ علی العرش، ہاتھ، چہرہ، نفس، پنڈلی وغیرہ الفاظ کا ترجمہ نہیں ہو سکتا صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ جیسے اس کی شان کے لائق ہے۔ (علیٰ ماکان یلیق بجلالہٖ)

آیت الکرسی کی فضیلت و اہمیت

یہ آیت بہت عظیم الشان اور توحید باری تعالیٰ کے باب میں فیصلہ کن آیت ہے اس لیے اس کی فضیلت بہت زیادہ ہے، ہر فرض نماز کے بعد اسے پڑھنے والا مرنے کے بعد سیدھا جنت میں جائے گا۔ ①

آیت الکرسی کے پڑھنے سے چوری، گمشدگی وغیرہ سے حفاظت ہوتی ہے۔ اس لیے اپنے مال، جان، اولاد و اسباب وغیرہ پر اسے پڑھ کر دم کرنا چاہیے، چنانچہ صحیح بخاری میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: ان کے ذمے کھجوروں کی حفاظت تھی، رات کے وقت ایک آدمی آتا اور بلا جھجک کھجوریں سمیٹنا شروع کر دیتا، جب وہ اسے پکڑتے تو منت سماجت کرنے لگ جاتا کہ مجھ پر اہل و عیال کی بھاری ذمہ داری ہے۔ وہ ترس کھا کر چھوڑ دیتے، صبح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے واقعہ کی خبر دیتے تو آپ فرماتے کہ وہ پھر آئے گا۔ چنانچہ وہ دو دفعہ آیا، تیسری بار جب اسے پکڑا تو اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو میں تجھے ایسے کلمات بتاتا ہوں جن سے تمہیں فائدہ ہوگا۔ جب تم اپنے بستر پر لیٹو تو آیۃ الکرسی پڑھو، اس کی تلاوت سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے تم پر ایک محافظ مقرر کر دیا جائے گا اور صبح ہونے تک شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: چنانچہ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات والی بات بتائی تو آپ نے فرمایا: ''اس نے تجھے سچی بات بتائی ہے اگرچہ وہ جھوٹا ہے، تجھے معلوم ہے کہ وہ خود کون تھا؟'' میں نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: ''وہ شیطان تھا۔'' ②

① سنن الکبری للنسائی: ۹۸۴۸؛ صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ: ٦٤٦٤۔ ② صحیح البخاری: ۲۳۱۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

توحید نور اور شرک ظلمت ہے

(آیات ۲۵۶ - ۲۵۷) ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ توحید نور ہے اور کفر وشرک ظلمت و طاغوت: ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰۗــــُٔــھُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ﴾ ایمان والے روشنی میں ہیں اور کفار ظلمات میں۔ یقیناً اللہ اہل ایمان کا دوست ہے۔

منکر توحید سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا مناظرہ

(آیات ۲۵۸) آیت الکرسی میں اللہ کی صفت حی و قیوم کا ذکر ہوا تھا، یہاں ایک منکر توحید کا مثال کے طور پر ذکر کیا کہ نمرود نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مناظرے میں سخت جہالت وظلمت کا رویہ اپنایا۔ اس نے حی و قیوم اللہ کی بجائے اپنے آپ کو زندگی وموت کا مالک قرار دیا۔ مگر جب علمبردار توحید ابراہیم علیہ السلام نے اسے چیلنج دیا کہ وہ سورج کو اپنی مرضی سے مغرب سے طلوع کر کے دکھائے تو کافر لاجواب ہوگیا، مگر ایمان نہ لایا: ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ...﴾

بعث بعد الموت کے دلائل

(آیات ۲۵۹ - ۲۶۰) اگرچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توحید اور بعث بعد الموت کے دلائل واضح ہیں، مگر اہل ایمان اطمینان قلب کے لیے اللہ سے مانگ بھی لیں تو کوئی حرج نہیں۔ جس طرح سیدنا عزیر علیہ السلام نے بخت نصر کے ہاتھوں بیت المقدس کی اجڑی بستی کو دیکھ کر کہا: کیا یہ کبھی دوبارہ آباد ہوسکے گی: ﴿قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا...﴾ اللہ نے سو سال تک کے لیے انہیں مار دیا پھر انہیں زندہ کیا۔ ان کا توشہ تازہ اور سواری بھی زندہ کردی۔ اسی طرح سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے سوال کے جواب میں انہیں حکم دیا گیا کہ چار پرندوں کو ذبح کرکے ان کے ٹکڑے مختلف پہاڑوں پر رکھ دو۔ پھر انہیں بلاؤ وہ دوڑتے چلے آئیں گے۔ یہ انہونی جب ہوسکتی ہے تو بعث بعد الموت کون سی مشکل ہے: ﴿وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾

انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب

(آیات ۲۶۱ - ۲۷۳) آیت الکرسی سے پہلی آیت میں انفاق فی سبیل اللہ کی طرف ترہیبی انداز میں توجہ دلائی گئی تھی، اب یہاں انفاق فی سبیل اللہ کی طرف ترغیبی انداز میں توجہ دلائی گئی ہے۔ اس کے ساتھ انفاق کی برکات، اس کی شرائط و خصوصیات اور اس کے بعض اہم مصارف بیان کیے گئے ہیں۔

☆ جب اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو تو سمجھو ایک خیر کا پودا لگا رہے ہو، جیسے ایک بالی سے سو دانے نکلتے ہیں: ﴿كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ﴾ اسی طرح اس کار خیر سے سینکڑوں لوگوں تک، کئی نسلوں تک خیر متعدی ہوتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

☆ اگر دینے کے لیے کچھ پاس نہ ہو تو سائل کو بھلے طریقے سے لوٹا دو۔

☆ نیکی کر کے احسان نہ جتلاؤ ورنہ وہ بیج بار آور نہیں ہوگا۔ ایسے صدقے کی بجائے اچھے طریقے سے جواب دے دینا زیادہ مناسب ہے: ﴿قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى﴾

☆ ریاکاری وہ آگ ہے جو ہرے بھرے درختوں کو راکھ بنا دیتی ہے۔

☆ اللہ کی راہ میں عمدہ مال خرچ کرو، اللہ خود بھی سب سے اونچا ہے، نفیس وطیب ہے، اس لیے اسے طیب ونفیس مال ہی پسند ہے۔

☆ صدقات کی ایک قسم عشر بھی ہے جو زمین کی پیداوار پر لاگو ہوتی ہے، اس میں سے بھی نفیس اور پاک جنس ادا کی جائے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۠ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ . . .﴾

☆ شیطان تمھیں فقر سے ڈرا کر صدقے سے روکتا ہے، جبکہ اللہ تم سے مغفرت وفضل کا وعدہ کرتا ہے: ﴿اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا . . .﴾

☆ جو چیز بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو اللہ اسے جانتے ہیں۔

☆ صدقہ چھپا کر یا ظاہر کر کے دونوں طرح دیا جا سکتا ہے، یہ نیت اور حالات پر منحصر ہے۔

☆ سفید پوش محتاجوں کا خاص خیال رکھا جائے جو مانگتے نہیں، لیکن ضرورت مند ہوتے ہیں۔

☆ جو لوگ اللہ کی خاطر دن رات مال خرچ کرتے ہیں ان کے لیے دنیا و آخرت میں بڑا اجر ہے: ﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾

سود کی حرمت

(آیات ۲۷۵ - ۲۸۱) گزشتہ آیات میں انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت بیان کی گئی۔ اب جو چیز اس کی ضد ہے، یعنی سود۔ اس کی حرمت بیان کی جا رہی ہے، کیونکہ انفاق فی سبیل اللہ سے صلہ رحمی، نرم دلی، ایمان واحتساب، اللہ سے اجر کی امید، انسانیت کی خیر خواہی اور فلاح کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ جب کہ سود سے قطع رحمی، سنگدلی، کفر وشقاق، دنیا داری، دنیا کے مال سے جان لیوا محبت اور اسے سمیٹنے، گن گن کر جوڑنے، بے لحاظی اور خونخواری جنم لیتی ہے۔ سود خور مال کی ہوس اور اسے مقروضوں کے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لینے کی فکر میں ایسے دیوانہ ہوتا ہے جیسے شیطان نے اسے دیوانہ اور پاگل بنا دیا ہو: ﴿كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ . . .﴾

لہٰذا اے ایمان والو! تم سود کے لین دین سے پوری طرح باز آ جاؤ۔ بلکہ اگر مقروض تنگدست ہے تو اصل قرضہ وصول کرنے میں بھی اس کے حالات بہتر ہونے تک مہلت دو۔ اگر معاف کر دو تو بہت بہتر ہے: ﴿وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ﴾ اگر تم اپنے پروردگار سے نرم محاسبے کی امید رکھتے ہو تو تم بھی اس کے بندوں پر نرمی کرو: ﴿وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

قرض کے لین دین کا طریقہ

(آیات ۲۸۲ -۲۸۳) آیت دَین، قرآن مجید کی سب سے بڑی آیت ہے۔ قرض کے لین دین میں جو احتیاط اسلامی نقطہ نظر سے ضروری ہے، اس میں اس کے متعلق بعض احکامات دیے گئے ہیں۔ سود کا رواج تب چلا تھا جب لوگ قرض لے کر بروقت واپس نہیں کرتے تھے۔ سود کی حرمت کے بعد قرض کی ادائیگی بروقت کرنے کے لیے لین دین کرتے وقت لکھ لینے اور گواہ بنالینے کی تاکید کی گئی ہے، اگر سفر کے دوران میں کوئی تحریر کرنے والا نہ مل سکے تو رہن رکھنے کا طریقہ بتایا، تاکہ قرض خواہ کو روپے کی بروقت ادائیگی کی جا سکے: ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّ لَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ...﴾

لین دین کے معاملات، تجارت، صدقات، سود، نکاح، طلاق، رضاعت، شراب و جوئے اور اخلاقی و معاشرتی جیسے بے شمار موضوعات کے احکامات بیان کرنے کے بعد فرمایا: ان کو بجالاتے وقت اللہ کو حاضر و ناظر جانو، تقویٰ کا راستہ اختیار کرو، کامل الایمان بن جاؤ۔ اس ضمن میں یہ حقیقت بیان کی گئی کہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے، سب اللہ ہی کی ملکیت ہے: ﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ وہ تمام ظاہر و پوشیدہ کا حساب لے گا اور جس کو چاہے گا بخشے گا اور جس کو چاہے گا سزا دے گا۔

خاتمہ سورۂ بقرہ

(آیات ۲۸۴ -۲۸۶) ﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۭ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ڭ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۭ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَي الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۪ وَاغْفِرْ لَنَا ۪ وَارْحَمْنَا ۪ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَي الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾

”اللہ ہی کی ملکیت ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے جی میں ہے یا چھپاؤ، اللہ اس کا حساب تم سے لے گا۔ پھر جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے سزا دے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ رسول ایمان لایا اس پر جو اس کے رب کی طرف سے اترا اور مومن بھی ایمان لائے اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر یہ کہتے ہوئے کہ اس کے رسولوں میں سے کسی میں بھی ہم تفریق نہیں کرتے، اور ہم نے سنا اور اطاعت کی، اے ہمارے رب! ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اور ہم نے تیری طرف ہی لوٹنا ہے۔ اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا، جو نیکی وہ کرے، اس کا پھل اسی کے لیے ہے اور جو برائی وہ کرے وہ اس پر وبال ہے، اے ہمارے رب! ہم سے بھول چوک میں جو خطا ہو جائے تو اس پر گرفت نہ کرنا، اے ہمارے رب! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہم میں طاقت نہ ہو اور ہم سے درگزر فرما، ہمیں بخش دے، ہم پر رحم کر، تو ہمارا مولیٰ ہے اور ہمیں کافروں پر غلبہ عطا فرما۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

☆ تمام رسولوں، فرشتوں اور کتابوں پر صدق دل سے غیر مشروط ایمان لانا ہی سلامتی کا راستہ ہے، یہی راستہ رسول اور اہل ایمان کا راستہ ہے اور اپنی کمی وکوتاہی پر اللہ سے مغفرت ودرگزر کے خواستگار رہو۔

☆ اس کے بعد اہل ایمان کی دعا ذکر کی گئی: ﴿ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ... ﴾ اس دعا کے لفظ لفظ سے کتاب الٰہی کے بارے میں عظیم ذمہ داری کا احساس نمایاں ہورہا ہے جس کو یہود ونصاریٰ سنبھال نہ سکے اور جو ذمہ داری اب اس امت پر ڈالی جارہی ہے۔ اس کے بین السطور میں کہا جارہا ہے کہ جس قدر احکام بھی نازل کیے جاتے ہیں تمہاری استطاعت سے بڑھ کر نہیں ہیں۔ پھر بھی اپنے رب سے کوتاہیوں پر معافی مانگو اور اس سے درخواست کرو کہ وہ استطاعت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالے اور درگزر کرے اور منکروں پر فتح عطا فرمائے۔

سورۂ بقرہ کی آخری آیات کی فضیلت

ان آخری آیات کی بڑی فضیلت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص انہیں رات کو پڑھ کر سوتا ہے تو یہ اس کو کافی ہو جاتی ہیں۔'' یعنی وہ غافلو میں نہیں [1] لکھا جاتا۔ ''سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کا ایسی دو آیتوں کے ساتھ اختتام کیا ہے جو عرش کے نیچے رکھے ہوئے اللہ تعالیٰ کے خزانے سے مجھے عطا ہوئی ہیں۔'' تم خود بھی ان کلمات کا علم حاصل کرو اور اپنے اہل خانہ کو بھی ان کی تعلیم دو کیونکہ یہ کلمات باعثِ رحمت اور قرب الٰہی کا ذریعہ ہیں۔ [2]

سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰنَ

یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی اس کی دوسو آیات اور بیس رکوع ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت اور موضوع

سورت کا نام: آیت نمبر ۵۵ میں آل عمران کا لفظ آیا ہے، اسی کو علامت کے طور پر اس سورت کا نام قرار دے دیا گیا ہے۔

سورۂ فاتحہ، بقرہ اور سورۂ آل عمران ایک دوسرے سے گہرا ربط وتعلق رکھتی ہیں۔ سورۂ فاتحہ میں مغضوب علیہم اور ضالین لوگوں کے راستے سے بچنے کی دعا مانگی گئی تھی۔ سورۂ بقرہ میں مغضوب علیہم (یہود) اور سورہ آل عمران میں ضالین (نصاریٰ) کی گمراہیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ دونوں سورتیں سورۂ فاتحہ کی تفسیر ہیں۔

[1] صحيح البخاري: ٥٠٠٩۔ [2] مستدرك للحاكم: ٢٠٦٦؛ ضعيف الجامع: ١٦٠١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام زمانے کے لحاظ سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر مقدم ہیں، اس لیے سورۂ بقرہ میں اول الذکر کی سرگزشت بیان ہوئی اور سورہ آل عمران میں مؤخر الذکر پر گفتگو کی گئی۔

سورۂ آل عمران کا زمانہ نزول

بدر کی شکست کا مشرکین کو بڑا رنج تھا۔ اس پر یہود کے رویے نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سال کے اندر اندر مکے سے تین ہزار کا ایک لشکر مدینہ پر حملہ آور ہوگیا اور احد کا معرکہ پیش آیا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کا لشکر ایک ہزار تھا، مگر راستے سے تین سو منافقین یکا یک الگ ہوکر مدینے کی طرف پلٹ گئے۔ کفر و اسلام کی اس جنگ میں اول اول مسلمانوں کو وقتی طور شکست ہوئی بالآخر حق تعالیٰ نے فتح عطا فرمادی۔ اس سورت میں جنگ احد میں پہنچنے والے نقصان کے اسباب کا جائزہ لیا گیا ہے، تاکہ ان کمزوریوں اور کوتاہیوں کی اصلاح ہو سکے جو اس موقع پر جماعت میں پائی گئی تھیں۔ علاوہ ازیں اس میں اہل ایمان کو اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہنے، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر جمے رہنے، جہاد کرنے اور امتحان کے موقع پر انتشار و اختلاف سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے، اس طرح وہ اسلام کی پیروی کا صحیح حق ادا کرسکیں گے۔ اور عسر و یسر میں اللہ کی اطاعت پر قائم رہ سکیں گے۔ اس لحاظ سے نصف اول کی حیثیت تمہید کی سی ہے اور نصف ثانی کی حیثیت مقصود کی۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

الوہیت خداوندی اور اس کی صفات حی وقیوم سے سورت کا آغاز کرنے کی وجہ ☆ ان صفات الٰہیہ کے اسرار اور حکمتیں ☆ نزول قرآن کی ضرورت ☆ آیات محکمات اور متشابہات میں حکمت ☆ ''زیغ قلوب'' دلوں کا کوڑھ ناقابل علاج مرض ہے۔ ☆ راہ حق کی اصل رکاوٹ کفر ہے ☆ منکرین کو عذاب کی دھمکی ☆ غزوۂ بدر میں قدرت ربانی کی کرشمہ سازیاں ☆ مرغوبات نفس کا تذکرہ ☆ حاملین قرآن کا کردار ☆ صبر، صدق، خشیت الٰہی، انفاق و استغفار کی حقیقت ☆ اسلام ہی دین الٰہی ہے ☆ یہود پر قتل انبیاء و صلحاء کی فرد جرم ☆ یہود کی فطرت نافرمانی ☆ دعائیہ انداز میں اس امت کے لیے عزت و عظمت اور رزق کی بشارت ☆ یہود و نصاریٰ کی منصب امامت سے معزولیت اور اس امت کو امامت کے منصب پر قائم کرنے کا ذکر ☆ اللہ کی محبت سب محبتوں کی اصل ہے ☆ مسیح و مریم اور زکریا و یحییٰ علیہما السلام کی سرگزشت ☆ عقیدۂ توحید ہی صراط مستقیم ہے ☆ مسیح علیہ السلام اور ان کے صحابہ مسلم وموحد تھے ☆ رفع عیسیٰ الی السماء کے دلائل ☆ عیسیٰ علیہ السلام کی مثال آدم علیہ السلام کی سی ہے۔ ☆ نصاریٰ کو مباہلے کا چیلنج، ان کا راہ فرار اختیار کرنا ان کے بطلان کی دلیل ہے ☆ شرک فساد فی الارض ہے، جبکہ توحید ایک حقیقت ہے۔ ☆ ابراہیم علیہ السلام مسلم تھے ☆ یہود اہل ایمان سے حد درجہ بغض رکھتے ہیں ☆ عہد الٰہی سے یہود کے فرار کی صورتیں ☆ انبیاء کے باب میں بنی اسرائیل سے میثاق ☆ اسلام تمام کائنات کا دین ہے ☆ کفر کی آخرت میں نحوست کا بیان ☆ حب الٰہی کے لیے انفاق کی عادت ضروری ہے ☆ کعبہ کے بیت اللہ ہونے کی نشانیاں ☆ حج کی سنت اور ایک تنبیہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

☆ مسلمانوں کو اہل کتاب کے فتنوں سے بچنے کی تاکید اور اعتصام بحبل اللہ کی تلقین ☆ خلافت کے قیام کا بنیادی مقصد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ☆ خیرامت کا منصب اور اس کے تقاضے ☆ یہود پر ذلت کی مار ☆ اہل کتاب کے باایمان گروہ کی صفت ☆ اہل کتاب کی چالوں سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ☆ صبر وتقویٰ کلید کامیابی ہے ☆ غزوۂ احد کے واقعات پر تبصرہ اور واقعہ بدر کی یاددہانی ☆ یہود کی عادات بد مثلاً سودخوری وغیرہ سے بچنے کی تلقین ☆ حصول جنت کے لیے انفاق اور سبق بالخیرات کی ضرورت ☆ راہ حق میں آزمائشیں ناگزیر ہیں ☆ تقدیر کا انکار اور دنیوی تدابیر کو ہی مفید سمجھنا منافقین کی سوچ ہے ☆ استقامت اور توکل علی اللہ اہل ایمان کی صفات ☆ شرک بے بنیاد ہے ☆ منافقین کا پروپیگنڈہ کہ اللہ کی نصرت کہاں گئی ☆ احد میں شکست کا ایک سبب ☆ نصرت خداوندی کی شرائط ☆ غم احد میں ازالہ ہم کے پہلو ☆ مایوسی و دل شکستگی کی بجائے توکل علی اللہ اور اطاعت رسول کا راستہ اپنایا جائے ☆ بعثت نبوی کی برکات ☆ شہداء کے باایمان پسماندگان کے ساتھ رعایت ☆ شکست کے باوجود مخلصین کا حوصلہ قائم رہنا ☆ واقعہ احد کی حکمت: طیب وخبیث میں امتیاز ☆ یہود کی ایک اور شرارت ☆ معجزہ کی طلب قربانی کے ضمن میں ☆ قرآن کا جواب اور اہل کتاب کو آخری تنبیہ ☆ خاتمہ سورت میں ارباب بصیرت کی دعا ☆ عمل صالح اور اس کی جزا ☆ دنیاداروں سے عدم التفات کا رویہ ☆ شریعت کے حقوق ادا کرنے کے ضابطے ☆ صبر، دشمن کے خلاف اسلحہ کی تیاری، اور تقویٰ

سورت کے مضامین تفصیلی تجزیہ

(آیات ۱ -۹)﴿ الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۗ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۝ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾

''الم۔ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں جو آپ زندہ اور باقی سب کو قائم رکھنے والا ہے۔ اس نے تم پر حق کے ساتھ اس کتاب کو نازل کیا، جو اپنے سے پہلے کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، اسی نے تورات اور انجیل اتاری جو لوگوں کو راہ دکھاتی تھی، اس سے پہلے اور قرآن بھی اسی نے اتارا، بے شک جو اللہ کی آیتوں سے کفر کرتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور اللہ غالب بدلہ لینے والا ہے۔ یقیناً اللہ پر زمین و آسمان کی کوئی چیز چھپی نہیں اور وہی ہے جو ماں کے پیٹ میں تمہاری صورت بناتا ہے جیسے چاہتا ہے، اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ غالب وحکمت والا ہے۔''

جس سورت میں جس قوم کی اصلاح پیش نظر ہوتی ہے اسی کے عقائد سے تمہید بیان کی جاتی ہے، سورۂ بقرہ میں یہود کی اصلاح مقصود تھی، اس لیے سورت کا آغاز ﴿ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۖ فِيْهِ ﴾ سے کیا گیا۔ نصاریٰ توحید کی بجائے چونکہ تثلیث کا عقیدہ وضع کر چکے تھے۔ اس لیے اس سورہ میں ﴿ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ﴾ سے بات شروع کی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نیز واضح فرمایا کہ قرآن نازل کرنے والی ذات وہی ہے جس نے تورات وانجیل کو نازل فرمایا تھا، پھر اللہ تعالیٰ کی الوہیت، قدرت اور صنعت گری کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ ماؤں کے رحموں میں جیسی چاہتا ہے وہ خود تصویریں بناتا ہے، لہٰذا ابنیت یا تثلیث جیسے کج رو عقیدے کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے؟

متشابہ آیات سے مراد اور اہل اللہ کا رویہ

قرآن کی آیات دو طرح کے مضامین پر مشتمل ہیں۔ ایک وہ جو انسان کی معلوم دنیا سے متعلق ہیں مثلاً: تاریخی واقعات، آفاقی وانفسی نشانیاں، دنیوی زندگی کے احکامات وغیرہ۔ دوسرے وہ جن کا تعلق ان غیبی امور سے ہے جو انسان کے لیے ناقابل ادراک ہیں۔ مثلاً: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفات، جنت وجہنم کے احوال وغیرہ۔ پہلی قسم کو قرآن میں محکم انداز میں یعنی براہ راست اسلوب میں بیان کیا ہے جبکہ دوسری قسم کی باتوں کو متشابہ اسلوب میں بیان کیا گیا ہے، کیونکہ وہ انسانی ذہن اور ادراک و شعور سے باہر ہیں۔ جو لوگ اس فرق کو نہیں سمجھتے وہ متشابہ آیات کا مفہوم بھی بہ انداز محکم متعین کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔ ایسے لوگ کبھی منزل (ہدایت) حاصل نہیں کر سکتے۔ اہل ایمان کی نشانی تو یہ ہے کہ وہ ہر قسم کی آیات پر ایمان لاتے ہیں جبکہ گمراہ لوگ متشابہات میں الجھے رہتے ہیں، لہٰذا اہل ایمان کو چاہیے کہ وہ دلوں کی کجی سے اللہ کی پناہ مانگا کریں: ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾

حق والے بے یار و مددگار نہیں ہیں

(آیات ۱۰ - ۳۲) ان آیات میں بتایا گیا کہ کفار و منکرینِ حق اس دنیا میں اور آخرت میں عذاب کے مستحق ہیں جس طرح ماضی میں فرعون و آل فرعون تھے اور حال ہی میں کفارِ مکہ میدان بدر میں ذلیل کیے گئے جو تعداد میں مومنین کے مقابلے میں زیادہ تھے، کیونکہ اللہ حق والوں کی مدد کرتا ہے، حق والے بے یار و مددگار نہیں ہیں۔ دین حق صرف اسلام ہے (یہودیت وعیسائیت نہیں) اہل کتاب اور مکہ والے اسلام لے آئیں تو ہدایت پر آ جائیں گے، ورنہ انہیں انبیاء اور اہل حق وعدل کے ساتھ ظلم کرنے کی پاداش میں سخت ترین عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ انہیں اس زعم میں نہیں رہنا چاہیے کہ وہ اللہ کے چہیتے ہیں۔ انہیں جو رسوائی مل رہی ہے وہ ان کے اعمال کے بدلے میں ہے اور ان سے امامت، نبوت اور حکومت چھین کر امتِ مسلمہ کو دی جا رہی ہے، تو بھی ان کے برے اعمال کے باعث۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے عزت دے جسے چاہے ذلت دے، جس سے چاہے شاہی چھین کر گدائی دے دے، لیکن اصلاً اس کے ہاتھ میں خیر ہی خیر ہے: ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ اہل ایمان کو چاہیے کہ وہ کفار کے ساتھ دوستی نہ رکھیں۔ اللہ دلوں کی ہر بات کو جانتا ہے اور اس دن کیا حال ہوگا جب ہر نفس کے سامنے اس کی تمام کارکردگی آ جائے گی اور وہ خواہش کرے گا کہ اس کی برائیوں اور اس کے درمیان بہت دوری ڈال دی جائے: ﴿تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا﴾ یاد رکھو کہ اللہ کی محبت کے حصول کا ذریعہ اطاعتِ رسول ہے۔ اس سے بے پروائی صرف کافر ہی کر سکتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نصاریٰ کی بدعات کی تردید

(آیات ۳۳-۵۴) یہاں تک سورت کی تمہید تھی۔ اب نصاریٰ کی بدعات کی تردید شروع ہورہی ہے جو اس سورت میں اصل مضمون کی حیثیت رکھتی ہے۔ پہلے اس سلسلۂ رشد و ہدایت کا حوالہ دیا گیا ہے، جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس دنیا کی رہنمائی کے لیے قائم فرمایا۔ اس ضمن میں سیدنا آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران (صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین) کا ذکر ہوا کہ ان لوگوں کو حق تعالیٰ نے دنیا کی امامت وہدایت کے لیے منتخب فرمایا تھا۔

نبوت وامامت کسبی اعزازات نہیں ہیں بلکہ اللہ کی نگاہ انتخاب تھیں۔

آل عمران کا خاص طور پر ذکر سیدنا مسیح علیہ السلام کے ذکر کی تمہید ہے اس لیے کہ اسی مبارک خاندان کی چشم و چراغ سیدہ مریم والدۂ مسیح علیہ السلام تھیں، کیونکہ ان کا تعلق بھی رشد وہدایت کے اسی سلسلۃ الذھب سے ہے، جس کو حق تعالیٰ نے دنیا کی ہدایت کے لیے منتخب فرمایا ہے اس کا مقصد نصاریٰ پر واضح کرنا ہے کہ ان کے بارے میں تمہارے عقائد الوہیت، مافوق البشریت، تثلیث وتصلیب وغیرہ سب باطل ہیں۔

سیدہ مریم علیہا السلام کی ابتدائی زندگی کے واقعات کو پیش کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ عزت اللہ والوں کو ملی (جو ان یہودیوں عیسائیوں کے بھی بڑے تھے) امرأۃ عمران نے اللہ کے لیے اپنے پیٹ کے بچے کو وقف کر دیا تو مریم جیسی بچی تولد ہوئی۔ جسے اللہ نے خاص طور پر اپنی نشانی کے اظہار کے لیے چنا تھا، وہ نہایت پاکدامن اور دنیا جہان کی سب عورتوں میں فضیلت وعظمت والی تھیں۔ ان کی تربیت سیدنا زکریا علیہ السلام جیسے صاحب کردار اور صالح پیغمبر نے کی تھی جنھوں نے توحید ربانی کا شاندار عقیدہ ان میں اتنا راسخ کر دیا تھا کہ غیب سے رزق ملنے پر اس بچی نے برملا کہا: ﴿هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ اس سے نصاریٰ پر واضح کیا گیا ہے کہ یہ سرگزشت ایک پاکیزہ خصائل تابعدار بندی کی سرگزشت ہے نہ کہ ان کے زعم کے مطابق مادر خداوند کی (نعوذ باللہ) اور ان کا عقیدہ توحید ہی تھا۔ اسی طرح سیدنا زکریا علیہ السلام کو بڑھاپے میں بیٹا عطا کیا اور ان کی دعا بھی قبول ہوئی۔ یہ دونوں کام خود ان کے لیے بھی باعث تعجب تھے، لیکن اللہ کی قدرت سے بعید نہ تھے۔ اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ خرق عادت رزق کا ملنا یا اولاد کا پیدا ہونا خدا ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ اگر یہی دلیل ہے تو سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا خیال ہے؟ حالانکہ وہ بھی قدرت کے خاص رویے سے معرض وجود میں آئے تھے؟

سیدنا مسیح علیہ السلام کی تعلیم کا خلاصہ

سیدنا مسیح علیہ السلام نے تورات کی اصل تعلیم کو اجاگر کیا اور وہ اس کے سوا کیا تعلیم تھی کہ میرا اور تم سب کا رب ایک اللہ ہی ہے، اسی کی عبادت کرو۔ یہ تھی وہ اصل بات جو درحقیقت اس سورت کا لب لباب ہے، یعنی نصاریٰ پر ان کی گمراہی کو واضح کرنا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ کی الوہیت کی طرف لوگوں کو بلایا۔ نیز یہ کہ ان کے ماننے والے عیسائی نہ تھے، بلکہ بڑے پکے مسلم تھے: ﴿قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾ ''بے شک میرا اور تمھارا رب اللہ ہے، لہٰذا تم اسی کی عبادت کرو، یہی صراط مستقیم ہے۔'' معلوم ہوا کہ ہمیشہ سے عقیدۂ توحید ہی صراط مستقیم قرار دیا جاتا رہا ہے۔

مسیح کے غریب حواری

﴿ فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴾ جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے علماء، فقہا اور سرداروں کے رویے سے محسوس کر لیا کہ یہ ایمان لانے والے نہیں، تو انھوں نے اپنی ساری توجہ اپنے ان غریب ساتھیوں کی طرف پھیر دی جو مالدار تو نہیں تھے، لیکن دولتِ ایمان سے مالا مال تھے۔ ان کا یہ جملہ اسی موقع کا تھا:

''اے مچھلیوں کے پکڑنے والو! آؤ میں تمھیں آدمیوں کے پکڑنے والا بناؤں۔''

حواریوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ کی راہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہیے کہ ہم تابعدار ہیں۔ اے ہمارے پالنے والے معبود! ہم تیری اتاری ہوئی وحی پر ایمان لائے اور ہم نے تیرے رسول کی اتباع کی، پس تو ہمیں گواہوں میں لکھ لے۔ معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے ماننے والے بالعموم غریب ہی رہے ہیں۔

سیدنا مسیح علیہ السلام کے خلاف یہود کی سازشوں کی ناکامی

(آیات ۵۵ -۵۸) ① سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے دشمنوں نے بہت ستایا۔ آپ اور آپ کے ساتھیوں پر اسلاف کی روایات توڑنے اور بزرگوں کی توہین کا الزام لگایا تاکہ عوام کے جذبات بھڑکائے جا سکیں۔

② اپنے مخصوص آدمیوں کو بھیج کر ان سے ایسے ایسے سوالات کیے جن کے جواب سے آپ کے خلاف کفر وارتداد کے فتوے کا مواد فراہم ہو سکے۔

③ ملک پر رومیوں کا اقتدار تھا، ان کو بھڑکانے کے لیے مواد فراہم کرنے کی کوشش کی گئی۔ جیسے خراج کی ادائیگی سے متعلق سوال یا بادشاہ ہونے کا دعویٰ۔

④ آپ کے بارہ شاگردوں میں سے ایک منافق یہودا کو رشوت دے کر اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ وقت آنے پر آپ کی مخبری کرے گا اور گرفتار کروائے گا۔

اس موقع پر حق تعالیٰ نے سیدنا مسیح علیہ السلام کو تسلی دی اور کئی قسم کی خوشخبریاں سنائیں، پھر انھیں زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا۔ اس طرح ان کے خلاف یہودیوں کی سازشوں کو ناکام کر دیا۔

رفع عیسیٰ الی السماء کا عقیدہ

یاد رہے کہ اس مسئلے کا تعلق عقیدے سے ہے۔ اہل اسلام کا متفقہ عقیدہ یہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نہ قتل ہوئے اور نہ سولی پر چڑھائے گئے، بلکہ آسمانوں پر زندہ اٹھا لیے گئے تھے: ﴿ وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ... وَمَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ (النساء: ۱۵۷، ۱۵۸)

صحیح احادیث میں آتا ہے کہ آپ قرب قیامت تشریف لائیں گے، لیکن ایک نبی کی حیثیت سے نہیں بلکہ شریعت محمدی کے تابع کی حیثیت سے۔ آپ عیسائیت کے تمام معتقدات کو تہ و بالا کریں گے، خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے۔

سورۂ آل عمران میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے چار امور کا وعدہ کیا:

① تجھے پورا پورا واپس لے لوں گا۔ ② تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا۔

③ جن لوگوں نے تمھارا انکار کیا ہے (ان کی معیت اور ان کے گندے ماحول) سے تمھیں پاک کروں گا۔

④ جو تمہارے پیروکار ہوں گے ان کو قیامت تک تمہارے منکرین پر غلبہ عطا کروں گا۔

یہ چاروں وعدے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل وکرم سے پورے ہوئے اور دشمنوں کی تدبیریں ناکام رہیں۔

﴿وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ﴾

''مکر اللہ'' سے مراد اللہ کی ایسی تدابیر ہیں جن سے دشمن کے چھکے چھوٹ جائیں۔

عیسائیوں کے ایک اور عقیدے کی تردید

(آیات ۵۹ - ۶۰) ﴿اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ سیدنا مسیح علیہ السلام بن باپ پیدا ہونے کی وجہ سے ابن اللہ تھے۔ ان کے اس گمراہ کن نظریے کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ امتیاز ان کے ابن اللہ ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا، کیونکہ سیدنا آدم علیہ السلام بھی تو بن باپ اور بن ماں کے پیدا ہوئے تھے۔ ان کی تخلیق بھی مٹی ہی سے ہوئی تھی۔ اسی طرح سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہیں تو پھر ان کا بن باپ پیدا ہونا الوہیت کی وجہ کیسے بن سکتا ہے؟

وفد نجران کو مباہلے کا چیلنج اور ان کا فرار

(آیات ۶۱ - ۶۳) نجران (یمن) نزول قرآن کے زمانے میں مسیحی مذہب کا بڑا مرکز تھا، ان کے علماء اور پیشواؤں کا ایک وفد ۹ ہجری میں مدینہ منورہ آیا اور رسول اللہ ﷺ سے مسیحی عقائد کے بارے میں بحث کی۔ آپ نے بہت دلائل دیے لیکن وہ نہ مانے۔ جب آپ نے محسوس کیا کہ یہ لوگ دلائل سے ماننے والے نہیں ہیں تو آپ نے انہیں ایک آخری چیلنج دیا کہ اگر تم اپنے آپ کو برسر حق سمجھتے ہو تو مباہلے (ایک دوسرے پر لعنت کی بددعا) کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اگلی صبح نبی کریم ﷺ اپنے اہل خانہ کے ساتھ میدان میں آ گئے۔ نجرانی عیسائی یہ دیکھ کر مرعوب ہو گئے، آپس میں صلاح مشورہ کرنے لگے۔ ایک عالم نے کہا: تم جانتے ہو کہ اللہ نے بنی اسماعیل سے ایک نبی بھیجنے کا وعدہ کیا تھا، بعید نہیں یہ وہی نبی ہوں۔ تو پھر ایک نبی سے مباہلے کا کیا نتیجہ نکل سکتا ہے، سوائے رسوائی اور تباہی کے۔ اس لیے بہتر ہے کہ صلح کر کے واپس لوٹ جائیں۔ یہاں کہا گیا کہ حق ان لوگوں پر واضح ہو چکا تھا مگر انھوں نے قبول نہ کیا کہ اس طرح اپنی قوم میں ان کی سرداری، اقتدار، وجاہت، مفادات، اور عیش سے وہ محروم نہ ہو جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ خود اس دین سے دور رہتے ہیں اور لوگوں کو اس سے دور رکھتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ وہ کسی دلیل کے محتاج یا طالب ہوتے ہیں۔ دراصل یہ مصالح، مفادات اور نفس کی خواہشات ہوتی ہیں جو انھیں حق پر چلنے سے روکتی ہیں۔ اسی لیے قرآن انہیں مفسدین کہتا ہے: ﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ﴾ ”بلاشبہ یہی صحیح بیان ہے، اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور یقیناً اللہ ہی سب پر غالب اور حکیم و دانا ہے۔ اب اگر وہ منہ موڑیں تو اللہ مفسدین کو خوب جانتا ہے۔“

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرح سیدنا مسیح علیہ السلام اور تمام انبیاء مسلمان تھے

(آیات ٦٤ - ٧١) سیدنا مسیح علیہ السلام کی اصل حقیقت واضح کرنے اور نصاریٰ پر حجت تمام کر دینے کے بعد یہود و نصاریٰ دونوں کو مخاطب کر کے ان کو توحید اور اسلام کی دعوت دی جا رہی ہے کہ توحید ہی اصل دین اور تمام مذاہب کے درمیان مشترک ہے۔ انبیائے سابقین کی تعلیم بھی توحید ہی کی تھی۔ توحید یہ ہے کہ اللہ کو ایک مانا جائے اور صرف اسی کی عبادت کی جائے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ توحید کی یہ تعلیم اب اپنی خالص صورت میں صرف اسلام اور قرآن میں محفوظ ہے۔ دوسرے مذاہب نے اس کو بدل رکھا ہے۔

مشرکین مکہ اپنے آپ کو ابراہیمی یا حنیفی کہلاتے تھے، اسی طرح یہودی اور عیسائی بھی اپنی مذہبی تاریخ کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے جوڑتے تھے۔ ہر زمانے کے لوگ اسی طرح اپنے نبیوں اور بزرگوں کے نام کو اپنی بدعات اور تحریفات کے لیے استعمال کرتے رہے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس حقیقت کو بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ ان سب کا یہ دعویٰ جھوٹا ہے کیونکہ تورات و انجیل ابراہیم علیہ السلام کے کافی عرصہ بعد نازل ہوئیں: ﴿وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ تو وہ خود اس کے پیروکار کیسے ہو گئے؟ کوئی عقل کی بات کرو اور شرک سے اعلان برات تو انہوں نے ہزار دفعہ کیا، لہٰذا ان کے جانشین مسلمین ہیں نہ کہ مشرکین: ﴿اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَھٰذَا النَّبِىُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ”ابراہیم سے نسبت رکھنے کا سب سے زیادہ حق اگر کسی کو ہے تو ان لوگوں کو ہے جنھوں نے ان کی پیروی کی اور اب یہ نبی اور اس کے ماننے والے اس نسبت کے زیادہ حق دار ہیں۔“

اس کے بعد مسلمانوں کو تنبیہ کی کہ ان اہل کتاب کے فتنوں سے بچ کے رہو۔ ان کی ساری کوشش یہ ہے کہ تمھیں صراط مستقیم سے ہٹا کر گمراہی کی راہ پر ڈال دیں۔ اور اہل کتاب کو سرزنش کی کہ حق کی جانتے بوجھتے مخالفت کرنا اور دوسروں کو بھی حق سے روکنا آخر کیا پیشہ ہے جسے تم نے اختیار کر رکھا ہے۔

اہل کتاب کی بدعملیوں کی مذمت

(آیات ٧٢ - ٨٠) سابقہ آیات میں اہل کتاب کی اعتقادی گمراہیوں کا جواب دیا گیا، یہاں ان کی بدعملیوں، سازشوں اور شرارتوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ ان کا مقصد تمھیں اپنے دین سے برگشتہ کرنا ہے۔ اس سے ان کے مسلمانوں سے گہرے بغض و حسد کا پتہ دیا جو بنی اسرائیل کے اندر بنی اسماعیل کے خلاف تھا اور وہ انہیں کتاب و شریعت کے حامل نہیں دیکھ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سکتے تھے، کیونکہ یہود جن میں عرصہ دراز تک نبوت وسلطنت رہی ہے اس زعم میں مبتلا ہو گئے تھے کہ وہی حق پر ہیں، اللہ کے چہیتے ہیں، ان کے گروہ سے باہر کے لوگ ہدایت سے یکسر خالی ہیں اس لیے وہ اس صداقت کو ماننے کے لیے ہرگز تیار نہ ہوئے جو ان کے گروہ سے باہر ظاہر ہوئی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا کہ کسی کو اپنے دین کی نمائندگی کے لیے قبول کرنا اللہ کی خصوصی رحمت ہے، اس کا فیصلہ گروہ کی بنیاد پر نہیں ہوتا۔ یہ سعادت اس کو ملتی ہے جسے اللہ اپنے علم کے مطابق پسند کرے: ﴿قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ اس عداوت وحسد نے بنی اسماعیل کے خلاف بنی اسرائیل کے مجموعی کردار واخلاق کو بھی ایک خاص ڈھانچے میں ڈھال دیا تھا۔ دیانت وکردار کے لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو یہ لوگ حاسد ہونے کے ساتھ ساتھ انتہا درجے کے نالائق بھی ہیں جو لوگوں کے پیسے دبا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ایک دینار بھی آسانی سے واپس کرنے پر تیار نہیں ہوتے۔ اس نالائقی وبدکرداری کا سبب ان کا یہ زعم ہے کہ اللہ نے انہیں سب سے افضل اور خاص طور پر امیین سے افضل بنایا ہے۔ اس طرح وہ اللہ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہیں: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ﴾ نیز یہ لوگ آسمانی تعلیمات میں تحریف کرتے ہیں۔ انبیائے سابقہ کی طرف مشرکانہ عقائد منسوب کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ کبھی بھی ممکن نہیں کہ کسی نبی یا رسول نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے کی بجائے اپنی طرف دعوت دی ہو۔ انہوں نے ہمیشہ اللہ کی طرف ہی بلایا ہے:

﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ . . . وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ﴾

نبوت محمدی پر انبیائے کرام سے پختہ وعدہ

(آیات ۸۱ - ۹۱) ﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ . . .﴾ جس اسماعیلی نبی پر یہودی ایمان لانا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں ان کی نبوت پر تو ہر نبی سے عہد لیا جا چکا ہے۔ اگر اس سے مراد عمومی عہد لیا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسی عہد کا نتیجہ تھا کہ ہر پیغمبر نے اپنی امت کو بعد میں آنے والے نبی کی خبر دی ہے اور اس کا ساتھ دینے کی ہدایت کی ہے۔ اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ عہد سب انبیاء سے عالم ارواح میں لیا گیا تھا کہ جب وہ ''رسول'' ظاہر ہوں گے، تو وہ سب اپنی نبوت کے دعوے سے دستبردار ہو کر انہی کی فرمانبرداری میں آ جائیں گے۔

جبکہ بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ میثاق النبیین میں اضافت فاعل کی طرف نہیں، مفعول کی طرف ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ انبیاء سے میثاق لیا گیا بلکہ یہ مطلب ہے کہ انبیاء کے بارے میں بنی اسرائیل سے عہد لیا گیا تھا، چونکہ بنی اسرائیل ہی کتاب و حکمت کے امین بنائے گئے تھے اس لیے یہاں خطاب انہی سے ہے۔ اس عہد کا تذکرہ قرآن کریم میں مختلف اسالیب سے ہوا ہے۔ دیکھیے سورۂ مائدہ: ۱۲، اعراف ۱۵۶، ۱۵۷۔

اب ان اہل کتاب کا اس ''رسول'' کے ساتھ یہ رویہ اختیار کرنا بلا جواز اور اس میثاق کی خلاف ورزی ہے جو تمھارے انبیاء سے لیا گیا تھا، حالانکہ وہ ''رسول'' اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کے طالب و داعی نہیں ہیں۔ اسلام کا معنی ہے: اللہ کی فرمانبرداری کرنا، جبکہ اسی کی فرمانبردار زمین و آسمان کی ہر چیز ہے: ﴿وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام وایمان کے تقاضے

اب کھلے لفظوں میں بتایا جارہا ہے کہ اسلام کا تقاضا ہے کہ اللہ پر ایمان لایا جائے اور نبی کریم ﷺ پر نازل ہونے والی وحی پر اور اس وحی پر جو محمد ﷺ سے پہلے سیدنا ابراہیم، اسماعیل واسحٰق علیہم السلام اور ان کی اولاد پر نازل ہوئی (جو ان یہود ونصاریٰ کے بھی بڑے تھے) کسی ایک نبی میں فرق ڈالنا جائز نہیں تو اس جلیل القدر آخری نبی کا انکار کرنا کتنا شدید جرم ہوگا نبی کریم ﷺ کی نبوت اسلام کی دعوت ہی ہے جس کے سوا کوئی مذہب اللہ کے ہاں قبولیت حاصل نہیں کرسکتا: ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ﴾ اس لیے ان منکرین کو ہدایت نصیب نہیں ہوسکتی جو رسولِ برحق کا انکار کرتے ہیں بلکہ یہ دنیا و آخرت میں لعنت کے حقدار ہیں۔

ایمان سب سے قیمتی متاع ہے

آیت نمبر ۹۱ میں ایمان کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایمان اتنی قیمتی متاع ہے کہ جب کفار قیامت کے دن پھنس جائیں گے تو اگر وہ ساری زمین کے برابر سونا بھی عذابِ جہنم کے بدلے پیش کریں تو قبول نہیں کیا جائے گا: ﴿فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَنْ تَنَالُوا: 4

حقیقی نیکی محبوب چیز کی قربانی ہے

(آیات ۹۱ -۹۹) ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ کلام کا آغاز اس بات سے ہوا ہے کہ نیکی کا صحیح تصور اور اس کی اصل روح اللہ جل شانہ کی محبت ہے، ایسی محبت کہ رضائے الٰہی کے مقابلے میں دنیا کی کوئی چیز عزیز نہ ہو اور اس کی محبت کی دلیل یہ ہے کہ اپنی سب سے پیاری چیز اللہ کی راہ میں خرچ کر دی جائے۔ آیت کے نزول کے بعد اصحاب رسول میں انفاق کا جو جذبہ پیدا ہوا اس کی کوئی مثال تاریخ پیش نہیں کر سکتی بعض صحابہ نے نظر دوڑائی کہ ہمارے پاس سب سے قیمتی اور پیاری چیز کیا ہے جس نے جو سمجھا اسے لاکر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ ان کے برعکس اہل کتاب ہیں جو اپنے سارے دعووں کے باوجود کسی کا دیا ہوا ایک دینار تک واپس کرنے پر تیار نہیں ہیں۔ یہ لوگ شریعت اسلام کے خلاف پروپیگنڈے میں لگے رہتے ہیں۔ یہاں واضح کیا گیا ہے کہ اصلاً یہ یہود ملت ابراہیم کے منکر ہیں۔ انہوں نے چھوٹی چھوٹی چیزوں کو دین داری سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ دینداری چھوٹی چھوٹی چیزوں کا نام نہیں ہے بلکہ اللہ کی راہ میں اپنی سب سے پیاری چیز کی قربانی دینا ہی اصل ایمان ہے: ﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ﴾ (البقرہ: ۱۷۷)

اس آیت کریمہ میں اصحاب رسول کی فضیلت اور نیکی کے حصول میں سبقت و رغبت واضح ہوتی ہے جنہوں نے اس پر عمل کر کے ایمان کا ثبوت دیا، جنہوں نے اس آیت کے نازل ہوتے ہی انفاق فی سبیل اللہ کا شاندار اور بے مثال مظاہرہ کیا۔

ملت ابراہیم کا نمائندہ صرف اسلام ہے

قرآن اور محمد ﷺ کی تعلیمات پر جب علمائے یہود کوئی معقول اعتراض نہ کر سکے (کیونکہ دین کی بنیاد جن امور پر ہے ان میں سابقہ انبیاء کی تعلیمات اور نبی عربی کی تعلیم میں بالکل فرق نہ تھا) تو انہوں نے فقہی اعتراضات شروع کر دیے۔ اس سلسلے میں ان کا پہلا اعتراض یہ تھا کہ آپ نے کھانے پینے کی بعض ایسی چیزوں کو حلال قرار دیا ہے جو پچھلے انبیاء کے زمانے سے حرام چلی آ رہی ہیں۔ مثلاً یہود کی خود ساختہ فقہ میں اونٹ اور خرگوش کا گوشت کھانا حرام تھا، جبکہ اسلام میں جائز ہے۔ یہود کہنے لگے کہ اگر اسلام اللہ کا دین ہے تو اس میں حرام و حلال کے مسائل ہماری شریعت کے مطابق کیوں نہیں ہیں۔ جواب میں فرمایا کہ یہ چیزیں ملت ابراہیم میں حرام نہ تھیں، بلکہ کسی وجہ سے سیدنا یعقوب علیہ السلام نے از خود اپنے اوپر ناروا قرار دے رکھی تھیں: ﴿اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ﴾ سیدھا راستہ یہ نہیں کہ تم چھوٹی چھوٹی چیزوں کو معیار حق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرار دے لو، سب سے بڑی سچائی یہ ہے کہ ملت ابراہیم کی پیروی کرو، جس کا اصل نمائندہ اسلام ہے۔

فرضیت حج

اس قدیم گھر کا حج کرنا ہر صاحب استطاعت پر فرض قرار دیا گیا ہے۔ جو کفر کے باعث اس کی زیارت ترک کرے گا اللہ کو بھی اس کی کوئی پروا نہیں ہے: ﴿ وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق فرض ہے کہ جو اس کے گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں، وہ اس کا حج کریں اور جو کوئی اس کے حکم کی پیروی سے انکار کرے، تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔ اس لیے اے اہل کتاب! اللہ کی نشانیوں کا انکار کر کے حق کے راستے میں رکاوٹ مت بنو۔ اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے:

﴿ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾

فرقہ بندی سے بچنے کی تلقین

(آیات ۱۰۰ - ۱۰۹) ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴾ ایمان والوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ اگر تم اہل کتاب کے پیچھے لگے تو اپنے دین سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ اس لیے اللہ کے ساتھ اپنا رشتہ مضبوط رکھو، اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور مرتے دم تک اسلام پر قائم رہو: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت آئے اسلام کی حالت میں۔'' اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور فرقہ بندی سے بچو، تاکہ تم صراط مستقیم پر قائم رہ سکو: ﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ﴾ اللہ کا یہ احسان کبھی نہ بھولو کہ اس نے تمہیں اسلام جیسی دولت سے سرفراز کیا ہے۔ ورنہ تمہاری باہمی عداوتوں نے تمہیں جہنم کنارے لا کھڑا کیا تھا: ﴿ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ﴾ اس دین کی قدر کرو اور اس کی تبلیغ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیے ایک مستقل جماعت تیار ہونی چاہیے جو سیاسی اقتدار و اختیار کی حامل ہو اور زمین پر نظام خلافت قائم کرے۔ اس کے بغیر آخرت میں رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

جو کچھ کہا جا رہا ہے بالضرور حق ہے، خالی خولی دھمکی نہیں ہے: ﴿ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ﴾ نظام حکومت کی بنیاد اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بے غل وغش اطاعت ہونی چاہیے۔ کیونکہ وہی زمین وآسمان کا مالک حقیقی ہے اور سب معاملات اسی کی طرف لوٹتے ہیں: ﴿ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴾

نااہل لوگوں کی منصب امامت سے معزولی اور اس امت کی کامیابی کا راز

(آیات ۱۱۰ - ۱۲۰) ﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ... ﴾ اوپر کی تنبیہات سے واضح ہوا کہ اہل کتاب جس منصب امامت پر اب تک سرفراز رہے ہیں، وہ ہر پہلو سے اس کے نااہل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثابت ہو چکے ہیں۔ بنا بریں وہ اس منصب سے معزول ہو چکے ہیں اور اللہ نے یہ امانت اس امت کے سپرد فرمائی جو اس کی اہل ہے۔ان کی جگہ اس امت مسلمہ کے کھڑا کرنے کا مقصد امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور ایمان باللہ کو عام کرنا بتایا گیا ہے۔جس میں اہل کتاب بری طرح ناکام ہو گئے ہیں اور وہ اس پر بری طرح تلملا رہے ہیں۔ وہ تمھیں نقصان پہنچانے کی غرض سے کئی ہتھکنڈے استعمال کریں گے۔لیکن وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، کیونکہ اللہ نے ان کے کفر اور قتل انبیاء جیسے بھیانک جرائم کی وجہ سے قیامت تک کے لیے ان پر ذلت چپکا دی ہے۔اب وہ مر مر کے جئیں گے ،جئیں گے تو بھی دوسروں کے سہارے۔تم ان سے دوستی مت رکھنا اس لیے کہ اب ان کے دلوں میں تمہارے خلاف حسد وعداوت اور بغض کے سوا کچھ نہیں ہے،لیکن یہ اسلام کا بال بھی بیکا نہیں کر سکیں گے: ﴿لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۭ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾

معرکہ بدر نصرت الٰہیہ کا واضح ثبوت ہے

(آیات ۱۲۱ - ۱۲۹) گزشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ اگر مسلمان صبر وتقویٰ پر قائم رہیں تو کوئی طاقت انہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی اور یہ کہ غزوۂ احد کے موقع پر جو عارضی شکست اور تکلیف مسلمانوں کو پہنچی ، وہ انہی دو چیزوں میں بعض حضرات کی طرف سے کوتاہی کی بنا پر تھی۔ان آیات میں غزوۂ احد کے ضمن میں انہی دو چیزوں کا بیان ہوا ہے اور ثبوت کے طور پر غزوۂ بدر کی فتح کا بیان ہوا: ﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

غزوۂ احد میں نصرت الٰہی کا نزول

یہ آیات جنگ احد ۳ھ کے بعد نازل ہوئیں ، بدر کی شکست کا مشرکین کو بڑا رنج تھا۔اس کا بدلہ لینے کے لیے ایک سال کے اندر اندر مکے سے تین ہزار کا ایک لشکر مدینہ پر حملہ آور ہو گیا اور احد کا معرکہ پیش آیا۔اس جنگ میں مسلمانوں کا لشکر ایک ہزار تھا مگر راستے میں تین سو منافقین الگ ہو کر مدینے پلٹ گئے۔عبداللہ ابن ابی اور منافقین کے اس رویے سے کچھ انصاری مسلمانوں میں پست ہمتی پیدا ہوئی مگر رسول اللہ ﷺ نے یاد دلایا کہ ہم اپنے لشکر و سپاہ پر بھروسا نہیں کرتے ، بلکہ اللہ پر توکل کرتے ہیں۔ بدر میں ایسا ہو چکا ہے کہ فرشتوں کے ذریعے سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمہاری مدد فرمائی تھی ، وہ اب بھی مدد کرنے پر قادر ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے ان مسلمانوں کے سینے کھول دیے۔اہل ایمان میں اگر کسی وجہ سے کم ہمتی پیدا ہو جائے تو یہ ایک وقتی لہر ہوتی ہے ایسے موقع پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندوں کو تنہا نہیں چھوڑ دیتا، بلکہ ان کا مددگار بن کر دوبارہ انہیں ایمان وتوکل پر جما دیتا ہے۔اسی طرح جنگ احد میں عارضی شکست کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی، جب دشمن کی فوج فتح کے باوجود میدان جنگ چھوڑ کر واپس چلی گئی تو بجائے مدینہ کے ان کا رخ مکہ کی طرف ہو گیا اور مغلوب جماعت نے غالب آنے والوں کا پیچھا کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جہاد اور انفاق فی سبیل اللہ کا تعلق

(آیات ۱۳۰ -۱۳۶) جہاد کامیابی کی بنیاد ہے اور یہ انفاق کے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتا۔ احد کی شکست سے جو بددلی پیدا ہوئی تھی اس کو دور کرنے کے لیے اس کی بعض حکمتیں اور مصلحتیں واضح فرمائی ہیں، تاکہ جن مسلمانوں کے دلوں میں جو افسردگی پیدا ہوئی ہے، ان کے اندر از سرنو انفاق و جہاد کی حرارت پیدا کی جائے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً ...﴾ سودی کاروبار زر پرستی کی بدترین شکل ہے، جو شخص اس کے جال میں پھنس گیا، وہ دن رات اسی فکر میں غلطاں رہتا ہے کہ کسی طرح اس کا مال دگنا اور چوگنا ہو جائے وہ اس کے لیے دن رات دوڑتا ہے، جبکہ اسے جنت اور مغفرت کی طرف دوڑنا چاہیے: ﴿وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ ...﴾ آدمی اپنا مال اس لیے بڑھانا چاہتا ہے کہ دنیا میں اسے عزت ملے اور اس کی زندگی شاندار ہو۔ مگر دنیوی زندگی کی کامیابی بے حقیقت ہے۔ اصل اہمیت اُخروی کامیابی کی ہے۔ اس لیے سود سے مال بڑھانے سے منع کیا گیا اور وہ بڑھے گا بھی کتنا لیکن انفاق سے واقعتاً بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ اس کی بجائے جنت و مغفرت کے لیے کوشش کرنے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں ان کے اندر احسان کا مزاج پیدا ہو جاتا ہے، یعنی وہ جو کام بھی کریں وہ ان کے رب کی نظر میں زیادہ سے زیادہ پسندیدہ قرار پائے۔ وہ آزاد زندگی کی بجائے پابند زندگی گزارتے ہیں۔ اللہ کی رضا کی خاطر وہ اپنا مال تنگی و فراخی میں خرچ کرتے ہیں، غصہ آئے تو اسے پی جاتے ہیں اور کسی سے برائی کا بدلہ لینے کی بجائے اسے معاف کر دینا پسند کرتے ہیں: ﴿وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾ اگر ان سے غلطی ہو جائے تو اس کے بعد فوراً چونک جاتے ہیں۔ اللہ سے معافی مانگتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ اللہ کی مغفرت و رحمت کے مستحق ہیں۔

راہِ ایمان میں مشکلات کوئی انوکھی چیز نہیں ...... معرکہ احد کی روشنی میں

(آیات ۱۳۷ -۱۴۳) یہاں سے پھر جنگ احد کے حوالے سے اہل ایمان کو پہنچنے والے نقصان پر تسلی دی جارہی ہے کہ مسلمان کی زندگی میں اس قسم کے نشیب و فراز کوئی نئی بات نہیں اور نہ اللہ کی نصرت کے مختلف ذرائع ہی نئی چیز ہیں۔ حالات کے اتار چڑھاؤ سے گھبراؤ مت۔ غم و حزن میں نہ پڑو تو سر بلندیاں تمہارے قدم چومیں گی، بشرطیکہ تم ایمان میں مضبوط رہو: ﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾ تکلیف تمہیں پہنچی ہے تو زخم تمہارے دشمنوں کو بھی کم نہیں لگے، یہ دن ایک جیسے نہیں رہتے، ہم پھیر پھیر کر لاتے ہیں: ﴿وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾ تمہارے اور کافروں کے انجام میں فرق بہت زیادہ ہے۔ وہ جہنم کے باسی، تم جنتوں کے وارث ہو۔ جنت اتنی سستی تو نہیں ہے، جب تک اللہ مجاہدوں کو آزمانہ لے، انہیں کیسے انعام دے؟: ﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ﴾

معرکہ احد میں عارضی ہزیمت کی وجوہات

(آیات ۱۴۴ -۱۴۸) جنگ احد میں پہنچنے والے نقصان کا سبب منافقین بھی تھے اور بعض مسلمانوں کی غلط فہمی بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھی۔ اس لیے ضرورت پیش آئی کہ جنگ کے حالات پر تفصیل سے تبصرہ کیا جائے اور اس قسم کی کمزوریوں کی نشاندہی کی جائے، مثلاً: جبل رماۃ پر متعین تیرانداز دستے کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں کوتاہی، جن کو ہر حال میں وہاں جمے رہنے کا حکم دیا گیا تھا کہ ہمیں فتح ہو یا شکست تم نے یہ درہ نہیں چھوڑنا، لیکن جب فتح ہوگئی تو مال غنیمت حاصل کرنے کی غرض سے یہ دستہ اپنے امیر سیدنا عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور چند ساتھیوں کے سوا (جنہیں تنہا پا کر بعد میں کافروں نے شہید کر دیا تھا) باقی سب اپنا مورچہ چھوڑ کر میدان میں پہنچ گیا، نیز جب نبی کریم ﷺ کے قتل کی جھوٹی خبر پھیلی تو مسلمانوں کے دلوں میں کمزوری پیدا ہوگئی۔ کچھ بھاگ کھڑے ہوئے، کچھ بے خوفی سے مرنے مارنے پہ تل گئے۔ یہ صورتحال نہایت خطرناک تھی۔ اس سے اس خیال کو تقویت ملتی ہے کہ ایک مسلمان اللہ کے لیے نہیں لڑتا بلکہ رسول اللہ ﷺ کی حیات کے لیے لڑتا ہے، حالانکہ نبی کریم ﷺ بھی پہلے انبیائے کرام کی طرح اپنے منصب کو پورا کرنے کے بعد اس دنیا سے جانے والے ہیں۔ جبکہ اللہ کا دین ہمیشہ رہنے والا ہے، اللہ کا کام ہر حال میں پورا ہو کر رہے گا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں آپ سے پہلے انبیاء بھی آئے اور اپنا کام پورا کر کے چلے گئے۔ ایک دن آپ نے بھی فوت وہ جانا ہے۔ کیا آپ کی موت یا شہادت کے ساتھ دین ختم ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں اور کیا ایسی صورت میں اے اہل ایمان! تم دین چھوڑ جاؤ گے۔ اگر ایسا کرو گے تو اللہ کا کچھ نہیں بگاڑو گے، اپنا ہی نقصان کرو گے: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا﴾ پہلے بھی کئی انبیاء اور ان کے ساتھی شہید ہوئے، ان حالات کا شکار ہوئے، لیکن انہوں نے بزدلی وضعف کا مظاہرہ نہ کیا بلکہ اللہ سے ثابت قدمی اور مغفرت کی دعا کی، اللہ ایسے ہی لوگوں کو پسند کرتا ہے: ﴿فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

شرک اور بزدلی کا چولی دامن کا ساتھ ہے

(آیات ۱۴۹ - ۱۵۸) جنگ احد میں وقتی شکست سے مخالفین کو کہنے کا موقع ملا کہ اگر تمہارا دین سچا ہوتا تو تمہیں اتنی ہزیمت کیوں اٹھانا پڑتی۔ اب بھی اپنا نفع نقصان سوچ لو اور واپس آ جاؤ۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مسلمانوں کو ہدایت کی کہ دشمنوں کی باتوں پر کان نہ دھریں کیونکہ وہ تمہیں نقصان میں ڈالنا چاہتے ہیں: ﴿اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۞ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ﴾ اللہ کی مدد کو خاطر میں رکھیں۔ مشکل مواقع پر اہل ایمان اگر ثابت قدم رہیں تو بہت جلد ایسے ہوتا ہے کہ اللہ کی نصرت کفار و مشرکین کے دل میں رعب کی صورت میں نازل ہوتی ہے۔ جیسا کہ معرکہ احد میں ہوا۔ مسلمان شکست خوردہ ہیں اور مشرکین فتح یاب، اس کے باوجود وہ ایسے دم دبا کر بھاگے کہ انہوں نے مڑ کر بھی مدینے کی طرف نہیں دیکھا۔ بلکہ نبی کریم ﷺ نے اپنے جانثاروں کے ہمراہ مشرکین کا حمراء الاسد نامی جگہ تک پیچھا کیا۔ جس سے کفار کے فرار میں تیزی کے ساتھ مرعوبیت بھی آگئی۔

جنگ احد میں مسلمانوں کی طرف سے صادر ہونے والی خطائیں جو انجانے میں یا اسلام میں حدیث العہد ہونے کی وجہ سے سرزد ہوئی تھیں سب معاف کر دی گئیں۔ یہ اس لیے کہ ہم نہیں چاہتے کہ تم ماضی کے واقعات پر غم کرو، بلکہ اس پر دل میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کچھ ملال نہ لاؤ۔ اللہ اپنے نبی کے جانثاروں کو مغموم ومحزون نہیں دیکھنا چاہتا، تقدیر پر ایمان لانے کا یہی سب سے بڑا فائدہ ہوتا ہے کہ مومن ہر حال میں اپنے رب کی رضا پر راضی رہے: ﴿لِّكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ﴾

جنگ احد میں ۷۰ جانثاروں کی شہادت بہت بڑا جانی نقصان تھا، چونکہ منافقین عبداللہ ابن ابی کی قیادت میں احد کو جاتے ہوئے راستے سے اپنی رائے کے منظور نہ ہونے کے بہانے واپس ہو گئے تھے (ان کی رائے تھی کہ جنگ شہر میں رہ کر لڑی جائے) اس پر انہیں یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ اگر مسلمان ہماری بات مان لیتے، یعنی باہر نکل کر نہ لڑتے تو اس طرح قتل نہ ہوتے۔ اس طرح خطرہ تھا کہ مسلمانوں کے دلوں میں حسرت پیدا ہو جائے۔ اس لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے اس وسوسے کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ زندگی وموت اللہ کے ہاتھ میں ہے سب نے مرنا ہے اور جو اللہ کی راہ میں مرتے ہیں وہ تو اللہ کی مغفرتوں کے مستحق ہو جاتے ہیں: ﴿وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ﴾ خسارہ تو ان کے لیے ہے جو جیتے تو ہیں مگر مر مر کر۔

نبی کریم ﷺ کی بعثت بڑی رحمت ہے

(آیات ۱۵۹۔۱٦٤) معرکہ احد میں بہت نقصان ہوا، لیکن مسلمانوں کی تربیت کے لیے بھی بہت سے پہلو زیر بحث آ گئے۔ خود نبی کریم ﷺ کے تدبر وحوصلے کے بھی کئی مظاہر سامنے آئے۔ اسی ضمن میں نبی کریم ﷺ کو تلقین کی جارہی ہے کہ اللہ کی رحمت سے آپ اپنے ساتھیوں کے حق میں بہت نرم خو ہیں۔ اگر آپ غلیظ القلب ہوتے تو یہ سب آپ کے اردگرد سے بھاگ جاتے: ﴿وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ﴾ اس لیے آپ درگزر سے کام لیں اور ان کے حق میں استغفار کیا کریں۔ معاملات میں ان سے مشورہ کریں اور جب آپ عزم کر لیں تو اللہ پر توکل کرتے ہوئے فیصلے پر جم جائیں۔ وحی کے باوجود اللہ اپنے نبی کو ساتھیوں سے مشورہ کرنے کی تلقین فرما رہا ہے، اس سے اسلام میں مشورہ کی اہمیت عیاں ہوتی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی بعثت مومنوں پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے، جس نے انہی میں سے ایک نبی مبعوث فرمایا جو اللہ کی آیات ان پر تلاوت کرتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔ اس کی آمد سے قبل یہ کھلی گمراہی میں تھے: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ﴾

یہی کسوٹی نبی کریم ﷺ کے جانشینوں کی صداقت کی ہے۔ وہ قرآن وحدیث سے انسانوں کی روحانی بیماریوں کا علاج کریں۔

اسلامی جماعت کے سربراہ کی خصوصیات

اس مقام پر نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات کے حوالے سے قیادت کے چند اصول بیان کیے گئے کہ قائد حوصلہ مند، مدبر، اپنے ساتھیوں کے حق میں بردبار، نرم خو، نرم دل، عفو ودرگزر سے کام لینے والا، ان کی کوتاہیوں پر استغفار کرنے والا، ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے معاملات میں مشورہ کرنے والا، فیصلے پر جم جانے والا، اللہ پر توکل کرنے والا، اسی کو حامی و ناصر سمجھنے والا، خیانت نہ کرنے والا اور اللہ کی رضا پر راضی رہنے والا ہونا چاہیے وہ اپنے کارکنوں سے ایسا سلوک کرے کہ وہ اسے اپنے ہی میں سے سمجھیں۔ وہ اپنے ساتھیوں کو قرآن بھی سکھائے، ان کا تزکیہ قرآن پڑھ پڑھ کر کرے اور انہیں کتاب و سنت سکھائے۔

☆ جماعت کے کسی کارکن سے غلطی ہو جائے خواہ وہ کتنی بڑی بھی ہو۔ اگر وہ شر پسندی نہیں ہے تو قابل معافی ہے۔ سربراہ کو چاہیے کہ ایسی ہر غلطی بھلا کر انہیں اس کا احساس تک نہ ہونے دے۔ بلکہ ان سے ہر قومی معاملے میں مشورہ کرتا رہے۔ کارکنوں کو بھی چاہیے کہ وہ امیر جماعت کے بارے میں حسن ظن رکھیں اور خواہ مخواہ بدگمانیوں میں مبتلا نہ ہوا کریں۔

غزوۂ احد کی آزمائش

(آیات ۱۶۵ - ۱۷۱) یہاں سے دوبارہ معرکہ احد سے پیدا ہونے والی صورتحال کا تجزیہ کیا جا رہا ہے کہ مومنوں کو اس شکست سے سخت کلفت تھی کہ باوجود مسلمان ہونے کے یہ مصیبت کیوں اور کدھر سے آ گئی۔ منافقین کی شرانگیزیاں بھی دل کاٹ رہی تھیں کہ اگر گھروں میں بیٹھے رہتے تو ان مصائب سے دو چار نہ ہوتے۔ جو میدان جنگ میں کام آ گئے، وہ زندگی سے محروم ہو گئے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا کہ جتنی مصیبتیں تم پر آئی ہیں ان سے دو چند تم کفار مکہ کو اس سے پہلے غزوۂ بدر میں پہنچا چکے ہو۔ اب تمہارے ستر ساتھی شہید ہوئے جبکہ تم نے بدر میں کفار کے ستر قتل کیے اور ستر قیدی بنا لیے تھے: ﴿ أَوَلَمَّآ أَصَٰبَتۡكُم مُّصِيبَةٞ قَدۡ أَصَبۡتُم مِّثۡلَيۡهَا ﴾

البتہ اس معرکہ احد میں پہنچنے والی مصیبتیں نبی کریم ﷺ کی نافرمانی اور تمہاری کوتاہیوں کے سبب آئی ہیں: ﴿ قُلۡتُمۡ أَنَّىٰ هَٰذَاۖ قُلۡ هُوَ مِنۡ عِندِ أَنفُسِكُمۡ ﴾ اور معرکہ اس لیے پیش آیا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ مومنوں اور منافقوں کو الگ الگ کرنا چاہتا تھا: ﴿ وَلِيَعۡلَمَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ... وَلِيَعۡلَمَ ٱلَّذِينَ نَافَقُواْ... ﴾ نیز اللہ کی مشیت میں ایسے ہی تھا، تم اس کی حکمتوں سے پوری طرح واقف نہیں ہو سکتے۔

منافقین کے اس وسوسے اور شرانگیزی کہ اگر تم مسلمان ہماری بات مان لیتے تو نہ مارے جاتے، کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ان سے کہو: اگر موت و حیات کے مالک تم خود ہی ہو کہ کسی تدبیر سے اسے ٹال سکتے ہو تو اپنے آپ کو موت سے بچا کر دکھاؤ: ﴿ قُلۡ فَٱدۡرَءُواْ عَنۡ أَنفُسِكُمُ ٱلۡمَوۡتَ إِن كُنتُمۡ صَٰدِقِينَ ﴾

فی سبیل اللہ قتل ہو جانے والے مردہ نہیں

جنگ احد میں شہید ہو جانے والوں کے بارے میں منافقین کی زبان درازی کا جواب دیتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں مارے جانے والے مرے کہاں ہیں وہ تو دائمی زندگی کے مالک ہو گئے ہیں۔ انہیں مرنے کے ساتھ ہی رزق پہنچنا شروع ہو جاتا ہے اور ایک خاص قسم کی حیات انہیں میسر آ جاتی ہے، جس کا شعور تمہارے لیے ناممکن ہے اور وہ اپنے رب کی عطا و فضل پر بہت خوش ہیں، صرف یہی نہیں بلکہ اپنے پیچھے رہ جانے والوں کو بھی بشارت کا پیغام بھیجتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾

زخمی مسلمانوں کی وفا شعاری اور بہادری

(آیات ۱۷۹-۱۷۲) مشرکین احد میں جب بھاگ کھڑے ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ اگر ان کا تعاقب نہ کیا گیا تو وہ ہم پر دوبارہ حملہ کر سکتے ہیں۔ اس لیے بہتر ہے کہ ان کے پیچھے جایا جائے۔ ان حالات میں کہ مسلمان شکست کی وجہ سے ذہنی و جسمانی زخموں سے چور تھے، اپنے قائد کے حکم پر فوری طور پر آمادہ سفر ہو گئے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کی یوں تحسین فرمائی: جن لوگوں نے زخم کھانے کے بعد بھی اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہا، ایسے ہی نیکو کاروں کے لیے بڑا اجر ہے: ﴿ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾ اتنی دیر میں مشرکین کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہو چکا تھا، مگر حملے کی غرض سے واپسی کے لیے بھی تیار نہ ہوئے۔ اس دوران میں قبیلہ عبدالقیس کا ایک تجارتی قافلہ جو مدینے جا رہا تھا، اسے کافروں نے کچھ رقم دے کر آمادہ کیا کہ مدینہ پہنچ کر ایسی خبریں پھیلائے جس سے مسلمان ڈر جائیں۔ انہوں نے مدینہ پہنچ کر کہنا شروع کر دیا کہ ہم دیکھ آئے ہیں۔ مکہ والے ایک بھاری لشکر حملے کے لیے جمع کر رہے ہیں۔ مگر مسلمانوں کا توکل علی اللہ کافروں کی سازش کی ناکامی کا سبب بن گیا اور وہ کافروں کی سوچ سے قبل از وقت آگاہ ہو گئے اور نبی کریم ﷺ اپنے زخم خوردہ ساتھیوں سمیت آٹھ میل دور حمراء الاسد تک پہنچ گئے۔ انہیں جب آپ کے اقدام کی خبر ملی تو وہ گھبرا کر مکے کی طرف واپس چلے گئے۔ یوں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کفار کی شیطانی چال ناکام بنا دی۔

اس شبہ کا جواب دیا جا رہا ہے کہ ایمان کے باوجود انہیں تکلیف کیوں پہنچی؟ فرمایا: اس لیے تاکہ خبیث اور طیب کے درمیان فرق ہو جائے: ﴿ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ... ﴾

انفاق فی سبیل اللہ میں بخل کی مذمت

(آیات ۱۸۰) کسی بھی تحریک کی کامیابی کے لیے اس کے کارکنوں میں مال خرچ کرنے کا جذبہ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے جو لوگ اپنے مال کو سینت سینت کر رکھتے ہیں اور ضروری مواقع پر بھی بخل سے کام لیتے ہوئے خرچ کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ ان کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ وہ یہ حقیقت ہرگز نہ بھولیں کہ زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ کی ملکیت ہے۔ قیامت کے دن یہی مال ان کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا: ﴿ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ اس لیے وہ اس زعم میں نہ رہیں کہ بخل کر کے وہ فائدے میں رہیں گے۔

یہودیوں پر فرد جرم عائد کر دی گئی

(آیات ۱۸۹-۱۸۱) یہود کے امراض، بخل، حق کی تکذیب کے لیے بہانہ تراشیاں، موت سے فرار، اہل ایمان کی ایذا رسانی، اللہ کے ساتھ کیے گئے عہد کی خلاف ورزی، جھوٹی دینداری کی شہرت وغیرہ کا ذکر اور ان خصلتوں سے اہل ایمان کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھیجنے کا حکم دیا گیا۔ قرآن کریم میں اہل ایمان کو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے، اسے اللہ کو قرض دینے سے تعبیر کیا گیا ہے اس پر بدباطن منافق مذاق اڑانے لگے کہ دیکھو اللہ فقیر ہوگیا ہے اسی لیے تو وہ ہم سے قرض مانگ رہا ہے: ﴿لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ﴾ ہم نے ان کے اس گستاخانہ قول کو لکھ لیا ہے۔ ان کے جرائم اگرچہ پہلے بھی کوئی کم نہ تھے، انبیاء کا قتل جیسا قبیح جرم بھی ہم ان کے کھاتے میں لکھ چکے ہیں۔ یہ لوگ بھول گئے ہیں کہ ان کا انجام موت ہے۔ جس کے بعد ساری صورتحال بدل جائے گی۔ موت تمام جھوٹے سہاروں کو ختم کردے گی۔ آخرت میں حقیقی کامیابی جہنم سے بچ کر جنت میں داخلہ ہوگی: ﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ...﴾ یہود سے پہلے بھی پختہ عہد لیا گیا تھا کہ وہ دیانتداری سے کتاب پر عمل کریں گے اور اس کی تعلیمات کو ہرگز نہ چھپائیں گے۔ مگر انہوں نے اسے پس پشت ڈال دیا۔ بس دینداری کا زعم رکھا اور جھوٹی شہرت کو پسند کیا۔ یہ لوگ دردناک عذاب کے حقدار ہیں اور وہ ان کے لیے تیار ہے: ﴿وَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

سورۂ آل عمران کا اختتام

(آیات ۱۹۰ - ۲۰۰) ﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ﴾

آسمان اور زمین کی پیدائش اور رات دن کے ادل بدل میں یقیناً عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں جو اللہ کا ذکر کھڑے، بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے بھی کرتے ہیں اور آسمان وزمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں: اے ہمارے رب! تو نے یہ بے فائدہ نہیں بنایا، تو پاک ہے، پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے۔ اے ہمارے پالنے والے! تو جسے جہنم میں ڈالے یقیناً تو نے اسے رسوا کیا اور ظالموں کا مددگار کوئی نہیں۔ اے ہمارے رب! ہم نے پکارنے والے کو سنا وہ ایمان کی طرف بلا رہا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ، پس ہم ایمان لائے۔ یا الٰہی! ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری برائیاں ہم سے دور کردے اور ہماری موت نیک لوگوں کے ساتھ کر، اے ہمارے پالنے والے! ہمیں وہ دے جس کا وعدہ تو نے ہم سے اپنے رسولوں کی زبانی کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر، یقیناً تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ پس ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمالی کہ تم میں سے کسی کام کرنے والے کے کام کو ضائع نہیں کروں گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت، تم آپس میں ایک دوسرے کے ہم جنس ہو، اس لیے وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے اور جنہیں میری راہ میں ایذا دی گئی اور جنہوں نے جہاد کیا اور شہید کیے گئے، میں ضرور ان کی برائیاں ختم کرکے انہیں ان جنتوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، یہ ہے ثواب اللہ کی طرف سے اور اللہ ہی کے پاس بہترین ثواب ہے۔

پوری سورت کا خلاصہ ان آخری آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ خاتمہ سورۂ بقرہ کے خاتمہ سے بہت ملتا ہے۔ وہاں بھی سورت کا اختتام ایمان اور دعا پر خاتمہ ہوا۔ یہاں بھی ایمان کی حقیقت "اسلام" خودسپردگی کو عقل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دخرد کا تتمہ قرار دیا۔ ہر گمراہ فرقہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے، عقلمند تو خیال کرتا ہے۔ حالانکہ عقلمند تو وہ ہے جو نظام کائنات پر غور کرے اور اللہ تعالی کی یاد میں مگن رہے اور اس بات کا اقرار کرے کہ اللہ کا دین حق ہے، اس کا سارا منصوبہ حق ہے۔ عذاب جہنم سے اللہ کی پناہ مانگے، اپنے رب پر کامل ایمان لائے، گناہوں کی بخشش اور رب کی مغفرت کا طلب گار رہے۔ نیک لوگوں کے ساتھ کا طالب ہو اور قیامت کے دن کی رسوائی سے بچنے کی دعا کرے۔

نیز فرمایا کہ کفار کا دنیا میں بظاہر پھلنا پھولنا ان کے مقرب یا کامیاب ہونے کی دلیل ہرگز نہیں ہے۔ یہ چندروزہ عروج بے حقیقت ہے۔ اس کے بعد ان کے لیے دائمی رسوائی ہے۔ جبکہ اللہ والوں کے لیے اللہ کے ہاں مہمان نوازی ہے۔ جنتوں کے حقدار مومن اہل کتاب میں سے وہی ہیں جو پہلی وحی کے ساتھ ساتھ محمد ﷺ پر نازل ہونے والی وحی پر بھی ایمان لائیں۔ اللہ سے ڈریں اور دین کو عام اہل کتاب کی طرح دنیاداری کا ذریعہ نہ بنائیں۔ چونکہ اس سورت میں غزوہ اُحد کے حوالے سے مسلمانوں کی کوتاہیوں کی اصلاح کی گئی ہے۔ اس لیے آخر میں انہیں پھر نصیحت کی جا رہی ہے کہ وہ ہر موقع پر صبر سے کام لیں۔ باطل پرستوں کے مقابلے میں پامردی کا مظاہرہ کریں۔ حق کی خدمت کے لیے کمربستہ رہنا، دشمنوں کے مقابلے کے لیے گھوڑے تیار رکھنا اور اللہ سے ڈرتے رہنا ہی کامیابی کے بنیادی اصول ہیں۔ ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾

سُوْرَۃُ النِّسَاۗءِ

یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی، اس کی ایک سو ستتر آیات اور چوبیس رکوع ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت اور موضوع

اس سورت میں چونکہ عورتوں کے مسائل پر گفتگو فرمائی گئی ہے اس لیے اس کا نام سورۂ نساء رکھا گیا ہے۔ یہ سورت پچھلی سورت کے بعد اس طرح شروع ہوگئی ہے کہ اس کے ابتدائی الفاظ ہی سے معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ سورۂ آل عمران ہی کا تتمہ ہے۔ آل عمران کی آخری اور نساء کی پہلی آیت ایک ہی حکم پر مشتمل ہے، یعنی تقویٰ اور صبر و ثبات کا حکم اور اس سورت میں بھی انہی دونوں چیزوں کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

اسلامی معاشرے کی تنظیم کے لیے سورۂ بقرہ میں چند ابتدائی ہدایات دی گئی تھیں۔ سورۂ آل عمران میں عقائد و نظریات پر گفتگو ہوئی تھی، جن پر ایک اسلامی معاشرہ قائم ہوتا ہے۔ جنگ احد اور اس کے بعد وہ چیزیں عملاً وقوع پذیر ہوئیں۔ جن سے اسلامی سوسائٹی متاثر ہو کر سبوتاژ ہو سکتی تھی۔ سورۂ نساء میں اسی امر کا تفصیل کے ساتھ جائزہ لیا گیا ہے کہ مسلمان اپنی اجتماعی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زندگی کو اسلام کے طریق پر کس طرح درست کریں۔

مضامین سورت کا اجمالی تجزیہ

اہمیت تقویٰ کہ اس کے بغیر خدائے رحمن اور رحم ورشتے کے حقوق ادا نہیں ہو پاتے ☆ معاشرے کی تنظیم سے متعلق بنیادی اصول ☆ تعدد ازدواج میں حکمت ومصلحت ☆ یتیموں کے اموال کی حفاظت کے لیے ضابطے ☆ وراثت کی شرعی تقسیم ☆ زنا کی روک تھام کے لیے عارضی حکم ☆ توبہ کی مہلت اور شرائط ☆ جاہلیت کے مکروہ رواجوں کی اصلاح ☆ ناپسند بیوی سے حسن سلوک کی نوعیت ☆ باپ کی منکوحہ سے نکاح کی حرمت ☆ محرمات ابدی کی وضاحت ☆ مال وجان کی حرمت کی تاکید ☆ خاندان کی تنظیم کے لیے ہدایات ☆ مرد کی سربراہی اور نیک عورتوں کا رویہ

حقوق العباد کے ساتھ حقوق اللہ کا ذکر ☆ شرک، تکبر، بخل، ریاکاری سے بچنے اور عقیدہ توحید، تواضع، انفاق واخلاص کی تلقین ☆ باطنی نجاستوں کے ساتھ ساتھ ظاہری نجاستوں سے بچنے کے احکام ☆ حرمت شراب کا دوسرا مرحلہ ☆ نشہ عقل کی نجاست ہے اور جنابت بدن کی ☆ تیمم کی حکمت اور مواقع ☆ اسلامی سوسائٹی کی تنظیم وتشکیل ☆ جہاد کے ساتھ کفار کے مقابلے کا جذبہ ☆ خبروں کی تصدیق کی ضرورت ☆ تیمم، نماز قصر اور نماز خوف کی اجازت ☆ ہجرت کا حکم ☆ منافقین کی اقسام ☆ اسلام سے مزاحم قوتوں کا ردعمل اور جواب وعلاج ☆ منصب امامت وسیادت سے بنی اسرائیل کی معزولی اور بنی اسماعیل کے تعین کے موقع پر تین وعدے ☆ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت غیر مشروط ☆ طاغوت سے فیصلہ چاہنا ایمان کے منافی ہے ☆ منافقین کا مکروہ طرز عمل قابل قبول نہیں ☆ ایمان کی بنیاد، رسول کی اطاعت ضروری ہے ظاہری اور باطنی ہر لحاظ سے ☆ ہجرت وجہاد کی برکات صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق اور پاکباز لوگوں کی رفاقت ہے ☆ جہاد کی ضرورت ومحرکات، جہاد، نماز وزکوۃ میں گہری مناسبت ☆ شفاعت حسنہ اور شفاعت سیئہ کی وضاحت ☆ اسلامی معاشرے میں سلام کی اہمیت، ہجرت اور جہاد ایمان کا لازمہ ہیں ☆ تعزیری قوانین کا اجرا اور قتل عمد کی سنگینی ☆ قتل خطا کا کفارہ ☆ جہاد کی اصل روح نماز ☆ نماز باجماعت کی اہمیت ☆ نماز قصر اور نماز خوف کا مسئلہ۔

شرک کے ناقابل معافی ہونے کا بیان ☆ نجات کی راہ ایمان وعمل صالح ہے ☆ خانگی مسائل میں عدل کی اہمیت ☆ عدل پر ہر حالت میں قائم رہنے کی تلقین ☆ منافقین کے تذبذب کی تصویر ☆ کفار سے دوستی نفاق اور کفر کی دلیل ہے ☆ منافقوں کا درجہ کفار سے بھی بدتر ہے ☆ مظلوم کو اظہار مافی الضمیر کی اجازت ☆ اللہ اور اس کے رسول کے احکام میں فرق کرنے والے پکے کافر ہیں ☆ یہود کی بعض خباثتوں اور شرارتوں کا ذکر ☆ سیدہ مریم علیہا السلام پر بہتان کی نوعیت ☆ واقعہ قتل مسیح کی تردید اور رفع عیسیٰ الی السماء کا عقیدہ ☆ انذار وتبشیر تمام انبیاء کا مشترک مشن ☆ غلو سے بچنے کا حکم ☆ مسیح اللہ کی اصل حقیقت ☆ تثلیث کا عقیدہ شرک خالص ہے ☆ غلو کا بڑا سبب استکبار ہے اور کلالہ کی میراث کا حکم۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱- ۱۰) ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝ وَ اٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪ وَ لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ﴾

اللہ سے ڈرتے رہنے کا حکم، جس نے سب کو ایک ہی جان سے پیدا کیا۔ تمام مرد و عورت ایک ہی آدم و حوا کی اولاد ہیں اس لحاظ سے تمام انسان برابر ہیں، لہٰذا ہر ایک کے حقوق کی ادائیگی لازمی ہے، مگر سب سے پہلے اپنے قریبی رشتے زیادہ قابل لحاظ ہیں۔ یتیم بچوں کے حقوق کی تاکید اور ان کے اموال کی حفاظت کے احکام دیئے گئے ہیں تاکہ ان میں کسی قسم کی خورد برد نہ ہو، ان کا مال مفت سمجھ کر بے دریغ خرچ نہ کیا جائے، جب تک وہ بالغ اور سمجھدار نہ ہو جائیں ان کا مال نہ ضائع کرو، نہ ردی مال کے ساتھ تبدیل کرو۔ اگر مالدار ہو تو یتیم کے مال کی رکھوالی فی سبیل اللہ کرو۔ اگر فقیر ہو تو اپنی محنت کا عوض لے سکتے ہو۔ ان کے بالغ ہونے کے ڈر سے جلدی جلدی ان کا مال ٹھکانے لگانے کی نہ سوچو۔ جب ان کی امانت ان کے حوالے کرو تو باقاعدہ گواہ بناؤ۔

یتیموں کی سرپرستی کی نیت سے اگر ان کی ماؤں سے نکاح کرنا چاہو تو خلوص نیت کے ساتھ کرو، صرف مال پر قبضہ کرنے کے لیے نہیں۔ ایک سے چار تک عورتوں سے نکاح کر سکتے ہو، بشرطیکہ بے انصافی نہ ہو۔ ورنہ ایک ہی بیوی کافی ہے۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ صاحب حیثیت اور صاحب جمال لڑکی کسی ولی کے زیر پرورش ہوتی تو وہ اس کے مال اور حسن و جمال کی وجہ سے اس سے شادی تو کر لیتا، لیکن اس کو دوسری عورتوں کی طرح حق مہر نہ دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس ظلم سے روکا کہ اگر تم گھر کی یتیم بچیوں کے ساتھ انصاف نہیں کر سکتے تو تم ان سے نکاح مت کرو۔ تمہارے لیے دوسری عورتوں سے نکاح کرنے کا راستہ کھلا ہے۔[①] عورتوں کا حق مہر مقرر کرو اگر وہ خود سے کچھ چھوڑ دیں تو اجازت ہے۔

احکام میراث

سورۂ نساء کی ان آیات (۷- ۱۰) میں پانچ قانونی حکم دیئے گئے ہیں:

① میراث میں مرد و عورت دونوں کا حصہ ہے ② میراث بہر حال تقسیم ہونی چاہیے خواہ اس کی مقدار کتنی ہی کم ہو ③ قانون وراثت ہر قسم کے اموال و املاک، منقولہ و غیر منقولہ جائیداد پر جاری ہوگا ④ میراث کی تقسیم مرنے والے کی موت کے بعد کی جائے گی ⑤ قریبی رشتہ کی موجودگی میں دور کے رشتہ دار میراث کے حقدار نہ ہوں گے۔

---

① صحیح البخاری: ٤٥٧٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آیت ۹، ۱۰ میں دوبارہ یتیموں کے اموال کی حفاظت کے سلسلے میں ہدایت کی اور یتیموں کا مال ظلم سے کھانے والوں پر واضح کیا کہ وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں: ﴿إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا...﴾

تقسیم میراث کے اصول

اسی سورۃ کی آیت (۱۱، ۱۴) سے درج ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

① مرد کا حصہ عورت سے دوگنا ہے۔

② ورثا میں اولاد نرینہ کی بجائے اگر لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوں، خواہ دو یا دو سے زائد، ان میں کل مال کا دو تہائی حصہ تقسیم ہوگا اور باقی تیسرا حصہ دیگر ورثا میں۔

③ اگر میت کا صرف ایک لڑکا ہو تو دوسرے وارثوں کی غیر موجودگی میں وہ کل مال کا وارث ہوگا، اگر دوسرے وارث موجود ہوں تو ان کے حصے نکال کر باقی سارے مال کا وارث وہی ہوگا۔

④ اگر میت صاحب اولاد ہے اور اس کے والدین بھی زندہ ہیں تو ان میں سے ہر ایک کو کل مال کا چھٹا حصہ ملے گا اور دو تہائی میں دوسرے وارث شریک ہوں گے۔

⑤ ماں باپ کے سوا اگر کوئی اور وارث نہ ہو تو باقی دو تہائی باپ کو ملے گا ورنہ دو تہائی میں باپ اور دوسرے شریک ہوں گے۔

⑥ بھائی بہن ہونے کی صورت میں ماں کا حصہ ایک تہائی کی بجائے چھٹا کر دیا گیا ہے، اس طرح ماں کے حصے میں سے جو چھٹا کم کیا گیا ہے وہ باپ کے حصہ میں آئے گا، کیونکہ اس صورت میں باپ کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں۔

یاد رہے کہ میت کے والدین زندہ ہوں تو اس کے بہن بھائیوں کو حصہ نہیں ملتا۔

یہ حصے وصیت اور قرض کی ادائیگی کے بعد نکالے جائیں گے۔ وصیت کو قرض پر اس لیے مقدم کیا گیا کہ ہر مرنے والے کے لیے مقروض ہونا ضروری نہیں جبکہ وصیت بالعموم ہوتی ہے۔ وصیت کل مال کی جائز نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ تہائی مال پر منعقد ہوسکتی ہے۔

وصیت میں انصاف کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ کسی کی محبت میں آ کر دوسرے کے ساتھ زیادتی نہیں کرنی چاہیے تمہیں کیا معلوم کون تمہارے حق میں انجام کے لحاظ سے بہتر ہے؟

ازواج کی وراثت

دوسری آیت میں ازواج کی وراثت کے حصص بتائے گئے ہیں!

خاوند کا حصہ بیوی سے پہلے بتایا گیا ہے، اس کی وجہ مرد کی افضلیت ہے۔

① مرنے والی نے اگر اولاد نہیں چھوڑی تو شوہر کو کل مال کا آدھا حصہ ملے گا اور دوسرا حصہ دیگر ورثا کو ملے گا اور اگر اولاد ہے تو خاوند چوتھائی مال کا مالک ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

④ اگر خاوند بے اولاد فوت ہوا تو بیوی ایک ہو یا زیادہ کل مال کا چوتھا حصہ انہیں ملے گا اور یہ حصہ سب بیویوں میں برابر تقسیم ہوگا۔ بقیہ مال دیگر ورثا میں تقسیم ہوگا اور اگر خاوند کی اولاد ہو تو بیویوں کو آٹھواں حصہ ملے گا۔

کلالہ کی وراثت

کلالہ سے مراد وہ آدمی ہے جو بے اولاد مرا اور جس کے ماں باپ بھی زندہ نہ ہو۔ صرف ایک بھائی یا ماں شریک بہن چھوڑی ہو تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اگر بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو کل ترکہ کے ایک تہائی میں وہ سب شریک ہوں گے۔ نیز فرمایا کہ یہ جو حصے اللہ نے مقرر کیے ہیں ان میں کمی بیشی کرنا جرم اور حدود اللہ کی پامالی ہے، لہٰذا اس سے بچنا ضروری ہے۔

معاشرے کو فواحش سے پاک رکھنے کی منصوبہ بندی

(آیات ۱۵ -۱۸) معاشرے کو فواحش سے پاک رکھنے کے لیے زنا کی ابتدائی سزا بیان کی گئی ہے۔ زانیہ عورت کو تاحکم ثانی قید اور زانی مرد یا زانیہ عورت، دونوں کو اذیت دینے اور ذلیل کرنے کا حکم دیا گیا ہے: ﴿فَإِنْ شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ . . .﴾ بعد میں سورۂ نور میں ان کی مکمل سزا بتادی گئی۔

(آیات ۱۹ -۲۱) واضح کیا جا رہا ہے کہ عورت مال وراثت نہیں ہے کہ باپ کی منکوحہ بیٹے کو وراثت میں مل جائے اور نہ ہی حق مہر اڑانے کے چکر میں انہیں عضو معطل بناؤ۔ بھلے طریقے سے ان کے ساتھ گزران کرو، اگر ان کی کوئی چیز ناپسند بھی ہو تو صبر کرو، ممکن ہے اللہ اس ناپسندیدہ چیز کے بدلے تمہیں بہتر چیز عطا کر دے۔ ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لانے کی خواہش ہو تو محض مال کے لیے پہلی پر تہمت اور بہتان تراشی کرنے سے گریز کرو۔

محرمات ابدیہ

(آیات ۲۲_۲۵) جاہلیت میں شوہر کے مرنے کے بعد اس کی بیویاں بھی مال میراث سمجھ کر تقسیم ہوتی تھیں: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ . . .﴾ خاص طور پر بیٹے بھی ان ماؤں کے مالک بن جاتے تھے۔ اس کو بڑی فحش حرکت قرار دیا ہے! ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ . . .﴾ انسان فطری خواہشات کا مجسمہ ہے، ان میں سے ایک نفسانی خواہش ہے جو عورت و مرد کے درمیان پائی جاتی ہے۔ شریعت تمام انسانی جذبات کی حد بندی کرتی ہے۔ اس نے شہوانی جذبات کے لیے بھی حدود اور ضابطے مقرر کیے ہیں۔ شریعت الٰہی کے مطابق صرف وہی جنسی تعلق صحیح ہے جو نکاح کی صورت میں ایک سنجیدہ معاشرتی معاہدے کی حیثیت سے قائم ہو تاکہ خاندان میں تقدس کی فضا قائم رہے۔ اس مقصد کے لیے نسب، رضاعت یا مصاہرت کے تحت قائم ہونے والے کچھ رشتوں کو حرام قرار دے دیا گیا ہے تاکہ بالکل قریبی رشتوں کے درمیان تعلق شہوانی جذبات سے بالا رہے۔ اس طرح محرمات نسبی، محرمات رضاعی اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محرمات بالمصاہرت، محرمات ابدیہ ہیں اور کچھ عارضی محرمات ہیں جن کی تفصیل آگے آئے گی۔

محرمات نسبی یہ ہیں: مائیں اور بیٹیاں (سب اصل وفرع) بہنیں (علاتی یا اخیافی) پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں اور بھانجیاں اور صلبی بیٹے کی بہو۔

محرمات رضاعی: دودھ پلانے والی مائیں، دودھ شریک بہنیں۔

محرمات بالمصاہرت: بیوی کی مائیں، بیوی کی بیٹیاں۔

محرمات عارضی: جو کسی اور کے نکاح میں ہوں یا بیوی کی موجودگی میں اس کی بہنیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَّالْمُحْصَنٰتُ :5

ان محرمات ابدی کے علاوہ باقی تمام پاکدامن عورتوں سے مہر متعین کر کے نکاح جائز ہے: ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ...﴾ اگر کوئی آزاد مسلمان عورتوں سے غریبی کی وجہ سے نکاح کی طاقت نہیں رکھتا تو مومنہ کنیزوں سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کر لے اور معروف طریقے سے ان کے مہر ادا کر دو۔ اس طرح وہ قید نکاح میں لائی جائیں نہ کہ آزاد شہوت رانی کریں اور چوری چھپے آشنائی کریں پھر اگر وہ بدکاری کی مرتکب ہوں تو جو سزا آزاد عورتوں کے لیے مقرر ہے، اس کی نصف سزا ان پر جاری کی جائے گی۔

قوانین وضوابط کا مقصد؟

(آیات ۲۶ -۲۸) نکاح وغیرہ کے قوانین کی حکمت بیان کی کہ ان سے مقصود انسانی کمزوری کو مدنظر رکھ کر اس کی فطرت کو پاکیزہ رکھنا اور اس کے لیے آسانیاں پیدا کرنا ہے: ﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ اس سورت میں بعض نئے قوانین بیان کیے گئے ہیں مثلاً: وراثت میں لڑکیوں کا حصہ، بیوہ عورت کا سسرال کی بندشوں سے رہائی پانا، عدت کے بعد نکاح کی آزادی، سوتیلی ماں سے نکاح کی حرمت، دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں جمع کرنے کی حرمت، متبنیٰ کو وراثت سے محروم کرنا اور منہ بولے باپ کے لیے متبنیٰ کی بیوہ اور مطلقہ کا حلال ہونا وغیرہ۔

ان اصلاحات میں سے ایک ایک چیز ایسی تھی جس پر بوڑھے اور آبائی رسوم کے پرستار چیخ اٹھے تھے۔ شرارت پسند لوگ ان باتوں کو لے کر نبی کریم ﷺ کی دعوت اصلاح کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتے پھرتے تھے۔ دوسری طرف یہودی تھے جنہوں نے صدیوں کی موشگافیوں سے اصل شریعت پر اپنے خودساختہ احکام وقوانین کا ایک بھاری خول چڑھا رکھا تھا۔ وہ بھی قرآن کے ان احکام سے سخت مضطرب ہوئے۔ اللہ کے سادہ دین کو جب بھی زندہ کیا جائے تو بدطینت لوگ اس کے سخت مخالف ہو جاتے ہیں، کیونکہ یہ ان سے سرداری چھیننے کے ہم معنی ہوتا ہے جس پر چیں بہ جبیں ہو جانا غیر متوقع نہیں۔ اس لیے ان احکام سے ایمان وعمل کے شجر کو بار آور کرنا مقصود ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لین دین میں ظلم وزیادتی سے اجتناب

(آیات ۲۹ - ۳۳) تجارت اور لین دین میں باہمی رضامندی کا اصول وضع کیا گیا، ناجائز طور پر ایک دوسرے کا مال ہڑپ کرنے سے منع کیا گیا: ﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا﴾ بڑے بڑے گناہوں سے بچنے کا حکم دیا۔ دنیا کے تمام انسان ایک دوسرے سے مختلف ہیں ہر شخص کو قدرت کی تقسیم پر راضی رہنا چاہیے ایک دوسرے پر چڑھائی کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

مرد کی قوامیت ......نظم اجتماعی کا تقاضا

(آیات ۳۴ - ۳۵) اجتماعی زندگی میں نظم وضبط برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ کسی کو سربراہ مقرر کیا جائے۔ گھریلو زندگی میں مرد کو قوام بنایا گیا، کیونکہ اس کی جسمانی اور نفسیاتی ساخت عورت کی نسبت زیادہ اس چیز کی متحمل ہے۔ اس لیے اس کا صحیح مقام قوامیت اور عورت کا صحیح مقام اطاعت ہے۔ اس بنا پر کہ مرد اپنا مال خرچ کرتا ہے: ﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ . . .﴾ پس صالح عورتیں وہ ہیں جو فرمانبرداری کریں، مرد کی غیر موجودگی میں اس کی عزت و مال کی حفاظت کریں: ﴿فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ . . .﴾ اور عورتیں سرکشی پہ اتر آئیں تو انہیں سمجھاؤ، ان کے بستروں میں انہیں تنہا چھوڑ دو، ان کو سزا دو اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان سے درگزر کرو۔

صالحہ بیوی کون؟

نبی کریم ﷺ نے اس کی خصوصیت بیان کرتے ہوئے فرمایا: «خَيْرُ النِّسَاءِ الَّتِيْ إِذَا نَظَرْتَ إِلَيْهَا سَرَّتْكَ وَإِذَا أَمَرْتَهَا أَطَاعَتْكَ وَإِذَا غِبْتَ عَنْهَا حَفِظَتْكَ فِيْ نَفْسِهَا وَمَالِهَا» [1] ''سب سے بہتر عورت وہ ہے جب اس کی طرف اس کا شوہر دیکھے تو خوش کردے، حکم دے تو فرمانبرداری کرے، جب مرد گھر سے باہر ہو تو اس کی عزت وآبرو اور مال کی حفاظت کرے۔''

میاں بیوی کے درمیان اختلاف کا حل

اگر میاں بیوی کے درمیان باہمی تعلقات خراب ہوجائیں اور معاملہ زیادہ بگڑ جائے تو ایک منصف مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے منتخب کرو: ﴿اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا﴾ ''اگر وہ دونوں اصلاح کرنا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان موافقت کی صورت پیدا کردے گا۔''

---

[1] مسند أبي داود الطيالسي: ٢٤٤٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان دونوں سے مراد ثالث بھی ہیں اور زوجین بھی۔ ہر جھگڑے میں صلح کا امکان ہے، بشرطیکہ فریقین بھی صلح پسند ہوں اور ثالث بھی یہی چاہتے ہوں کہ فریقین میں کسی طرح صلح صفائی ہو جائے۔

حقوق العباد کے ساتھ حقوق اللہ کا لحاظ

(آیات ۳۶ -۴۲) ﴿وَاعۡبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡئًا وَّ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا وَّ بِذِی الۡقُرۡبٰی ...﴾ سورۂ نساء میں حقوق العباد کا ذکر زیادہ ہوا ہے، ان کا علی سبیل الکمال حق وہی ادا کرسکتا ہے جس کا عقیدہ شرک سے اور عمل فخر وریا اور بخل سے پاک ہو، اس لیے توحید کے ساتھ ساتھ والدین، رشتہ دار، قرابت والے، مساکین، قریبی یا اجنبی ہمسایوں اور پاس بیٹھنے والوں، مسافروں اور اپنے غلاموں کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نیز بخل، کبر وریا سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان اور انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دی گئی ہے کہ نیکی تھوڑی سی بھی ہو، بڑھتی رہتی ہے۔ ان کے مقابلے میں کفر وعصیان کے مرتکب لوگ قیامت کے دن خواہش کریں گے کہ کاش ان پر زمین برابر کردی جائے اور وہ اس میں سما جائیں: ﴿لَوۡ تُسَوّٰی بِہِمُ الۡاَرۡضُ﴾

نماز کے آداب وشرائط

(آیات ۴۳) ﴿یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَقۡرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنۡتُمۡ سُکٰرٰی ...﴾ اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے حق "نماز" کے آداب اور شرائط اور اس کے بعض مفسدات کے ازالے کا بیان ہوا کہ نماز اس وقت پڑھو جب تم جان سکو کہ کیا پڑھ رہے ہو، نشے کی حالت میں نماز نہ پڑھو۔ یہ آیت حرمت شراب کے دوسرے مرحلے کا حکم بتانے کے لیے آئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز ایک ایسی عبادت ہے جو فہم وشعور کے تحت ادا کی جاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر کوئی جنبی ہو تو وہ بھی مسجد میں نہ آئے، بامر مجبوری مسجد سے گزر سکتا ہے۔ اگر وضو وغسل کے لیے پانی میسر نہ ہو تو تیمم کرلو۔

یہود کی بعض شرارتیں

(آیات ۴۴- ۵۹) اللہ کی کتاب جب کسی کو دی جاتی ہے تو اسے چاہیے کہ وہ احکام الٰہی کے جواب میں سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا کہے۔ نہ کہ یہود کی طرح سَمِعۡنَا وَ عَصَیۡنَا، سن تو ہم نے لیا، مگر مانا نہیں۔ اس قسم کے لوگ لعنت کے مستحق ہیں۔ یہ بھی یاد رکھو کہ قیامت کے دن شرک کی معافی نہیں ہوگی۔ اس کے علاوہ جن گناہوں کو جس کے لیے اللہ چاہے گا معاف کردے گا۔ جب کسی قوم پر زوال آتا ہے تو وہ عمل کی بجائے خوش فہمی کے سہارے جینے لگ جاتی ہے۔ جس سے ان کے اندر توہمات پھیل جاتے ہیں۔ یہود نبی کریم ﷺ کے ساتھ آپ کو بخشی گئی فضیلت نبوت کی وجہ سے حسد کرتے تھے، یہ حسد کفر وطغیان پر منتج ہوتا ہے اور آخرکار جہنم کا ایندھن بن جاتا ہے۔ البتہ ایمان وعمل صالح والے لوگ جنت میں عیش کریں گے۔
بدعملی کی وجہ سے انسان خیانت کا مرتکب ہوتا ہے۔ جبکہ اللہ کا حکم ہے کہ امانتیں حقداروں کے سپرد کردو: ﴿اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿أَن تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا﴾ اس میں نظام زندگی اور دستور مملکت کا بنیادی ستون ذکر ہوا اور وہ ہے اللہ اور اس کے رسول کی غیر مشروط اطاعت اور مملکت کو انتشار سے بچانے کے لیے اولی الامر کی اطاعت کا وجوب، ان سے اختلاف کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو، کیونکہ ان کی اطاعت اصلاً واجب ہے اور باقی سب کی بالتبع: ﴿فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾

غیر اسلامی عدالت سے انصاف چاہنا منافی ایمان ہے

(آیات ۶۰ -۷۰) مدینہ کے ابتدائی زمانے میں اختلافی معاملات میں فیصلہ لینے کے لیے دو عدالتیں پائی جاتی تھیں۔ ایک یہودی سرداروں کی جو زمانہ قدیم سے چلی آ رہی تھی اور دوسری رسول اللہ ﷺ کی جو ہجرت کے بعد قائم ہوئی۔ منافقین میں سے بعض لوگ جن کا مقدمہ کمزور ہوتا اور وہ اپنے مفاد کی قربانی کسی طور پر دینے کے لیے تیار نہ ہوتے تھے۔ وہ بجائے رسول اللہ ﷺ کے کعب بن اشرف یہودی کے پاس اپنا مقدمہ لیے جاتے۔ یہ بات سراسر دعویٰ ایمان کے خلاف تھی۔ اس لیے فرمایا کہ یہ لوگ طاغوت کے پاس انصاف لینے نہیں جاتے بلکہ اپنے نام نہاد ایمان کا خون کرنے جاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ہر وہ عدالت جو اسلام کے مقابلے میں بنائی جائے، طاغوت کہلاتی ہے۔ جس کے ساتھ بغاوت کرنے کا حکم ہے نہ کہ اس کی فرمانبرداری کرنے کا۔ ایمان کا دعویٰ کرنے والوں کے لیے صحیح راہ یہ ہے کہ وہ رسول کی اطاعت کریں جو دراصل اللہ کی اطاعت ہے، کیونکہ وہ اس کے حکم کے مطابق ہے۔ جو شخص رسول اللہ ﷺ کو اپنے معاملات میں ثالث نہیں مانتا اور آپ کے فیصلوں پر چیں بہ جبیں ہوتا ہے وہ مومن نہیں منافق ہے: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ البتہ جو لوگ ایمان لاکر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے، وہ درجہ بدرجہ صالح لوگوں میں شامل ہوں گے۔ یہی لوگ انعام یافتہ گروہ کا حصہ ہیں اور بڑے خوش نصیب ہیں: ﴿فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا﴾

جہاد اور اس کے متعلقات کے بارے میں خطبہ

(آیات ۷۱ -۷۶) جنگ احد میں مسلمانوں کی شکست سے اردگرد کے کافر قبائل کی ہمتیں بڑھ گئی تھیں اور مسلمان ہر طرف سے خطرات میں گھر گئے تھے۔ آئے دن اس قسم کی خبریں اڑتی رہتیں کہ فلاں قبیلہ بگڑ گیا ہے اور فلاں مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے تیاری کر رہا ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ غداریاں ہو رہی تھیں اور دھوکے سے مبلغین کو شہید کیا جا رہا تھا۔ ان حالات میں یہ خطبہ نازل ہوا جس میں حکم دیا گیا کہ تم کفار کے ساتھ پنجہ آزمائی کے لیے ہمہ وقت مستعد رہو اور ان لوگوں سے خبردار رہو جو بظاہر تمہارے ساتھ ہیں، لیکن وہ مشکل وقت میں تمہارا ساتھ دینے سے پیچھے ہٹتے ہیں، بلکہ اس بزدلی اور تخلف کو اللہ کا انعام قرار دیتے ہیں۔ اور جب تمہیں کامیابی ملتی ہے تو تمہارا ساتھ نہ دینے پر پچھتاتے ہیں: ﴿فان اصابت کم مُّصِيبَةٌ قَالَ قَدْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيَّ... اذلم اکن مَّعَهُمْ شَهِيدًا﴾ یہ دنیا پرست لوگ ہیں۔ جبکہ مجاہد فی سبیل اللہ ابدی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جان و مال اور مفادات کی جنگ نہیں لڑتا بلکہ وہ اجرِ عظیم کی خاطر قتال کرتا ہے اور کرنا بھی چاہیے۔ کیونکہ بے شمار مظلوم اور مستضعفین بچے اور عورتیں دن رات اللہ سے دعا مانگتے ہیں کہ انہیں ظالموں سے نجات دے۔ ظلم سے نجات اور امن کا قیام صرف جہاد کے ذریعے سے ہی ممکن ہے۔ ایمان والے اللہ کے لیے لڑتے ہیں اور کافر طاغوت کے لیے۔ ان شیطان کے کارندوں سے لڑو، بے شک شیطان کی چالیں بہت کمزور ہیں: ﴿ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ... اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا ﴾

منافقین کی روش کا تجزیہ اور حکم

(آیات ۷۷ - ۸۷) منافقین کی روش پر ملامت کی گئی ہے جن کی قتال کے نام سے جان نکلتی ہے اور اسے ٹالنے کی دعائیں کرتے ہیں، حالانکہ پہلے وہ اس کی فرضیت کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ ان کا خیال شاید یہ ہے کہ جو جنگ میں گیا وہ مارا گیا اور جو گھر میں رہا وہ موت سے محفوظ رہا، حالانکہ موت سے تو آدمی مضبوط قلعوں میں بھی نہیں بچ سکتا: ﴿ اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا یُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَ لَوْ كُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ ﴾ نبی کریم ﷺ جو کچھ کہتے ہیں اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی وحی کے مطابق کہتے ہیں۔ قرآن مجید اور حدیث مبارکہ کی کامل ہم آہنگی اس بات پہ شاہد ہے کہ اس میں کوئی چیز غیر اللہ کی طرف سے نہیں ہے:

﴿ وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا ﴾

پھر منافقین کی اس شرارت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اگر ان کو بدامنی یا خطرے کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو سنسنی پیدا کرنے کے لیے اسے فوراً پھیلا دیتے ہیں، حالانکہ صحیح روش یہ ہے کہ اسے رسول اور ارباب حل وعقد کے سامنے پیش کرتے تاکہ صحیح قدم اٹھایا جاتا، لیکن یہ لوگ مسلمانوں میں بددلی پھیلانے کی خاطر یہ شرارت کرتے ہیں۔

اہل ایمان کے لیے دو تربیتی اصول

اس دوران میں اہل ایمان کے لیے دو تربیتی اصول بیان کیے گئے ہیں:

خیر خواہی کے کام میں کسی کی سفارش کرنا بڑے اجر کا کام ہے۔ اسی طرح بری سفارش سے بچنا چاہیے کیونکہ نیک سفارش میں حصہ ہے تو بری میں بھی ہے۔

اسی طرح جب تمہیں کوئی تحفہ دے تو تم اسے اچھا تحفہ دو یا کم از کم اسی طرح کا دو۔ اس سے محبت و توقیر میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس سے مراد السلام علیکم پھیلانا بھی ہے، کیونکہ اسلامی معاشرے میں اس کی بہت زیادہ اہمیت ہے، بلکہ یہ اسلام کی علامت ہے جس نے سلام کا جواب سلام سے دے دیا۔ گویا وہ اپنا بن گیا اور جس نے اعراض کیا اس نے گویا اسلام کا بھی انکار کردیا۔

دارالکفر کے باسیوں کے بارے میں حکم

(آیات ۸۸ - ۹۱) وہ منافقین جو دارالکفر میں رہ رہے ہیں اور ان کی ساری ہمدردیاں کفار کے ساتھ ہیں، اہل ایمان ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے دوستی کرنے سے پرہیز کریں جب تک وہ ہجرت کر کے کامل الایمان نہ بن جائیں، کیونکہ یہ تمہیں کفر میں دوبارہ لوٹانا چاہتے ہیں تا کہ تم انہی کی طرح ہو جاؤ۔ اگر وہ ہجرت نہ کریں اور فساد پھیلانے سے باز نہ آئیں تو ان سے جنگ کرو۔ اس سے صرف وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جن کا تعلق کسی ایسی قوم سے ہے جن کے ساتھ مسلمانوں کا جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہو چکا ہے یا ان کے بارے میں یقین ہو کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ لڑنا نہیں چاہتے، لیکن خطرناک عزائم رکھنے والوں کا پتہ چل جائے تو انہیں ہرگز معاف نہ کرو۔ گویا دار الکفر کے مسلمانوں کے کفر و ایمان کے لیے کسوٹی ہجرت ہے۔

قتل ناحق کی حرمت اور سزا

(آیت ۹۲ -۹۳) دار الحرب میں پھنسے ہوئے مسلمانوں کے جان و مال کے احترام کے متعلق بعض احکام بیان ہوئے ہیں۔ جنگ کی صورت میں اندیشہ تھا کہ مبادا ان کو خود مسلمانوں ہی کے ہاتھوں کوئی نقصان پہنچ جائے۔ اس وجہ سے قتل مومن کی جرم کی سنگینی بھی واضح فرما دی۔ کسی مومن کے لیے دوسرے مسلمان کا قتل جائز نہیں۔ غلطی کی صورت میں بھی لازم ہے کہ جس سے غلطی ہوئی ہے وہ ایک مسلمان غلام آزاد کرے یا مقتول کے وارثوں کو دیت ادا کرے۔ عدم استطاعت کی صورت میں دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے اور قتل عمد کی سزا قصاص ہے۔ توبہ و تلافی نہ کرنے والے کے لیے ابدی جہنم ہے۔ ان قوانین سے مقصود اس جرم کا خاتمہ کرنا ہے۔

سلام سے اہل ایمان کو پہچانو

(آیات ۹۴) ابتدائے اسلام میں السلام علیکم کا لفظ مسلمانوں کے لیے شعار اور علامت کی حیثیت رکھتا تھا، اس کی خاص طور پر اہمیت اس لیے بھی تھی کہ اس وقت عرب کے نومسلموں اور کافروں کے درمیان لباس، زبان اور کسی دوسری چیز میں کوئی نمایاں امتیاز نہ تھا اس لیے السلام علیکم کو ایک شعار کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ جب کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو سلام کرے تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ میں بھی تمہارے گروہ کا آدمی ہوں، مجھ سے خیر ہی کی توقع کرو، لیکن لڑائیوں کے موقع پر ایک پیچیدگی یہ پیش آتی تھی کہ مسلمان جب کسی دشمن گروہ پر حملہ کرتے اور وہاں کوئی مسلمان اس کی لپیٹ میں آ جاتا تو وہ حملہ آور مسلمان کو یہ بتانے کے لیے کہ وہ بھی ان کا دینی بھائی ہے، السلام علیکم یا کلمہ اسلام پڑھ دیتا، مگر مسلمانوں کو یقین نہ آتا اور وہ سمجھتے کہ شاید یہ جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھ رہا ہے۔ اس لیے حکم دیا گیا کہ دار الحرب پر حملہ کرنے سے پہلے وہاں پھنسے ہوئے مجبور مسلمانوں کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرلو، جنگ کے دوران اگر کوئی آدمی تمہیں سلام کرتا ہے تو تم اسے مال غنیمت کے طمع میں قتل نہ کرو، بلکہ اس کی شہادت کو قبول کرو۔ اگر یہ امکان ہے کہ ایک کافر جھوٹ بول کر جان بچالے جائے تو قتل کر دینے میں اس کا امکان بھی ہے کہ ایک مومن بے گناہ تمہارے ہاتھ سے مارا جائے اور بہر حال تمہارا ایک کافر کو چھوڑ دینے میں غلطی کرنا اس سے زیادہ بہتر ہے کہ تم ایک مومن کو قتل کرنے میں غلطی کرو۔ یاد رکھو کہ کل تک تم بھی کفار کے نرغے میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پنجۂ کفر سے رہائی دلائی، لہٰذا اس کو یاد رکھو: ﴿كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جہاد و ہجرت کی فضیلت

(آیات ۹۵- ۱۰۰) جہاد کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: مجاہد اور قاعد (گھر میں بیٹھنے والا) برابر نہیں اسی طرح مہاجر اور اپنے وطن میں بیٹھا رہنے والا اجر میں برابر نہیں ہو سکتے۔ اس لیے ان لوگوں کو شدید تنبیہ کی جو طاقت ہونے کے باوجود ہجرت نہیں کرتے۔ یہ ظالم لوگ ہیں اور بہانے تراشتے ہیں، حالانکہ جو سفر ہجرت شروع کر دے، اللہ اس کے لیے زمین میں وسعت پیدا کر دیتا ہے اگر اسے راستے میں موت آ جائے تب بھی وہ اجر عظیم کا مستحق ہو جاتا ہے: ﴿وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

جہاد کے ساتھ نماز کی اہمیت کا بیان

(آیات ۱۰۱ -۱۰۴) چونکہ جہاد کا مقصد فتنوں کی سرکوبی اور اللہ کے نام کی سربلندی ہے، اس لیے جہاد عبادت ہے جبکہ نماز اللہ کی بندگی کا عملی اظہار ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ عین میدان جنگ میں بھی تا حد امکان نماز سے غفلت نہ برتی جائے۔ تاکہ ہر مجاہد کو اس حقیقت کی یاد دہانی ہوتی رہے کہ میدان جنگ کی صفیں اپنے اصل مقصد کے لحاظ سے نمازوں کی صفوں سے مختلف نہیں ہیں۔ اہمیت نماز کے ساتھ ساتھ اس میں دفاع کی اہمیت بھی واضح کی گئی ہے کہ دفاع کی غرض سے نماز جیسی عبادت میں بھی اللہ تعالیٰ نے تخفیف فرما دی ہے۔

حالت امن یا جنگ میں نماز قصر

یاد رہے کہ حالت امن میں نمازِ قصر یہ ہے کہ چار رکعتوں والی نماز کی دو رکعتیں پڑھی جائیں۔ لیکن حالت جنگ میں قصر کے لیے کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ جنگی حالات میں جس طرح ممکن ہو نماز پڑھی جائے۔ جماعت سے پڑھنا ممکن ہو تو باجماعت پڑھی جائے، ورنہ اکیلے اکیلے۔ قبلہ رخ ہوا جا سکے تو ٹھیک ورنہ جدھر بھی رخ ہو۔ سواری پر بھی پڑھی جا سکتی ہے اور چلتے ہوئے بھی۔ سجدہ، رکوع وغیرہ اشاروں ہی سے کیے جا سکتے ہیں۔ اگر کسی حالت میں بھی نہ ہو سکے تو مؤخر کر کے پڑھی جا سکتی ہے جس طرح جنگ خندق کے موقع پر کیا گیا۔ اس سے اگلی آیت میں صلوٰۃ خوف پڑھنے کا طریقہ بتایا کہ جب دشمن کے حملے کا خطرہ ہو تو فوج کا ایک گروہ امام کے ساتھ نماز پڑھے اور دوسرا گروہ دشمن کے مقابلے میں موجود رہے پھر جب ایک رکعت پوری ہو جائے تو پہلی جماعت سلام پھیر کر اپنے ہتھیار سنبھال لے اور دوسرا گروپ آ کر امام کے ساتھ دوسری رکعت پوری کرے۔ امام کی دو رکعتیں ہوں گی اور فوج کی ایک ایک رکعت: ﴿وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ...﴾ لیکن جب حالات اپنے معمول پر آ جائیں تو نماز کو اس کے اصل وقت پر ہی ادا کیا جائے گا: ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دفاع کی اہمیت

اہل ایمان کا اصل بھروسا اگرچہ ذات باری تعالیٰ پر ہوتا ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ حکم ہے کہ دشمنوں سے اپنے بچاؤ کا ظاہری سامان تیار رکھو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کی مدد ظاہری سامان کے اندر سے ہو کر آتی ہے۔ اہل ایمان نے اگر اپنے بچاؤ کا ممکن انتظام نہ کیا ہو تو گویا انہوں نے وہ شکل ہی کھڑی نہیں کی، جس کے ڈھانچے میں اللہ کی مدد اتر کر ان کی طرف آئے، مومن کو دنیا میں جو مصیبتیں پیش آتی ہیں وہ اللہ کے اس منصوبے کی قیمت ہیں کہ وہ آزمائشی حالات پیدا کر کے دیکھے کہ کون سچائی پر قائم رہنے والا ہے اور کون نہیں۔

اسلام اور کفر کی کشمکش میں کبھی اہل اسلام کو شکست بھی ہو جاتی ہے جس سے بعض لوگوں میں بددلی اور کم ہمتی پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر ایسے حادثات میں اللہ کی مصلحت شامل ہوتی ہے کہ بندے کے اندر مزید انابت اور توجہ ابھرے اور اس کے نتیجے میں وہ اللہ کی مزید عنایتوں کا مستحق بنے۔ قصر کی اجازت سے نماز کے ظاہر میں جو کمی واقع ہوئی ہے، نماز سے فراغت کے بعد اس کی اصل حقیقت ذکر الٰہی کے اہتمام کی خاص تاکید کی گئی جو روح دین ہے، نیز یہ کہ عزم و حوصلہ کا منبع درحقیقت اللہ کی یاد ہی ہے۔

حمایت وحمیت صرف ایمان کی بنیاد پر

(آیات ۱۱۴-۱۰۵) ان لوگوں کو سختی کے ساتھ ملامت کی گئی ہے جو محض خاندان اور قبیلے کی عصبیت میں مجرموں کی حمایت کرتے ہیں۔ دوسری طرف عام مسلمانوں کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ انصاف کے معاملے میں کسی تعصب کو داخل نہ ہونے دیں، کیونکہ یہ دیانت کے خلاف ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ہوا۔ جب انصاری قبیلہ بنی ظفر کے ایک طعمہ نامی شخص نے ایک انصاری کی زرہ چرالی تھی۔ تفتیش شروع ہوئی تو پتا چلا کہ اس نے یہ زرہ ایک یہودی کے پاس چھپادی۔ پورے قبیلے نے اپنی آن کی خاطر طعمہ کی زوروشور سے حمایت کی اور الزام یہودی کے سر تھوپ دیا اور دلیل یہ دی کہ ہم مسلمان ہیں اور یہودی کافر، اس کی بات نہ مانی جائے۔ قریب تھا کہ نبی کریم ﷺ اس مقدمے کی ظاہری روئیداد سے متاثر ہو کر یہودی کے خلاف فیصلہ کر دیتے اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے آپ کو اصل حقیقت سے مطلع کر دیا اور تاکید کی کہ ان کی طرف سے جھگڑا نہ کرو جو خود اپنی ہی خیانت کرتے ہیں، یقیناً دغاباز اور گناہ گار اللہ کو اچھا نہیں لگتا: ﴿وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا﴾

مومنین کے راستے سے وابستہ رہنے کی تاکید اور شرک کی نحوست

(آیات ۱۱۶-۱۱۵) ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا﴾ جب مذکورہ بالا مقدمے میں وحی الٰہی کی بنا پر نبی کریم ﷺ نے اس خائن مسلمان کے خلاف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اس بے گناہ یہودی کے حق میں فیصلہ صادر فرمادیا تو اس منافق پر جاہلیت کا اس قدر سخت دورہ پڑا کہ وہ مدینہ سے نکل کر اسلام اور نبی کریم ﷺ کے دشمنوں کے پاس مکہ چلا گیا اور کھلم کھلا مخالفت پر آمادہ ہوگیا۔ اس آیت میں اس کی اسی حرکت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنی جاہلیت کے طیش میں آکر یہ شخص جس راہ کی طرف گیا ہے، وہ بدبختی کی راہ ہے جو اس راہ پہ چلے گا وہ جہنم میں جا پڑا۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ سے اجماعِ امت کی مشروعیت ثابت کی ہے۔ یوں بھی جو لوگ مسلک صحیحہ سے ہٹ جاتے ہیں وہ دور کی گمراہی میں جا پڑتے ہیں جیسے اہل سنت سے الگ ہو جانے والے فرقے گمراہ ہوئے مثلاً: غلام احمد قادیانی کے متبعین، منکرین حدیث غلام احمد پرویز کے متبعین اور رنگا رنگ قسم کے عقائد و اعمال و خرافات کے موجد مبتدعین وغیرہ۔

مشرکین عرب کے شرکیہ اعمال

(آیات ۱۱۷ -۱۲۶) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا﴾ پچھلی آیات میں راہ حق کے علاوہ دوسرے کسی راستے کو اپنانے سے منع کیا گیا تھا۔ یہاں فرمایا کہ ایسا شخص یقیناً شرک میں مبتلا ہوگا اور مشرک توبہ کیے بغیر مر جائے تو جہنمی ہوگا۔ مشرکین عرب فرشتوں کو اسی طرح معبود سمجھ کر عبادت کرتے تھے جس طرح ہندو دیویوں کی عبادت کرتے ہیں۔ دراصل شیطان ان کو یہ طریقے سمجھاتا ہے اور ان کو بجالانے والے دراصل شیطان ہی کے عبادت گزار ہوتے ہیں۔ اس طرح شیطان اپنی ڈینگ پوری کرنے کی کوشش میں ہے۔ اس نے کہا تھا کہ میں انہیں گمراہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا، باطل آرزوؤں میں الجھاؤں گا، انہیں سجھاؤں گا کہ وہ جانوروں کے کان کاٹیں اور اللہ کی تخلیق کو تبدیل کریں۔ اس طرح وہ شرک کے مختلف طریقے اپنا کر جہنم میں جائیں گے: ﴿وَ قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًاۙ۝ وَّ لَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا﴾ مگر جو لوگ شیطان کے فریب سے بچ گئے اور اللہ کے فرمانبردار بن گئے۔ خواہ مرد ہوں یا عورت، پہلے یہودی رہے ہوں یا عیسائی یا مشرک، جب اللہ پر صحیح ایمان لے آئیں تو ان کا ٹھکانہ جنت ہوگا: ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ﴾

پھر فرمایا کہ مشرکین کو اللہ کی مخلوق کی شکل (جب اسے غیر اللہ کے نام کی نذر کریں) بگاڑنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ زمین و آسمان کی ساری مملکت صرف اور صرف اللہ ہی کی ہے، غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز دینا خالص شرک ہے جس سے توبہ نہ کرنے والے کا ابدی ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

معاشرتی مسائل کے بارے میں احکامات

(آیات ۱۲۷ -۱۳٤) یہاں سے معاشرتی مسائل پر دوبارہ گفتگو شروع ہو رہی ہے۔ اس سورت کے آغاز میں یتیم بچوں کی ماؤں سے نکاح کرنے کی اجازت اور تعداد کی تحدید کی گئی تھی اور بیویوں کے درمیان عدل کرنے کی تاکید کی گئی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں ان پابندیوں کے بارے میں پیدا ہونے والے سوالات کا جواب دیا جا رہا ہے۔

مثلاً: دو یا زیادہ بیویوں کے درمیان عدل سے کیا مراد ہے۔ ظاہر ہے کہ دونوں کو ماپ تول کر ایک جیسا سمجھنا انسان کے طبعی میلانات کے خلاف ہے۔ ایک عورت سے نکاح اس غرض سے کیا جائے کہ اس کے یتیم بچوں کی پرورش ہو جائے گی تو مہر اور عدل کی شرط شاق لگتی ہے، لہٰذا اس کا حل اس طرح نکالا کہ

① چونکہ نکاح کی اصل روح اتفاق ہے، اس لیے اگر عورت کے بعض حقوق چھوڑنے سے میاں بیوی میں اتفاق رہ سکتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں (جس طرح سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے بجائے طلاق لینے کے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی باری ہبہ کر دی تھی)

② اختلاف اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اور نہ لڑائی بلکہ اسے صرف صلح و صفائی ہی پسند ہے۔ اس لیے میاں بیوی کو یا ان میں صلح کروانے والوں کو اصلاح کا پہلو غالب رکھنا چاہیے اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوتا ہے: ﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾

③ متعدد بیویوں سے یکساں محبت و تعلق انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ تاہم یہ ضروری ہے کہ مرد ایک بیوی کی طرف اتنا نہ جھک جائے کہ دوسری کے حقوق بالکل نظر انداز ہو جائیں اور وہ معلقہ بن کر رہ جائے بلکہ حتی الوسع سب کے ساتھ اچھا نباہ کرے اور ظاہری برتاؤ میں کوئی فرق پیدا نہ ہونے دے۔ اگر وہ ایسا نہیں کر سکتا تو باہمی جدائی کر لی جائے، اللہ تعالیٰ دونوں کے لیے بہتر راستہ پیدا کر دے گا: ﴿وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيمًا﴾ کیونکہ زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے قبضہ و اختیار میں ہے، جو بھی اس پر توکل کرتے ہوئے حق کا راستہ اختیار کرے گا، وہ اس کے لیے آسانیاں پیدا کر دے گا۔

عادلانہ رویہ اپنانے کی ہدایت

(آیات ۱۳۵ - ۱۵۲) یہاں سے ایک نئی تقریر شروع ہوتی ہے جو آیت نمبر ۱۵۲ تک چلتی ہے۔ اس تقریر میں خانگی معاملات میں عدل و انصاف کا رویہ اپنانے کی تلقین کی گئی ہے، نیز عام معاملات اور خاص طور پر ایمان و اعتقاد اور عمل کے بارے میں بھی عادلانہ راہ اختیار کرنے کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ اس راہ کو ترک کرنا ایمان نہیں نفاق ہے جس سے بچنے کے لیے تجدید ایمان کی بار بار ضرورت ہے۔ اہل ایمان کا فرض ہے کہ جس چیز کو وہ انصاف سمجھیں، اس کے ہمیشہ پابند رہیں، جان و مال بے شک جائے، لیکن ایمان کی آن نہ جانے پائے۔ خواہ حق و عدل کی راہ میں والدین اور باقی اعزہ کٹ کر رہ جائیں۔ بجائے اس کے اگر تم نے پیچیدہ الفاظ میں اظہار کیا یا اس قانون کی خلاف ورزی کی تو بھی اللہ تعالیٰ ان باتوں کو خوب جانتا ہے:

﴿وَإِنْ تَلْوٗٓا أَوْ تُعْرِضُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾

پھر اہل ایمان کو اپنے ایمان کی تجدید کرنے کا حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صرف وہ آدمی مسلمان ہے جو اللہ تعالیٰ کو اپنا مرکز یقین بنالے، رسول کو اپنا مقتدا مانے، آسمانی کتاب کے مطابق اس کی سوچ ہو جائے، فرشتوں کو منجانب اللہ اپنے محافظ سمجھے، نہ کہ پرستش کے قابل دیویاں، لیکن اگر کوئی ایمان کی راہ سے ہٹ جائے، جب اپنا مطلب ہوا ایمان ظاہر کر دیا، لیکن دل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں کفر رکھا تو ایسے لوگ مومن نہیں منافق ہیں۔

منافقین کی اقسام

یاد رہے کہ منافق دو طرح کے ہوتے ہیں: عملی اور اعتقادی۔ اعتقادی منافقین جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ دو طرح کا رویہ رکھیں اور اہل ایمان کو دھوکا دینا چاہیں، یعنی اصلاً کافر اور ظاہراً مسلمان۔ ان آیات میں انہی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کفر و نفاق کے پانچ نتائج نکلیں گے: اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینے کی کوشش، نماز میں کاہلی اور سستی، ریا کاری، قلت ذکر اللہ اور تذبذب۔ دور نبوت میں نماز سے فرار تو ممکن نہ تھا، کیونکہ اس سے منافقین کو اپنے نفاق کے واضح ہو جانے کا خدشہ تھا۔ اس لیے وہ نمازیں تو پڑھتے تھے، لیکن ان کی نماز روح صلوٰۃ خشوع و خضوع سے خالی ہوتی تھی۔ ارکان کی ادائیگی کا عدم اہتمام و عدم اطمینان، تاخیر سے حاضری وغیرہ۔ پھر منافقین کا انجام بتایا کہ وہ جہنم کے سب سے نیچے والے درجے میں ڈالے جائیں گے: ﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا﴾

توبہ واصلاح کی مہلت دیتے ہوئے فرمایا: ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ”جو لوگ (ان منافقوں میں سے) توبہ کر لیں اور اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کر لیں اور اللہ کا دامن مضبوطی سے تھام لیں اور اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر لیں ایسے لوگ مومنوں کے ساتھ ہیں اور اللہ مومنوں کو ضرور اجر عظیم عطا کرے گا۔“

ایمان وشکر کی اہمیت

اس پارے کی آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے شکر وایمان کے اوصاف کے ذریعے سے عذاب الٰہی سے چھٹکارے کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا: ﴿مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا﴾ آخر اللہ کو کیا پڑی ہے کہ وہ تمھیں خواہ مخواہ سزا دیتا پھرے اگر تم شکر گزار بندے بنے رہو اور ایمان کی روش پر چلو، اللہ بڑا قدردان، خوب جاننے والا ہے۔

یہ نہایت حوصلہ افزا آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عذاب دینے کا شوق نہیں ہے، اگر تم ایمان وشکر کا رویہ اپناؤ۔ اس آیت سے شکر اور ایمان کی عظمت واہمیت ظاہر ہوتی ہے کہ ان اوصاف سے اللہ کا عذاب ٹل جاتا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

لَا یُحِبُّ اللہُ: 6

حالت مجبوری میں سخت گوئی جائز مگر......؟

(آیات ۱٤٨ -۱۵۲) ایک اہم اصول بیان کیا گیا ہے کہ کفار و منافقین یا عام زندگی میں کسی کے ظالمانہ رویے سے بددل ہوکر زبان کھولنا اور ان کی برائیاں بیان کرنا جائز ہے البتہ درگزر سے کام لینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے: ﴿اِنْ تُبْدُوْا خَیْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا﴾ کیونکہ تمھارا رب، جس کے قرب کے تم متلاشی ہو، اس کی شان یہ ہے کہ وہ نہایت حلیم اور بردبار ہے۔ سخت سے سخت مجرموں کو رزق دیتا ہے اور بڑے بڑے قصوروں پر بھی درگزر کیے چلا جاتا ہے، لہٰذا اس کے قریب تر ہونے کے لیے تم بھی عالی حوصلہ اور وسیع الظرف بنو۔

اس آیت سے یہ اصول بھی ثابت ہوا کہ اپنا جائز حق وصول کرنے کی غرض سے قاضی و حاکم کے سامنے ظالم کے خلاف بات کرنا تاکہ اس کے ہاتھ روکے جاسکیں اور دوسرے لوگ اس کے ظلم سے بچ سکیں، جائز ہے بلکہ بعض مواقع پر ضروری ہو جاتا ہے۔

یہود کے گھناؤنے جرائم کی فہرست

(آیات ۱۵۳ - ۱٦۲) پچھلی آیات میں جس مضمون کا بیان ہوا تھا اسی کی تائید میں اہل کتاب کی بھیانک تاریخ سے شہادت ذکر کی جارہی ہے کہ کس طرح یہ یہود کفر و نفاق کی روش پر چلے اور ان کے اس ظلم کی سزا ان کو کیسے ملی، پھر انہوں نے کن کن طریقوں سے اللہ تعالیٰ کی پاک زمین کو فساد و طغیان سے بھر دیا۔ یہ سارا مضمون آخر تک چلے گا اور آخری آیت میں بات دوبارہ عورتوں کے حقوق کی طرف لوٹ آئے گی۔

① یہودیوں کی نبی کریم ﷺ کی نبوت پر ایمان لانے کے بارے میں کٹ حجتی کہ ہم آپ کی نبوت تب مانیں گے جب تم ہمارے سامنے آسمان سے لکھی لکھائی کتاب لے کر آؤ گے: ﴿یَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَیْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ...﴾ جواب میں فرمایا: ان کے بڑے اس سے بھی زیادہ بیہودہ مطالبات سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کرتے رہے ہیں: ﴿فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ...﴾ پھر ان کے جرائم کی ایک فہرست بیان کی جسے قرآن میں کئی جگہ بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً: سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کو دکھانے کا مطالبہ، بچھڑے کی پوجا، سبت کے بارے میں زیادتی کرنا، سجدہ نہ کرتے ہوئے شہر کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دروازے سے داخل ہونا۔ بتایا کہ ان کی عہد شکنی، کفر بآیات اللہ، انبیاء کے ناجائز قتل اور یہ کہنا کہ ہمارے دلوں پر تو غلاف چڑھا ہے یہ اور ان جیسے گھناؤنے جرائم اور باطل پرستی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کے دلوں پر مہر لگا دی اور ان پر لعنت کی: ﴿بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا . . .﴾

☆ اس کے علاوہ ان یہودیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے بارے میں بھی بہت بیہودگی روا رکھی مثلاً: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نعوذ باللہ ولد الزنا اور یوسف نجار کے بیٹے ہیں اور یہ کہ ہم نے اللہ کے رسول (بطور طنز) مسیح کو قتل کر دیا ہے: ﴿وَّ بِكُفْرِهِمْ وَ قَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ۙ وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ . . .﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ظالم جھوٹ بولتے ہیں۔ مریم علیہا السلام ایک پاکباز خاتون تھیں اور عیسیٰ علیہ السلام کو یہ لوگ نہ قتل کر سکے نہ سولی پہ چڑھا سکے، بلکہ ان پر شبہ ڈال دیا گیا۔ ان کے ہاتھوں سے مسیح علیہ السلام کو بچا کر ہم نے آسمان پر اٹھالیا: ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ . . . وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۙ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ گویا کہ قتل یا صلب عیسیٰ یہود کا قول ہے اہل ایمان کا نہیں۔ رفع عیسیٰ الی السماء اور قرب قیامت ان کی تشریف آوری امت محمدیہ کا متفق علیہ عقیدہ ہے۔ سوائے قادیانی اور منکرین حدیث گمراہ لوگوں کے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا: ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ سے آیت کو ختم کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ کام مشکل نہیں ہے، جو اسے محال کہتا ہے وہ اللہ کی قدرتوں اور حکمتوں کا منکر ہے۔

رفع عیسیٰ علیہ السلام کی دلیل

آیت نمبر ۱۵۹ میں فرمایا کہ اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں ہوگا جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے قبل ان پر ایمان نہ لے آئے اور قیامت کے روز عیسیٰ علیہ السلام ان کے ایمان کی گواہی دیں گے: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ . . .﴾ یہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور قرب قیامت تشریف کے لیے بڑی مضبوط دلیل ہے، کیونکہ اہل کتاب ابھی تک سیدنا مسیح علیہ السلام کے بارے میں وہی رویہ اپنائے ہوئے ہیں جو نزول قرآن کے وقت تھا۔

سیدنا حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے، ہم اس وقت مذاکرہ کر رہے تھے، آپ نے پوچھا: ”تم کس چیز کا ذکر کر رہے ہو؟“ صحابہ نے کہا: ہم قیامت کا ذکر کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم اس کی علامتیں نہ دیکھ لو۔“ پھر آپ نے دخان (دھوئیں) دجال، دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع، عیسیٰ بن مریم کا نزول، یاجوج ماجوج، تین بار زمین کے دھنسنے کا ذکر کیا مشرق میں مغرب میں اور جزیرۃ العرب، مزید فرمایا: ”اس کی آخری علامت آگ ہوگی جو یمن سے نکلے گی اور لوگوں کو محشر کی طرف لے جائے گی۔“[1]

بے شمار آیات اور احادیث سے حیاتِ مسیح علیہ السلام روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ اس کے باوجود منکرین معجزات (خارق

[1] صحیح مسلم: ۲۹۰۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عادت امور) کا انکار اور پھر ان کی تاویل اس لیے کرتے ہیں کہ یہ موجودہ زمانے کے مادی معیاروں پر پوری نہیں اترتیں، لہٰذا سب عقل پرستوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بن باپ پیدائش ان کے دیگر معجزات اور آسمانوں پر اٹھائے جانے کی تاویل کر ڈالی، البتہ ان میں مرزا غلام احمد قادیانی منفرد ہے جو باقی سب معجزات کا تو قائل ہے البتہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے اور پھر قیامت سے پہلے اس دنیا میں آنے کا منکر ہے، اس لیے کہ اس نے خود مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔

ظلم کی وجہ سے نعمت چھن جاتی ہے

یہودیوں کے اس اعتقادی اور عملی ظلم کی وجہ سے ہم نے ان پر کئی پاک چیزیں بھی حرام کر دیں۔ معلوم ہوا کہ ظلم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں چھن جاتی ہیں: ﴿فَبِظُلۡمٍ مِّنَ الَّذِيۡنَ هَادُوۡا حَرَّمۡنَا عَلَيۡهِمۡ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتۡ لَهُمۡ وَبِصَدِّهِمۡ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ كَثِيۡرًا ۝ وَّاَخۡذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدۡ نُهُوۡا عَنۡهُ وَاَكۡلِهِمۡ اَمۡوَالَ النَّاسِ بِالۡبَاطِلِ﴾ آیت نمبر ۱۶۲ میں شک و شبہ میں پڑ جانے والوں کی بجائے راسخین فی العلم لوگوں کی تعریف اور علامت بیان کی گئی ہے کہ وہ اس نبی پر بھی ایمان لاتے ہیں، نمازوں کے پابند، زکوٰۃ ادا کرنے والے، اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والے ہیں۔ یہ لوگ بڑے اجر کے مستحق ہوں گے: ﴿لٰكِنِ الرّٰسِخُوۡنَ فِى الۡعِلۡمِ مِنۡهُمۡ ... وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤۡتِيۡهِمۡ اَجۡرًا عَظِيۡمًا﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی سلسلہ نبوت کی سنہری کڑی ہیں

(آیات ۱۶۳ - ۱۷۰) ﴿اِنَّاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ كَمَاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى نُوۡحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ...﴾ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جا رہا ہے کہ آپ ان یہودیوں کی کٹ حجتی کی کوئی پروا نہ کریں جو آپ پر اترنے والی وحی کے بارے میں روا رکھے ہوئے ہیں کہ تجھ پر آسمان سے کتاب نازل ہو تب ہم ایمان لائیں گے۔ فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کوئی انوکھے انداز میں تو نہیں اتاری گئی، پہلے انبیاء پر بھی ایسے ہی اتاری گئی تھی۔ اسی منبع علم سے ان کو ہدایت ملی ہے جس سے پچھلے تمام انبیاء کو ملتی رہی ہے اور نہ آپ کا لایا ہوا دین انبیائے سابقین سے کوئی الگ اور انوکھا ہے۔ اگر یہود اسے جھٹلاتے ہیں تو کیا ہوا ہم خود اس کے گواہ ہیں۔ فرشتے چونکہ اس کے نازل کرنے والے ہیں، اس لیے وہ بھی حق کے گواہ ہیں۔

یہود کی فطرت ہے کہ وہ خود بھی کفر کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کے لیے انہیں شکوک و شبہات میں ڈالنے میں لگے رہتے ہیں: ﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ قَدۡ ضَلُّوۡا ضَلٰلًاۢ بَعِيۡدًا﴾

قرآن کی صداقت کی کتنی بڑی دلیل ہے کہ آج بھی یہود ساری دنیا میں اعتقادی و عملی گمراہی و کجروی پیدا کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ سود خوری، فحاشی و عریانی اور کیمونزم جیسی انکار خداوندی تحریکوں کے بانی یہی لوگ ہیں، بلکہ دنیا میں جو ظلم، وحشت و درندگی ہے وہ سب یہودی تحریک کا شاخسانہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

افراط وتفریط سے بچنے کا حکم

(آیات ۱۷۱ -۱۷۵) ﴿ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ... ﴾ دین میں افراط وتفریط کا رویہ اپنانے سے روکا گیا ہے، جیسے اہل کتاب نے اختیار کیا اور گمراہ ہوئے۔ یہود نے مسیح علیہ السلام کو ولد الزنا کہا اور عیسائیوں نے انہیں ابن اللہ قرار دیا، نعوذ باللہ حالانکہ وہ کلمۃ اللہ (کن) اور اس کی جانب سے روح (پھونک) تھے جو رحم مادر میں پھونکی گئی: ﴿ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ﴾ شیطان نے عیسائیوں کو تثلیث کے گورکھ دھندے میں الجھا کر رکھ دیا، جسے وہ خود سمجھ سکے ہیں اور نہ کسی کو سمجھا سکتے ہیں۔ ان کو اس ظلم سے رک جانا چاہیے اور جان لینا چاہیے کہ الٰہ صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ اس چیز سے بہت بلند ہے کہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے۔ زمین وآسمان کا سب کچھ تو اسی کی ملکیت ہے اور اپنا کام چلانے کے لیے وہ کافی ہے۔ خود سیدنا مسیح علیہ السلام اور فرشتوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا بندہ سمجھنے میں کبھی کوئی عار نہیں سمجھی: ﴿ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ... ﴾ اور جو کوئی ایسا سمجھے گا وہ عذاب الیم کا نشانہ بنے گا اور کوئی بھی اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا نہ سکے گا۔ البتہ جو لوگ افراط وتفریط سے بچتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں وہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں میں ضرور داخل ہوں گے: ﴿ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴾

احکام وراثت کا تتمہ

(آیات ۱۷۶) ﴿ يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ... ﴾ الخ سورت کی آخری آیت میں دوبارہ حقوق العباد کی بات بیان کی گئی ہے وہ ہے کلالہ کی میراث جس کا آیت نمبر ۱۲ میں ذکر ہو چکا ہے۔ اب اس کے دوسرے پہلو کا ذکر ہے جس کے بارے میں لوگوں نے استفسار کیا تھا۔ آیت نمبر ۱۲ میں کلالہ کے اخیافی بہن بھائی (جن کی والدہ ایک ہو مگر والد مختلف ہوں) جبکہ یہاں حقیقی یا علاتی (جن کا والد ایک ہو جبکہ والدہ مختلف) بہن بھائیوں کا ذکر ہے۔ کلالہ کی میراث کی تقسیم کے سلسلے میں دو باتیں اصولی طور پر مدنظر رکھی جائیں۔ ایک یہ کہ اگر کلالہ کے حقیقی بہن بھائی موجود ہوں تو سوتیلے محروم رہیں گے۔ دوسری یہ کہ کلالہ کی میراث اولاد کی طرح ہوگی، یعنی اگر صرف ایک بہن ہو تو اسے آدھا حصہ ملے گا، دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ان میں دو تہائی تقسیم ہوگا۔ اگر ایک ہی بھائی ہو تو تمام ترکے کا وارث ہوگا اور اگر بہن بھائی ملے جلے ہوں تو مرد کے دو حصے اور عورت کو ایک حصہ ملے گا۔ یہ آیت ۹ ھ میں نازل ہوئی تھی اور سورۂ نساء اس سے بہت پہلے ایک مکمل سورت کی حیثیت سے پڑھی جاتی تھی۔ اسی وجہ سے اس آیت کو ان آیات کے سلسلے میں شامل نہیں کیا گیا جو احکام میراث کے متعلق سورت کے آغاز میں ذکر ہوئی ہیں اور مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ جب بھی تمہیں ضرورت پڑی ہم نے تمہاری رہنمائی وحی کے ذریعے سے کر دی: ﴿ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ الْمَآئِدَة

یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی اس کی ایک سو بیس آیات اور سولہ رکوع ہیں

سورت کا نام، موضوع اور زمانہ نزول

اس سورت کی آیت (۱۱۲) ﴿هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ﴾ کے لفظ ''مائدہ'' سے اس سورت کا نام ماخوذ ہے، مضمون کے لحاظ سے اس سورت میں دسترخوان کی اشیا کی حلت وحرمت بیان ہوئی ہے۔

پچھلی سورت میں بتایا گیا تھا کہ یہود ومنافقین پر لعنتیں ان کی بدعہدی اور نقض میثاق کی وجہ سے پڑی تھیں۔ اس لیے ہر قسم کے عہود وقعود کی پاسداری کرو، خواہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان واحکام شریعت کی پابندی کا عہد ہو یا اس کی مخلوق کے ساتھ لین دین کے معاملات ہوں۔

اس سورت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے امت مسلمہ سے، آخری امت کی حیثیت سے اپنی آخری اور کامل شریعت پر پوری پابندی کے ساتھ قائم رہنے اور قائم کرنے کا عہد و پیمان لیا ہے۔ اس سے پہلے اس قسم کا عہد و پیمان اہل کتاب سے لیا گیا تھا، جس پر وہ قائم نہ رہ سکے۔ ان کی اس نااہلی کی وجہ سے وہ عظمت وفضیلت اور انسانیت کی قیادت سے معزول اور اس سعادت سے محروم کردیے گئے۔ اب ان کی جگہ اس امت کی تقرری ہورہی ہے۔ اسے سب سے بڑا انعام یہ دیا گیا کہ ان کو اپنے دین، اپنی نعمت اور اپنی مکمل شریعت کا حامل بنادیا ہے۔ اس سورت میں چونکہ یہ موضوع خاص طور پر مذکور ہے اس لیے اس سورت کا آغاز اسی عہد و پیمان سے کیا گیا کہ اللہ کی شریعت کے باب میں پہلی قوموں کی طرح نہ بن جانا۔ بلکہ کامل وفاداری سے اس عہد کو نبھانا اور دوسروں کو بھی اس پر قائم رکھنے کے لیے جدوجہد کرنا۔ اس راہ میں جگہ جگہ مشکلات آئیں گی، ان میں بے حوصلہ نہ ہوجانا، میری مدد تمہاری رفیق رہے گی: ﴿وَقَالَ اللّٰهُ إِنِّي مَعَكُمْ ۖ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي...﴾

سورت کے مضامین سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سورت صلح حدیبیہ کے بعد ۶ ہجری کے اواخر یا ۷ ہجری کے اوائل میں نازل ہوئی ہے۔ بیان کے تسلسل سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سورت ایک ہی خطبہ پر مشتمل ہے۔ ہوسکتا ہے بعض آیات اس سے پہلے یا اس کے بعد نازل ہوئی ہوں گی، جنہیں موقع کی مناسبت سے اس میں شامل کردیا گیا ہو۔

مضامین سورت کا اجمالی تجزیہ

ایفائے عہد کی تاکید☆ حالت احرام میں شکار کی ممانعت☆ شعائر اللہ کا ظاہری و باطنی احترام☆ محرمات کی تفصیل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

☆ تکمیل دین اور اتمام نعمت ☆ اشاعت اسلام کی نوید اور اصحاب رسول کی عزت وحوصلہ افزائی ☆ اضطرار کی حدود ☆ شکاری جانوروں کے شکار پکڑنے کا حکم ☆ طیبات کی حلت ☆ اہل کتاب کا کھانا اور ان کی عورتوں سے نکاح کی اجازت وحکمت ☆ وضو، تیمم اور غسل کے احکامات ☆ میثاق شریعت کی پاسداری کی تلقین۔

نقیبوں سے وعدۂ الٰہی ☆ یہود کی قساوت قلبی اور نقض عہد کی سزا ☆ نصاریٰ پر لعنت وغضب ان کی عہد شکنی کی سزا ☆ اہل کتاب کو سلامتی کی دعوت ☆ اہل کتاب کے باطل زعم کی تردید ☆ بنی اسرائیل کی تاریخ کا ایک شرمناک ورق ☆ جہاد سے اعراض کی سزا، ارض مقدس سے چالیس سال تک محرومی ☆ قصہ ہابیل وقابیل میں عبرت کے پہلو ☆ قانون قصاص کی بنیاد، حکمت اور فوائد ☆ باغیوں کے لیے ضابطہ تعزیرات ☆ تقرب الی اللہ کے ذرائع ☆ چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا اور اس کی حکمتیں ☆ منافقین اور یہود کی شرعی احکام سے فرار پر ملی بھگت ☆ احکام الٰہی کو نافذ نہ کرنے والوں پر کافر، ظالم اور فاسق ہونے کی فرد جرم عائد ☆ جھوٹ اور کفر کی طرف سبقت، دشمنوں کے ہاتھوں کھیلنا، رشوت خوری وکلام الٰہی کی غلط تاویل، منافقوں کی خاص نشانیاں ہیں ☆ قیام عدل اس امت کا منصبی فریضہ ☆ اسلام کے سوا ہر قانون جاہلیت ہے ☆ یہود ونصاریٰ اور منافقین سے قطع تعلقی کا حکم اور دوستی کی سخت ممانعت ☆ منافقت سے ارتداد پیدا ہوتا ہے ☆ نماز اور زکوۃ ایمان کی عملی تعبیر ہے ☆ نیازمندی اور عاجزی نماز وزکوٰۃ کی اصل روح ہے ☆ دین کے منکرین اور مستہزئین سے دوستی حمیت کے خلاف ہے ☆ اذان شعائر اللہ میں سے ہے، اس کا عدم احترام فطرت کو مسخ کر دیتا ہے ☆ معاشرے کے زوال کے وقت نہی عن المنکر نہ کرنا یہود کا طریقہ ہے ☆ اللہ کو بخل کا طعنہ یہود کی اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی ☆ گستاخی کی اصل وجہ حسد ہے ☆ خلافت الٰہی کے نظام سے خوشحالی کی ربانی ضمانت ☆ تبلیغ حق کا منصب اہل کتاب سے چھین کر آخری رسول کو دیا جا رہا ہے ☆ تبلیغ کا حق ادا کرنے پر دشمنوں سے جان کی حفاظت کا وعدۂ الٰہی ☆ نقض عہد اور اخفائے حق یہود ونصاریٰ کا جرم عظیم ہے۔

سیدنا مسیح علیہ السلام کے نام پر شرک ناجائز ہے ☆ مسیح اور ان کی والدہ کی بشریت کی دلیل ☆ نصرانیت تمام بت پرستوں کی نقالی ہے ☆ فریضہ نہی عن المنکر کے ترک کی وجہ سے یہود پر مسیح اور دوسرے انبیاء کی لعنت ☆ یہود اور مشرکین اسلام دشمنی میں جڑواں ہیں ☆ نصاریٰ کے اچھے لوگوں کا قرآن کے بارے میں ادب وخشیت کا رویہ ☆ طیبات کی وضاحت اور اس میں زیادتی سے اجتناب کا حکم ☆ قسم توڑنے کا کفارہ ☆ شراب اور جوا شیطانی گندگی اور ایسی لعنتیں ہیں جو اللہ کے ذکر سے روکتی ہیں ☆ حالت احرام میں عمداً یا خطأ بری شکار کا کفارہ ☆ تمام شعائر کے احترام کی تاکید ☆ غیر ضروری سوالوں اور اندھی تقلید کی ممانعت ☆ شہادت اور وصیت کے متعلق ہدایات ☆ روز قیامت انبیاء سے ان کی امتوں کے رویے سے متعلق سوال ☆ سیدنا مسیح علیہ السلام پر انعامات کی فہرست اور حکمت ☆ نزول مائدہ کی دعا کا مقصد ☆ روز قیامت مسیح علیہ السلام سے سوال نصاریٰ کی فضیحت کی غرض سے ☆ نصاریٰ اپنے مشرکانہ عقائد کی وجہ سے شفاعت مسیح علیہ السلام سے محروم رہیں گے ☆ اہل وفا کے لیے انعامات کی بشارت ☆ سیدنا مسیح علیہ السلام سے روز محشر مکالمہ خداوندی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(آیات ۱ - ۲) ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ۬ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِیْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا یُتْلٰى عَلَیْكُمْ غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ مَا یُرِیْدُ ۝ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ وَ لَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ لَا الْهَدْیَ وَ لَا الْقَلَآىِٕدَ وَ لَاۤ آٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رِضْوَانًا ؕ وَ اِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۪ وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴾

سورت کا آغاز ہی ایفائے عہد کی ہدایت سے ہوا کیونکہ یہ ایمان کی پہلی بنیاد ہے۔ پچھلی سورت میں بتایا گیا تھا کہ یہود و منافقین پر لعنتیں ان کی بدعہدی اور نقض میثاق کی وجہ سے پڑی تھیں۔ اس لیے ہر قسم کے عہود وقعود کی پاسداری کرو، خواہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان واحکام شریعت کی پابندی کا عہد ہو یا اس کی مخلوق کے ساتھ لین دین کے معاملات ہوں۔ اسی طرح حرمت والے مہینوں اور تمام شعائر اللہ کی نگہداشت کی ہدایت کی گئی ہے، یہاں تک کہ حالت احرام میں شکار کرنا بھی ناجائز ہے اور دوسروں کی انگیخت بھی اس بات کے لیے عذر نہیں ہو سکتی کہ شعائر الٰہی کی حرمت کو پامال کیا جائے۔ تعاون نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ہونا چاہیے نہ کہ گناہ اور حدود الٰہی سے تجاوز کے کاموں میں: ﴿ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۪ وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ﴾

اس تمہید کے بعد اشیائے خوردونوش کی حلت وحرمت کا بیان شروع ہوا کہ چوپائے، مویشی تمہارے لیے حلال کر دیے گئے ہیں: ﴿ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِیْمَةُ الْاَنْعَامِ ﴾ ''انعام'' سے مراد وہ تمام چرند و پرند ہیں جو مویشی کی قسم سے ہوں، یعنی جن کی کچلی نہ ہو، نباتاتی غذا کھاتے ہوں اور دوسری خصوصیات میں انعام عرب سے مماثلت رکھتے ہوں۔ اس کے برعکس ہر کچلی والا یا مردار خور حیوان، خواہ وہ چرندوں میں سے ہو یا پرندوں میں سے، حرام ہے۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے: ''نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ كُلِّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَكُلِّ ذِیْ مِخْلَبٍ مِنَ الطَّیْرِ''[1] رسول اللہ ﷺ نے ہر کچلی والے درندے اور ہر پنجوں (ناخنوں سے کھانے) والے پرندے (کا گوشت کھانے) سے منع فرمایا۔

اسی طرح شعائر اللہ کے احترام کا حکم بھی دیا گیا ہے یہ وہ دور تھا جب مسلمان اور مشرکین عرب کے درمیان جنگ برپا تھی۔ انہوں نے عرب کی قدیم روایات کے خلاف مسلمانوں کو کعبہ کی زیارت سے منع کر رکھا تھا۔ مگر خود عرب کے کونے کونے سے حج وعمرے کے لیے آتے تھے۔ بہت سے قبیلے مسلمانوں کی زد میں تھے۔ ان کے دل میں کئی بار خیال آیا کہ جن کافر قبیلوں کے راستے مسلمانوں کے قریب سے گزرتے ہیں ان کو ہم بھی سفر کعبہ سے روک دیں اور زمانہ حج میں ان کے قافلوں پر چھاپے مارنا شروع کر دیں۔ اس وقت حکم دیا گیا کہ یہ لوگ مشرک سہی، لیکن جب بیت اللہ کی طرف جا رہے ہوں تو انہیں نہ چھیڑو۔ خاص طور پر حج کے مہینوں میں ان سے تعرض نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کی نذر کرنے کے لیے جو جانور لے جائے جا رہے ہیں

[1] صحیح مسلم: ۱۹۳٤۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ان پر ہاتھ نہ ڈالو، کیونکہ ان کے بگڑے ہوئے مذہب میں خدا پرستی کا جتنا حصہ بھی باقی ہے وہ لائق احترام ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں تعاون کرنا چاہیے گناہ اور عدوان میں ساتھ نہیں دینا چاہیے: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ...﴾، چونکہ ان پابندیوں پر سوائے تقوی کے کوئی طاقت عملدرآمد نہیں کراسکتی، اس لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کی سخت پکڑ سے بچو: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۖ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾

پہلی آیت کی اثر پذیری

تفسیر فتح البیان میں ایک فلسفی کا واقعہ لکھا ہے کہ اس نے سورہ مائدہ کی پہلی آیت سن کر اسلام قبول کرلیا کہ ایسی فصیح، جامع مختصر کلام، جس کی دو سطروں میں بڑی خوش اسلوبی سے اتنے احکام بیان کردیے ہیں، اللہ کے کلام کے سوا کسی اور کا کلام نہیں ہوسکتا۔ ①

اشیا کی حلت وحرمت کی تفصیل

(آیات ۳ - ۵) ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ...﴾ یہ آیت یوم عرفہ ۱۰ ذی الحجہ کو نازل ہوئی تھی۔ اس دن انہیں احساس دلایا گیا کہ آج تم خود ایک طاقت بن چکے ہو، اب تمہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کسی کی طرف سے کوئی مجبوری نہیں ہے اور تمہیں کسی کی پروا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس تم مجھ ہی سے ڈرتے ہوئے اپنے دین کی پاسداری کرو اور جو جو ضابطے تمہیں دیے جارہے ہیں، حتمی ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور ان کی مکمل پاسداری کرو: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ آج میں نے تم پر اپنی نعمت اسلام کی شکل میں پوری کردی ہے، پھر فرمایا کہ یہ حرام چیزیں رہیں گی اور ہر حالت میں حرام ہی، لیکن اگر کسی کی جان کو خطرہ لاحق ہورہا ہو تو اس کے لیے ان کا استعمال بقدر ضرورت جائز ہے۔ اگلی دو آیات میں طیبات کو حلال قرار دیا گیا اور سدھائے ہوئے شکاری جانوروں کا شکار جب ان پر اللہ کا نام لیا جائے بھی حلال ہے: ﴿وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ﴾

دین اسلام کے اقصائے عالم تک پھیل جانے کی نوید

ان آیات میں تین باتیں قابل لحاظ ہیں:

① مسلمانوں کو خوشخبری دی گئی ہے کہ تمہارا دین اب ساری دنیا میں پھیل کر رہے گا۔

② اصحاب رسول ﷺ کا اللہ تعالیٰ نے کتنا لحاظ کیا کہ ان کے لیے سفری ضروریات میں وسعت پیدا کردی، کیونکہ اسلام کے سب سے پہلے نمائندے وہی تھے۔

③ مسلمان عورت غیر مسلم سے نکاح نہیں کرسکتی اس حکم میں حجاب کی برکت مذکور ہے۔

---

① فتاویٰ اہل حدیث از حافظ محمد عبداللہ روپڑی: ۳/ ۳۵۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چونکہ دین اسلام کی تکمیل کے بعد اس کی تحریک اب حدود عرب سے نکل کر پوری دنیا میں پھیل رہی تھی، اس لیے پہلے تو مسلمانوں کی حلت وحرمت کے باب میں ذہن سازی کی۔ اس کے بعد ان کے لیے سہولت رکھ دی کہ جس ملک میں بھی جاؤ۔ طیبات کھاؤ اور غیر طیب چیزوں سے پرہیز کرو۔ تم ایک طیب جماعت ہو، تمہارا رب طیب ہے، تمہارا دین طیب ہے، تمہاری دعوت طیب ہے اور تم دنیا میں طیبات کے نمائندے ہو، اس لیے کوئی ایسا کام نہ کرو جو ربانی جماعت کے شایان شان نہ ہو اور کوئی ایسی چیز مت استعمال کرو جو طیب نہ ہو۔ اس لیے سدھائے ہوئے جانوروں اور پرندوں کا کیا گیا شکار بھی حلال کر دیا گیا تاکہ اسلام کے نمائندوں کو حالت سفر میں بھوکا نہ رہنا پڑے۔ چونکہ ساری زمین کفر و شرک سے بھری ہوئی تھی دیگر مذاہب کے پیروکاروں کی نسبت اہل کتاب میں بدعات وخرافات کے باوجود اشیا کی حلت وحرمت کے باب میں آسمانی ہدایات موجود تھیں۔ اس لیے ان کے دسترخوان پر طیب اشیا کے استعمال کی اجازت دے دی اور بتایا گیا کہ انہیں تمہارے ساتھ شریک دسترخوان ہونے کی ممانعت نہیں ہے۔ حتی کہ ان کی پاکدامن عورتوں سے نکاح کی اجازت بھی مرحمت فرما دی، تاکہ مسلمان کسی فتنے میں نہ پڑیں۔ البتہ کسی مسلمان عورت کو یہودی، عیسائی یا کسی بھی غیر مسلم مرد سے نکاح کی اجازت نہیں، کیونکہ اسلام دین غالب ہے، مغلوب نہیں۔

اس کا ایک سبب اور بھی سمجھ آتا ہے کہ غیر مسلم عورتیں چونکہ اسلامی حجاب نہ پہننے کی وجہ سے مسلمان مرد کے لیے باعث فتنہ بن سکتی ہیں، لیکن اسلامی حجاب کی موجودگی میں کسی مسلمان دوشیزہ کی محبت میں غیر مسلم کے مبتلا ہوجانے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ (آج امت مسلمہ کی حالت زار اس حوالے سے بھی قابل رحم ہے)

طہارت بدن کے احکامات

(آیات ٦) طیبات کی تمیز نظافت طبع کے باعث ہی ہوسکتی ہے اور نظافت طبع کے لیے طہارت ضروری ہے۔ طہارت سے مراد جسم اور روح کی صفائی ہے اس لیے جہاں مسلمانوں کی روحانی طہارت کا طریقہ نماز وغیرہ بتایا وہاں جسمانی طہارت کو بھی ضروری قرار دیا، چنانچہ اس رکوع کی پہلی آیت میں نماز کے لیے کھڑے ہونے کے لیے پہلے اعضائے وضو کو دھونے کا حکم دیا جارہا ہے جس کا مقصد پاکیزگی اور اتمام نعمت بتایا گیا ہے۔

نماز سے پہلے انسان کے لیے وضو کرنا ضروری ہے اور یہی وضو ایک مومن کے لیے چار چیزوں کی ضمانت ہے: وضو قیامت کے دن مومن کی پہچان ہوگا، وضو گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے، وضو مومن کا زیور ہے اور وضو محشر میں مومن کے لیے حوض کوثر سے پانی پینے کے لیے شرط ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن نفسا نفسی کا عالم ہوگا، پوری کائنات کے لوگ جمع ہوں گے، تمام انبیاء کی امتیں موجود ہوں گی، ایسے میں امت محمدیہ ﷺ کا آدمی اپنے وضو سے پہچانا جائے گا: «فَإِنَّهُمْ يَأْتُونَ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنَ الْوُضُوءِ وَأَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ» ① ''میری امت کے لوگ اس حال میں آئیں گے کہ ان کے ہاتھ پاؤں اور پیشانیاں وضو کی وجہ سے چمک رہی ہوں گی اور میں حوض کوثر پر ان کا انتظار کر رہا ہوں گا۔''

① صحیح مسلم: ٢٤٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جرابوں پر مسح کے احکام

موزوں کی طرح جرابوں پر بھی مسح کیا جائے گا۔ اس ضمن میں چند ضروری مسائل بیان کیے جاتے ہیں۔
مسح صرف انہی جرابوں یا موزوں پر کیا جاسکتا ہے جنہیں وضو یا غسل کے بعد پہنا گیا ہو۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرایا۔ جب موزے اتارنے لگا تو آپ نے فرمایا: ''رہنے دو میں نے انہیں حالت طہارت میں پہنا ہے۔'' پھر آپ نے ان پر مسح کیا۔ ①

☆ اگر موزوں اور جرابوں میں کچھ سوراخ ہوں، لیکن عموماً وہ پہنی جاتی ہوں تو ان پر مسح کرنا جائز ہے۔ ''قال الثوری کانت خفاف المهاجرين والانصار لا تسلم من الخروق كخفاف الناس، فلو كان في ذلك حظر لورد ونقل عنهم'' امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مہاجرین وانصار کے موزے بھی عام لوگوں کی طرح سوراخوں سے بچے نہیں ہوتے تھے۔ اگر سوراخوں والے موزوں یا جرابوں پر مسح کرنا جائز نہ ہوتا تو روایتوں میں اس کا ذکر آتا۔ ②

بعض نامعقول شرائط

مسح کے لیے اس طرح کی شرائط لگانا کہ جراب اتنی موٹی اور مضبوط ہوں کہ جنہیں پہن کر اگر تین چار میل پیدل چلا جائے تو پھٹیں نہیں یا یہ کہ اس پر پانی کے قطرات ڈالیں جائیں اور پاؤں گیلا نہ ہو، بڑی ہی مضحکہ خیز باتیں ہیں۔ اس قسم کی غیر معقول شرائط کے لیے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے۔ عام جرابیں جسے انسان اپنے پاؤں کو سردی اور گردوغبار سے بچانے کے لیے پہنتا ہو، اس پر مسح جائز ہے۔ خواہ مخواہ تکلفات میں پڑنا بنی اسرائیل کی طرح اپنے اوپر خود تنگی کرنا ہے، فرمایا: ''اللہ ہرگز نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی ڈالے بلکہ وہ (تمہارے لیے دین آسان بنا کر) تم کو پاک کرنا چاہتا ہے تا کہ تم پر اپنی نعمت پوری کرے۔'' ﴿مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ يُّرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَ لِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

مقیم کے لیے ایک دن رات اور مسافر کے لیے تین دن اور تین راتوں تک رخصت ہے۔ ③ وضو یا غسل کے بعد جرابیں پہن لی جائیں تو اس کے بعد اتنی مدت تک مسح کیا جاسکتا ہے۔ مدت پوری ہونے، احتلام، حیض، نفاس اور غسل جنابت کی ضرورت لاحق ہوجانے پر مسح ختم ہوجاتا ہے۔

فتنہ انکارِ حدیث کی نامعقولیت

منکرین حدیث جو اس امت میں یہودیت کے نمائندے ہیں، ان کا خیال ہے کہ نماز نظام ربوبیت کے نفاذ کا نام ہے۔ عملاً وہ اقامت صلوٰۃ کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اس آیت کریمہ سے ان کے باطل اور لایعنی نظریے کی تردید ہوتی ہے کہ آخر وہ

---

① صحيح البخاري: ٢٠٦؛ صحيح مسلم: ٢٧٤۔ ② هداية المتهد ونهاية المقتصد: ١/ ٢٧؛ فقه السنة: ١/ ٦٢۔ ③ صحيح مسلم: ٢٧٦؛ سنن النسائي: ١٢٨۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کون سا نظام ربوبیت قائم کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے جس کے لیے کھڑے ہوتے وقت منہ، ہاتھ اور پاؤں دھونے، سر کا مسح کرنے، حالت جنابت میں غسل کرنے اور پانی کی عدم دستیابی کے باعث پاک مٹی سے تیمم کرنا ضروری ہے؟ ظاہر ہے کہ نماز کسی نظام کا نام نہیں، بلکہ عبادت واطاعت کی ایک مخصوص شکل ہے جسے پیغمبر اسلام کی حدیثوں کی روشنی میں پڑھنا چاہیے اور ان منکرین کی بدقسمتی کہ حدیث کے نام سے ان کی جان جاتی ہے......!

قیام نظام عدل اور ایفائے عہد کا حکم

(آیات ۷- ۱۱) اہل ایمان کو ہر موقع پر عدل اور ایفائے عہد کا حکم دیا جارہا ہے کہ جب معاملہ حق وعدل کا ہو تو جادۂ عدل سے نہ ہٹو، اگرچہ دشمن ہی تمہارے مدمقابل کیوں نہ ہو، کیونکہ عدل ہی اقرب الی التقویٰ ہے: ﴿هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ تعلق بالخالق اور تعلق بالمخلوق کو ٹھیک بنانے والوں کے لیے مغفرت واجر عظیم کا وعدہ ہے جبکہ ہٹ دھرم لوگوں کے لیے جہنم ٹھکانہ ہے۔ اگر رب پر توکل کرو گے اور اس کی رضا کے طالب رہو گے تو وہ تمہاری مدد کرنے کا وعدہ پورا کرے گا۔ تم بہت دفعہ تجربہ کر چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی وجہ سے تم کئی بار دشمنوں کے نرغے سے بچ نکلے ہو، لہٰذا آئندہ بھی وہ تمہاری مدد فرمائے گا: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾

بدعہدی کی سزا قساوت قلبی، لعنت اور باہمی عداوت

(آیات ۱۲ -۱۹) ﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً﴾ مسلمانوں کو ایفائے عہد کی تلقین کے بعد ماضی میں میثاق الٰہی کو توڑنے والوں کا ذکر کیا جارہا ہے کہ اہل کتاب نے کئی بار اللہ تعالیٰ سے شرطیں طے کر کے ان کی خلاف ورزی کی جس کے سبب اس نے ان یہود پر لعنت کی گئی اور ان پر دیگر سزائیں مسلط کی گئیں، جیسے: قساوت قلبی، احکام الٰہیہ کی تحریف کا مرض، کتاب کے ایک حصے کو پس پشت ڈالنا، خیانت کا عادی ہونا وغیرہ۔ عیسائیوں کے نقض عہد کی وجہ سے ان پر ان لعنتوں کے ساتھ ساتھ باہمی عداوت بھی بطور سزا ان پر مسلط کر دی گئی: ﴿فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾

اہل کتاب کی خامیاں بیان کرنے کے بعد انہیں تبلیغ کی جارہی ہے کہ تمہیں اس سزا والی لعنتی زندگی اور ظلمات سے نکلنے کا بہترین موقع دیا جارہا ہے کہ تم اس رسول اور اس پر نازل ہونے والی کتاب کے ذریعے سے صراط مستقیم حاصل کرلو: ﴿يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ﴿۱۵﴾ ... يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ﴾ تمہیں اصلاح کی بہت زیادہ ضرورت ہے، کیونکہ تم نے اللہ کے بندوں کو خدا مان رکھا ہے جو بجائے خود شدید قسم کی ضلالت وظلمت ہے۔ مثلاً: تمہارا عقیدہ ابنیت مسیح وتثلیث اور یہود کا ازخود خدا کے محبوب اور بیٹے بن جانے کا زعم باطل، ابتلائے شرک میں یہ اور ترقی ہے کہ دوسرے انسانوں کو خدا بناتے بناتے خود بھی خدا کے بیٹے بننے کے مدعی ہو بیٹھے ہو: ﴿نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ﴾ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ عیسیٰ (علیہ السلام) اور اس کی والدہ کو جنہیں تم نے اس کی خدائی میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شریک کر رکھا ہے، ہلاک کرنے پہ آئے تو کون انہیں اس کے سوا بچا سکتا ہے اور یہود سے کہا کہ تم اس کی پیدا کردہ مخلوق ہو، اللہ یا اس کے شریک نہیں۔ اگر ایسی ہی بات ہے تو تم پر اللہ تعالیٰ کی مار کیوں پڑتی ہے؟ تمہیں بندر اور سور کیوں بنا دیا جاتا ہے؟ اور وہ اس لیے کہ تم بڑے بُرے لوگ ہو: ﴿قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ ۖ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِمَّنْ خَلَقَ . . .﴾

نقض عہد کی سزا بزدلی اور منزل کی گم شدگی

(آیات ۲۰ -۲۶) ﴿وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا وَآتَاكُمْ مَا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ﴾ سابقہ آیات میں اہل کتاب کے نقض عہد کا بیان ہوا، چونکہ نقض عہد اور ورود لعنت سے بزدلی پیدا ہوتی ہے۔ ان آیات میں اس کی ایک مثال بیان کی گئی ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے نکلنے کے تقریباً دو سال بعد اپنی قوم کو جب وہ دشت فاران میں فروکش تھی، کہا کہ تم نبی زادے بھی ہو اور شہزادے بھی ہو۔ تمہارا ماضی نہایت شاندار ہے اس کے باوجود تم اپنے ابا کی سرزمین ارض مقدس (فلسطین) کو دشمنوں سے رہا نہیں کروا سکے (کیونکہ بنی اسرائیل سیدنا یعقوب علیہ السلام کی نسل سے تھے جن کا اصل وطن وہی تھا) لہٰذا اس غرض سے تیار ہو جاؤ۔ اگر تم تھوڑی سی ہمت کرو تو وہ ارض مقدس تمہاری ہے۔ وہ کہنے لگے: موسیٰ! تجھے پتہ ہے کہ وہاں ایک بڑی جبار قوم رہتی ہے، ان سے ہم لڑ تو نہیں سکتے۔ البتہ اگر وہ خود اس ملک کو چھوڑ کر چلے جائیں تو ہم فتح کا جھنڈا گاڑ سکتے ہیں۔ دو مومن بندوں نے بھی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی ہاں میں ہاں ملائی، لیکن مجموعی طور پر قوم نے جہاد کرنے سے انکار کر دیا اور یہاں تک کہہ دیا کہ تو اور تیرا رب جاؤ اور ان سے لڑو، ہم تو تمہاری فتح کا یہاں بیٹھ کر انتظار کریں گے: ﴿فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ﴾

چنانچہ اس بے مروت، گستاخ، ناہنجار اور سستی کی ماری قوم کا سزا کے طور پر آئندہ چالیس سال تک کے لیے اس سرزمین میں داخلہ حرام قرار دے دیا گیا کہ اب یہ اتنا لمبا عرصہ جنگلوں ہی میں بھٹکتے رہیں گے: ﴿قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً ۛ يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ﴾ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ۳۸ سال بعد یوشع بن نون کی قیادت میں نئی نسل نے جہاد کر کے ارض فلسطین کو آزاد کروایا۔

☆ اس قصے کے سنانے کا مقصد ان کو تنبیہ کرنا ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کرنے سے تم نے کتنی سخت سزا پائی تھی، اگر محمد ﷺ کی نافرمانی کرو گے تو اس سے بھی زیادہ سزا پاؤ گے۔

☆ جہاد کی برکت بیان کی گئی ہے کہ سرزمین موعود واپس مل جاتی ہے، فتح کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جہاد سے پہلوتہی کر کے کوئی قوم گھر کی رہتی ہے نہ گھاٹ کی۔

☆ اللہ کے نبی کی نافرمانی فتح اور نعمتوں سے محرومی کا سبب بنتی ہے۔

قتل ناحق کی حرمت اور ہابیل و قابیل کا قصہ

(آیات ۲۷ -۳۱) ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ ۘ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ ۖ قَالَ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

لَاَقْتُلَنَّكَ ۭ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ سابقہ آیات میں بنی اسرائیل کی جہاد کے باب میں کم ہمتی اور بزدلی کا ذکر تھا۔ اس قصے میں اس کے بالمقابل قتل ناحق کی برائی اور اس کی تباہ کاری بیان کر کے اہل اسلام کو راہ اعتدال کا سبق سکھانا ہے کہ جس طرح حق کی حمایت اور باطل کی تباہی کے لیے قتل وقتال سے جی چرانا جرم ہے، اسی طرح ناحق قتل وقتال دین و دنیا کے لیے مضر اور باعث فساد ہے۔ سیدنا آدم علیہ السلام کے دو حقیقی بیٹوں ہابیل اور قابیل نے قربانی کی۔ متقی کی قربانی قبول کر لی گئی اور دوسرے کی مسترد ہو گئی۔ قابیل نے جانا کہ اس متقی کی وجہ سے میری قربانی قبول نہیں ہوئی، لہٰذا اسے راستے سے ہٹا دیا جائے، چنانچہ اس نے اپنے بھائی کے قتل کا ارادہ ظاہر کیا۔ ہابیل نے اس فساد سے روکنے کی کوشش کی اور کہا کہ وہ قتل نفس کی بجائے اپنی اصلاح نفس کی طرف توجہ کرے، مگر وہ نہ رکا اور اس نے ظلماً اپنے بے گناہ بھائی کو مار ڈالا۔

قربانی تقرب الی اللہ کا قدیم طریقہ ہے

☆ اس سے معلوم ہوا کہ تقرب الٰہی کے حصول کا ایک قدیم ذریعہ قربانی کرنا بھی ہے، اسلام میں بھی قربانی کا مقصد قرب خداوندی ہے، منکرینِ حدیث اپنی جہالت کے باعث اسے ہزار سالہ رسم کہتے ہیں۔

☆ نیکی خواہ چھوٹی ہو یا بڑی، تقویٰ کے بغیر قبول نہیں ہوتی۔

☆ قصۂ ہابیل وقابیل سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ ایک خداترس انسان کس طرح دشمن اشتعال دلانے کے باوجود اللہ کے عہد پر قائم رہتا ہے اور ایک شریر انسان کس طرح فاسد جذبات سے مغلوب ہو کر اپنے بھائی کو قتل کر دیتا ہے، پھر اس جرم کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔

☆ چونکہ یہ زمین پر پہلا قتل تھا، قاتل کو قتل چھپانے اور لاش دفنانے کا پتہ نہیں تھا، اس لیے وہ بہت پچھتایا، چنانچہ ایک کوا آیا جس نے اسے لاش دفنانے کا طریقہ سکھایا۔

☆ بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ شیطان خود کوا بن کر آیا تھا۔ اللہ کی طرف جو نسبت کی گئی وہ اس لیے کہ جو اللہ سے دور بھاگے، اللہ اس کا ساتھی شیطان کو بنا دیتا ہے: ﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ﴾ اس میں عبرت کا پہلو یہ ہے کہ جب انسان اللہ سے نہ ڈرے تو شیطان اس سے جرم کرواتا ہے، پھر اسے چھپانے کا راستہ بھی بتاتا ہے۔ نیز یہ کہ نافرمانی اور جرم کے باعث انسان سے عقل سلب ہو جاتی ہے، حتی کہ وہ جانوروں سے بھی کم عقل ہو جاتا ہے: ﴿يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ﴾

قتل ناحق، ڈاکا زنی اور بغاوت کی شرعی سزا

(آیات ۳۲ - ۴۰) ہابیل کے قتل کے بعد قتل ناحق، ڈاکا زنی اور چوری وغیرہ کی شرعی سزاؤں کا بیان ہوا۔ درمیان میں اللہ کا خوف بذریعہ طاعات اور قرب خداوندی حاصل کرنے کی تلقین بھی فرمائی۔ دنیا کی سزائیں معاشرے کی مکمل اصلاح نہیں کر سکتیں، جب تک اللہ تعالیٰ کا خوف معاشرے کی سوچ کا حصہ نہ بن جائے، چونکہ بنی اسرائیل کے اندر انہی صفات کے آثار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پائے جاتے تھے جن کا اظہار سیدنا آدم علیہ السلام کے اس ظالم بیٹے نے کیا تھا، اس لیے حق تعالیٰ نے ان کو قتل نفس سے باز رہنے کی سخت تاکید کی۔

قتل ناحق کی نحوست یہ بتائی گئی ہے کہ گویا ایک بے گناہ انسان کا قتل ساری انسانیت کا قتل ہے اور ایک انسان کو ناحق قتل ہونے سے بچانا گویا پوری انسانیت کو بچانا ہے: ﴿اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا﴾ یہ تصریحات بائبل میں انہی الفاظ سے پائی جاتی تھیں جنہیں ظالموں نے بدل ڈالا، البتہ تلمود میں اس طرح کے الفاظ ملتے ہیں۔

تقرب الی اللہ کا ذریعہ جہاد

آیت نمبر ۳۵ میں جہاد کو تقرب الی اللہ کا وسیلہ قرار دیا ہے جس سے بنی اسرائیل نے اعراض کر کے ہزیمت و ندامت کمائی: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

چوری کی سزا اور اس میں حکمت

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے خلاف بغاوت اور فساد کی سزا قتل، سولی چڑھانا یا ہاتھ پاؤں کا کاٹ دینا ہے۔ آیت نمبر ۳۸ میں چوری کی سزا قطع ید بیان کی گئی ہے۔ اگر مجرم گرفتاری سے پہلے توبہ کر لے اور اصلاح کر لے تو اسے معافی دی جا سکتی ہے۔ دنیا میں حدود اللہ کے اجرا کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ہاں توبہ کے بغیر آخرت کی سزا سے رہائی نہیں مل سکتی: ﴿فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ . . .﴾

اسلامی حدود اور قانون قصاص مکمل امن کا ضامن ہے۔ ڈاکا زنی کی طرح چوری بھی ایک سنگین جرم ہے اس کی سزا قطع ید ہے، جس کی تنفیذ ضروری ہے۔ ایک ہاتھ کاٹنے سے اگر ہزاروں سر، ہزاروں گھر، ہزاروں آبروئیں محفوظ رہ جائیں تو یہ سودا مہنگا نہیں ہے۔ موجودہ زمانے میں سعودی عرب میں ان سزاؤں کے اجرا کے باعث قتل و غارت اور چوری و ڈاکا زنی ناپید ہیں۔ اگر دوسرے اسلامی ممالک بھی انہیں نافذ کر دیں تو پوری دنیا امن کا گہوارہ بن جائے۔ مگر کفر کے نمائندے اور ان کے دین فروش ایجنٹ ان سزاؤں کو وحشیانہ کہتے ہوئے نہیں شرماتے۔

اسلام دشمنوں کے رویے سے خبردار رہنے کی تلقین

(آیات ۴۱ - ۵۰) ﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ﴾ مدینہ منورہ میں اسلامی دعوت کی مخالف دو قوتوں (یہود اور منافقین) کی ناجائز سرگرمیوں کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔ منافق ظاہری طور پر مسلمانوں میں شمار ہوتے تھے اور یہود جو زمانہ قدیم سے مذہب کے اجارہ دار بنے بیٹھے تھے۔ ان کے لیے نبی کریم ﷺ کی دعوت، تنزل اور خطرے کی گھنٹی تھی۔ اس لیے وہ خود تو آپ کی مجلس میں حاضر نہ ہوتے لیکن اپنے جاسوسوں کو بھیج دیتے جو مسلمان کی رپورٹیں حسب خواہش ان تک پہنچاتے، اپنی مرضی سے ان کے معانی گھڑتے اور فتنہ و فساد پھیلاتے تھے۔ جس سے اسلامی تحریک کو بہت نقصان پہنچ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہا تھا۔ ان حالات میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کا دلبرداشتہ ہوجانا قدرتی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی حوصلہ افزائی ودلجوئی کے لیے یہ آیت اتاری کہ اے رسول! آپ کفر کی دوڑ دھوپ میں لگے رہنے والے کافروں کے طرزعمل سے غمزدہ نہ ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے دین کا یا آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ البتہ یہ لوگ اپنے لیے دنیا و آخرت کی رسوائی جمع کر رہے ہیں۔

اللہ کے دشمن، مومنوں کے دوست نہیں ہوسکتے

(آیات ۵۱ -۶٦) ﴿يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ اہل ایمان کو حکم دیا گیا کہ وہ یہود و نصاریٰ کو ہرگز دوست نہ بنائیں۔ جو ان سے دوستی کرے گا وہ انہی میں شمار ہوگا اور آخرت میں اس کا حشر بھی انہی کے ساتھ ہوگا۔ گویا اس نے دین میں ارتداد اختیار کیا۔ ایسے لوگ اللہ کے عذاب کا نشانہ بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کا محتاج نہیں ہے وہ ان کی جگہ ایسی قوم لے آئے گا جو اللہ سے محبت کرے گی اور اس کی راہ میں جہاد کرے گی۔ تمہارے دوست یہود و نصاریٰ نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والے اور نماز و زکوٰۃ ادا کرنے والے مومن ہیں: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا ...﴾ اور اللہ تعالیٰ کا یہی گروہ کامیاب ہوگا۔ یعنی کفار کے دوست حزب الشیطان ہیں جن کا انجام نہایت خسارے والا ہے: ﴿فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ﴾

آیت نمبر ۵۷ سے دوبارہ اس بات کو دہرایا گیا ہے کہ جو لوگ تمہارے دین کو، شعائر دین، نماز اذان وغیرہ کو نشانۂ تضحیک بنائیں وہ تمہارے دوست نہیں، دشمن ہیں۔ اے اہل کتاب! تم ہم سے بغض اس لیے رکھتے ہو کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی جانے والی جدید و قدیم وحی پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ لوگ بہت برے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی لعنت و غضب کے مستحق بنے کچھ خنزیر اور بندر بنادیے گئے۔ جس کے سبب یہ کفر و فسق، گناہ و طغیان اور سودخوری و حرام خوری میں شوق سے پڑے ہوئے ہیں۔ اگر ان میں کچھ نیک لوگ ان کو اس قسم کی خباثتوں سے روکنے والے نہ ہوتے تو ان کا کردار مزید گھناؤنا ہوتا:

﴿لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ﴾

اللہ کی رحمت اطاعت سے ہوتی ہے نہ کہ بغاوت سے

آیت نمبر ٦۴ میں یہود کی گستاخی کا ذکر کیا جو وہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ بخیل ہوگیا ہے جو اس کے خزانے میں ہمارے لیے کچھ باقی نہیں بچا: ﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ ۚ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا ۘ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ﴾ ایک طرف اس طرح کی گستاخیاں کرتے ہیں اور دوسری طرف یہ امید بھی رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر عنایات کی بارش بھی برسائے۔ ہاں اگر یہ ایمان لاتے، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے، اس کی بھیجی ہوئی کتابوں کے مطابق عمل کرتے تو ہم ان کی برائیاں مٹا دیتے اور ان کو نعمتوں بھری جنت میں پہنچاتے اور اوپر نیچے، دائیں بائیں ہر طرف سے ان پر رزق برساتے: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ لَأَكَلُوا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ ...﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

☆ معلوم ہوا کہ شریعت الٰہی کے نفاذ سے زمین و آسمان کی نعمتیں اپنی برکتوں سمیت عام ہو جاتی ہیں جبکہ معصیت الٰہی سے یہ نعمتیں چھن جاتی ہیں۔

مخالفتوں کے باوجود تبلیغ حق جاری رکھی جائے

(آیات ۶۷ - ۸۶) ﴿ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ... ﴾ نبی کریم ﷺ کو تلقین کی گئی کہ جو کچھ رب کی طرف سے آپ پر اترا ہے اسے دوسروں تک پہنچا دیجیے۔ اگر ایسا نہ کیا تو رسالت کا حق ادا نہیں ہوگا۔ رہے آپ کے دشمن تو وہ آپ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکیں گے، قتل و ہلاکت پر قدرت حاصل نہیں کر سکیں گے، کیونکہ آپ کی جان کی حفاظت اللہ کے ذمے ہے۔

اس میں ردّ ہے ان گمراہوں کا جو کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کسی خوف یا مصلحت سے قرآن مجید ہم تک پورے کا پورا نہیں بلکہ کسی قدر ناقص صورت میں پہنچایا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کتنی سچی بات کہی: ”لَوْ كَانَ مُحَمَّدٌ ﷺ كَاتِمًا شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ لَكَتَمَ هٰذِهِ الْآيَة“ ﴿وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي... وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ﴾ (الاحزاب: ۳۷)[1] ”اگر محمد ﷺ قرآن سے کسی آیت کو چھپاتے تو وہ یہ آیت ہوتی۔ ﴿وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي... وَتُخْفِي﴾

علماء نے مذکورہ آیت سے استنباط کرتے ہوئے کہا ہے:

رسول اللہ ﷺ کی طرح علمائے امت کے لیے بھی شریعت کے مسائل میں اخفاء و کتمان جائز نہیں! علماء جب دین کا کام اپنے ذمے سمجھیں تو ان کی ضرورتوں کا کفیل اور دشمنوں سے بچانے کا ذمہ بھی اللہ تعالیٰ خود لے لیتے ہیں۔

مشرک کا جنت میں داخلہ حرام ہے

آیت نمبر ۷۰ میں واضح فرمایا کہ عیسائیوں کی گمراہی عقیدہ الوہیت مسیح اور عقیدہ تثلیث خود تعلیم عیسوی کے بھی سراسر خلاف اور صریح شرک ہے۔ ایسے مشرکوں کا جنت میں داخلہ تک حرام ہے اور جہنم ان کا یقینی ٹھکانہ ہے: ﴿مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾ سیدنا مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ سچے لوگ تھے، سیدنا مسیح علیہ السلام محض ایک انسان تھے، ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ ان اوصاف کے باعث وہ الٰہ کیسے ہو سکتے ہیں؟ اے اہل کتاب! دین میں غلو سے بچو اور گمراہ لوگوں کے تخیلات کے پیچھے مت لگو، یعنی فلاسفہ یونان اور دیگر گمراہ لوگ جن سے عیسائیوں نے گمراہیاں اخذ کی ہیں۔

---

[1] صحيح البخاري: ۷٤۲۰؛ صحيح مسلم: ۱۷۷ واللفظ له۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بنی اسرائیل پر اللہ کی لعنت کی وجوہات

بنی اسرائیل اپنے عصیان، عدوان اور تبلیغ سے منہ موڑنے کے باعث سیدنا داؤد اور عیسیٰ علیہما السلام کی زبانی لعنتی ہو چکے ہیں: ﴿لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ؕ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّ کَانُوْا یَعْتَدُوْنَ﴾ اہل ایمان کو اس سے بچنا چاہیے، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے ساتھ ساتھ عمل بھی ہونا چاہیے۔

مسلمانوں سے تعصب کون رکھتا ہے

مشرکین اور یہود اسلام اور مسلمانوں کے لیے سے بہت زیادہ متعصب ہیں اور نصرانیت کے مدعی لوگ بہ نسبت ان کے مسلمانوں کے زیادہ قریب ہیں، کیونکہ ان میں درویش اور عالم موجود ہیں۔ موجودہ دور کے مسیحی اسلام دشمنی میں یہود سے کم نہیں ہیں، بلکہ ان کے بھی کان کترتے ہیں اور ان ملعونوں کے استاد ہیں۔ مشرق وسطیٰ میں فلسطین کا مسئلہ، برصغیر میں کشمیر کا تنازعہ، بوسنیا، ہرزگونیا، ترکی اور انڈونیشیا میں تیمور کا مسئلہ یہ تمام مسائل موجودہ عیسائیوں کے پیدا کردہ ہیں۔ افغانستان کی مکمل تباہی اور پھر عراق، ایران اور پاکستان کی تباہی کی منصوبہ بندی ان کی ملعون سوچ کا نتیجہ ہے۔ سقوط غرناطہ کا سبب عیسائیوں کی اسلام دشمنی ہی تو تھا۔ اس لیے علماء ومفسرین نے ان نیک لوگوں سے مراد مسیحی نہیں نصرانی مراد لیے ہیں جو علم و زہد میں یکتا تھے۔

جو لوگ الوہیت، نبوت اور آسمانی کتب پر یقین رکھنے والے ہوں، انہیں مشرکین کے مقابلے میں ان سے دوستی اور تعلق رکھنا چاہیے جو ان کی طرح سلسلۂ نبوت کو ماننے والے ہیں لیکن یہودی عجیب قسم کے اہل کتاب ہیں کہ توحید وشرک کی جنگ میں ان کا وزن مشرکین کے پلڑے میں جاتا ہے، پھر بھی انہیں زعم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ، پیغمبروں اور آسمانی کتابوں کے قائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر فی الواقع یہ لوگ اللہ، نبی اور وحی کے ماننے والے ہوتے تو کبھی اہل ایمان کے مقابلے میں کافروں کو اپنا دوست نہ بناتے: ﴿وَلَوْ کَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالنَّبِیِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مَا اتَّخَذُوْھُمْ اَوْلِیَآءَ وَلٰکِنَّ کَثِیْرًا مِّنْھُمْ فٰسِقُوْنَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَإِذَا سَمِعُوا: 7

ہجرت حبشہ کے موقع پر سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے نجاشی کی فرمائش پر سردربار سورۂ مریم کی آیات پڑھ کر سنائیں۔ اس پر نجاشی اور اہل دربار متاثر ہوکر رو پڑے اور حق قبول کرلیا: ﴿وَإِذَا سَمِعُوا مَآ أُنزِلَ إِلَى ٱلرَّسُولِ تَرَىٰٓ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ ٱلدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا۟ مِنَ ٱلْحَقِّ ۖ يَقُولُونَ رَبَّنَآ ءَامَنَّا فَٱكْتُبْنَا مَعَ ٱلشَّٰهِدِينَ﴾ اہل علم کا تاثر اسی قسم کا ہوتا ہے۔ کلام حق سے متاثر ہوکر آبدیدہ ہونا صلحاء اور سلیم الفطرت لوگوں کا طریق ہے نیز معلوم ہوا کہ بغیر عمل کے محض آرزو یا طمع کافی نہیں ہے۔

بعض فروعی احکام کی تبیین

(آیات ۸۷-۸۹) یہاں تک اہل کتاب کے متعلق گفتگو تھی، آگے پھر فرعی احکام کی طرف پلٹا جارہا ہے۔ جن کا ذکر شروع سورت میں اور کچھ درمیان میں بھی ہوا۔ اوپر رہبانیت کا ذکر آیا ہے احتمال تھا کہ کوئی رہبانیت قابل مدح سمجھ لے، اس لیے اس مقام پر حلال کو حرام سمجھ لینے کی ممانعت زیادہ مناسب معلوم ہوئی کہ طیبات میں سے لذیذ و مرغوب چیزوں کو قسم کھا کر اپنے اوپر حرام مت کرو اور تحلیل وتحریم کے باب میں جو حدود شرعیہ مقرر ہیں ان سے آگے مت نکلو۔

قسم کھانے اور اس کے توڑنے کے مسائل

﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ ٱللَّهُ بِٱللَّغْوِ فِىٓ أَيْمَٰنِكُمْ﴾ سے شرعی مؤاخذہ مراد ہے چونکہ بعض لوگوں نے حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لینے کی قسم کھا رکھی تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسی سلسلے میں قسم کا حکم بھی بیان فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص کی زبان سے بلاارادہ قسم کا لفظ نکل گیا تو اس کی پابندی کرنے کی ویسے ہی ضرورت نہیں، کیونکہ ایسی قسم پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہے۔ مؤاخذہ صرف سنجیدگی سے کھائی گئی قسموں پر ہوگا: ﴿وَلَٰكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا عَقَّدتُّمُ ٱلْأَيْمَٰنَ﴾ اور اگر جان بوجھ کر کسی نے قسم کھائی، پھر اسے توڑ دیا تو کفارہ ادا کردے، کیونکہ جس نے کسی معصیت کی قسم کھائی ہو اسے اپنی قسم پر قائم رہنا گناہ کا موجب ہے۔

قسم توڑنے کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو اپنے بال بچوں کو کھلایا جاتا ہے: یا انہیں کپڑے پہنانا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ جو اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو، وہ تین دن کے روزے رکھے۔ ﴿فَكَفَّٰرَتُهُۥٓ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَٰكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ...﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شراب، جوا، پانسے وغیرہ کی حرمت

(آیات ۹۰ -۹۳) چار چیزوں کو قطعی طور پر حرام قرار دیا گیا ہے: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ ...﴾ خمر، جوا اور وہ مقامات جو غیر اللہ کی عبادت کرنے یا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے نام پر قربانی اور نذر و نیاز چڑھانے کے لیے مخصوص کیے گئے ہوں۔

میسر اور ازلام میں فرق

پانسا اپنی نوعیت کے اعتبار سے جوئے ہی کی ایک قسم ہے، لیکن ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ ازلام فال گیری اور قرعہ اندازی کی اس صورت کو کہتے ہیں جو مشرکانہ عقائد و توہمات سے آلودہ ہو۔ جبکہ میسر کا اطلاق ان کھیلوں اور کاموں پر ہوتا ہے جن میں اتفاقی امور کو کمائی، قسمت آزمائی اور تقسیم اموال و اشیا کا ذریعہ بنایا جاتا ہے۔ یہ چاروں چیزیں ﴿رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ﴾ ہیں۔ فطرت انسانی ان سے خود انکار کرتی ہے۔

حرمت شراب کا اقدام

شراب کی حرمت کے سلسلے میں اس سے پہلے دو حکم آ چکے تھے۔ یہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۹ اور سورۂ نساء کی آیت نمبر ۴۳ میں گزر چکے ہیں۔ اب اس آخری حکم کے آنے سے پہلے نبی کریم ﷺ نے ایک خطبے میں لوگوں کو متنبہ فرمادیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو شراب سخت ناپسند ہے۔ بعید نہیں کہ اس کی قطعی حرمت کا حکم آ جائے۔ اس لیے جونہی اس کی حرمت کا حکم نازل ہوا: ﴿فَهَلْ أَنْتُمْ مُّنْتَهُونَ﴾ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو اس حکم کے اولیں مخاطب تھے اسے سنتے ہی پکار اٹھے: ہم باز آ گئے ہم باز آ گئے۔ ”انتہینا انتہینا یا ربنا“[1]

اجرائے حدود اللہ اسلامی حکومت کا فرض

شریعت کی رو سے یہ بات اسلامی حکومت کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ شراب کی بندش کے اس حکم کو بزور قوت نافذ کرے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بنی ثقیف کے ایک شخص رویشد نامی کی دوکان اس بنا پر جلا دی گئی کہ وہ خفیہ طور پر شراب بیچتا تھا۔ ایک دوسرے موقع پر ایک پورا گاؤں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے جلا دیا گیا تھا کہ وہاں خفیہ طور پر شراب کی کشید اور فروخت کا کاروبار ہوتا تھا۔

شراب کی حرمت کے بعد بہت سے سوال پیدا ہوئے۔ ان میں ایک یہ بھی تھا کہ جو لوگ اسی دوران میں فوت ہو گئے ہیں ان کا کیا بنے گا۔ ارشاد ہوا کہ جو اعمال کسی حکم کے نازل ہونے سے پہلے سرانجام دیے جاتے ہیں ان پر مواخذہ نہیں کیا جاتا:

﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوا﴾

---

[1] سنن الترمذی: ۳۰۴۹؛ سنن النسائی: ۵۵۴۰۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

حالت احرام میں شکار کی ممانعت

(آیات ۹۴ -۹۶) ﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ... ﴾ پیچھے ان چیزوں کا بیان ہوا جو فی نفسہ حرام ہیں، اب حالت احرام میں شکار کی ممانعت کی جا رہی ہے جو وقتی حرام ہے ابدی نہیں خواہ آدمی خود شکار کرے یا کسی دوسرے کو شکار میں کسی طور پر مدد دے، اگر محرم کی خاطر شکار کیا گیا ہو، تب بھی اس کا کھانا محرم کے لیے جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر کسی شخص نے اپنے لیے شکار کیا ہو اور وہ اس میں سے محرم کو بھی تحفۃً کچھ دے دے تو اس کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اس حکم سے عام موذی جانور مستثنیٰ ہیں۔ سانپ، بچھو، باؤلا کتا اور نقصان پہنچانے والے دیگر جانور حالت احرام میں مارے جا سکتے ہیں۔

اگر کوئی جان بوجھ کر شکار کرے تو اس کا کفارہ بتایا گیا ہے کہ اسی نوعیت کا جانور ذبح کر کے صدقہ دینا ہوگا۔ ان امور کا فیصلہ بھی دو عادل آدمی ہی کریں گے کہ کس جانور کے مارنے پر کتنے مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے گا یا کتنے روزے رکھے جائیں گے۔

بحری شکار کی اجازت

احرام کی حالت میں سمندری شکار کی اجازت ہے: ﴿ اُحِلَّ لَكُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّیَّارَةِ ... ﴾ کیونکہ سمندری سفر میں بسا اوقات زاد راہ ختم ہو جاتا ہے اور غذا کا سمندری شکار کے سوا کوئی راستہ نہیں ہوتا۔

بیت اللہ کی مرکزیت اور شان

(آیات ۹۷- ۱۰۰) بیت اللہ کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ مسلمانوں کا مرکز اور لوٹنے جگہ ہے: ﴿ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ ... ﴾ عرب میں کعبہ کی حیثیت محض ایک مقدس عبادت گاہ ہی کی نہ تھی بلکہ اپنی مرکزیت اور اپنے تقدس کی وجہ سے وہ پورے ملک کی معاشی و تمدنی زندگی کا سہارا بنا ہوا تھا۔ حج و عمرے کا سفر ہمیشہ جاری رہتا تھا۔ اس کی وجہ سے عربوں میں وحدت کا رشتہ قائم تھا۔ مختلف علاقوں اور قبیلوں کے لوگ باہم تمدنی روابط قائم کرتے، شاعری کے مقابلوں سے ان کی زبان اور ادب کو ترقی نصیب ہوتی اور تجارتی لین دین سے سارے ملک کی معاشی ضروریات پوری ہوتیں۔ حرمت والے مہینوں کی بدولت عربوں کو سال کا ایک پورا تہائی زمانہ امن کا نصیب ہو جاتا تھا۔ بس یہی زمانہ ایسا تھا جس میں ان کے قافلے ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بہ سہولت آتے جاتے تھے۔ قربانی کے جانوروں اور قلادوں کی موجودگی سے بھی اس نقل و حرکت میں بڑی مدد ملتی تھی، کیونکہ نذر کی علامت کے طور پر جن جانوروں کی گردن میں پٹے پڑے ہوتے، انہیں دیکھ کر عربوں کی گردنیں احترام سے جھک جاتیں اور کسی غارت گر قبیلے کو ان پر ہاتھ ڈالنے کی جرات نہ ہوتی۔

بیت اللہ سے دشمنی رکھنے والوں کو زعم ہے کہ وہ کثرت سے ہیں، لہٰذا حق پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ایسا نہیں ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خبیث چیز بہت زیادہ ہو کر بھی کچھ نہیں اور طیب تھوڑی ہو کر بھی بہت زیادہ بابرکت ہوتی ہے: ﴿ قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَ لَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ... ﴾

بے فائدہ سوالات پوچھنے کی ممانعت

(آیات ۱۰۱ -۱۰۸) خاتمہ سورت میں انہی باتوں سے متعلق جو اس سورت کے شروع میں بیان ہوئی ہیں جو سوالات پیدا ہوئے یا پیدا ہو سکتے تھے، ان میں سے جن سوالات کے جواب ضروری تھے ان کا جواب دے دیا گیا۔ لایعنی سوالات کو نہ صرف نظر انداز کر دیا گیا بلکہ ان کی ممانعت کر دی گئی، کیونکہ بعض لوگ نبی کریم ﷺ سے ایسے لایعنی اور فضول قسم کے سوالات کیا کرتے تھے، یہ عادت بد گویا نبی کریم ﷺ کے ساتھ استہزا بھی ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو اس سے منع کر دیا گیا۔ مثلاً: ایک شخص نے سوال کیا میرا باپ کون ہے؟ یا حج کی فرضیت کی بابت ایک شخص نے بار بار پوچھا کہ کیا ہر سال حج فرض ہے؟ ایک تو اس سے آزادی کا دائرہ تنگ ہوتا ہے اور دوسری یہ عادت اچھی نہیں ہے اس لیے اس کی ممانعت کر دی: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ... ﴾ اگر نبی کریم ﷺ فرما دیتے کہ ہاں ہر سال حج فرض ہے تو کیا اس میں امت کے لیے آسانی باقی رہتی؟

پہلی قوموں کے کفر و فسق کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے نبیوں سے ہر وقت چھوٹی چھوٹی اور غیر اہم باتیں پوچھتے رہتے، پھر ان پر عمل نہ کر پاتے تھے۔ جیسے بنی اسرائیل نے گائے کے متعلق سوالات کا ایک سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ جو ان کے لیے مشکل کا باعث بنا:

رسومات جاہلیت سے احتراز کا حکم

﴿ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا سَآئِبَةٍ وَّ لَا وَصِيْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ ۙ وَّ لٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ... ﴾ ''نہیں مقرر کیا اللہ نے کسی بحیرہ کو، نہ سائبہ کو نہ وصیلہ اور نہ حامی کو، مگر یہ کافر اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔''

دور جاہلیت میں مشرک لوگ گائے، بیل اور بکرے کسی بزرگ، ولی، بت، آستانے، خانقاہ، دیوتا یا پیر کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔ ان سے کوئی خدمت لینا یا انہیں ذبح کرنا یا کسی طور پر ان سے فائدہ اٹھانا حرام سمجھا جاتا تھا۔ مختلف طریقوں اور منتوں سے چھوڑے ہوئے ان جانوروں کے وہ لوگ الگ الگ نام رکھتے تھے۔ مثلاً بحیرہ، (کان چیر ہوئی اونٹنی) سائبہ، (بطور شکرانہ اونٹ یا اونٹنی کو آزاد چھوڑ دینا) وصیلہ، (بکری کا پہلا نر بچہ) اور حامی اونٹ (جس کا پوتا سواری کے قابل ہو جاتا تو اس بوڑھے اونٹ کو آزاد چھوڑ دیا جاتا) اللہ تعالیٰ نے انھیں ہرگز مقدس قرار نہیں دیا، اس لیے غیر اللہ کے نام پر چھوڑے گئے اس قسم کے جانوروں کی تکریم اور اس بارے میں جہلا کے تمام معتقدات باطل ہیں۔

اسی طرح آبا و اجداد کی اندھی تقلید حرام قرار دے دی گئی ہے۔ اس اندھی تقلید کی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مدمقابل اپنے بڑوں کے طریقے کو بطورسند پیش کیا جائے: ﴿قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ...﴾ اپنے نفس کو بھول جانا اور دوسروں کی کمزوریوں کی ٹوہ میں لگے رہنا، ناپسندیدہ حرکت ہے، اس سے بھی منع فرمایا۔

وصیت کے احکام

سفر کے دوران میں کسی شخص کی موت کا وقت آ جائے تو اگر وہ اپنے قریب دو مسلمان پائے تو ان کو اپنے مال کے بارے میں وصیت کر دے۔ اگر دو مسلمان بروقت نہ ملیں تو غیر مسلموں میں سے دو آدمیوں کے ساتھ یہی معاملہ کرے۔ یہ دو صاحبان مال لاکر اس کے وارثوں کے حوالے کریں۔ وارثوں کو اگر ان کے بیان کے بارے میں شبہ ہو جائے تو کسی نماز کے بعد مسجد میں جاکر ان دونوں سے قسمیں لی جائیں کہ ہم نے مرنے والے کی وصیت کے مطابق کہا ہے۔ اگر وارث ان کے اس حلفیہ بیان پر مطمئن نہ ہوں تو وارثوں میں سے دو آدمی اپنی بات کے حق میں قسم کھائیں اور پھر ان کی قسم کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے۔ وارثوں کو یہ حق دینے کا مقصد خیانت کی کوششوں کو ناکام بنانا ہے: ﴿ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ...﴾

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حواری عیسائی نہیں مسلمان تھے

(آیات ۱۰۹ - ۱۲۰) دنیوی معاملات میں تو اسے اچھا سمجھا جاتا ہے جس کے حق میں لوگ گواہی دیں۔ اب سورت کے اختتام پر بتلایا گیا ہے کہ اللہ کے ہاں اچھے لوگ کون ہیں اور قیامت کے دن نجات کون لوگ حاصل کر پائیں گے۔ اوپر مختلف احکام کا ذکر ہوا۔ درمیان میں عمل کی ترغیب اور ان کی مخالفت پر ترہیب فرمائی گئی۔ اسی کی تاکید کے لیے اگلی آیت میں قیامت کے ہولناک واقعات یاد دلائے ہیں، تاکہ اطاعت کا جذبہ زیادہ ہو اور مخالفت ماند پڑ جائے۔ پھر سورت کے اختتام میں اہل کتاب کا مکالمہ ذکر فرمایا ہے جو ماقبل متعدد آیات میں مذکور ہوا ہے۔ مقصد اہل کتاب کو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بعض مضامین سنانا ہے جن سے ان کی عبدیت کا اثبات اور الوہیت کی نفی ہو۔

یاد رہے کہ اس سورت کا مرکزی مضمون قیام عدل و قسط اور شہادتِ حق کی عظیم ذمہ داری کا احساس ہے (آیات ۸) نبی کریم ﷺ کو صاف الفاظ میں اس ذمہ داری کے ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔ آخر میں اس شہادت کی تفصیل بیان ہوئی ہے جو انبیائے کرام علیہم السلام روز محشر دیں گے کہ انہوں نے اپنی اپنی امتوں تک اللہ کا پیغام بے کم و کاست پہنچا دیا تھا۔ ان کی امتوں نے انبیاء کو کیا جواب دیا؟ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اس سوال کا جواب انبیاء کے ذمہ نہیں، اس لیے وہ کہیں گے تو علام الغیوب ہے: ﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾

اس سے یہود و نصاریٰ کو یہ بتانا مقصود ہے کہ تمہارے بیہودہ عقائد و نظریات کے مسئول انبیاء نہیں بلکہ تم خود ہو، کیونکہ انبیاء کی تعلیم و شہادت کے خلاف تم نے اللہ تعالیٰ کے دین میں رد و بدل کر رکھا ہے۔ یہاں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت بطور نمونہ بیان کی ہے کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ دوسرے انبیاء سے بھی شہادت لے گا۔ خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ بھی اسی طرح شہادت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیں گے اور آپ ہی کی شہادت پر آپ کی امت پر حجت قائم ہوگی۔ سورت کے آغاز میں اس امت سے جو میثاق لیا گیا ہے۔ سورت کے آخر میں اس کی اُخروی ذمہ داریوں کی یاددہانی کرائی جارہی ہے کہ وہ بھی اس شہادت کو یاد رکھیں۔

نزول مائدہ کا تذکرہ

حواری جو سیدنا مسیح علیہ السلام کے سچے پیروکار تھے، دیگر معجزات کی طرف دیکھ کر انہوں نے بطور معجزہ آسمان سے دسترخوان طلب کیا جب اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ اگر پھر بھی کوئی گڑبڑ کرے گا تو سخت قسم کی سزا ملے گی: ﴿ قَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَیْكُمْ ۚ فَمَنْ یَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّیْۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ اس پر حواری ڈر گئے اور اپنے اس مطالبے سے دستبردار ہوگئے۔

روزِ محشر عدالت میں جناب مسیح کی گواہی

(آیت ۱۱۶ - ۱۲۰) قیامت کے دن اللہ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا: مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنالو؟ تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے: تو پاک ہے یہ مجھے کس طرح زیبا تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق نہیں تھا، اگر میں نے کہا ہوگا تو آپ کو اس کا علم ہوگا۔ آپ میرے دل کی بات جانتے ہیں اور میں نہیں جانتا جو کچھ آپ کے جی میں ہے۔ آپ تو تمام پوشیدہ باتوں کے جاننے والے ہیں۔ میں نے تو ان سے اور کچھ نہیں کہا مگر صرف وہی جس کا آپ نے مجھے حکم دیا تھا یہ کہ تم اللہ کی بندگی کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی اور میں ان کا نگران رہا جب تک ان میں رہا۔ پھر جب آپ نے مجھے اٹھالیا تو آپ ہی ان کے نگران تھے اور آپ ہر چیز کی پوری خبر رکھتے ہیں۔ اب اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف فرمادیں تو آپ زبردست اور حکمت والے ہیں۔ اللہ فرمائیں گے: یہ وہ دن ہے کہ جو لوگ سچے تھے ان کا سچا ہونا ان کے کام آئے گا، ان کو جنتیں ملیں گی جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی اور یہ اللہ سے راضی ہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔ اللہ ہی کے لیے ہے آسمان وزمین اور تمام موجودات کی بادشاہی اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔

سُوْرَةُ الْاَنْعَام

سورت انعام مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی ایک سو چھیاسٹھ آیات اور بیس رکوع ہیں

سورت کا نام، زمانہ نزول اور موضوع

عربی میں اَنْعَام کا لفظ مویشیوں اور چارپایوں پر بولا جاتا ہے۔ اس سورت میں بعض مویشیوں کی حرمت یا حلت بیان ہوئی ہے، اس سلسلے میں اہل عرب کے مشرکانہ عقائد وتوہمات کی تردید کی گئی ہے۔ اسی مناسبت سے اس سورت کا نام الانعام رکھا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ یہ پوری سورت مکہ میں بیک وقت نازل ہوئی تھی۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی بہن سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جب یہ سورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو رہی تھی اس وقت آپ اونٹنی پر سوار تھے، میں اس کی نکیل پکڑے ہوئے تھی اور بوجھ کے مارے اونٹنی کا یہ حال ہو رہا تھا کہ معلوم ہوتا تھا اس کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی۔ جس رات یہ سورت نازل ہوئی اسی رات آپ نے اسے قلمبند کرا دیا۔

سورۂ انعام کے مضامین سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سورت کا زمانۂ نزول مکہ کا آخری دور ہے، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس سورت میں قریش کو صرف تبلیغ ہی نہیں کی گئی بلکہ انہیں سخت قسم کی تنبیہ بھی کی گئی ہے کہ اگر انہوں نے اب بھی حق کی دعوت قبول نہ کی اور اپنی تکذیب و جہالت پر حسب سابق قائم رہے تو اس انجام سے دوچار ہونے کے لیے تیار رہیں جس سے سابقہ رسولوں کی تکذیب کرنے والی قوموں کو دوچار ہونا پڑا ہے۔ اس قسم کی دھمکیاں بالعموم اس وقت دی جاتی ہیں جب نبی کو ہجرت کا حکم ہونے والا ہوتا ہے اور قوم کو توبہ کا موقع دیا جاتا ہے۔

اس سورت میں استدلال، عقل و فطرت اور آفاق و انفس کے شواہد سے کیا گیا ہے یا وہ مسلمات جنہیں اہل عرب بھی مانتے تھے۔ اس ضمن میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اس حجت کو اس سورت میں خاص طور نمایاں کیا گیا ہے جو آپ نے اپنی قوم کے سامنے پیش کی تھی تاکہ قریش پر یہ واضح ہو جائے کہ اصل ملت ابراہیم کیا ہے اور اس کے حقیقی پیروکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ ہیں نہ کہ تم لوگ جو یہ دعویٰ رکھتے ہو کہ ہم سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہونے کی وجہ سے ان کے مذہب کے پیروکار ہیں۔ ان تمام تصریحات کے بعد اب ہم سورۂ انعام کے مضامین کا اجمالی اور پھر تفصیلی جائزہ لیتے ہیں۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

توحید پر ایمان لانے کی دعوت اور اس کے دلائل دن رات، نور و ظلمت، تخلیق انسان کے مراحل (۱، ۵) ☆ مکذبین حق کے برے انجام پر تاریخ کی شہادت (۶، ۱۱) ☆ فرشتوں کو رسول نہ بنا کر بھیجنے میں مصلحت (۸، ۹) ☆ نفع و ضرر صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے (۱۷) ☆ توحید و شرک کے باب میں صرف اللہ کی گواہی فیصلہ کن ہے (۱۹) ☆ روز محشر مشرکین کا جھوٹ، شرک سے انکار کی سورت میں (۲۲، ۲۴) ☆ مکذبین کی جہنم کے کنارے اور پھر اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کی تصویر (۲۷، ۳۰) ☆ انبیاء کی تکذیب کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تسلی کا دلنواز پہلو (۳۳-۳۴) ☆ عذاب کی نشانی کے مطالبے کا جواب (۳۷، ۳۸) ☆ قرآن دلائل و براہین کا خزانہ ہے (۳۸) ☆ ہدایت صرف طالبین کو ملتی ہے (۳۹) ☆ جس نے عذاب کی نشانی مانگی اسے ایمان نہیں ملا (۴۲، ۴۵) ☆ عذاب کے بارے میں سنت الٰہی، مکذبین مارے جاتے ہیں اور مومنین بچا لیے جاتے ہیں (۴۸، ۴۹) ☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے خزانوں کے مالک، عالم الغیب یا فرشتے نہیں تھے (۵۰) ☆ غریب صحابہ ہی دنیا و آخرت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمنوا ہیں، ان کی دلجوئی کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تاکید (۵۲، ۵۴) ☆ غیب کے تمام خزانوں کا مالک اور زندگی و موت کا مالک و کار مختار صرف اللہ جل شانہ ہے (۵۹، ۶۵) ☆ دین کا مذاق اڑانے والے بے دینوں کی مجالس سے احتراز کا حکم (۶۸) ☆ شرک سے مکمل بیزاری ہی ملت حنفی ہے۔ سیدنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابراہیم علیہ السلام کے استدراجی مناظرے کی روداد (۷۵، ۸۲) ☆ تبلیغ وتمسک بالتوحید ہجرت سے صالح اولاد ملتی ہے (۸۴، ۸۸) ☆ کسی نبی نے شرک نہیں کیا اگر کرتا تو اس کے اعمال برباد ہو جاتے (۸۸) ☆ اصحاب رسول کا عظیم مرتبہ، نبی کریم ﷺ کو فرمانبردار رفقائے کار کی بشارت۔(۸۹) ☆ تبلیغ دعوت بے تجارت نہیں (۹۰) ☆ یہود کی شرارت کہ اللہ نے کسی بشر پر کتاب نازل نہیں کی، تو پھر سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر تورات کس نے نازل کی؟ (۹۱) ☆ قرآن کے نزول کی بشارت سیدنا ابراہیم، موسیٰ اور مسیح علیہم السلام سب نے دی تھی (۹۲) ☆ جھوٹی نبوت اور وحی کے مدعیوں پر موت کی سختی کا منظر (۹۲) ☆ عذاب قبر کے عقیدے کا قرآنی ثبوت (۹۳) ☆ کائنات کا ایک ایک ذرہ اللہ کی توحید کا مظہر ہے۔توحید کے ایمان افروز دلائل ☆ جنات کو خدا کی خدائی میں شریک سمجھنا، کسی کو اللہ کی اولاد ماننا اور اس کے ساتھ پیکر محسوس تراشنا سب بے دلیل چیزیں ہیں (۹۶، ۱۰۳) ☆ منکرین کے جھوٹے خداؤں کی تردید کا ایک حکیمانہ اسلوب (۱۰۹) ☆ جس کی آنکھوں پر تعصب کی پٹی بندھی ہو اسے خواہ لاکھ معجزے دکھا دیے جائیں، وہ ایمان نہیں لاسکتا (۱۱۲)

شرک اور باطل کا سارا نظام شیاطین جن وانس کے باہمی گٹھ جوڑ سے قائم ہے (۱۱۳) ☆ عموماً اکثریت کے عقائد گمراہی پر مبنی ہوتے ہیں۔ان کی پیروی راہ حق سے بھٹکا دینے والی ہے (۱۱۷) ☆ کسی چیز کو بے سند شریعت قرار دینا بدعت ہے۔(۱۲۰) ☆ ذبح کے وقت حلال جانور پر بھی اللہ کا نام نہ لیا جائے یا اسے غیر اللہ کے نام پر وقف کر دیا جائے تو وہ حرام ہو جاتا ہے (۱۱۹، ۱۲۲) ☆ نبوت رسالت کسبی نہیں وہبی نعمتیں ہیں۔جسے اللہ چاہے دے (۱۲۵) ☆ ذریت ابلیس کی عیاری اور ذریت آدم کی سادہ لوحی کہ ابلیس کے کہنے پر شرک واوہام میں مبتلا ہو کر عذاب کما لیتے ہیں (۱۲۹، ۱۳۰) ☆ جہنم میں بھیجنے سے پہلے گمراہ جنات وانس پر حجت پوری کی جائے گی ☆ جنات کے لیے رسول انہی میں سے ہوتے ہیں (۱۳۰) ☆ مشرکوں کے جانوروں، کھیتیوں اور قتل اولاد سے متعلق خود ساختہ و جاہلانہ عقائد اور اوہام کی تردید (۱۳۷، ۱۴۵) ☆ ملت ابراہیمی میں بھی طیبات کی حلت اور خبائث کی حرمت تھی، اسلام اسی کا پیروکار ہے جبکہ یہودیت و جاہلیت، حق سے بغاوت و انحراف کا نام ہے (۱۴۶، ۱۴۷) ☆ شرک و جاہلیت سے اجتناب اور والدین سے حسن سلوک کا حکم، قتل اولاد، قتل نفس، زنا و فواحش، اکل مال یتیم، ماپ تول میں کمی بیشی وغیرہ سے احتراز کا حکم ایفائے عہد، ہر حال میں عدل کا لحاظ اور سیدھے راستے کی اتباع جیسے بڑے بڑے اخلاقی اصولوں کی تلقین جن پر اسلامی معاشرے کی تعمیر کی گئی ہے (۱۵۲-۱۵۸) ☆ طویل جدوجہد کے باوجود دعوت کے نتیجہ خیز نہ ہونے پر تسلی (۱۵۹) ☆ نبی کریم ﷺ کو فرقہ بندوں سے اجتناب اور اظہار برات کا حکم (۱۶۰) ☆ ملت ابراہیمی، شریعت موسوی اور مذہب محمدی سب ایک ہی چیز ہیں۔اس سے علیحدگی اور اس کی تکذیب گمراہی ہے۔(۱۶۲) ☆ منکرین ومخالفین کو ان کی غفلت پر سخت تنبیہ وتہدید (۱۶۵)

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات: ۱ - ۱۰) ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۗ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ① هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ② وَ هُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ فِي الْاَرْضِ ؕ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ جَهْرَكُمْ وَ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ﴾

توحید، کتاب اللہ کی حقانیت، رسالت کی صداقت کے وہ دلائل جن کو مشرکین بھی مانتے تھے ان کی طرف واضح اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو آسمان وزمین اور نور وظلمات کا خالق ہے جس نے انسان کو مٹی سے بنا کر ایک مقرر مدت تک اسے یہاں بسنے کا موقع عنایت کیا جو ارض وسما اور تمہاری ہر کھلی یا چھپی بات اور کارکردگی کو جانتا ہے۔ پھر بھی کافر لوگ عبادت میں اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں اور اللہ کی آیات سے اعراض کرتے ہیں جس کا کوئی جواز نہیں ہے، کیونکہ ان سے پہلے بھی بڑے بڑے جابر لوگ آچکے ہیں۔ حق کی تکذیب کے باعث ان کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہا۔ نیز کفار کے اس مطالبے کہ ہمارے سامنے آسمان سے لکھی ہوئی کتاب اترے اور فرشتے اس کے ساتھ نازل ہوں، کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ایسے ہٹ دھرم ہیں کہ اگر ہم ایسا کر بھی دیں تو کہیں گے کہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔ یہ فرشتوں کے نزول کے بھی خواہاں ہیں، یہ یاد رکھیں کہ جب فرشتے اترتے ہیں تو مہلت کا وقت باقی نہیں رہتا: ﴿وَ لَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ﴾ اگر فرشتہ نازل بھی ہوتا تو انسانی شکل میں آتا ورنہ وہ دکھائی کیسے دیتا، پھر ان کا اعتراض ہوتا کہ یہ انسان کیوں نہیں ہے۔ اگر یہی بات ہے تو محمد ﷺ انسان ہی ہیں۔

مکذبین اپنے پیشروں کا انجام یاد رکھیں

(آیات ۱۱ - ۲۰) یہ کفار دراصل پہلے تباہ ہو جانے والے منکروں کی طرح حق کا مذاق اڑاتے ہیں۔ انہیں کہیے کہ زمین میں چل پھر کر ان مجرموں کے انجام کو دیکھ لیں کہ مٹے نامیوں کے نشان کیسے کیسے؟ جس سے انہیں پتہ چل جائے گا کہ یہ کس سلوک کے مستحق ہیں۔ کیا انہیں پتہ نہیں کہ ہم نے بڑی بڑی طاقتور اور مالدار قوموں کو حق وصداقت کی تکذیب کے باعث ہلاک کر ڈالا۔ زمین وآسمان کے خالق ومالک نے اتنی بڑی سلطنت کا مختار کل ہونے کے باوجود اپنی رحمت کو اپنے آپ پر لکھ رکھا ہے: ﴿كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ تبھی تو ہر ایک کو روزی دے رہا ہے، خود کسی سے طعام کا مطالبہ نہیں کرتا ﴿وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ﴾ اور میں اس کا سب سے پہلے فرمانبردار ہوں اور شرک سے حکماً مجتنب رہنے والا ہوں اس کی نافرمانی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ نفع ونقصان اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اپنے بندوں پر حاوی ہے اور ان حقیقتوں پر اس سے بڑھ کر کوئی بھی گواہ نہیں ہو سکتا۔ یہ قرآن میری طرف اسی لیے وحی کیا جاتا ہے کہ میں تمہیں اچھے برے سے خبردار کر دوں اور تمہیں شرک سے اعلان برات کرنے کی تبلیغ کروں۔ یہ منکرین میری صداقت کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں ﴿يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ﴾

روز قیامت مشرکین کی بیچارگی

(آیات ۲۱- ۳۰) روز قیامت تمام مشرکوں کو اکٹھا کر کے کہا جائے گا کہ اپنے خودساختہ معبودوں اور میرے شرکاء کو بلا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لاؤ۔مگر ان کی چونکہ آنکھیں کھل چکی ہوں گی اس لیے یہ شرک سے ہی انکار کر دیں گے: ﴿قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾ دنیا میں انہیں سچ کو تسلیم کرنے کا موقع دیا جارہا ہے مگر یہ اپنی ضد پہ اڑے ہوئے ہیں۔جس وجہ سے ان کے دلوں پر پردہ ڈال دیا گیا ہے۔اب کوئی بھی نشانی دیکھ کرنہیں مانیں گے، بلکہ اسے جھوٹی کہانی بتائیں گے۔ان احمقوں کو اپنی گمراہی کا ذرا احساس بھی نہیں ہے۔

منکرین جب جہنم کے سامنے ہوں گے

﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ اگر انہیں آپ جہنم کے کنارے کھڑا دیکھیں تو ان کی پکار ہوگی کہ ہمیں دنیا میں لوٹا دیا جائے تو اپنے رب کی کسی نشانی کو کبھی نہیں جھٹلائیں گے بلکہ اس پر ایمان لائیں گے۔مگر ہمارا یقین ہے کہ اگر انہیں دوبارہ دنیا میں بھیج بھی دیا جائے تو یہ پھر اسی طرح کریں گے جس طرح اب کر رہے ہیں، کیونکہ یہ جھوٹے ہیں اور آخرت کے قائل ہی نہیں۔ بلکہ کہتے ہیں کہ دنیا کی زندگی ہی سب کچھ ہے، لیکن جب یہ لوگ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے تو اللہ پوچھے گا: کیا یوم حشر کا وقوع سچ نہیں تھا؟ تو کہیں گے: کیوں نہیں، اے ہمارے رب! تب ان سے کہا جائے گا تو چکھو عذاب اپنے کفر کے سبب: ﴿فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ﴾

خسارہ پانے والے کون؟

(آیات ۳۱ - ۴۱) ﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ﴾ سچی بات تو یہ ہے کہ اللہ کے حضور پیشی کا انکار کرنے والے بڑے گھاٹے میں ہیں۔ دنیا کی رنگینی میں اتنے گم ہیں کہ قیامت اچانک آجائے تو انہیں اپنی کوتاہی کا احساس ہوسکے۔کاش یہ عقل سے کام لیں اور دنیا کی رنگینی کو محض کھیل تماشہ نہ سمجھیں اور معلوم ہے کہ آخرت کا گھر متقین کے لیے بہتر ہے۔اے نبی! آپ ان کفار کے رویے سے دلبرداشتہ نہ ہوں۔یہ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم اللہ کی آیات کا انکار کر رہے ہیں: ﴿فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ﴾ آپ سے پہلے بھی رسول ایسے ہی جھٹلائے گئے، انہوں نے صبر کیا، حتیٰ کہ ہماری مدد ان تک پہنچ گئی۔ نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے کہ جو کچھ بھی ان کو منانے کے لیے کر دیا جائے۔ ناممکن کو ممکن بنا دیا جائے پھر بھی یہ نہیں مانیں گے، کیونکہ یہ مردہ دل ہیں۔ بھلا کبھی کسی مردے نے بھی زندوں کی طرح جواب دیا ہے۔ ہمیشہ طرح طرح کی نشانیاں مانگنے میں لگے رہتے ہیں، کیا یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ان کا ہر مطالبہ پورا کرنے پر قادر ہے۔تاریخ گواہ ہے کہ منکر کبھی نہیں مانے۔ ہماری آیات کے منکر اندھے بہرے ہیں جو اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتے ہیں اور بس! ہاں اگر اللہ کا عذاب آجائے یا قیامت واقع ہوجائے تو اللہ کے سوا کس کو پکاریں گے؟ اسی کو جو دنیا میں پکار کا جواب دے کر مصیبت ٹال دیتا ہے، لیکن شرک کی وجہ سے یہ لوگ پھر بھول جاتے ہیں۔

نبی عالم الغیب یا اللہ کے خزانوں کا مالک نہیں ہوتا

(آیات ۴۱ - ۵۰) سابقہ انبیائے کرام کی قومیں بھی تکذیب کی وجہ سے ہلاک کر دی گئیں بلکہ ان کی جڑ ہی کاٹ دی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گئی۔ اسی طرح اے معاندینِ حق! تم بھی باز نہ آئے تو اچانک عذاب سے بچ نہ سکو گے۔انبیاء کا اصل کام انذار و تبشیر ہے۔ضروری نہیں کہ منکرین کا ہر مطالبہ مان کر نت نئی نشانیاں ظاہر کر دی جائیں۔اس لیے اے نبی! آپ بھی ان کو صاف صاف بتا دیں کہ میرے ہاتھ میں اللہ کے خزانے نہیں ہیں اور نہ غیب کا علم رکھتا ہوں اور نہ میں فرشتہ ہوں: ﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ. . .﴾ میں تو وحی الٰہی کی پیروی کرتا ہوں اور اگر تم نبی کے لیے یہ خواص ضروری سمجھتے ہو تو یہ تمہاری غلطی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وفاؤں کا لحاظ رکھا جائے

(آیات ۵۱ ۔۶۰) قریش کے بڑے بڑے سرداروں اور کھاتے پیتے لوگوں کو نبی کریم ﷺ پر دیگر اعتراضات کے ساتھ ساتھ ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ آپ کے گرد وپیش ہماری قوم کے غلام، موالی اور ادنیٰ طبقہ کے لوگ جمع ہو گئے ہیں۔ وہ طعنے دیا کرتے تھے کہ اس شخص کو ساتھی بھی کیسے کیسے معزز لوگ ملے ہیں عمار، بلال، صہیب اور خباب۔بس یہی لوگ اللہ کو ہمارے درمیان ایسے ملے جن کو برگزیدہ کیا جا سکتا تھا۔پھر ان ایمان والوں میں سے جس سے بھی قبول اسلام سے پہلے کوئی کمی بیشی سرزد ہوئی ہوتی، اس پر بھی حرف گیریاں کرتے کہ یہ کل تک تو یہ تھا اور آج بڑا معزز بنا پھرتا ہے۔اس قسم کی بیہودہ باتوں کے جواب میں فرمایا کہ اے نبی! آپ ان مالدار لوگوں کی دلجوئی کی خاطر ان اللہ کے محبوب بندوں کو اپنے پاس سے دور نہ کیجیے۔جن کی زندگی کی ساری دوڑ دھوپ اللہ کی رضا کے لیے ہے: ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ﴾ اور عزت اللہ کے دین میں ہے نا کہ خاندانی وجاہت یا مالداری میں۔اہل ایمان کو تسلی دو کہ جو شخص توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیتا ہے اس کے پچھلے قصوروں پر گرفت کرنے کا طریقہ اللہ کے ہاں نہیں ہے۔

مخالفین کے اس بیہودہ مطالبے کہ اگر تم سچے نبی ہو تو تمہارے مخالفین پر فوراً عذاب کیوں نہیں ٹوٹ پڑتا۔فرمایا کہ انہیں بتا دیں کہ فیصلہ کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے بلکہ اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہی امر حق بیان کرتا ہے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے: ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِيْنَ﴾ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو کب کا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔مگر اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ ظالموں کے ساتھ کب اور کیا سلوک کیا جانا چاہیے کیونکہ اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، بحر و بر میں جو کچھ ہے وہ سب سے واقف ہے۔درخت سے گرنے والا کوئی پتا ایسا نہیں جس سے وہ بے خبر ہو۔خشک و تر سب کچھ ایک کھلی کتاب میں لکھا ہے: ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ. . .﴾ وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے اور دن کو جو کچھ تم کرتے ہو اسے جانتا ہے۔آخر کار تم اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے، پھر وہ تمہیں بتا دے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔

منکرین ہماری گرفت سے باہر نہیں ہیں

(آیات ٦١ ۔٦٧) منکرین و مکذبین اللہ کی گرفت سے کیسے بچ سکتے ہیں جبکہ تم پورے طور پر اس کے قابو میں ہو۔اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے تمہارے حالات کی جانچ پڑتال کے لیے نگران مقرر کر رکھے ہیں۔ جب اللہ کا حکم ہوگا، وہی فرشتے تمہاری روح قبض کر کے اللہ کے حضور پیش کر دیں گے۔ فیصلہ اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہ اخلاق و اعمال کے نتائج بہت جلد دینے والا ہے۔ سیدھی طرح تو تم اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، لیکن جب مصیبت آتی ہے تو اس کے سامنے عاجزی کرتے ہو اور وہ تمہیں نجات دے دیتا ہے۔ حالات درست ہو جاتے ہیں تو پھر اللہ کو بھول کر غیروں سے تعلق قائم کر لیتے ہو۔

بے دین لوگوں کی مجلس میں نہ بیٹھو

(آیات ۶۸ - ۷۰) ﴿وَ اِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ...﴾ پیچھے گزرا کہ اے نبی! اپنے پاس سے ان لوگوں کو مت ہٹائیں، جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں۔

بے دین لوگ دینداروں کو دیکھ کر پھبتیاں کسنے لگ جاتے ہیں اور جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہوتے ان کی چھیڑ خانیاں برابر جاری رہتی ہیں۔ اس لیے ہدایت کی گئی کہ ان کے منہ لگنے سے بچو، ان سے دور رہو تا کہ ان کا دھیان دوسری طرف ہو جائے۔ ان مکذبین کو دنیا و آخرت میں شدید قسم کی مکروہ چیزیں پینے کو دی جائیں گی اور دردناک عذاب چکھیں گے:

﴿لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِیْمٌۢ بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ﴾

توحید کے سوا سب گمراہی ہے

(آیات ۷۱ - ۷۳) معاندین حق سے جو دین کو کھیل وتماشہ سمجھتے ہیں، کہہ دیجیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اپنا معبود بنانے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ کیا ہماری عقل کام نہیں کرتی کہ ہم صحرا میں بھٹکنے والے قافلے کی طرح ٹکریں مارتے پھریں۔ ہم تو صرف رب العالمین کی اطاعت کو ہی باعث سعادت جانتے ہیں، نیز نجات کی راہ اقامت صلوٰۃ اور تقویٰ ہے۔ ہمارے رب کی شان یہ ہے کہ وہ زمین و آسمان اور دنیا و آخرت کا مالک و مختار ہے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا مسلک توحید اور قوم سے مناظرہ

(آیات ۷۵-۸۶) توحید و اطاعت کا یہی مسلک سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا تھا، جن کو یہودی و عیسائی اور اہل مکہ بھی اپنا امام مانتے ہیں۔ پھر یہ ان کے مسلک کے باغی کیوں ہیں؟ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا عقیدہ ہوائی یا بے بنیاد نہ تھا۔ ہم نے انہیں آسمانوں وزمین کی بادشاہی میں سے بہت کچھ دکھایا اور سجھایا تھا تا کہ وہ پوری طرح یقین کرنے والوں میں ہو جائیں: ﴿وَ كَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ﴾ اسی لیے انہوں نے ستاروں، چاند اور سورج کی الوہیت کا مدلل رد کر کے خالق ارض و سماء کی الوہیت کا اثبات کیا: ﴿اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ﴾ مگر یہ بات قوم مان نہیں سکتی تھی۔ اس لیے ان سے جھگڑنے لگی اور دھمکیاں دینے لگی۔ انہوں نے فرمایا: کیا تم اللہ کے معاملے میں مجھ سے جھگڑتے ہو؟ اور مجھے جھوٹے معبودوں کے غضب سے ڈراتے ہو۔ جان رکھو کہ مجھے میرے رب نے راہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

راست دکھا رکھی ہے اور میں تمہارے جھوٹے خداؤں سے نہیں ڈرتا۔ جب تم میرے سچے اللہ سے نہیں ڈرتے تو میں ان باطل معبودوں سے کیوں ڈروں؟: ﴿وَكَيْفَ أَخَافُ مَآ أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُم بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا﴾

اس واقعہ میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ کی جدوجہد سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے مختلف نہیں ہے، لہٰذا آپ بھی انہی کی طرح علم ویقین اور حجت و برھان سے سرفراز کیے جائیں گے اور معاندین لاجواب ہو جائیں گے۔

ہجرت اور اس کی برکات

(آیات ۸۶ -۸۸) چونکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں مشرکین سے قطع تعلق کر لیا تھا اور اپنے وطن سے اکیلے ہجرت کر لی تھی۔ یہ واقعہ بیان کرنے میں اشارہ مضمر تھا کہ آپ کی قوم کے درمیان بپا جنگ اسی مرحلے میں داخل ہو چکی ہے جس میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کے مابین جاری کشمکش پہنچ گئی تھی، جس کے نتیجے میں ان کو ہجرت کرنا پڑی تھی، لہٰذا آپ بھی ہجرت کے لیے کمر کس لیجیے اور دوسری طرف یہ بشارت بھی دی گئی کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ہجرت کے عوض میں اللہ تعالیٰ نے بہترین خاندان عطا فرمادیا تھا: ﴿وَوَهَبْنَا لَهُۥٓ إِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ ۚ كُلًّا هَدَيْنَا...﴾ جس میں ہزاروں نبی پیدا ہوئے۔ اسی طرح اس ہجرت کے بعد آپ کو بھی بہت سے مخلص حمایتی مل جائیں گے۔ تیسرا اشارہ اس میں آپ کی نبوت کی صداقت کا تھا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں پیدا ہونے والے یہ سب نبی مثلاً: سیدنا اسحق، یعقوب، ان کی اولاد میں سے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ و ہارون، زکریا، یحییٰ، عیسیٰ، الیاس، اسماعیل، یسع، یونس اور لوط علیہم السلام سب کے سب ہدایت یافتہ تھے۔ ان کا بھی وہی مذہب تھا جو ان سے پہلے سیدنا نوح علیہ السلام و دیگر انبیاء کا تھا، یعنی خالص توحید کا......اس طرح گویا پورے سلسلہ نبوت کا ایک ہی مذہب تھا۔

انبیاء کی تعلیم ایک جیسی ہی رہی ہے

نیز اس حقیقت کا اظہار کہ محمد ﷺ اور اہل مکہ آل اسماعیل سے تھے۔ ان کے سامنے سیدنا اسحق و یعقوب علیہما السلام کے نام لانے میں تعلیم یہ ہے کہ جب یہ سب انبیاء جنہیں مشرکین بھی بڑا مانتے ہیں، اسی چیز کی تعلیم دیتے تھے جس کی محمد ﷺ دے رہے ہیں، لہٰذا حق پر آپ ہیں نا کہ یہ ناخلف۔

شرک کسی سے بھی قابل قبول نہیں

(آیات ۹۰-۸۹) ﴿ذَٰلِكَ هُدَى ٱللَّهِ يَهْدِى بِهِۦ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ ۚ وَلَوْ أَشْرَكُوا۟ لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ﴾ ہدایت وہی ہے جو اللہ کی طرف سے ہے اور یہ سارے لوگ ہدایت یافتہ تھے۔ اس سارے افتخار و اعزاز کے باوجود اگر یہ لوگ شرک اعتقادی یا عملی میں مبتلا ہو جاتے (جیسا کہ بائبل میں ان پر الزام تھوپا گیا ہے اگر ایسی بات ہوتی) تو ہم ان کے سب اعمال ضائع کر دیتے۔ نبوت پر سرفراز رہنا تو کجا، ایسی صورت میں تو وہ معمولی درجہ کے مومن بھی باقی نہ رہ سکتے تھے: ﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا۟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَحَبِطَ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ﴾ یہ سب لوگ موحد و ہدایت یافتہ تھے، کتاب وحکمت سے نوازے گئے اسی لیے باعث اقتدا ہیں۔ جب قرآن ان کے محسن، صالح، مہدی، افضلِ عالم، مجتبیٰ، صاحب کتاب ونبوت ہونے کا اثبات اس شدومد سے کر رہا ہے تو اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ ان کے شرک وشراب نوشی، بدکاری سے متعلق (معاذ اللہ) جو کہانیاں ان بے حمیت اہل کتاب نے گھڑی ہیں وہ سرتا پا باطل اور افترائے شدید ہیں قاتلهم اللّٰه و لعنهم اللّٰه فی الدنيا والآخره۔

اس جملے سے شرک کی حرمت کتنی واضح ہوتی ہے۔ اگرچہ انبیائے کرام علیہم السلام سے کسی درجے میں بھی شرک کا تصور نہیں کیا جاسکتا تو کسی اور سے کیسے گوارا ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ الزمر میں فرمایا: ﴿لَئِنۡ اَشۡرَكۡتَ لَيَحۡبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ﴾ اے نبی! آپ اگر آپ بھی اس میں مبتلا ہوگئے، تو آپ کے بھی تمام اعمال غارت کر دیئے جائیں گے اور آپ خسارہ پانے والوں میں شامل ہو جائیں گے۔

اس تقریر سے اہل مکہ اور دیگر معاندین حق کو تاریخی حوالے سے بتایا جارہا ہے کہ انبیائے کرام کا دین وہی تھا جو محمد ﷺ کا ہے۔ اگر تم انکار کرتے ہو تو پھر تم ان کی صف میں شامل نہیں ہو بلکہ ان کے دشمنوں کی صف میں کھڑے ہو۔

قرآن کا مقصد ساری دنیا کے لیے انذار ہے

(آیات ۹۲- ۹۳) ان آیات میں قرآن کی صداقت کو دو دلیلوں سے بیان کیا گیا۔ ایک یہ کہ یہود نے عداوت میں آکر سرے سے نبوت ہی کا انکار کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کبھی کسی بشر پر کچھ نازل ہی نہیں کیا: ﴿قَالُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنۡ شَىۡءٍ...﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان سے پوچھو کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر تورات کس نے نازل کی تھی؟ اب یہود کیسے کہہ سکتے تھے کہ تورات اللہ نے نازل ہی نہیں کی، لہٰذا جس طرح تورات کو یہ لوگ کتاب الٰہی مانتے ہیں قرآن بھی اسی طرح کی کتاب ہے۔ یہ تو بے انصافی ہے کہ ایک کو مانیں اور دوسری کا انکار کریں۔ گویا اہل کتاب کے لیے جواب یا فرار کی کوئی راہ باقی نہ رہی اور دوسری بات یہ کہ محمد ﷺ پر نازل ہونے والا کلام بھی کلام الٰہی ہے اس کے لیے چار باتیں بطور شہادت پیش کی گئی ہیں۔

قرآن کریم کی پہلی صفت یہ ارشاد ہوئی کہ یہ بڑی مبارک کتاب ہے، علم وحکمت اور فوز وفلاح سے لبریز اور عقائد صحیحہ اور اندرونی و بیرونی صداقتوں سے بھرپور ہے، دوسری یہ کہ قرآن کریم انہی ہدایات کو تر و تازہ کرتا ہے جو اس سے پہلے وحی کے ذریعے سے انبیاء پر اتاری گئی تھیں، تیسری یہ کہ اس کے نزول کا مقصد فلاح وفوز کے انہی راستوں کی نشاندہی کرنا ہے جو پہلی کتابوں کا مقصد نزول تھا اور چوتھی ایسی خصوصیت ہے جو سب سے بڑھ کر ہے اور وہ ہے کہ پہلی کتب کے برعکس اس کی تعلیم کسی خاص قوم، رنگ ونسل اور علاقے کے لوگوں کے لیے نہیں بلکہ پورے جہان کے لیے ہے: ﴿وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِىۡ بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَ لِتُنۡذِرَ اُمَّ الۡقُرٰى وَ مَنۡ حَوۡلَهَا ؕ وَ الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ يُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ وَ هُمۡ عَلٰى صَلَاتِهِمۡ يُحَافِظُوۡنَ﴾ اور ان سچائیوں کی موجودگی میں یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی انسان ایسی کتاب اپنی طرف سے گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کر دے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صرف قرآن ہی علوم وحکمت کا سرچشمہ ہے

قرآن کی پہلی خوبی بیان ہوئی کہ یہ مبارک اور خیر وفلاح کی علمبردار کتاب ہے یعنی اس سے مخلوق جتنا چاہے، بہ قدر ظرف وہمت استفادہ کرے۔ امام رازی رحمہ اللہ نے اس جگہ کیا خوب کہا: ''میں نے بہت سے نقلی وعقلی علوم حاصل کیے، لیکن کسی علم سے بھی مجھے دین ودنیا میں وہ خیر وسعادت نہ محسوس ہوئی جو اس علم قرآن کی خدمت سے حاصل ہوئی۔''

اللہ پر جھوٹ بہت بڑا گناہ ہے

(آیات ۹۳) معاندین کی بات دوبارہ شروع ہو رہی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ قرآن اللہ کا نازل کردہ نہیں ہے تو بتائیں کہ پھر کس کا ہے؟ یہ تو بڑا ظلم ہے کہ اللہ تعالیٰ پر افترا کیا جائے اور یہ کہا جائے کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے جبکہ وحی نام کی کوئی چیز اس پر نازل نہ ہوتی ہو۔ محمد ﷺ کی صداقت ایک مسلمہ چیز ہے اس طرح کے ظلم کا ان کی طرف تو تصور بھی محال ہے۔ کذب بیانی اور افترا علی اللہ کا ارتکاب منکرین کر رہے ہیں نا کہ صاحب وحی جو صادق وامین ہے۔ اس طرح یہ بد بخت اپنے لیے خود ہی جہنم کا گھڑا کھود رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والوں کا اگر تم موت کے وقت حشر دیکھو۔ جب فرشتے ان کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہہ رہے ہوتے ہیں کہ اپنی جان خود نکال کر ہمارے حوالے کرو۔ آج تمہیں اللہ تعالیٰ پر ناحق تہمت کی وجہ سے ذلت کا عذاب دیا جائے گا: ﴿ اَخۡرِجُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ ؕ اَلۡیَوۡمَ تُجۡزَوۡنَ عَذَابَ الۡہُوۡنِ بِمَا کُنۡتُمۡ تَقُوۡلُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ غَیۡرَ الۡحَقِّ وَ کُنۡتُمۡ عَنۡ اٰیٰتِہٖ تَسۡتَکۡبِرُوۡنَ ﴾

مرزا قادیانی کی بدبختی

جھوٹی وحی کا دعویٰ کرنے والے مردود غلام احمد قادیانی اور اس کے ہمنواؤں کے لیے کتنی سخت تنبیہ ہے کہ ان کا عذاب موت کے وقت ہی شروع ہو جاتا ہے۔

اس آیت سے عذاب برزخ کا ثبوت ملتا ہے جو موت کے وقت ہی سے شروع ہو جاتا ہے (اعاذنا اللّٰه منه) معتزلہ اور دور جدید کے گمراہ پرویزی فرقے منکرین حدیث کی گمراہی اس سے صاف عیاں ہو رہی ہے۔

توحید کے ایمان افروز دلائل اور شرک کی نفی

(آیات ۹۶ - ۱۰۳) ﴿ اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الۡحَبِّ وَ النَّوٰی ؕ یُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَ مُخۡرِجُ الۡمَیِّتِ مِنَ الۡحَیِّ ... ﴾ جس اللہ تعالیٰ کی طرف تمہیں بلایا جا رہا ہے اس کی سب سے پہلی صفت خلق ہے جو زمین کی تہوں میں بیج کو پھاڑ کر اس سے درخت کی کونپلیں نکالنے والا ہے۔ وہی زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے وہی پردۂ شب کو چاک کر کے صبح کو طلوع کرنے والا ہے، رات کو محل سکون بنانے والا اور شمس وقمر کو مسخر کرنے والا ہے۔ اسی نے تمہارے لیے تاروں کو صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ جو آسمان سے پانی برسا کر زمین سے نباتات اگاتا ہے۔ ہرے بھرے کھیت، تہہ بہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تہہ چڑھے ہوئے دانے، کھجور کے شگوفوں سے پھلوں کے گچھے کے گچھے پیدا کرتا ہے جو بوجھ کے مارے جھک جاتے ہیں اور انگور، زیتون اور انار کے باغ پیدا کرتا ہے جن کے پھل ایک دوسرے کے متشابہ ہوتے ہیں۔ ان درختوں کے پھل آنے اور پکنے کی کیفیت ذرا دیکھو۔ نشانیاں تو بہت کھلی کھلی ہیں، لیکن ان سے معرفت حاصل کرنا سمجھداروں اور سعادتمندوں کا کام ہے۔ اے مشرکو! بھلا بتاؤ کہ تمہارے بنائے ہوئے معبودوں کے پاس اللہ کے مقابلے کی کون سی قوت یا کارنامہ ہے۔

ان ناقدرشناسوں نے اب بھی اس ذات پاک کی قدر نہیں پہچانی۔ بلکہ اللہ کے ہاں جو کام انتہائی ناپسندیدہ ہے وہی کرتے ہیں یعنی اللہ کا شریک بناتے ہیں اور کبھی فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں، حالانکہ اللہ ان سب کا خالق ہے اور وہ ان تمام لایعنی تصورات سے پاک وبرتر ہے۔ وہ تو آسمان وزمین کا اکیلا موجد ہے۔ پھر اس کی کوئی شریک حیات ہی نہیں تو اولاد کیسے ہوسکتی ہے، جبکہ وہ تو خود سارے جہان کو عدم سے وجود میں لانے والا ہے: ﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ۭ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾

انسانی آنکھ اللہ کی حقیقت کو نہیں پا سکتی

(آیات ۱۰۵ - ۱۰۹) تمہارا معبود وہ ہے جس کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں، جبکہ وہ سب کو دیکھتا ہے: ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۡ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ جن کو تم معبود بناتے ہو، وہ تو چلتے پھرتے اور کھاتے پیتے نظر آتے ہیں۔ توحید کے دلائل ہم اس طرح کھول کھول کر بیان کرتے ہیں جو ان سے فائدہ اٹھائے گا اس کا نفع وہ خود ہی پائے گا اور جو نور ہدایت سے اندھا رہ جائے گا، اس کا نقصان اسی پہ پڑے گا۔ ہدایت کا ضابطہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: اے نبی! آپ قرآن کی اتباع کیے جائیں۔ اور ان بدنصیب مشرکوں کی پروا ہرگز نہ کریں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو زبردستی انہیں راہ راست پر کھینچ لاتا، آپ نے حق تبلیغ ادا کردیا۔ اس کے سوا کوئی ذمہ داری آپ پر نہیں ہے۔

تبلیغ دین کا ایک اہم اصول

(آیات ۱۱۰ - ۱۱۱) تبلیغ کے لیے ایک نہایت ضروری اصول بیان کیا کہ جن چیزوں کو یہ معبود سمجھتے ہیں ان کے بارے میں محتاط رویہ اختیار کیا جائے: ﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ...﴾ ورنہ یہ جھوٹے معبودوں کے پجاری تمہارے سچے رب کو گالیاں دیں گے۔ یہ لوگ ہدایت کے متلاشی ہیں ہی نہیں، ورنہ بار بار اپنی تسلی کے بہانے ہم سے معجزے نہ مانگتے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ انہیں لاکھ معجزے بھی دکھا دیے جائیں، یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ بلکہ اپنی بدباطنی کے باعث گمراہ ہی رہیں گے: ﴿وَنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾

جو اطاعت درجۂ وجوب میں نہ ہو اور کسی معصیت کا سبب بنتی ہو ایسی اطاعت کو ترک کردیا جائے گا۔ جیسے معبودان باطلہ کی تغلیظ واجب ہے، لیکن اس صورت میں منع ہے جب اس سے مزید فتنے کا اندیشہ ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَلَوْ اَنَّنَا: 8

شرک سمیت سب باطل نظریات ابلیسی ہیں

(آیات ۱۱۲ -۱۱۸) ﴿وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَاۤ اِلَیْهِمُ الْمَلٰٓىٕكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَیْهِمْ كُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا...﴾ اگر منکرین ومعاندین کے مطالبے پر ہم نبی بشر کی جگہ فرشتے بھی نازل کردیں، مُردوں سے ان کی بات چیت بھی کروادیں، ان کے سامنے ہر چیز زندہ بھی کردیں، تب بھی یہ اپنے کفر سے باز نہیں آئیں گے، کیونکہ ان کی اکثریت جاہل ہے: ﴿مَّا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ یَجْهَلُوْنَ﴾ اس لیے اے نبی! آج اگر شیاطین جن وانس متفق ہوکر تمہارے مقابلے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اس طرح کے مطالبات اور چھیڑ خانیاں انبیائے سابقین کے ساتھ بھی ہوتی رہی ہیں۔ ان کے بھی اسی طرح کے جن وانس دشمن رہے ہیں۔ جو ایک دوسرے کو جھوٹ، ملمع سازی اور استہزا کی باتیں القا کرتے تھے: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا﴾ اللہ تعالیٰ نے انہیں چھوٹ دیے رکھی کیونکہ وہ زبردستی ہدایت کا ہار کسی کے گلے میں نہیں ڈالا کرتا، کیونکہ ان کی باتیں ماننے والے بھی انہی کی طرح آخرت کے منکر اور فریبی لوگ تھے۔ اس لیے آپ واضح کردیجیے کہ میں اللہ کے سوا کسی کو اپنا حاکم نہیں مانتا۔ اس ذات پاک نے تمھاری طرف ہر بات کھول دینے والی کتاب بھیجی ہے جس کی صداقت کو یہ اہل کتاب اچھی طرح جانتے ہیں۔ ان کی مجرمانہ چشم پوشی سے آپ کسی وہم میں نہ پڑیں۔ تیرے رب کے کلمات کی صداقت، حقانیت اور عدل پوری طرح ظاہر ہوکر رہے گا۔

﴿زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا﴾ اس میں اشارہ ہے کہ شیطانی تلبیسات ہمیشہ ظاہری خوشنمائی کا کوئی نہ کوئی پہلو رکھتی ہیں۔ اگر فوری لذت اور ظاہری آب وتاب ان میں نہ ہو تو کوئی ادھر کا رخ کرے ہی کیوں؟

اکثریت ہمیشہ گمراہوں کی رہی ہے

(آیات ۱۱۹ -۱۲۰) ﴿وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ یُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ...﴾ اکثریت ہمیشہ سے حق کے دشمنوں کی رہی ہے جنہوں نے اپنے راستے خود تلاش کیے، جو گمراہی کے تھے، لہٰذا آپ لوگ ان کی طرف رجحان ہی نہ رکھیے ورنہ یہ آپ کو بھی گمراہ کردیں گے آپ کا رب خوب جانتا ہے کہ کون گمراہ ہے اور کون ہدایت کا مستحق ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حلال وحرام کے خودساختہ ضابطے

(آیات ۱۲۱ - ۱۲۱) منجملہ ان غلط طریقوں کے جو لوگوں کی اکثریت نے بطور خود قیاس وگمان سے تجویز کر رکھے ہیں اور جنہیں مذہبی حدود وقیود کی حیثیت بھی حاصل ہوگئی ہے، وہ کھانے پینے کی چیزوں میں مختلف قوموں کے درمیان پائی جاتی ہیں۔ بعض چیزوں کو لوگوں نے خود ہی حلال کرلیا ہے حالانکہ وہ اللہ کی نظر میں حرام ہیں اور بعض کو انہوں نے خود حرام ٹھہرا رکھا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حلال کیا ہے۔ مثلاً: اللہ کا نام لے کر جو جانور حلال کیا جائے تو وہ ان کے نزدیک ناجائز ہے۔ اور غیر اللہ کے نام سے جو جانور ذبح کیا جائے وہ جائز ہے۔ اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ پوری طرح ایمان رکھتے ہو تو جاہلیت کے تمام تعصبات اور رسوم کو چھوڑ کر اپنا کھانا پینا بھی اسی کے حکم کے مطابق کرلو۔ ان مشرکین کے بالکل برعکس صرف وہی چیز کھاؤ جو حلال ہو اور جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ غیر اللہ کی طرف منسوب چیز حرام جانو ﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ﴾

شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا رہتا ہے تاکہ وہ تمہارے ساتھ جھگڑا کریں۔ مثلاً یہود کہتے تھے کہ یہ بھی بھلا کوئی بات ہے کہ جسے تم مارو وہ تو حلال مگر جسے خدا مارے وہ حرام؟ اس قسم کی وسوسہ اندازیاں شیطان کرتے ہیں جو خود بھی مشرک ہیں اور اگر تم ان کی بات مان لو گے تو تم بھی مشرک ہو جاؤ گے: ﴿وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾

ہدایت کن لوگوں کو ملتی ہے؟

(آیات ۱۲۳ - ۱۳۰) توحید کے مخالف اور داعی یکساں نہیں ہو سکتے۔ مشرک وجاہل اگرچہ طبیعات کے نقطہ نظر سے ایک زندہ انسان ہے، لیکن حقیقت میں وہ مردہ ہے۔ وہ زندہ حیوان ضرور ہے مگر زندہ انسان نہیں۔ زندہ انسان درحقیقت صرف وہ شخص ہے جسے حق اور باطل، نیکی اور بدی کا شعور حاصل ہے۔ مگر جن لوگوں کے سامنے روشنی پیش کی جائے اور وہ اس کو قبول کرنے سے انکار کردیں تو اللہ کا قانون بھی یہی ہے کہ جنہیں تاریکی اچھی لگتی ہے جو انگاروں کو لعل بدخشاں سمجھتے ہیں، زہر کو شہد جانتے ہیں اور پھولوں کی بجائے کانٹوں سے پیار کرتے ہیں، وہ اسی میں بھٹکتے رہیں: ﴿كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

جہنمیوں پر حجت پوری کی جائے گی

(آیات ۱۳۱ - ۱۳۶) ﴿يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِي وَيُنْذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا﴾ قیامت کے دن گمراہ ہونے والے (انسان) اور گمراہ کرنے والے (جن) دونوں ہی جہنم میں جائیں گے۔ اگرچہ جنوں اور انسانوں کی جنس مختلف ہے، لیکن انکار حق میں دونوں ایک ہی طرح کے ہیں۔ اس لیے دونوں عذاب جہنم کا نشانہ بنیں گے اور جہنم میں بھیجتے وقت ان پر حجت پوری کی جائے گی۔ کہا جائے گا کہ اے جنو اور انسانو! کیا تمہاری طرف میرے رسول نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آئے تھے جو تمہیں میری آیات واحکام سناتے تھے اور اس دن سے ڈراتے تھے؟ وہ کہیں گے: ہاں، ہم اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں اور اپنے خلاف گواہی دیتے ہیں کہ ہم کافر تھے۔

جاہلی رسوم وقیود کا استیصال

(آیات ۱۳۸-۱۴۳) ﴿وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَ الْاَنْعَامِ نَصِیْبًا...﴾ جاہلیت کی تشریح کی جارہی ہے جس پر لوگ اصرار کررہے تھے۔ انہیں بتایا جارہا ہے کہ وہ ظلم کیا ہے جس پر قائم رہتے ہوئے تم کسی فلاح کی امید نہیں کر سکتے۔ مشرکین مکہ اس بات کے قائل تھے کہ زمین بے شک اللہ کی ہے اور کھیتیاں وہی اگاتا ہے۔ نیز جانوروں کا خالق بھی اللہ ہی ہے، لیکن وہ یہ بھی تصور کرتے تھے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ان دیویوں، دیوتاؤں، فرشتوں، جنات، آسمانی ستاروں اور بزرگان سلف کی ارواح کے طفیل و برکت اور ان کی نظر کرم سے ہے۔ اس لیے وہ اپنے کھیتوں کی پیداوار اور اپنے جانوروں میں سے دو حصے نکالتے تھے ایک اللہ کے نام پر اور دوسرا خود ساختہ معبودان باطلہ کی نذر و نیاز کا، تاکہ وہ بھی ان سے خوش رہیں اور ان کا فیضان جاری رہے! حالانکہ یہ سب مویشی ہمارے پیدا کردہ اور ہمارے عطا کردہ ہیں تو ان میں یہ دوسروں کی نذر و نیاز کیسی؟ دوسری گرفت یہ کی کہ یہ اللہ کا حصہ جو انہوں نے مقرر کیا ہے یہ بھی بزعم خود انھوں نے متعین کرلیا ہے اور اپنے شارع خود بن بیٹھے ہیں: ﴿فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَ هٰذَا لِشُرَكَآىِٕنَا...﴾ اسی طرح بہت سے مشرکین کے خیال میں ان کے معبودوں نے ان کی اولاد کے قتل کرنے کو مستحسن بنا رکھا ہے: ﴿وَ كَذٰلِكَ زَیَّنَ لِكَثِیْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ...﴾

جاہلیت میں قتل اولاد کی بالعموم تین صورتیں تھیں:

(۱) عار کے خوف سے لڑکیوں کا قتل، اس خیال سے کہ کوئی ان کا داماد بنے گا یا قبائلی لڑائیوں میں وہ دشمن کے ہاتھ چڑھ جائیں گی، (۲) بچوں کو اس خیال سے قتل کرنا کہ ان کو کھلانا پڑے گا، (۳) اپنے خود ساختہ دیوتاؤں کی خوشنودی کی خاطر بچوں کو ان کی بھینٹ چڑھانا۔ اور یہاں اسی کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کیونکہ غیر اللہ کے لیے ان کے دل میں تعظیم کا عالم یہ ہے کہ اپنے جگر کے ٹکڑوں کو بھی معبودان باطل کی بھینٹ چڑھا دینا ان کے لیے بڑا قابل فخر کارنامہ ہے۔ اسی طرح مشرکین عرب بعض جانوروں اور کھیتیوں کی پیداوار کے بارے میں خود ہی قاعدے بنا لیتے تھے۔ بعض جانوروں کے متعلق یا بعض کھیتیوں کی پیداوار کے متعلق انہوں نے خود تخصیص کی ہوتی کہ فلاں جانور اور فلاں کھیت اللہ کے لیے ہے اور فلاں ہمارے معبود کے لیے پھر ان میں سے اپنی مرضی کے مطابق اللہ یا شرکا کے لیے حصہ تبدیل کرتے رہتے تھے۔ لیکن اس بات کا خاص خیال رکھتے کہ اللہ کے نام کا حصہ شرکا کے نام منتقل ہو جائے، لیکن شرکا کا حصہ اللہ کی طرف کبھی منتقل نہ ہونے پائے: ﴿فَمَا كَانَ لِشُرَكَآىِٕهِمْ فَلَا یَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَ مَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ یَصِلُ اِلٰى شُرَكَآىِٕهِمْ...﴾

غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز کا کوئی جواز نہیں

مشرکین کے ان خود ساختہ عقائد اور بے ہودہ نظریات کو ذکر کر کے اللہ تعالیٰ تین باتیں ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں: ایک یہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حلال وحرام کے خود ساختہ ضابطے

(آیات ۱۲۱ - ۱۲۱) منجملہ ان غلط طریقوں کے جو لوگوں کی اکثریت نے بطور خود قیاس وگمان سے تجویز کر رکھے ہیں اور جنہیں مذہبی حدود و قیود کی حیثیت بھی حاصل ہوگئی ہے، وہ کھانے پینے کی چیزوں میں مختلف قوموں کے درمیان پائی جاتی ہیں۔ بعض چیزوں کو لوگوں نے خود ہی حلال کر لیا ہے حالانکہ وہ اللہ کی نظر میں حرام ہیں اور بعض کو انہوں نے خود حرام ٹھہرا رکھا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حلال کیا ہے۔ مثلاً: اللہ کا نام لے کر جو جانور حلال کیا جائے تو وہ ان کے نزدیک ناجائز ہے۔ اور غیر اللہ کے نام سے جو جانور ذبح کیا جائے وہ جائز ہے۔ اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ پوری طرح ایمان رکھتے ہو تو جاہلیت کے تمام تعصبات اور رسوم کو چھوڑ کر اپنا کھانا پینا بھی اسی کے حکم کے مطابق کر لو۔ ان مشرکین کے بالکل برعکس صرف وہی چیز کھاؤ جو حلال ہو اور جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ غیر اللہ کی طرف منسوب چیز حرام جانو ﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ﴾

شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا رہتا ہے تاکہ وہ تمہارے ساتھ جھگڑا کریں۔ مثلاً یہود کہتے تھے کہ یہ بھی بھلا کوئی بات ہے کہ جسے تم مارو وہ تو حلال مگر جسے خدا مارے وہ حرام؟ اس قسم کی وسوسہ اندازیاں شیطان کرتے ہیں جو خود بھی مشرک ہیں اور اگر تم ان کی بات مان لو گے تو تم بھی مشرک ہو جاؤ گے: ﴿وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾

ہدایت کن لوگوں کو ملتی ہے؟

(آیات ۱۲۳ - ۱۳۰) توحید کے مخالف اور داعی یکساں نہیں ہوسکتے۔ مشرک وجاہل اگرچہ طبیعات کے نقطہ نظر سے ایک زندہ انسان ہے، لیکن حقیقت میں وہ مردہ ہے۔ وہ زندہ حیوان ضرور ہے مگر زندہ انسان نہیں۔ زندہ انسان درحقیقت صرف وہ شخص ہے جسے حق اور باطل، نیکی اور بدی کا شعور حاصل ہے۔ مگر جن لوگوں کے سامنے روشنی پیش کی جائے اور وہ اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیں تو اللہ کا قانون بھی یہی ہے کہ جنہیں تاریکی اچھی لگتی ہے جو انگاروں کو لعل بدخشاں سمجھتے ہیں، زہر کو شہد جانتے ہیں اور پھولوں کی بجائے کانٹوں سے پیار کرتے ہیں، وہ اسی میں بھٹکتے رہیں: ﴿كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

جہنمیوں پر حجت پوری کی جائے گی

(آیات ۱۳۱ - ۱۳۶) ﴿يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا﴾ قیامت کے دن گمراہ ہونے والے (انسان) اور گمراہ کرنے والے (جن) دونوں ہی جہنم میں جائیں گے۔ اگرچہ جنوں اور انسانوں کی جنس مختلف ہے، لیکن انکار حق میں دونوں ایک ہی طرح کے ہیں۔ اس لیے دونوں عذاب جہنم کا نشانہ بنیں گے اور جہنم میں بھیجتے وقت ان پر حجت پوری کی جائے گی۔ کہا جائے گا کہ اے جنو اور انسانو! کیا تمہاری طرف میرے رسول نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آئے تھے جو تمھیں میری آیات واحکام سناتے تھے اور اس دن سے ڈراتے تھے؟ وہ کہیں گے: ہاں، ہم اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں اور اپنے خلاف گواہی دیتے ہیں کہ ہم کافر تھے۔

جاہلی رسوم وقیود کا استیصال

(آیات ۱۳۸-۱۴۳) ﴿وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَ الْاَنْعَامِ نَصِيْبًا . . .﴾ جاہلیت کی تشریح کی جارہی ہے جس پر لوگ اصرار کر رہے تھے۔ انہیں بتایا جارہا ہے کہ وہ ظلم کیا ہے جس پر قائم رہتے ہوئے تم کسی فلاح کی امید نہیں کر سکتے۔ مشرکین مکہ اس بات کے قائل تھے کہ زمین بے شک اللہ کی ہے اور کھیتیاں وہی اگاتا ہے۔ نیز جانوروں کا خالق بھی اللہ ہی ہے، لیکن وہ یہ بھی تصور کرتے تھے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ان دیویوں، دیوتاؤں، فرشتوں، جنات، آسمانی ستاروں اور بزرگان سلف کی ارواح کے طفیل وبرکت اور ان کی نظر کرم سے ہے۔ اس لیے وہ اپنے کھیتوں کی پیداوار اور اپنے جانوروں میں سے دو حصے نکالتے تھے ایک اللہ کے نام پر اور دوسرا خود ساختہ معبودان باطلہ کی نذر ونیاز کا، تاکہ وہ بھی ان سے خوش رہیں اور ان کا فیضان جاری رہے! حالانکہ یہ سب مویشی ہمارے پیدا کردہ اور ہمارے عطا کردہ ہیں تو ان میں یہ دوسروں کی نذر ونیاز کیسی؟ دوسری گرفت یہ کی کہ یہ اللہ کا حصہ جو انہوں نے مقرر کیا ہے یہ بھی بزعم خود انھوں نے متعین کر لیا ہے اور اپنے شارع خود بن بیٹھے ہیں: ﴿فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَ هٰذَا لِشُرَكَآىِٕنَا . . .﴾ اسی طرح بہت سے مشرکین کے خیال میں ان کے معبودوں نے ان کی اولاد کے قتل کرنے کو مستحسن بنا رکھا ہے: ﴿وَ كَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ . . .﴾

جاہلیت میں قتل اولاد کی بالعموم تین صورتیں تھیں:

(۱) عار کے خوف سے لڑکیوں کا قتل، اس خیال سے کہ کوئی ان کا داماد بنے گا یا قبائلی لڑائیوں میں وہ دشمن کے ہاتھ چڑھ جائیں گی، (۲) بچوں کو اس خیال سے قتل کرنا کہ ان کو کھلانا پڑے گا، (۳) اپنے خودساختہ دیوتاؤں کی خوشنودی کی خاطر بچوں کو ان کی بھینٹ چڑھانا۔ اور یہاں اسی کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کیونکہ غیر اللہ کے لیے ان کے دل میں تعظیم کا عالم یہ ہے کہ اپنے جگر کے ٹکڑوں کو بھی معبودان باطل کی بھینٹ چڑھا دینا ان کے لیے بڑا قابل فخر کارنامہ ہے۔ اسی طرح مشرکین عرب بعض جانوروں اور کھیتیوں کی پیداوار کے بارے میں خود ہی قاعدے بنا لیتے تھے۔ بعض جانوروں کے متعلق یا بعض کھیتیوں کی پیداوار کے متعلق انہوں نے خود تخصیص کی ہوتی کہ فلاں جانور اور فلاں کھیت اللہ کے لیے ہے اور فلاں ہمارے معبود کے لیے پھر ان میں سے اپنی مرضی کے مطابق اللہ یا شرکا کے لیے حصہ تبدیل کرتے رہتے تھے۔ لیکن اس بات کا خاص خیال رکھتے کہ اللہ کے نام کا حصہ شرکا کے نام منتقل ہو جائے، لیکن شرکا کا حصہ اللہ کی طرف کبھی منتقل نہ ہونے پائے: ﴿فَمَا كَانَ لِشُرَكَآىِٕهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَ مَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآىِٕهِمْ . . .﴾

غیر اللہ کے نام کی نذر ونیاز کا کوئی جواز نہیں

مشرکین کے ان خودساختہ عقائد اور بے ہودہ نظریات کو ذکر کر کے اللہ تعالیٰ تین باتیں ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں: ایک یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہیں نصیحت کی گئی ہے کہ مخالفین کی اشتعال انگیزیوں اور چیرہ دستیوں کے مقابلے میں صبر وضبط سے کام لیں اور جذبات کے ہیجان میں مبتلا ہو کر کوئی ایسے اقدامات نہ کریں جو اصل مقصد کو نقصان پہنچانے والے ہوں۔

مضامین سورت کا اجمالی تعارف

نبی کائنات ﷺ کو تسلی کہ منکرین کی مخالفت اور ہدایت سے اعراض آپ کی کسی تبلیغی کوتاہی کا نتیجہ نہیں بلکہ ان کی بدبختی کا نتیجہ ہے (۲) ☆ قریش کو عذاب کی دھمکی کہ اگر وحی کی اتباع نہیں کرو گے تو اچانک پکڑ لیے جاؤ گے جس طرح پہلے ظالم پکڑے جاتے رہے ہیں، پھر مان لینے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ نیز اللہ کا عذاب کسی وقت بھی آ سکتا ہے (۴، ۵) ☆ ہم کسی سے بھی بے خبر نہیں ہیں، حتی کہ رسولوں اور ان کی قوموں سے بھی سوال کیا جائے گا، پھر ان کے سامنے سب کچھ بیان کر دیں گے اور اعمال کے وزن کے مطابق سلوک کریں گے، جنت یا جہنم (۶، ۹) ☆ شیطان کی چالیں قبول حق میں مانع ہیں ان سے بچو۔ وہ تمہارا پیدائشی دشمن ہے۔ سیدنا آدم علیہ السلام کے واقعہ سے استدلال (۱۱، ۲۵) ☆ ستر پوشی انسان کی فطرت ہے۔ انسانی لباس کی دو خوبیاں، ستر پوش اور خوبصورت اور سب سے بہتر لباس تقویٰ ہے (۲۲، ۲۶) ☆ جو لباس ستر نہ ڈھانپے یا جو مذہب فحش رکھتا ہو وہ خدائی مذہب نہیں ہوسکتا (۲۷، ۲۸) ☆ دنیا و آخرت میں اللہ کی نعمتوں کے اصل حقدار صرف اہل ایمان ہیں (۳۲) ☆ اللہ کی نعمتوں کا جائز طریقے سے استعمال جائز ہے، لیکن شرک و بے حیائی، افترا علی اللہ، حق تلفی جیسی چیزیں حرام ہیں (۳۳) ☆ عذاب کی بجائے ڈھیل اس لیے دی جا رہی ہے کہ اللہ کی طرف سے ملنے والی مہلت کی ایک حد مقرر ہے۔ جب وہ پوری ہو جائے گی تو پھر قطعاً دیر نہ ہوگی (۳۴) ☆ شیطان کے فتنوں سے امان اتباع رسول میں ہے (۳۵) ☆ کفر و استکبار کا انجام جہنم ہے (۳۶)

یوم حشر کے چند مناظر، اصحاب النار کی لعنت اپنے جیسوں پر، اہل جنت کا سوال اہل جہنم سے، اصحاب الاعراف کی اہل جنت کو مبارکباد اور اصحاب نار پر لعنت، اصحاب نار کا اہل جنت سے کچھ سامان خورد ونوش مانگنا اور اہل جنت کا اعلان کہ آج اللہ کی نعمتیں کافروں پر حرام ہیں ☆ اہل نار جب دوزخ کے بارے میں اکٹھے ہوں گے تو ایک دوسرے پر لعنت کریں گے، پھر ایک دوسرے کے خلاف اللہ سے استغاثہ کریں گے کہ ان کے باعث ہم اس انجام سے دوچار ہوئے، لہٰذا انہیں دوگنا عذاب دے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمام مجرم دوگنے عذاب ہی کے حقدار ہوں گے (۳۹) ☆ کافر، مکذب اور متکبر جنت میں نہیں جائیں گے (۴۰) ☆ اہل ایمان کی دنیا میں باہمی رنجشوں کے باعث ان کے سینوں کے غبار کو جنت میں داخل ہونے سے پہلے صاف کر دیا جائے گا (۴۳) ☆ جنہوں نے دنیا میں اللہ کے منادی کو فراموش کر دیا قیامت کے دن اللہ کی رحمت بھی ان کو فراموش کر دے گی (۵۱) ☆ منکرین آخرت کو اصل دھوکا دنیا کی ظاہری شان وشوکت نے دیا (۵۱) ☆ قرآن مجید اس امت کے لیے منبع علم، ہدایت و رحمت ہے جس کی قدر کرنی چاہیے (۵۲) ☆ توحید و اتباعِ نبوت دونوں جہاں میں باعث سعادت جبکہ شرک سبب خسران ہے (۵۳) ☆ توحید کے دلائل جو خالق ہے وہی رب و حاکم ہے، اللہ اپنی رحمت وجلال میں سب کے لیے یکساں ہے (۵۴) ☆ تضرع اور اخلاص دعا کے آداب میں سے ہے (۵۵) ☆ زمین پر اللہ کی عبادت توحید کے منکر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور خلافت الٰہیہ قائم نہ کرنے والے فسادی ہیں وہ یاد رکھیں کہ اللہ نے فساد کے لیے کائنات کی تخلیق نہیں کی (۵۶) فساد کے نتیجے میں قومیں برباد، کھیتیاں خشک اور سرسبزی و شادابی بنجر ہو جاتی ہے، جس کا نتیجہ حرث و نسل کی تباہی اور آخرت کی روسیاہی ہوتا ہے۔ فسادی لوگ ہمیشہ مارے گئے، فساد عقیدے میں ہو یا عمل میں، سابقہ انبیائے کرام کی قوموں کے انجام سے استشہاد ☆ اہل شرک نے اپنے مزعومہ معبودوں کے نام اور ناقابل یقین کارنامے خود گھڑ رکھے ہیں، اللہ نے ان کے لیے کوئی دلیل نازل نہیں کی (۷۱) ☆ متکبر مالداروں نے کمزور مومنوں کو ہمیشہ ایمان کا طعنہ دیا اور اپنے کفر پر اترائے (۷۵، ۷۶)

انبیاء اور ان کے غریب پیروکاروں کو بڑے پاکباز بنے پھرتے ہیں، کا طعنہ دے کر ملک سے باہر نکال دینے کی دھمکی دی جاتی رہی ہے (۸۲) ماپ تول میں کمی بیشی فساد فی الارض ہے (۸۵) ☆ تکالیف و مصائب بعض دفعہ توبہ کی مہلت ہوتے ہیں۔ توبہ کرنے والوں سے عذاب روک لیا جاتا ہے، ان کو خوشحال بھی کر دیا جاتا ہے (۹۴، ۹۶) ☆ اللہ کے عذاب سے لاپروا بے خبری میں مارے جاتے ہیں (۹۹) ☆ غلاموں کو ملک سے نہ نکلنے دینا اور ان کو آزادی سے محروم رکھنا فرعونی سیاست کا حصہ ہے (۱۲۷) ☆ اقامت دین کی جدوجہد میں وسیلہ ظفر صبر اور اقامت صلوٰۃ ہے (۱۲۸) ☆ کسی قوم کو اقتدار کا دیا جانا آزمائش کی خاطر ہوتا ہے (۱۲۹) ☆ انسان کے اعمال ہی اس کے لیے سعادت یا بدبختی کا باعث بنتے ہیں (۱۳۱) ☆ بار بار کی عہد شکنی کا انجام تباہی و ہلاکت ہوتا ہے۔ فرعون کے انجام سے عبرت (۱۳۶) ☆ خواہ نبی ہو یا کوئی اور، ان ناسوتی آنکھوں سے اللہ کو نہیں دیکھ سکتا، سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے واقعے سے استدلال (۱۴۳) ☆ بچھڑے کی تدوین سامری نے کی تھی۔ سیدنا ہارون علیہ السلام نے نہیں، تورات والوں کی الزام تراشی کی تردید (۱۵۰) ☆ تقویٰ، زکوٰۃ کی ادائیگی اور ایمان سے اللہ کی رحمت کا استحقاق ہوتا ہے (۱۵۶) ☆ نبی امی کی پیشگوئیاں سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بھی کی ہیں، لہٰذا اہل کتاب کی نجات کا انحصار ان پر ایمان لانے میں ہے (۱۵۷) ☆ نبی کریم ﷺ کی بعثت ساری کائنات کے لیے ہے (۱۵۸) ☆ نعمت کی ناشکری سے وہ نعمت چھن جاتی ہے اور ذلت سے بدل دی جاتی ہے (۱۶۲) ☆ انسانوں کی ناشکری اور اللہ کی طرف سے آزمائش پر سمندروں کی مچھلیاں بھی آگاہ ہوتی ہیں۔ اصحاب السبت کے واقعے سے استدلال (۱۶۳) ☆ نافرمانوں کے ساتھ نہی عن المنکر نہ کرنے والی قوم بھی ہلاک ہو جاتی ہے، اپنا طریقہ چھوڑو نہیں دوسرے کو چھیڑو نہیں، منافقانہ مذہب ہے (۱۶۵) ☆ احکام الٰہی کی شکل بگاڑنے والوں کی صورتیں اور سیرتیں بگاڑ دی جاتی ہیں ☆ اللہ کی ربوبیت کا اقرار عہد فطرت ہے۔ شرک اصل نہیں، توحید اصل ہے (۱۷۲) ☆ قرآن کی یاددہانی کا مقصد کہ قیامت کو کوئی عذر نہ پیش کر سکے یا اپنے آباء و اجداد کی رسومات کو بطور جواز پیش نہ کر سکے (۱۷۳) ☆ خواہشات کے پجاریوں کی مثال کتے کی سی ہے (۱۷۶) ☆ گمراہ لوگ جہنم کے لیے پیدا ہوئے ہیں اور جانوروں سے بھی بدتر ہیں (۱۷۹) ☆ بطور طعن قیامت کا مطالبہ کرنے والوں سے کہہ دیں کہ بس وہ جلد آنے والی ہے (۱۸۷) ☆ نبی بھی اپنے نفع و نقصان پر قادر ہے نہ عالم الغیب ہے (۱۸۸) ☆ نفس واحدہ اور مرد و عورت کے ملاپ سے اولاد کی تخلیق سے توحید ربانی کی دلیل کہ یہ کسی اور کا کارنامہ نہیں ہے (۱۸۹) ☆ اولاد ملنے سے پہلے ماں باپ دعا اللہ سے کرتے ہیں اور ملنے پر اسے کسی درگاہ یا خانقاہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں جو قبیح قسم کا شرک ہے (۱۸۹، ۱۹۰) ☆ اللہ کے سوا سب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہیں نصیحت کی گئی ہے کہ مخالفین کی اشتعال انگیزیوں اور چیرہ دستیوں کے مقابلے میں صبر وضبط سے کام لیں اور جذبات کے ہیجان میں مبتلا ہو کر کوئی ایسے اقدامات نہ کریں جو اصل مقصد کو نقصان پہنچانے والے ہوں۔

مضامین سورت کا اجمالی تعارف

نبی کائنات ﷺ کو تسلی کہ منکرین کی مخالفت اور ہدایت سے اعراض آپ کی کسی تبلیغی کوتاہی کا نتیجہ نہیں بلکہ ان کی بدبختی کا نتیجہ ہے (۲) ☆ قریش کو عذاب کی دھمکی کہ اگر وحی کی اتباع نہیں کرو گے تو اچانک پکڑ لیے جاؤ گے جس طرح پہلے ظالم پکڑے جاتے رہے ہیں، پھر مان لینے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ نیز اللہ کا عذاب کسی وقت بھی آ سکتا ہے (۴، ۵) ☆ ہم کسی سے بھی بے خبر نہیں ہیں، حتی کہ رسولوں اور ان کی قوموں سے بھی سوال کیا جائے گا، پھر ان کے سامنے سب کچھ بیان کر دیں گے اور اعمال کے وزن کے مطابق سلوک کریں گے، جنت یا جہنم (۶، ۹) ☆ شیطان کی چالیں قبول حق میں مانع ہیں ان سے بچو۔ وہ تمہارا پیدائشی دشمن ہے۔ سیدنا آدم علیہ السلام کے واقعہ سے استدلال (۱۱، ۲۵) ☆ ستر پوشی انسان کی فطرت ہے۔ انسانی لباس کی دو خوبیاں، ستر پوش اور خوبصورت اور سب سے بہتر لباس تقویٰ ہے (۲۲، ۲۶) ☆ جو لباس ستر نہ ڈھانپے یا جو مذہب فحش رکھتا ہو وہ خدائی مذہب نہیں ہو سکتا (۲۷، ۲۸) ☆ دنیا و آخرت میں اللہ کی نعمتوں کے اصل حقدار صرف اہل ایمان ہیں (۳۲) ☆ اللہ کی نعمتوں کا جائز طریقے سے استعمال جائز ہے، لیکن شرک و بے حیائی، افترا علی اللہ، حق تلفی جیسی چیزیں حرام ہیں (۳۳) ☆ عذاب کی بجائے ڈھیل اس لیے دی جا رہی ہے کہ اللہ کی طرف سے ملنے والی مہلت کی ایک حد مقرر ہے۔ جب وہ پوری ہو جائے گی تو پھر قطعاً دیر نہ ہوگی (۳۴) ☆ شیطان کے فتنوں سے امان اتباع رسول میں ہے (۳۵) ☆ کفر و استکبار کا انجام جہنم ہے (۳۶)

یوم حشر کے چند مناظر، اصحاب النار کی لعنت اپنے جیسوں پر، اہل جنت کا سوال اہل جہنم سے، اصحاب الاعراف کی اہل جنت کو مبارکباد اور اصحاب نار پر لعنت، اصحاب نار کا اہل جنت سے کچھ سامان خورد و نوش مانگنا اور اہل جنت کا اعلان کہ آج اللہ کی نعمتیں کافروں پر حرام ہیں ☆ اہل نار جب دوزخ کے باڑے میں اکٹھے ہوں گے تو ایک دوسرے پر لعنت کریں گے، پھر ایک دوسرے کے خلاف اللہ سے استغاثہ کریں گے کہ ان کے باعث ہم اس انجام سے دوچار ہوئے، لہٰذا انہیں دوگنا عذاب دے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمام مجرم دوگنے عذاب ہی کے حقدار ہوں گے (۳۹) ☆ کافر، مکذب اور متکبر جنت میں نہیں جائیں گے (۴۰) ☆ اہل ایمان کی دنیا میں باہمی رنجشوں کے باعث ان کے سینوں کے غبار کو جنت میں داخل ہونے سے پہلے صاف کر دیا جائے گا (۴۳) ☆ جنہوں نے دنیا میں اللہ کے منادی کو فراموش کر دیا قیامت کے دن اللہ کی رحمت بھی ان کو فراموش کر دے گی (۵۱) ☆ منکرین آخرت کو اصل دھوکا دنیا کی ظاہری شان و شوکت نے دیا (۵۱) ☆ قرآن مجید اس امت کے لیے منبع علم، ہدایت و رحمت ہے جس کی قدر کرنی چاہیے (۵۲) ☆ توحید و اتباعِ نبوت دونوں جہاں میں باعث سعادت جبکہ شرک سبب خسران ہے (۵۳) ☆ توحید کے دلائل جو خالق ہے وہی رب و حاکم ہے، اللہ اپنی رحمت و جلال میں سب کے لیے یکساں ہے (۵۴) ☆ تضرع اور اخلاص دعا کے آداب میں سے ہے (۵۵) ☆ زمین پر اللہ کی عبادت توحید کے منکر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور خلافت الٰہیہ قائم نہ کرنے والے فسادی ہیں وہ یاد رکھیں کہ اللہ نے فساد کے لیے کائنات کی تخلیق نہیں کی (۵۶) فساد کے نتیجے میں قومیں برباد، کھیتیاں خشک اور سرسبزی و شادابی بنجر ہو جاتی ہے، جس کا نتیجہ حرث و نسل کی تباہی اور آخرت کی روسیاہی ہوتا ہے۔ فسادی لوگ ہمیشہ مارے گئے، فساد عقیدے میں ہو یا عمل میں، سابقہ انبیائے کرام کی قوموں کے انجام سے استشہاد ☆ اہل شرک نے اپنے مزعومہ معبودوں کے نام اور ناقابل یقین کارنامے خود گھڑ رکھے ہیں، اللہ نے ان کے لیے کوئی دلیل نازل نہیں کی (۷۱) ☆ متکبر مالداروں نے کمزور مومنوں کو ہمیشہ ایمان کا طعنہ دیا اور اپنے کفر پر اترائے (۷۵، ۷۶)

انبیاء اور ان کے غریب پیروکاروں کو بڑے پاکباز بنے پھرتے ہیں، کا طعنہ دے کر ملک سے باہر نکال دینے کی دھمکی دی جاتی رہی ہے (۸۲) ماپ تول میں کمی بیشی فساد فی الارض ہے (۸۵) ☆ تکالیف و مصائب بعض دفعہ توبہ کی مہلت ہوتے ہیں۔ توبہ کرنے والوں سے عذاب روک لیا جاتا ہے، ان کو خوشحال بھی کر دیا جاتا ہے (۹۴، ۹۶) ☆ اللہ کے عذاب سے لاپروا بے خبری میں مارے جاتے ہیں (۹۹) ☆ غلاموں کو ملک سے نہ نکلنے دینا اور ان کو آزادی سے محروم رکھنا فرعونی سیاست کا حصہ ہے (۱۲۷) ☆ اقامت دین کی جدوجہد میں وسیلہ ظفر صبر اور اقامت صلوٰۃ ہے (۱۲۸) ☆ کسی قوم کو اقتدار کا دیا جانا آزمائش کی خاطر ہوتا ہے (۱۲۹) ☆ انسان کے اعمال ہی اس کے لیے سعادت یا بدبختی کا باعث بنتے ہیں (۱۳۱) ☆ بار بار کی عہد شکنی کا انجام تباہی و ہلاکت ہوتا ہے۔ فرعون کے انجام سے عبرت (۱۳۶) ☆ خواہ نبی ہو یا کوئی اور، ان ناسوتی آنکھوں سے اللہ کو نہیں دیکھ سکتا، سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے واقعے سے استدلال (۱۴۳) ☆ بچھڑے کی تدوین سامری نے کی تھی۔ سیدنا ہارون علیہ السلام نے نہیں، تورات والوں کی الزام تراشی کی تردید (۱۵۰) ☆ تقویٰ، زکوٰۃ کی ادائیگی اور ایمان سے اللہ کی رحمت کا استحقاق ہوتا ہے (۱۵۶) ☆ نبی امی کی پیشگوئیاں سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بھی کی ہیں، لہٰذا اہل کتاب کی نجات کا انحصار ان پر ایمان لانے میں ہے (۱۵۷) ☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ساری کائنات کے لیے ہے (۱۵۸) ☆ نعمت کی ناشکری سے وہ نعمت چھن جاتی ہے اور ذلت سے بدل دی جاتی ہے (۱۶۲) ☆ انسانوں کی ناشکری اور اللہ کی طرف سے آزمائش پر سمندروں کی مچھلیاں بھی آگاہ ہوتی ہیں۔ اصحاب السبت کے واقعے سے استدلال (۱۶۳) ☆ نافرمانوں کے ساتھ نہی عن المنکر نہ کرنے والی قوم بھی ہلاک ہو جاتی ہے، اپنا طریقہ چھوڑو نہیں دوسرے کو چھیڑو نہیں، منافقانہ مذہب ہے (۱۶۵) ☆ احکام الٰہی کی شکل بگاڑنے والوں کی صورتیں اور سیرتیں بگاڑ دی جاتی ہیں ☆ اللہ کی ربوبیت کا اقرار عہد فطرت ہے۔ شرک اصل نہیں، توحید اصل ہے (۱۷۲) ☆ قرآن کی یاددہانی کا مقصد کہ قیامت کو کوئی عذر نہ پیش کر سکے یا اپنے آباء و اجداد کی رسومات کو بطور جواز پیش نہ کر سکے (۱۷۳) ☆ خواہشات کے پجاریوں کی مثال کتے کی سی ہے (۱۷۶) ☆ گمراہ لوگ جہنم کے لیے پیدا ہوئے ہیں اور جانوروں سے بھی بدتر ہیں (۱۷۹) ☆ بطور طعن قیامت کا مطالبہ کرنے والوں سے کہہ دیں کہ بس وہ جلد آنے والی ہے (۱۸۷) ☆ نبی بھی اپنے نفع و نقصان پر قادر ہے نہ عالم الغیب ہے (۱۸۸) ☆ نفس واحدہ اور مرد و عورت کے ملاپ سے اولاد کی تخلیق سے توحید ربانی کی دلیل کہ یہ کسی اور کا کارنامہ نہیں ہے (۱۸۹) ☆ اولاد ملنے سے پہلے ماں باپ دعا اللہ سے کرتے ہیں اور ملنے پر اسے کسی درگاہ یا خانقاہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں جو قبیح قسم کا شرک ہے (۱۸۹، ۱۹۰) ☆ اللہ کے سوا سب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مزعومہ معبود مخلوق ہیں، یہ ان کی بے حیثیتی کی دلیل ہے (۱۹۱، ۱۹۲) ☆ ساری دنیا کے مشرکوں کو قرآن کا چیلنج کہ تمہارے مزعومہ معبود کبھی کسی کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے (۱۹۳، ۱۹۴) ☆ بتوں کی شکلیں اور اعضا تو خود ان کے پجاریوں کے بنائے ہوئے ہیں، یعنی نمائشی ہیں، دکھاوے کے لیے ہیں۔ یہ اپنے چہروں سے مکھی تک نہیں ہٹا سکتے، تو یہ تمھاری مدد کیسے کر سکتے ہیں ☆ اہل ایمان کو درگزر، تحمل اور اچھائی کو پھیلانے کی کوشش میں لگے رہنا چاہیے اور لیکن جہلا سے کنی کترانا چاہیے ☆ اہل ایمان اگر کبھی شیطان کے بہکاوے میں آ بھی جائیں تو وہ جلد واپس آ جاتے ہیں ☆ نبی صرف وحی کی اتباع کا پابند ہوتا ہے اور اسی کی طرف بلاتا ہے ☆ جہلا کا طریقہ قرآن سنتے وقت شور مچانا ہے جبکہ اہل ایمان خاموشی اور توجہ سے سنتے ہیں، اس طرح وہ رحمت کے حقدار ہوتے ہیں ☆ اپنے رب کو ہر حال میں یاد رکھو، کیونکہ اللہ کے عاجز بندے اس کی عبادت سے منہ نہیں موڑتے، بلکہ اس کی تسبیح کرتے اور اس کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(آیات ۱ - ۱۰)﴿الٓمّٓصٓ ① کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْكَ فَلَا یَكُنْ فِیْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ ② اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ③ وَكَمْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَیَاتًا اَوْ هُمْ قَآىِٕلُوْنَ﴾

بتایا جا رہا ہے کہ یہ کتاب رسول برحق ﷺ کی طرف منجانب اللہ نازل کی گئی ہے۔ مخالفین کے رویے سے آپ کے سینے میں تنگی نہ آنے پائے۔ آپ کا فرض صرف انذار ہے اور مومنین تو اس سے یقیناً نصیحت پا لیں گے۔ پھر قرآن کے مخاطبین سے کہا جا رہا ہے کہ اس منزل من اللہ تعلیم کی پیروی کرو، اس سے پہلے کتنی بستیاں مخالفت کی وجہ سے ناگہانی انداز میں عذاب کا شکار ہو گئیں، پھر ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا مگر وقت گزر چکا تھا۔ قیامت کے دن جہاں مرسلین سے ان کی ذمہ داریوں کی بابت پوچھا جائے گا وہاں ان کی امتوں سے بھی سوال کیا جائے گا۔ پھر ہم اپنے علم کی بنا پر ان کو سارے واقعات بتلا دیں گے۔ اس دن اعمال ضرور تولے جائیں گے۔ جن کے اعمال میں نیکی کی روح زیادہ ہوگی وہ نجات پائیں گے اور جن کے اعمال میں ایمان و صلاح کے فقدان کے باعث ہلکا پن ہوگا وہ خسارے میں ہوں گے کیونکہ انہوں نے کتاب الٰہی سے فائدہ نہیں اٹھایا ہوگا۔

ابلیس لعین روز ازل سے بنی آدم کا دشمن ہے

(آیات ۱۱ - ۲۵) قریش کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اس ملک میں جو عزت و تمکن تم کو حاصل ہے، وہ ہمارا ہی بخشا ہوا ہے۔ زندگی بسر کرنے کے سارے اسباب تم کو مہیا کیے گئے ہیں، لیکن شیطان نے تم پر حاوی ہو کر تم کو ناشکری کی راہ پر لگا دیا ہے۔ تخلیق آدم اور سجود ملائکہ کے واقعے سے احکام الٰہی کی اتباع کے باعث فلاح و عزت ہونے پر استدلال کیا اور بتایا کہ ابلیس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لعین اولاد آدم کا روز اول ہی سے دشمن اور بدخواہ ہے۔ پہلے اس نے سجدے سے انکار کیا، پھر بنی آدم کو ہر راستے سے گمراہ کر کے جہنم کا ایندھن بنانے کے عزم کا اظہار کیا۔ پھر عملاً سیدنا آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی حوا کو جھوٹی قسموں سے اپنے خیر خواہ ہونے کا چکمہ دیا اور انہیں شجر ممنوعہ چکھنے پر آمادہ کیا۔ جب سیدنا آدم علیہ السلام کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو انہوں نے اپنے رب کے سامنے اپنی غلطی مانتے ہوئے عجز کا اظہار کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ اس دعا کے ساتھ: ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ (الأعراف ۲۳) ''اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں کے ساتھ ظلم کیا اور اگر تو معاف نہ کرے۔ تو ہم یقیناً خسارہ پانے والے ہیں۔'' اس کے برعکس جب ابلیس کو اس کی غلطی کی طرف توجہ دلائی تو وہ اکڑ گیا اور اپنے گناہ پر اصرار کرنے لگا۔

چنانچہ تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اگر تم بھی شرک و کفر کا ارتکاب کرتے رہو گے شیطان کی اتباع کرو گے اور توبہ کر کے اطاعت کا راستہ اختیار نہ کرو گے، تو شیطان کی جماعت کہلاؤ گے۔ اور ان کے انجام بد سے تم واقف ہو۔ یہ بھی یاد رکھو کہ زمین پر انسان کا اترنا بطور سزا نہیں، بطور آزمائش ہے کہ وہ ابلیس کے بچھائے ہوئے جالوں سے بچ کر اپنے رب کی فرمانبرداری کے راستے پر کیسے گامزن ہوتا اور اپنی اصل منزل یعنی جنت کو حاصل کرتا ہے۔

بے حجابی اور بے حیائی شیطان کی چال ہے

(آیات ۲۶ - ۳۰) آیت ۲۲ میں بتایا تھا کہ شیطان کی چالوں میں سے ایک خطرناک چال انسان کو بے لباس کرنا بھی ہے۔ جیسے سیدنا آدم علیہ السلام و حوا نے جونہی شجر ممنوعہ چکھا تو ان کی شرمگاہیں کھل گئیں: ﴿فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا﴾ پھر انہوں نے جنتی درختوں کے پتوں سے جسم ڈھانپنا شروع کیا۔ اسی طرح دنیا میں لباس پہن کر باپردہ ہونا جنتی لوگوں کا طریق کار ہے اور بے لباسی و بے حجابی پر اترانا شیطانی طریقہ ہے۔

☆ اتباع کتاب سے تمہیں لباس تقویٰ نصیب ہو گا جبکہ معصیت سے وہ لباس عزت چھن جائے گا۔

☆ لباس میں دو خوبیوں کا ہونا ضروری ہے: ﴿يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا﴾ جو تمہارے ننگ کو ڈھانپے اور باعث آرائش بھی ہو۔ ایسا ہر لباس جو خوبصورت تو ہو، مگر ستر کو نہ ڈھانپے، باعث ننگ و عار ہے اور شیطانی لباس ہے۔

☆ برہنگی اور نیم برہنگی کا فلسفہ جس کی تبلیغ یورپ اور امریکہ سے ہو رہی ہے یا اس کی ترویج وحشی و غیر مہذب قوموں میں ہو، بہر حال شیطانی فلسفہ ہے۔

☆ تقوے والا لباس بہر حال بہتر ہے۔ اس لیے اے بنی آدم! شیطان سے ہوشیار رہو۔ اس نے تمہارے والدین کو بے لباس کروا کر جنت سے نکلوا دیا تھا تو وہ تمہارا خیر خواہ کیسے ہو سکتا ہے: ﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا . . .﴾ وہ اور اس کا قبیلہ تمہیں مسلسل دیکھ رہا ہے، جبکہ وہ تمہاری نظروں سے اوجھل ہے، اس لیے تم زیادہ فکر مند رہا کرو۔ خاطر جمع رکھو کہ شیطان کا تسلط بے ایمانوں پر ہوتا ہے، اہل ایمان پر مستقل نہیں: ﴿اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ اس آیت کریمہ میں مومنین صادقین کے لیے بڑی خوشخبری و تسلی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شیطان کے دوست جب کوئی گناہ کرتے ہیں تو دلیل یہی دیتے ہیں کہ ہمارے آباء واجداد یہی کام کرتے چلے آئے ہیں اور اس میں اللہ کی مرضی بھی شامل ہے وگرنہ ہم کیسے یہ بے حیائی کر سکتے تھے۔ ان سے کہہ دو اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا اور نہ وہ اس پر راضی ہوتا ہے: ﴿قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ...﴾ شیطان کے پیروکار گمراہ ہیں، جبکہ وہ اپنے آپ کو ہدایت یافتہ سمجھ رہے ہیں۔

برہنہ ہو کر مذہبی رسوم ادا کروانا لیڈروں کی بدطینتی ہے

(آیات ۳۱-۴۳) مشرکین کے مرشدوں نے ہدایت کر رکھی تھی کہ طواف کے وقت لباس نہ پہنا جائے کیونکہ وہ ناپاک ہوتا ہے، لہٰذا ایسے گستاخانہ لباس سے بے لباس ہونا بہتر ہے۔ دنیا کی تمام گمراہ قوموں کے مذہبی لیڈروں نے اپنی عیش پرستی کے لیے اس قسم کے ہتھکنڈے سجا رکھے ہیں۔ اس دور میں برہنہ طواف ہوا کرتا تھا۔ ہندوؤں میں آج بھی اس قسم کی رسومات موجود ہیں۔ صرف اسلام ہی نے اس بے حیائی کی مکمل ممانعت فرمائی ہے اور حکم دیا ہے کہ اے اولاد آدم! تم مسجد میں حاضری کے وقت پوری زینت والا لباس استعمال کیا کرو۔ اور اللہ کی نعمتوں کو کھاؤ، پیو اور اسراف سے بچو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا: ﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ دنیا کی یہ نعمتیں اہل ایمان کے لیے یہاں بھی مباح ہیں اور آخرت میں تو وہ ان کے بلاشرکت غیرے حق دار ہوں گے۔ (ان شاء اللہ)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نماز میں مکمل اور خوبصورت لباس پہننا مستحسن ہے اور اس میں سر ڈھانپنا بھی شامل ہے، لیکن غلو اور افراط وتفریط سے بچنا چاہیے اگر کسی کو میسر ہو تو سر ڈھانپ کر نماز پڑھے عدم دستیابی اور بات ہے۔

اللہ کا وعدہ سچا ہو کر رہا!

(آیات ۴۴-۵۳) ﴿وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ۭ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ...﴾ اہل جنت کا جہنمیوں سے خطاب کہ ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا وہ سب حرف بحرف سچ ثابت ہوا۔ تم بتاؤ کہ تم نے بھی وہ سب کچھ دیکھ لیا یا نہیں جس سے تمہیں آگاہ کیا گیا تھا؟

اس امر کا بیان کہ مقام اعراف سے اہل ایمان کے ایک گروہ کو جہنم اور جنت دونوں کا مشاہدہ کرایا جائے گا تا کہ وہ دیکھ لیں کہ اللہ نے اپنے رسولوں کے ذریعے سے جن باتوں کی خبر دی تھی، وہ سب پوری ہوئیں۔

اصحاب اعراف کی طرف سے اہل جنت کو مبارکباد اور اہل جہنم کو ملامت

پیچھے گزرا کہ دنیا کی نعمتوں میں تو کافر بھی شریک ہیں لیکن آخرت میں یہ صرف اہل ایمان کو دی جائیں گی۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے بتایا کہ اہل نار اہل جنت سے فریاد کریں گے کہ وہ ان پر احسان کرتے ہوئے جنت کی نعمتیں، چند گھونٹ پانی ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہیں عنایت کر دیں۔ اہل جنت کا جواب ہوگا کہ اللہ نے آج اپنی تمام نعمتیں کافروں کے لیے حرام قرار دے دی ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوگا کہ جنہوں نے دنیا میں ہماری باتوں کا لحاظ نہیں رکھا، ہمیں نظر انداز کیے رکھا۔ آج ہم نے بھی انہیں نظر انداز کر دیا ہے: ﴿فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا﴾ تب کافر اپنی محرومی و بدبختی پر حسرت کا اظہار کریں گے۔

اصحاب الاعراف سے مراد صالح علماء کا گروہ ہے

یہ جو مشہور ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی۔ صحیح معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ پہلے ان کا جو تعارف قرآن نے کروایا ہے وہ یہ کہ اصحاب الاعراف ہر ایک کو چہروں سے پہچانتے ہوں گے۔ انہیں اصحاب الجنہ اور اصحاب النار دونوں کے احوال کا مشاہدہ کروایا جائے گا۔ وہ اہل نار کو دیکھ کر ملامت کریں گے اور اصحاب الجنہ کو مبارکباد دیں گے۔ اور یہ مشاہدہ ان کو جنت میں داخلے سے پہلے کرایا جائے گا۔ تاکہ وہ اللہ کے وعدے کی سچائی ہر پہلو سے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر جنت میں داخل ہوں۔ اہل جنت کے احوال دیکھنے اور ان کو مبارکباد دینے کے بعد ﴿وَإِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ﴾ یہ اسلوب اکرام و اعزاز کی دلیل ہے۔ پہلے وہ اہل جنت کی کامرانیوں کا مشاہدہ کریں گے اور اس کے مشاہدے میں بالکل محو ہوں گے۔ انہیں ہر طرف اللہ کی نعمتوں کا حُسن برستا ہوا نظر آئے گا۔ پھر اہل نار کی طرف ان کو توجہ دلائی جائے گی ان پر نظر پڑتے ہی ان کی زبان سے بے تحاشا تعوذ کی دعا نکلے گی: ﴿قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ جس طرح اہل جنت کو دیکھ کر: ﴿وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ﴾ کے الفاظ سے ان کی تواضع اور فروتنی پر عکس پڑتا ہے۔ اسی طرح یہ دعا ان کے کمال خشیت کی دلیل ہے اور جہنم کی ہولناکی کی بھی۔

نیز اصحاب الاعراف کے لیے ''رجال'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہ لفظ ایسا ہے کہ جب اس طرح آتا ہے جس طرح یہاں آیا ہے تو اس سے مراد نمایاں اشخاص و رجال ہوتے ہیں۔ جن لوگوں کا حال یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کی نیکیاں اتنی بھی نہ ہوں گی کہ ان کی بدیوں پر بھاری ہو سکیں آخر ان کا ایسا نمایاں وصف کیا ہے جب ان کا ذکر اس لفظ سے کیا گیا ہے؟

اس کے علاوہ یہ لوگ اہل جنت اور اہل نار کو جس انداز میں مخاطب کریں گے ان کو مخاطب کر کے جو باتیں فرمائیں گے اور ان کے ساتھ جو اعزاز و اکرام کا معاملہ مذکور ہوا ہے، وہ سب اس امر کے خلاف ہے کہ یہ ایک ایسے گروہ کا ذکر ہو جس کی اپنی نجات ابھی معلق ہو اور جس کی اپنی کارگزاری کی نوعیت یہ ہو کہ نیکی اور بدی برابر ہو کر رہ گئی ہوں۔ ان وجوہ سے ہمارے نزدیک یہ قول اپنی شہرت کے باوجود کچھ اہمیت نہیں رکھتا۔ صحیح قول ہمارے نزدیک دوسرا ہے کہ جو دنیا میں حق و باطل کی کشمکش میں حق کے علمبردار، خیر کے داعی اور منکر سے روکنے والے رہے ہوں گے۔ جنہوں نے حق کی حمایت میں اہل باطل کے چوکے برداشت کیے ہوں گے اور مظلوموں کی حمایت میں سینہ سپر رہے ہوں گے۔ اپنی نمایاں کارکردگی اور قابل رشک کردار کے باعث انہیں بطور اعزاز و اکرام اہل نار اور اہل جنت کے انجام ملاحظہ کرنے کے لیے بحیثیت مبصر یا مہمان خصوصی مدعو کیا جائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گا تاکہ وہ اس عزت افزائی کو محسوس کریں جو اللہ نے ان کی نمایاں کارکردگی کے باعث انہیں عطا فرمائی۔

خلق وامر صرف اللہ ہی کے لیے ہے

(آیات ٥٤ -٥٨) اس میں بتایا جارہا ہے کہ خلق وامر سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے: ﴿ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۗ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ اس لیے ہر حالت میں اسی کو پکارو: ﴿ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۗ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴾ زمین میں اصلاح کے بعد فساد مت کرو۔ قیامت آ کر رہے گی، موت کے بعد زندگی کا مشاہدہ تم اس کائنات میں مردہ کھیتوں میں زندگی کی بہار کی شکل میں برابر کر رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ہر پہلو سے اپنی آیات واضح کردی ہیں: ﴿ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ﴾ اور جو صاف ستھری سرزمین ہوتی ہے اس کی پیداوار تو اللہ کے حکم سے خوب نکلتی ہے اور جو خراب ہے اس کی پیداوار بہت کم نکلتی ہے، اسی طرح ہم دلائل کو مختلف پیرائے میں بیان کرتے ہیں، ان لوگوں کے لیے جو قدر کرتے ہیں۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ فطرت سلیمہ صرف سچائیوں ہی کو تسلیم کرتی ہے، جو سچائیوں سے فرار حاصل کرتے ہیں وہ ازلی بدنصیب ہیں۔

اہل فساد کے لیے تباہی ہے

(آیات ٥٩ -٨٧) قریش سمیت تمام حاضر وغائب منکرین ومکذبین کو واضح تنبیہ کی جارہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسولوں کی تکذیب کے باعث ہلاک ہونے والی پہلی قوموں میں سے قوم نوح، قوم ھود، قوم صالح، قوم لوط، قوم شعیب کے قصے، اس بات کا تاریخی ثبوت ہیں کہ جو قوم فساد فی الارض کی مرتکب ہوتی ہے اور اپنے رسولوں کی دعوت اصلاح کی تکذیب کرتی ہے، اللہ تعالیٰ اسے صفحۂ ہستی سے مٹا دیتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَالَ الْمَلَاُ: 9

مکذبین سابقین کا عبرتناک انجام

(آیات ۸۸- ۱۰۲) قوموں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کیا معاملہ کرتا ہے اس کے بعض بنیادی اصول؟ بعض حکمتیں اور عبرتیں، بیان کر کے قرآن اپنے مخاطبین سے کہہ رہا ہے کہ تم انہی کے خلف ہو۔ اگر تم دیدہ عبرت سے دیکھنے والے ہو تو تمہارے لیے اپنے ملک کی تاریخ میں کافی سامان بصیرت موجود ہے، لیکن جس طرح ان قوموں کے دلوں پر اللہ کی مہر لگ گئی تھی، اسی طرح تمہارے دلوں پر بھی مہر لگ چکی ہے: ﴿وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ﴾

فرعون اور بنی اسرائیل کی تاریخ پر ایک نظر

(آیات ۱۰۳ -۱۳۶) سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی سرگزشت سے واضح ہوتا ہے کہ فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو شکست دینے کے لیے تمام ہتھکنڈے استعمال کیے جو اس کے بس میں تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو نہ صرف کامیاب کیا بلکہ فرعون کو تمام وسائل و اسباب کے باوجود شکست دی۔ مفسدین کا بیڑہ غرق ہوا اور جو جماعت مظلوم و مقہور تھی اللہ نے اس کو استقامت کی بدولت زمین میں اقتدار بخشا۔

مستضعفین پر ابر کرم برستا ہے مگر......!

(آیات ۱۳۷ -۱۷۱) بنی اسرائیل کی تاریخ کے تمام ادوار پر ایک جامع تبصرہ کیا گیا ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہمیشہ بڑے بڑے احسانات فرمائے، لیکن انہوں نے اللہ کی طرف سے کیے جانے والے تمام انعامات کی ناقدری کی اور کسی تذکیر و تنبیہ سے بھی کوئی پائیدار فائدہ نہیں اٹھایا اور اب بھی ان کی روش وہی ہے، چنانچہ جس حق کی علمبرداری کی ذمہ داری ان پر ڈالی گئی تھی، وہ اس کی مخالفت میں پیش پیش ہیں۔ حالانکہ یہ موقع ان کے لیے آخری موقع ہے جس کو ضائع کر دینے کے بعد ان کے لیے دائمی ذلت کے سوا اور کوئی چیز باقی نہیں رہ جائے گی۔

دین میں حیلہ جوئی کی مذمت

دعوت حق کے مقابلے میں حیلہ سازیاں اسی طرح تباہ کن ہیں جس طرح اصحاب السبت اللہ کے حکم کے مقابلے میں حیلہ و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مکر میں لگے رہے۔ بالآخر بندر وخنزیر بنا دیے گئے، کیونکہ جو اللہ کے صاف اور سیدھے دین میں بگاڑ پیدا کرتا ہے، جواب میں اس کی صورت وسیرت بگاڑ دی جاتی ہے: ﴿فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ﴾

اصحاب السبت کے معاملے میں تین گروہ بن گئے تھے۔ ایک تو وہ جو کھلم کھلا ہفتے کے دن مچھلیاں پکڑتے تھے اور حیلہ گر تھے، دوسرے وہ جو ان کو اس حیلہ جوئی سے روکتے تھے اور تیسرے وہ جو اپنے حال میں مست تھے، نہ تو مچھلیاں پکڑتے تھے اور نہ ان کو روکتے ہی تھے بلکہ روکنے والوں سے کہتے تھے کہ ان ہلاک ہوجانے والے لوگوں سے تعرض کیوں نہیں کرتے ہو: ﴿لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۨ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا﴾ ان کا جواب تھا کہ اللہ کے ہاں ہم بری ہوجائیں اور شاید ہماری نصیحت کسی کو فائدہ پہنچادے: ﴿قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾

جب اللہ کا عذاب آیا تو یہ دونوں گروہ پکڑے گئے اور صرف منع کرنے والے بچے: ﴿فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَـِٕيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴾ اس سے معلوم ہوا کہ تبلیغ حق ہر حالت میں فرض ہے، کیونکہ کم ازکم آدمی اپنے رب کے ہاں بری ہوجاتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ شاید کسی کی اصلاح بھی ہوجائے۔

کسی کو چھیڑو نہیں اپنا عقیدہ چھوڑو نہیں، منافقانہ نعرہ ہے

یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام میں اس نعرے کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور یہ جملہ کہ ''جہاں کوئی لگا ہے اسے لگا رہنے دو'' یا ''اپنا مذہب چھوڑو نہیں اور کسی کو چھیڑو نہیں'' یہ منافقانہ نعرہ ہے۔

قرآن عہد الست کی یاد دہانی کراتا ہے

(آیات ۱۷۲ -۱۹۸) ﴿وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۙ اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾

اس سورت کا آغاز اس امر سے کیا گیا تھا کہ قرآن تو ایک یاد دہانی ہے۔ سورت کے اختتام میں اس یاد دہانی کی وضاحت کی جارہی ہے کہ جس میں قریش کو عہد فطرت کی یاد دہانی کروائی گئی ہے کہ تم سب نے عالم ارواح میں اللہ کے رب ہونے کا اعتراف وعہد کیا تھا۔ اسی عہد کی یاد دہانی کے لیے سلسلۂ نبوت جاری کیا گیا تھا جس کے آخر میں خاتم النبین محمد ﷺ کی بعثت ہوئی ہے۔ جو لوگ اس عہد کو بھلائے بیٹھے ہیں ان کو بنی اسرائیل کے حالات سے عبرت حاصل کرنے کی دعوت دی گئی ہے: ﴿فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ پھر ان کو عذاب کی دھمکی دی جارہی ہے اور خبردار کیا جارہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آؤ گے تو تمھارے یہ اولیا واصنام جو تم نے گھڑ رکھے ہیں، تمھارے کچھ کام نہیں آئیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شیطان کی اتباع کرنے والوں کی مثال

آیت ۱۷۵، ۱۷۶ میں فرمایا: اور ان لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنایے جس کو ہم نے اپنی آیتیں دیں، پھر وہ ان سے بالکل ہی نکل گیا، پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور وہ گمراہ لوگوں میں شامل ہو گیا اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیتوں کی بدولت بلند مرتبہ کر دیتے، لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا سو اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تب بھی ہانپے یا اس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپے: ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ﴾ یہی حالت ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ سو آپ اس حال کو بیان کر دیجئے شاید وہ لوگ کچھ سوچیں!

مسلمان صوفیوں کی ناروا جسارت

کتے کے بارے میں قرآن کے اس مذمتی بیان کے باوجود بعض گمراہ صوفیوں اور مولویوں نے کتے میں کچھ قابل تقلید عادات دریافت فرمائی ہیں کہ یہ بڑا وفادار جانور ہے، بھوک پیاس برداشت کر لیتا ہے۔ گویا انسان میں اس جیسی خوبیاں پیدا ہونی چاہییں۔ اسی لیے بعض حضرات بڑے فخر سے اپنے آپ کو سگ دربار فلاں...... کہلاتے ہیں۔ حالانکہ کتا نجس العین اور گندے جراثیم اور بیماریوں کا مجسمہ ہے۔ طبعی طور پر اس سے کراہت، نفرت اور گھن آنی چاہیے، لیکن جب فطرت ہی مسخ ہو چکی ہو تو کیا کہا جا سکتا ہے؟

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہین کا جہاں اور

سورت کے آغاز واختتام کا ایک پیغام

(آیات ۱۹۸ - ۲۰۶) آخری آیات میں نبی کریم ﷺ کو صبر، اعراض عن الجاہلین اور ہر آن یاد الٰہی سے وابستہ رہنے کی ہدایت کی ہے۔ سورت کا آغاز اور خاتمہ ایک ہی پیغام لیے ہوئے ہیں کہ شروع میں بتایا تھا کہ قرآن اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ یہ مومنین کے لیے نصیحت ہے۔ جس کی اتباع کرنی چاہیے اور اتباع کے لیے ضروری ہے کہ اسے سنا جائے، زبان سے خاموش رہا جائے اور کان لگا کر سنا جائے تاکہ تم پر رحم کیا جائے!

معاندین کا کہنا تھا: ﴿لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ﴾ جواب میں اہل ایمان سے کہا گیا: ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ کہ قرآن مجید کی عظمت کا تقاضا ہے کہ اس کو مکمل توجہ سے سنو۔ مخالفین کا مقصد تھا کہ شور مچانے سے تم غالب آ جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قرآن ہوش سے سننے سے تم رحمت کے مستحق ہو جاؤ گے!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعض حضرات نے اس آیت سے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی ممانعت ڈھونڈنے کی کوشش کی ہے جو یقیناً بے جوڑ بات ہے اس سے ان لوگوں کے لیے تو وجہ استدلال مانی جا سکتی ہے جو جہری نمازوں میں فاتحہ خلف الامام کے قائل نہیں البتہ سری نمازوں میں پڑھنا ضروری سمجھتے ہیں، لیکن جو سرے سے ہی قراءت فاتحہ خلف الامام کے قائل نہیں ہیں ان کے لیے اس آیت سے استدلال خود ان کے موقف کو کمزور بنا دیتا ہے۔

سُوْرَۃُ الْأَنْفَالِ

سورہ انفال مدینہ میں نازل ہوئی اس کی پچھتر آیات اور دس رکوع ہیں

سورت کا نام، زمانہ نزول اور مرکزی مضمون

انفال، جمع نفل کی، اصطلاحاً مال غنیمت کو کہا جاتا ہے، چونکہ غزوۂ بدر میں پہلی مرتبہ کفار کا چھوڑا ہوا مال و متاع حاصل ہوا تھا، اس کی تقسیم کے طریق کو واضح کیا گیا ہے۔ اس سورۂ کا آغاز اس مسئلے سے شروع ہوتا ہے، اس لیے اس کا نام انفال ٹھہرا۔

یہ سورت ۲ ہجری میں جنگ بدر کے بعد نازل ہوئی اور اس میں اسلام و کفر کی پہلی جنگ پر مفصل تبصرہ کیا گیا ہے۔

اس سورت کا مرکزی مضمون مسلمانوں کو ایمان و ہجرت کی اساس پر منظم اور باہم مربوط ہونے کی تلقین ہے تاکہ وہ اللہ کے دشمنوں کے ساتھ جہاد کریں اور اللہ کے کلمے کو بلند کریں اور یہ وعدہ فرمایا ہے کہ اگر انہوں نے کمزوری نہ دکھائی تو جلد وہ وقت آنے والا ہے کہ حریف کی سازشوں کے تارو پود بکھر جائیں گے۔

نیز بدر کے واقعات کی روشنی میں مسلمانوں کی حوصلہ افزائی اور کفار کو تنبیہ کرتے ہوئے ان اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے جو قریش نے بدر میں شکست کھانے کے بعد لوگوں کو نبی کریم ﷺ سے بدگمان کرنے کے لیے اٹھائے تھے۔ بدر سے پہلے تک وہ مسلمانوں کی کمزوری و مجبوری کو اسلام کے خلاف دلیل کے طور پر پیش کرتے تھے، لیکن بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں پٹ جانے کے بعد اول وفول بکنا شروع کر دیا کہ اگر نبی اپنی قوم کا خیر خواہ ہوتا تو انہیں جنگ میں نہ الجھاتا۔ سورت کے آخر میں انصار اور مہاجرین کو باہمی اخوت کی تعلیم و تلقین فرمائی کہ دونوں مل کر کفر کے مقابلے میں بنیان مرصوص بن کر کھڑے ہوں۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

مال غنیمت اللہ اور اس رسول کی ملکیت ہے ☆ مسلمانوں کی اجتماعی شیرازہ بندی کی بنیاد تقویٰ و اصلاح ذات بین میں ہے ☆ ایمان باللہ کا لازمی تقاضا اطاعت رسول ہے ☆ مومنوں کی صفات، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اللہ کی کبریائی و جلالت کا شعور اور اللہ کے ذکر اور تلاوت آیات سے دلوں کا کانپ جانا، اقامت صلوٰۃ کا اہتمام اور انفاق فی سبیل اللہ کا جذبہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے ☆ان صفات سے ایمان میں تروتازگی اور اضافہ ہوتا ہے ☆ بدر میں جنگ کے لیے مسلمانوں کا نکلنا بامر الٰہی تھا اور مقصد کفر کی جڑ کاٹنا اور حق کا بول بالا کرنا تھا۔ ☆ کمزور ایمان والوں پر گرفت جو قافلے کو لوٹنے کا ارادہ کرتے تھے جبکہ اللہ باطل کو تباہ کرنا چاہتا تھا ☆ بدر میں غیبی امداد کے مناظر (۹ تا ۱۲، ۱۷) ☆ میدان سے پیٹھ پھیر کر بھاگنے کی ممانعت (۱۵، ۱۶) ☆ نبی کریم ﷺ کے قتل وقید کی قریشی تدابیر اور ان کی ناکامی (۳۰) ☆ کفار کا اپنے کفر کو برحق سمجھنا (۳۲) ☆ جب نبی کسی علاقے میں موجود ہو یا لوگ استغفار کریں تو اللہ کا عذاب نازل نہیں ہوتا ☆ بیت اللہ کے متولی صرف متقی ہی ہو سکتے ہیں (۳۴) ☆ قتال و جہاد تا قیامت فرض ہے (۳۹) ☆ انتشار سے بچو، کیونکہ اس سے مسلمانوں میں کمزوری پیدا ہوتی (۴۶) ☆ کفار کے مقابلے میں مسلمانوں کو اسلحہ و دفاعی ساز و سامان تیار رکھنے کا حکم ☆ اہل عزم دس ہوں تو وہ اپنے سے کئی گنا طاقت سے بڑھ کر ہیں (۶۵، ۶۶) ☆ بدر کے میدان اور جنگی قیدیوں سے حاصل ہونے والا مال غنیمت حلال وطیب ہے۔ (۶۹) ☆ ایمان و ہجرت کا رشتہ سب سے مضبوط رشتہ ہے، لیکن اہل خاندان کے حقوق کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(آیات ۱ - ٤) ﴿ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ ۪ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَ جِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ۚۖ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴾

بدر کے عظیم الشان معرکے پر قرآن کی اس سورت میں تبصرہ کیا گیا ہے۔ اس میں سب سے پہلے اہل ایمان کو تلقین کی گئی ہے کہ ایمان کا مسئلہ ہو یا دنیاوی مال و متاع کا۔ ہر حالت میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ضروری ہے، جس کی برکت سے تم نے بدر جیسا عظیم الشان معرکہ سر کیا ہے۔ مال غنیمت کی تقسیم کے سلسلے میں پیدا ہونے والے اعتراضات کا جواب دیا گیا، چونکہ مال کا مسئلہ بڑے گہرے جذبات و احساسات پیدا کر دیتا ہے اس لیے اہل ایمان کو تلقین کی گئی کہ جب اللہ کی طرف سے کوئی یاد دہانی آ جائے تو حقیقی مومن کی نشانی یہ ہے کہ اس کا دل پگھل جاتا ہے اور آنکھیں تر ہو جاتی ہیں، ایمان بڑھ جاتا ہے اور ایمان کے ساتھ ساتھ توکل بھی بڑھ جاتا ہے۔ حقیقی مومن نماز ادا کرنے والا اور زکوٰۃ دینے والا ہوتا ہے۔ ان خوبیوں کی وجہ سے ان کے لیے بڑے درجات ہیں اور رزق و مغفرت ہے۔

کمزوری کا علاج جذبۂ جہاد

(آیات ۵ -۸) کمزور ایمان والے مسلمانوں کی اس کمزوری کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، جو جنگ بدر کے لیے نکلتے ہوئے ان سے صادر ہوئی تھی اس کے باوجود کہ ان پر یہ بات واضح تھی کہ نبی کریم ﷺ کا یہ نکلنا قریش کی اس فوج سے مقابلے کے لیے ہے جو تجارتی قافلے کی حفاظت کا بہانہ بنا کر مدینہ پر حملہ کرنا چاہتی ہے۔ لیکن وہ فوج کے مقابلے سے ڈرتے رہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے پورا زور لگایا کہ نبی کریم ﷺ جنگ کی بجائے تجارتی قافلے کا رخ کریں تا کہ بغیر کسی خطرے کے لقمہ ہاتھ آ جائے۔ حالانکہ اللہ اور اس کے رسول کا منشا یہ تھا کہ حق کا بول بالا ہو اور باطل کا زور ٹوٹے ﴿لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ﴾ جو اسی صورت میں متصور تھا جب قریش کی عسکری قوت مجروح ہو، نہ کہ ایک غیر مسلح تجارتی قافلہ۔

بدر میں فرشتوں کا نزول

(آیات ۹- ۱٤) مسلمانوں کی حوصلہ افزائی اور تقویت کے لیے ان غیبی تائیدات کا حوالہ دیا گیا ہے جو بدر کے موقع پر ظاہر ہوئی تھیں۔ مسلمانوں کی دعا کے جواب میں بروقت ہزار فرشتوں کی مدد کا وعدہ، برسر موقع میدان جنگ میں اطمینان کی نیند اور بارش کے نزول سے مساعد حالات کا ظہور، امدادی فرشتوں کو یہ ہدایتِ خداوندی تھی کہ مسلمانوں کا حوصلہ بحال رکھو، کفار کو مرعوب کر دو اور ان کے پرخچے اڑا دو۔

میدان جنگ سے بلاوجہ فرار کی ممانعت

(آیات ۱۵ -۱۸) مذکورہ تائیدات غیبی کی روشنی میں مسلمانوں کو یہ ہدایت دی گئی کہ کفار سے جب مقابلہ ہو تو کبھی پیٹھ نہ دکھاؤ۔ منظم فوج کشی کی صورت میں پیٹھ دکھانے والے اللہ کے غضب اور جہنم کے عذاب کے حقدار ٹھہریں گے۔ مسلمان جو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو صرف وہی نہیں لڑتے، بلکہ اللہ بھی ان کی طرف سے لڑتا ہے اور اہل ایمان کو بہادری کے جوہر دکھانے کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ بدر میں اس حقیقت کا مشاہدہ تم کر چکے ہو اور یہ جو کچھ ہوا ہے اس پر بس نہ سمجھو۔ آئندہ بھی اللہ تعالیٰ کفار کی چالیں ایسے ہی بے کار کر دے گا: ﴿ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ﴾

فتح تو ہوگئی، اب کون حق پر ہے؟

(آیات ۱۹) قریش کہتے تھے کہ اس جنگ میں جس کو فتح ہوگی وہ برسرحق سمجھا جائے گا۔ اللہ نے یاددہانی کرائی کہ دیکھ لو فتح تو ظاہر ہوگئی۔ اب بہتر کہ ہے کسی مزید شرارت کی جرات نہ کرو۔ اگر تم باز نہ آئے اور پھر شرارت کی تو یاد رکھو کہ ہم کہیں چلے نہیں گئے۔ ہم پھر بھی شان دکھائیں گے اور یہ اچھی طرح یاد رکھو کہ تمھارے لاؤلشکر کی کثرت کچھ کام نہ آئے گی، کیونکہ مسلمانوں کے پہلو پر ہم ہیں: ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

حق سے اعراض کرنے والے بدترین جانور ہیں

(آیات ۲۰ -۲٤) مسلمانوں کو ہدایت کی جارہی ہے کہ پوری وفاداری کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اس سے انحراف نہ کرو۔ یہ روش ان یہود کی ہے جو کہتے تھے کہ ہم نے سنا، لیکن وہ مانتے نہیں تھے۔ اللہ کے نزدیک سب سے بدتر جانور وہ گونگے بہرے لوگ ہیں جو سوچنے سمجھنے سے عاری ہیں: ﴿اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ اللہ نے ان کے اندر خیر کی کوئی صلاحیت ہی نہیں پائی۔ اس وجہ سے ان کو قبول حق سے محروم کر دیا۔ توفیق انہی لوگوں پر کارگر ہوتی ہے جو اپنے اندر اثر پذیری اور قبول حق کی صلاحیت زندہ رکھتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دعوت دین قلب وروح کی تازگی ہے

(آیات ۲۴ -۲۶) مسلمانوں کو ہدایت کی جا رہی ہے کہ رسول کی دعوت تمھارے لیے قلب وروح کی زندگی کی دعوت ہے، اس دعوت کی قدر کرو اور اس پر لبیک کہو۔ اگر تم نے کوئی کمزوری دکھائی اور تذبذب کا شکار رہے تو یاد رکھو کہ آدمی اور اس کی قوتِ ارادی کے درمیان سنت الٰہی جاری ہو جاتی ہے، پھر وہ توفیق خیر سے محروم ہو جاتا ہے۔ اجتماعی زندگی میں جو خرابیاں کچھ مخصوص لوگوں کی طرف سے ظاہر ہوتی ہیں اگر دوسرے ان کی اصلاح کی کوشش نہ کریں تو اس کے برے نتائج کی لپیٹ میں اچھے بھی آ جاتے ہیں۔ اسلام کے مستقبل کی طرف سے کسی تذبذب اور اندیشے میں مبتلا نہ ہو۔ تم اس ملک میں تھوڑے تھے، اللہ نے تمھیں زیادہ کر دیا اور تمھیں اپنی تائید ونصرت سے نوازا: ﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ . . .﴾ اسی رب پر بھروسا کرو۔ وہ مستقبل کے مراحل میں بھی تمھارا کارساز ہے۔

برائیاں کیسے مٹتی ہیں اور اللہ کیسے راضی ہوتا ہے؟

(آیات ۲۷ -۲۹) کمزور قسم کے مسلمانوں کو تنبیہ دی گئی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول سے عہد اطاعت و وفاداری کر چکنے کے بعد بے وفائی نہ کرو۔ مال و اولاد کی محبت کے تقاضوں میں مانع نہ ہو، یہ چیزیں فتنہ ہیں۔ ان فتنوں میں پڑ کر اس اجر عظیم کو ضائع نہ کرو جو اللہ کے پاس اس کے وفادار بندوں کے لیے محفوظ ہے جو لوگ دنیا کی محبت کو اپنے اوپر غالب نہ ہونے دیں گے، اللہ ان کے آگے سے باطل کے تمام حجابات چاک کر دے گا اور ان کو اپنی مغفرت سے نوازے گا۔

کافروں کی تمام سازشیں ناکام ہو گئیں

(۳۰-۳۷) ﴿وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ﴾

نبی کریم ﷺ کو خطاب کر کے ان تائیدات ربانی کی یاد دہانی کرائی جا رہی ہے جو قریش کی مسلسل سازشوں کے مقابلے میں ظاہر ہوئیں اور جن سے ان کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے، ان کی ساری چالیں شکست کھا گئیں اور اللہ کی تدبیر غالب رہی۔ وہ قرآن کو اگلوں کا افسانہ کہتے تھے، لیکن اس کا انذار ان کے لیے حقیقت ثابت ہوا۔ وہ مطالبہ کر رہے تھے کہ اگر رسول برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسیں یا کوئی اور عذاب آئے تو ہم مانیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے ان پر عذاب نہیں بھیجا کہ نبی کریم ﷺ ان کے درمیان موجود تھے ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ لیکن اب جب آپ ان کے درمیان موجود نہیں رہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ عذاب سے محفوظ رہیں۔

وہ اپنے آپ کو مسجد حرام کا متولی بھی سمجھتے ہیں، لیکن وہ اس کے متولی کیسے؟ اس کے متولی تو صرف اللہ سے ڈرنے والے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بندے ہی ہو سکتے ہیں: ﴿اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ...﴾ ان مدعیوں کو اللہ کے اس گھر کی اصل تاریخ اور اس کے مقاصد تعمیر کا کوئی علم نہیں ہے۔ تالی پیٹنا اور سیٹی بجانا ان کی نماز ہے۔ بھلا اس مسخرے پن کو نماز ابراہیمی سے کیا تعلق؟ کفر کی حمایت میں وہ جو اپنے مال خرچ کر رہے ہیں اس کا کچھ حاصل نہیں۔ یہ سارا خرچ ان کے لیے موجب حسرت واندوہ بنے گا۔ اب ان کے آگے جہنم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کی آزمائشیں اس لیے لاتا ہے کہ وہ اس سارے ذخیرہ خبیث کو اکٹھا کر کے دوزخ کی آگ میں پھینک دے۔ پھر قریش کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ اپنی شرارتوں سے باز آ جائیں، یہی ان کے حق میں بہتر ہے۔ اگر وہ باز نہ آئے تو ان کا وہی حشر ہوگا جو پہلے انبیاء کو جھٹلانے والوں کا ہوا ہے۔

اسلام میں قتال کا ہدف

(آیات ۳۸ - ٤٠) ﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ...﴾ آغاز سورت میں ذکر ہوا کہ جنگ بدر کے ذریعے سے اللہ حق کا احقاق اور باطل کا قلع قمع کرنا چاہتا تھا۔ یہاں مزید فرمایا کہ اللہ کے دشمنوں سے اس وقت تک جنگ جاری رکھی جائے جب تک ان کے فتنوں کی ناپاکی ختم ہو کر صرف اللہ ہی کا دین باقی نہ رہ جائے، کفار کی سازشوں کے مقابلے میں تمہاری حمایت کی جائے گی کیونکہ اللہ سے بہتر کوئی مددگار نہیں ہے۔

یہ آیت جہاد کے دائمی جواز کی دلیل ہے۔ شکلیں مختلف ہو سکتی ہیں۔ کبھی تلوار کے ساتھ اور کبھی کسی اور طریقے سے۔ مقصد اللہ کے دین کا غلبہ ہے جو ہر دور میں ہر مسلمان، اللہ کے سپاہی کا ہدف رہا ہے اور رہنا چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَاعْلَمُوْٓا: 10

مال غنیمت کی تقسیم کا طریقۂ کار

(آیت ٤١۔٤٤) مال غنیمت کے متعلق سوال جس کا اجمالی ذکر پہلی آیت میں ہوا تھا، اس کا تفصیلی جواب دیا جارہا ہے کہ یہ مال جو تمھیں حاصل ہوا ہے، اللہ کی تائید ومشیت سے حاصل ہوا ہے، اس لیے جو تقسیم اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے رائج کی جارہی ہے اسے خوشدلی سے قبول کرلو۔ چار حصے تمہارے اور پانچواں اللہ کے نام پر وقف کیا جائے گا۔ جس میں سے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کیا جائے گا۔

اختلاف وانتشار سے بچو

(آیات ٤٥ - ٥٥) اہل ایمان کو تلقین کی گئی ہے کہ دشمن کے ساتھ جب بھی کوئی معرکہ پیش آجائے تو ثابت قدمی، ذکر الٰہی اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری، تنازعات سے بچنا اور صبر کے ساتھ اپنی مہم جاری رکھنا اگر تم اختلافات وانتشار میں پڑ گئے تو تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور بنا بنایا رعب ختم ہو جائے گا: ﴿وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا﴾ شیطان کے مکروفریب میں کبھی نہ پڑنا وہ عین موقع دھوکا دے جاتا ہے، اللہ کی معیت انھی کو نصیب ہوتی ہے جو اس پر بھروسا رکھیں۔

بدعہدوں کے ساتھ سختی اور اسلحہ تیار کرنے کا حکم

(آیات ٥٦ - ٦٤) مسلمانوں کو تلقین کی جارہی ہے کہ جو قوم تمہارے ساتھ کیے گئے معاہدوں کو محض وقت گزاری کے لیے استعمال کرتی ہے، تم بھی ان کے ساتھ کوئی رعایت نہ کرو۔ اگر کسی جنگ میں وہ تمھارے مقابلے میں آجائیں تو ان کو ایسا سبق دو کہ جو ان کی پشت پناہی کر رہے ہیں ان کے بھی ہوش ٹھکانے آجائیں۔ یہ لوگ تمھارے قابو سے باہر نہیں جاسکتے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی فوجی قوت کو زیادہ سے زیادہ بڑھائیں، تاکہ ظاہری اور باطنی دشمنوں کو مرعوب رکھ سکیں: ﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ ...﴾ مسلمان اس مقصد کے لیے جو بھی خرچ کریں گے اس کا پورا پورا فائدہ پائیں گے۔ اگر معاہد قوم صلح کی خواہشمند ہو تو تم بھی صلح سے گریز نہ کرو، اللہ پر بھروسہ کرکے ان سے صلح کرلو اور اگر وہ دھوکا دیں تو اللہ تمھارے لیے کافی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فتح وشکست کا مدار قلتِ تعداد پر نہیں

(آیات ٦٥ -٦٦) ﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ... ﴾ اے نبی! آپ مومنوں کو جہاد پر ابھارتے رہیے اور قلت تعداد کا غم نہ کیجیے، آپ کے لیے اللہ اور مومنوں کی مختصر سی جماعت ہی کافی ہے۔ اگر آپ کے مدِ مقابل دو سو دشمن بھی ہوں تو آپ کے بیس جانباز ان کے ساتھ ٹکرا سکتے ہیں اور ہزار کافروں کے لیے آپ کے ایک سو بندے کافی ہیں۔ لیکن اب اللہ نے آپ پر تخفیف یوں کر دی کہ ایک کو دس کے مقابلے میں جہاد کرنے کی بجائے اپنے سے دوگنی طاقت کے ساتھ ٹکر لینے کی تخفیف کر دی ہے۔ یاد رکھو اللہ صابرین کے ساتھ ہے اور جنگیں کثرت تعداد کے ساتھ نہیں، جذبوں کے ساتھ لڑی اور جیتی جاتی ہیں۔ ان نا سمجھ کافروں میں یہ جوہر کہاں؟

بدر کے قیدیوں کے بارے میں حکم

(آیات ٦٧ -٧١) جنگ بدر میں نصرت الٰہی سے مشرکین کے ستر سر کردہ لوگ مارے گئے تھے اور ستر مسلمانوں کے ہاتھ لگے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے بارے میں صحابہ سے مشاورت کی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ جبکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ ان کو قتل کر دیا جائے، لیکن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو قبول کر کے قیدیوں سے فدیہ طے کر لیا گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر عتاب نازل فرمایا کہ تم لوگ نبی کریم ﷺ کے مشن سے پوری طرح آگاہ نہیں ہو پائے۔ نبی کا یہ کام نہیں کہ وہ کفار کو پکڑ پکڑ کر قید میں ڈالے اور پھر ان سے فدیہ اکٹھا کرے، نبی کا تو اصل مشن اللہ کے دین کا مکمل غلبہ ہے اور وہ کفر کی طاقت پوری طرح کچلنے میں ہے، نہ کہ ان کو قیدی بنانے سے اور رہا وہ مال جو تم نے فدیے کے طور پر وصول کیا ہے وہ جائز ہے، اس کی اجازت ہم تمھیں پہلے ہی دے چکے ہیں۔ جیسا کہ سورۂ قتال (سورۂ محمد) کی آیت نمبر ۱۴ میں فرمایا گیا: ﴿ فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ﴾ ”جب تمھارا سامنا کافروں سے ہو تو گردنیں مارنا ہے یہاں تک کہ جب انھیں خوب قتل کر چکو اور باقی کو مضبوط باندھ لو، پھر اس کے بعد چاہے احسان کر کے چھوڑ دو، چاہے فدیہ لے لو، یہاں تک کہ کفار کی قوت حرب پوری طرح دم توڑ جائے۔“

اگرچہ یہ اجازت بھی کفر کی طاقت کو پوری طرح کچلنے سے مشروط تھی، لیکن تمھاری یہ کوتاہی بھی نظر انداز کی جاتی ہے اور وصول کیا گیا فدیہ حلال وطیب قرار دیا جاتا ہے۔ اگر یہ اجازت نہ دی گئی ہوتی تو تمھارا سخت محاسبہ کیا جاتا۔

اس سلسلے میں بدر کے قیدیوں کو نبی کریم ﷺ کے ذریعے سے یہ کہلوایا کہ ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا ہے تو ان کے لیے مزید بھلائی کی راہیں کھلیں گی اور اگر انھوں نے بے وفائی اور بدعہدی کی اور پھر اسلام کے خلاف لڑنے کے لیے آئے تو اللہ تعالیٰ پھر تمھیں پہلے کی طرح مسلمانوں کے قابو میں دے دے گا اور اللہ علیم وحکیم ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اسلامی معاشرے کی اساس……ایمان وہجرت

(آیات ۷۱ - ۷۵) سورت کے اختتام میں اسلامی معاشرے کی بنیادوں کی تشکیل بتائی گئی ہے اور مسلمانوں کو ایمان و ہجرت اور جہاد کی اساس پر منظم ہونے اور باہمی تعاضد وتناصر کی بنیاد قرار دینے کا حکم دیا گیا ہے، جاہلیت کے خاندانی تعلقات اور ان کی ذمہ داریاں یک قلم ختم کردی گئیں۔ حکم ہوا کہ جو لوگ ایمان لائیں اور ہجرت کر کے مدینہ میں آبسیں اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر کفار کے خلاف جہاد کریں وہ ایک ملت اور باہم ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ تاکہ ملتِ کفر کے مقابلے میں انصار ومہاجرین ایک بنیان مرصوص کی طرح کھڑے ہوسکیں۔ مسلمانوں کو جہاد پر ابھارا گیا ہے، یہ جہاد کی تیاری بھی ہے اور اگلی سورت میں کفار سے جو اعلان برات ہونے والا ہے اس کی تمہید بھی۔ دارالکفر میں رہنے والے مسلمان جب تک ہجرت نہ کریں، اپنے نفع ونقصان کے خود ذمے دار ہوں گے، البتہ دینی معاملات میں تمہاری مدد کے حقدار ہوں گے۔ اس سے ایک تو ہر ملک کے مسلمانوں کو ایک دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنے کی ضرورت پر زور دینا تھا اور دوسرے انہیں مقامی حکومتوں سے ٹکراؤ کے نتیجے میں پیدا ہونے والی پیچیدگیوں سے بچانا تھا تاکہ کہیں ان کی حکومت انہیں غدار قرار دے کر ان کا جینا نہ حرام کردے۔

معاہدوں کے احترام کا حکم

دارالکفر کے مسلمانوں کی امداد کی وجہ، کیونکہ تمام کفار ان کے مقابلے کے لیے اکٹھے ہوجاتے ہیں اور ان کی تعذیب ان کے نزدیک کار ثواب بن جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ظالموں کے ظلم سے اس کو بچانے کے لیے اپنے بھائی بندوں کی حمیت بھی مردہ ہوجاتی ہے۔ ان کا مال وجان سب کچھ ان کے نزدیک مباح ہوجاتا ہے۔ ایسی حالت میں بھی اگر مسلمان ان کی مدد نہیں کرتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دین سے کفر میں پھیرنے کی تحریک ارتداد بڑی قوی ہوجائے گی۔

آخر میں مسلمانوں کے باہمی تعاضد وتناصر اور اخوت کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ خونی رشتوں کی بنا پر جو حقوق متعین کیے گئے ہیں ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ مسلمانوں کے ایک دوسرے کے بھائی ہونے کا یہ مقصد نہیں کہ مالی وراثت میں بھی ان کو شریک کیا جائے گا، ایسا نہیں ہوگا۔ مال کے ورثا صرف خونی رشتے دار ہی ہوں گے۔

سُورَةُ التَّوبَة

سورۂ توبہ مدنی ہے اور اس میں ایک سو انتیس آیات اور سولہ رکوع ہیں

سورت کا نام، ربط سورت اور موضوع

یہ سورت دو ناموں سے مشہور ہے: التوبۃ اور البراءۃ توبہ اس لحاظ سے کہ اس میں بعض اہل ایمان کے جنگ تبوک میں پیچھے رہ جانے کے قصور کی معافی کا ذکر ہے اور براءۃ اس لحاظ سے کہ اس کے آغاز میں مشرکین سے بریٔ الذمہ ہونے کا اعلان ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورۂ توبہ اور اس سے سابقہ سورۂ انفال میں بالکل اسی نوع کا تعلق ہے جس نوع کا تعلق متن اور شرح یا تمہید اور اصل مقصد میں ہوتا ہے سورۂ انفال میں مسلمانوں کو جس جہاد کے لیے منظم کیا گیا ہے، اس سورت میں اس کا اعلان فرما دیا گیا۔

بسم اللہ نہ لکھنے کی وجہ

سورۂ توبہ کی ابتدا میں بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں لکھی جاتی، علمائے تفسیر نے اس کی مختلف توجہیں لکھی ہیں۔
چونکہ نبی کریم ﷺ نے خود اس کے آغاز میں بسم اللہ نہیں لکھوائی تھی، اس کا آغاز اللہ کے غصے اور اس کے غضب کی صفات جلالی سے ہو رہا ہے جبکہ رحمن ورحیم کی صفات جمالی اس کے برعکس ہیں، اس لیے بھی کہ ان دونوں سورتوں کا مضمون ایک ہی ہے اور مقصد و غایت الگ الگ، ایک میں مخاطب صرف مسلمان ہیں اور دوسری میں مشرکین، اہل کتاب اور منافقین، ایک کی نوعیت تیاری کی ہے اور دوسری کی اعلان جنگ کی، اشتراک و انفصال کے ان دونوں پہلوؤں کو ممیز کرنے کے لیے حکمت الٰہی مقتضی ہوئی کہ یہ سورت سابق سورت سے بالکل الگ بھی نہ ہو لیکن نمایاں اور ممتاز بھی رہے۔ بسم اللہ نہ لکھے جانے سے یہ تمام پہلو بیک وقت نمایاں ہو گئے۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

☆ تمام مشرکین سے اعلان برأت جنھوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کیے گئے معاہدوں کی خلاف ورزیاں کی ہیں ☆ ہر حج، حج اکبر ہوتا ہے ☆ مشرکین کے لیے صرف دو راستے، قبول اسلام یا جنگ ☆ وجہ مخاصمت شرک، اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ عداوت اور بدعہدی ہے ☆ امان طلب کرنے والے کو رعایت دی جائے (۶) ☆ اقامت صلوٰۃ کی طرح زکوٰۃ بھی فرض ہے (۱۱) ☆ ائمہ کفر سے قتال کرنے کا خاص حکم (۱۲) ☆ جزوی نیکی اصل مقصود کی قائم مقام نہیں ہو سکتی (۱۹) ☆ قریش کی بیت اللہ کی تولیت سے معزولی (۱۷) ☆ سچے مومن ہمیشہ اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتے ہیں، قولاً بھی اور عملاً بھی (۲۴) ☆ اللہ کی نصرت کو کثرت پر موقوف نہ رکھو غزوۂ حنین کے حوالے سے حکم (۲۵) مشرکین نجس ہیں، مرکز ابراہیمی اب اہل ایمان کے ہاتھوں میں آنا چاہیے (۲۸) اہل کفر اگر مسلم مملکت میں رہنا چاہیں تو ذمی بن کر رہیں اور جزیہ دیں ☆ اہل کتاب نے سیدنا عزیر اور عیسیٰ علیہما السلام کو ابن اللہ قرار دے کر بدترین کفر و شرک کا ارتکاب کیا ہے ☆ احبار و رھبان کو حلت و حرمت کا اختیار دے کر رب بنانا ☆ دین حق کے غلبہ کی بشارت کہ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا (۳۲، ۳۳) ☆ علماء سو کی زر پرستی کا ایک نمونہ ☆ مال جمع کرنے کا انجام بہت عبرتناک ہوگا ☆ اسلام کے انقلابی اقدامات میں سے ایک نسی کی تنسیخ ہے، جس سے کیلنڈر اپنی جگہ پر آ گیا ☆ مشرکین سے من حیث الجماعت جنگ کرنے کا حکم ☆ منافقین کی مذمت ☆ اللہ اپنے نبی اور مومن بندوں کی نصرت کرنے پر قادر ہے، جیسے غار ثور میں ہجرت کے موقع پر کی تھی ☆ یار غار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ☆ غزوۂ تبوک میں منافقین کی کمزوریاں اور ان کا سدباب ☆ صدقات کے اصلی مستحقین ☆ نبی کریم ﷺ کو ایذا دینا منافقین کا کام ہے اور اطاعت و محبت کرنا اہل ایمان کا شیوہ ☆ منافقین کے لیے استغفار کی ممانعت اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سخت رویہ اپنانے کا حکم

☆ مہاجرین و انصار اسلامی معاشرہ کے گلہائے سرسبد ہیں ☆ اپنے گناہوں کا اعتراف کر لینے والے رحمت کے حق دار ہوں گے ☆ مسجد ضرار کی تعمیر کے مقاصدِ فاسدہ، اس کے مقابلے میں مسجد قبا اور اس کے نمازیوں کی فضیلت ☆ اللہ اور اہل ایمان کے درمیان بیع وشرا کا معاملہ ہے ☆ مشرکین اقرباء کے لیے استغفار کی ممانعت ☆ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اپنے باپ کے حق میں دعائے مغفرت کا سبب ☆ معتوبین سے علیحدگی کا حکم ☆ راست باز مومنوں کی صحبت اختیار کرنے کا حکم ☆ اسلام میں تعلیم کا اصل مقصد انذار ہے ☆ قرآن کے نزول کے وقت منافقین کی حالت ☆ نبی کریم ﷺ کی بعثت رافت ورحمت ہے۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تعارف

(آیات ۱ - ۴)﴿ بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ اعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ۬ وَ رَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾

جن مشرکین نے معاہدہ کر کے در پردہ یا علانیہ اپنے معاہدے توڑ دیے تھے، ان سے برأت ذمہ کا اعلان ہے۔ ان کے لیے چار مہینے کی مہلت ہے اور مسلمانوں کو ہدایت کہ حج کے موقع پر یہ منادی کر دی جائے کہ اللہ اور اس کا رسول اب ان کے معاہدوں کی ذمے داری سے بری ہیں۔ ہاں اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کے لیے بہتری کا موقع ہے۔ صرف وہ مشرکین اس اعلان برأت اور اس حکم سے مستثنیٰ ہیں جنھوں نے نہ تو اپنے معاہدے کی کوئی خلاف ورزی کی ہے، نہ مسلمانوں کے خلاف ان کے دشمنوں کی مدد کی ہے۔ ان کے ساتھ کیے گئے معاہدے ان کی اختتامی مدت تک برقرار رکھے جائیں۔

یہ خطبہ رکوع ۵ کے آخر تک ۹ ھ میں اس وقت نازل ہوا تھا جب نبی کریم ﷺ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حج کے لیے روانہ کر چکے تھے، اسے اعلان عام کے طور پر سنانے کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ساتھ ہی یہ ہدایت بھی فرما دی کہ حاجیوں کے مجمع عام میں اسے سنانے کے بعد مزید چار باتوں کا اعلان بھی کر دیں: (۱) جنت میں کوئی ایسا شخص داخل نہ ہوگا جو دین اسلام کو قبول کرنے سے انکار کرے، (۲) اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کے حج کے لیے نہ آئے، (۳) بیت اللہ کے گرد برہنہ طواف ممنوع کر دیا گیا ہے (۴) اور جن لوگوں کے ساتھ مسلمانوں کا معاہدہ باقی ہے اور انہوں نے نقض عہد نہیں کیا، ان کے ساتھ مدت معاہدہ تک وفا کی جائے گی۔

☆ چار ماہ کی مدت اس لیے رکھی گئی تا کہ اس مدت کے اندر اندر دشمنان اسلام اپنے بارے میں مناسب فیصلہ کر سکیں، اسلامی برادری میں شامل ہو جائیں یا اس جغرافیائی مرکز توحید و ایمان کو اپنے منحوس وجود سے خالی کر دیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حج اصغر اور حج اکبر کی اصطلاح

﴿وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ ...﴾ یہ اطلاع عام ہے، اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے حج اکبر کے دن یعنی ۱۰ ذی الحجہ جسے یوم النحر کہتے ہیں۔ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حجۃ الوداع میں نبی کریم ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے حاضرین سے پوچھا: یہ کونسا دن ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: یوم النحر ہے۔ فرمایا: «هٰذَا يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ» [1] "یہ حج اکبر کا دن ہے۔" حج اکبر کا لفظ حج اصغر کے مقابلے میں ہے۔ اہل عرب عمرے کو حج اصغر یعنی چھوٹا حج اور جو ذوالحجہ کی مقررہ تاریخوں میں کیا جاتا ہے، اسے حج اکبر کہتے تھے۔ یہ جو مشہور ہے کہ جو حج جمعہ کے دن آئے وہ حج اکبر ہوتا ہے، غلط العام بات ہے۔

اختتام مدت کے بعد جنگی کارروائی کا حکم

(آیات ۵ -٦) ﴿فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ ...﴾ مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ مدت مہلت ختم ہونے کے بعد ان مشرکین کے خلاف جنگی کاروائی کرو۔ ان کو پکڑو، گھیرو، مارو اور اس وقت تک ان کا پیچھا نہ چھوڑو جب تک یہ توبہ کر کے نماز نہ قائم کریں اور زکوۃ نہ ادا کریں۔ البتہ ان میں اگر کوئی شخص پناہ کا طالب ہو تو اس کو اتنی مہلت دو کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سن لے۔ پھر اس کو امن والی جگہ تک پہنچا دو۔ یہ رعایت ان کو اس لیے دی جارہی ہے کہ یہ امی لوگ رہے ہیں، ممکن ہے ان تک اللہ کا کلام نہ پہنچا ہو۔

آیت میں جن حرمت والے مہینوں کا ذکر کیا گیا ہے ان سے مراد وہ مشہور چار حرمت والے مہینے نہیں ہیں جو حج یا عمرے کے لیے حرام قرار دیے گئے ہیں بلکہ ان سے مراد وہ چار مہینے ہیں جن کی مشرکین کو مہلت دی گئی تھی۔ چونکہ اس مہلت کے زمانہ میں مسلمانوں کے لیے جائز نہ تھا کہ مشرکین پر حملہ آور ہوتے اس لیے انہیں اشہر حرم فرمایا گیا ہے۔

﴿ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ﴾ فقہاء نے اس سے یہ نکتہ بھی نکالا ہے کہ کافر حربی کا دارالاسلام میں زیادہ عرصہ تک ٹھہرنا ٹھیک نہیں ہے۔ اسے چاہیے کہ ضرورت بھر قیام کرے اور چلا جائے۔

مشرکین سے آئندہ کسی معاہدے کی ممانعت

(آیات ۷- ١٦) ان بدعہد مشرکین کے ساتھ آئندہ کوئی معاہدہ نہیں ہوسکتا، کیونکہ ان کا حال یہ ہے کہ تم پر قابو پا جائیں تو تمھارے معاملے میں کسی قرابت کا لحاظ کریں گے نہ کسی معاہدے کی ذمے داری کا۔ وہ اپنی زبانوں سے تمھیں راضی رکھنے کی کوشش کرتے ہیں مگر ان کے دل انکار کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر فاسق ہیں: ﴿يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ تَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَ اَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ یہ نہ صرف خود ہدایت سے باغی ہیں بلکہ لوگوں کو بھی اس نعمت سے محروم رکھنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ البتہ مسجد حرام کے پاس (بنو کنانہ، بنی خزاعہ اور بنی ضمرہ وغیرہ) سے جو معاہدہ ہوا

---

[1] صحيح البخاري: ١٧٤٢۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، وہ بھی اس وقت تک باقی رکھا جائے جب تک وہ اس کو نباہتے ہیں، اگر وہ اس کو توڑ دیتے ہیں تو تم ان ائمہ کفر سے بھی جنگ کرو۔

مساجد کے متولی صرف مومن ہوں

(آیات ۱۷ -۲۲) مشرکین قریش کو بیت اللہ اور مساجد پر قابض ہونے کا کوئی حق نہیں۔ مساجد کے متولی اور منتظم وہ لوگ ہو سکتے ہیں جو اللہ و آخرت پر ایمان رکھتے، نماز قائم کرتے اور زکوۃ دیتے ہیں: ﴿اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ . . .﴾ حاجیوں کو پانی پلا دینا اور حرم کی کچھ دیکھ بھال کر دینا نیکی کے کام سہی، لیکن یہ نیکیاں اللہ، آخرت پر ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ کا بدل نہیں ہوسکتیں۔

مساجد کی خدمت اور ان کی فلاح و بہبود میں محض رضائے الٰہی کی خاطر دلچسپی لینے والوں کی فضیلت ثابت ہو رہی ہے۔ ایسے لوگوں سے حسن ظن رکھنا لازم ہے۔ سنن ترمذی میں سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «اذا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يَعْتَادُ الْمَسْجِدَ فَاشْهَدُوْا لَهُ بِالْإِيْمَانِ» [1] ''جب تم کسی کو مسجد کا پکا نمازی دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو۔''

اللہ اور اس کے رسول سے بڑھ کر کوئی رشتہ نہیں

(آیات ۲۳ -۲۷) مسلمانوں کو سمجھایا جا رہا ہے کہ اللہ کی راہ میں جنگ کرنے میں رشتے و قرابت کا پاس و لحاظ مانع نہ ہو۔ جو لوگ ایمان کے تقاضوں پر مادی چیزوں اور رشتوں کو ترجیح دیں گے، ان کا شمار انہی میں سے ہوگا۔ اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہر چیز پر مقدم ہے۔ جنگ حنین اور دیگر غزوات سے مسلمانوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے کہ اصل شے اللہ کی نصرت و مدد ہے، لہٰذا حقیقی بھروسا اللہ ہی پر ہونا چاہیے۔ کثرت تعداد یا اسلحہ کی فراوانی پر نہیں۔

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ﴾ ان صادق الایمان لوگوں کے لیے بشارت اور فراوانی رزق کی ضمانت ہے جو نماز قائم کرنے، تعلیم دین اور جہاد کے لیے وقت نکالتے ہیں اگرچہ ان کو تجارت میں خسارہ ہی نظر آ رہا ہو۔ نیز ان اشیا سے طبعی محبت ممنوع نہیں ہے، منع صرف اس صورت میں ہے جب ایمان کی راہ میں رکاوٹ بنیں۔

غزوۂ حنین میں اللہ کی مدد کا نزول

﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ﴾ اللہ نے حنین کے علاوہ بہت سے مقامات پر تمہاری مدد کی علماء سیرت نے ایسے ۸۰ مواقع گنائے ہیں۔

غزوۂ حنین ۶ شوال ۸ ھ فروری ۶۳۰ ء میں وقوع پذیر ہوا۔ جس میں دس ہزار مسلمانوں کا لشکر اور دو ہزار طلقا ملا کر لڑنے

---

[1] سنن الترمذی: ۳۰۹۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والوں کی کل تعداد ۱۲ ہزار تھی۔ اس سے پہلے کبھی اتنی تعداد نہ ہوئی تھی۔ دوسری طرف کفار ان سے بہت کم تھے اس لیے قدرتی طور خیال ہوا کہ آج ہمیں کون شکست دے سکتا ہے؟ لیکن دیکھتے ہی دیکھتے ساری بساط الٹ کررہ گئی۔ قبیلہ بنو ہوازن کے مٹھی بھر تیراندازوں نے مسلمان فوج کا منہ پھیر کررکھ دیا اور لشکر اسلام بری طرح تتر بتر ہوکر پسپا ہوا۔ اس وقت صرف نبی کریم ﷺ اور چند مٹھی بھر جانباز صحابہ تھے جن کے قدم اپنی جگہ جمے رہے۔ آپ تیروں کی بوچھاڑ میں اپنے سواری پر سے یہ رجز پڑھ رہے تھے: «اَنَا النَّبِيُّ لَاكَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ» [1] ''میں نبی ہوں اس میں بالکل جھوٹ نہیں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔''

اس کیفیت کو قرآن کریم نے ''سکینت'' سے تعبیر کیا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ عین گھبراہٹ کے دوران میں اظہار شجاعت، دل میں انکساری اور عجز کا پیدا ہوجانا نزول سکینت کی دلیل ہے۔

آپ ﷺ کی اسی بے خوفی، شجاعت، دلیری اور ثابت قدمی کا نتیجہ تھا کہ منتشر اسلامی فوج نے جب اپنے محبوب نبی کو یوں بے خوفی کے ساتھ رجز پڑھتے ہوئے سنا تو شمع رسالت کے پروانے دوبارہ آپ کے گرد جمع ہونا شروع ہوگئے اور بالآخر فتح مسلمانوں کے ہاتھ رہی۔ جنگ حنین میں کافروں کے ستر آدمی قتل ہوئے۔ ہزارہا کی تعداد میں قید ہوئے، ۶ ہزار عورتیں بھی شامل تھیں۔ مال غنیمت میں مسلمانوں کو ۲۴ ہزار اونٹ ۴۰ ہزار بھیڑ بکریاں ۴ ہزار اوقیہ چاندی ہاتھ لگی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شکست کے بعد فتح عطا فرمائی۔ ورنہ فتح مکہ سے جو کچھ حاصل ہوا تھا اس سے بہت زیادہ حنین میں کھودینا پڑتا۔

مشرکین کے مسجد میں داخلے کی ممانعت اور اس کے نتائج

(آیت ۲۸) یہ اعلان کیا گیا کہ مشرکین نجس ہیں۔ اس وجہ سے ان کو اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس پھٹکنے کی اجازت نہیں ہوگی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا﴾ مسلمانوں کو اطمینان دلایا کہ مشرکین کے حرم میں داخلے پر پابندی کا جو اثر مالی مفادات یا تجارت پر پڑے گا، اللہ اپنے خزانہ غیب سے اس کی تلافی کردے گا۔ اس لیے تم اس قسم کی باتوں کو ذہن میں جگہ نہ دو: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ﴾ بلکہ ان کفار ومعتدین سے لڑو یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر رہیں نیز مفسرین نے کہا ہے کہ رزق کے باب میں اسباب ظاہری کی فکرمندی جائز اور توکل کے منافی نہیں ہے۔

من فضلہ رزق کی فراوانی صرف کوشش کا ثمرہ ہی نہیں ہوتا، عطیہ خداوندی ہوتا ہے۔

جزیے کی وصولی غلبۂ اسلام کی دلیل ہے

(آیت ۲۹) ﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ...﴾ اہل کتاب سے جہاد اور ان کو ذمی بنا کر جزیہ وصول کرنے کا حکم دیا گیا جو اسلام کے غلبے کی بشارت تھا۔ جزیہ وہ سالانہ ٹیکس جو ادا کرنے کے بعد ذمی کفار فوجی خدمات سے

---

[1] صحيح البخاري: ٤٣١٥؛ صحيح مسلم: ١٧٧٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مستثنیٰ ہو جاتے ہیں۔یعنی یہ معاوضہ کفر یا کسی اعتقادی گمراہی کا نہیں، بلکہ معاوضہ فوجی خدمات سے مستثنیٰ ہونے کا ہے۔نفسیاتی طور پر جزیہ اسلام کے غلبے اور کفر کی پستی کے احساس کی علامت ہے۔

یہود ونصاریٰ کے مشرکانہ عقائد کا تذکرہ

(آیات ۳۰، ۳۱)﴿وَ قَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللهِ... قٰتَلَهُمُ اللهُ اَنّٰى يُؤْفَكُونَ﴾ یہود ونصاریٰ کو جہاد کے ساتھ ملیامیٹ کرنے یا جزیہ کی وصولی کے ساتھ ذلیل ورسوا کرنے اور ان پر اللہ کی لعنت اور اس کا غضب نازل ہونے کا سبب ذکر کیا جا رہا ہے کہ اس کی وجہ ان کے فاسد عقائد اور تباہ کن اعمال ہیں، یعنی یہ ظالم اللہ کے بندوں (سیدنا مسیح اور سیدنا عزیز علیہم السلام) کو اللہ کا بیٹا (نعوذ باللہ) قرار دینے کی جسارت کرتے ہیں، اسی طرح ان کے علماء وصوفیا کے فاسد اخلاق مثلاً: مال جمع کرنا، لوگوں کا رب بن بیٹھنا، سیدھے راستے سے لوگوں کو روکنا، خزانے جمع کرنا اور حددرجہ بخل کرنا بھی نہایت ناگوار اعمال ہیں۔دنیا میں ان کو مجاہدین اسلام کے ہاتھوں ذلت ورسوائی اٹھانا پڑے گی اور روز محشر ان کی سزا یہ ہوگی کہ یہی مال آگ بنا کر ان کی پیشانیوں، ان کے پہلوؤں اور ان کی پیٹھوں کو داغا جائے گی۔

حلال وحرام کی اتھارٹی غیر اللہ کو دے دینا انہیں رب بنانا ہے

﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ﴾(ان اہل کتاب نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا رکھا ہے اور اسی طرح مسیح ابن مریم کو بھی) حدیث میں آتا ہے کہ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ جو پہلے عیسائی تھے، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے تو انھوں نے سوال کیا کہ اس آیت میں ہم پر اپنے علماء اور درویشوں کو رب بنا لینے کا الزام عائد کیا گیا ہے، اس کی اصلیت کیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ جو کچھ یہ لوگ حرام قرار دیتے ہیں اسے تم حرام مان لیتے ہو اور جو کچھ یہ حلال قرار دیتے ہیں اسے حلال مان لیتے ہو؟'' انھوں نے عرض کیا کہ یہ تو ضرور ہم کرتے رہے ہیں۔آپ نے فرمایا: ''بس یہی ان کو رب بنا لینا ہے۔''[1]

یہ تو بات تھی نزول قرآن کے زمانے میں، لیکن مسیحیوں کے فرقہ کیتھولک میں آج بھی پوپ بہ حیثیت نائب مسیح اس قسم کے سارے اختیارات رکھتا ہے۔جبکہ پروٹسٹنٹ نے یہ سارے اختیارات چرچ کو دے رکھے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ کتاب اللہ کی سند کے بغیر جو لوگ انسانی زندگی کے لیے جائز وناجائز کی حدود مقرر کرتے ہیں وہ دراصل خدائی کے مقام پر بزعم خود متمکن ہوتے ہیں اور جو ان کے اس حق شریعت سازی کو تسلیم کرتے ہیں وہ انھیں رب بناتے ہیں۔

---

[1] سنن الترمذی: ۳۰۹۵۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مسلمان صوفیوں اور درویشوں کا اصول بیعت

یہ مذموم طرز عمل صرف یہود و نصاریٰ کے علماء اور درویشوں کا ہی نہیں بلکہ مسلمانوں میں بھی یہ علت پورے طور پر پائی جاتی ہے۔ امام رازی رحمہ اللہ کے استاد کہتے ہیں: میری نظروں سے ایسے جامد مقلدین بھی گزرے ہیں جن کے سامنے ان کے مسلک کے خلاف میں نے قرآن کی آیات پڑھیں، لیکن انھوں نے نہیں مانا، بلکہ میری طرف حیرت سے دیکھنے لگے کہ ان کے اسلاف کے مسلک کے خلاف یہ آیات قرآنی کیونکر ہوسکتی ہیں۔

مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ آیت میں نصوص کے مقابلے میں تقلید کی مذمت ہے جس طرح جاہلوں کی عادت ہے کہ جب انہیں بدعات و منکرات سے منع کیا جاتا ہے تو اپنے مشائخ سے تمسک کرنے لگتے ہیں (تفسیر ماجدی) بعض جہلا اپنے پیروں، درویشوں، صوفیوں اور مولویوں کی اسی حد تک بیعت کرتے ہیں۔ مثلاً: اہل تصوف کا ایک مشہور اصول ہے:

به مے سجاده رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
که سالک بے خبر نبود ز راه و رسم منزل را

کہ مصلّے کو شراب سے رنگ دو اگر مرشد حکم دے، کیونکہ وہ ان ''شرعی'' احتیاطوں سے بے خبر نہیں ہے۔

اسی غایت درجہ کی وفاشعاری سے طالع آزما مذہبی پیشوا اپنے مریدوں کا خوب استیصال کرتے ہیں۔

اسلام کی شمع ہمیشہ روشن رہے گی

(آیت ۳۲، ۳۳) ﴿ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ... ﴾ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ اپنے نور کو ضرور پورا کرے گا خواہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کردے، خواہ مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار ہو: ﴿ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴾

آیت کی صداقت پر امت کی چودہ سو سالہ تاریخ گواہ ہے۔ یہود و نصاریٰ، مشرکین، غرض ہر مخالف و معاند مکر و حیلہ، زور و جبر ہر ممکن طریقے سے اسلام کی بیخ کنی میں لگا ہوا ہے، لیکن اس کے باوجود اسلام ہے کہ پھیلتا ہی جارہا ہے۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے یہ لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

علمائے سوء کا قابل نفرت کردار

(آیات ۳۴، ۳۵) ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ... ﴾ ایمان والو! ان اہل کتاب کے اکثر علماء در عابدوں کا حال یہ ہے کہ وہ لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ جو لوگ سونا چاندی جمع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔ جس دن اس خزانے کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھوں کو داغا جائے گا، کہا جائے گا: یہ ہے جسے تم نے اپنے لیے خزانہ بنا کر رکھا تھا، لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔

لوگوں کو لوٹنا یہ ہے کہ ان کے موافق اور مرضی دیکھ کر اس کے مطابق فتویٰ دے دیا اور نذرانہ وصول کر لیا۔ اے مسلمانو! تم علمائے سو اور بناوٹی صوفیوں سے بچتے رہو، کہیں تم میں بھی ان جیسے امراض پیدا نہ ہو جائیں ﴿وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ یعنی یہ درویش اور علماء صرف یہی ستم نہیں کرتے کہ فتوے بیچتے ہیں، رشوتیں کھاتے ہیں، نذرانے لیتے ہیں، ایسے ایسے مذہبی ضابطے اور رسومات ایجاد کرتے ہیں کہ لوگ اپنی نجات ان سے خریدیں اور ان کا مرنا جینا اور شادی غمی سب کچھ ان کو کھلائے بغیر منعقد نہ ہو سکے اور وہ اپنی قسمتیں بنانے اور بگاڑنے کا ٹھیکہ دار ان کو سمجھ لیں۔ بلکہ مزید براں اپنی انہی اغراض کی خاطر یہ حضرات خلق اللہ کو گمراہیوں کے چکر میں پھنسائے رکھتے ہیں اور جب کوئی دعوت حق اصلاح کے لیے اٹھتی ہے تو سب سے پہلے یہی اپنی عالمانہ فریب کاریوں اور مکاریوں کے حربے لے کر اس کا راستہ روکنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

﴿يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ . . .﴾ یہ ترتیب اس لیے ہے کہ سائل کو آتا دیکھ کر سب سے پہلے بخیل مالدار کی پیشانی پر سلوٹیں پڑتی ہیں، پھر وہ پہلو بدل لیتا ہے اور اس کا آخری ردعمل یہ ہوتا ہے کہ پیٹھ پھیر کر چل دیتا ہے۔ سو اسی ترتیب سے انہیں داغا جائے گا۔ جس مال کی زکوٰۃ ادا کی جاتی ہو، وہ کنز شمار نہیں ہوتا۔

جاہلیت کی بدعات کا خاتمہ

(آیات ۳۶ - ۳۷) مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ جنگ و جہاد اگرچہ تمام مشرکین سے من حیث القوم ہو، کسی گروہ کے ساتھ رعایت نہ کی جائے۔ تاہم حرمت والے مہینوں کا احترام ہر حال میں ملحوظ رہنا چاہیے۔ حرمت والے مہینے بحساب قمری سال ملت ابراہیم کی یادگار ہیں۔ اگر تم نے ان کی حرمت کو پامال کیا تو اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے بنو گے۔ نسی کی بدعت کی طرف اشارہ ہے کہ اس بدعت نے ان مہینوں کو ان کے اصل مقام سے ہٹا کر موسموں کے ساتھ باندھ دیا اور یہ کفر میں ایک اور اضافہ ہے: ﴿إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ . . .﴾

اللہ دین کی حمایت پہلے کی طرح ہمیشہ کرے گا

(آیات ۳۸ - ۴۲) جہاد سے جی چرانے والوں کو سخت تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر تم اسی طرح جہاد اور حق کا ساتھ دینے سے جی چراتے رہے تو اپنا ہی نقصان کرو گے۔ اللہ تمہاری جگہ اپنے دین کی حمایت کرنے کے لیے دوسرے گروہوں کو کھڑا کرے گا۔ اللہ اپنے دین اور نبی کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ یاد کرو ایک دن وہ بھی گزرا ہے، جب ہمارا رسول ایک غار میں پناہ گزیں تھا اور اس کے ایک ساتھی (سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے سوا کوئی اور اس کے ساتھ نہ تھا۔ وہ اسے تسلی دیتے ہوئے کہہ رہا تھا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ﴾ پھر اللہ نے اپنے نبی کی مدد سکینت کے ساتھ کی اور ایسے لشکروں کے ساتھ جو نظر بھی نہیں آتے تھے: ﴿ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا ﴾ کفر کا سر نیچا اور اللہ کا کلمہ بلند ہو گیا۔ یہ اللہ کی ضرورت نہیں، تمہاری اپنی ضرورت و سعادت ہے کہ جو سامان بھی میسر ہو اسی کو لے کر اللہ کے لیے اٹھ کھڑے ہو۔

فضیلت صدیق رضی اللہ عنہ کا منکر قرآن کا منکر ہے

﴿ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ... ﴾ اس آیت کریمہ سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وہ فضیلت ثابت ہوتی ہے جس میں ان کا کوئی شریک نہیں۔ ان کی اس فضیلت و شرف سے کسی دشمن کو بھی مجال انکار نہیں ہے، اسی لیے علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت و افضلیت کا منکر ہے وہ قرآن کا انکار کرتا ہے۔

جہاد سے جی چرانے کی منافقانہ روش

(آیات ۴۳ - ۴۶) جنگ تبوک سے پیچھے رہنے کے لیے منافق لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر جھوٹے بہانے پیش کرتے جو بھی ایسا کرتا، آپ اس کو رخصت دے دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نبی! یہ جھوٹی باتیں پیش کر کے آپ کی نرمی سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور آپ ان کو اجازت دیتے چلے گئے۔ آپ کو چاہیے تھا کہ کسی کا عذر فوراً قبول نہ کرتے۔ یہاں تک کہ آپ کو سچے اور جھوٹے لوگوں کا پتہ چل جاتا: ﴿ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴾ صادق الایمان لوگ بھلا کیوں جہاد سے جی چرانے لگے، یہ تو منافقین کا طریقہ ہے اور اس قسم کے لوگوں کا آپ کے ساتھ نکلنا اللہ کو پسند ہی نہیں، کیونکہ انہوں نے آپ کے لیے ہر جگہ سر دردی ہی پیدا کی ہے۔ اس لیے اللہ کی بھی مشیت یہی ہے۔ اگر لقمہ تر ہوتا اور سفر آسان ہوتا تو یہ منافقین آپ کے پیچھے چل پڑتے، لیکن ان پر یہ منزل کٹھن ہو گئی ہے۔ البتہ جب سلامتی سے واپس پہنچو گے، تو یہ قسمیں کھا کھا کر تم کو یقین دلائیں گے کہ اگر ہم تمہارے ساتھ نکل سکتے تو ضرور نکلتے۔ اللہ جانتا ہے کہ یہ بالکل جھوٹے ہیں۔

فسادی لوگ شریک سفر نہ ہوں تو اچھا ہے

(آیات ۴۷ - ۴۸) اہل ایمان کو تسلی دی جا رہی ہے کہ اچھا ہی ہوا جو منافقین سفر تبوک کے لیے تمہارے ساتھ نہیں جا رہے: ﴿ وَلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴾ اگر یہ تمہارے ساتھ شریک سفر ہو جاتے تو کوئی نہ کوئی فساد ہی برپا کرتے۔ ابھی بھی تمہارے شریک سفر کچھ لوگ منافقوں کے جاسوس ہیں۔ اللہ ان ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ اس سے پہلے بھی ان لوگوں نے فتنہ انگیزی کی کئی کوششیں کی ہیں اور آپ کو ناکام کرنے کے لیے یہ ہر طرح کی تدبیروں کا الٹ پھیر کر چکے ہیں، یہاں تک کہ ان کی مرضی کے خلاف حق آ گیا اور اللہ کا کام ہو کر رہا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بہانے باز منافقین کی بے باکیاں

(آیت ۴۹) جو منافق بہانے بنا کر پیچھے ٹھہرنے کی اجازتیں مانگ رہے تھے ان میں سے بعض ایسے بے باک بھی تھے جو اللہ کی راہ سے قدم پیچھے ہٹانے کے لیے مذہبی و اخلاقی نوعیت کے حیلے تراشتے تھے، چنانچہ ان میں سے ایک منافق جد بن قیس کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ اس نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا: میں ایک حسن پرست آدمی ہوں اور میری قوم کے لوگ میری اس کمزوری سے واقف ہیں کہ عورت کے معاملے میں مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا۔ ڈرتا ہوں کہ کہیں رومی عورتوں کو دیکھ کر میرا قدم نہ پھسل جائے، لہٰذا آپ مجھے فتنے میں نہ ڈالیے: ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ . . .﴾ کیونکہ رومی مسیحی اپنے گورے رنگ، اپنے بناؤ سنگار اور اپنی بے حجابی و عشوہ طرازی کے لیے مشہور تھیں۔ بعض چالاک منافقوں نے اس کو ایک عذر تراش لیا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''فتنے میں تو یہ پہلے ہی ڈوبے ہوئے ہیں۔'' نفاق، جھوٹ اور ریاکاری کا فتنہ کوئی کم ہے جس نے انہیں جہنم کے چنگل میں بری طرح پھنسا دیا ہے: ﴿اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ﴾

اسی لیے علماء نے لکھا ہے کہ احکام و اوامر کی پابندی سے بچنے کے لیے مفسدات کو بہانہ بنانا بجائے خود نفس پرستی ہے۔

مرضی مولا ہمہ تن اولیٰ

(آیات ۵۰ - ۵۲) مزید بتایا جا رہا ہے کہ ان کے دلوں میں مومنین کے لیے خیر خواہی کا کوئی مادہ موجود نہیں ہے۔ یہ تو ہر پہلو سے تمہارے لیے مصیبت کے متمنی ہیں اور اس کا عملی اظہار کئی بار ہو چکا ہے۔ اگر اس جنگ میں تمہیں کوئی بھلائی پہنچی ہے تو انہیں اس کی بہت تکلیف ہوئی ہے، لیکن اگر خدانخواستہ کچھ اور ہو جاتا تو پھر یہ بغلیں بجاتے کہ دیکھا ہم نے احتیاط کر لی اور بچ نکلے۔ فرما دیجیے کہ ہمیں کچھ بھی پیش نہیں آ سکتا مگر جو کچھ اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے، وہ ہمارا مالک ہے اور مومنوں کو اسی پر بھروسا رکھنا چاہیے: ﴿قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ اور جو کچھ وہ کرتا ہے بہتر ہی کرتا ہے۔

منافقین کی دنیا پرستی کا حال، دنیا و آخرت کا وبال

(آیات ۵۳ - ۵۹) منافقین باول نخواستہ دین کے نام پر جو کچھ خرچ کرتے ہیں، اللہ کے ہاں اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہیں۔ ان کا انفاق اور نماز سب نمائشی ہے، لہٰذا ان کے مال کی کوئی وقعت نہ سمجھو، ان کی رفاقت کی ذرا پروا نہ کرو۔ انہوں نے اللہ کو راضی نہیں کیا۔ اس لیے اللہ بھی ان کو دنیا میں چین نہیں لینے دے گا۔ ان کا مال اور اولاد ان کے لیے ایک طرح سے اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے: ﴿فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ یہ چیزیں ان کے لیے موجب راحت نہیں، بلکہ باعث مصیبت ہوں گی۔ یہ بزدل اور ڈرپوک تمہارے ساتھی نہیں بن سکتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منافقین میں ایک ایسا گروہ بھی تھا جو محض صدقات کے مال میں حصہ لینے کی حد تک نبی کریم ﷺ کا ساتھی تھا۔ اگر خواہش کے مطابق حصہ مل جاتا تو راضی ورنہ آپ کے خلاف طرح طرح کی باتیں بناتے۔

دنیا میں مال واولاد کا عذاب ہونا حب دنیا کا لازمی نتیجہ ہے

﴿فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ...﴾ سے علماء نے نکتہ نکالا ہے کہ کافروں اور فاسقوں کی ظاہری نعمتوں کو دیکھ کر ان کے حال کو اچھا سمجھنا اور ویسی ہی کیفیت کی تمنا کرنا جائز نہیں ہے۔

صدقات کے مستحق کون لوگ ہیں؟

(آیات ٦٠) منافقین کا تذکرہ کرتے ہوئے درمیان میں صدقات کے مستحق لوگوں کی تفصیل بیان کر دی۔ اس غرض سے کہ منافقین صدقات کے ہرگز مستحق نہیں بلکہ ان کے مستحق وہ صادق الایمان لوگ ہیں اور ان کی تعداد آٹھ ہے: نقراء، مساکین، صدقات اکٹھا کرنے والے، مؤلفۃ القلوب، گردنوں کے چھڑانے میں: (غلام آزاد کرنے میں) قرض داروں کی مدد کرنے میں، اللہ کی راہ کے مسافر اور عام مسافران پر زکوۃ خرچ کی جاسکتی ہے۔

منافقوں کی یاوہ گویاں

(آیات ٦١ -٦٦) ان شریر منافقین کا ذکر جو نبی کریم ﷺ کے خلاف گھناؤنا پروپیگنڈہ کرتے رہتے تھے کہ آپ کانوں کے کچے ہیں۔ وہ لوگوں میں آپ کی معاملہ فہمی اور مردم شناسی کا مذاق اڑاتے۔ جب کسی پر گرفت ہوتی تو جھوٹی قسمیں کھاتے اور اپنی صفائیاں پیش کرتے کہ ہم تو یونہی مشغلہ اور خوش طبعی کر رہے تھے: ﴿كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ آپ کہیے: کیا تمھیں خوش طبعی اور دل لگی کے لیے اللہ اور اس کا رسول ہی ملے ہیں۔ بہانے نہ بناؤ، تم اظہار ایمان کے بعد اللہ اور اس کے رسول سے استہزا کر کے کفر کے مرتکب ہو چکے ہو۔ اس قسم کے بدبختوں کے لیے نار جہنم کا زبردست عذاب تیار ہے۔

اس غلط پروپیگنڈے کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ اگرچہ سب کی سن لیتے ہیں، لیکن اعتماد وہ صرف مومنوں پر کرتے ہیں اور ایک لحاظ سے ان کی یہ عادت تمہارے حق میں بہتر ہے کہ اس طرح وہ تمھارے متعلق سن تو لیتے ہیں، لیکن گرفت نہیں فرماتے اگر ایسا کرتے تو تمہارا مدینے میں رہنا دوبھر ہو جاتا۔

اللہ، اس کے رسول اور دین کا استہزا ہر حالت میں حرام ہے

﴿كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ﴾ کلمہ کفر خواہ سنجیدگی سے ادا کیا جائے، خواہ خوش طبعی کے طور پر، شرعی حکم کے اعتبار سے دونوں برابر ہیں۔ اسی لیے کہ قرآن نے ان کے عذر لہو ولعب کو بالکل مسترد کر دیا ہے اور حکمِ کفران پر باقی رکھا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منافقین کا نصب العین اور ان کا انجام بد

(آیات ۶۷ - ۷۰) شرارت، کفر و نفاق پھیلانا اور بھلائیوں سے لوگوں کو روکنا، منافق مردوں اور منافق عورتوں کا کردار ہے: ﴿يَأْمُرُونَ بِالْمُنكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ...﴾ کہ وہ منکر پھیلاتے اور نیکی سے روکتے ہیں، بخیل ہیں، اللہ کی ہر تنبیہ کو نظر انداز کرنے والے ہیں اور ان کا انجام جہنم ولعنت ہے۔

مومنین کا نصب العین اور نیک انجام

(آیات ۷۱ - ۷۲) ان کے مدمقابل مومن مردوں اور عورتوں کا کردار ذکر کیا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے، نماز و زکوٰۃ ادا کرنے والے، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا دم بھرنے والے اور ایک دوسرے کے ساتھ اللہ کی خاطر محبت کرنے والے ہیں: ﴿يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ...﴾ ان کا قابل تحسین انجام بتایا کہ جنت ورحمت اور ان کے رب کی رضوان ہے جو سب سے بڑی کامیابی ہے۔

قتل رسول کی ناہنجارانہ سازش

(آیات ۷۳ - ۷۴) نبی کریم ﷺ کو ہدایت کی جارہی ہے کہ کفار کی طرح منافقین کے ساتھ بھی سخت رویہ اپنائیں۔ یہ آپ کی نرمی سے فائدہ اٹھاتے رہے ہیں۔ اب اپنی پالیسی کو واضح کرلیں تاکہ یہ اسلام کے ساتھ اپنی منافقت وکفر کے باوجود چمٹے نہ رہیں، کیونکہ اب بھی یہ کہتے ہیں کہ ہم نے تو کچھ بھی نہیں کہا، کلمات کفر تو کہہ چکے اور مرتد بھی ہوگئے جو چاہتے تھے وہ پا نہیں سکے یعنی اللہ کے نبی ﷺ کو نقصان پہنچانا۔

﴿وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا﴾ تبوک سے واپسی پر چند منافقوں نے نبی کریم ﷺ کے قتل کی سازش کی اور آپ کے راستے میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ آپ کے ہمراہ سیدنا حذیفہ اور عمار رضی اللہ عنہما بھی تھے، سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کو تو لوگوں نے گھیر لیا مگر سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے خوب مقابلہ کیا اور یہ بزدل منتشر ہوگئے۔ رات کی وجہ سے یہ لوگ پہچانے نہ گئے۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ خبر آپ کو سنائی تو آپ نے فرمایا: "مجھے وحی کے ذریعے اس سازش کی خبر دے دی گئی تھی۔ وہ بارہ آدمی فلاں فلاں قبیلے سے تھے۔" صبح جب ان سے پوچھا گیا تو جھوٹی قسمیں کھا کھا کر اپنی بے گناہی کا یقین دلانے لگے۔

انفاق وسخاوت کے جھوٹے مدعی

(۷۵ - ۸۰) ان لوگوں کی مذمت بیان ہورہی ہے جو اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کرنے کی بجائے صرف وعدوں سے ہی کام چلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ حالات اچھے ہوں گے تو ہم اتنا خرچ کریں گے: ﴿لَئِنْ آتَانَا مِن فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ...﴾ ہم یہ کریں گے وہ کریں گے لیکن جب حالات بدل جاتے ہیں تو پھر بھی پکڑائی نہیں دیتے۔ اسی طرح یہ لوگ خود تو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، اگر مخلص غریب لوگ اپنی محنت اور حلال کمائی میں سے خرچ کرتے ہیں تو یہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ...﴾ دراصل غزوہ تبوک کے موقع پر جب نبی کریم ﷺ نے چندے کی اپیل کی تو بڑے بڑے مال دار منافقین ہاتھ روکے بیٹھے رہے، مگر مخلص ایمان والے بڑھ چڑھ کر چندے دینے لگے تو ان لوگوں نے ان پر باتیں بنانا شروع کیں۔ کوئی ذی حیثیت مسلمان بڑی رقم پیش کرتا تو یہ اس پر ریاکاری کا الزام لگاتے اور اگر کوئی غریب مسلمان اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ کاٹ کر چھوٹی سی رقم پیش کرتا یا رات بھر محنت مزدوری کر کے کچھ کھجوریں حاصل کرتا اور وہی لاکر پیش کر دیتا تو یہ اس پر آوازے کستے کہ لو یہ ٹڈی کی ٹانگ بھی آگئی ہے تاکہ اس سے روم کے قلعے فتح کیے جائیں۔

﴿لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ﴾ فقہاء نے یہاں سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ نیک کام کی نذر ماننے والے پر اس کا ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

﴿فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ...﴾ جس طرح اطاعت سے ایمان کی نورانیت بڑھتی ہے، اسی طرح معصیت سے ظلمت بھی بڑھتی ہے۔

﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ...﴾ کیونکہ مغفرت کی بنیاد ایمان ہے جو سرے سے ہی مفقود ہے اور منافقین کے لیے دعا اور عدم دعا دونوں بے فائدہ ہیں۔

﴿اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ ستر کا عدد تحدید کے لیے نہیں، تکثیر کے لیے آیا ہے۔ روایات میں ہے کہ ابن ابی منافق کا بیٹا سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ خالص مسلمان نوجوان تھا، باپ مرا تو ترس آگیا اور نبی کریم ﷺ سے جنازہ پڑھانے کی استدعا کی۔ آپ نے صحابہ کی رائے کے برعکس نماز جنازہ پڑھا دی، لیکن اللہ تعالیٰ نے عدم قبولیت پر نص نازل کر دی۔ کفر ایسی منحوس چیز ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے نبی برحق کی سفارش بھی منظور نہیں ہوتی۔

نفاق کا نتیجہ، دونوں جہان کا خسران

(آیات ۸۱- ۸۹) یہ منافقین خود تو جہاد کے لیے نکلتے نہیں، صادق الایمان لوگ نکلتے ہیں تو یہ انہیں موسم کی گرمی و سختی سے ڈراتے ہیں تاکہ وہ بھی نہ نکلیں: ﴿وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ﴾ اس کردار اور جہاد سے پیچھے رہ جانے کے جرم کی سزا انہیں دی جا رہی ہے۔ ان کی بدباطنی، کفر اور ارتداد نمایاں ہو گیا ہے، لہٰذا ان منافقین کے حق میں بخشش کی دعا کی اجازت ہے، نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور نہ رئیس المنافقین کی قبر پر جایا جائے، کیونکہ اللہ ان کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ اسی طرح وہ لوگ بھی جو جہاد سے بہانے لگا کر جی چراتے ہیں اور پردہ نشین عورتوں کی طرح گھروں میں بیٹھنا پسند کرتے ہیں۔ حالانکہ رسول اور اس کے ساتھی اپنے مال و جان کے ساتھ جہاد کر کے اللہ کی رضا کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اللہ نے انہیں کامیابی کا مستحق جانا ہے۔

فساق و فجار کی جنازہ نہ پڑھی جائے

آیت ۸۴ میں ارشاد ہوا: ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰي قَبْرِهٖ ...﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ بن ابی کے جنازے کی ممانعت اسی سے یہ مسئلہ نکلا ہے کہ فساق وفجار لوگوں کی نماز جنازہ مسلمانوں کے امام کو نہیں پڑھانی چاہیے۔ ان آیات کے بعد نبی کریم ﷺ کا طریقہ یہ ہو گیا تھا کہ جب آپ کو کسی جنازے پر تشریف لانے کے لیے کہا جاتا تو آپ پہلے مرنے والے کے متعلق دریافت فرماتے تھے کہ کس قسم کا آدمی تھا اور اگر معلوم ہوتا کہ بُرے چلن کا آدمی تھا تو آپ اس کے گھر والوں سے کہہ دیتے تھے کہ تمھیں اختیار ہے، جس طرح چاہو اسے دفن کر دو۔

آیت سے بہت سے مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

① قبر پر جا کر دعا کرنا کئی لحاظ سے زیادہ فائدہ مند ہے۔

② ہر مسلمان میت کی نماز جنازہ ضروری ہے اور کفار کی میت کے لیے اس کی ممانعت ہے۔

③ مسلمان میت کو دفناتے وقت قبر پر کھڑا ہونا چاہیے، یہ عمل رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

④ کافر کے لیے استغفار کی دعا یا دفن کے وقت قبر پر حاضری و دیگر امور جو مومنین کے لیے ہیں، ادا کرنے جائز نہیں۔

آیت نمبر ۸۷ میں ''الخوالف'' سے مراد عورتیں ہیں چونکہ وہ گھروں میں بیٹھی رہتی ہیں اس لیے انہیں خوالف کہتے ہیں۔ شریعت نے جو امور حیات مرد کے ساتھ مخصوص کر رکھے ہیں اور عورت کو ان سے الگ رکھا ہے ان میں سے ایک کام جہاد بھی ہے۔ آیت میں جہاد سے جی چرانے والوں پر طنز ہے کہ اچھے خاصے مرد ہو کر عورت بنے جا رہے ہو۔

اس سے یہ بھی مسئلہ نکلا کہ عورت کا اصل مقام گھر رہنا ہے، بامر مجبوری گھر سے نکلنا اور بات ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یَعْتَذِرُوْنَ: 11

دیہاتی منافقین کا رویہ

(آیات ۹۰ - ۹۶) سابقہ آیات میں جہاد سے جی چرانے والے ان منافقین کا ذکر ہوا جو مدینے یا اس کے گردونواح میں رہتے تھے۔ اب یہاں سے ان دیہاتی لوگوں کا ذکر شروع ہو رہا ہے جو شہر سے دور رہتے تھے۔ ان میں اگر کافر تھے تو وہ بھی بڑے پکے اور اگر مومن تھے تو بھی لاجواب۔ درمیان میں حقیقی معذوروں کی کیفیت بھی بیان کر دی جو فی الواقع جہاد میں جانا چاہتے ہیں، لیکن اپنی جسمانی یا مالی معذوری کی وجہ سے نہیں جا سکتے۔ مقدرت نہ پا کر وہ روتے ہوئے واپس چلے جاتے ہیں۔ اللہ ان سے درگزر کرے گا: ﴿ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ اور ان منافقین کے لیے عذاب الیم کی بشارت سنائی گئی جو جان بوجھ کر تبوک کے معرکے میں شریک نہیں ہوئے، لیکن جب نبی کریم ﷺ واپس تشریف لے آئے تو انہوں نے قسمیں کھا کھا کر اپنے معذور ہونے کا یقین دلایا۔ اے نبی! آپ ان کو صاف صاف کہہ دیں کہ تمہارے عذر قبول نہیں ہیں۔ اگر تم نبی اور مومنوں کو دھوکا دینے میں کامیاب ہو بھی گئے، تو اللہ علام الغیوب کو تم ان بہانہ سازیوں سے فریب نہیں دے سکو گے۔

دیہاتی منافقین کے متعصب ہونے کی وجہ؟

(آیات ۹۷ - ۹۹) بدوؤں میں سے جو لوگ منافق تھے ان کی قساوت قلبی انتہا درجے کی تھی اس کی وجہ یہ ہے کہ شہری لوگ تو اہل علم اور اہل حق کی صحبت سے مستفید ہو کر کچھ دین کو اور اس کی حدود کو جان لیتے ہیں، مگر یہ بدوی چونکہ ساری عمر رزق کے چکر میں الجھے رہتے ہیں اور حیوانی زندگی کی ضروریات سے بلند تر کسی چیز کی طرف توجہ کرنے کا انھیں موقع ہی نہیں ملتا، اس لیے دین اور اس کی حدود سے ان کے ناواقف رہنے کے امکانات زیادہ ہیں۔ دیہاتی منافقین اللہ کی راہ میں جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اپنے اوپر ایک چٹی سمجھتے ہیں اور وہ اس انتظار میں رہتے ہیں کہ تم کسی مصیبت کا شکار ہو تو یہ آزاد ہوں۔ لیکن ان میں جو مخلصین ہیں، اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والے ہیں وہ جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے ہاں تقرب کا اور رسول کی طرف سے رحمت کی دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھتے ہیں، ایسے مومنین کی حوصلہ افزائی اور ان کی صلابت ایمانی کی تحسین کی گئی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کرام اسلام کے گلہائے سرسبد اور ہراول دستہ ہیں

(آیات ۱۰۰) ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ...﴾ سابقون الاولون اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کی تحسین کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ مہاجر وانصار جنھوں نے سب سے پہلے دعوت ایمان پر لبیک کہنے میں سبقت کی، نیز وہ جو بعد میں راست بازی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہی عظیم الشان کامیابی ہے۔

یہ آیت کریمہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (مہاجرین وانصار) کے ایمان، شرف واکرام اور جنتی ہونے کی قطعی دلیل ہے جس کا انکار کفر ونفاق ہے۔

دو طبقوں کا ذکر ہے پہلے طبقے میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خواہ وہ انصار تھے یا مہاجر اور دوسرا طبقہ ان مومنین کا جو تابعین سے لے کر قیامت تک آنے والے مخلص مسلمان ہیں یعنی صحابہ کرام میں کسی مسلمان کو تفریق کرنے کی اجازت نہیں کہ وہ خود ساختہ اصولوں پر اس مقدس جماعت میں افضل وغیر افضل کی بحث شروع کردے۔ اس طرح ایمان کے سلب ہونے کا اندیشہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ کی تعریف وتحسین فرمائی اور ان پر اپنی رضامندی اور بلندیٔ درجات کا احقاق کردیا ہے۔ اللہ کی رضا سے افضل اور اونچا کوئی مقام نہیں ہے جو صحابہ کو حاصل ہے۔

منافقین کو ہم اچھی طرح پہچانتے ہیں

(آیات: ۱۰۱) منافقین اعراب اور منافقین مدینہ دونوں کو دوہرے عذاب کی دھمکی دیتے ہوئے فرمایا کہ تمہارے اردگرد جو اعرابی رہتے ہیں ان میں سے بہت سے منافق ہیں اور اسی طرح خود مدینہ کے باشندوں میں بھی منافق موجود ہیں جو نفاق چھپانے میں اتنے ہوشیار ہیں کہ تم انہیں نہیں جانتے، ہم ان کو خوب جانتے ہیں: ﴿لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ﴾ اور وہ وقت قریب ہے جب ہم انہیں دہری سزا دیں گے، پھر بڑی سزا کے لیے واپس لائے جائیں گے۔

یہاں منافقین کی دو قسموں کا ذکر ہے، ایک ناقابل معافی جن کا نفاق اعتقادی ہے اور ان کا نصب العین افتراق بین المسلمین ہے۔ دوسرے قابل معافی جن کا نفاق عملی ہے۔ انہیں توبہ واصلاح کرنے اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے اور مرکز اسلام سے منسلک ہو کر علمِ دین حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

غزوۂ تبوک سے رہ جانے والے مومنین ومخلصین کا بیان

(آیات ۱۰۲ -۱۰۶) ﴿وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ﴾ ان لوگوں کو قبولیت توبہ کی بشارت جنہوں نے ان تنبیہات سے متاثر ہو کر اپنے رویے میں تبدیلی کرلی۔ نبی کریم ﷺ کو ان کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مزید تربیت اور ان کے لیے دعا کی ہدایت کی گئی ہے۔ ان پیچھے رہنے مومنین میں سے ایسے بھی تھے جو اپنی کاہلی کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے، ان کی ندامت اتنی قوی تھی کہ جب انہوں نے نبی کریم ﷺ کی تبوک سے بخیریت واپسی کی خبر سنی تو اپنے آپ کو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھ دیا کہ نبی کریم ﷺ خود کھولیں گے تو خیر ورنہ یونہی ختم ہو جائیں گے۔ پہلے انہی نادمین تائبین کا ذکر شروع ہوتا ہے جن میں نور ایمان پوری طرح جگمگا رہا تھا "عملاً صالحا" پہلے غزوات میں شرکت یا خود اس موقع پر احساس ندامت، چنانچہ اسی شان غفوریت کی وجہ سے ان کا قصور معاف ہو گیا اور نبی کریم ﷺ نے خود آ کر ان کے ہاتھ ستونوں سے کھول دیے۔

اس آیت میں ان اہل ایمان کے لیے بھی بشارت ہے جو اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں اور نیکی کی تلاش میں رہتے ہیں، اللہ انہیں ضرور معاف فرما دے گا۔

صدقے سے مال و جان کا تزکیہ

﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً...﴾ جب ان حضرات کی توبہ قبول ہوگئی تو وہ شکرانے کے طور پر کچھ مال لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور درخواست کی کہ اس کو اللہ کی راہ میں صرف کیا جائے۔ ارشاد ہوا لے لو، اگرچہ صدقے سے مراد زکوٰۃ بھی ہے، لیکن یہاں کفارۂ گناہ والا صدقہ مراد ہے۔

نیز یہ کہ امام کا صدقہ دینے والے کے حق میں دعا کرنا واجب ہے، حالانکہ وہ صرف انتظام پر مامور ہے، لہٰذا جن لوگوں کو وہ صدقہ ملتا ہے انہیں بالاولیٰ صاحب خیر کے لیے دعا کرنی چاہیے۔

پیچھے رہنے والے مومنوں کی دوسری قسم

(آیات ۱۰۵ - ۱۰۶) غزوہ تبوک کا بقایا حصہ پھر بیان ہو رہا ہے کہ جو مومنین مخلصین اپنی کاہلی اور سستی کی وجہ سے غزوے سے پیچھے رہ گئے تھے اور انہوں نے نہ تو جھوٹے عذر تراشے اور نہ تائبین صادقین کی طرح اپنے آپ کو خود کوئی سزا دی بلکہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سچی سچی بات بتا دی، انہیں جواب ملا کہ اللہ کے فیصلے کا انتظار کرو اور اپنے اعمال حسب سابق بجا لاتے رہو۔ ان لوگوں کا اپنی کوتاہی پر نادم ہونا تو ظاہر ہے ہی، لیکن آیت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ قبول توبہ کے لیے محض ندامت ہی کافی نہیں جب تک کہ امکانی تدارک کا بھی سامان نہ ہو۔

مسجد ضرار کے انہدام کا حکم

(آیات ۱۰۷ - ۱۱۰) مومنین کا تذکرہ یہاں روک کر اب پھر منافقین کا ذکر شروع ہو گیا ہے۔ مدینہ منورہ میں اس وقت دو مسجدیں تھیں، ایک مسجد قبا جو شہر کے مضافات میں تھی اور دوسری مسجد نبوی جو شہر کے اندر تھی۔ ان دو مسجدوں کی موجودگی میں ایک تیسری مسجد بنانے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ ان حالات میں مسجد بنانے کا معنی سوائے مسلمانوں کے مابین تفرقہ ڈالنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے اور کچھ نہ تھا، لیکن منافقوں نے یہ عذر گھڑا کہ اس مسجد کی تعمیر کی ضرورت اس لیے ہے کہ بارش، سردی و گرمی میں عام لوگوں کو اور خاص طور پر ضعیفوں اور معذوروں کو پانچوں وقت حاضری دینی مشکل ہوتی ہے، لہٰذا ہم محض نمازیوں کی آسانی کے لیے یہ ایک نئی مسجد تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ ان پاکیزہ ارادوں کی نمائش کے ساتھ جب یہ مسجد ضرار بن کر تیار ہوگئی تو یہ اشرار نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے اور اس مسجد میں ایک مرتبہ خود نماز پڑھا کر افتتاح کرنے کی درخواست کی، مگر آپ نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ اس وقت میں جنگ کی تیاریوں میں مشغول ہوں اور ایک بڑی اہم مہم درپیش ہے، اس مہم سے واپسی پر دیکھوں گا۔ اس کے بعد آپ تبوک کی طرف روانہ ہوگئے اور آپ کے پیچھے یہ لوگ اس مسجد میں اپنی جتھہ بندی اور سازش کرتے رہے۔ حتی کہ انھوں نے یہاں تک طے کرلیا کہ ادھر رومیوں کے ہاتھوں مسلمانوں کا قلع قمع ہو اور ادھر یہ فوراً ابن ابی کے سر پر تاج شاہی رکھ دیں، لیکن تبوک میں جو معاملہ پیش آیا اس نے ان کی ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ واپسی پر جب نبی کریم ﷺ مدینہ کے قریب ذی اوان کے مقام پر پہنچے تو یہ آیات نازل ہوئیں اور آپ نے اسی وقت چند آدمیوں کو مدینہ کی طرف بھیج دیا تاکہ آپ کے شہر میں داخل ہونے سے پہلے پہلے وہ اس مسجد ضرار کو مسمار کردیں، چنانچہ اسے مسمار کردیا گیا اور اس طرح ان کی سازشوں کا مرکز ختم ہوگیا۔

فقہاء نے یہیں سے یہ نکالا ہے کہ فعل پر حسن و قبح کا حکم فاعل کے ارادے کے لحاظ سے لگایا جائے گا: «انما الاعمال بالنيات» ①''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔''

مسجد ضرار کو مسمار کردینے کے حکم سے یہ نکتہ مستنبط ہوتا ہے کہ جو جگہ، رسم یا طریقہ خلاف سنت ہو اسے منہدم کردیا جائے، خواہ وہ کسی کی طرف بھی کیوں نہ منسوب ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ رب العزت نے مسجد قبا کی تعریف فرمائی کہ وہاں کے لوگ پاکباز ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مسجد پاکیزگی کی نیت سے بنی تھی۔

مومنین و مخلصین کے ساتھ اللہ کا سودا

(آیات ۱۱۱-۱۱۳) منافقین کے مدمقابل مومنین کے ساتھ اللہ کا معاملہ یہ ہے کہ ان کا مال و جان سب کچھ اللہ کے لیے اور اللہ کی مغفرت، رضامندی اور جنت ان کے لیے ہے۔ اس لیے اہل ایمان کو اس سودے پر خوش ہوجانا چاہیے، پھر ان مومنین مخلصین کی صفات بیان کی گئیں اور انہیں کامیاب تجارت کی مبارکباد دی گئی اور وہ لوگ کون ہیں: ﴿اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ وہ لوگ اللہ کی بارگاہ میں بار بار توبہ کرنے والے، اسی کی عبادت کرنے والے، اسی کی حمد کرنے والے، راہ حق میں سفر کرنے والے، رکوع اور سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں...... ایسے مومنین کو کامیابی کی خبر سنا دیجیے۔

① صحيح البخاري: ١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ ﴾ جو سودا تم نے کیا ہے اس پر خوش ہو جاؤ۔ قال الحسن: ”واللّٰه ما علی الارض مؤمن الا یدخل فی هٰذه البیعة“ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! اس زمین پر کوئی بھی مومن (امت محمدی کا) ایسا نہیں جو اس تجارت (خوشخبری) میں شامل نہ ہو۔①

اہل شرک کے لیے دعائے مغفرت کی ممانعت

(آیات ۱۱۳ -۱۱۶) نبی کریم ﷺ کو اور تمام اہل ایمان کو شرک پر مرنے والوں کے لیے دعائے استغفار کرنے سے منع کیا گیا ہے، اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ رہے ہوں۔ اس سلسلے میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جو اپنے باپ کے لیے استغفار کا وعدہ کیا تھا: ﴿ سَلٰمٌ عَلَیْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ ﴾ (مریم: ٤٧) میں تیرے لیے رب سے بخشش مانگوں گا تو وہ اس وقت کی بات ہے جب اس سے خیر کی توقع تھی، لیکن جب اس کی اللہ کے ساتھ عداوت و بغاوت واضح ہوگئی تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس سے اعلان برأت کر دیا تھا۔ اہل ایمان کو گھبرانا نہیں چاہیے اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا مالک ہے۔

زندگی میں مشرک و کافر کے لیے جو دعا مانگی جائے گی وہ اس کی ہدایت کے لیے ہوگی، لیکن مرنے کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔

مخلصین کے لیے قبولیت توبہ کا اعلان عام

(آیات ۱۱۷ -۱۱۸) نبی کریم ﷺ اور تمام مخلص مہاجرین و انصار کے لیے عام قبولیت توبہ کی بشارت ہے، جن لوگوں کی توبہ کا معاملہ آیت ۱۰۶ میں ملتوی کیا گیا تھا: ﴿ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا یُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا یَتُوْبُ عَلَیْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴾ کامل رجوع کے بعد ان کی توبہ کی قبولیت کا اعلان کر دیا گیا۔

نبی کریم ﷺ جب تبوک سے بخیریت واپس تشریف لائے تو وہ لوگ معذرت کے لیے حاضر ہوئے جو پیچھے رہ گئے تھے۔ ان میں سے ۸۰ سے کچھ زیادہ منافق تھے اور چند سچے مومن بھی تھے۔ منافقین جھوٹے عذر پیش کرتے گئے اور آپ ان کی معذرت قبول کرتے چلے گئے۔ کچھ نے اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ستونوں سے باندھ دیا کہ رسول اللہ ﷺ ہی کھولیں گے ورنہ یہیں مر جائیں گے۔ ان کی ندامت کی وجہ سے ان کی توبہ قبول ہوئی نبی کریم ﷺ نے خود ہی انھیں کھول دیا۔ پھر ان تین مومنوں (سیدنا کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم) کی باری آئی اور انھوں نے صاف صاف اپنے قصور کا اعتراف کر لیا۔ نبی کریم ﷺ نے ان تینوں کے معاملے میں فیصلے کو ملتوی کر دیا اور عام مسلمانوں کو حکم دے دیا کہ جب تک اللہ کا حکم نہ آئے، ان سے کسی قسم کا معاشرتی میل جول نہ رکھا جائے۔ فی الواقع مدینہ کی بستی میں ان کا وہی حال ہو گیا جس کی تصویر اس آیت میں کھینچی گئی ہے: ﴿ حَتّٰۤی اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَیْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَیْهِ ... ﴾ ”جب زمین ان پر اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہوگئی اور ان کی اپنی جانیں بھی ان پر بار ہونے

① تفسیر قرطبی: ۸/ ۲٦۹، تحت الآیة التوبة: ۱۱۲۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

لگیں اور انھوں نے جان لیا کہ اللہ سے بچنے کے لیے کوئی جائے پناہ خود اللہ کے دامن رحمت کے سوا نہیں ہے۔'' چالیس دن بعد ان کی بیویوں کو بھی ان سے الگ رہنے کی تاکید کر دی گئی۔ آخر کار جب ان کے مقاطعہ کو پچاس دن ہو گئے تو ان کے لیے معافی کا حکم نازل ہوا۔

راست بازوں کی صحبت نفاق سے بچاتی ہے

(آیات ۱۱۹-، ۱۲۱) ﴿ يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ ﴾ سچائیوں کے علمبردار لوگوں کا ساتھ دینا ایمان کا تقاضا اور اس میں کوتاہی کرنا نفاق کی دلیل ہے۔ اللہ اہل ایمان سے ہمیشہ یہی توقع رکھتا ہے کہ وہ ان صادق مومنوں کا ساتھ دیں گے کیونکہ سچ کی برکت سے ہی ان تین اہل ایمان سیدنا کعب بن مالک، مرارہ بن ربیعۃ الانصاری اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ اس کے بعد ان کے لیے تنبیہ ہے کہ یہ تمھارے لائق ہی نہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے میں سستی کا مظاہرہ کرتے کیونکہ راہ حق میں اٹھنے والا ہر قدم خیر کا قدم ہوتا ہے، ہر پیش آنے والی مصیبت اجر میں اضافے کا باعث بنتی ہے اور ہر خرچ کیا جانے والا پیسہ اجر و ثواب کا استحقاق بڑھا دیتا ہے۔ کیا ان حالات میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کا ساتھ دینے سے پیچھے رہنا کوئی قابل رشک کام ہے؟

ان قابل احترام صحابہ کا اللہ کے حکم سے پورے پچاس دن تک بائیکاٹ کیا گیا۔ جس سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ خلاف امر چلنے والوں کا بائیکاٹ بحکم شریعت جائز ہے۔ ان پیچھے رہ جانے والے مومنوں میں سے دو اصحاب تو بدری تھے اور تیسرے نے سوائے بدر کے سبھی غزوات میں شرکت کی تھی۔ اس فضیلت کے باوجود ان کا اسلامی معاشرے میں پورے پچاس دن تک بائیکاٹ کیا گیا۔ اس کا مطلب ہے کہ دین ایک نظم اور ڈسپلن کا قائل ہے جس کی خلاف ورزی کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔

حصول علم کے لیے سفر کا حکم اور اس کی فضیلت

(آیت ۱۲۲) مذکورہ مومن و مخلص صحابہ کی کاہلی صرف اس وجہ سے تھی کہ موسم سخت گرم تھا، یہاں فرمایا جا رہا ہے کہ گھر بیٹھے رہنا محمود عادت نہیں ہے۔ کچھ حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا پڑتا ہے ورنہ علم کیسے پھیلے، اسلام کی آواز عالم میں کیسے گونجے گی اس لیے باہر نکلنے سے ہرگز گھبرانا نہیں جانا چاہیے۔ اسی مناسبت سے عام مومنوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ ہر قوم میں کچھ لوگ تحصیل علم کے لیے مرکز آئیں اور علم حاصل کر کے وہ اپنی قوم میں واپس جائیں تاکہ وہاں فریضہ تبلیغ ادا کریں: ﴿ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴾

کفر و نفاق کی وجہ صحبت صالحین سے محرومی ہے

دیہاتیوں میں کفر و نفاق میں سختی اور تعصب و ضد اور جہاد سے جی چرانے کی بڑی وجہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صالحین کی صحبت سے محرومی اور مرکز اسلام سے دوری ہے۔ جس کی وجہ سے یہ لوگ کتاب اللہ کے احکام اور حرام و حلال کی حدود سے آگاہی حاصل نہیں کر پاتے: ﴿ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا ﴾ کا عذر کر کے ہمیشہ اپنی تربیت کے کام کو ٹالتے رہے۔ ان آیات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ان لوگوں کی دین سے بے رغبتی اور مرکز سے بے تعلقی کا علاج علم دین حاصل کرنا بتایا ہے۔ پس منظر یہ ہے کہ بدوؤں نے نبی کریم ﷺ اور صالحین کی صحبت بہت کم پائی ہے۔ اس لیے وہ حلال و حرام کی حدود سے بے خبر ہیں، للہذا کفر و نفاق کی بیماری ان پر آسانی سے حملہ آور ہوجاتی ہے۔ اس کمزوری کا علاج تجویز کیا گیا ہے کہ ان لوگوں کو زیادہ سے زیادہ نبی کریم ﷺ کی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔ اگر سب لوگ ایسا نہیں کر سکتے تو ہر گروہ میں سے ایک جماعت علم دین میں بصیرت حاصل کرنے کے لیے مجلس نبوی میں حاضر ہو، تاکہ وہاں سے مستفید ہو کر اپنی قوم کو بھی مستفید کرے۔

اس آیت سے حصول علم کے لیے سفر کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اسلام میں تعلیم و تعلم کا اصل مقصد دین میں بصیرت حاصل کرنا اور آخرت کی فلاح کے لیے اپنی اور دوسروں کی تربیت کرنا ہے۔ باقی سب چیزیں اسی نصب العین کے تابع ہیں۔

مدینہ یونیورسٹی کی ناقابل فراموش خدمات

یہی آیت مدینہ یونیورسٹی کے مرکزی دروازے پر بطور نصب العین لکھی ہوئی ہے، کیونکہ اس یونیورسٹی کی تشکیل اسی غرض سے کی گئی تھی کہ دور دراز سے طالب علم آئیں اور علم و عمل کی خوشبو ارض طیبہ سے حاصل کر کے اپنے اپنے ملکوں میں واپس چلے جائیں۔ مدینہ یونیورسٹی نے اپنا ہدف ایسے پورا کیا کہ پوری دنیا میں توحید و سنت کا علم لہرانے لگا ہے اور بدعات و خرافات اور جاہلانہ عقائد کی جگہ توحید و سنت کی خوشبو پھیل رہی ہے، اللہ اس کے بانیوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

طلب علم کی غرض تفقہ فی الدین اور امر بالمعروف رہنی چاہیے نہ کہ حصول جاہ و جمع مال یا بحث و جدال۔

کفار کے خلاف جہاد کے لیے نفیر عام

(آیات: ۱۲۳ -۱۲۹) ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴾ مسلمانوں کو عام ہدایت کی گئی ہے کہ ہر جگہ کے مسلمان اپنے اپنے علاقے کے کفار سے مصروف جہاد ہوں، اللہ ان کی مدد کرے گا۔ آیت کے ظاہری الفاظ سے یہی مطلب نکلتا ہے کہ دارالاسلام کے جس حصے سے دشمنان اسلام کا جو علاقہ متصل ہو، اس کے خلاف جنگ کرنے کی اولیں ذمہ داری اسی حصے کے مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے، لیکن آگے کے سلسلۂ کلام کے ساتھ ملا کر اس آیت کو پڑھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کفار سے مراد وہ منافق لوگ ہیں جن کا انکار حق پوری طرح نمایاں ہو چکا تھا اور جن کے اسلامی معاشرے میں خلط ملط رہنے سے سخت نقصانات پہنچ رہے تھے، اس سورت کی آیت ۷۳ میں بھی، جہاں سے اس سلسلۂ تقریر کا آغاز ہوا تھا، پہلی بات یہی کہی گئی تھی کہ اب ان آستین کے سانپوں کا استیصال کرنے کے لیے باقاعدہ جہاد شروع کر دیا جائے۔ وہی بات اب تقریر کے اختتام پر تاکید کے ساتھ پھر دہرائی گئی ہے تاکہ مسلمان اس کی اہمیت کو محسوس کریں۔ یہاں اس سے شدید تر لفظ ''قتال'' استعمال کیا گیا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ ان کا پوری طرح قلع قمع کر دیا جائے۔ کوئی کسر ان کی سرکوبی میں اٹھا نہ رکھی جائے۔ اب وہ نرم سلوک ختم ہو جانا چاہیے جو اب تک ان کے ساتھ ہوتا رہا ہے اور ﴿ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ﴾ ان کے ساتھ سختی سے پیش آؤ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ رسول کا وجود مسعود اللہ کی بڑی رحمت کا مظہر ہے: ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ اس کی قدر کرنی چاہیے نہ کہ ان سے منہ موڑ لیا جائے۔ اگر کوئی ایسا کرے گا تو نقصان بھی اس کا اپنا ہوگا، کیونکہ اللہ ان کے لیے کافی ہے اور عرش عظیم کا مالک ہے۔ ﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾

سُوْرَةُ يُوْنُسَ

سورہ یونس مکی ہے، اس کی ایک سو نو آیات اور گیارہ رکوع ہیں

سورت کا نام، زمانہ نزول اور موضوع

سورہ یونس کا نام علامت کے طور پر آیت نمبر ۹۸ سے لیا گیا ہے۔ سورت کا موضوع سیدنا یونس علیہ السلام کی سرگزشت نہیں ہے البتہ ان کے واقعے کی انفرادیت کے باعث اس سورت کا یہ نام رکھا گیا ہے۔ اس سورت کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکہ کے آخری دور میں نازل ہوئی ہے۔ جب نبی کریم ﷺ اور آپ کے رفقا کے خلاف قریش مکہ کی طرف سے مخالفت پورے زوروں پر تھی۔ نہ وہ ان کو اپنے درمیان برداشت کرنے پر تیار تھے اور نہ خود یہ راہ راست پر آنے والے تھے۔ ان سورتوں کے ذریعے سے انہیں آخری تنبیہات کی جا رہی ہیں کہ شاید سنبھل جائیں اور توبہ کر کے عقیدۂ توحید قبول کر لیں۔

یہ شروع سے لے کر آخر تک ایک ہی مربوط تقریر ہے جس میں مخالفین کو اس انجام سے باخبر کیا جا رہا ہے جو نبی کو آخری اور قطعی طور پر رد کر دینے کی صورت میں انہیں بھگتنا پڑے گا۔ سورت میں دعوت کا انداز یہ ہے کہ توحید ربوبیت اور حیات اخروی کے باب میں آفاقی و انفسی اور سابقہ اقوام و ملل کی تاریخ سے ایسے ٹھوس شواہد پیش کیے گئے ہیں جو عصبیت جاہلی سے محفوظ لوگوں کو متاثر کر سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ توحید و آخرت کا عقیدہ تسلیم کرنے میں جو غلط فہمیاں اور موانع سامنے آ رہے تھے ان کو دور کیا جائے۔ نبی کریم ﷺ کی رسالت اور وحی کے بارے میں پھیلائے جانے والے شبہات اور اعتراضات کا جواب دیا گیا۔ معاندین کی کھلی کھلی جہالتوں اور ضلالتوں کی طرف اشارہ کیا گیا جو لوگوں کی زندگی میں صرف اس وجہ سے پائی جا رہی ہیں کہ وہ لوگ خدائی ہدایت کے بغیر جی رہے تھے۔ اس سلسلے میں سیدنا نوح علیہ السلام کا قصہ مختصراً اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ذرا تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، تاکہ واضح ہو کہ محمد ﷺ کے ساتھ جو معاملہ تم لوگ کر رہے ہو اسی سے ملتا جلتا معاملہ سیدنا نوح اور موسیٰ علیہما السلام سے تمہارے پیش رو کر چکے ہیں اور یقین رکھو کہ اس طرز عمل کا جو انجام وہ دیکھ چکے ہیں وہی تمہیں دیکھنا پڑے گا۔

مضامین سورت کا اجمالی تجزیہ

”کتاب حکیم“ کا مفہوم کہ ہر پہلو سے اپنی صداقت کی کسوٹی خود ہے ☆ قوم میں سے نبی کا مبعوث ہونا اللہ کا عظیم

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

احسان ہے ☆ کتاب کا اصل پیغام اہل ایمان کے لیے دنیا و آخرت کی کامیابی اور کفار کے لیے ذلت و رسوائی کی نوید ہے ☆ کفار انبیاء کو جادوگر اس لیے قرار دیتے تھے کہ عام لوگ ان کے پیغام کی طرف متوجہ نہ ہوں ☆ قرآنی پیغام کی صداقت کی دلیل زمین و آسمان اور کائنات کی تخلیق ہے جو حق ہے ☆ اللہ عرش پر مستوی ہے، تمام امور کا مدبر و نگران وہ خود ہے ☆ اللہ کے ہاں کوئی سفارش اس کی اجازت کے بغیر نہیں ہوگی ☆ سب کی پیشی اللہ کے ہاں ہوگی ☆ آغاز و اعادہ اللہ کے اختیار میں ہے ☆ قیامت کا اصل مقصد اہل ایمان کو جزا اور کفار کو سزا دینا ہے ☆ کفار کا اولین سامان ضیافت کھولتا ہوا پانی ہوگا ☆ کارخانہ قدرت میں غور کرنے سے جزا و سزا کی حقیقت عیاں ہوجاتی ہے ☆ جو لوگ آنکھیں رکھنے کے باوجود اندھے ہوں ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا ☆ عذاب کے لیے جلدی کا مطالبہ کرنے والوں کو جواب ☆ سرکشوں کی فطرت بگڑی ہوئی ہے، تاریخ کی شہادت ☆ نئے قرآن کا مطالبہ، مخالفین کی شکست وخوردگی کی دلیل ہے ☆ نبی کریم ﷺ کی چالیس سالہ زندگی ایک مسکت جواب ہے ☆ رسول کے لیے غلبہ لازمی ہے ☆ مشرکین مکہ مزعومہ معبودوں کو اللہ کے چہیتے اور اپنے سفارشی قرار دیتے تھے ☆ ان کے تمام مزعومہ سفارشیوں کا کوئی وجود نہیں ☆ دین کا آغاز شرک سے نہیں توحید سے ہوا تھا ☆ حیات دنیا کی تمثیل ☆ اللہ کی پکڑ دور عروج میں ہوتی ہے ادھر فصل پکی اور ادھر طوفان نے اسے سمیٹ لیا ☆ اللہ تمھیں سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے ☆ اہل عرب کے عقیدۂ شفاعت کی تردید ☆ مشرکین محض گمان کی پیروی کر رہے ہیں ☆ قرآن کا ایک ناقابل تردید چیلنج ☆ تکذیب قرآن کی اصل وجہ آخرت کا انکار ہے ☆ نبی کریم ﷺ کے لیے وجہ تسکین کہ قسمت والے حق قبول کر رہے ہیں ☆ آخرت بہت جلد آنے والی ہے ☆ عذاب مانگنے والوں نے اس سے بچنے کا کیا سامان تیار کیا ہے؟ ☆ ساری دولت دنیا بھی عذاب کے بدلے قبول نہ کی جائے گی۔

قرآن کی چار صفات کا تذکرہ، موعظت، شفاء لما فی الصدور، ہدایت اور رحمت ☆ حلت و حرمت کا اختیار صرف اللہ کے پاس ہے، مشرکین نے افترا کیا ہے ☆ ارض و سماء کی کوئی چیز اس کی نگاہ سے اوجھل نہیں ہے ☆ اولیاء اللہ ایمان و تقویٰ والے ہی ہیں ☆ شرک کی بنا جہالت و ظن ہے ☆ دن اور رات کی نشانیاں شرک کی تردید کرتی ہیں ☆ قوم نوح و بنی اسرائیل کی سرگزشت سے استدلال ☆ سیدنا نوح علیہ السلام کا قوم کو چیلنج جو کچھ کر سکتے ہو میرے خلاف کر لو میرا توکل اللہ پر ہے ☆ اہل کفر کی ہلاکت اور اہل ایمان کی نجات، اللہ کا طریقہ ہے ☆ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بھی حجت پوری کر دی تھی ☆ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا مقابلہ ☆ باطل کی چمک عارضی اور حق غالب ہو کر رہتا ہے ☆ چند نوجوانوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دیا، جبکہ بنی اسرائیل کے بوڑھے مصلحت پرست تھے ☆ ایمان کے اظہار میں کسی کا ڈر نہیں ہونا چاہیے ☆ توکل کے معنیٰ گوشہ نشینی نہیں، اللہ کی راہ میں جانبازی ہے، سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی نوجوان مومنین کے سامنے تقریر ☆ صبر و توکل نماز سے پیدا ہوتا ہے ☆ نماز کے لیے گھروں کو ہی مسجدیں بنا لو ☆ اہل ایمان کے لیے بشارت اور مکذبین کی تباہی ☆ اتمام حجت کے بعد سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی فرعون اور اس کے کارندوں کے حق میں بددعا (جیسا سیدنا نوح علیہ السلام کی بددعا تھی: ﴿قَالَ نُوحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ...﴾ ☆ مال و دولت اور اقتدار کا صحیح استعمال دین کے غلبے کے لیے ہونا چاہیے نہ کہ گمراہی کے لیے کہ یہ فرعونی راستہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے ☆ سیدنا موسیٰ و ھارون علیہما السلام کی دعا کی قبولیت کا اعلان ☆ بنی اسرائیل کی نجات کا خدائی اہتمام ☆ فرعون کی لاش کو سمندر نے قبول نہیں کیا، قدرت کے انتقام کی ایک نشانی ☆ بنی اسرائیل پر اللہ کا انعام اور ان کی ناشکری ☆ مکذبین کی روش سے کسی تردد میں نہ پڑیں ☆ وحی کی سچائی کے گواہ اہل کتاب ہیں ☆ صرف قوم یونس کا ایمان عذاب کے فیصلے کے بعد قبول کیا گیا ☆ زمین و آسمان نشانیوں سے بھرے پڑے ہیں، مطالبۂ معجزات کا جواب ☆ نشانیوں کا فائدہ مکذبین کو نہیں ملتا ☆ کفر سے بیزاری اور عقیدہ توحید پر غیر متزلزل ایمان کا اعلان کیا جائے، تاکہ کوئی مشرک کسی غلط امید میں نہ رہے ☆ کوئی نفع ونقصان اللہ کی مرضی کے بغیر نہیں پہنچ سکتا ☆ مکذبین کو آخری تنبیہ کہ اللہ کے رسول بالآخر کامیاب ہوں گے اور مخالفین رسوا ہوں گے۔

مضامین سورت کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(آیات ۱۔۴) ﴿الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ① اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ②﴾

الٓرٰ یہ پرحکمت کتاب کی آیات ہیں۔ کیا لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص کے پاس وحی بھیج دی کہ لوگوں کو ڈراؤ اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے رب کے پاس ان کو پورا مرتبہ ملے گا۔ کافروں نے کہا: یہ تو بلاشبہ صریح جادوگر ہے۔

یہاں تقریر کا موضوع، دعوت وفہمائش اور تنبیہ ہے۔ کلام کا آغاز اس طرح ہوتا ہے کہ یہ پرحکمت کتاب کی آیات ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے انھی میں سے ایک شخص پر اتاری ہیں۔ یہ بات معاندین کے لیے تعجب انگیز بن رہی ہے اور اسے ساحری کا الزام دے رہے ہیں، حالانکہ جو بات وہ پیش کر رہا ہے اس میں کوئی چیز بھی نہ تو عجیب ہے اور نہ سحر وکہانت ہی سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ تو اس حقیقت سے تم کو آگاہ کر رہا ہے کہ اس کائنات کا مالک وخالق اور منتظم ہی تمہارا مالک وآقا ہے۔ بندگی کے لائق صرف وہی ہے اور یہ کہ موجودہ دنیوی زندگی کے بعد زندگی کا ایک اور دور آنے والا ہے جس میں تمھیں اپنے ہر عمل کا حساب دینا ہوگا اور اس بنیادی سوال پر جزا یا سزا پاؤ گے۔

تخلیق کائنات قدرت کی تنظیم کی دلیل ہے

(آیات ۵ ۔ ۱۰) آفاقی شہادت پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ کائنات کوئی کھیل تماشا نہیں ہے۔ غور وتدبر کرنے والے اس حقیقت پر ایمان رکھتے ہیں کہ اس کے بعد ایک روز عدل ظہور میں آنے والا ہے۔ صرف وہی لوگ اس حقیقت سے غافل ہیں جو اللہ کی نشانیوں پر غور نہیں کرتے اور اسی دنیا کی دلچسپیوں میں مگن ہیں ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اللہ ایمان اور عمل صالح والوں کو ان کے ایمان کی بدولت نعمت کے باغوں میں داخل کرے گا۔ جہاں وہ اپنی کامیابیوں پر شاداں ایک دوسرے کو مبارک باد دیں گے اور اللہ کی نعمتوں کی تکمیل پر ان کی زبانوں پر حمد وشکر کے ترانے ہوں گے: ﴿دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عذاب میں ڈھیل کی وجہ

(آیات ۱۱ -۱۲) اللہ تعالیٰ سرکش لوگوں کو اس دنیا میں جو ڈھیل دیتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ رحمت کرنے میں تو جلدی کرتا ہے لیکن قہر کرنے میں جلدی نہیں کرتا۔ اگر وہ رحمت کی طرح قہر کرنے میں بھی جلدی کرنے والا ہوتا تو ان سرکشوں کا قصہ کب کا تمام ہو چکا ہوتا۔ اس وجہ سے وہ ایسے لوگوں کو موقع دیتا ہے کہ وہ اپنی سرکشی میں اچھی طرح بھٹک لیں اور اپنے اوپر اللہ کی حجت پوری کر لیں۔ ان لوگوں کی یہ سرکشی اور ان کی یہ اکڑ ان کے کم ظرف اور بزدل ہونے پر ثبوت ہے۔ انسان کا حال یہ ہے کہ ذرا ہم پکڑتے ہیں تو لیٹے، بیٹھے، کھڑے ہمارا وظیفہ پڑھنا شروع کر دیتا ہے، لیکن ذرا ڈھیل دے دیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نہ یہ کبھی ہماری پکڑ میں آیا تھا اور نہ کبھی اس نے ہمارے سامنے کوئی فریاد کی تھی: ﴿فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ . . .﴾

ماضی سے سبق سیکھو

(آیات ۱۳ -۱۴) پچھلے رسولوں اور ان کی امتوں کا حوالہ دیا گیا ہے کہ آخر یہ لوگ ان کے حالات سے سبق کیوں نہیں لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہی کی جگہ تم کو دی اور اس لیے دی کہ دیکھیں کہ تم کیسا عمل کرتے ہو: ﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓىِٕفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ﴾ آخر تمھارے ساتھ اس سے مختلف معاملہ کیوں ہوگا جو ان کے ساتھ ہوا۔

منکرین کی جانب سے نیا قرآن لانے کا مطالبہ

(آیات ۱۵ -۱۹) توحید سے بیزاری کے سبب قریش کا یہ مطالبہ کہ اگر ہم کو سنانا ہے تو اس قرآن کے سوا کوئی اور قرآن لاؤ، یا کم از کم اس میں کوئی ایسی ترمیم کرو کہ یہ ہمارے لیے ناگوارا نہ ہو: ﴿قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ . . .﴾ نبی کریم ﷺ کی طرف سے اس کا جواب کہ میں تو تمہارے سامنے اللہ کی وحی پیش کرتا ہوں۔ مجھے اس میں کسی تبدیلی یا ترمیم کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ تم جانتے ہو کہ میں تمھارے اندر اپنی زندگی کا ایک طویل حصہ گزار چکا ہوں: ﴿فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ . . .﴾ اور اس دوران میں کوئی دعویٰ یا دعوت لے کر نہیں اٹھا۔ اب جو میں تمہارے سامنے آیا ہوں تو اپنی خواہش سے نہیں آیا، بلکہ اللہ کے حکم کی تعمیل کے لیے آیا ہوں۔ اگر اللہ کا حکم نہ ہوتا تو میں ہرگز تمہارے سامنے یہ چیزیں پیش نہ کرتا۔

مزعومہ سفارشیوں کی حقیقت

ساتھ ہی ان کی توحید بیزاری پر یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ یہ جن چیزوں کی پرستش کر رہے ہیں اور سمجھ بیٹھے ہیں کہ یہ اللہ سے ان کے لیے سفارش کرتی ہیں: ﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہ سب ان کے ذہنی مفروضات ہیں۔ اللہ کے علم میں ان کا کوئی وجود نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شراکتوں سے پاک اور ارفع ہیں۔ اس نے لوگوں کو اپنی طرف سے ایک ہی دین توحید دیا، لیکن لوگوں نے اس میں اختلاف کیا۔ اگر اللہ نے اپنے فیصلے کا ایک دن مقرر نہ کیا ہوتا تو آج ہی اس جھگڑے کا فیصلہ ہو جاتا۔

انسان بہت جلد باز ہے

(آیات ۲۰ - ۲۳) منکرین و مکذبین کی طرف سے نشانِ عذاب کا مطالبہ اور اس کا جواب کہ عذاب کی نشانیاں دکھانا نبی کا کام نہیں ہے۔ صرف اللہ ہی جانتا ہے کہ کوئی نشانی ظاہر ہوگی یا نہیں اور ظاہر ہوگی تو کب ہوگی۔ یہ محض انسان کا تکبر ہے کہ وہ کسی عذاب کا مطالبہ کرتا ہے۔ حالانکہ اس کی بزدلی کا حال یہ ہے کہ جب ذرا اللہ کی گرفت میں آ جاتا ہے تو اللہ اللہ پکارنے لگتا ہے اور عہد کرتا ہے کہ اس آفت سے جان چھوٹ جائے تو اپنے رب کا شکر گزار بن کر زندگی گزاروں گا، لیکن جب اللہ تعالیٰ اس کو نجات دے دیتا ہے تو پھر وہ بغاوت اور نافرمانی کی وہی زندگی اختیار کر لیتا ہے: ﴿فَلَمَّآ اَنۡجٰىهُمۡ اِذَا هُمۡ يَبۡغُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ بِغَيۡرِ الۡحَـقِّ...﴾

دنیا کی بے ثباتی سے عذاب کی دلیل

(آیات ۲٤) اس دنیا کی زندگی کی بے ثباتی کی تمثیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ کفار کو اس وقت جو زور اور اقتدار حاصل ہے وہ سمجھتے ہیں کہ اس میں کوئی رخنہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ آئے دن اس دنیا میں مشاہدہ ہوتا رہتا ہے کہ بارش ہوتی ہے، زمین لہلہا اٹھتی ہے باغ اور کھیت سب مالا مال ہو جاتے ہیں۔ زمینوں اور باغوں کے مالک یہ سمجھتے ہیں کہ بھلا اب ہمیں اس سے کون محروم کر سکتا ہے کہ دفعتہً رات میں یا دن میں کسی وقت عذابِ الٰہی کا جھونکا آتا ہے اور سب کو آناً فاناً بے نشان کر کے رکھ دیتا ہے: ﴿كَذٰلِكَ نُـفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ﴾

اللہ کی دعوت دار السلام کی طرف ہے

(آیات ۲۵ - ۲۷) ﴿وَاللّٰهُ يَدۡعُوۡۤا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِؕ وَيَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ﴾ سلامتی والا گھر صرف اللہ کے پاس ہے اور وہ لوگوں کو اسی کی طرف دعوت دیتا ہے، لیکن اس کی راہ صرف صاحبِ توفیق ہی اختیار کرتے ہیں اور یہی لوگ ہیں جن کے چہرے آخرت میں روشن ہوں گے۔ رہے یہ لوگ جو اس دنیا کی زندگی میں مگن ہیں تو اللہ سے ان کو کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور ان کے چہروں کا یہ حال ہوگا کہ گویا ان پر رات کی سیاہی چھا گئی ہے۔

تخلیقِ کائنات میں فرضی معبودوں کا کوئی حصہ نہیں ہے

(آیات ۲۸ - ۳٦) کفار اپنے جن معبودوں پر تکیہ کیے بیٹھے ہیں، آخرت میں ان کے اور ان کے معبودوں کے درمیان جدائی ہو جائے گی۔ ان کے معبود ان سے اظہارِ بیزاری کریں گے کہ ہمیں کچھ خبر نہیں کہ تم ہماری عبادت کیا کرتے تھے یا نہیں۔ اس دن ہر شخص کو صرف اپنے اعمال سے سابقہ پیش آئے گا اور ہر ایک کی پیشی معبودِ حقیقی کے سامنے ہوگی۔ کفار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے یہ مطالبہ کہ جب تم خالق، رازق، مالک اور زندگی و موت پر اختیار رکھنے والا اللہ ہی کو مانتے ہو تو اسی کو معبود بھی مانو۔ اس واضح حق کے بعد کہ اگر تم اللہ کے سوا کسی اور کو بھی رب مانتے ہو تو یہ صریح ضلالت ہوئی۔ آخر اس دنیا کی خلق و تدبیر اور تمھاری ہدایت و رہنمائی میں تمھارے ان فرضی معبودوں کا کیا حصہ ہے، جس کی بنا پر تم ان کو اللہ کے حقوق میں شریک بنا بیٹھے ہو۔ یہ تو محض تمھاری اٹکل پچو باتیں ہیں جو حق کے مقابلے میں تمہارے کچھ کام آنے والی نہیں ہیں۔

قرآن کا ایک ناقابل تردید چیلنج

(آیات ۳۷ - ٤٤) کفار کا مطالبہ نیا قرآن لانے یا اسے بدل ڈالنے کا اب تفصیل سے جواب دیا جا رہا ہے کہ یہ قرآن کوئی من گھڑت چیز نہیں ہے۔ اس کی پیشین گوئیاں سابقہ صحیفوں میں موجود ہیں اور یہ انھی پیشین گوئیوں کا مصداق اور انھی اشارات کی تفصیل ہے۔ اس کے کتاب الٰہی ہونے میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔ اگر کفار کہتے ہیں کہ یہ تمھاری گھڑی ہوئی چیز ہے جس کو تم جھوٹ موٹ اللہ کی طرف منسوب کر رہے ہو، تو ان سے کہہ دیجیے کہ اس کی مانند کوئی ایک ہی سورت لا کر دکھائیں اور اس کام میں اپنے تمام معبودوں کی مدد بھی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ ایک ایسی چیز کا انکار کر رہے ہیں جس کی حقیقت ان کے سامنے ابھی نہیں آئی ہے اور اس معاملے میں یہ پہلے لوگوں کی روش کی تقلید کر رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ جن کے اندر صلاحیت ہے وہ اس کتاب پر ایمان لا رہے ہیں۔ البتہ وہ لوگ جو اندھے بہرے بن چکے ہیں، وہ نہ تو آپ کی بات سنیں گے اور نہ آپ کے اوپر کوئی ان کی ذمہ داری ہی ہے، بلکہ آپ ان سے اپنی کلی برأت کا اعلان کر دیں۔ ان عقل کے اندھوں اور بے بصیرت لوگوں کو آپ نہیں سنا سکتے۔

عذاب سے بچنے کی ضرورت ہے

(آیات ٤٥ - ۵۸) جس عذاب کی انھیں نوید سنائی جا رہی ہے، وہ ایک ساعت میں آ جائے گا، لیکن اس کی اجل صرف اللہ ہی کو معلوم ہے۔ یہ بات تو طے ہے کہ جب کسی قوم کے پاس رسول آتا ہے تو اس کا فیصلہ لازماً ہو جایا کرتا ہے۔ یہ آپ سے نزول عذاب کا حتمی وقت پوچھتے ہیں۔ کہہ دیجیے کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں نہ کسی کو نفع و نقصان پہنچا سکتا ہوں: ﴿ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ﴾ یہ بھی تو پوچھیے کہ انھیں عذاب کی اتنی جلدی کیوں ہے؟ اس سے مقابلہ کرنے کے لیے انھوں نے کیا سامان تیار کر رکھا ہے، حالانکہ ساری دنیا بھی اس کے فدیے میں دے کر چھوٹ نہیں سکتے۔ انھیں چاہیے کہ قرآن جیسی نعمت و رحمت سے فائدہ اٹھائیں۔ اس دنیا کی دلچسپیاں بالکل ہیچ ہیں۔

اولیاء اللہ کی صفات و ثواب

(آیات ۵۹ - ۷۰) ﴿ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ . . . ﴾ اللہ اپنے بندوں کے حق میں بے انصاف نہیں ہے۔ اللہ کے دوستوں کے لیے کوئی خوف و غم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے۔ دنیا میں بھی ان کے لیے بشارت ہے اور آخرت میں بھی اللہ کے وعدے اٹل ہیں۔ عزت صرف اللہ کے لیے ہے۔ جو غیر اللہ کی پوجا کرتے ہیں وہ صرف گمان کی پوجا کرتے ہیں۔ حالانکہ دن اور رات اللہ ہی کے بنائے ہوئے ہیں۔ وہ سب سے مستغنی ہے۔ اس کے ساتھ شرک کرنے والے کوئی دلیل نہیں رکھتے۔ ایسے لوگ آخرت میں عذاب شدید سے دوچار ہوں گے۔

توحید کے دلائل کی صداقت، تاریخ کی روشنی میں

(آیات ۷۱ ۔۷۳) ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ...﴾ اوپر کے بیان کردہ حقائق کی تائید میں تاریخی شہادت میں پہلے سیدنا نوح علیہ السلام کا قصہ بیان کیا کہ ان کی دعوت توحید بھی اسی طرح ناپسند سمجھی جاتی تھی جس طرح اب سمجھی جا رہی ہے۔ مخالفین نے اتنی شدت کے ساتھ آپ کو دھمکیاں دیں کہ جواب میں ان کو کہنا پڑا کہ تم جو چاہتے ہو کرلو میرا بھروسا اللہ پر ہے۔

خطبہ کھڑے ہو کر دینا سنت ہے

سیدنا نوح علیہ السلام کا قول: ﴿اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ...﴾ اور سورۂ جمعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کھڑے ہو کر ہی خطبہ دیا کرتے تھے ﴿وَتَرَكُوْكَ قَآىِٕمًا﴾ اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ کھڑے ہو کر دینا سنت انبیاء ہے۔ بلاضرورت بیٹھ کر خطبہ دینا خلاف سنت ہے جس طرح آج کل رواج بن چکا ہے۔

کچھ تذکرے ماضی کے

(آیات ۷۴ ۔۹۳) سیدنا نوح علیہ السلام کے بعد سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام تک کے انبیاء اور ان کی سرگزشت کا اجمالی تذکرہ کیا جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کے لیے ایک گونا تسلی و تشفی بھی ہے کہ اس طرح کے حالات پہلے بھی واقع ہو چکے ہیں۔ اگر آپ اسی طرح صبر و توکل کرتے رہے تو دونوں جہاں میں سرخرو ہوں گے۔

﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ یعنی نماز کی برکت سے اللہ تعالیٰ جلد ہی اپنا فضل فرمائے گا۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی سرکشوں کے خلاف بددعا

(آیات ۸۸ ۔۸۹)﴿وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ...﴾ سیدنا موسیٰ و ھارون علیہما السلام کی اس دعا کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب ہدایت ان کے مقدر ہی میں نہیں تو ان کو باقی کیوں رکھا جائے کہ یہ کفر میں ترقی ہی کرتے چلے جائیں۔ ایسے بدبختوں کی ہلاکت و بربادی کی تمنا کرنا ایسا ہی ہے جیسے موذی جانور سانپ بچھو وغیرہ ہلاک کرنے کی تمنا کرنا ہے۔

﴿قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا﴾ کا یہ مفہوم ہے کہ سیدنا موسیٰ و ھارون علیہما السلام کی یہ دعا قبول کرلی گئی تھی اور انہیں اپنے موقف پر برقرار رہنے اور اپنے مشن دعوت و تبلیغ پر قائم رہنے کی تلقین کی گئی اور یہ بھی کہ اب فرعون و آل فرعون کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے نرمی کا سوال نہ کرنا، کیونکہ پیغمبر اپنی فطرت میں بہت ہی رقیق القلب ہوتے ہیں۔

دعا قبول ہوئی اور فرعون ڈبو دیا گیا

(آیات ۹۰ -۹۳) پیچھے ذکر ہوا کہ سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم اپنی بدکاریوں کے باعث پانی کے عذاب میں ہلاک کر دی گئی۔ صدیوں بعد جب فرعون نے بھی وہی روش اپنائی تو تاریخ نے اپنا آپ پھر دہرایا، چنانچہ فرعون کو پانی میں ڈبو کر ہلاک کر دیا گیا اور بنی اسرائیل کو نجات مل گئی، فرعون کے جسم کو فنا ہونے سے بچا لیا گیا تاکہ اس کی لاش ہمیشہ کے لیے عبرت کا باعث بنی رہے۔ ﴿فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً ...﴾ ڈوبتے وقت اس نے ایمان کا اقرار کیا، لیکن مہلت گزر چکی تھی اس لیے رد کر دیا گیا: ﴿حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ نبی کریم ﷺ کو اس واقعہ سے تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ تسلی رکھیں، آپ کے مخالف ان ہلاک شدگان کی طرح انجام بد سے دوچار ضرور ہوں گے۔

فرعون کی لاش نمونۂ عبرت

فرعون کی لاش محفوظ رکھنے کا مقصد اسے قیامت تک کے لیے عبرت بنانا تھا۔ جس وقت قرآن نازل ہو رہا تھا اس وقت تک فرعون کی لاش دریافت نہیں ہوئی تھی، بلکہ ۱۹۰۷ء میں سر گرافٹن ایسٹ سمتھ نے اس کی ممی پر سے جب پٹیاں کھولیں تو اس پر نمک کی ایک موٹی تہہ جمی ہوئی پائی جو کھاری پانی میں اس کی غرقابی کی علامت تھی۔ آج فرعون کی وہ لاش قاہرہ کے عجائب خانے میں موجود ہے، اس کی ناک کا کچھ حصہ ضرور متاثر ہے، لیکن باقی ساری لاش جوں کی توں ہے۔

دُم کبھی سیدھی نہیں ہوتی

فرعون نے ڈوبتے وقت ایمان کا اقرار کیا، لیکن پھر بھی اکڑ نہیں مری۔ یہ نہیں کہا: میں اللہ پر ایمان لاتا ہوں، بلکہ کہا: میں اس پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے۔ ایک تو اس نے بالواسطہ ایمان کا اقرار کیا اور دوسرا توبہ کا وقت گزر چکا تھا۔ صرف قوم یونس کا ایمان اس وقت قبول ہوا تھا اس کا سبب بھی سیدنا یونس علیہ السلام کا اللہ کا حکم آنے سے پہلے بستی کو چھوڑ جانا تھا۔ ابھی وقت موعود نہیں آیا تھا اس لیے ان کا ایمان قبول کر لیا گیا۔

﴿آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ فرعون کا ایمان قبول ہوا، نہ اسے غرق آب ہونے سے نجات مل سکی اور اس کے دو اسباب بھی بتا دیے گئے: مسلسل نافرمانی اور فساد فی الارض۔ معلوم ہوا کہ آخری وقت میں انسان کا کردارِ ماضی بالعموم مؤثر ہوتا ہے۔

وحی ربانی حقیقتوں کی علمبردار ہے

(آیات ۹۳ -۱۰۳) اب ذکر ہو رہا ہے کہ بنی اسرائیل کو ہجرت کی برکت سے ہم نے ارض فلسطین جیسے سرسبز و شاداب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علاقے میں رہنے کو جگہ دی، جہاں پاکیزہ رزق کی فراوانی تھی، لیکن اس بدبخت قوم نے ہماری قدردانی کی کوئی قدر نہ کی اور اختلاف ومباحث میں الجھ گئے، جاہل آدمی کی جہالت بھی بڑی تکلیف دہ ہوتی ہے، لیکن پڑھے لکھے شخص کی ضد، ہٹ دھرمی، اختلاف اور معاندانہ تجویز نہایت ہی مہلک ہوتی ہے۔ جس کا اظہار بنی اسرائیل آج تک کرتے چلے آرہے ہیں۔

اس پس منظر کے حوالے سے نبی کریم ﷺ سے فرمایا جارہا ہے کہ جو کچھ تم پر نازل کیا جارہا ہے یہ بالکل حق ہے۔ مخالفین کا غوغا تمہیں کسی شک وشبہے میں نہ ڈال دے۔ اہل کتاب میں سے صالح لوگ بھی یہی گواہی دیں گے۔ اس کی تکذیب کرنے والے اپنے اعمال کے سبب سے قانون الٰہی کی زد میں آچکے ہیں۔ ان کو خواہ کتنی ہی نشانیاں دکھادی جائیں وہ اس وقت تک ایمان لانے والے نہیں جب تک فیصلہ کن عذاب نہ دیکھ لیں اور عذاب کے وقت کسی کا ایمان قبول نہیں ہوتا۔ صرف قوم یونس ایک ایسی قوم ہے جو عذاب الٰہی کی زد میں آتے آتے بچ گئی اور اس کا ایمان قبول کرلیا گیا: ﴿فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۭ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْھُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰھُمْ اِلٰى حِيْنٍ﴾ اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ لوگ عقل اور سمجھ سے کام لیتے ہوئے ایمان لے آئیں، عذاب کی نشانیاں دیکھ کر نہیں۔ اگر اللہ کو مجبورانہ ایمان مطلوب ہوتا تو اس کے لیے کیا مشکل تھا، وہ سب کو ایمان کی ڈگر پر ہانک دیتا، لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ ایمان کی توفیق ان کو نصیب ہوتی ہے جو عقل وبصیرت سے کام لیں، لیکن جو لوگ اپنے دلوں پر نجاست کے انبار جمع کرلیتے ہیں ان کے لیے ایمان کی راہ نہیں کھلتی۔ نہ ایسے لوگوں کو کوئی بڑی سے بڑی نشانی ہی فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ یہ تو پہلے گمراہ لوگوں کی طرح فیصلے کے دن کے انتظار میں رہتے ہیں تو پھر ایسے ہی سہی۔ اس دن تو ہمارے رسول اور ان کے پیروکار ہی بچ پائیں گے: ﴿ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا...﴾

فیصلہ کن اعلان

(آیات ۱۰٤ - ۱۰۹) نبی کریم ﷺ کی زبان سے مخالفین کے سامنے ایک فیصلہ کن اعلان کیا گیا کہ میں صرف اور صرف اللہ کی عبادت کرتا ہوں، ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی پوجا تم کرتے ہو: ﴿فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ...﴾ اللہ جسے چاہے فائدہ پہنچا دے اور جسے چاہے تکلیف میں مبتلا کردے، اس کے سوا نہ کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ دکھ دور کرسکتا: ﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَاۗدَّ لِفَضْلِهٖ...﴾ اور یہ سب کچھ اس وحی کے ذریعے سے مجھے بتایا گیا جو مجھ پر نازل ہوتی ہے۔ مجھے اسی کی اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور میں فی الواقع اسی کا بندہ ہوں۔ اگر تم بھی سیدھے راستے پہ آنا چاہتے ہو تو وحی الٰہی کی اتباع کرو اور بس یہی تمہاری نجات کے لیے کافی ہے! ﴿وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ښ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ﴾ ''اور تم اتباع کرو جو تمہاری طرف وحی کی جاتی ہے اور صبر کرو یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کردے اور وہی سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔''

اگر نبی کریم ﷺ کو وحی کی اتباع کا حکم دیا جارہا ہے تو دوسرے لوگ اس سے بے نیاز رہ کر کیسے عاقبت سنوار سکتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سُورَةُ هُودٍ

سورۂ ہود مکی ہے، اس کی ایک سو تیئیس آیات اور دس رکوع ہیں

سورت کا نام، زمانہ نزول اور مرکزی مضمون

اس سورت کا نام علامت کے طور پر آیت ۵۰ سے لیا گیا ہے۔ سورت کا موضوع سیدنا ھود علیہ السلام کا واقعہ نہیں ہے، البتہ ان کے واقعہ کی انفرادیت کے باعث اس سورت کا یہ نام رکھا گیا ہے۔ سورۂ ھود کا انداز سابقہ سورۂ یونس والا ہی ہے، انہی حالات میں نازل ہوئی، جن میں سورۂ یونس نازل ہوئی تھی۔ اس کا موضوع بھی وہی ہے، لیکن انذار و تنبیہ کا انداز اس سے سخت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «شَيَّبَتْنِي هُودٌ وَأَخَوَاتُهَا» [1] ”مجھے ھود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔“ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حالات کی سختی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس سورت کو پڑھنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ایک سیلاب کا بند ٹوٹنے کو ہے اور اس غافل آبادی کو جو اس سیلاب کی زد میں آنے والی ہے، بچنے کی فکر کرنے پر زور دیا جا رہا ہے۔

سابقہ سورۂ یونس کی طرح اس سورت کا مرکزی مضمون بھی معاندین کو سیدھے راستے پر چلنے کی دعوت، انکار و استکبار اور کفر و بغاوت کے تسلسل پر سخت تنبیہ ہے۔ البتہ سورۂ یونس کی نسبت یہاں دعوتی اسلوب مختصر ہے، استدلال کم اور وعظ و نصیحت زیادہ ہے اور زیادہ زور تنبیہ پر ہے۔

قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط، اصحابِ مدین اور قوم فرعون کے قصے سنانے سے مقصد یہی تھا کہ ان قوموں کے حوالے سے انہیں سوچنے کا موقع مل جائے اور یقین ہو جائے کہ عذاب الٰہی کا فیصلہ جب ہو جائے تو اس کی پکڑ سے کوئی نہیں بچتا۔ نہ کوئی عام مخالف اور نہ نبی کے رشتہ دار، حتیٰ کہ بیوی اور بیٹے کا بھی لحاظ نہیں باقی رہتا۔ ایسے موقع پر خون اور نسب کی رشتہ داری کوئی کام نہیں دیتی۔ جنگ بدر میں اہل ایمان نے اپنے خونی رشتہ داروں کے معاملے میں جس ایمانی غیرت کا مظاہرہ کیا تھا، وہ اسی قرآنی تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا۔

قصص سنانے کا مقصد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو مضبوطی عطا کرنا ہے موعظت اور یاد دہانی کرانا ہے اور مخالفین کو فیصلہ کن جواب دیا گیا کہ جو کچھ کرنا چاہتے ہو تو کر لو ہم دعوت حق کا کام کرتے رہیں گے۔ اگر تم عذاب کا انتظار کرنا چاہتے ہو تو کرتے رہو۔

---

[1] صحيح الجامع الصغير وزيادته: ٣٧٢٠۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مضامینِ سورت کا اجمالی تجزیہ

عبادت خداوندی، قرآن کا بنیادی پیغام ہے ☆ استغفار وتوبہ سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے ☆ متکبرین تکبر کے باعث بات ہی نہیں سنتے، یوں حقیقت کا سامنا کرنے سے گریز کر کے اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے ہیں۔

ہر جاندار کے رزق کا انتظام اللہ کی طرف سے ہے، گویا کوئی بھی اس کی نظروں سے مخفی نہیں ☆ زمین کی خشکی سے پہلے اللہ کا عرش پانی پر تھا، تخلیق کائنات کی چھ دنوں میں تکمیل، خالق کے ارادہ ترتیب اور حکمت کی دلیل ہے ☆ سارا انتظام و اہتمام اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ یہ دنیا بازیچۂ اطفال نہیں اور انسان بے مہار نہیں ☆ منکرینِ آخرت اسے جادوگری قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ ایک فطری حقیقت ہے ☆ عذاب میں تاخیر ہماری رحمت کی دلیل ہے یہ اس کا مذاق اڑاتے ہیں سچ یہ ہے کہ عذاب کا ایک ہلہ بھی برداشت نہیں کر سکتے ☆ اللہ کے پسندیدہ بندے مصائب میں ناامیدی کی بجائے صابر ومطمئن ہوتے ہیں ☆ کفار کے مطالبات پر دل شکستگی سے متاثر ہو کر وحی کی تبلیغ سے ہچکچا ئیں نہیں ☆ قرآنی وحی ایسی لاجواب ہے کہ مخالفین قرآن جیسی دس سورتیں بھی نہیں لا سکتے ☆ یہ دلیل اس امر کی ہے کہ قرآن جھوٹ نہیں سچ ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے ☆ دنیا اور اس کی زینتیں صرف نیک اعمال کے صلے میں نہیں، بلکہ نیک و بد دونوں کو ملتی ہیں ☆ البتہ دنیا کے طالبوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا ☆ مخالفین کا اصل روگ ان کی فطرت میں ظلمت ہے ☆ صحف موسیٰ میں بھی قرآن کی بشارتیں تھیں ☆ دعوت توحید سے چڑ رکھنے والے مشرکین پر لعنت اور جہنم کی مار ہوگی ☆ راہ حق پر خود نہ چلنا، چلنے والوں کا رخ غیر اللہ کی طرف موڑ دینا ان کا سنگین ترین جرم ہے ☆ جنتوں کے وارث ایمان اور عمل صالح والے ہوں گے۔

قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط، اصحاب مدین اور فرعون کی سرگزشتوں اور ان کے انجام سے مندرجہ بالا حقیقتوں کے لیے استدلال ☆ سب انبیاء کی دعوت ایک تھی، مخالفین کا رویہ ایک جیسا تھا، ماننے والے بھی اکثر غریب تھے ☆ بالآخر انکار عذاب الٰہی پر منتج ہوا جس میں سیدنا نوح علیہ السلام کا بیٹا اور سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی بھی ماری گئی۔

قوم نوح کے بعینہٖ تین معارضے جو قریش مکہ بھی پیش کرتے ہیں ☆ قوم نوح عذاب کے لیے جلدی مچاتی تھی ☆ سیدنا نوح علیہ السلام کا اعلان برأت ☆ ایمان والے ہلاک نہیں ہوں گے ☆ کشتی بنانے پر قوم کی پھبتیاں ☆ عذاب کی نوعیت، سخت بارش اور زمین سے پانی کا نکلنا ☆ ایمان سے محروم اکثریت گندگی کا ڈھیر ہوتی ہے ﴿وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ﴾ ☆ مومن کا مرکز نگاہ اسباب نہیں مسبب الاسباب ہوتا ہے، کشتی نوح جب چلی تو سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا ﴿بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا﴾ ☆ کافر بیٹا جب ڈوبنے لگا تو شفقت پدری کا زبردست امتحان ☆ معذبین پر اللہ کی لعنت ☆ نبی کا گھرانا ایمان وعمل صالح سے بنتا ہے ☆ طوفان نوح کے تھمنے کے بعد برکات کی بشارت ☆ واقعہ نوح سے نبی کریم ﷺ کے لیے سبق ☆ صبر واستقامت کا انجام بشارت پر ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قوم عاد کا قصہ

وہی دعوت اور جواب میں وہی استکبار ☆ نبی کو توبہ واستغفار کرنے کی تلقین اور اس کی برکات ☆ قوم کی طرف سے معجزے کا مطالبہ ☆ سیدنا ھود علیہ السلام کی غیرت حق کہ تمھارے معبود میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ☆ میرا توکل و بھروسا صرف اللہ قادر کریم پر ہے۔ یہی مومن کی ڈھال ہے ☆ سیدنا ھود علیہ السلام کی آخری تنبیہ ☆ عذاب کا نزول، موسم سرما کی بادصرصر جس میں گرج، چمک اور کانوں کو پھاڑ دینے والی کڑک بھی تھی جس سے قوم ہلاک ہوگئی ☆ قیامت تک اللہ کی لعنت اور جہنم کے عذاب کا استحقاق ☆ اہل ایمان پر اللہ کے فضل کی بشارت اور اس واقعے سے کفار کو تنبیہ۔

قوم ثمود کا قصہ

دعوت توحید اور جواب میں بدنصیبوں کا ردعمل ☆ تعمیر و ترقی کی صلاحیتیں فساد کے لیے نہیں ہونی چاہییں ☆ انبیاء نبوت سے پہلے بھی قوم کے ممتاز فرد ہوتے ہیں، قوم صالح کا اعتراف ☆ توحید کی دعوت خلاف توقع ہے، قوم کا ردعمل ☆ دعوت حق میری صالح فطرت کا تقاضا بھی ہے اور اللہ کا عائد کردہ فریضہ بھی، سیدنا صالح علیہ السلام کا جواب ☆ ناقۃ اللہ کا معجزہ اور قوم کی بدنصیبی، اللہ کے عذاب کا نزول، موسم سرما کی بادصرصر، کڑک، دھمک، اولے اور زلزلے کا عذاب ☆ تمھارا رب بڑا قوی اور غالب ہے۔

قوم لوط کا قصہ

جو فرشتے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت دینے آئے تھے وہی قوم لوط کی تباہی کا پیغام لے کر آئے ☆ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی میزبانی ان کی فیاضی کی دلیل ہے ☆ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی تشویش اور فرشتوں کی اطمینان دہانی ☆ بیٹے اور پھر پوتے کی بشارت پر سیدہ سارہ کی حیرت اور مسرت ☆ فرشتوں کی یقین دہانی ☆ قوم لوط کے لیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سفارش اور دردمندی ☆ فرشتوں کی آمد پر سیدنا لوط علیہ السلام کی تشویش ☆ سیدنا لوط علیہ السلام کی فریاد ☆ قوم لوط کی ضد ☆ قوم کے ضمیر کو جھنجھوڑنے کی آخری کوشش ☆ فرشتوں نے پردہ اٹھا دیا ☆ عذاب الٰہی کا نزول ☆ پتھر برسانے والی آندھی، پتھروں کی بارش اور بستی کا الٹایا جانا ☆ سیدنا لوط علیہ السلام اور ایمان لانے والے بچ گئے ☆ تمام معاندین سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی سمیت مار دیے گئے ☆ کفار کو اس ضمن میں تنبیہ۔

قوم شعیب کا قصہ

شرک روحانی گناہ اور ماپ تول میں کمی بیشی ایک اخلاقی برائی ☆ کم تولنے سے خوشحالی ختم ہو جاتی ہے، سیدنا شعیب علیہ السلام کی دعوت اصلاح ☆ فساد نہ کرو، اصلاح کرو ☆ قوم کا ردعمل کہ کیا ہمارے بڑے سب گمراہ تھے؟ ☆ قوم نے نماز اور نیکی کو ہدف طعن بنایا کہ صالح فطرت لوگ اس طرف راغب نہ ہوں ☆ نیکی کی جدوجہد میں کامیابی، توفیق و رہنمائی اللہ کی عنایت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے ہی ممکن ہے ☆ قوم نوح، قوم ھود، قوم صالح اور قوم لوط کے انجام سے عبرت پکڑنے کا حکم ☆ توبہ واستغفار اور اصلاح سے اللہ کی رحمت کو حاصل کرو، ناکہ بددیانتی سے ☆ سیدنا شعیب علیہ السلام کو سنگسار کرنے کی دھمکی ☆ سیدنا شعیب علیہ السلام کا توکل علی اللہ اور قوم کو اپنے خلاف ہر ممکن قدم اٹھالینے کی اجازت ☆ آخرکار عذاب خداوندی کا نزول۔

مذکورہ بالا تمام قوموں کی سرگزشتوں کی طرح فرعون کی سرگزشت بھی نہایت عبرتناک ہے، منکرین اس سے سبق حاصل کریں ☆ اللہ کو اپنی مخلوق تباہ کرنے کا کوئی شوق نہیں ہے ☆ ظلم کی وجہ سے منکرین تباہ ہوجاتے ہیں ☆ یہ سرگزشتیں آخرت کے عذاب سے بھی ڈراتی ہیں ☆ یوم عدل کا وقوع اللہ کے عادل ہونے کی دلیل ہے ☆ یہ سب کی حاضری اور پیشی کا دن ہوگا، تاکہ ہر معاملے میں سارے فریق سامنے موجود ہوں اور پورے انصاف کے ساتھ ان کا فیصلہ ہوسکے ☆ اللہ کی پکڑ کچھ زیادہ بعید نہیں ہے ☆ جھوٹی شفاعت کی تردید ☆ دوزخیوں کا گدھے کی طرح چیخنا چلانا ان کو کوئی فائدہ نہ دے گا ☆ نیا آسمان اور نئی زمین ظہور میں آئیں گے ☆ منکرین دوزخ سے رہا نہیں کیے جائیں گے ☆ اہل ایمان کی سعادت مندی ان کے درجات میں اضافہ کرے گی ☆ مشرک کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی ☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی جس طرح آپ سے کفار جھگڑ رہے ہیں، سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے بھی تورات کے معاملے میں جھگڑا کرتے تھے ☆ انھوں نے صبر واستقامت سے کام لیا تھا سو آپ بھی ایسا ہی کریں ☆ نماز ذریعہ استقامت ہے ☆ پانچ نمازوں کے اوقات بلکہ چاشت اور تہجد کے بھی ☆ ہر قسم کی برائیوں کا خاتمہ اور بھلائیوں کا حصول نماز سے ہوتا ہے اللہ کا وعدہ ☆ قوموں کی ہلاکت کے باب میں اللہ کی سنت یہ ہے کہ پہلے نیکی اور بدی کی دونوں راہیں ضرور دکھاتا ہے ☆ بدی کی راہ سے وہی محفوظ رہیں گے جن پر رحمت خداوندی ہوگی ☆ جو رحمت کے حق دار نہیں ہوں گے، جہنم ان سے بھری جائے گی۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱ -۸)﴿الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ ۙ وَّ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ يُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۝ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾

الٓرٰ یہ ایک کتاب ہے جس کی آیات محکم ہیں، پھر صاف صاف بیان کی گئی ہیں، ایک حکیم اور باخبر ہستی کی طرف سے، تاکہ تم صرف اللہ کی بندگی کرو یقیناً میں تمہارے لیے اللہ کی طرف سے نذیر و بشیر ہوں اور یہ کہ تم اپنے رب سے استغفار کرو، اسی کی طرف رجوع کرو وہ تم کو وقت مقرر تک کے لیے اچھا سامان زندگی دے گا اور ہر مستحق فضیلت کو اس کا فضل عطا فرمائے گا، لیکن اگر تم اعراض کرو گے تو مجھے تمہارے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حق میں ایک بڑے ہولناک دن کے عذاب کا ڈر رہے گا، تم سب کو اللہ کی طرف واپس جانا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

قرآن کریم کی آیات خدائے حکیم وخبیر کی طرف سے محکم و مفصل ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی زبان سے واضح ترین بات یہ کہلوائی گئی ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ آپ شرک کی آلودگی میں ملوث لوگوں کے لیے نذیر اور عقیدۂ توحید پر کاربند لوگوں کے لیے بشیر ہیں: ﴿ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِیۡ لَـكُمۡ مِّنۡهُ نَذِیۡرٌ وَّ بَشِیۡرٌ ﴾ جو لوگ توبہ و استغفار کریں گے، اللہ تعالیٰ انہیں مقررہ مدت تک کے لیے زندگی کی نعمتوں سے بہرہ مند اور اپنے فضل سے متمتع کرے گا جو لوگ اس سے اعراض کریں گے انہیں ایک بڑے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ وہ کسی بھی طرح علیم بذات الصدور سے چھپ نہیں سکتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ: 12

اللہ ہر جاندار کے رزق کا ذمہ دار ہے۔ وہ ہر ایک کے مستقر اور مدفن کو جانتا ہے: ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ہر چیز ایک تفصیلی رجسٹر میں درج ہے۔ رزق کا یہ انتظام اس بات کی دلیل ہے کہ جس طرح وہ اپنی مخلوق کی مادی ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہے اسی طرح وہ وحی کے ذریعے سے اس کی روحانی وابدی ضرورتوں کو بھی پورا کرتا ہے۔ قرآن کے نزول کا یہی مقصد ہے، مگر افسوس کہ یہ بے خبر انسان اس حقیقت کو جان بوجھ کر نظر انداز کر رہے ہیں۔

تخلیق کائنات حکمت کے تحت ہوئی

(آیات ۷-۱۱) جزا وسزا کے منکرین و مستہزئین کو تنبیہ کی گئی ہے کہ یہ دنیا بازیچۂ اطفال نہیں ہے۔ حق تعالیٰ نے آسمان وزمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، اس کا عرش پانی پر تھا۔ یہ سارا اہتمام اس لیے کیا، تاکہ تمھیں جانچے کہ کون اچھے عمل والا ہے۔ مجرموں کو جو مہلت مل رہی ہے اس سے دلیر ہو کر شریر لوگ رسول کا مذاق اڑاتے ہیں۔ انسان کا عجیب حال ہے کہ جب وہ اللہ کی پکڑ میں آتا ہے تو بالکل مایوس ہو جاتا ہے، لیکن جب اس کو ڈھیل دے دی جاتی ہے تو شیخی بگھارنے لگتا ہے۔ بہت تھوڑے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مصیبت میں صبر اور نعمت میں شکر کی روش اختیار کرتے ہیں۔ انھی کے لیے مغفرت واجر عظیم ہے۔

مخالفین قرآن کا متبادل نہیں لا سکتے

(آیات ۱۲ -۲۴) نبی کریم ﷺ کی حوصلہ افزائی کی گئی کہ آپ مخالفین کے مطالبۂ معجزات سے دل شکستہ نہ ہوں۔ آپ ایک منذر ہیں، لہٰذا اپنا فرض ادا کرتے جائیں۔ جس قرآن کو یہ گھڑا ہوا کہتے ہیں انہیں کہیں کہ وہ سب حمایتیوں کو اکٹھا کر کے اس جیسی دس سورتیں ہی بنا لائیں۔ اگر ایسا نہ کر سکیں تو پھر اسے کلام الٰہی مان لیں۔ ان لوگوں کو اگر یہ گھمنڈ ہے کہ وہ دنیوی اعتبار سے ایمان والوں سے بہتر ہیں تو انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا مانگنے والوں کی طلب اسی دنیا میں پوری کر دی جاتی ہے، لیکن آخرت میں ان کے لیے سوائے جہنم کے کچھ نہیں ہے: ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ اور ان کے سارے کارنامے بے وزن ہوں گے۔ ان حقائق کے باوجود ایمان وہی لائیں گے جن کی فطرت مسخ ہونے سے محفوظ ہو۔ وہ قرآن کی آواز کو اپنے دل کی آواز سمجھیں گے۔ اس سے پہلے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو کتاب دی گئی وہ بھی ان کے لیے ایک تائید مزید فراہم کرتی ہے۔ جن لوگوں کی فطرت کا نور بجھ چکا ہو وہ دوزخ کی آگ دیکھ کر ہی قائل ہوں گے۔ ان لوگوں سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور پھر اس جھوٹ کے سہارے لوگوں کو راہ حق سے روکے۔ یاد رکھیں یہ اللہ کی گرفت سے باہر نہیں ہیں۔ ان کو دنیا میں ڈھیل دے کر آخرت میں ساری کسر پوری کر لی جائے گی۔ وہاں فلاح صرف انہی لوگوں کو حاصل ہوگی۔ جنہوں نے اپنے آپ کو مکمل طور پر اپنے رب کے حوالے کر دیا اور ایمان و عمل صالح کی زندگی اختیار کی۔ ان دونوں گروہوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک گروہ اندھوں بہروں کا ہو اور دوسرا چشم و گوش رکھنے والوں کا تو کیا دونوں یکساں ہو سکتے ہیں؟ ﴿مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَىٰ وَالْأَصَمِّ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ ۚ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ﴾

قوم نوح کے انجام سے استدلال

(آیات ۲۵-۴۹) سیدنا نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کی سرگزشت میں نبی کریم ﷺ کو دکھایا گیا ہے کہ جس بشارت و انذار کے ساتھ آپ مبعوث ہوئے ہیں، بعینہٖ اسی منصب کو لے کر سیدنا نوح علیہ السلام اپنی قوم کے پاس آئے تھے۔ جس طرح آپ کی قوم آپ کے ساتھ مقابلہ کر رہی ہے اسی طرح قوم نوح کے سرغنے بھی باتیں کرتے تھے اور وہ غرق کر دیے گئے۔ حتی کہ نوح علیہ السلام کا سگا بیٹا بھی کافروں کے ساتھ غرق کر دیا گیا۔ اگر کسی موقع پر سیدنا نوح علیہ السلام سے کوئی ایسی بات نکل بھی گئی جو ان کے رب کو پسند نہ تھی تو انھوں نے فوراً استغفار کر لیا، کیونکہ انبیاء سے صبر ہی کی توقع ہوتی ہے، لہٰذا اے نبی اور اہل ایمان! آپ بھی صبر سے کام لیں۔ اچھا انجام متقین ہی کا مقدر ہے: ﴿فَاصْبِرْ ۖ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ﴾

﴿مَجْرٖىهَا﴾ یہ قرآن مجید کا واحد مقام ہے جہاں پر روایت حفص عن عاصم میں امالے سے پڑھا جائے گا۔

قوم نوح کے تین معارضے

قوم کے تین اعتراض تھے: تم ہمارے جیسے انسان ہو، تمہارے پیروکار ادنیٰ درجہ کے لوگ ہیں اور اگر تم اللہ کے چہیتے ہو تو مالدار کیوں نہیں؟ جواب میں فرمایا گیا کہ تمہاری فطرت مسخ ہے، جبکہ مجھے اللہ نے حقیقت توحید تک پہنچنے کی صلاحیت دی ہے، نیز میرا بھی دعویٰ فوق بشریت کا نہیں نہ میں اللہ کے خزانوں کا مالک ہوں نہ میں عالم الغیب ہوں اور نہ میں فرشتہ ہی ہوں۔ اگر تم رعونت سے کام لیتے ہو تو نفع و نقصان تمھارا ہے۔ میں تم سے مزدوری بھی نہیں مانگتا اور میرے یہ غریب ساتھی اللہ کو بھی پسند ہیں۔ میں ان سے دوری اختیار نہیں کر سکتا۔

سیدنا هود و دیگر انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ

(آیات ۵۰ - ۶۰) سیدنا هود علیہ السلام کی قوم نے اپنے نبی کے ساتھ تکذیب کی روش اپنائی جس قسم کی روش سیدنا نوح علیہ السلام کے ساتھ ان کی قوم نے اپنائی اور محمد ﷺ کے ساتھ قریش نے اپنا رکھی ہے۔ جھٹلانے والوں کا انجام دیکھ لو کیسا ہوا۔ سیدنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ھود علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے رب سے استغفار کرو وہ تم پر رحمتوں کے دروازے کھول دے گا: ﴿وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا﴾ آسمان سے بارش اور میدان جنگ میں فتح دیوتا نہیں دلاتے، بلکہ اللہ ہی سب کچھ کرتا ہے۔ اس لیے اسی سے توبہ واستغفار کرو۔

سیدنا صالح علیہ السلام اور ان کی قوم

(آیات ٦١ -٦٨) سیدنا صالح علیہ السلام کے ساتھ ان کی قوم ثمود نے بھی مخالفت اور جنگ وجدال کا رویہ اپنایا۔ پہلے اللہ سے معجزہ مانگا، وہ جب عنایت کر دیا گیا تو اس ناقۃ اللہ کی کوچیں کاٹ دیں۔ تب اللہ نے ان کی جڑیں ایسے کاٹ دیں کہ آج ان کا نشان ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ہاں فرشتوں کی آمد اور ان کا خوف

(آیات ٦٩ -٨٣) کفار عام مطالبہ کرتے رہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید کے لیے فرشتے کیوں نہیں اترتے ؟ ان آیات میں حق تعالیٰ نے بتایا کہ فرشتوں کی آمد دعوت یا مہلت کے لیے نہیں ہوا کرتی! معاملہ سمیٹنے کے لیے ہوتی ہے۔ اس ضمن میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ہاں فرشتوں کی آمد کا تذکرہ فرمایا کہ جب آپ کو پتہ چلا کہ میرے مہمان فرشتے ہیں تو ان کا دم بھی خشک ہو گیا تھا۔ حتی کہ ان کی اہلیہ بھی گھبرا کر باہر نکل آئیں اور اس وقت تک انھوں نے اطمینان کا سانس نہیں لیا جب تک انہیں یہ یقین نہیں ہو گیا کہ یہ فرشتے ان کی قوم کی تباہی کی غرض سے نہیں آئے بلکہ یہ قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں نیز سیدنا لوط علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو کچھ نہیں ہوگا۔ صرف مکذبین ومجرمین ہی مارے جائیں گے۔

مفسرین کا کہنا ہے کہ جب فرشتوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ان کی نیت پر شبہ ہونے لگا اور آپ اس خیال سے خوفزدہ ہو گئے کہ یہ لوگ کسی دشمنی کے ارادے سے نہیں آئے، لیکن انداز کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس سے ان کا فرشتے ہونا سمجھ گئے تھے۔ چونکہ فرشتوں کا علانیہ انسانی شکل میں اس طرح آنا غیر معمولی حالات ہی میں ہوا کرتا ہے اس لیے آپ خوفزدہ ہوئے کہ کہیں آپ کی قوم سے کوئی ایسا قصور تو سرزد نہیں ہو گیا جس کی گرفت کے لیے فرشتے اس صورت میں بھیجے گئے ہیں۔ آپ کے خوف کو فرشتوں نے یہ کہہ کر دور کیا: ﴿اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ﴾ کہ ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی فرشتوں نے سارہ علیہا السلام کو یہ خوشخبری بھی سنائی کہ تمھارے ہاں اسحاق جیسا جلیل القدر بیٹا پیدا ہوگا یہ خوشخبری سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بجائے سارہ علیہا السلام کو مخاطب کر کے اس لیے سنائی گئی کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ہاں ان کی بیوی ہاجرہ علیہا السلام سے سیدنا اسماعیل پیدا ہو چکے تھے مگر سارہ علیہا السلام ابھی تک بے اولاد تھیں اور اس بنا پر انہی کا دل زیادہ غمگین تھا۔ ان کے اس غم کو دور کرنے کے لیے فرشتوں نے انھیں صرف بیٹے کی خوشخبری ہی نہیں سنائی بلکہ اس بیٹے کے بعد پوتا بھی یعقوب جیسا عالی شان پیغمبر ہوگا۔ بائبل کے بیان کے مطابق اس وقت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی عمر ٩٦ برس اور سارہ علیہا السلام کی عمر ٩٠ سال تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اصحاب مدین کا قصہ

(آیات ۸٤ -۹۵) مدین والوں نے اپنے نبی سیدنا شعیب علیہ السلام کو اسی طرح کی قتل ورجم کی دھمکیاں دیں جس طرح کفارمکہ کررہے ہیں۔قوم نے ان کی نماز اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے مشن کا مذاق اڑایا حالانکہ ان کا جرم صرف اتنا تھا کہ وہ قوم کو ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیتے تھے اور ماپ تول میں کمی سے روکتے تھے۔مگر ظالموں نے کبھی سنجیدگی سے ان کی بات نہیں سنی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو زبردست چیخ سنائی جس سے ان کے دل پھٹ گئے اور وہ اوندھے منہ گر گئے۔ ان کی بستیاں ایسے شہر خاموشاں بن گئیں جیسے کبھی کسی نے وہاں سانس بھی نہیں لیا تھا: ﴿كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ﴾

سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے مابین معرکہ

(آیات ۹٦ -۹۹) کچھ ایسا ہی معاملہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے فرعون کے ساتھ پیش آیا۔فرعون اپنی قوم کا بہت بڑا لیڈر تھا جو ان کی قیادت کرتا ہوا جہنم میں آن وارد ہوا۔ اسی طرح تمام منکرین آگاہ رہیں کہ جن لیڈروں نے دنیا میں لوگوں کو گمراہ کیا اور خلاف حق راہوں پر چلایا ان کے پیروکار جب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ یہ ظالم ہم کو کس خوفناک انجام کی طرف کھینچ لائے ہیں تو وہ اپنی ساری مصیبتوں کا ذمے دار انہی کو سمجھیں گے اور ان کا جلوس اسی شان سے دوزخ کی راہ پر رواں دواں ہوگا کہ وہ آگے ہوں گے اور پیچھے پیچھے ان کے پیروکاروں کا ہجوم ان کو گالیاں دیتا ہوا اور ان پر لعنتوں کی بوچھاڑ کرتا ہوا جارہا ہوگا۔ بخلاف اس کے جن لوگوں کی رہنمائی نے لوگوں کو جنت نعیم کا مستحق بنایا ہوگا، ان کے پیروکار اپنا یہ انجام خیر دیکھ کر اپنے لیڈروں کو دعائیں دیتے ہوئے اور ان پر مدح وتحسین کے پھول برساتے ہوئے چلیں گے۔غرضیکہ جو لوگ دنیا میں کسی قوم یا جماعت کے رہنما ہوتے ہیں وہی قیامت کے دن بھی اس کے رہنما ہوں گے۔

قصے سنانے کا مقصد

(آیات ۱۰۰ -۱۲۳) خاتمۂ سورت میں ان سرگزشتوں کو سنانے کا مقصد بتایا گیا ہے کہ ان سے جو نتائج نکلتے ہیں وہی اس حق وباطل کی کشمکش سے برآمد ہوں گے۔ ایلوے کے درخت سے انار نہیں اترتے۔جس طرح پہلے مکذبین مارے گئے ہیں۔اسی طرح اب کے مخالفین بھی مارے جائیں گے۔اور جس طرح انبیائے سابقین اور ان کے ماننے والے عذاب سے بچالیے گئے اور کامیاب قرار دیے گئے، اسی طرح اب محمد ﷺ کے ماننے والے کامیاب وکامران ہوں گے: ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ﴾ سابقہ انبیاء نے جس طرح صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا اسی طرح آپ بھی کریں۔ نبی کریم ﷺ اور آپ کے رفقا اور قیامت تک دعوت حق دینے والے بھی نجات پائیں گے: ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ﴾ (غافر ۵۱) لہٰذا اہل حق کو ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ پانچوں نمازوں کا اہتمام کریں۔نیکیوں کی خوشبو برائیوں کی بدبو کو زائل کردیتی ہے۔ جب تک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اصلاح کی گنجائش باقی ہو، تمہارا رب کسی قوم کو ہلاک نہیں کرتا۔ نیز انبیاء کے یہ قصے سنانے سے مقصود آپ کے دل کو مضبوط اور مشن کو سچا ثابت کرنا ہے۔

نماز اور صبر سے مفید نتائج برآمد ہوتے ہیں

﴿ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ... ﴾ اس میں بدرجہ اعمال دن رات کی پانچوں فرض نمازیں آگئیں! ﴿ طَرَفَيِ النَّهَارِ ﴾ دن کے دونوں سروں سے مراد ایک طلوع فجر ہے اور دوسرا بعد زوال، پھر بعد زوال بجائے خود ظہر وعصر کے دو حصوں پر شامل ہے ﴿ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ﴾ کے اندر مغرب وعشا کے اوقات آگئے۔ یاد رہے کہ قرآن مجید میں جہاں جہاں بھی اوقات نماز کا ذکر ہے، اشارتاً ہی ہے تفصیلات حدیث کی طرف رجوع کرنے سے معلوم ہوں گی، جن لوگوں نے سب کچھ قرآن ہی سے نکالنے کی سعی کی انہوں نے عجیب عجیب مضحکہ خیز غلطیاں کی ہیں۔

سُوْرَةُ يُوْسُف

سورۂ یوسف مکی ہے، اس میں ایک سو گیارہ آیات اور بارہ رکوع ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت، زمانہ نزول اور مرکزی مضمون

اس سورت میں سیدنا یوسف علیہ السلام کا واقعہ بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اس لیے اس سورت کا نام سورۂ یوسف رکھا گیا، اس سورت کی فضیلت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کوئی غم رسیدہ اور پریشان حال اس کی تلاوت کرتا ہے تو اس کی تلاوت سے اسے چین آجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو ہر قسم کی علتوں اور ظاہری و باطنی بیماریوں کے لیے شفا بنا کر بھیجا ہے۔ اس لحاظ سے اس سورت کو دیکھا جائے تو مصائب وآلام میں اس کی تلاوت جہاں عملی طور پر قاری میں جوش وخروش پیدا کرتی ہے وہاں اس کی برکت سے وہ تمام مشکلات بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ دور فرمادے گا۔

سورۂ یوسف کا بنیادی مضمون کفار ومنکرین کے لیے فہمائش، اہل ایمان کے لیے آزمائشوں میں صبر واستقامت کی تلقین اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تسلی ہے۔ جسے واضح کرنے کے لیے سورۂ یونس اور سورۂ ھود دونوں میں انبیاء اور ان کی قوموں کے قصے تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ سورۂ ھود کے آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے یہ مقصد بیان فرمایا ہے: ﴿ وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ... ﴾ ہم رسولوں کی سرگزشتوں میں سے تم کو وہ سب سنا رہے ہیں، جن سے تمھارا دل مضبوط ہو اور ان میں تمھارے لیے حق واضح ہو اور ایمان لانے والوں کے لیے بھی ان میں نصیحت اور یاددہانی ہے۔

بعینہٖ یہی پیغام و ہدف سیدنا یوسف علیہ السلام کے قصے کا ہے: ﴿ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَ يَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ ”جو صبر وتقویٰ اختیار کرے گا تو اللہ محسنین کا اجر ضائع نہیں کرتا۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اس سورت کے مضمون سے واضح ہوتا ہے کہ یہ بھی مکے کے آخری دور میں نازل ہوئی ہے جب مکہ میں دعوت حق کی شمع روشن ہوئے کم وبیش آٹھ سال ہو گئے تھے۔ مسلمان ظلم سہہ سہہ کر اور کفار مکہ ظلم کر کر کے تنگ آ گئے تھے۔ ان سب باتوں کے باوجود ان کی ہر سازش ناکام رہی تھی۔ قریش نے اب اس پہلو پر غور کرنا شروع کر دیا کہ محمد ﷺ کو قتل کر دیا جائے، قید کر دیا جائے یا جلاوطن کر دیا جائے: ﴿وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ ۚ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ﴾ (الانفال: ٣٠)

مضامینِ سورت کا اجمالی تجزیہ

کتاب مبین کا مفہوم ☆ اہل عرب پر عظیم احسان ☆ احسن القصص کا مفہوم ☆ قصۂ یوسف نبی کریم ﷺ کے لیے بمنزلہ آئینہ ☆ واقعہ کی رسالت پر دلیل ہونے کی نوعیت ☆ سیدنا یوسف علیہ السلام کا خواب ☆ سیدنا یعقوب علیہ السلام کی تعبیر اور سیدنا یوسف کو ہدایت، تعبیر رؤیا کا علم ☆ اصل نعمت دین وشریعت ☆ سیدنا یوسف علیہ السلام کی سرگزشت ☆ سرگزشت سے پہلے ایک تنبیہ ☆ غلبۂ حق اور ہزیمت باطل کی بشارت ☆ قصۂ یوسف میں سائلین کے لیے سبق۔

برادران یوسف کی میٹنگ میں قتل یوسف کا مشورہ، لفظ صالح کا لغوی مفہوم اور ''اک گناہ اور سہی'' کا فلسفہ ☆ سیدنا یعقوب علیہ السلام کو فریب دینے کا لہجہ ☆ تجویز جس پر عمل ہوا ☆ سیدنا یوسف علیہ السلام کو بشارت ☆ چاہ کنعان جمال یوسف سے منور ہوتا ہے ☆ بھائیوں کی سخن سازی ☆ صبر جمیل کا مفہوم ☆ خدائے کارساز کی کارسازی ☆ بخس اور زھد کا مفہوم ☆ سیدنا یوسف علیہ السلام کا نبوت کے لیے انتخاب ☆ قریش کو تنبیہ

سیدنا یوسف علیہ السلام کی فروخت اور بازار مصر ☆ سیدنا یوسف علیہ السلام عزیز مصر کے گھر ☆ سیدنا یوسف علیہ السلام کے لیے دام ہوس ☆ ﴿إِنَّهُ رَبِّي﴾ میں ضمیر منصوب کا مرجع ☆ عصمت انبیاء کے بعض پہلو ☆ زلیخا کا اصرارِ معصیت ☆ ﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا﴾ کا اعلان حق اور قرائن کی شہادت ☆ بیوی کو شوہر کی ڈانٹ ☆ عزیز کا مفہوم ☆ عورتوں کی مکاری کی حقیقت ☆ قصہ زلیخا کا شہر کی عورتوں میں چرچا ☆ مجلس جلوہ نمائی کی آراستگی ☆ عورتوں کا فریب اور ان کی ناکامی ☆ خودکشی کی دھمکی بطور حربہ ☆ کمزوروں کا آخری حربہ ☆ ﴿حَاشَ لِلَّهِ﴾ کا مفہوم ☆ بیگمات کا اعتراف ☆ بیویوں کی خوشنودی کے لیے معصوم کو مجرم قرار دینے کی قدیم روایت ☆ خوشبو کو پابند سلاسل کر دینے کی دھمکی ☆ سیدنا یوسف علیہ السلام کی دعائے عصمت ☆ دعا کی قبولیت۔

قید وبند کی آزمائش کے مراحل ☆ نبوت کی خوشبو پھیلی ☆ دو قیدی نوجوانوں کے خواب اور سیدنا یوسف علیہ السلام کی دعوت توحید ☆ ملت توحید کی تاریخی وفطری عظمت ☆ دعوت توحید ☆ خوابوں کی تعبیر ☆ جائز مقصد کے لیے جائز تعبیر ☆ تقدیر الٰہی کا فیصلہ ☆ بادشاہ مصر کا خواب ☆ درباریوں کا خواب ☆ شاہی ساقی کی پیشکش ☆ سیدنا یوسف علیہ السلام سے ساقی کی درخواست ☆ خواب کی تعبیر ☆ سیدنا یوسف علیہ السلام کو بادشاہ کی دعوت اور ان کا جواب ☆ عورتوں کے واقعہ کی تحقیق ☆ عورتوں کا اعتراف حق ☆ سیدنا یوسف علیہ السلام کی فتح کا اعلان عام ☆ منصب یوسف کی نوعیت ☆ سیدنا یوسف علیہ السلام ایک بادشاہ کی حیثیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے ☆ عزیز مصر یا فرعون؟ قدرت ربانی کی بوقلمونی ☆ کنعانی قافلہ سوئے مصر روانہ ہوتا ہے ☆ بھائیوں کی واپسی اور بنیامین کے لیے جدوجہد ☆ بنیامین کے ہمراہ قافلے کی مصر روانگی ☆ احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی وجہ ☆ تدبیر و توکل کا صحیح مفہوم ☆ یہ سب کچھ اللہ کے عطا کردہ علم کے باعث تھا ☆ بنیامین کی بھائی سے ملاقات کے خوشگوار لمحات ☆ سیدنا یوسف علیہ السلام پر بھائیوں کا ایک بے بنیاد الزام ☆ سیدنا یوسف علیہ السلام کا کمال صبر وضبط ☆ برادران کی شقاوت قلبی کی انتہا ☆ سیدنا یعقوب علیہ السلام پر نئی آزمائش ☆ فراق یوسف کی غم انگیزی ☆ غم یعقوب کی کیفیت ☆ صبر جمیل کیا ہے ☆؟ برادران یوسف کی جھنجلاہٹ ☆ سیدنا یعقوب علیہ السلام کا عزیز مصر کے نام خط ☆ دربار یوسف میں بھائیوں کی دلدوز فریاد ☆ قرآن کا ایک پرسوز مقام ☆ سیدنا یعقوب علیہ السلام کا خط پیش کیا جاتا ہے ☆ کیا تم یوسف ہو ☆ بھائیوں کا اظہار عجز وندامت ☆ پیراہن یوسف علیہ السلام کی خوشبو ☆ مسئلہ علم غیب اور انبیاء ☆ سیدنا یعقوب علیہ السلام کو سیدنا یوسف علیہ السلام کے بارے میں کیا فکر تھی ☆ پیراہن یوسف اور خوابوں کی تعبیر کا کردار ☆ عفو و درگزر نبوت کے امتیازات میں سے ہے ☆ سیدنا یعقوب علیہ السلام کی شام غم ختم ہوتی ہے ☆ سیدنا یعقوب علیہ السلام کی دو آرزوؤں کی تکمیل ☆ سورج، چاند اور ستاروں کا سجدہ ☆ سجدہ تعظیمی کی تشریح ☆ تاویل الاحادیث کا مفہوم ☆ سیدنا یوسف علیہ السلام کی دعا ☆ قرآن اور بائبل کے بیان میں فرق ☆ بنی اسرائیل کی مصر میں آبادکاری ☆ دور یوسفی کے بعد بنی اسرائیل کی تاریخ ☆ قصہ یوسف کا اختتام ☆ سورۂ یوسف کا تکملہ ☆ عقیدۂ توحید عقل وبصیرت کا حامل ہے۔☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کون سا ہے ☆ ☆ شدائد ومصائب کا ورود حکمت سے خالی نہیں ☆ قصہ یوسف علیہ السلام کے کرداروں پر ایک نظر ☆ سیدنا یعقوب علیہ السلام اور سیدنا یوسف علیہ السلام کا کردار ☆ برادران یوسف کا کردار۔ ☆ عزیز مصر کی بیوی زلیخا اور دیگر بیگمات کا کردار ☆ ساقی کا کردار اور شاہ مصر کا کردار۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(آیات ۱ -٦) ﴿ الٓرٰ ۫ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۫ﱘ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖۗ وَ اِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ ۝ اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ ۝ قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَیَكِیْدُوْا لَكَ كَیْدًا ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝ وَ كَذٰلِكَ یَجْتَبِیْكَ رَبُّكَ وَ یُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ وَ یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ وَ عَلٰۤى اٰلِ یَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَیْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴾

الٓرٰ یہ روشن کتاب کی آیات ہیں۔ ہم نے اس فصیح قرآن کو اتارا ہے تاکہ تم آسانی سے سمجھ سکو اے نبی! ہم اس قرآن کے ذریعے سے جو ہم نے آپ کی طرف بھیجا ہے، سب قصوں سے خوبصورت قصہ بیان کرتے ہیں، جس سے آپ پہلے واقف نہ تھے۔ یاد کرو جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا: اباجی! میں نے گیارہ تارے، سورج اور چاند کو دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں۔ کہا: بیٹا! اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہنا وہ تیرے ساتھ کوئی فریب کاری کریں گے، بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے اور اسی طرح تیرا رب تجھے برگزیدہ کرے گا اور تجھے باتوں کی تہہ تک پہنچنا بھی سکھائے گا اور اپنی نعمت تجھے بھرپور عطا فرمائے گا اور یعقوب کے گھر والوں کو بھی، جیسے کہ اس نے اس سے پہلے تیرے باپ دادا، ابراہیم و اسحاق پر اپنی نعمت پوری کی، یقیناً تیرا رب علم اور حکمت والا ہے۔

بھائیوں کی میٹنگ اور قتل یوسف کا مشورہ

(آیات ۷- ۱۰) سیدنا یوسف علیہ السلام اور سیدنا یعقوب علیہ السلام کے درمیان ہونے والی یہ گفتگو راز نہ رہ سکی اور بھائیوں کو بھی کسی نہ کسی طریقے سے پتہ چل گیا۔ پھر وہی ہوا جس کا ڈر تھا، یعنی بھائیوں میں حسد کی آگ نے شعلہ بھڑکا دیا اور انہوں نے ایک دن اس موضوع پر میٹنگ کی۔ جس میں اس بات پر غور کیا گیا کہ ہمارے باپ کی توجہ ہماری نسبت یوسف (علیہ السلام) کی طرف اور اس کے چھوٹے بھائی بنیامین کی طرف بہت زیادہ ہے جس کا کوئی اخلاقی جواز نہیں بنتا، کیونکہ ہم باپ کے دست و بازو ہیں، مضبوط جتھہ ہیں، جبکہ یوسف اور بنیامین اس کے لیے کوئی فائدہ مند ثابت نہیں ہوسکتے الٹا ان کی حفاظت کی فکر رہتی ہے یقیناً ہمارے باپ کا یہ رویہ نامناسب ہے۔

سیدنا یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں پھینکا جانا

(آیات ۱۱-۱۶) انہوں نے کہا: ابا! آخر آپ یوسف کے بارے میں ہم پر اعتبار کیوں نہیں کرتے، حالانکہ ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں کل آپ اسے ضرور ہمارے ساتھ بھیج دیں تاکہ خوب کھائے، پیے اور کھیلے اور ہم اس کی حفاظت کریں گے تو فرمایا: اسے تمہارا لے جانا مجھے تو سخت صدمہ دے گا اور مجھے یہ بھی کھٹکا لگا رہے گا کہ تمہاری غفلت میں اسے بھیڑیا نہ پھاڑ کھائے تو وہ بولے تو ہم جیسی ایک زور آور ٹولی کی موجودگی میں بھی اگر اسے بھیڑیا کھا جائے تو ہم کس کام کے اور پھر جب اسے لے چلے اور سب نے مل کر ٹھان لیا کہ اسے غیر آباد گہرے کنوئیں کی تہہ میں پھینک دیں۔ ہم نے یوسف کی طرف وحی کی کہ یقیناً تو انہیں اس ماجرے کی خبر اس حال میں دے گا کہ وہ جانتے ہی نہ ہوں گے۔

﴿لَا تَأْمَنَّا﴾ یہ قرآن مجید کا واحد مقام ہے جہاں روایتِ حفص عن عاصم میں ادغام مع الاشمام اور اختلاس مع الروم دونوں وجہوں میں سے کوئی وجہ بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

بھائیوں کا جھوٹ

(آیات ۱۷-۲۰) بھائی یوسف (علیہ السلام) کو کنوئیں میں گرا کر بہانہ سوچنے لگے کہ باپ کو کس طرح مطمئن کریں گے اور تو کوئی بات ان کے ذہن میں نہ آئی، باپ کا خدشہ ہی سامنے آگیا کہ کہیں اسے بھیڑیا ہی نہ کھا جائے بس اسی کو بطور بہانہ سامنے رکھ لیا اور اس کی قمیص کو جھوٹا خون لگا لیا تاکہ باپ کو یقین دلایا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا یعقوب علیہ السلام نے یہ ماجرا سن کر کہا: تم نے ایک بڑی بھیانک بات کو معمولی سمجھ کر ایسے بیان کیا ہے، لیکن میں صبر جمیل کروں گا۔ تمھارے جھوٹ پر اللہ ہی سے مدد کا سوال ہے۔

کنویں سے رہائی کا خدائی بندوبست

(آیت ۱۹) ﴿وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۖ قَالَ يَٰبُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَٰمٌ ۚ وَأَسَرُّوهُ بِضَٰعَةً ۚ وَٱللَّهُ عَلِيمٌۢ بِمَا يَعْمَلُونَ﴾ ادھر ایک قافلہ آ گیا اور اس نے اپنے ماشکی کو پانی لانے کے لیے بھیجا۔ اس نے جونہی کنوئیں میں ڈول ڈالا تو ایک بچے کو دیکھ کر چلایا: واہ یہاں تو ایک لڑکا ہے۔ ان لوگوں نے اسے مال تجارت سمجھ کر چھپا لیا اور جو کچھ وہ کر رہے تھے اللہ اس سے باخبر تھا۔

یوں حق تعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی رہائی کا بڑا شاندار انتظام کر دیا، نہ صرف کنوئیں سے نکلنے کا، بلکہ وقت کی سب سے متمدن مملکت میں پہنچنے کا بھی۔ یہ بات ملحوظ رہے کہ قدرت الٰہی سیدنا یوسف علیہ السلام کو مصر پہنچانے کے انتظامات کر رہی تھی، چنانچہ ایک آدمی نے پانی نکالنے کے لیے کنوئیں میں ڈول ڈالا! انسان کی یہ عادت ہے کہ جب وہ کنوئیں میں ڈول ڈالتا ہے تو جھک کر ضرور کنوئیں میں دیکھتا ہے! جب اس نے کنوئیں میں جھانکا، تو بے اختیار وہ پکار اٹھا: ﴿يَٰبُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَٰمٌ﴾ واہ! یہاں تو ایک لڑکا ہے۔ اس کا نعرہ سن کر قافلے والے دوڑے چلے آئے انہوں نے یوسف کو کنوئیں میں سے نکالا اور اسے مال تجارت سمجھ کر چھپا لیا کہ بات زیادہ نہ پھیلے اور کوئی دوسرا دعویدار بھی پیدا نہ ہو جائے۔ قرآن مجید نے اس موقع پر کیا خوبصورت پہلو پیش کیا: ﴿وَأَسَرُّوهُ بِضَٰعَةً ۚ وَٱللَّهُ عَلِيمٌۢ بِمَا يَعْمَلُونَ﴾ کہ بے شک انہوں نے اسے چھپا لیا مگر اللہ خوب جانتا تھا کہ وہ کیا کر رہے ہیں یعنی اس کی نظر سے نہ تو برادران یوسف کی کارروائیاں پوشیدہ تھیں، نہ اہل قافلہ کے جذبات۔

سیدنا یوسف علیہ السلام کی خرید و فروخت

(آیت ۲۰) ﴿وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَٰهِمَ مَعْدُودَةٍ ۚ وَكَانُوا۟ فِيهِ مِنَ ٱلزَّٰهِدِينَ﴾ ”انہوں نے اسے تھوڑی سی قیمت کے بدلے بیچ ڈالا اور وہ اس کی قیمت کے معاملے میں لاپروا تھے۔“

مفسرین نے بائبل اور تلمودی روایت کی بنا پر کہا ہے کہ قافلے کے پڑاؤ کی خبر جب بھائیوں کو ملی تو وہ قافلے والوں کو ڈرانے اور دھمکانے لگے اور کہنے لگے: یہ ہمارا بھاگا ہوا غلام ہے۔ آخر معمولی قیمت بیس درہم میں سیدنا یوسف علیہ السلام کو بیچ دیا! چونکہ برادران یوسف کو تجارت مقصود نہ تھی کہ وہ بھی دام بڑھاتے، انہوں نے جو دے دیا لے لیا: ﴿وَكَانُوا۟ فِيهِ مِنَ ٱلزَّٰهِدِينَ﴾ ”وہ قیمت لینے کے معاملے میں حریص بھی نہ تھے“ ان کا مقصد تو یوسف کو باپ سے دور بھیجنا تھا، لہٰذا ان کا یہ مقصد بڑی آسانی سے پورا ہو رہا تھا۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ بھائی تجارت میں شریک نہ تھے، کیونکہ ان کے اگلی صبح آنے سے پہلے ہی یہ قافلہ یہاں سے کوچ کر چکا تھا اور مصر پہنچ کر انہیں فروخت کر دیا تھا، چونکہ مال مفت تھا، اس لیے انہوں نے معمولی قیمت پر بیچ دیا۔ یہی رائے امام ابن کثیر کی بھی ہے البتہ یہ جو مشہور ہے کہ بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو بیچا تھا غلط ہے، کیونکہ انہوں نے تو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ہلاک ہونے کے لیے گرایا تھا۔ قاضی محمد سلیمان فرماتے ہیں کہ بھائیوں کا فروخت کرنے کا کوئی قرینہ موجود نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اس معنی سے انتشار ضمائر بھی لازم آتا ہے۔

سیدنا یوسف علیہ السلام ایک غلام کی حیثیت سے برائے فروخت مصر پہنچے تو شاہ مصر ریان بن ولید کے وزیر اعظم نے قیمت دے کر ان کو خرید لیا۔ یہاں ان روایات کا تذکرہ کرنا بھی ضروری ہے جن سے ہماری کتابیں بھری پڑی ہیں کہ یوسف کی خریداری کے لیے فلاں آیا، فلاں آیا، حتی کہ ایک بڑھیا سوت کی ایک انٹی لے کر آئی کہ قیامت کے دن میرا نام بھی یوسف (علیہ السلام) کے خریداروں میں شامل ہوجائے اس طرح کی باتیں علامتی طور پر تو شاید کوئی معنی رکھتی ہوں، لیکن سند و معقولیت کے لحاظ سے کوئی وزن نہیں رکھتیں قرآن نے صرف اتنا کہا کہ معمولی قیمت پر بیچ گئے، بکنے والے نے اپنے قیمتی ہونے کا تاثر دیا نہ بیچنے والوں نے دام بڑھانے کی کوشش کی۔

سیدنا یوسف علیہ السلام عزیز مصر کے گھر

جس شخص نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو خریدا تھا اس نے اپنی بیوی سے کہا: دیکھو اس کو عزت واحترام سے رکھنا، ہوسکتا ہے کہ یہ ہمارے لیے نفع مند ثابت ہو اور ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں! کیونکہ یہ میاں بیوی لاولد تھے اور اولاد کی تمنا رکھتے تھے، کیونکہ عزیز مصر نے اس چہرے کے آثار اور عادات واطوار دیکھ کر چند ہی دنوں میں اندازہ لگالیا تھا کہ یہ لڑکا اصلاً غلام نہیں ہے بلکہ کسی بہت اونچے خاندان کا چشم وچراغ لگتا ہے۔

﴿وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۫ وَ لِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ﴾ یہ ایک بالکل انہونی بات تھی کہ کسی زرخرید غلام کو اس تاریک دور میں شاہی محل میں بیٹے جیسی عزت سے سرفراز کیا جائے۔ اللہ کی شان دیکھیے اس نے غلام کی حیثیت سے آنے والے کی تربیت کا انتظام شاہی محل میں کس طریقے سے کردیا دراصل اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ تھی کہ وہ سیدنا یوسف علیہ السلام کو پیغمبرانہ خصائل وخاندان نبوت میں انسانیت کی اعلیٰ ترین تربیت کے ساتھ ساتھ مصر جیسے متمدن ماحول کی تربیت سے بھی آشنا کرے، کیونکہ آگے چل کر انسانیت کی فلاح وبہبود کا عظیم الشان کارنامہ ان کے ہاتھوں پورا ہونا تھا، چنانچہ انہیں کنعان سے شاہی محل میں لاکر یہاں بھی انہیں عزت وشرف کا مستحق بنادیا۔

تاویل الاحادیث سے یہاں مراد معاملہ فہمی ہے۔

حسن یوسف علیہ السلام کی آرائش کا قدرتی ورود اور آزمائش کا آغاز

(آیات ۲۱- ۲۵) اور جب سیدنا یوسف علیہ السلام پختگی کی عمر کو پہنچے ہم تو نے اسے قوت فیصلہ اور علم دیا، ہم نیک کاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ اس عورت نے جس کے گھر میں سیدنا یوسف علیہ السلام تھے ان پر ڈورے ڈالنے شروع کردیے اور ایک روز دروازے بند کر کے کہنے لگی: آجاؤ! یوسف نے کہا: اللہ کی پناہ! وہ میرا رب ہے، مجھے اس نے بہت اچھی طرح رکھا ہے ایسے ظالم کبھی فلاح نہیں پاتے۔ وہ اس کی طرف بڑھی اور یوسف بھی اس کی طرف بڑھتا اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتا، ایسا ہوا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تا کہ ہم اس سے بدی اور بے حیائی دور کر دیں، بے شک وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھا۔
دونوں آگے پیچھے دروازے کی طرف دوڑے اور عورت نے یوسف (علیہ السلام) کا قمیص کھینچ کر پھاڑ ڈالا اور دروازے پر دونوں نے اس کے شوہر کو موجود پایا اسے دیکھتے ہی بولی: کیا سزا ہے اس شخص کی جو تیری بیوی پر نیت خراب کرے؟ اس کے سوا کہ اسے قید کر دیا جائے یا سخت سزا دی جائے تو سیدنا یوسف علیہ السلام نے کہا: یہی مجھے پھسلا رہی تھی، پھر عورت کے قبیلے کے ایک شخص نے گواہی دی کہ اگر اس کا کرتہ آگے سے پھٹا ہو تو عورت سچی ہے اور یوسف (علیہ السلام) غلط اور اگر اس کا کرتہ پیچھے کی جانب سے پھٹا ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یوسف سچا۔ خاوند نے جو دیکھا کہ یوسف (علیہ السلام) کا کرتہ پیچھے سے پھاڑا گیا ہے تو بولا کہ یہ تو تم عورتوں کی چال بازی ہے، بے شک تم عورتوں کی مکاریاں بڑی دور رس ہوتی ہیں۔ یوسف! اب اس معاملے کو رفع دفع کر دو اور اے عورت! تو اپنے گناہ سے توبہ کر، کیونکہ تو ہی خطا کار ہے۔

﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا﴾ کون تھا؟

(آیات ۲۶ -۲۷) بعض تفسیری روایات میں ایک بچے کے بولنے کا ذکر بھی آتا ہے اس بارے میں قرآن میں کوئی اشارہ موجود ہے نہ کسی صحیح حدیث میں اس کا کوئی ذکر، بلکہ قرآن کریم کا انداز بیان اسی صورت کی عکاسی کرتا ہے کہ یہ کوئی عاقل بالغ اور پختہ رائے آدمی تھا جو زلیخا کا رشتہ دار تھا۔

اس نے عجیب اور الجھی ہوئی صورتحال کو سلجھانے کی خاطر مداخلت کی تا کہ سب کو پریشانی اور حیرانی سے نکالے۔

(آیت ۲۹) عزیز مصر نے جب دیکھا کہ کرتہ تو پیچھے سے ہی پھٹا ہے تو سمجھ گیا کہ بیگم صاحبہ حیوانیت پر اتر آئی تھی، کیونکہ جب تک آدمی لوگوں کی باتیں سنتا رہتا ہے حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن جب تقلید کی بجائے تحقیق پر آجاتا ہے تو اس کی آنکھیں خود بخود کھل جاتی ہیں اب عزیز مصر نے کرتہ دیکھ کر جان لیا کہ یوسف (علیہ السلام) بے گناہ ہے اور بیگم صاحبہ خطا کار اس موقع پر عزیز مصر نے اپنی بیوی کے جرم کو واضح ہوتے دیکھ کر کہا: ﴿اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ﴾ ''تم عورتوں کا مکر بڑا غضب کا ہوتا ہے۔''

جب یہ بات شہر میں پھیلی

(آیات ۳۰ -۳۵) اور شہر کی کچھ عورتیں آپس میں چرچا کرنے لگیں کہ عزیز مصر کی بیگم اپنے نوجوان غلام کے پیچھے پڑی رہتی ہے، اس کی محبت میں غرق ہو چکی ہے، ہمارے خیال میں تو وہ بڑی بہکی ہوئی ہے، اس نے جب ان کی یہ مکارانہ باتیں سنیں تو ان کو بلوا بھیجا اور ان کے لیے تکیہ دار مجلس آراستہ کی اور ضیافت میں ہر ایک کے آگے ایک ایک چھری رکھ دی اور یوسف سے کہا: ان کے روبرو چلے آؤ، پس جب عورتوں نے اسے دیکھا تو دنگ رہ گئیں، اسے بہت بڑا جانا اور اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور پکار اٹھیں: حاشا للہ! یہ تو ہرگز بشر نہیں، بلکہ یہ تو کوئی باوقار فرشتہ ہے (اس وقت) عورت بولی: یہی ہے وہ جس کے بارے میں تم مجھے طعنے دیتی ہو اور میں نے پوری کوشش کی مگر یہ بچ نکلا اور اگر اس نے اب میرے کہنا نہ مانا تو یہ ضرور قید کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے گا اور بڑا بے آبرو ہوگا۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی: اے میرے رب! مجھے جیل زیادہ پسند ہے اس بات کی نسبت جس کی طرف یہ عورتیں مجھے بلاتی ہیں، اگر تو نے ان کی مکاریوں کو مجھ سے دور نہ کیا تو میں ان کے دام فریب میں پھنس جاؤں گا، اس طرح میں نادانوں میں سے ہو جاؤں گا۔ اس کے رب نے اس کی دعا سن لی اور ان عورتوں کی مکاریوں کو اس سے پھیر دیا، بے شک وہی سننا اور جاننا ہے، پھر اس کی پاکبازی کی تمام نشانیوں کو دیکھ لینے کے بعد بھی ان عورتوں کے خاوندوں کو یہی مصلحت معلوم ہوئی کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کو کچھ مدت کے لیے قید کر دیا جائے۔

﴿رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ﴾ کی جتنی خوبصورت تعبیر کردارِ یوسف میں پائی جاتی ہے، ہزاروں سال گزر جانے کے باوجود شاید ہی کبھی اتنی مناسب تعبیر وقوع پذیر ہوئی ہو، بے شک تاریخ میں بڑے بڑے مجاہدین کی راہ حق میں مصیبت و موت کو اختیار کر لینے کی مثالیں موجود ہیں مگر اس نوع کی رنگین معصیت کے مقابلے میں جیل خانے کی مصیبت اختیار کر لینے کا موقع شاید کم ہی آیا ہو۔

نبوت کی خوشبو جب جیل میں پھیلی

(آیات ۳۶ - ۴۱) اس کے ساتھ ہی دو اور جوان بھی جیل میں داخل ہوئے، ان میں سے ایک بولا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں اور دوسرا بولا: میں نے دیکھا کہ میں اپنے سر پر کچھ روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں جسے پرندے نوچ رہے ہیں، آپ ہمیں اس کی تعبیر بتائیے، ہمیں آپ بہت نیک دکھائی دیتے ہیں۔ فرمایا کہ تمہیں جو کھانا دیا جاتا ہے اس کے آنے سے پہلے ہی میں تمہیں اس کی تعبیر بتلا دوں گا۔ یہ سب اس علم کی بدولت ہے جو مجھے میرے رب نے سکھایا ہے، میں نے ان لوگوں کا مذہب نہیں مانا جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور آخرت کے بھی منکر ہیں بلکہ میں اپنے باپ دادا کے دین کا پابند ہوں، یعنی ابراہیم و اسحاق اور یعقوب (علیہ السلام) کے دین کا، ہمیں ہرگز یہ لائق نہیں کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو بھی شریک کریں، یہ اللہ کا ہم پر خاص فضل ہے اور تمام لوگوں پر، لیکن اکثر لوگ شکرگزار نہیں۔ اے میرے جیل کے ساتھیو! سوچو بھلا بہت سے متفرق رب بہتر ہیں یا وہ ایک اللہ جو سب پر حاوی ہے؟ اس کے سوا جن کی پوجا تم کر رہے ہو وہ صرف نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے خود ہی رکھ لیے ہیں، جبکہ اللہ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی، فرمانروائی صرف اللہ ہی کی ہے اس کا فرمان ہے کہ تم سب اس کے سوائے کسی اور کی عبادت نہ کرو، یہی صحیح دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

سیدنا یوسف علیہ السلام ایک نبی تھے، توحید کی تبلیغ ان کا مشن تھا۔ اس لیے وہ کوئی لمحہ اپنے مشن سے غافل نہ رہ سکتے تھے، لہٰذا اس سے پہلے کہ آپ ان کے خواب کی تعبیر انہیں بتاتے آپ نے ان سے ایک اور موضوع پر گفتگو کرنا مناسب سمجھا۔

خوابوں کی تعبیر بتائی گئی

(آیات ۴۲-۴۱) اے میرے جیل کے ساتھیو! خواب کی تعبیر کے مطابق تم میں سے ایک اپنے عہدہ شراب پلانے پر بحال کیا جائے گا اور دوسرا سولی پر چڑھا دیا جائے گا اور پرندے اس کی لاش نوچیں گے۔ جس بات کے بارے میں تم پوچھتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اور جس کی نسبت یوسف (علیہ السلام) کا گمان تھا کہ ان دونوں میں سے یہ چھوٹ جائے گا، اس سے کہا: اپنے بادشاہ سے میرا ذکر بھی کر دینا، پھر اسے شیطان نے اپنے بادشاہ سے ذکر کرنا بھلا دیا اور یوسف (علیہ السلام) کئی سال جیل ہی میں پڑے رہے۔

سیدنا یوسف علیہ السلام کی رہائی کا ربانی سبب

(آیات ۴۳-۴۹) بادشاہ نے کہا: میں نے خواب دیکھا ہے کہ سات موٹی تازی گائیں ہیں جن کو سات لاغر دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالیاں ہری بھری ہیں اور دوسری سات بالکل خشک، اے درباریو! میرے اس خواب کی تعبیر بتلاؤ اگر تم خواب کی تعبیر جانتے ہو۔ وہ بولے کہ یہ تو اڑتے اڑاتے پریشان خواب ہیں اور ایسے خوابوں کی تعبیر ہم کیسے جانیں؟ ان دو قیدیوں میں سے ایک جو رہا ہوا تھا، اسے مدت دراز کے بعد یوسف (علیہ السلام) کی بات یاد آئی تو بولا: میں تمھیں اس کی تعبیر بتلا دوں گا، مجھے جیل جانے کی اجازت دیجیے۔ اے سچے یوسف! آپ ہمیں اس خواب کی تعبیر بتلایئے!

پھر اس نے وہ خواب بیان کیا جسے سن کر سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا: تم سات سال تک پے در پے لگاتار فصل بویا کرنا اور اس دوران جو فصل کاٹو اسے بالیوں سمیت ہی رہنے دینا، سوائے اپنے کھانے کی تھوڑی سی مقدار کے پھر سات سال سخت قحط کے آئیں گے، وہ سب اس غلے کو کھا جائیں گے جو تم نے ان کے لیے ذخیرہ کر رکھا تھا، سوائے اس تھوڑے سے کے جو تم روک رکھتے ہو۔ اس کے بعد جو سال آئے گا اس میں باران رحمت سے لوگوں کی فریاد رسی کی جائے گی اور خوب رس نچوڑیں گے۔

رہائی سے پہلے تحقیق و تفتیش کا مطالبہ

(آیات ۴۹-۵۲) بادشاہ نے کہا: یوسف کو میرے پاس لاؤ، جب قاصد یوسف کے پاس پہنچا تو اس نے کہا: اپنے بادشاہ کے پاس واپس جاؤ اور اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا واقعہ ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے؟ ان کے حیلے کو جاننے والا میرا رب ہی ہے اس نے عورتوں سے پوچھا: اس وقت تمہارا کیا حال تھا جب تم نے یوسف کو ورغلایا تھا، وہ بولیں: معاذ اللہ! ہم نے اس میں کوئی برائی نہیں جانی، عزیز کی بیوی بولی کہ اب جبکہ اصل بات کھل گئی ہے تو سچ یہ ہے کہ میں نے ہی اس کا جی لبھانے کی کوشش کی تھی، بے شک وہ سچا ہے۔ یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا: یہ میں نے اس لیے پوچھوایا کہ عزیز کو پتہ چل جائے کہ میں نے اس کی عدم موجودگی میں خیانت نہیں کی اور یہ بھی کہ اللہ دغا بازوں کا مکر سیدھا نہیں ہونے دیتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَمَآ اُبَرِّئُ: 13

(آیات: ۵۳، ۵٦) ﴿وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ۝ قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰي خَزَاۗىِٕنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّىْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ۝ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاۗءُ ۭ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَاۗءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾

اس تحقیق سے میں اپنے نفس کی پاکیزگی ثابت نہیں کرنا چاہتا، بے شک نفس تو بدی پر اکساتا ہی ہے، مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے بے شک میرا رب غفور رحیم ہے۔ بادشاہ نے کہا: اسے میرے پاس لاؤ کہ میں اسے اپنے لیے خاص کرلوں، پھر جب اس سے بات چیت کی تو بولا: ہمارے ہاں آج سے آپ معزز و معتمد ہیں۔ یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا: آپ ملک کے خزانے میرے تصرف میں دے دیں، بے شک میں ان کی حفاظت اور مناسب خرچ کرنا جانتا ہوں۔ اس طرح ہم نے ملک میں یوسف (علیہ السلام) کے اقتدار کی راہ ہموار کردی، وہ آزاد تھا جہاں جی چاہے جائے، ہم جسے چاہتے ہیں اپنی رحمت سے نوازتے ہیں اور ہم نیکوکاروں کا ثواب ضائع نہیں کرتے اور آخرت کا اجر بہت بہتر ہے مومنوں کے لیے جو ڈرتے ہیں۔

سیدنا یوسف علیہ السلام بے قصور برسوں سے جیل میں پڑے ہوئے تھے۔ اب جب بادشاہ نے مہربانی کرتے ہوئے رہائی کا پروانہ بھیجا تو چاہیے تھا کہ آپ مسرت وخوشی سے فوراً باہر آجاتے اور اسے اپنی عزت افزائی کا خیال فرماتے مگر آپ نے ایسا نہیں کیا، بلکہ گزشتہ معاملے کی تحقیق و تفتیش کا مطالبہ کردیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ غیرت وحمیت کے پیش نظر آپ نے سوچا کہ اب اگر معاملہ کی تحقیق ہوئے بغیر رہا ہوگیا تو اسے بادشاہ کی مہربانی سمجھا جائے گا! اور میرا بے قصور و باعفت ہونا پردۂ اخفا میں رہ جائے گا، حالانکہ میں اپنے معاملے میں سچا بھی ہوں تو بادشاہ کا احسان کیوں لوں اس طرح میری عزت نفس کو بھی ٹھیس پہنچے گی اور دعوت وتبلیغ کے مشن میں رکاوٹ بھی بنے گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے صبر یوسف علیہ السلام کی یوں تحسین فرمائی: «وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَا لَبِثَ يُوْسُفُ لَاَجَبْتُ الدَّاعِيَ» [1] ''اور اگر میں اتنی دیر جیل میں قید رہتا جتنی دیر یوسف (علیہ السلام) رہے تو میں بلانے والے کی دعوت کو فوراً قبول کرلیتا۔''

---

[1] صحیح البخاری: ٤٦٩٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کنعانی قافلے کی سوئے مصر روانگی

(آیات ۵۸-۶۸) سیدنا یوسف علیہ السلام کو جیل سے رہا کروانے کے لیے اللہ کی حکمت یہ ہوئی کہ بادشاہ کو خواب دکھادیا اور جب آپ کے خاندان سے ملاقات منظور ہوئی تو اسی خواب کو حقیقت کا روپ دھاردیا۔ بے شک اللہ بڑا حکیم، مسبب الاسباب اور قدرت والا ہے وہ یوں کہ قحط کے اثرات جب مصر سے نکل کر بیرونی دنیا تک پہنچے تو سیدنا یوسف علیہ السلام کا خاندان بھی اس سے متاثر ہوا، انہیں خبر ملی کہ صرف ملک مصر ہی سے غلہ مل رہا ہے جسے لینے کے لیے ان کے پاس جو جمع پونجی تھی اسے لے کر وہ دار السلطنت پہنچے ان کے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ یوسف (علیہ السلام) یہاں موجود ہوگا اور یہ تو بہت ہی دور کی بات تھی کہ وہ یہاں کا حکمران بھی ہوگا، اس لیے وہ تو پہچان نہ سکے البتہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے ان مہربانوں کو فوراً پہچان لیا، لیکن ابھی اپنی اصلیت ظاہر نہ کرسکتے تھے، کیونکہ ابھی اللہ کی مشیت تھی نہ مصلحت، پھر جب بھائی چلنے لگے تو آپ نے نوکروں کو حکم دیا کہ ان کی وہ پونجی بھی ان کے کجاوں میں رکھ دو جو انہوں نے غلہ کی قیمت کے طور پر ادا کی ہے، تاکہ جب وہ گھر جا کر اسے دیکھیں گے تو عجب نہیں وہ جلدی لوٹ آئیں، کیونکہ قحط کی صورت تو بدستور ہے اور انہیں غلہ کی ضرورت بھی ہے۔

جب یہ لوگ لوٹ کر اپنے والد کے پاس گئے تو کہنے لگے کہ ہم سے تو غلے کا پیمانہ روک لیا گیا، اب آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیجیے کہ ہم پیمانہ بھر کر لائیں، ہم اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔ باپ نے کہا: مجھے تو اس کی بابت تمہارا ویسا ہی اعتبار ہے جیسا اس سے پہلے اس کے بھائی کے بارے میں تھا، اللہ ہی بہترین محافظ ہے اور وہ سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو انہوں نے اپنا سرمایہ موجود پایا جو ان کی جانب لوٹا دیا گیا تھا۔ کہنے لگے: ابا جان! ہمیں اور کیا چاہیے! یہ دیکھیے ہمارا سرمایہ ہمیں واپس لوٹا دیا گیا ہے۔ اب ہم اپنے خاندان کے لیے رسد لائیں گے اور اپنے بھائی کی حفاظت بھی کریں گے اور ایک اونٹ کا پیمانہ زیادہ لائیں گے۔ غلہ جو ہم لائے بہت تھوڑا ہے یعقوب (علیہ السلام) نے کہا: میں تو اسے ہرگز تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک کہ تم اللہ کے نام سے مجھے پیمان نہ دو کہ تم اسے ضرور میرے پاس لاؤ گے، سوائے اس کے کہ تم سب گھیر لیے جاؤ۔ جب انہوں نے پکا قول قرار دے دیا تو انہوں نے کہا: ہم جو کچھ کہتے ہیں اللہ اس پر نگہبان ہے اور یعقوب (علیہ السلام) نے کہا: بیٹو! تم سب ایک دروازے سے شہر میں داخل نہ ہونا، بلکہ جدا جدا دروازوں سے داخل ہونا۔ میں اللہ کی مشیت سے تم کو ٹال نہیں سکتا۔ حکم صرف اللہ ہی کا چلتا ہے۔ میرا توکل اسی پر ہے اور بھروسا کرنے والوں کو اسی پر بھروسا کرنا چاہیے۔ اور جب وہ داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے انہیں حکم تھا تو اس کی یہ احتیاطی تدابیر انہیں اللہ کی تقدیر سے ذرا بھی نہ بچا سکی، ہاں بس یعقوب (علیہ السلام) کے دل میں ایک کھٹک تھی جسے اس نے دور کرنے کے لیے اپنی سی کوشش کرلی، بے شک وہ ہماری دی ہوئی تعلیم سے علم والا تھا، لیکن اکثر لوگ معاملے کی حقیقت کو نہیں جانتے۔

ان احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی کئی وجوہات تھیں، مثلاً: چونکہ عزیز مصر نے پہلی مرتبہ ان کا اعزاز و اکرام کافی حد تک کیا تھا اور یہ قافلہ خاص شان کے ساتھ سیدنا یوسف علیہ السلام کی دعوت پر مصر میں داخل ہورہا تھا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ **مصری** ان کے ساتھ حسد کرنے لگیں اور یہ بات ان کی تکلیف کا باعث بن جائے۔ یہ لوگ خاندان نبوت سے تعلق رکھنے کی **وجہ سے خوبصورت** اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لمبے قد کاٹھ والے تھے گیارہ گبھرو جوان ایک دم شہر کے دروازے میں داخل ہوئے تو کہیں انہیں نظر نہ لگ جائے۔

سیدنا یعقوب علیہ السلام اللہ کے نبی تھے اور انبیاء کو اللہ کی طرف سے براہ راست رشد وہدایت ملتی ہے، تدبیر وتوکل کے درمیان صحیح توازن سیدنا یعقوب علیہ السلام کے اس الہامی طرز عمل سے واضح ہوتا ہے، یعنی ایک طرف وہ عالم اسباب کے قوانین کے مطابق ایسی تدابیر کرتے ہیں جو عقل وفکر اور تجربہ کی بنا پر اختیار کرنا ممکن ہیں سیدنا یعقوب علیہ السلام نے جو کچھ بھی کہا اور سوچا وہ سب اللہ کے عطا کردہ علم کے باعث تھا۔

سیدنا یوسف علیہ السلام کی بھائی سے ملاقات کے خوشگوار لمحات اور تدبیر ربانی

(آیات ۶۹-۷۹) یہ سب جب یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس الگ بٹھا لیا اور کہا: میں تیرا بھائی یوسف ہوں، پس یہ جو کچھ کرتے رہے اس کا کچھ غم نہ کر، پھر جب انہیں ان کا سامان اسباب تیار کر دیا تو اپنے بھائی کے سامان میں اپنا پیالہ رکھ دیا، پھر ایک آواز دینے والے نے پکار کر کہا: اے قافلے والو! تم لوگ تو چور ہو۔ انہوں نے پلٹ کر پوچھا: تمہاری کیا چیز گم ہوگئی ہے؟ جواب دیا کہ شاہی پیمانہ گم ہے جو اسے لے آئے اسے ایک اونٹ کے بوجھ کا غلہ ملے گا اس وعدے کا میں ضامن ہوں، انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! تم کو خوب علم ہے کہ ہم ملک میں فساد پھیلانے کے لیے نہیں آئے اور نہ ہم چور ہیں۔ انہوں نے کہا: اچھا چور کی کیا سزا ہے اگر تم جھوٹے رہے؟ جواب دیا کہ اس کی سزا یہی ہے کہ جس کے اسباب میں سے پایا جائے وہی اس کا بدلہ ہے، ہمارے ہاں ظالموں کی یہی سزا ہے۔ پس یوسف (علیہ السلام) نے ان کے سامان کی تلاش شروع کی اپنے بھائی کے سامان کی تلاشی سے پہلے، پھر اس پیمانہ کو اپنے بھائی کے سامان سے نکال لیا۔ ہم نے یوسف (علیہ السلام) کے لیے اسی طرح یہ تدبیر کی، کیونکہ اس بادشاہ کے قانون کی رُو سے یہ اپنے بھائی کو رکھ نہیں سکتا تھا اِلا کہ اللہ کو منظور ہو۔ ہم جس کے چاہیں درجے بلند کر دیں، ہر ذی علم سے بڑھ کر علم والا ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا: اگر اس نے چوری کی تو کیا ہوا، اس کا بھائی بھی پہلے چوری کر چکا ہے، سیدنا یوسف (علیہ السلام) نے یہ بات اپنے دل میں چھپائی اور ان کے سامنے بالکل ظاہر نہ کیا کہا کہ تم بڑے برے لوگ ہو اور جو تم بیان کرتے ہو اسے اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ انہوں نے کہا: اے عزیز مصر! اس کا باپ بڑا بوڑھا ہے، آپ اس کے بدلے ہم میں سے کسی کو لے لیجیے ہم دیکھتے ہیں کہ آپ بڑے نیک نفس ہیں۔ یوسف (علیہ السلام) نے کہا: ہم نے جس کے پاس اپنا مال پایا ہے اس کے سوا دوسرے کو پکڑنے سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، ایسا کرنے سے تو ہم ظالم ہو جائیں گے۔

چونکہ برادران یوسف کو اپنی بے گناہی کا پورا یقین تھا اس لیے انہوں نے بے سوچے سمجھے یہ سزا از خود تجویز کر دی جو اسرائیلی شریعت کے مطابق تھی، چنانچہ ان کی اپنی تجویز کردہ سزا مان لینے کے بعد ان کے اونٹوں کی تلاشی لی جانے لگی پہلے سارے بھائیوں کے سامان کی تلاشی لی گئی، پھر بنیامین کے سامان کو کھولا گیا تو اس سے پیمانہ نکل آیا۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی کارسازی پر شکر ادا کیا کہ اب بھائی کی ان کے ہاں رہنے کی صورت نکل آئی، کیونکہ انہوں نے تو اپنی نشانی کے طور پر شاہی پیمانہ بھائی کے سامان میں رکھا تھا، لیکن اللہ نے اسے یہاں رکھنے کا سبب بنا دیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ﴾ کہنے لگے: اگر اس نے چوری کی ہے تو اس سے پہلے اس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی اس نئی افتاد کے لیے یہ لوگ بالکل تیار نہ تھے اور تو کچھ کر نہ سکے بنیامین پر ہی سارا بوجھ ڈال دیا اور ساتھ ہی سیدنا یوسف علیہ السلام کے بارے میں ان کے دلوں میں حسد کی دبی ہوئی آگ پھر بھڑک اٹھی اور انہوں نے دونوں بھائیوں پر بیک جنبش جھوٹا الزام لگا دیا کہ اگر بنیامین نے چوری کر لی ہے تو کوئی انوکھی بات نہیں ہوئی، اس سے پہلے اس کا حقیقی بھائی یوسف بھی اس قسم کی حرکت کر چکا ہے۔ جس سے بتانا یہ مقصود تھا کہ یہ ہمارا سگا بھائی نہیں ہے۔ اگر اس نے چوری کر لی ہے تو ہمارا اس میں کوئی دوش نہیں ہے جبکہ برادران یوسف کی یہ بات بالکل جھوٹی تھی۔

سیدنا یوسف علیہ السلام کا کمال صبر وضبط

سیدنا یوسف علیہ السلام نے یہ دیکھنے کے باوجود بھی کہ ان لوگوں نے اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود میرے بارے میں جھوٹ بولنے سے گریز نہیں کیا۔ صبر وضبط سے کام لیا اور راز فاش نہ کیا اور دل میں کہا: تمہارے لیے یہ جگہ بہت بری ہے کہ تم ایسا جھوٹا الزام لگا رہے ہو بلکہ الزام نہیں بہتان لگا رہے ہو اللہ بہتر جانتا ہے۔

اللہ اللہ! کمال ضبط ہے پیغمبر کا، ایک خود مختار حکمران ہونے کے باوجود دشمنوں کی بہتان تراشی اور کھلے جھوٹ پر بھی بے قابو نہیں ہوئے۔

سیدنا یوسف علیہ السلام کے یہ الفاظ قابل غور ہیں کہ ''جس کے پاس سے ہم نے اپنا مال پایا ہے'' یہ نہیں کہا: کہ جو چور ہے کیونکہ بنیامین چور نہ تھے اور نہ یہ لفظ ان پر صادق آتا تھا اسی لیے سیدنا یوسف علیہ السلام نے بھی بھائیوں ہی کا لفظ ان پر پلٹ دیا۔

جب یہ خبر سیدنا یعقوب علیہ السلام کو ملی

(آیت ۸۰ - ۸۷) چنانچہ مشورے کے مطابق وہ کنعان آئے اور سیدنا یعقوب رضی اللہ عنہ کو بے کم وکاست واقعہ کہہ سنایا۔ قرآن مجید نے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی گفتگو کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے ''تیرے بیٹے نے چوری کی ہے۔'' یوسف علیہ السلام کے ان سوتیلے بھائیوں کی شقاوت کا اندازہ کیجیے کہ ایسے سخت وقت میں بھی بوڑھے باپ کو طعن وتشنیع اور ملامت کرنے سے نہ رکے یہ نہیں کہا: کہ ہمارے بھائی سے غلطی ہوگئی ہے کہا: تیرے چہیتے اور لاڈلے نے چوری کی ہے۔

سیدنا یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: ﴿عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِىْ بِهِمْ جَمِيْعًا﴾ ممکن ہے اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے شاید اسی بنا پر تھا کہ آپ کو بیٹے یوسف علیہ السلام کا خواب یاد تھا، جو اللہ کا ایک وعدہ تھا، جسے بہر حال پورا ہونا تھا یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ کو کوئی اشارہ ہو گیا تھا کہ بنیامین کے اس قصے میں سیدنا یوسف علیہ السلام کی ملاقات کا راز بھی پوشیدہ ہے اسی لیے آخر میں اشارہ فرمایا: میں اللہ کی جانب سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے: ﴿وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

سیدنا یعقوب علیہ السلام کے اللہ پر اعتماد وتوکل کا مظاہرہ دیکھیے اپنے مولیٰ کے حضور میں اظہار درد وغم کر کے ظاہری تدبیر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور سیدنا یوسف علیہ السلام اور بنیامین کی تلاشی پر ان کے انہی بھائیوں کو پھر لگا دیتے ہیں انبیائے کرام تو اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی رحمت سے کبھی ناامید نہیں ہوتے۔ اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا کہ سیدنا یعقوب علیہ السلام کو یوسف کی ملاقات اشارہ مل گیا تھا۔ اس لیے انہوں نے غلہ لانے کو نہیں کہا، بلکہ بیٹوں کو سیدنا یوسف علیہ السلام کی تلاش میں جانے کا حکم دیا اور رحمت الٰہی سے مایوسی کو کفر قرار دیا بے شک یہی انبیاء کی شان ہے۔

دربار یوسف میں بھائیوں کی دلدوز فریاد

(آیات ۸۸- ۹۸) پھر جب یہ لوگ سیدنا یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو کہنے لگے: اے عزیز! ہم اور ہمارا خاندان سخت مصیبت میں مبتلا ہے اور ہم تھوڑی سی پونجی لے کر حاضر ہوئے ہیں آپ ہمیں پورا غلہ دیجیے اور ہم پر خیرات کیجیے اللہ خیرات کرنے والوں کو جزا دیتا ہے، یوسف (علیہ السلام) نے کہا: جانتے ہو کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا جب تم نادان تھے؟ بولے: کیا: تم یوسف ہو؟ فرمایا: ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اللہ نے ہم پر فضل کیا۔ بات یہ ہے کہ جو بھی پرہیز گاری اور صبر کرے تو اللہ کسی نیکوکار کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ وہ بولے! اللہ کی قسم! اللہ نے تجھے ہم پر برتری دی ہے اور یہ بھی بالکل سچ ہے کہ ہم خطا کار ہیں۔ فرمایا: آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمہیں بخشے، وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے اور میرا یہ قمیص تم لے جاؤ اور اسے میرے ابا کے چہرے پر ڈال دو، ان کی بینائی لوٹ آئے گی اور تم اپنے تمام خاندان کو میرے پاس لے آؤ پھر جب یہ قافلہ مصر سے نکلا تو ان کے باپ نے کہا: مجھے تو یوسف کی خوشبو آ رہی ہے اگر تم مجھے سٹھیایا ہوا قرار نہ دو تو وہ کہنے لگے کہ واللہ آپ اپنے اس خبط میں مبتلا ہیں، لیکن جب خوشخبری دینے والا آیا اور اس نے ان کے چہرے پر وہ قمیص ڈالا تو اسی وقت وہ پھر سے بینا ہو گئے فرمایا: کیا میں تم سے نہ کہا کرتا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے وہ بولے: ابا جی! آپ ہمارے لیے گناہوں کی بخشش طلب کیجیے، بیشک ہم قصوروار ہیں۔ فرمایا: اچھا میں جلد ہی تمہارے لیے اپنے رب سے بخشش مانگوں گا، وہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

قرآن کا ایک پرسوز مقام

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کا یہ مقام ایسا ہے کہ جسے پڑھ کر پتھر سے پتھر دل بھی موم ہو جاتا ہے۔ خاندان نبوت دربار یوسف میں کس الحاح وزاری سے عرض ومعروض کر رہا ہے انہیں اپنے باپ کے دکھ وکرب کا تذکرہ کرنا یاد نہیں، بچھڑے بھائی کی واپسی کی طلب نہیں، باپ کے ساتھ کیے گئے عہد وپیمان کا احساس نہیں خواہش ہے تو صرف یہ کہ ہمارے اونٹ غلے سے لاد دو۔

یہ بھائیوں کی خود غرضی اور سنگدلی کا کرشمہ ہو بھی ہو سکتا ہے، لیکن قحط سالی اور فقر و فاقہ کی مصیبتیں بھی کم نہیں ہوتیں، محتاجی انسان کی اکڑی ہوئی گردن کو کیسے جھکا دیتی ہے۔

﴿اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ...﴾ علماء نے لکھا ہے کہ ہر معصیت جہالت کی وجہ سے سرزد ہوتی ہے۔ اگر جہالت نہ ہو تو انسان گناہ کرے ہی کیوں؟ گناہگار انسان کو اپنے گناہ کے جواز کے لیے کوئی نہ کوئی بہانہ سوجھ جاتا ہے۔ یہ بھی تو جہالت ہی ہوتی ہے کہ کوئی بات نہیں، ابھی توبہ کے لیے بڑا وقت پڑا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ علم غیب اور انبیائے کرام علیہم السلام

یہاں ایک بات قابل توجہ ہے کہ ابھی قافلہ سیدنا یوسف علیہ السلام کا قمیص لے کر مصر سے چلا اور ادھر سینکڑوں میل کے فاصلے پر سیدنا یعقوب علیہ السلام اس کی مہک پالیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کی یہ خاصیتیں اللہ کی بخشش کا خاص نتیجہ تھیں اور اللہ تعالیٰ جب اور جس قدر چاہتا ہے، انہیں کام کرنے کا موقع دیتا تھا، دوسری طرف حالت یہ ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کنعان کے کنوئیں میں رات بھر پڑے رہے، بعض روایات کے مطابق تین راتیں کنوئیں میں رہے، قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے یہی قول لکھا ہے۔ اس کے علاوہ برسوں مصر رہے سیدنا یعقوب علیہ السلام کو ان کی کبھی خوشبو نہ آئی، مگر اب یکا یک قوت ادراک کی تیزی کا یہ عالم ہو گیا کہ ابھی ان کا قمیص مصر سے چلا ہے جو دس دن کی مسافت کے بقدر دور تھا اور وہاں ان کی مہک آنا شروع ہو گئی۔

باپ بیٹا کی ملاقات اور شامِ غم کا اختتام

(آیات ۸۸- ۱۰۰) جب یہ سب لوگ سیدنا یوسف علیہ السلام کے ہاں مصر کی سرحد پر پہنچے تو سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا: آپ سب مصر میں داخل ہو جائیں، جہاں اللہ کے فضل سے آپ خیر و عافیت سے رہیں گے اور اس نے والدین کو اپنے پاس تخت پر بٹھایا اور سب نے اس کو جھک کر تعظیم دی۔ تب یوسف (علیہ السلام) نے کہا: ابا جی! یہ ہے تعبیر میرے بچپن کے خواب کی، جسے میرے رب نے سچا کر دکھایا، اس نے میرے ساتھ بڑا احسان کیا، مجھے جیل سے نکالا اور آپ سب کو گاؤں سے لے آیا، اس کے بعد کہ شیطان میرے اور میرے بھائیوں میں فساد ڈال چکا تھا۔ میرا رب جس بات کو چاہے آسان کر دے، اور وہ بہت علم و حکمت والا ہے۔

سیدنا یعقوب علیہ السلام اپنا سارا خاندان لے کر مصر روانہ ہو گئے۔ اس وقت ان کا گھرانا ستر افراد پر مشتمل تھا جس میں آپ کے بیٹے بہوئیں اور ان کی اولادیں تھیں۔ جب سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے والد اور خاندان کی آمد کی خبر سنی تو استقبال کے لیے خوب تیاریاں کیں۔ مصر کی سرحد پر جا کر ان کا بڑا گرمجوشی سے استقبال کیا۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے مدت دراز سے بچھڑے ہوئے لخت جگر کو دیکھا تو سینے سے چمٹا لیا اور اسے گلے سے لپٹا لیا، پھر دیر تک روتے رہے۔

باپ بیٹے کی یہ ملاقات پورے ۱۶ برس بعد ہوئی، سیدنا یعقوب علیہ السلام کی عمر اس وقت ایک سو تیس سال تھی اور اس کے بعد سترہ سال آپ مزید زندہ رہے۔ جب یہ مسرت افزا ملاقات ہو چکی تو سیدنا یوسف علیہ السلام نے والد سے عرض کیا کہ اب آپ عزت و احترام اور امن و حفاظت کے ساتھ شہر میں تشریف لے چلیں۔

آج مصر تو وہی ہے مگر......؟

سیدنا یوسف علیہ السلام کا یہ جملہ: ﴿ادْخُلُوا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ﴾ آج بھی قاہرہ ایئرپورٹ پر ایک بینر کی شکل میں آویزاں ہے! مگر صدر ناصر کے دور سے بالخصوص استعمار و الحاد کی نمائندہ مصری حکومت نے مصر کا یوسفی امتیاز ختم کر کے فرعونیت سے اپنا ناطہ جوڑ رکھا ہے اور اس پر انہیں فخر بھی ہے۔ اس لیے اب یہ مصر پیروکاران یوسف علیہ السلام کے لیے جائے امن نہیں رہا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نومبر ۱۹۹۳ کی ایک شب جب راقم جامعہ الازہر اور مصر دیکھنے کی غرض سے قاہرہ ائرپورٹ پر اترا تو امیگریشن والوں نے مجھے مصر میں داخل ہونے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا اور کافی ردوکد کے بعد وجہ بتائی کہ تم فنڈامینٹل لگتے ہو! کیونکہ تم نے ڈاڑھی رکھی ہوئی ہے اور نماز کی امامت بھی کراتے ہو (جب امیگریشن افسر پاسپورٹ چیک کرنے آیا تھا تو میں ائیرپورٹ لاؤنج میں دیگر مسافروں کو نماز پڑھا رہا تھا)

رقیبوں نے رپٹ لکھائی جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے اللہ کا اس زمانے میں

یاد رہے کہ یہ ان سنہرے دنوں کی بات ہے جب ہمیں اس لقب پر فخر ہوا کرتا تھا کہ ہم بنیاد پرست ہیں، کیونکہ ابھی ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ کا منحوس واقعہ وقوع پذیر نہیں ہوا تھا اور اس وقت مسلمانوں کو صرف بنیاد پرست (Fundamental) کہنے پر گزارہ کیا جاتا تھا مگر اس حادثے کے بعد جو سراسر یہودی منصوبے کا نتیجہ تھا مسلمان کا مطلب بنیاد پرست نہیں رہا بلکہ دہشت گرد (Terrorist) ہو گیا ہے۔ مسلمانوں کی کمزوری نے انہیں اس قدر ذلیل و رسوا کر کے رکھ دیا ہے کہ دہشت گردوں کے سامنے سر بھی نہیں اٹھا سکتے بلکہ ان سے نظر تک نہیں ملا سکتے، کیونکہ انھوں نے بحیثیت مجموعی اللہ کے حکم: ﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾ کی نافرمانی کی اور دشمن کے مقابلے میں ایٹمی قوت نہ بنے اور نہ گھوڑے تیار رکھے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بے پناہ مالی و مادی وسائل عطا کر رکھے تھے جن سے انہوں نے سنگ وخشت کی عمارتیں بنائیں اور باقی ماندہ رقم یورپین بنکوں میں جمع کرا دی اور آج نتیجہ سامنے ہے۔

ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

حسن خاتمہ کی دعا سیرت یوسف علیہ السلام کا شاندار پہلو

(آیت ۱۰۱) یوسف نے عرض کی: اے میرے رب! تو نے مجھے ایک سلطنت بخشی اور مجھے خواب کی تعبیر سکھلائی اے آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے! تو ہی دنیا و آخرت میں میرا کارساز ہے، میرا خاتمہ اسلام پر فرما اور میرا حشر صالحین کے ساتھ کر۔

سیدنا یوسف علیہ السلام کا اعتراف نعمت اور حسن خاتمہ کی دعا کرنا آپ کی سیرتِ پاک کا اہم ترین مقام ہے، عظمت و کامرانی کے اتنے اونچے منصب پر پہنچ جانے کے باوجود ان کے دل میں یہی آرزو جنم لیتی ہے کہ اطاعت حق تعالیٰ پر ان کا خاتمہ ہو اور ان لوگوں کی رفاقت نصیب ہو جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے صالح بندے ہیں بلاشبہ انجام بخیر کی دعا کرتے رہنا چاہیے کہ دنیا میں حالات اوپر نیچے ہوتے رہتے ہیں، لیکن اصل کامرانی حسن خاتمہ ہی ہے۔

ان چند فقروں سے ان کی سیرت کیسے نکھر کر سامنے آتی ہے؟ ایک نوجوان اپنے ہی باپ جائے بھائیوں کے ہاتھوں اغوا ہو کر کنوئیں میں دھکیل دیا جاتا ہے، پھر فروخت ہوتا ہے، گناہ سے بچنے کے جرم میں جیل میں ڈال دیا جاتا ہے، آٹھ دس سال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعد اپنے علم وفہم، وسعت ظرفی، حلیمی اور ہمدردی کے جذبات کے باعث جیل سے رہا ہوجاتا ہے اور فوراً ہی تخت مصر کا مالک بن جاتا ہے قحط کی وجہ سے بھائی غلہ لینے کے لیے آجاتے ہیں، دو تین بحرانوں کے بعد راز افشا ہوجاتا ہے اور ۱۶ سال بعد باپ سے ملاقات ہوجاتی ہے۔ اب جبکہ سارا خاندان اور ملک مصر ان کے سامنے تعظیم بجالا رہا ہے، اس وقت عام لوگ ڈینگیں مارنا شروع کر دیتے ہیں، شیخی بھگارتے، فخر جتاتے، پرانے نامہربانوں سے شکوے کرتے اور انہیں طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے ہیں، لیکن اللہ کو ماننے والے انسان کا یہ کردار ہے جو سیدنا یوسف علیہ السلام نے پیش کیا۔ وہ اپنے اقبال کی بلندی کو اللہ کا احسان باور کرتے ہیں جان کے دشمنوں پر کوئی احسان نہیں جتاتے بلکہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے شیطان کی لگائی ہوئی آگ کو بجھا دیا اور اس کی چالوں کو ناکام بنا دیا جو میرے اور بھائیوں کے درمیان دوری پڑ گئی تھی وہ شیطان نے ڈالی تھی، اس میں بھی اللہ نے میرے لیے خیر پوشیدہ کر رکھی تھی یعنی بظاہر شر کو خیر میں بدل دیا گیا۔ اس کے بعد خود اللہ کے سامنے دعا کی کہ تو ہی میرا دستگیر ہے، تو نے ہی مجھے یہ عظمتیں بخشیں، جب تک زندہ رکھے ایمان پر رکھنا اور اپنے پسندیدہ طریقۂ اسلام پر ہی موت دینا اور موت کے بعد اپنے صالح بندوں میں شامل کرنا۔

یہ غیب کی خبریں ہیں

(آیات ۱۰۲، ۱۱۱) یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جسے ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں، آپ ان کے پاس نہ تھے جب برادران یوسف نے آپس میں اتفاق کر کے سازش کی تھی اور اکثر لوگ آپ کی چاہت کے باوجود ایمان نہ لائیں گے اور آپ ان سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتے یہ تو ایک نصیحت تمام جہان والوں کے لیے اور کتنی ہی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں جن سے یہ لوگ گزر جاتے ہیں مگر بے خبر رہتے ہیں۔ ان میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن مشرک ہیں کیا وہ اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان کو اللہ کے عذاب کی کوئی آفت آدبوچے یا ان پر اچانک قیامت کی گھڑی ٹوٹ پڑے اور وہ بے خبر ہی ہوں آپ فرما دیجیے: یہ ہے میرا راستہ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں پوری بصیرت کے ساتھ میں اور میرے فرماں بردار پیروکار، اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں۔ آپ سے پہلے جتنے رسول بھی ہم نے بھیجے وہ سب مرد انسان ہی تھے اور اپنی بستیوں میں سے تھے، ان کی طرف ہم نے وحی نازل فرمائی۔ کیا ان نافرمانوں نے زمین میں چل پھر کر دیکھا نہیں کہ ان سے پہلے کے لوگوں کا کیسا کچھ انجام ہوا؟ یقیناً آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لیے بہت ہی بہتر ہے کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے۔ یہاں تک کہ جب رسول لوگوں سے مایوس ہو گئے اور لوگوں نے بھی سمجھ لیا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا، پھر یکایک ہماری مدد رسولوں کے پاس پہنچ گئی، پھر ہم جسے چاہتے ہیں بچا لیتے ہیں اور مجرم قوم سے تو ہمارا عذاب ٹالا نہیں جاسکتا۔ ان کے بیان میں عقل والوں کے لیے یقیناً نصیحت اور عبرت ہے، یہ قرآن جھوٹ بنائی ہوئی بات نہیں بلکہ یہ تصدیق ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے ہیں اور ہر چیز کی تفصیل ہے اور ایمان والوں کے لیے ہدایت ورحمت ہے۔

چونکہ یہ سورت یہود کے بتائے ہوئے ایک سوال ''بنی اسرائیل کا اصل وطن تو فلسطین تھا یہ مصر کیسے جا پہنچے؟'' کے جواب میں اتری تھی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ جب ان کا ٹھیک ٹھیک جواب نازل کر دیا گیا تو وہ ایمان لے آتے، لیکن انہوں نے اعراض و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انکار کی پرانی روش اختیار کیے رکھی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا کہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے یہ سب کی سب غیب کی خبریں ہیں! ظاہر ہے ایک تو یہ واقعہ دو ہزار سال پہلے کا ہے! دوسرا عرب میں دیگر داستانوں کی طرح یہ واقعہ ہرگز معروف نہ تھا سوائے یہود اہل کتاب کے اسے کوئی نہیں جانتا تھا خود ان کے ہاں جو داستان موجود تھی اس میں بہت سی افسانہ سازی کی گئی تھی اس لیے یہود نے آزمائش کے لیے یہ سوال کیا تھا۔ ارشاد ہوا: اے نبی! نہ تو آپ اس وقت وہاں موجود تھے جب برادران یوسف مکر اور سازشوں میں مصروف تھے اور نہ ہماری وحی کے علاوہ کوئی ذریعۂ معلومات آپ کے پاس ہے جس سے آپ ان حقیقتوں کو بیان کریں، اگرچہ مخالفین لاجواب بھی ہو جائیں، مگر ان کی اکثریت ایمان سے محروم ہی رہے گی، خواہ آپ کتنی ہی خواہش رکھیں۔

اس ارشاد کا مقصد نبی کریم ﷺ کو تسلی و تشفی دینا ہے کہ آپ ان کے اعراض و انکار سے ہرگز دلبرداشتہ نہ ہوں، آپ کا فرض منصبی پورا ہو چکا۔ آگے ان کا نصیب، لہٰذا آپ غم نہ کھائیں۔ ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں پھر فرمایا: آپ ان سے کوئی معاوضہ بھی نہیں مانگ رہے ہیں اور وہ چیز انہیں دے رہے ہیں جو جہان والوں کے لیے نصیحت ہے، خیر خواہی ہے۔

﴿وَمَا تَسْـَٔـلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ کہ یہ تو ایک حقیقت ہے جسے یہ لوگ مان نہیں رہے یہاں ہم نے تو زمین و آسمان میں سمجھنے والوں کے لیے بے شمار نشانیاں رکھ دی ہیں، جنہیں دن رات یہ لوگ دیکھ رہے ہیں، لیکن ایمان نہیں لاتے بلکہ اکثر لوگ اللہ کو مانتے ہیں مگر اللہ کے ساتھ شرک بھی کرتے ہیں: ﴿وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ﴾

یہ لوگ اس انتظار میں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب کسی بڑی شکل میں انہیں دبوچ لے یا بے خبری میں قیامت کی گھڑی ان پر ٹوٹ پڑے۔ ﴿اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ بے شمار لوگ جو اللہ کو مانتے ہیں، وہ بھی شرک میں مبتلا ہیں اور شرک کرنے والے بعض لوگ یہ جانتے ہی نہیں ہیں۔ وہ کہہ دیتے ہیں کہ بھلا ایک مسلمان شرک کیسے کر سکتا ہے؟ حالانکہ شرک کی مذمت زیادہ تر اہل اسلام ہی کو اس خطرے سے بچانے کے لیے ہے۔ آج قبروں، آستانوں اور مزاروں پر کیا ہو رہا ہے؟ غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز کا رواج عام ہے، لوگ یا اللہ کے ساتھ یا رسول اللہ، یا علی، یا حسین، یا شیخ عبدالقادر جیلانی، لعل شہباز قلندر وغیرہ کو پکار رہے ہیں اور غیر اللہ کے نام کے کڑے پہنتے ہیں...... اور شرک کی یہ قسمیں عام ہونے کے باوجود اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ مسلمان شرک نہیں کر سکتا۔ اب اگر ان حرکات کا نام شرک نہیں ہے جن میں عام طور پر بیشتر مسلمان مبتلا ہیں تو پھر شرک کس کا نام ہے؟

عقیدۂ توحید عقل و بصیرت کا حامل ہے

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ﴾ یعنی آپ ان کے اعراض و انکار کو نہ دیکھیں بلکہ صاف صاف کہہ دیں کہ تم جس دین کی پیروی کرتے ہو، وہ آباء کی اندھی تقلید کا نتیجہ ہے، لیکن میں اور میرے پیروکار جس چیز کی طرف دعوت دے رہے ہیں توحید کی طرف تو وہ ایک جانی بوجھی حقیقت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ کا طریقہ کون سا ہے؟

یہ بات تو طے ہے کہ سبیل الرسول وہی ہے جس میں آپ کی اطاعت اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت بے غل وغش پائی جائے، یہ راستہ صراط مستقیم ہے، تقلید و تقسیم کا اس راستے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ کا راستہ کون سا ہے فرمایا: «مَا أَنَا عَلَيْهِ وَ أَصْحَابِیْ» ① ''جس پر میں اور میرے اصحاب چلیں۔'' ظاہر ہے اس وقت موجودہ تقلیدی مذاہب تو پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اس وقت تو ایک ہی راستہ، طریقہ اور مذہب تھا ماانا علیہ و اصحابی والا اور ظاہر ہے یہی آج کے دور میں صرف ایک ہی جماعت کا نصب العین ہے۔ بھلے سے لوگ کوئی الٹ سیدھ نام دیں حقیقت اپنی جگہ یہی ہے یہ لوگ ہمیشہ سے رہے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے اور ان کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے والے ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «لاتزال طائفة من امتی منصورین علی الحق لا یضرهم من خذلهم حتی تقوم الساعة» قال ابن المدینی هم اصحاب الحدیث ''ایک گروہ میری امت کا ہمیشہ حق پر رہے گا جو ان کی مخالفت کرے گا وہ ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔'' اور امام ابن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ گروہ اہل الحدیث کا ہے۔② شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں واضح کیا کہ آج کے تقلیدی مذاہب چوتھی صدی ہجری کی پیداوار ہیں۔ ورنہ اس دور تک لوگ کتاب وسنت کو ہی رہنما مانتے تھے اور کسی ایک مذہب معین کو قابل اتباع نہ جانتے تھے:③

صراط مستقیم کے بارے میں ایک غلط فہمی

عام طور پر یہ بات لوگوں کے ذہنوں میں بٹھائی جا چکی ہے کہ اجتہاد کا دروازہ تو بند ہو چکا ہے اور حق صرف چند فقہی مذاہب تک محدود ہے، ان میں سے کسی ایک کو اپنانا واجب ہے ان معینہ فقہی مذاہب کے علاوہ کوئی اور راستہ اختیار کرنا، خاص طور پر قرآن و حدیث پر براہ راست عمل کرنا نعوذ باللہ گمراہی اور خواہشات کی پیروی کرنا ہے یہ دعویٰ کوئی معمولی دعویٰ نہیں ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو اسے مانے بغیر چارہ نہیں ہے اور اس وقت تک کوئی آدمی مسلمان ہو ہی نہیں سکتا، جب تک اسے دل و جان سے تسلیم نہ کرے، لیکن ذرا ٹھہریئے سب سے پہلے ہمیں دیکھنا چاہیے کہ کیا اتنی بڑی بات، اتنا اہم اصول اور دین کا اتنا بڑا ستون کہیں قرآن و حدیث سے ثابت بھی ہے یا محض اختراع ہے؟ اس لحاظ سے جب ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ بات قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث ہی سے، بلکہ قرآن و حدیث میں تو ہمیں اس کے برعکس تعلیمات ملتی ہیں۔

مسلمانوں کو ایک ہونے کی قرآنی دعوت

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک ہونے کا حکم دیا کہ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں اور فرقے نہ بنیں: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ بلکہ فرقوں سے بچنے کا سختی سے حکم دیا گیا اور یہاں تک کہا گیا کہ جو لوگ فرقہ بندی

---

① سنن الترمذی: ۲٦٤١؛ صحیح الجامع: ۵۳٤۳۔ ② سنن الترمذی: ۲۱۹۲۔
③ حجة الله البالغه: ۱/ ۲٦۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں مبتلا ہیں، نبی کریم ﷺ کا ان کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہے ان کے ساتھ تو اللہ ہی نمٹے گا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ۭ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾

نبی کریم ﷺ نے جو آخری وصیت امت کو فرمائی، اس میں ہر قسم کی گروہ بندی کو گمراہی بتا کر واضح کیا گیا کہ حق کا راستہ، سچائیوں کا راستہ صرف ایک ہے، یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو مضبوطی سے تھامے رکھنا حدیث مبارکہ ہے:

«تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّتِي» ①

بلکہ حدیث میں تو فرقوں کو چار ٹیڑھے میڑھے راستوں سے تشبیہ دی گئی ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ ان کو چھوڑ کر صرف میرے راستے پر چلو کہ جیسا کہ ابن ماجہ میں ہے: عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَخَطَّ خَطًّا وَخَطَّ خَطَّيْنِ عَنْ يَمِينِهِ وَخَطَّ خَطَّيْنِ عَنْ يَسَارِهِ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ فِي الْخَطِّ الْأَوْسَطِ فَقَالَ: «هٰذَا سَبِيلُ اللّٰهِ» ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ ﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾ نبی کریم ﷺ نے ایک مجلس میں زمین پر ایک لکیر سیدھی کھینچی اور اس کے دائیں بائیں دو دو لکیریں کھینچیں اور پھر درمیان والی لکیر پر انگلی رکھ کر فرمایا: یہ اللہ کا سیدھا راستہ ہے۔" پھر اس آیت کی تلاوت کی: "بے شک یہ میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے، اسی کے پیچھے چلو اور اس کے علاوہ دوسرے راستوں کے پیچھے مت چلو، کیونکہ یہ راستے تمھیں راہ حق سے دور کر دیں گے۔" ②

ان تصریحات سے ثابت ہوا کہ سیدھا راستہ صرف کتاب وسنت کا راستہ ہے باقی سب ٹیڑھے میڑھے راستے ہیں۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ ...﴾ کفار و معاندین کی اس کٹ حجتی کا جواب دیا جا رہا ہے کہ ان کے لیے آپ کو نبی ماننا اس لیے بھی مشکل محسوس ہوتا ہے کہ کل تک جو شخص ان کے اندر پیدا ہوا، پلا بڑھا۔ اس کے بارے میں کیسے باور کر لیا جائے کہ یکا یک وہ اللہ کی طرف سے رسول مقرر ہو گیا ہے۔ حالانکہ یہ کوئی انوکھی یا انہونی بات نہیں ہے آپ سے پہلے جتنے رسول بھی ہم نے بھیجے وہ سب انسان ہی تھے اور انہی بستیوں کے رہنے والوں میں سے تھے اور ان کی طرف بھی ہم اس طرح وحی بھیجتے رہے۔ سیدنا عیسیٰ، موسیٰ، ابراہیم اور نوح علیہم السلام آخر کون تھے اب تم خود ہی سوچ لو کہ ان کی تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔ کیا یہ لوگ زمین پر چلتے پھرتے نہیں، اپنے تجارتی سفروں میں عاد و ثمود، مدین اور قوم لوط وغیرہ کی تباہ شدہ بستیاں انھیں نظر نہیں آتیں؟ ان کا انجام یہی پیغام دے رہا ہے کہ یقیناً آخرت کا گھر ان کے لیے زیادہ بہتر ہے جنھوں نے رسولوں کی بات مان کر تقویٰ کی روش اختیار کی۔ کیا اب بھی تم لوگ نہیں سمجھو گے: ﴿وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾

انبیاء علیہم السلام کی نصرت سخت آزمائش کے بعد کی گئی

﴿حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا ...﴾ نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ پہلے رسولوں کے ساتھ بھی یہی ہوتا رہا ہے کہ وہ مدتوں نصیحت کرتے رہے اور لوگوں نے ان کی بات نہ مانی یہاں تک کہ رسول لوگوں کی

① موطا امام مالک: ۶۷۸۔ ② سنن ابن ماجہ: ۱۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہدایت سے مایوس ہو گئے اور لوگوں نے بھی سمجھ لیا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا ہے، پھر یکایک ہماری مدد رسولوں کے پاس پہنچ گئی۔ یہی ہمارا طریق کار ہے، اس لیے امید کا دامن نہ چھوڑیئے اور اپنے فریضۂ تبلیغ کو بہر صورت ادا کرتے رہیے۔

قصص میں عبرتوں کے پہلو

﴿لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ...﴾ قرآن کے مخاطبین منکرین و مومنین ہر دو سے کہا جارہا ہے کہ گزرے لوگوں کے قصوں میں عبرت ہے، ہوش و خرد رکھنے والوں کے لیے جو کچھ قرآن میں بیان کیا جارہا ہے یہ گھڑی ہوئی باتیں نہیں ہیں بلکہ جو کتابیں اس سے پہلے آئی ہوئی ہیں یہ انہی کی تصدیق کرتا ہے اور اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے۔

نوٹ: تفسیر سورۂ یوسف۔ اس موضوع پر راقم کی ایک مفصل کتاب بعنوان ''حسن و جمال کا چاند'' موجود ہے۔ یہاں ہم نے تفصیلات نہیں لکھیں، بلکہ صرف ضروری چیزیں شامل کی ہیں بہت سے چیزیں جو یہاں موجود نہیں اُس کتاب میں شامل ہیں بلکہ اصل کتاب میں ان کی ایمان افروز تفصیل موجود ہے۔ قارئین اسے ضرور ملاحظہ فرمالیں۔

سُوْرَةُ الرَّعْدِ

سورۂ رعد مدنی ہے اور اس میں تینتالیس آیات اور چھ رکوع ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت اور مرکزی مضمون

آیت ۱۳ کے فقرے ﴿وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ﴾ کے لفظ الرعد کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے، یعنی وہ سورت جس میں رعد کا ذکر آیا ہے۔

یہ سورت سابقہ سورۂ یوسف ہی کی مثنی ہے دونوں کا عمود ایک ہی ہے سورۂ یوسف میں اس چیز کو نمایاں کیا گیا تھا کہ نزول قرآن کی وجہ سے حق و باطل کے درمیان برپا کشمکش میں اہل حق ہی کامیاب ہونے والے ہیں، یہی چیز اس سورت میں بھی مرکزی مضمون کی حیثیت رکھتی ہے۔ البتہ دونوں سورتوں میں طریق استدلال الگ الگ ہے۔ سورۂ یوسف میں سیدنا یوسف علیہ السلام کی زندگی کے حالات و واقعات سے اس حقیقت کو اجاگر کیا گیا ہے اور اس سورت میں عقل و فطرت کے دلائل سے مثلاً: ﴿فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۖ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ﴾ کہ جھاگ جلد بیٹھ جاتی ہے اور جو چیز نفع مند ہوتی ہے وہ باقی رہتی ہے (آیت ۱۷) ﴿أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ﴾ پھر اہل ایمان کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہی لوگ عاقبت یعنی اچھے انجام والے ہیں۔ ساری تقریر اسی مقصد کے گرد گھومتی ہے۔ اس سلسلے میں بار بار مختلف طریقوں سے توحید اور رسالت کی حقانیت ثابت کی گئی ہے اور ان پر ایمان لانے کے اخلاقی اور روحانی فوائد سمجھائے گئے ہیں۔ ان کو نہ ماننے کے نقصانات بتائے گئے ہیں اور یہ ذہن نشین کیا گیا ہے کہ کفر سراسر ایک حماقت اور جہالت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مضامین سورت کا اجمالی تجزیہ

قرآن رب کی طرف سے بھیجا گیا پیغام حق ہے ☆ لوگوں کی اکثریت ایمان نہیں لاتی ☆ دعوت توحید اور اس کے مشاہدات ☆ یوم حشر کا نشور ثابت شدہ ہے جس کا انکار تعجب انگیز ہے ☆ عذاب مانگنے میں جلدی نہ کرو، تمہارا رب معاف کردینے کو پسند کرتا ہے ☆ ہر قوم کی ہدایت کے لیے ہادی آئے ☆ اللہ ہر ظاہر و باطن چیز سے واقف ہے ☆ جو قوم اپنی حالت نہیں بدلتی اللہ بھی اس کی حالت نہیں بدلتا ☆ (رعد) کڑک پر مامور فرشتے اور دیگر تمام فرشتے اللہ سے ڈرتے ہیں ☆ مشرکین سراب کے پیچھے بھاگتے ہیں ☆ نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ ہے ☆ مشرک و موحد انجام میں برابر نہیں ہو سکتے ☆ نفع مند چیز باقی رہتی ہے اور غیر نافع مٹ جاتی ہے، گویا حق و باطل کی کشمکش میں صرف نافع چیز ہی باقی رہے گی ☆ جہنمی لوگ زمین بھر دولت دے کر بھی نہیں چھوٹ سکتے ☆ حقیقی عقلمند صرف پابند صوم وصلوٰۃ اہل ایمان ہیں ان کی سیرت کی ایک جھلک ☆ جنت میں جذبات کا لحاظ رکھا جائے گا ☆ اللہ کی طرف سے اہل جنت کی تحسین ☆ اللہ کے عہد کو توڑنے والے فسادی ہیں ☆ متاع دنیا قلیل اور جنت کی نعمتیں ابدی ہیں ☆ اطمینان قلب صرف ذکر الٰہی میں ہے ☆ جنھوں نے نہیں ماننا وہ کوئی معجزہ دیکھ کر بھی نہیں مان سکتے ☆ تمام رسولوں کی تکذیب کی گئی، پھر ہماری پکڑ نے ان تمام مکذبین کو ملیامیٹ کردیا ☆ اہل کتاب کے صالحین کا قرآنی وحی کے بارے میں خوش کن رویہ ☆ تاخیر عذاب میں حکمت یہ ہے کہ مجرموں کے گرد گھیرا تنگ کیا جارہا ہے ☆ قرآن کی دعوتی فتوحات کی پیش گوئی ☆ نبوت محمدی کی صداقت کے لیے اللہ اور اہل علم کی گواہی کافی ہے۔

مضامین سورت کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱ - ۴) ﴿ الٓمّٓرٰ ۟ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝ وَ هُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَ اَنْهٰرًا ؕ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾

پہلی ہی آیت میں فرمایا کہ جو کچھ محمد ﷺ پیش کر رہے ہیں وہی حق ہے، پھر بھی اکثر لوگ اسے نہیں مانتے۔ کائنات کی نشانیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جن سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ یہ پورا کارخانہ ایک ہی مدبر کی تدبیر وحکمت سے چل رہا ہے۔ اس میں ربوبیت کا وسیع نظام ہے جو اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ اس کو بنانے والے نے کوئی کھیل تماشے کے طور پر نہیں بنایا، بلکہ اس کے پیچھے ایک عظیم مقصد ہے جو ظہور میں آکر رہے گا اور اس پورے کارخانے پر ایک ہی خالق و مالک کا ارادہ وتصرف کارفرما ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعث بعد الموت پر تعجب کیوں؟

(آیات ۵ -۶) ﴿وَ اِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ؕ۬ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ...﴾ منکرین قیامت کی اس حیرت پر تعجب کیا جا رہا ہے کہ وہ مرجانے اور سڑ گل جانے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کو نہایت عجیب بات سمجھتے ہیں۔ ان کا یہ تعجب درحقیقت انکار خداوندی کے ہم معنی ہے۔ ان لوگوں کی گردنوں میں طوق پڑے ہوئے ہیں۔ نہ یہ آسمان کی نشانیاں دیکھنے کے لیے اپنی آنکھیں اٹھا سکتے ہیں نہ یہ زمین کی نشانیاں دیکھنے کے لیے ان کو جھکا سکتے ہیں۔ یہ توبہ کی بجائے عذاب کے لیے جلدی مچا رہے ہیں، حالانکہ تاریخ کے اندر ان کے لیے کافی سبق پوشیدہ ہیں۔

قدرت الٰہی کی کارگزاری

(آیات ۷- ۱۳) کفار کی طرف سے کسی عذاب کے مطالبے پر کہا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے اور عذاب کا لانا یا روکنا نبی کا کام نہیں ہے۔ نبی کا فرض صرف لوگوں کو عذاب سے ہوشیار کر دینا ہے۔ اللہ کا یہ بھی طریقہ نہیں کہ وہ کسی قوم کو اپنی نظر عنایت سے یونہی محروم کر دے، جب تک وہ قوم خود اپنی روش بگاڑ نہ لے۔ ہاں جب قوم اپنی روش بگاڑ لیتی ہے تو اللہ کی طرف سے اس پر عذاب آتا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ...﴾ عذاب کی بعض نشانیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو آئے دن لوگوں کے مشاہدے میں آتی رہتی ہیں مثلاً بجلی اور کڑک دمک کی نشانی۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے ایک کڑک سے سب کو فنا کر دے۔ اس کی طاقت کا کوئی اندازہ نہیں ہے۔ کڑک پر متعین فرشتے بھی اس کے خوف سے اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں ﴿وَ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ...﴾

شرک ایک سراب ہے

(آیت ۱۴ -۱۶) شرک ایک سراب کی طرح ہے۔ یہ خیالی شرکا وشفعا کہیں کام آنے والے نہیں ہیں۔ ان کو پکارنا صدا بصحرا ہے۔ اس کائنات کی ہر چیز اپنے وجود سے توحید خداوندی کی شہادت دے رہی ہے۔ جن کی گردنیں اللہ کے سامنے جھکنے سے اکڑی ہوئی ہیں، ان کے جسموں کا سایہ بھی اللہ ہی کے آگے سجدہ ریز ہوتا ہے اور ان کو پکارنے سے کچھ حاصل نہیں جو خود اپنے لیے کسی نفع وضرر پر کوئی اختیار نہیں رکھتے: ﴿قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءَ لَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا...﴾ شرک اللہ کے عدل وحکمت کی نفی ہے۔ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ اکیلا سب کو اپنے کنٹرول میں رکھنے والا ہے۔

نفع بخش چیز ہی باقی رہتی ہے

(آیت ۱۷) کائنات کی بعض نشانیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جن سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اس کا خالق وصانع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہر گوشہ میں نافع اشیا کو باقی رکھتا ہے اور غیر نافع کو چھانٹ کر بے کار بنا دیتا ہے۔ یہ اس بات کی شہادت ہے کہ وہ حق وباطل کی اس کشمکش میں بھی جو نبی کریم ﷺ کی دعوت اور قرآن کے نزول سے برپا ہوئی ہے، باطل (غیر نافع) کو مٹا دے گا اور حق (نافع) کا بول بالا کرے گا: ﴿وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ...﴾

معلوم ہوا کہ وہی انسان دنیا میں نامور رہتے ہیں جو نیک اعمال کرتے اور خلق اللہ کو نفع پہنچاتے ہیں۔ جبکہ برے لوگوں کی اس دنیا میں بھی کوئی نیک نامی نہیں اور آخرت میں تو ان کے لیے عذاب ہی ہے، نیز اسی سے یہ بات نکلتی ہے کہ صالح اعمال بجالانے سے عمر میں برکت آتی ہے۔

اہل ایمان کی سیرت کی ایک جھلک

(آیات ۱۸ - ۲۵) نبی کریم ﷺ کی دعوت قبول کر کے اللہ کے راستے پر چل کھڑے ہونے والوں کے لیے انجام کار کی کامیابی کی بشارت ہے اور اس دعوت کی مخالفت و مزاحمت کرنے والے اللہ کی لعنت کے مستحق ہیں۔ کامیاب لوگ وہی ہیں جو ایمان قبول کر کے صبر، اقامت صلوٰۃ، انفاق فی سبیل اللہ، برائی کو اچھائی سے لاجواب کرنا اور صلہ رحمی جیسی خوبیاں پیدا کریں: ﴿وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ﴾

متاع دنیا قلیل ہے

(آیت ۲۶) اس شبہ کا جواب کہ اگر اللہ کی تمام عنایتوں کے حقدار صرف اہل ایمان ہی ہیں تو وہ لوگ کیوں رزق وفضل کے مالک بنے بیٹھے ہیں جو رات دن اللہ رسول کی مخالفت و مزاحمت میں سرگرم ہیں؟ فرمایا: اللہ جس کو چاہتا ہے کھلا رزق عطا کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے تنگ کر کے دیتا ہے اور گھٹاتا ہے۔ یہ لوگ تو دنیا کی زندگی میں مست ہو گئے ہیں حالانکہ دنیا آخرت کے مقابلے میں متاع قلیل ہے۔ یعنی دنیا کا ساز وسامان ایک عارضی بہار ہے جبکہ آخرت کی نعمتیں ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں: ﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ...﴾

معجزے دیکھ کر ایمان لانا

(آیات ۲۷ - ۳۲) کفار کی طرف سے معجزے کا مطالبہ کیا گیا تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ دل معجزات سے مطمئن نہیں ہوتے دلوں کو مطمئن کرنے والی چیز تو اللہ کا ذکر اور اس کی آیات میں غور وفکر ہے: ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ نبی کریم ﷺ کو تسلی کہ آپ کو وہی کچھ پیش آرہا ہے جو پہلے نبیوں اور رسولوں کو پیش آچکا ہے۔ وحی کی ہوئی کتاب ان کو سنائیں اور اللہ پر بھروسا رکھیں: ﴿قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ﴾ اہل ایمان کو سمجھایا جارہا ہے کہ یہ مت سمجھو کہ اگر ان کافروں کو کوئی معجزہ دکھا دیا گیا تو یہ مان لیں گے۔ اگر کوئی ایسا قرآن بھی ان کے لیے اتار دیا جائے جس سے پہاڑ چلنے لگیں، زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے یا مردے بولنے لگ جائیں تب بھی یہ اپنی ہٹ دھرمی سے باز آنے والے نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں: ﴿وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى . . .﴾ اہل ایمان کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اللہ نے ایمان کے معاملے میں جبر کو پسند نہیں فرمایا۔ اگر وہ جبر کو پسند کرتا تو سب کو ہدایت کے راستے پر چلا دیتا۔ عذاب کی نشانیاں ان پر ان کے قرب و جوار میں ہیں، لیکن پھر بھی یہ لوگ آپ کا مذاق اڑا رہے ہیں، اسی طرح آپ سے پہلے آنے والے رسولوں کا بھی مذاق اڑایا گیا۔ بالآخر اللہ کا عذاب نمودار ہوگیا اور ان مذاق اڑانے والوں کا فیصلہ کر دیا گیا: ﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ﴾

جنت کی نعمتیں ابدی ہیں

(آیات ۳۳ ۔ ۳۵) شرک اور شفعا کی نفی کی گئی ہے کہ شرکا وشفعا کا کوئی وجود نہیں یہ محض من گھڑت باتیں ہیں۔ اس فریب نفس میں مبتلا ہوکر جنھوں نے اللہ کے راستے سے منہ موڑا وہ اس دنیا میں بھی اللہ کے عذاب سے دوچار ہوں گے اور آخرت کا عذاب تو اس سے کہیں سخت ہوگا۔ کوئی شریک و شفیع وہاں ان کو بچانے کے لیے نہیں اٹھے گا۔ جنت کی ابدی نعمتیں صرف ان لوگوں کے لیے ہوں گی جو اللہ سے حقیقی طور پر ڈرنے والے ہیں: ﴿تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ﴾

صالحین اہل کتاب کا قرآن کے بارے میں رویہ

(آیات ۳۶ ۔ ۳۷) اہل کتاب کے دو گروہوں کا ذکر گیا ہے کہ جن میں سے ایک حق پر قائم تھا، اس لیے اس نے قرآن کا پوری خوشدلی سے خیر مقدم کیا اور دوسرا اپنی ایجاد کردہ بدعات میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اس کا مخالف بن گیا۔ ان کے سامنے اللہ کے نبی کی طرف سے اعلان حق ہو چکا ہے اور یہ تنبیہ بھی کہ حق واضح ہو چکنے کے بعد اگر تم نے ان بدعات کی پیروی کی تو تمھیں اللہ کی پکڑ سے کوئی نہیں بچا سکے گا: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ . . .﴾

سب کچھ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے

(آیات ۳۸ ۔ ۴۳) نبی کریم ﷺ کو مخالفین کے اعتراضات و مطالبات کے مقابلے میں تسلی دی جارہی ہے کہ تم سے پہلے جو رسول آئے وہ بھی کوئی فرشتے یا آسمانی مخلوق نہیں تھے۔ بلکہ تمھاری ہی طرح بشر اور بیویاں رکھنے والے لوگ تھے: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً . . .﴾ انھوں نے جو معجزے بھی دکھائے اپنے اختیار سے نہیں، بلکہ اللہ کے حکم سے دکھائے تھے۔ آپ ان لوگوں کو جن باتوں سے ڈرا رہے ہیں، ہوسکتا ہے کہ ہم آپ کی زندگی ہی میں ان میں سے بعض چیزیں ان کو دکھا دیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہم آپ کی وفات کے بعد ان کا مواخذہ کریں۔ یہ لوگ اگر آنکھیں کھول کر دیکھیں تو انھیں یہ چیز نظر آسکتی ہے کہ ہم ان کے دائرہ کار کو سکیڑ رہے ہیں، اطراف زمین سے بتدریج ان کی طرف بڑھ رہے ہیں اور عنقریب ان کو اپنے گھیرے میں لے لیں گے اس وقت انھیں پتہ چل جائے گا کہ انجام کس کے لیے بہتر دین ہے، اگر یہ لوگ آپ کو رسول نہیں مانتے تو ان سے فرما دیجیے کہ میرے اور تمھارے درمیان گواہی کے لیے اللہ اور اس کے وہ بندے کافی ہیں جن کے پاس اللہ کی کتاب کا علم ہے: ﴿قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سُورَةُ إِبْرَاهِيمَ

سورۂ ابراہیم مکی ہے اور اس کی باون آیات اور سات رکوع ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت، زمانہ نزول اور موضوع

اس سورت کا نام آیت ۳۵ کے فقرے: ﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا﴾ سے ماخوذ ہے، یعنی وہ سورت جس میں ابراہیم علیہ السلام کا ذکر آیا ہے۔

سورۂ رعد کے آخر میں منکرین کو دھمکی اور مسلمانوں کو بشارت اشارہ وکنایہ کے انداز میں دی گئی تھی: ﴿اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا﴾ ''کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم اس سرزمین پر چلے آتے ہیں اور اس کا دائرہ ہر طرف سے تنگ کرتے چلے آتے ہیں۔'' اس سورت میں کھل کر وہ بات کہہ دی گئی ہے کہ آج سرزمین مکہ میں حق وباطل کی جو کشمکش برپا ہے، اس کا فیصلہ بس اب ہوا چاہتا ہے، البتہ آزمائش کے چند مراحل ابھی باقی ہیں جن سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی وارثوں کو گزرنا پڑے گا، لیکن آخر کار کامیابی انہی کا حق ہے اور ذلت ورسوائی شیطان کے نمائندوں کا مقدر۔ اس سورت کا اندازِ بیان مکہ کے آخری دور کی سورتوں کا سا ہے۔ مضمون پر غور کرنے سے سورۂ رعد سے قریب زمانہ ہی کی نازل شدہ معلوم ہوتی ہے۔ خصوصاً آیت ۱۳ کے الفاظ: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا...﴾ ''انکار کرنے والوں نے اپنے رسولوں سے کہا: یا تو تمھیں ہماری ملت میں واپس آنا ہوگا ورنہ ہم تمھیں اپنے ملک سے نکال دیں گے'' کا صاف اشارہ اسی طرف ہے کہ اس وقت مکہ میں مسلمانوں پر ظلم وستم انتہا کو پہنچ چکا تھا اور اہل مکہ پچھلی کافر قوموں کی طرح اپنے ہاں کے اہل ایمان کو خارج البلد کردینے پر تل گئے تھے۔ اسی بنا پر ان کو وہ دھمکی سنائی گئی جو ان کے رویے پر چلنے والی پچھلی قوموں کو دی گئی تھی: ﴿لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''ہم ظالموں کو ہلاک کرکے رہیں گے'' اور اہل ایمان کو وہی تسلی دی گئی جو ان کے پیش روؤں کو دی جاتی رہی ہے: ﴿وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ﴾ ''ہم ان ظالموں کو ختم کرنے کے بعد تم ہی کو اس سرزمین میں آباد کریں گے!'' اور اسلام کا شجر طیب پھل پھول لائے گا اور کفر کا شجر خبیث اکھاڑ دیا جائے گا۔

اس حقیقت کو تاریخ کی روشنی میں واضح کرنے کے لیے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کی سرگزشتوں کے ان پہلوؤں کی طرف اشارات ہیں جن سے اصل مدعا کی تائید ہوتی ہے۔ آخر میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سرگزشت کا حوالہ دے کر یہ واضح فرمایا ہے کہ وہ کس مقصد کے لیے اپنے وطن سے ہجرت کرکے اس وادیٔ غیر ذی زرع میں آئے تھے۔ اس سرزمین کے لیے انھوں نے کیا دعا کی تھی؟ اس میں اپنی اولاد کو بساتے ہوئے ان کے دل میں کیا ارمان تھے اور انھوں نے اپنے رب سے ان کے لیے کیا چاہا تھا اور کیا مانگا تھا: ﴿رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہیں یہ باتیں سنانے سے مقصود قریش کے سامنے ان کی اپنی تاریخ کا آئینہ رکھ دینا ہے تاکہ وہ اندازہ کر سکیں کہ ان کو کیا بنا تھا اور وہ کیا بن کر رہ گئے ہیں۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

کتاب مقدس کے نزول کا مقصد کفر کی تاریکیوں میں توحید کی روشنی کے دیپ جلانا ہے☆ نبی کی ذمہ داری تبلیغ ہے ☆ معاندین حق حیات دنیوی کے سحر میں گرفتار ہیں ☆ ہم نے ہمیشہ ہدایت کو واضح رکھا اور ہمیشہ اہل زبان نبی ہی بھیجا تاکہ تبلیغ میں نطق و بیان کی رکاوٹ نہ ہو☆ ہدایت اللہ کی مشیت و توفیق اور حکمت سے ملتی ہے۔☆ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی بعثت بھی اسی کی خاطر ہوئی تھی ☆ شکر سے نعمت میں اضافہ اور ناشکری سے پہلی نعمت بھی چھن جاتی ہے، یہود کو تنبیہ کہ تم نے پہلے بھی نعمت نبوت کی ناقدری کی اور ذلیل ہوئے، اب بھی یہی روش اپنا رہے ہو☆ قوم نوح، عاد اور بعد کی بعض قوموں کا حوالہ جنھوں نے رسولوں کے منہ بند کرنے کی کوشش کی تھی ☆ انبیاء نے واضح کیا کہ شرک کی کوئی بنیاد نہیں ہے ☆ دعوت توحید جلب رحمت کی حامل ہے ☆ معاندین نے رسولوں کی بشریت ہی کا انکار کر دیا ☆ رسولوں کا کہنا: معجزے دکھانا ہمارے بس میں نہیں البتہ وحی سنانا ہمارا فرض ہے☆ رسولوں کو قوم کی دھمکی کہ مرتد ہو جاؤ یا ہمارا علاقہ چھوڑ جاؤ ☆ انبیاء کو اللہ کی طرف سے تسلی کہ ظالم ہلاک ہوں گے اور تم استقرار سے سرفراز کیے جاؤ گے، یہ بشارت اصحاب استقامت کے لیے ہے☆ سرکشوں کے لیے جہنم کا سنگین عذاب تیار ہے☆ جہنمیوں اور ان کے شیطان لیڈروں کا آپس میں بحث مباحثہ ☆ ضلالت تم نے خود اختیار کی اب سزا بھی بھگتو، شیطان کا اپنے پیروکاروں کو جواب ☆ شرک ہی دراصل کفر صریح ہے☆ منکرین کو دھمکی کہ اگر باز نہ آئے تو تباہ کر کے تمھاری جگہ اور لوگ زمین میں بسا دیے جائیں گے☆ جہنمی آپس میں ایک دوسرے پر لعنت کریں گے جبکہ اہل جنت ایک دوسرے کو سلام کہیں گے اور اللہ کی نعمتوں میں مزے کریں گے۔

توحید اور اس پر مبنی عقائد پاکیزہ اور پھلدار درخت کی طرح ہیں جبکہ شرک اور شرکیہ عقائد کی مثال خاردار درخت کی سی ہے ☆ ایمان کی برکت سے اہل ایمان دین و دنیا میں ثابت قدم رہیں گے اور مشرک ظالم پھسل جائیں گے☆ اسلام دشمن عناصر اپنے پیروکاروں کو ہلاکت کے گڑھے میں گرا رہے ہیں۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا☆ وحی کے مخالفین نے اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کی ☆ اللہ کے صالح بندوں کو ان کے رب کا محبت بھرا اسلام اور مزید عمل کرنے کا پیغام ☆ انفاق فی سبیل اللہ کے حکم سے مقصود خرچ کرنے والے کا ابدی مفاد ہے کیونکہ روز قیامت کوئی دوستی ہوگی، نہ لین دین ☆ کائنات کی ہر چیز انسان کی نفع رسانی کے لیے مسخر کر دی گئی ہے ☆ اللہ سے مانگنے والوں کو بشارت کہ تمھاری ہر طلب پوری کی جارہی ہے☆ ملت ابراہیمی کا تعارف، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کی روشنی میں ☆ دشت فاران اور وادئ غیر ذی زرع میں اپنی ذریت کو لا بسانے سے مقصود توحید و اقامت صلوٰۃ تھی جس کی قریش مکہ تکذیب کر رہے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجدید کر رہے ہیں ☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی کہ اللہ ظالموں کے افعال سے غافل نہیں اور ظالموں کو سخت تنبیہ و انذار☆ قریش مکہ اور قیامت تک منکرین اسلام کی آنکھیں کھل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جانی چاہییں کہ روز محشر وہ رسولوں کی اتباع نہ کرنے پر اظہار حسرت کریں گے۔ ☆ یوم آخرت کی دل ہلا دینے والی ہولناکیوں کی ایک تصویر ☆ سب کچھ تم کو پہنچایا جا رہا ہے، عقلمند وہی ہیں جو نصیحت حاصل کریں۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱ - ۴) ﴿الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۱ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِۨ ۝۲ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ۝۳ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

گزشتہ سورت کی طرح اس سورت میں بھی نزول قرآن کا مقصد پہلی آیت ہی میں بتایا گیا ہے کہ اس کے ذریعے سے لوگوں کو گمراہ کن عقائد واعمال کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان وعمل صالح کی روشنی میں لانا ہے، پھر ان لوگوں کا انجام بتایا گیا ہے جو اس کا انکار کریں گے۔ قریش کو دھمکی دی گئی ہے کہ اس کتاب کو ان کی زبان میں اتار کر اللہ نے ان پر اپنی حجت پوری کر دی ہے: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ﴾ نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ لوگوں کا ایمان لانا یا نہ لانا اللہ کی توفیق پر منحصر ہے۔ وہ جس کو جس چیز کا مستحق پائے گا اسی کو عطا کرے گا۔ اس معاملے میں نبی کریم ﷺ کی ذمہ داری صرف تبلیغ کی ہے۔

ان آیات میں منکرین کے انکار کے تین اسباب بیان فرمائے: (۱) آخرت کے مقابلے میں دنیا سے محبت (۲) راہ حق میں رکاوٹ ڈالنے کا عمل: (۳) سیدھے راستے کی بجائے ٹیڑھ پن کو پسند کرنا۔

بعثت موسیٰ علیہ السلام کا مقصد بھی نور توحید پھیلانا تھا

(آیات ۵ - ۶) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا حوالہ پیش کیا گیا ہے کہ وہ بھی لوگوں کو کفر وشرک کی تاریکی سے نکال کر توحید کی روشنی میں لانے کا مقصد لے کر آئے تھے اور انھوں نے اپنی قوم کو بڑی جدوجہد کے ساتھ فرعونیوں کے مظالم سے نجات دلائی۔ انھیں اس راہ میں بڑے بڑے مصائب سے دوچار ہونا پڑا لیکن انھوں نے استقامت کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ جس کا صلہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ دیا کہ وہ نجات یافتہ ہوئے اور ان کے دشمن ہلاک کر دیے گئے۔ اسی طرح اس کشمکش میں بالآخر غلبہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے پیروکاروں کو ہی ہوگا، لیکن ابتدائی مراحل میں صبر واستقامت اور آخری مرحلے میں شکرگزاری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شکر کی فضیلت

(آیات ۹-۷) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے واضح کر دیا کہ اگر تم ساری کائنات سمیت اللہ کی ناشکری کرو تو اللہ کو کوئی پروا نہیں تم اپنا ہی نقصان کرو گے، یعنی شکر گزاری سے نعمت میں ترقی ہوتی ہے اور ناشکری کی نحوست سے نعمت چھین لی جاتی ہے: ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ یہی بات سورۂ نساء میں کہی گئی کہ اگر تم شکر گزار بندے بن جاؤ تو اللہ کو تمھیں عذاب دینے کا کوئی شوق نہیں ہے: ﴿مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا﴾

اس طرح بنی اسرائیل کو اس طرز سے تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم نعمت اسلام کے ساتھ کفر کر کے پھر وہی غلطی دہرا رہے ہو جس کے سبب تم پہلے ہی عذاب چکھ چکے ہو۔ اسی قسم کا فریضہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے پہلے سیدنا نوح، ہود اور صالح علیہم السلام اور ان کے بعد آنے والے ان گنت نبیوں نے ادا کیا، لیکن قوموں نے ان کی زبان بندی کی پوری کوشش کی اور کھل کر کفر و شک کا اظہار کیا: ﴿وَقَالُوا إِنَّا كَفَرْنَا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ وَإِنَّا لَفِي شَكٍّ مِمَّا تَدْعُونَنَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ﴾

رسولوں سے کفار کا مطالبہ اور اس کا جواب

(آیات ۱۰ -۱۷) قوموں سے جب ان کے رسولوں نے گفتگو کی اور توحید کی دعوت دی اور بتایا کہ اس کے قبول کرنے سے دین و دنیا کی سعادتیں ملیں گی اور انکار کرنے سے برے حشر سے دوچار کیے جاؤ گے۔ کفار کا پہلا اعتراض یہ تھا کہ بشر رسول ہو ہی نہیں سکتا۔ نتیجہ یہ نکالنا چاہتے تھے کہ اس لیے تم رسول ہو ہی نہیں سکتے۔'' جواب میں پیغمبروں نے کہا کہ ہم کب اپنی بشریت کے منکر ہیں، ہم بشر ہی ہیں، لیکن بشریت ہی کے سب سے اعلیٰ، اشرف، اکمل و افضل مرتبے کا نام نبوت و رسالت ہے اور یہ انھی کو عطا ہوتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے نواز دے اور پھر ہم تو اپنی طرف سے معجزہ دکھلانے کے مدعی ہی نہیں، وہ تو سب اللہ کے حکم اور اس کی مشیت کے مطابق ہوتا ہے۔ کوئی امر دکھلا دیا جاتا ہے جو تمھیں خلاف عادت معلوم ہوتا ہے۔ کفار اس قسم کی دھمکیاں دیتے تھے کہ ہمارے دین میں لوٹ آؤ یا ہمارا علاقہ چھوڑ جاؤ، اللہ نے انبیاء علیہم السلام کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ فکر نہ کرو یہ کافر لوگ ہی ہلاک ہوں گے اور ان کی جگہ زمین کے وارث تم بنو گے۔

انبیاء علیہم السلام سے فتح و نصرت کا وعدہ کیا گیا ہے کہ تمھارے مخالفین تمہارے سامنے نیست و نابود کیے جائیں گے اور سرفرازی و تمکن تم کو نصیب ہوگی، مابعد اس وعدے کا دائرہ وسیع کر کے اسے ہر مومن کے لیے عام کر دیا گیا اور مومن کی علامت یہی ہے کہ وہ میدان حشر کی حاضری اور اللہ کی وعیدوں کا ڈر اپنے دل میں رکھتا ہو۔

اس آیت سے خلافت راشدہ کی تائید ہوتی ہے جسے اللہ نے دشمنوں کی ہزارہا کوششوں کے باوجود قائم فرمایا اور اسے اتنا بڑھایا کہ قیامت تک کے لیے وہ دور باعث فخر بن گیا، بے شک اللہ اپنے وعدے میں سچا ہے! ﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ (النور: ۵۵)

جہنمیوں کے مبتلائے عذاب ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر سرکش جہنم میں پیپ لہو پیے گا جسے وہ حلق سے نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اتار سکے گا۔ ہر طرف سے موت مسلط ہوگی، لیکن وہ مر نہیں سکے گا اور پڑا سسکتا رہے گا: ﴿وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۖ وَمِن وَرَائِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ﴾ کوئی یہ نہ سمجھے کہ جہنمیوں کے لیے بس یہی ایک عذاب ہوگا، عذاب کا سلسلہ تو بے انتہا ہے اور برابر اس میں اضافہ وترقی ہی ہوتی جائے گی۔

کفر وشرک کی مثال

(آیات ۱۸ -۲۲) ﴿مَّثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ ۖ أَعْمَالُهُمْ ...﴾ کافروں کے ان اعمال کی مثال جو بظاہر اعمال حسنہ ہیں، ان کی بے اثری ولا حاصلی کے لحاظ سے دی جا رہی ہے کہ ان اعمال کا نام ونشان بھی باقی نہ رہے گا جس طرح تیز آندھی میں خس و خاشاک اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتے ! قرآن کے دیگر مقامات میں اسے حبط اعمال کہا گیا ہے: ﴿حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ﴾ یا ﴿الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ﴾ سے تعبیر کیا گیا ہے یا انہیں: ﴿هَبَاءً مَّنثُورًا﴾ کہا گیا ہے یعنی ان کفار ومشرکین کا آخرت میں سارا کیا کرایا خاک میں مل جائے گا۔ اسی طرح ان کے لیڈر اور ان کے پیروکار ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے۔ یہاں تک کہ شیطان بھی اپنے پیروکاروں سے اعلان براءت کردے گا اور ان سے کہے گا کہ تم مجھے ملامت کرنے کے بجائے خود اپنے سر پیٹو۔ تم اپنی بدبختی کے ذمہ دار خود ہو: ﴿فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنفُسَكُم ۖ مَّا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنتُم بِمُصْرِخِيَّ﴾ اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ہر کفر و معصیت کی اصل ذمہ داری خود انسان پر ہے، شیطان کی حیثیت معین جرم کی ہے۔

کفار ومشرکین تو کیا، شیطان تک کو اپنی اور ہر مخلوق کے عجز بے بسی کا انکشاف ہوجائے گا۔

ایمان اور توحید کی پاکیزہ درخت سے مثال

(آیات ۲۳ -۲۷) پچھلی آیات میں کفار ومشرکین کی باہمی بحث کا نقشہ کھینچا گیا، اس کے مقابلے میں اہل ایمان کا حال آخرت میں یہ ہوگا کہ آپس میں سلام اور مبارک کے تبادلے ہو رہے ہوں گے۔ ایمان وتوحید کی مثال پھلدار پاکیزہ درخت کی ہے جس سے بے شمار شاخیں نکلتی ہیں، ہر شاخ مبارک ہے، اس کی اونچائی اتنی ہے کہ آسمان کو چھوئے اور گہرائی اتنی کہ تحت الثریٰ بھی کم محسوس ہو۔ دنیا میں پھل دیتا ہے اور آخرت میں جنتوں کی نعمتوں سے سرفراز کرتا ہے: ﴿مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ۝ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا ...﴾ کلمہ توحید اور ایمان کی بھی اسی طرح کی جڑ ہوتی ہے، یعنی عقیدہ صحیح جو قلب مومن میں راسخ رہتا ہے۔ اسی طرح ہر وہ بات جو نیکی کی طرف رغبت دلائے اس کے برگ وبار قیامت تک صدقہ جاریہ کی شکل میں بڑھتے ہی چلے جائیں گے۔ جبکہ کفر و شرک شجر خبیثہ کی طرح ہے گندگی کے ڈھیر پر اُگا ہوا ایک بدبودار درخت ہے، جس کی نہ تو بنیاد پائیدار ہے اور نہ قابل رشک اونچائی، نہ خوش کن پھل، ہر طرف کڑواہٹ ہی کڑواہٹ اور نحوست ہی نحوست: ﴿وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِن فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِن قَرَارٍ﴾

یعنی راہ ایمان کے سوا جتنی بھی راہیں ہیں، خواہ انہیں مذہب کا نام دیا جائے یا فلسفہ کہہ کر پکارا جائے یا اور کوئی شاندار نام رکھ دیا جائے، بہرحال وہ سب سطحی ہوں گی، اسلام کے سوا جتنے فلسفے، جتنے نظریے، جتنے مذاہب ہیں وہ عقلاً ہی ثابت نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس فقرے سے ان کی بے حقیقتی کی تاکید ہے۔

﴿ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ ﴾ ذائقے کے لحاظ سے گندہ، بو کے لحاظ سے تلخ جسے طبع سلیم گوارا ہی نہیں کرتی! اللہ تعالیٰ اپنے قول محکم کی بدولت جس طرح دنیا میں اہل ایمان کو سرفرازی بخشتا ہے، اسی طرح آخرت میں بھی ان کو سرفرازی بخشے گا: ﴿ تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ﴾ اس آیت کریمہ سے نبی کریم ﷺ نے قبر کے سوالات میں اہل ایمان کے لیے ثابت قدمی کی نوید کا استدلال کیا ہے۔

اللہ کا اپنے بندوں سے محبت بھرا خطاب

(آیات ۲۸ - ۳٤) کفر و شرک اور ان کے لیڈروں کو وعید کی گئی کہ انھوں نے اللہ کی بخشی ہوئی نعمتوں کو کفر و شرک کا ذریعہ بنایا اور اس طرح اپنی قوم کو جہنم کے گھاٹ پر اتارا۔ ضمناً مسلمانوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ وہ نماز کا اہتمام کریں اور اپنے مال سے اللہ کی راہ میں پوشیدہ اور علانیہ خرچ کریں۔ مقصود اس نصیحت سے مسلمانوں کو یہ رہنمائی دینا ہے کہ یہی چیز ان کے حریفوں کے مقابلے میں عنداللہ ان کے حق کو غالب کرنے والی ہے۔ اس میں انہی کا فائدہ ہے، کیونکہ قیامت کے دن نہ کوئی دوستی کام آئے گی اور نہ کسی سے کوئی لین دین ہو سکے گا۔ وہاں یہی انفاق فی سبیل اللہ کی کرنسی ہی کام آئے گی۔ نیز یہ کہ اللہ کی فیاضی کو مت بھولو جو اس نے اپنی کائنات کی تمام قوتیں تمہارے فائدے کے لیے مسخر کر ڈالی ہیں اور تمھاری جبلی اور ظاہری منفعتیں اور خواہشات پوری کی ہیں۔ اگر اس کی ظاہری نعمتوں کو بھی شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے: ﴿ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا . . . ﴾

یہ آیت کریمہ گناہگاروں کے لیے بڑی زبردست بشارت ہے کہ جو مانگو گے ہم دیں گے اور اتنا کہ تم شمار نہیں کر سکو گے۔ شرط یہ ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام والی روش اپناؤ، کیونکہ عقیدہ توحید اور شرک سے بیزاری سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اس مقصد کو پورا کرنے والی ہے جس کے لیے انھوں نے وادیٔ ذی زرع میں اپنی اولاد کو لا بسایا تھا۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سدا بہار دعائیں

(آیات ۳۵ - ٤١) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ان دعاؤں کا تذکرہ جو انھوں نے سرزمین مکہ کو اپنا دارالہجرت بنانے کے بعد اس سرزمین کے لیے اور اپنی اولاد کے لیے کی تھیں۔ مقصود ان کے حوالے سے مشرکین پر واضح کر دینا ہے کہ ان کی ساری زندگی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں اور تمناؤں کے بالکل برعکس ہے۔ ان کے مقصد کو اگر پورا کر رہے ہیں تو یہ نبی کریم ﷺ کی پیروی کرنے والے مسلمان ہیں، لیکن قریش انہی کے دشمن نمبر ایک بن کر کھڑے ہو گئے ہیں۔

﴿ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴾ اور یاد کرو جب ابراہیم (علیہ السلام) نے عرض کی: اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنا دے اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا۔ اے میرے پالنے والے! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر رکھا ہے پس میری تابعداری کرنے والا میرا ہے اور جو میری نافرمانی کرے تو تو غفور رحیم ہے: ﴿ رَبَّنَآ اِنِّىْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْىِٕدَةً مِّنَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴾ ''اے ہمارے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد اس وادی میں لابسائی ہے جہاں کھیتی نہیں ہوتی، تیرے حرمت والے گھر کے پڑوس میں۔ اے ہمارے رب! یہ اس لیے کہ وہ نماز قائم کریں، تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں سے رزق عنایت فرما تاکہ یہ شکر کریں۔

﴿ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴾ ''اے میرے پالنے والے! مجھے نماز کا پابند رکھ اور میری اولاد سے بھی، اے ہمارے رب! میری دعا قبول فرما: اے ہمارے رب! حساب والے دن مجھے، میرے ماں باپ اور دیگر مومنوں کو بخش دے۔''

کچھ مناظر یوم حشر کے

(آیات ۴۲-۵۲) ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۥ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ... ﴾ ان ظالموں کی بداعمالیوں سے اللہ کو غافل نہ سمجھو وہ تو انہیں اس دن تک مہلت دیے ہوئے ہے جس دن آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ وہ اپنے سر اوپر اٹھائے دوڑ بھاگ رہے ہوں گے، خود اپنی طرف بھی ان کی نگاہیں نہ لوٹیں گی اور ان کے دل اڑے اور گرے ہوئے خالی ہوں گے۔ لوگوں کو اس دن سے ڈرایے جب عذاب انہیں آلے گا، پھر ظالم کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں تھوڑی سی مہلت دے کہ ہم تیری دعوت پر لبیک کہیں گے اور تیرے رسولوں کی اتباع کریں گے۔ کیا تم وہی لوگ نہیں جو اس سے پہلے بھی قسمیں کھاتے تھے کہ ہم پر تو کبھی زوال آنا ہی نہیں ہے اور کیا تم ان لوگوں کے گھروں میں رہتے نہ تھے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور کیا تم پر وہ معاملہ کھلا نہیں کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا اور ہم نے بہت سی مثالیں بیان کر دی تھیں۔ یہ اپنی اپنی چالیں چل رہے ہیں اور اللہ کو ان کی تمام چالوں کا علم ہے، اگرچہ ان کی چالیں ایسی غضب کی تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل جائیں۔ تم ہرگز یہ خیال نہ کرنا کہ اللہ اپنے نبیوں سے وعدہ خلافی کرے گا، اللہ بڑا ہی غالب اور بدلہ لینے والا ہے۔ انہیں اس دن سے ڈرایے جس دن زمین اور آسمان بدل کر کچھ سے کچھ کر دیے جائیں گے اور سب کے سب اللہ واحد وقہار کے سامنے بے نقاب حاضر ہو جائیں گے۔ تم اس دن گنہگاروں کو دیکھو گے کہ زنجیروں میں ملے جلے ایک جگہ جکڑے ہوں گے۔ گندھک کے لباس ہوں گے اور آگ ان کے چہروں پر چڑھی ہو گی۔ یہ اس لیے تاکہ اللہ ہر شخص کو اس کے کیے ہوئے اعمال کا بدلہ دے۔ بیشک اللہ کو حساب لیتے کچھ دیر نہیں لگتی۔ یہ پیغام تمام انسانوں کے لیے ہے تاکہ اس کے ذریعے سے خبردار کر دیا جائے اور وہ جان لیں کہ اللہ ایک ہی معبود ہے اور جو عقلمند ہیں وہ نصیحت حاصل کریں: ﴿ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾

﴿ رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ﴾ اس وقت ان کو احساس ہوگا کہ پیروی رسولوں ہی کی کرنا فائدہ مند تھا۔ اس دنیا میں تو اپنے آباؤ اجداد، اپنے بزرگ، اپنے مقتداؤ پیشواؤں سے ہی فرصت نہیں۔ اگر مسلمانوں کو اس آیت کا مطلب سمجھایا جائے تو یوں ہوگا کہ روز قیامت بزرگوں نے فرمایا نہیں چلے گا، اللہ اور اس کے رسول کا فرمایا ہی کام دے گا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

رُبَمَا: 14

سُوْرَةُ الْحِجْرِ

سورۂ حجر مکی ہے اور اس کی ننانوے آیات اور چھ رکوع ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت اور موضوع

آیت ۸۰ کے فقرے: ﴿وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ سے اس سورت کا نام ماخوذ ہے۔

سورۂ ابراہیم کے آخر میں کفار کے لیے جو تہدید و وعید اور نبی کریم ﷺ کے لیے جو تسکین و تسلی مجمل الفاظ میں وارد ہوئی ہے: ﴿هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ وہ اس سورت میں بالکل سامنے آ گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے یہ اطمینان دلایا گیا ہے کہ قرآن بجائے خود ایک واضح حجت ہے۔ اگر یہ لوگ اس کو نہیں مان رہے اور آپ کو مجنون اور دیوانہ وغیرہ کہتے ہیں اور مطالبہ کر رہے ہیں کہ ان پر فرشتے اتارے جائیں، تب یہ مانیں گے تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے، ہمیشہ سے رسولوں کو جھٹلانے والوں کی یہی روش رہی ہے۔ اگر ان کے مطالبے کے عین مطابق ان کو معجزے دکھا بھی دیے جائیں تب بھی یہ اپنی ہٹ دھرمی سے باز آنے والے نہیں ہیں، لہٰذا ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ وہ وقت آئے گا جب یہ آرزو کریں گے کہ کاش رسول اور قرآن کی بات قبول کر کے مسلم و مومن بنے ہوتے۔

سورت کے انداز بیان سے صاف مترشح ہوتا ہے کہ اس سورت کا زمانۂ نزول سورۂ ابراہیم سے متصل ہے۔ اس کے پس منظر میں دو چیزیں بالکل نمایاں نظر آتی ہیں: ایک یہ کہ نبی کریم ﷺ کو دعوت دیتے ایک مدت گزر چکی ہے اور مخاطب قوم کی مسلسل ہٹ دھرمی، استہزا، مزاحمت اور ظلم و ستم کی حد ہوگئی ہے، جس کے بعد اب تفہیم کا موقع کم اور تنبیہ و انذار کا موقع زیادہ ہے۔ دوسری یہ کہ اپنی قوم کے کفر و جحود اور مزاحمت کے پہاڑ توڑتے توڑتے نبی کریم ﷺ تھکے جا رہے ہیں اور دل شکستگی کی کیفیت بار بار آپ پر طاری ہو رہی ہے جسے دیکھ کر اللہ تعالیٰ آپ کو تسلی دے رہے ہیں اور آپ کی ہمت بندھائی جا رہی ہے۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

قرآن اپنی صداقت کی خود دلیل ہے ☆ عذاب الٰہی کے مؤخر ہونے کی وجہ ☆ نبی کریم ﷺ کو کفار کی طرف سے دیوانگی کا طعنہ، اگر تم سچے ہو کہ تم پر فرشتے اترتے ہیں تو ان فرشتوں کو ہمارے سامنے کیوں نہیں لاتے اس کا جواب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

☆ منکرین کے انکار کا اصل سبب بدنیتی ہے ☆ اگر نشانیاں ہی چاہتے ہو تو زمین و آسمان میں قدرت کی نشانیاں بہت ہیں ☆ سیدنا آدم علیہ السلام اور ابلیس کے ماجرے کا حوالہ کہ وہ شروع دن ہی سے ان کا دشمن ہے ☆ زمین کے تمام جانداروں کا آغاز پانی اور کیچڑ ہی سے ہوا ہے ☆ جنوں کی تخلیق انسانوں سے پہلے حرارت والی آگ سے ہوئی ☆ فرشتوں کا سجدہ انسانی عظمت کی دلیل ہے ☆ شیطان کی فتنہ سامانیاں کہ ان کی نگاہ میں دنیا کی مرغوبات مزین کروں گا، شرک میں ملوث کروں گا، ہر طرف سے ان پر حملہ آور ہوں گا ☆ ابلیس کی مہلت کی حد، سچے لوگوں پر اس کا کوئی زور نہیں ہے ☆ جہنم کی راہ پر ڈالنے والے مہلکات شرک، قطع رحمی، قتل، زنا، جھوٹی شہادت، کمزوروں پر ظلم وغیرہ ہیں ☆ صالح لوگوں کا قابل رشک انجام، باغوں اور چشموں کے درمیان ابدی زندگی کا عیش و آرام ☆ قریش کے مغروروں کو تنبیہ کہ فرشتوں کا آنا کوئی نیک شگون نہیں ہوتا ☆ اس ضمن میں قوم لوط کے انجام کی طرف اشارہ ☆ اللہ غفور رحیم بھی ہے اور منتقم و جبار و قہار بھی ☆ سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی بھی ہلاک ہوگئی ☆ رات کو بستی سے سیدنا لوط علیہ السلام اہل ایمان سمیت نکل جائیں۔ فرشتوں کی ہدایت ☆ اتمام حجت اور عذاب ☆ قریش کو اس واقعہ سے باز آ جانے کی تنبیہ ☆ قوم ثمود کا انجام اور درس عبرت ☆ نبی کریم ﷺ کو تسلی و تشفی اور کفار کے طنز پر صبر و استقامت کی تلقین ☆ حصول صبر کی تدبیر نماز اور رب کی عبادت، آخری سانس تک۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(آیات ۱ - ۱۵) ﴿ الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝ ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ۝ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۝ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ۝ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾

اس بات کی یاددہانی کہ نبی کریم ﷺ پر نازل کیا جانے والا قرآن بجائے خود ایک واضح حجت ہے۔ اسے اپنی صداقت کے لیے کسی خارجی نشانی، شہادت یا معجزے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج جو لوگ اس کو جھٹلا رہے ہیں وقت آئے گا جب وہ اپنی حرماں نصیبی پر اپنے آپ کو ملامت کریں گے۔ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ یہ چند دن اپنی خود فراموشیوں میں مگن رہ لیں۔ اس قوم کی ہلاکت کے لیے اللہ کی طرف سے ایک وقت مقرر ہے، جب وہ وقت پورا ہو جائے گا تو عذاب نازل ہو جائے گا۔ یہ فرشتوں کے ظہور کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ آپ فرما دیجیے کہ فرشتوں کا نزول اللہ کے فیصلوں کے نفاذ کے لیے ہوتا ہے۔ اس کے بعد کسی قوم کو مہلت نہیں ملا کرتی۔ یہی روش ان سے پہلے قوموں کی رہی ہے۔ اگر یہ لوگ اس طرح قرآن کی تکذیب کرتے ہیں تو پروا نہ کیجیے۔ اس کی حفاظت کا ذمہ دار اللہ خود ہے: ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن کی صداقت پر آفاقی شہادت

(آیات ۱۶ -۲۵) قرآن کی صداقت کی جو نشانیاں آفاق میں موجود ہیں، ان کی یاد دہانی کرائی گئی ہے۔ ﴿وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوجًا وَّزَيَّنَّٰهَا لِلنَّٰظِرِينَ﴾ آسمان، اس کے مضبوط قلعے اور اس میں چمکتے ہوئے تارے، زمین اور اس کی نوع بنوع پیداوار، پہاڑ اور ہر چیز کے لامتناہی خزانے، پھر ان کا ایک اندازے کے ساتھ نزول اور ہبوط، ہوائیں اور ان کی ابرخیزیاں ان عجائب قدرت کے مشاہدے سے وہ سبق کیوں نہیں حاصل کرتے؟ ان نشانیوں کے ہوتے ہوئے کسی معجزے کے ظاہر ہونے کی کیا ضرورت باقی رہی۔

کفار کی ضلالت کا سبب

(آیات ۲۶ -۴۸) انسان کی تخلیق کا مادہ مٹی ہے اور ابلیس و جنات کی تخلیق سخت حرارت والی آگ سے ہوئی۔ سیدنا آدم علیہ السلام اور ابلیس کے ابتدائی ماجرے کی یاد دہانی سے مقصود یہ واضح کرنا ہے کہ کفار کی گمراہی کا اصل مصدر کیا ہے اور ابلیس کی ذریت نے ان کو جس ضلالت میں پھنسایا ہے بالآخر اس کا انجام کیا ہوگا۔

ابلیس نے کہا کہ اے میرے رب! جس طرح تو نے مجھے رسوا کیا ہے، مجھے قسم ہے کہ میں بھی زمین میں ان کے لیے دلفریبیاں پیدا کروں گا اور ان سب کو بہکاؤں گا، مگر جو تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔ فرمایا: ہاں، یہ راستہ سیدھا میری طرف آتا ہے۔ میرے بندوں پر تجھے کوئی قابو نہیں، مگر تیری پیروی وہ کریں گے جو گمراہ ہوں گے: ﴿إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَٰنٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ﴾

شیطان کے فتنوں سے محفوظ رہنے والے متقین کی فلاح کی طرف اجمالی اشارہ کیا گیا ہے کہ بے شک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے فرمایا جائے گا: سلامتی اور امن کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ۔ ان کے دلوں میں جو کچھ رنجش و کینہ تھا ہم سب کچھ نکال دیں گے، وہ بھائی بھائی بنے ہوئے ایک دوسرے کے آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ نہ تو وہاں انہیں کوئی تکلیف چھوئے گی اور نہ وہ وہاں سے کبھی نکالے جائیں گے۔

فرشتوں کا نزول مگر کب؟

(آیات ۴۹ -۷۷) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس آنے والے فرشتوں کا واقعہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان بھی ہے اور ان پر دردناک عذاب لانے والا بھی ہے۔ وہی فرشتے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے بیٹے کی بشارت لے کر آئے اور وہی فرشتے سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم کے لیے صاعقہ عذاب بن کر نمودار ہوئے۔ آخر میں کفار کو توجہ دلائی گئی ہے کہ تم قوم لوط کی بستیوں پر سے آئے دن گزرتے رہتے ہو، اگر دیدہ بینا رکھتے ہو تو ان کے انجام سے کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے۔ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرشتوں کے ظہور کے لیے مطالبہ کر رہے ہو۔ فرشتے جب مکذبین کے پاس آتے ہیں تو اس طرح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آتے ہیں جس طرح قوم لوط کے پاس آئے کہ ان کے آنے کے بعد ان پر عذاب الٰہی آن وارد ہوا: ﴿فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ﴾

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

(آیات ۷۸ - ۸٤) قوم شعیب اور قوم ثمود کے انجام کی طرف اجمالی اشارہ کیا گیا ہے۔ قوم لوط کی طرح قوم شعیب اور قوم ثمود کے آثار پر سے بھی قریش کو اپنے تجارتی سفروں میں گزرنے کا موقعہ ملتا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر دیدہ بینا ہو تو قدم قدم پر مفسدین کے انجام کے آثار موجود ہیں: ﴿وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ﴾ یہ کیا ضروری ہے کہ جب اپنے اوپر سب کچھ نازل ہوجائے تب ہی آنکھیں کھلیں!

صبح یقین کے طلوع کی نوید

(آیات ۸۵ - ۹۹) نبی کریم ﷺ کے لیے تلقین ہے کہ ابھی خوبصورتی کے ساتھ ان لوگوں سے درگزر کریں۔ ان کے کیے کا سارا انجام ان کے سامنے آجائے گا۔ اللہ نے قرآن عظیم کی شکل میں جو دولت آپ کو عطا کی ہے وہ آپ کے لیے کافی ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے آپ کو کسی چیز کی احتیاج نہیں ہے۔ ان کے طعنوں کی کچھ پروا نہ کریں۔ اسے اپنے دل پر نہ لگائیں۔ اللہ کی تسبیح اور نماز میں وفات تک مشغول رہیں۔ صبح یقین طلوع ہونے ہی والی ہے: ﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۙ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۙ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾

سُوْرَةُ النَّحْلِ

سورۂ نحل مکی ہے، اس کی ایک سو اٹھائیس آیات اور سولہ رکوع ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت زمانہ نزول اور مرکزی مضمون

آیت نمبر ٦٨ کے فقرے ﴿وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ﴾ سے اس سورت کا نام ماخوذ ہے۔

سابقہ سورہ اس مضمون پر ختم ہوئی تھی کہ آج جو لوگ نبی کی تنبیہ و انذار کا مذاق اڑا رہے ہیں، ان کے استہزا سے آپ لبرداشتہ نہ ہوں۔ ہم ان سے نمٹنے کے لیے کافی ہیں۔ اس مضمون کے بعد بغیر کسی تمہید کے ان متکبرین سے خطاب کیا جارہا ہے کہ تم جس عذاب کے لیے جلدی مچار ہے ہو وہ آیا ہی چاہتا ہے اور اس کی سختی سے تمھارا گھڑا ہوا کوئی معبود تم کو بچانے والا نہیں ہے۔

اس سورت کی اندرونی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت بھی مکی دور کے آخری زمانے میں نازل ہوئی اور اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بات کی تائید سورت کے عام انداز بیان سے بھی ہوتی ہے۔اس سورت میں شرک کا ابطال، توحید کا اثبات، رسول کی دعوت نہ ماننے کے برے نتائج پر تنبیہ اور حق کی مخالفت پر زجر و توبیخ کو مرکزی مضمون کی حیثیت حاصل ہے۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

عذاب کے لیے جلدی مچانے والوں کو سخت وعید☆ ہر شخص پر فرشتے وحی لے کر نہیں اترتے، جسے اللہ نبی بنائے وہی پیغام توحید سناتا ہے، جس سے تمھیں چڑ ہے☆ کائنات کا نظام نہایت حکیمانہ ہے☆ پانی کے قطرے سے پیدا ہونے والا اور ہماری بنائی ہوئی کائنات سے ہر آن فائدہ اٹھانے والا ہمیں ہی جھٹلاتا ہے اور ہمارے مقابلے میں بے جان شفعا کھڑے کر لیتا ہے☆ انسان کی پیدائش، جانوروں کی انسانی فائدے کے لیے تخلیق، آسمان سے پانی کا نزول، لہلہاتی کھیتیاں، پھلوں سے لدے ہوئے درخت، دن رات کا تغیر، شمس و قمر اور ستاروں کی لمعانیت، سمندروں اور اس کی مخلوق سے وسیع پیمانے پر استفادہ ، پہاڑوں کو زمین پر جما دینا، زمین اور پہاڑوں سے پانی کے سوتوں کا پھوٹنا، ستاروں کے ذریعے سے راستوں کی تلاش اور ان جیسی ان گنت نعمتوں کا استعمال تمھارے حقیقی پروردگار کی مہربانیوں کا فیضان ہے☆ جن معبودوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، انہوں نے کوئی چیز تخلیق نہیں کی بلکہ وہ تو خود مخلوق ہیں اور زمین کے پیٹ میں غیر معلوم مدت تک کے لیے پڑے ہوئے ہیں☆ منکروں کا تکبر ان کی ہدایت کے آڑے آ رہا ہے☆ اللہ تعالیٰ بھی متکبروں سے بغض رکھتا ہے☆ قرآن کو اگلوں کے افسانے کہہ کر کافروں کے پیشوا اپنے پیروکاروں کی توجہ اس کی سچائیوں سے ہٹانا چاہتے ہیں☆ روز قیامت مشرکین رسوا اور اہل ایمان خوش ہوں گے☆ فرشتے انہیں سلام کہیں گے اور جنت کے دروازوں پر ان کا استقبال کریں گے☆ پہلی قومیں بھی ایسے ہی لایعنی مطالبات کرتی رہی ہیں، ان کے انجام سے سبق کیوں نہیں سیکھتے☆ مشرکین اپنے شرک کا ذمہ دار اللہ کو ٹھہراتے ہیں، کتنے تعجب کی بات ہے۔

اللہ کے ہر نبی نے توحید ہی کی دعوت دی☆ نبی کریم ﷺ کو تسلی کہ آپ منکرین کی فکر میں اپنے آپ کو نہ گھلائیں☆ ہجرت حبشہ کرنے والوں کو اچھے ٹھکانے کی بشارت☆ قرآن ایک بڑی نعمت ہے، اگر تمھیں معلوم نہیں تو اہل علم سے پوچھ لو☆ توحید کے مزید انفسی و تکوینی دلائل☆ فرشتوں کی عاجزی اور فرمانبرداری (۴۹)☆ شرک اللہ پر افترا ہے (۵۶)☆ سوکھے درخت ہرے اور مردہ زمین لہلہانے لگ جاتی ہے تو انسان کو دوبارہ زندہ کیوں نہیں کیا جا سکتا (۶۵)☆ دودھ کی نعمت بھی قدرت خداوندی کی واضح دلیل ہے (۶۶)☆ مختلف پھلوں اور شہد کی نعمت کا اہتمام اللہ کے الہام و القا سے ہوتا ہے، شہد میں لذت بھی ہے اور شفا بھی (۶۸)☆ اللہ کی نعمتوں پر غور کرنے والے ہی عقلمند اور سوچ بچار رکھنے والے ہیں (۶۹) زندگی و موت، عمر کی حد اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے (۷۰) رزق کی کمی یا فراوانی بھی اسی کی حکمت کے تحت ہوتی ہے (۷۱) اللہ کی نعمتوں کا حق یہ ہے کہ اس کا شکر ادا کیا جائے (۷۸) رسول کے ذریعے سے اللہ اپنی حجت لوگوں پر پوری کرتا ہے (۸۴) آیت: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ...﴾ قرآنی اوامر و نواہی کا خلاصہ ہے (۹۰) عہد وفا کے بخیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ادھیڑنے والے بدعہد یہود کی مذمت اور ایفائے عہد کا حکم (۹۱) ☆ جھوٹی قسمیں اٹھانے والے عموماً بدنیت ہوتے ہیں (۹۴) ☆ دنیا کے مفادات عارضی اور اخروی نعمتیں دائمی ہیں (۹۶) ایمان وعمل صالح ہمیشہ اور ہرایک کے لیے نیک پھل لاتے ہیں (۹۷) ☆ تلاوت قرآن کے سلسلے میں اللہ سے استعاذہ کرو (۹۸) ☆ شیطان کا داؤ مشرکوں کے لیے ہے اہل ایمان کے لیے نہیں (۱۰۰) ☆ احکام شریعت میں تدریج کی مصلحت کہ اہل ایمان کے قدم جم جائیں (۱۰۲) مظلوم مسلمانوں کو استقامت کی راہ اپنانے کی تلقین اور زیر ستم مسلمانوں کے لیے رعایت (۱۰۶) ☆ ناشکر سے عذاب کا استحقاق، بستی والوں کی مثال (۱۱۲) ☆ محرمات کے ذکر کا اعادہ (۱۱۵) ☆ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف مکہ کے مشرکوں کو کوئی نسبت نہیں ہے (۱۲۰) ☆ تبلیغ کے بڑے اصول، موعظت ومجادلہ میں حکمت کا استعمال (۱۲۵) ☆ صبر وانتقام کے حدود کی رعایت (۱۲۷) اسلام کے غلبہ کی بشارت اور وعدۂ نصرت الٰہی (۱۲۸)

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱ -۹) ﴿ اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓىِٕكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴾

منکرین ومشرکین بار بار شرارت کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ عذابِ الٰہی اگر فی الواقع کوئی چیز ہے تو آ کیوں نہیں جاتا، اس میں آخر اتنی دیر کیوں لگ رہی ہے؟ سورۂ نحل کا آغاز بغیر کسی تمہید کے یک لخت اسی تنبیہی جملے سے ہوتا ہے کہ بیوقوفو! عذاب کے لیے جلدی نہ مچاؤ بلکہ جو ذرا سی مہلت باقی ہے اس سے فائدہ اٹھا کر آخرت کے عذاب سے بچ جاؤ اور عذاب الٰہی کو مذاق سمجھ کر جلدی نہ مچاؤ، وہ بہت جلد آنے والا ہے۔ جن کو تم نے اللہ کے ساتھ شریک بنا رکھا ہے وہ تمہیں بچا نہیں سکتے۔ یہ دنیا کوئی بازیچۂ اطفال نہیں ہے کہ لوگ اس میں دھاندلی مچاتے پھریں اور اس کا خالق و مالک ان سے کوئی باز پرس نہ کرے۔ پانی کے ایک قطرے سے پیدا ہونے والے انسان کے لیے یہ ہرگز زیبا نہیں ہے کہ وہ اللہ کے سامنے حریف بن کر کھڑا ہو: ﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ﴾ اس کی قدرت ورحمت کی دلیلیں بے شمار ہیں۔ مثلاً چوپائے بھی اسی نے تمہارے لیے پیدا کیے جن میں تمھارے لیے غذا، راحت اور شان وشوکت کے علاوہ اور بہت سے فوائد ہیں۔ ان کے علاوہ تمہارے لیے بے شمار چیزیں پیدا کرے گا: ﴿وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ؕ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ وہ ایسا دن ضرور لائے گا جس میں تمام معاملات کا فیصلہ کرے گا۔ لوگوں کے لیے صحیح راستہ یہ ہے کہ وہ عذاب مانگنے کی بجائے اللہ کی بتائی ہوئی سیدھی راہ کو اختیار کریں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خیالی معبود کچھ پیدا نہیں کرسکتے

(آیات ۱۰ - ۳۲) اس کائنات میں مختلف تخلیقات میں جو توافق پایا جاتا ہے، وہ اللہ کی حکمت وقدرت کی دلیل ہے، اس میں کسی اور کی شرکت نہیں ہے جو لوگ غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں وہ اتنی بھی عقل نہیں رکھتے کہ ان کے مزعومہ معبود کوئی چیز پیدا نہیں کرسکتے، بلکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں، وہ مردے ہیں، زندہ نہیں اور اتنا بھی نہیں جانتے کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔ یادرکھو! تمہارا الٰہ صرف ایک ہی ہے۔ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ تکبر کی بنا پر انکار کررہے ہیں۔ جب انہیں اللہ کی طرف دعوت دی جاتی ہے تو کہتے ہیں: یہ تو پہلے لوگوں کے افسانے ہیں۔ یہ ظالم قیامت کے دن اپنی گمراہی کا بوجھ بھی اٹھائیں گے اور اپنے پیچھے لگ جانے والے گمراہوں کی گمراہی کا حصہ بھی بھگتیں گے۔ ان سے پہلے بھی لوگ اس قسم کی باتیں کرتے تھے۔ اللہ کے عذاب نے انہیں چاروں طرف سے گھیر کر انہیں نشان عبرت بنا ڈالا اور قیامت کے دن کی رسوائی الگ سے نصیب ہوگی: ﴿اِنَّ الْخِزْیَ الْیَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ﴾ ان سے کہا جائے گا: لاؤ اپنے شرکا کو مگر کہاں سے۔

اگر اللہ نہ چاہے تو ہم شرک کیوں کریں؟ گھٹیا بہانہ ہے

(آیات ۲۸ - ۴۰) مشرکین اپنے شرک کے لیے کتنی گھٹیا دلیل لاتے ہیں کہ اگر اللہ نہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے۔ گویا ان کے شرک میں اللہ کی رضامندی شامل ہے۔ حالانکہ اللہ نے ہر قوم میں توحید کی دعوت دینے والے نبی بھیجے تھے۔ اس قسم کی بیہودہ باتیں ان کو جھٹلانے والے مجرم بھی کیا کرتے تھے۔ سو ان پر بھی اللہ کی سنت پوری ہوئی، زمین میں چل پھر کر مکذبین کا انجام دیکھ سکتے ہو۔ گویا وہ لوگ بعث بعد الموت کے منکر تھے حالانکہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اسے اپنا وعدہ پورا کرنا کون سا مشکل ہے؟ ہم جب کسی چیز کا ارادہ کرلیتے ہیں تو کہتے ہیں ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے: ﴿اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ﴾

ہر چیز اپنے رب کے سامنے سجدہ کرتی ہے

(آیات ۴۱ - ۵۰) اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں اور صبر وتوکل کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے کہ ہم ان کو اس دنیا میں بھی بہترین ٹھکانہ دیتے ہیں اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہوگا۔ ہم نے پہلے بھی مردوں کو ہی نبی بنا کر بھیجا تھا، کسی کو شک ہو تو اہل علم سے پوچھ لے۔ یہ لوگ اللہ کے عذاب سے بے خوف نہ ہوں، ہم کسی وقت بھی ان کو پکڑ سکتے ہیں۔ یہ لوگ دیکھتے نہیں کہ ہر چیز اپنے سائے سمیت اللہ کو سجدہ کرتی ہے: ﴿وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِکَةُ وَهُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ﴾

اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ

(آیات ۵۱ - ۶۰) ﴿وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَیْنِ اثْنَیْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ﴾ اللہ تعالیٰ نے یہ فرما

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھا ہے کہ اس کے ساتھ کسی دوسرے کو الٰہ نہ بناؤ۔ وہ تمھارا الٰہ ایک ہی ہے مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔ اسی کے لیے ارض و سما میں سب کچھ ہے۔ نعمت یا قسمت اللہ کی طرف سے آتی ہے۔ تکلیف دور ہو جائے تو پھر کچھ لوگ شرک کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ہمارے دیے ہوئے رزق کو غیر اللہ کے نام لگا دیتے ہیں۔ اس جھوٹ کے بارے میں یقیناً ان سے پوچھا جائے گا۔ ان ظالموں نے اللہ کے لیے بیٹیاں بنا رکھی ہیں، حالانکہ خود ان کو اگر بیٹی کی ولادت کی خوشخبری سنائی جائے تو ان کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے: ﴿وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ﴾ لوگوں کا سامنا کرنے سے گریز کرتے ہیں بلکہ زمین میں زندہ دفن ہونا زیادہ پسند ہو جاتا ہے: ﴿يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ﴾ جبکہ اللہ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہوئے ذرا نہیں لرزتے ﴿اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾

وہ تو ہر آن درگزر کر رہا ہے

(آیات ٦١ - ٦٤) اگر اللہ انسانوں کی بداعمالیوں پر مواخذہ کرلے تو کوئی زندہ چیز نہ بچ پائے، لیکن وہ مہلت دے رہا ہے۔ جب وقت مقررہ آجائے گا تو پھر ایک لمحے کی بھی مہلت نہ ملے گی۔ نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ جو کچھ آپ کے ساتھ پیش آرہا ہے، کوئی انوکھی چیز نہیں ہے، آپ سے پہلے بھی اسی طرح رسولوں کو پیش ہوتا رہا۔ شیطان نے ان لوگوں کو بھی راہ حق سے اسی طرح باز رکھا۔ آج وہ عذاب کا شکار ہیں: ﴿تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

دودھ اور شہد اللہ کے انعامات میں سے ہیں

(آیات ٦٥ - ٧٦) شیطان نے تو ان کو ان کے برے اعمال سجا کر دکھا دیے ہیں، لیکن یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ نشانیاں کیوں ملاحظہ نہیں کرتے؟ حالانکہ وہ انھی لوگوں کے فائدے کے لیے پیدا کی گئی ہیں، مثلاً: چوپایوں کے پیٹ سے ہم تمھیں تازہ اور لذت سے بھرپور دودھ پلاتے ہیں: ﴿وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ﴾ اور انگور، کھجور کے پھلوں سے لذت پہنچاتے ہیں۔ شہد کی مکھی کو تمہارے لیے شفا بخش شہد کشید کرنے کی ہدایت کر رکھی ہے: ﴿وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ﴾ اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق کے معاملے میں برتری دے رکھی ہے۔ تمہاری جنس سے بیویاں بنائیں ان سے تمہاری نسل بڑھائی اور تمھیں پاک رزق عطا کیا۔ اب بھی تم اللہ کی نعمتوں کا انکار اور باطل کے ساتھ ایمان رکھتے ہو۔ اللہ کے ماسوا کو پوجتے ہو جو ان کے لیے آسمان سے رزق پر اختیار نہیں رکھتے۔ تم اللہ کے لیے ایسے مثالیں نہ بیان کیا کرو۔ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے: ﴿فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ لہٰذا جو مثالیں اللہ بیان کرتا ہے انھیں ملاحظہ کرو۔

﴿سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ﴾ سائغ وہ مشروب ہے جو لذت یا آسانی سے حلق سے اترے اور پینے والے کو خوش کردے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنی تخلیق پر ہی غور کرو

(آیات ۷۷ -۸۳) اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی نشانیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا جارہا ہے کہ زمین و آسمان کا بھید اللہ ہی کے لیے ہے۔ قیامت کا معاملہ بھی آنکھ جھپکنے کی طرح بلکہ اس سے بھی جلدتر ہوگا۔ اس نے تمھیں پیدا کیا تو تم بالکل بے علم تھے۔ آسمانوں میں اڑتے ہوئے پرندوں کو کون تھامتا ہے؟ تمھیں گھروں میں سکون کون دیتا ہے؟ مختلف قسم کی پناہیں اور لباس بنانے کے سامان کون مہیا کرتا ہے؟ وہی جو تمھیں سردی و گرمی سے بچاتا ہے۔ یہ ساری نعمتیں تم اللہ کے سوا کس کے نام منسوب کر سکتے ہو۔ اے نبی! اگر یہ نہیں مانتے تو آپ کی ذمہ داری صرف پیغام پہنچا دینا ہے: ﴿فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾

ہر قوم کو توحید کی راہ سجھائی گئی ہے

(آیات ۸٤ -۹۰) رسولوں کے ذریعے سے اتمام حجت کے بعد کسی قوم کے لیے گمراہی پر باقی رہنے کے لیے کوئی عذر قابل توجہ نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ نے ہر قوم میں حق کی تبلیغ اور اتمام حجت کے لیے اپنے رسول بھیجے۔ وہ ان سے قیامت کے دن گواہی دلوائے گا کہ انھوں نے اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچا دیا ہے۔ یہی حیثیت نبی کریم ﷺ کی اس امت کے لیے ہے۔ اسی غرض سے یہ کتاب اتاری ہے جو مومنین کے لیے پیغام ہدایت، سبب رحمت اور اچھے مستقبل کی بشارت ہے۔ بے شک اللہ تمھیں عدل کا، احسان کا اور ذوی القربیٰ پر مال خرچ کرتے رہنے کا حکم دیتا ہے اور وہ برائی اور سرکشی سے روکتا ہے۔ وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تمھیں یاد رہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾

سوت کات کر تار تار کر دینے والی عورت کی طرح نہ بنو

(آیات ۹۱ -۹۷) جو لوگ اللہ سے عہد باندھ کر اسے توڑ دیتے ہیں جس طرح یہود نے محض حسد کی وجہ سے اللہ کے عہد کو توڑا۔ ان کی مثال اس بڑھیا کی مانند ہے جس نے اپنا کاتا ہوا سوت اپنے ہی ہاتھوں ادھیڑ کر رکھ دیا: ﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا ...﴾ یعنی یہ پاگل پن نہیں تو اور کیا ہے۔ اللہ کے عہد کو متاع دنیا کے عوض نہ بیچو اور اپنی قسموں کو لوگوں کو حق سے برگشتہ کرنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ ان کے برعکس جو لوگ مخالفوں کی مخالفت کے باوجود حق پر ثابت قدم رہیں گے، ان کے لیے دنیا و آخرت دونوں میں بہترین صلے کا وعدہ ہے: ﴿وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

تلاوت قرآن سے پہلے تعوذ

(آیات ۹۸- ۱۰۰) قرآن چونکہ ذریعۂ ہدایت ہے، جو شیطان کو گوارا نہیں۔ اس کے وسوسوں سے بچنے کے لیے جب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن کی تلاوت کرو تو تعوذ پڑھا کرو: ﴿ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴾ اس طرح وہ اہل ایمان پر مسلط نہیں ہو پائے گا۔ اس کا داؤ تو بے ایمان مشرکوں پر چلتا ہے ﴿ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا . . . اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴾

عربی قرآن کے لیے عجمی معلم کیسے؟

(آیات ۱۰۱ - ۱۰۵) قرآن پر اعتراض کہ یہ اپنی طرف سے گھڑا جا رہا ہے۔ جواب دیا کہ اسے روح القدس اپنے رب کے حکم سے لے کر آتا ہے۔ اور جس شخص کے بارے میں کفار کہہ رہے ہیں کہ وہ اسے گھڑ رہا ہے، وہ تو خود عجمی ہے جبکہ قرآن فصیح عربی میں ہے۔ یہ لوگ جس شخص کی طرف یہ شوشہ گھڑ رہے تھے وہ مکے کا ایک رومی غلام تھا جو انجیل وغیرہ سے واقف تھا، رسول اللہ ﷺ کی باتوں کو شروع ہی سے دلچسپی کے ساتھ سنتا تھا تو آپ بھی اس کے پاس کبھی کبھی جا بیٹھتے تھے بس اتنی سی بات کا منکروں نے بتنگڑ بنالیا: ﴿ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ . . . ﴾ فرمایا: عجیب کم فہم لوگ ہیں، قرآن کے حیرت انگیز اثر، اس کے اعلیٰ مطالب، اس کی حکیمانہ تعلیمات اور اس کی معجزانہ بلاغت دیکھ کر انہیں تو چاہیے تھا کہ فوراً کہہ اٹھتے کہ یہ ان کا کلام نہیں ہوسکتا، کوئی نہ کوئی انہیں ضرور سکھاتا ہے اور ان کی حماقت اس ''کوئی نہ کوئی'' کی تلاش کرنے لگتی ہے تو بدحواسی میں کبھی کسی کا نام، کبھی کسی کا نام لے دیتے ہیں، ہر طرف ٹھوکریں کھاتے رہتے ہیں اور یہ نہ ہوتا کہ کبھی اللہ تعالیٰ ہی کا نام فرض کر لیتے ...... اگر اس تک عقل کام نہیں کرتی تو نہ سہی، لیکن یہ کیا قیامت ہے کہ قرآن کی معجزانہ بلاغت سمجھتے ہوئے بھی یہ عقل کے اندھے اسے ایسے شخص کی طرف منسوب کرتے ہیں جو سرے سے اہل زبان ہی نہیں، گویا کہ یہ گوہر نایاب ایک کوئلے سے حاصل کر رہا ہے۔

کفار کے جبر کے شکار لوگ اجر عظیم کے مستحق ہیں

(آیات ۱۰۶ - ۱۱۱) اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں کی طرف توجہ فرما رہا ہے جو دشمنانِ اسلام کے ظلم وستم کے ہدف بنے ہوئے تھے۔ انہیں صبر واستقامت کی تلقین فرمائی اور ان لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرایا ہے جو مخالفین سے مرعوب ہو کر اللہ کے دین سے برگشتہ ہو جائیں گے: ﴿ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ اس سلسلے میں ان مسلمانوں کی طرف بھی ایک اشارہ ہے جنہیں دشمنان دین کے مظالم سے تنگ آ کر ہجرت کرنا پڑی۔ ان کی تحسین فرمائی گئی ہے اور ان کے لیے مغفرت ورضوان کی بشارت دی: ﴿ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

کفرانِ نعمت سے نعمت چھن جاتی ہے

(آیت ۱۱۲ - ۱۱۷) ایک خوشحال مگر ناشکر گزار بستی کی مثال سے اہل مکہ کو تنبیہ کی گئی ہے کہ تم نے اگر نعمت نبوت کی ناقدری کی: موجودہ روش نہ بدلی تو تمھارا بھی یہی انجام ہوسکتا ہے جو اس بستی والوں کا ہوا تھا۔ نیز حلت وحرمت کے باب میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنی مرضی داخل کرنا جائز نہیں، جن چیزوں کو اللہ نے حلال کیا وہی حلال ہیں اور جن کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے صرف انہی کو حرام جانو اور اپنے مشرکانہ توہمات کے تحت ان کو حرام نہ ٹھہراؤ۔ تاریخ کا بیان ہے کہ ایسا ہو کر رہا، جب اہل مکہ نے اللہ کے رسول برحق کو نکالا تو اللہ نے ان پر قحط مسلط کر دیا، جس سے ان کے جانور مرنے لگے اور انسان جان سے جانے لگے۔

معمار بیت اللہ خالص موحد تھے

(آیات ۱۱۸ -۱۲۴) یہ تمام آیات ان اعتراضات کے جواب میں ہیں جو کفار قریش نے کیے تھے جو پچھلی آیت میں بیان ہوئے کہ یہودی شریعت میں بہت سی چیزیں حرام ہیں جنہیں تم حلال جانتے ہو، اگر وہ بھی خدائی شریعت تھی اور تمہارا دعویٰ بھی یہی ہے تو پھر تم خود ہی اس کی خلاف ورزی کر رہے ہو اور دوسرا اعتراض یہ تھا کہ بنی اسرائیل کی شریعت میں سبت کی حرمت کا قانون تھا جسے تم نے اڑا دیا۔ کیا یہ تمھارا اپنا فعل ہے یا اللہ ہی نے دو شریعتوں میں دو متضاد حکم دے رکھے ہیں؟

جواب میں فرمایا کہ یہود ہوں یا اہل مکہ انہوں نے دین میں اپنی مرضی داخل کر کے شریعت الٰہی کا حلیہ بگاڑ رکھا ہے۔ یہودیوں پر کچھ چیزیں ان کی بدعملیوں کے باعث حرام کی گئی تھیں اور کچھ انھوں نے خود ہی حرام کر رکھی تھیں جبکہ اصل شریعت (ملت ابراہیمی) میں حلال تھیں۔ اسی طرح جمعہ کی بجائے ہفتے کے دن کو مقدس قرار دینا یہود کی اپنی اختراع ہے۔ اسی طرح اہل مکہ نے بھی حلال و حرام کے اصول خود گھڑ رکھے ہیں۔ جس چیز کو چاہتے ہیں جائز کر لیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں حرام کر لیتے ہیں (جس کی کئی مثالیں قرآن میں جابجا موجود ہیں، مثلاً: سورۂ انعام کی آیات ۱۳۷ وغیرہ) سب سے بڑی حرام چیز شرک و بت پرستی تھی جسے اہل مکہ نے اپنا رکھا ہے اور توحید و موحدین کی ناک میں دم کر رکھا ہے۔ محمد ﷺ اسی اصل شریعت کا احیا کر رہے ہیں جسے یہود اور اہل مکہ نے مسخ کر رکھا ہے۔ پھر یہ کہ نبی کریم ﷺ کو ملت ابراہیمی کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے نہ کہ یہودی شریعت کی پیروی کا اور اس ملت ابراہیمی میں حلت و حرمت کے وہی اصول تھے جنہیں محمد ﷺ پیش فرما رہے ہیں۔ مثلاً: یہودی اونٹ کا گوشت حرام سمجھتے تھے جبکہ شریعت ابراہیمی میں وہ حرام نہ تھا، یہودیوں کے ہاں خرگوش، اور شتر مرغ وغیرہ حرام ہیں مگر ملت ابراہیمی میں یہ سب حلال ہیں۔ اسی طرح سبت کی حرمت بھی یہود کی اپنی وضع کردہ تھی اور ان سب کے بڑے گواہ یہ اہل مکہ خود ہیں جو اپنے آپ کو ابراہیمی کہلاتے ہیں۔ اس وجہ سے ان کے ہاں نہ تو اونٹ کا گوشت حرام ہے، نہ خرگوش یا شتر مرغ اور نہ سبت کی حرمت کے قائل ہیں۔

لہٰذا اب نہ تو یہود کو حق ہے کہ وہ اپنی نسبت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف کریں اور نہ اہل مکہ ہی کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے آپ کو ابراہیمی کہلائیں، کیونکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام خالص موحد تھے، اپنی ذات میں انجمن تھے، بھرپور اور یکسو مسلم تھے، قانت و ساجد تھے، شرک سے بیزار اور شرک و مشرکین سے متنفر تھے: ﴿إِنَّ إِبْرٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيفًا ۖ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ ۚ اجْتَبٰهُ وَهَدٰهُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ یہی ان کا مذہب تھا جس کی پیروی کرنے کا تمھیں حکم دیا جا رہا ہے اور محمد ﷺ جس کی طرف بلا رہے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حکمت وموعظت کے ساتھ دعوت

(۱۲۵ -۱۲۸) دعوت وتبلیغ کے باب میں اہم ہدایت یہ ہے کہ معاندین کے مقابلے میں موعظت اور مباحثہ میں حکمت کو نظر انداز نہ کیا جائے، یہی سب سے حکیمانہ ومؤثر ذریعہ ہے جس سے مخالف کے دل میں گھر کیا جاسکتا ہے، نیز ان کی اشتعال انگیزی یا شر پسندی کے جواب میں صبر واستقامت اور عدل کا دامن نہ چھوڑیں: ﴿وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ﴾ اللہ کے پسندیدہ بندے وہی ہیں جو ایمان وتقویٰ اختیار کریں۔

اور اے نبی! آپ تو ساری کائنات سے بڑھ کر تقویٰ واحسان کے مقام پر فائز ہیں اور اسی کی تبلیغ کرتے ہیں اور اسی بنیاد پر مومنوں کو جمع کرتے ہیں، لہٰذا ہرگز حزن وملال کا شکار نہ ہوں، بہترین انجام اور اچھا مستقبل بہر حال آپ کا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ : 15

سُوۡرَۃُ الۡاِسۡرَآءِ

سورۂ الاسراء مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو گیارہ آیات اور بارہ رکوع ہیں

سورت کا نام، ربط سورت، زمانہ نزول اور موضوع

اس سورت کے دو نام معروف ہیں ایک الاسراء جو پہلی آیت: ﴿سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ﴾ سے لیا گیا ہے اور دوسرا نام بنی اسرائیل ہے جو آیت نمبر ۴ کے فقرے ﴿وَقَضَیۡنَاۤ اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ فِی الۡکِتٰبِ﴾ سے ماخوذ ہے۔ یاد رہے کہ سورت کا نام مضامین کے لحاظ سے نہیں بطور علامت لیا جاتا ہے۔

یہ سورت سابقہ سورۂ نحل کی جڑواں سورت ہے۔ اس لیے دونوں کا بنیادی مضمون تقریبا ایک ہی ہے، صرف اجمال و تفصیل کا فرق ہے۔ پچھلی سورت میں جو باتیں اشارات کی شکل میں ہیں، وہ اس سورت میں نہایت واضح اسلوب میں بیان کردی گئی ہیں مثلاً سورۂ نحل میں دعوت و انذار کے اصل مخاطب مشرکین مکہ تھے اور یہودی و بنی اسرائیل ضمناً۔ اس سورت میں یہود اصل مخاطب ہیں اور باقی ضمناً۔ قرآن جس فطری اور سادہ طریق زندگی کی دعوت دے رہا ہے، سابقہ سورت میں صرف اس کی اساسات کی طرف اجمالی اشارہ تھا۔ اوامر میں عدل واحسان اور قرابت داروں کے حقوق کی ادائیگی کا حوالہ تھا اور منہیات میں فحشا، منکر اور بغی کا ذکر تھا۔ اس سورت میں اس کو بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس تفصیل سے تورات کے احکام عشرہ کے ساتھ اس کی مطابقت واضح ہوتی ہے، گویا انسانی فطرت اور قدیم آسمانی تعلیم دونوں ہم آہنگ ہیں۔ اس لیے قریش اگر اس سے بغاوت کرتے ہیں تو بھی ان کی شامت ہے اور بنی اسرائیل اس کے خلاف سازشیں کرتے ہیں تو ان پر بھی اللہ کی پھٹکار ہے۔ سابقہ سورت میں ہجرت کا اشارتاً ذکر ہے، اس سورت میں نہایت واضح طور پر بتادیا گیا ہے اور اس کے لیے جن تیاریوں کی ضرورت ہے، ان کی ہدایت نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کو ایسے انداز میں دی گئی ہے جس سے یہ نمایاں ہورہا ہے کہ اس کا وقت بہت قریب ہے۔ اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ یہ سورت مکی دور کے آخر میں اور ہجرت سے کچھ دیر پہلے نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ پہلی ہی آیت اس بات کی نشاندہی کردیتی ہے کہ یہ سورت معراج کے موقع پر نازل ہوئی ہے جو ہجرت سے تقریبا سال سوا سال پہلے کرائی گئی تھی۔

جس زمانے میں یہ سورت نازل ہوئی وہ قیام مکہ کا آخری دور تھا، جب دعوت حق کو پھیلتے ہوئے گیارہ بارہ سال گزر چکے تھے۔ مخالفین کی مکمل مزاحمت کے باوجود آوازۂ حق عرب کے گوشے گوشے میں پہنچ چکا ہے۔ عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں رہا جس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں دو چار آدمی آپ کی دعوت سے متاثر نہ ہو چکے ہوں۔ اب آپ کو مکہ سے مدینہ کی طرف منتقل ہو جانے اور منتشر مسلمانوں کو سمیٹ کر اسلام کے اصولوں پر ایک ریاست قائم کر دینے کا موقع ملنے والا تھا۔ ان حالات میں معراج کا واقعہ پیش آیا، جہاں سے واپسی پر یہ پیغام نبی کریم ﷺ نے دنیا کو سنایا! پس منظر کی اس خصوصیت کی وجہ سے اس سورت میں افہام وتفہیم اور زجر و توبیخ اور تعلیم وتربیت کے سارے اسلوب ایک متناسب انداز میں جمع کر دیے گئے ہیں، علاوہ ازیں بڑے دلنشین طریقے سے انہیں سمجھایا گیا ہے کہ انسانی سعادت وشقاوت اور فلاح وخسران کا دارومدار دراصل کن چیزوں پر ہے۔ توحید و معاد، نبوت اور قرآن کے برحق ہونے کی دلیلیں دی گئی ہیں۔ ان شبہات کو رفع کیا گیا ہے، جو ان بنیادی حقیقتوں کے بارے میں کفارمکہ کی جانب سے پیش کیے جاتے تھے اور استدلال کے ساتھ منکرین حق کی جہالتوں سے پردہ اٹھایا گیا ہے اور انہیں زجروتوبیخ بھی کی گئی ہے۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

سبحان سے معراج کا واقعہ شروع کرنے میں حکمت ☆ مقام عبدیت کی عظمت واہمیت ☆ معراج سے مقصد آیات الٰہی کا مشاہدہ کروانا تھا ☆ یہود نے صحیفۂ ہدایت کی ناقدری اور عقیدہ توحید سے بغاوت کی جس کے سبب ان سے امامت کا اعزاز چھین لیا گیا (۲) ☆ یہود کی دومرتبہ بربادی کی پیشین گوئی (۷) ☆ اللہ کے فضل ورحمت کا استحقاق کسی قوم کو حسب ونسب کی بنا پر نہیں، ایمان وعمل صالح کی بنا پر ہوتا ہے، یہود کے اعتراض کا جواب ☆ اصلاح کرو گے تو مستحق رحمت بنو گے، فساد کرو گے تو عذاب کا کوڑا کھاؤ گے ☆ قرآن اصلاح اور راستہ سلامتی کا ہے ☆ عذاب کی نشانی مانگنے کا مطلب اپنے لیے خرابی پسند کرنا ہے، کیا انہیں آفاق کی نشانیاں نظر نہیں آتیں (۱۲) ☆ ہر انسان کا نصیبہ اس کی گردن میں لٹکا ہوا ہے (۱۵) ☆ آخرت کو نظرانداز کرنے والے نفع عاجل کے طالب ہیں، جبکہ آخرت کے طالب بڑے خوش نصیب ہیں (۱۸/ ۱۹) ☆ اللہ کی عطا و بخشش عام ہے (۲۰) ☆ جدید وقدیم وحی کے احکام جو معراج کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی طرف وحی کیے گئے (۲۲، ۳۹) ☆ مشرکین کا ستم بالائے ستم کہ اپنے لیے بیٹے پسند کرتے ہیں اور اللہ کے لیے بیٹیاں! اسے اولاد کی کیا ضرورت ہر چیز اس کی تسبیح بیان کرتی ہے (۴۰، ۴۴) ☆ آخرت کو ماننا نہیں چاہتے، اسی لیے قرآن کے ساتھ معارضہ کرتے ہیں (۴۶) ☆ مسلمانوں کو تبلیغ ودعوت کے باب میں چند سنہری اصولوں کی تلقین (۵۳، ۵۵) ☆ ہم نے منکروں کو پہلے کتنی نشانیاں دکھائیں، وہ کب مانے ہیں جواب مانیں گے (۶۰) ☆ گمراہی کا سبب شیطان کے جال میں پھنس جانا ہے (۶۴) ☆ شیطان صالح بندوں پر اختیار حاصل نہیں کرسکتا (۶۵) ☆ اللہ کی نعمتوں کی ناقدری نہ کرو (۶۶) اللہ کی پکڑ سے بے خوف نہ ہو جاؤ (۶۹) ☆ لوگ اپنے پیشواؤں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے، نیکوکاروں کو دائیں ہاتھ میں اور بدکاروں کو بائیں ہاتھ میں اعمال نامے دیے جائیں گے (۷۱) ☆ قرآن میں تبدیلی کے خواہاں لوگوں کو مایوس ہو جانا چاہیے (۷۳، ۷۷) ☆ تہجد اور فجر کے وقت قرآن کی تلاوت بہت فائدہ مند ہے ☆ نمازوں کے اوقات کا ذکر ☆ صبر واستقامت کے لیے نماز کا اہتمام کرو (۷۹) ☆ ہجرت نبویہ کی تمہید اور دعا کی تلقین (۸۰) ☆ حق کی فتح اور باطل کی شکست کا اعلان (۸۱) ☆ قرآن کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تکذیب کرنے والوں کی شامت اعمال (۸۲) ☆ روح کے متعلق سوال کا جواب (۸۵) ☆ سب انسان اور جن مل کر بھی اس جیسا قرآن نہیں بنا سکتے (۸۸) ☆ مخالفین کے مطالبات برائے تصدیق رسالت، نبی کریم ﷺ کا جواب کہ مطالبات کو پورا کرنا میرے اختیار میں نہیں، میں تو ایک بشر رسول ہوں (۹۰) انسانوں کے لیے انسان ہی رسول بنائے جانے میں حکمت (۹۴) ☆ ان سے پہلے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو نو معجزات دیئے گئے یہود نے کب فائدہ اٹھایا جواب قریش مانگ رہے ہیں (۱۰۱) ☆ دعوت کے باب میں نبی کی ذمہ داری صرف ابلاغ کی ہے (۱۰۵) ☆ اللہ یا رحمن دونوں ہی خدائے واحد کے نام ہیں ...... کفار کے تجاہل عارفانہ کا جواب (۱۱۰) ☆ اللہ کی بلا شرکت غیرے حکمرانی کا اعلان کرتے رہیے۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱ -۸) ﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ① وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ② ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ③ وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا﴾

واقعۂ معراج ہجرت نبوی سے تقریباً ایک سال پہلے پیش آیا، کتب حدیث وسیرت میں اس واقعہ کی تفصیلات تقریباً ۲۵ متعدد صحابہ کرام سے مروی ہیں۔ ان میں سے مفصل ترین روایات سیدنا انس بن مالک، مالک بن صعصہ، ابوذر غفاری اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔ ان کے علاوہ سیدنا عمر، علی عائشہ، ابن عباس، ابن مسعود، حذیفہ بن یمان، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم اور متعدد دوسرے صحابہ کرام سے اس واقعہ کے بعض اجزا مروی ہیں۔

قرآن کریم کے اس مقام کے علاوہ معراج کی چند کیفیات ستائیسویں پارے کی سورۂ نجم میں بیان کی گئی ہیں۔ اس کی تفصیلات قرآن کریم میں نہیں ہیں صرف اشارات پر اکتفا کیا گیا ہے، سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے سیرت النبی ﷺ کے ضمن میں اس موضوع پر بڑی سیر حاصل بحث کی ہے۔ ان کے خیال میں پوری سورۂ بنی اسرائیل واقعہ معراج ہی کو بیان کرتی ہے، اس کی تمام تعلیمات اور ہجرت کے اشارات، نبوت کی اہمیت اور اس منصب کے بارے میں کفار کے تمام اعتراضات کا جواب القا کر کے گویا نبی کریم ﷺ کو پوری پوری تسلی دی گئی ہے اور ساتھ ہی ساتھ آپ کے روشن مستقبل اور مدینہ میں عنقریب قائم ہونے والی اسلامی مملکت کے لیے نظام کی بنیادیں فراہم کی گئی ہیں۔ یہ تمام ایمان افروز تفصیلات محولہ بالا کتاب میں موجود ہیں، قارئین وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

واقعۂ معراج کے تذکرے میں یہ حقیقت مضمر تھی کہ اب مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ دونوں گھروں کی امانت خائنوں اور بدعہدوں سے چھین کر خاتم النبین ﷺ کے حوالے کی گئی ہے۔ اب یہی ان مقدس گھروں اور ان کے انوار و برکات کے وارث ومحافظ اور امین ہوں گے اور ان کے قابضین مشرکین ویہود عنقریب ان گھروں کی تولیت سے معزول کر دیے جائیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قوموں کے عروج وزوال کے کچھ قاعدے

(آیات ۹- ۲۱) ﴿إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا﴾ سب معاندین کو قرآن پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے کہ یہ قرآن اس دین فطرت کی طرف رہنمائی کر رہا ہے۔ جس کی طرف سابقہ انبیاء اور ان پر نازل ہونے والے آسمانی صحیفوں نے رہنمائی کی تھی۔ قرآن ہی اب ہدایت و رہنمائی کا مکمل ضابطہ ہے جو اس کو قبول کر لیں ان کے لیے بشارت ہے اور جو اس کو رد کر دیں ان کی حالت پر سخت افسوس ہے۔ جو لوگ اس واضح دین کو قبول کرنے کی بجائے حسی معجزات اور عذاب کی نشانیاں مانگتے ہیں اور ان نشانیوں کو نظر انداز کرتے ہیں جو کائنات میں ہر سو پھیلی ہوئی ہیں، جن کی تفصیل اس کتاب میں بھی لکھ دی گئی ہے تو ان لوگوں پر بہت افسوس ہے۔ یہ اپنے مزعومہ معبودوں پر بھروسا کیے بیٹھے ہیں حالانکہ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اللہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ کسی قوم پر بغیر انذار و تنبیہ کے عذاب نہیں بھیجتا۔ اب ان کو تنبیہ ہو چکی ہے۔ اس سے فائدہ نہ اٹھایا تو اگلا مرحلہ عذاب ہی ہوگا۔ اس ضمن میں سنت الٰہی کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ قوم کے خوشحال لوگ فسق و بغاوت میں انتہا کر دیتے ہیں تو پھر ان پر عذاب حق ہو جاتا ہے: ﴿وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا﴾

قرآن کی دعوت کوئی نئی نہیں

(آیات ۲۲ -۳۹) قرآن جس سیدھے راستے کی دعوت دے رہا ہے جس کی طرف سابقہ سورۂ نحل میں اشارہ کیا جا چکا ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ (۹۰) یہ تفصیل واضح کرتی ہے کہ تورات کے احکام عشرہ اور قرآن کریم کی ہدایات میں پوری مطابقت ہے اور یہ فطرت انسانی کے عین مطابق ہے، جن کے بغیر کوئی صالح معاشرہ وجود میں نہیں آ سکتا۔ اس لیے نہ تو بنی اسرائیل کے لیے ان سے فرار کا کوئی جواز ہے، نہ بنی اسماعیل کے لیے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے لے کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا مسیح علیہ السلام تک سب نے انھی باتوں کی تعلیم دی ہے۔

اصولوں کا تذکرہ

(۱) اللہ کی عبادت میں کوئی شریک نہیں۔ (۲) والدین کے ساتھ حسن سلوک خصوصاً بڑھاپے میں۔ (۳، ۴، ۵) رشتہ داروں، مساکین اور مسافروں کے ساتھ حسن سلوک۔ (۶، ۷) فضول خرچی اور بخل سے پرہیز۔ (۹) قتل اولاد کی ممانعت۔ (۱۰، ۱۱) زنا اور قتل نفس سے اجتناب۔ (۱۲) مال یتیم کو احتیاط کے ساتھ خرچ کرنا۔ (۱۳) وعدہ پورا کرنا۔ (۱۴) ناپ تول میں دیانتداری۔ (۱۵) بے مطلب باتوں کی ٹوہ لگانے سے پرہیز۔ (۱۶) زمین پر اکڑ کر چلنے کی ممانعت۔ یہ سب چیزیں وحی کے ذریعے سے رب نے بتائیں: ﴿ذَٰلِكَ مِمَّا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ﴾ اس تاکید کے ساتھ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ ورنہ جہنم میں ملامت زدہ کر کے ڈال دیا جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن سے دوری کے اسباب غلط عقائد

(آیات ۴۰ - ۵۲) معاندین کی ذہنی، فکری اور عملی کوتاہیوں کا سبب ان کے گمراہ کن عقائد ہیں، جن میں نمایاں بات یہ ہے کہ اللہ نے کسی کو اولاد بنا رکھا ہے۔ اور مشرکین مکہ کا طرز عمل تو زیادہ ہی سنگین نوعیت کا ہے کہ انہوں نے فرشتوں کو اس کی بیٹیاں تجویز کر ڈالا۔ ارشاد ہوا کہ یہ لوگ قرآن سے اس لیے بیزار ہیں کہ وہ توحید اور آخرت پر ایمان نہیں لانا چاہتے۔ اس لیے سے جب ان کو قرآن سنایا جاتا ہے تو وہ اس سے بدکتے ہیں اور نبی کریم ﷺ پر طرح طرح کے فقرے کستے ہیں حالانکہ ان دونوں باتوں کے دلائل اس قدر واضح ہیں کہ کوئی عاقل ان کا انکار نہیں کرسکتا، نیز ان کا آخرت کے بارے میں عقیدہ بھی سخت علیل ہے جس کی وجہ سے یہ راہ صواب سے ہٹے ہوئے ہیں۔

تبلیغ و دعوت کے تین سنہری اصول

(آیات ۵۳ - ۵۵) یہ تین آیات اثنائے کلام میں نبی کریم ﷺ کی طرف التفات کی نوعیت کی ہیں، یعنی بطور جملہ معترضہ (پہلی آیت میں) مسلمانوں کو یہ ہدایت بھی فرما دی گئی کہ تم دعوت میں حکیمانہ طریقہ اختیار کرو۔ مخالفین کے رویے سے متاثر ہو کر زبان سے ہرگز کوئی ایسا کلمہ نہ نکال بیٹھو جو مخالفین کے لیے مزید اشتعال کا سبب بن جائے اور شیطان اسے فتنے کا ذریعہ بنا لے: ﴿وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ...﴾ دوسری آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ بحیثیت رسول آپ کا فرض صرف تبلیغ حق تک محدود ہے، لوگوں کو مومن و مسلم بنا دینا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے۔ اللہ ہی جس کو چاہے گا ایمان کی توفیق دے گا اور جس کو چاہے گا اس سے محروم رکھے گا: ﴿رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ...﴾ مباحثے کی گرما گرمی میں جو چیز سب سے زیادہ موجب فتنہ بنتی ہے وہ اپنے اپنے مقتداؤں کی متعصبانہ ترجیح و تفضیل ہے۔ اس لیے حکمت تبلیغ کے سلسلے میں تیسری آیت میں یہ حقیقت واضح فرما دی گئی کہ اللہ نے اپنے تمام نبیوں کو کسی نہ کسی پہلو سے فضیلت بخشی ہے۔ اس لیے کسی کے لیے مطلق ترجیح و تفضیل کی بحث نہ چھیڑی جائے کہ وہ فتنے کا باعث بن جائے: ﴿وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ...﴾

اور تیسرا اصول تبلیغ یہ ہے کہ اہل ایمان کی زبان پر کبھی ایسے دعوے نہ آنے پائیں کہ ہم جنتی ہیں اور فلاں شخص یا گروہ جہنمی ہے۔ ہر چیز کا فیصلہ اللہ کے اختیار میں ہے، وہی سب انسانوں کے ظاہر و باطن اور ان کے حال و مستقبل سے آگاہ ہے، اسی کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ کس پر رحمت فرمائے اور کسے عذاب دے۔ غالباً یہ نصیحت اس لیے فرمائی گئی کہ کبھی کبھی کفار کی زیادتیوں سے تنگ آ کر مسلمانوں کی زبان سے ایسے فقرے نکل جاتے ہوں گے کہ فلاں شخص کو عذاب دیا جائے گا یا فلاں کو بخش دیا جائے گا۔ اس سے جہاں مخالف میں اشتعال پیدا ہوتا ہے، وہاں یہ اللہ کے علم پر دعویٰ بھی ہے۔

اللہ پکڑے تو کوئی رہائی نہیں دلوا سکتا

(آیات ۵۶ - ۵۷) اوپر والی التفات کی آیات بطور جملہ معترضہ تھیں۔ ان کے ختم ہونے کے بعد توحید کے اس مضمون

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی تکمیل کردی گئی جو اوپر سے چلا آ رہا تھا۔ مشرکین، فرشتوں کو اللہ کا شریک مانتے تھے۔ ان کے بارے میں فرمایا کہ اللہ کا شریک ہونا تو الگ رہا وہ تو خود برابر اللہ کے قرب اور اس کی رضا کے حصول کی جدوجہد میں سرگرم اور ہر وقت اس کے عذاب کے اندیشے سے لرزاں ہیں۔ اس لیے اللہ کی پکڑ جس کا تم مطالبہ کرتے ہو، اگر اس کا وقت آ جائے تو کہیں اپنے مزعومہ شفعا کی مدد کے انتظار میں مت رہنا، وہ کسی کی مدد کرنے کے روادار نہیں ہیں، کیونکہ تیرے رب کا عذاب ہے ہی ایسا کہ اس سے ہر شخص کو ڈرنا اور بچنا چاہیے۔ ﴿إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا﴾

عذاب میں تاخیر کیوں ہو رہی ہے؟

(آیات ۵۸-۶۰) مخالفین کے مطالبۂ نشانی پر فرمایا کہ یہ عذاب الٰہی کے لیے اتنی جلدی نہ مچائیں۔ جو بستی بھی کفرو نافرمانی کی راہ اختیار کرے گی وہ دو حالتوں میں سے کسی ایک سے لازماً دوچار ہو کر رہے گی یا تو ہم اس کو ہلاک کر کے چھوڑیں گے یا اس کو سخت عذاب دیں گے۔ اب رہی یہ بات کہ ان کے مطالبے پر وہ فوراً عذاب کیوں نہیں بھیج دیا جاتا تو فرمایا: اس لیے کہ نشانیوں کا مقصد تو لوگوں کو ڈرانا ہوتا ہے، لیکن پچھلی قوموں نے اپنی شامت اعمال سے ہمیشہ ان نشانیوں سے تنبیہ حاصل کرنے کی بجائے ان کی بھی تکذیب کردی۔ اس طرح اپنے لیے عذاب الٰہی کا دروازہ کھول لیا۔ مثال کے طور پر قوم ثمود کو اونٹنی، ایک آنکھیں کھول دینے والی نشانی کی حیثیت سے دی گئی تھی: ﴿وَآتَيْنَا ثَمُودَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوا بِهَا . . .﴾ اگر وہ ضد سے اندھے نہ ہو چکے ہوتے تو وہ ان کے لیے کافی تھی، لیکن انھوں نے اس نشانی سے کوئی فائدہ اٹھانا تو درکنار، اونٹنی کی کوچیں کاٹ کر اس کو ہلاک کر دیا۔ اسی طرح کئی دوسری قوموں نے عذابِ الٰہی کو مذاق سمجھ کر اپنی بدبختی پر مہر لگالی۔ اس لیے اے نبی! آپ کی قوم کو اگر کوئی نشانی دکھادی تو ان کا رویہ پچھلی قوموں سے مختلف نہیں ہوگا۔ مثال کے طور پر ہم نے ان کے ہاتھوں سے مکہ چھن جانے کی کئی بار وارننگ دی تھی، لیکن انھوں نے اسے سنجیدگی کے ساتھ نہیں لیا، حتی کہ ہمارا فیصلہ سرزد ہو گیا۔

ابلیس نے انہیں اپنے جال میں الجھا رکھا ہے

(آیات ۶۱-۶۵) منکرین و معاندین کی تکذیب کا اصل سبب بتاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اصل سبب وہ نہیں جو یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ ان کو عذاب کی کوئی نشانی دکھائی نہیں گئی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے ان کو اپنی نعمتوں سے نوازا تو یہ نعمتوں کو پاکر اس کے شکرگزار بندے بننے کی بجائے غرور اور گھمنڈ میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اس معاملے میں انھوں نے ٹھیک ٹھیک ابلیس کے نقش قدم کی پیروی کی ہے اور ابلیس نے ان کے بارے میں اپنا گمان بالکل سچ کر دکھایا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی واضح فرمادیا کہ شیطان کا تسلط ان پر تو ہو سکتا ہے، لیکن اللہ کے صالح بندوں پر نہیں ہو سکتا: ﴿إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ﴾

گانا موسیقی وغیرہ شیطان کی آوازیں ہیں

﴿وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ . . .﴾ انسانوں میں سے جس پر تیرا قابو چلے تو اپنی آواز سے اس کے قدم اکھاڑ۔ التفزاز کے معنی استخفاف کے ہیں، یعنی کسی کو ہلکا اور کمزور پاکر اسے بہا لے جانا یا اس کے قدم پھسلا دینا......

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر چہ اس سے مراد ہر وہ ہتھکنڈہ، تحریک اور وسوسہ ہے جن سے شیطان انسانوں کو بہکاتا ہے ہر وہ آواز جو معصیت و فسق کی جانب لائے یا بلائے وہ شیطان ہی کی آواز ہے، چونکہ موسیقی اور گانا وغیرہ بھی شیطانی آواز ہی ہے جس سے انسان بہکتا ہے۔ اگر چہ اسے بہلانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، لیکن حقیقت میں یہ اسی ضلالت کے شعبے ہیں، اسی لیے امام مجاہد وغیرہ نے اسے گانا و موسیقی وغیرہ کے ساتھ خاص کیا ہے۔

﴿وَ اَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَ رَجِلِكَ﴾ اس فقرے میں شیطان کو ڈاکو سے تشبیہ دی گئی ہے جو کسی بستی پر اپنے سوار اور پیادے چڑھالائے اور ان کو اشارہ کرتا جائے کہ ادھر لوٹ مار کرو ادھر چھاپہ مارو اور وہاں غارتگری کرو۔ شیطان کے سواروں اور پیادوں سے مراد وہ سب جن اور انسان ہیں جو گویوں، ناچوں، موسیقاروں، جھوٹے لیڈروں، مذہبی عیاروں، سیاسی وفکری گمراہوں اور اس جیسی بے شمار شکلوں اور حیثیتوں میں ابلیس کے مشن کی خدمت کر رہے ہیں۔

مصیبت میں اور مصیبت کے بعد انسان کا کردار

(آیات ٦٦ -٦٩) نعمت پا کر انسان کے غرور واستکبار کی تمثیل بیان کی گئی ہے کہ جب وہ کسی مصیبت میں پکڑا جاتا ہے تو اللہ کو یاد کرتا ہے اور جب مصیبت سے نکل جاتا ہے پھر اکڑنے اور سرکشی کرنے لگ جاتا ہے۔ وہ یہ بھول جاتا ہے کہ اگر اللہ چاہے تو اس کو پھر اسی حالت میں پکڑ سکتا ہے۔

امام رازی سورۂ نحل کی آیت ۵۳ کے تحت لکھتے ہیں: آج یکم محرم ٦٠٢ھ کو جب میں اس آیت کی تفسیر لکھ رہا ہوں، صبح کے وقت شدید زلزلہ آیا اور لوگ دعا و تضرع میں مصروف ہو گئے، لیکن جب زلزلہ ختم ہو گیا تو اسے بھول بھال کر پھر غفلت میں پڑ گئے اور کام کاج میں لگ گئے۔

ساری مخلوق پر انسان کی فضیلت

(آیات ٧٠) ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا﴾ انسان کو اس کی ذمہ داری یاد دلائی جا رہی ہے کہ ہم نے اسے جو عزت بخشی ہے، خشکی وتری میں اس کے لیے سواری کا بندوبست کیا ہے، اس کو پاکیزہ رزق کے وسائل مہیا کیے ہیں، اس کو اپنی بہت سی مخلوقات پر جو فضیلت عطا کی ہے، اس کا فرض بنتا ہے کہ وہ ان نعمتوں کو پہچانے، ان کی قدر کرے اور ہمارا شکر ادا کرے، نا کہ وہ ناقدری کر کے ابلیس کے طریقے کو اپنا کر اس جیسے انجام سے دو چار ہو۔

اس آیت سے انسان کی ساری مخلوق پر برتری وفضیلت ثابت ہوتی ہے۔ بشرطیکہ وہ رب رحمن کے بتائے ہوئے راستے پر چلے اور شیطان کو قائد نہ بنائے۔

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس پہ پڑتی ہے محنت زیادہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کفار کا قرآن میں تبدیلی کا مطالبہ اور دوستی کی پیشکش

(آیات ۷۱ ۔ ۷۷) جزا وسزا کے دن کی یاددہانی کرائی گئی ہے کہ اس دن اللہ کی عدالت میں سب کی پیشی ہوگی، نیک اپنے پیشواؤں کے ساتھ اور برے اپنے لیڈروں کے ہمراہ حاضر ہوں گے۔ نیکوکاروں کو ان کے اعمال نامے ان کے داہنے ہاتھ میں دیے جائیں گے اور بدلوگوں کو ان کے بائیں ہاتھ میں۔ وہ جب ان کو ملاحظہ کریں گے تو دیکھیں گے کہ ان کے ساتھ ذرا بھی ناانصافی نہیں کی گئی۔ جو دنیا میں حق کی راہ میں اندھے رہے وہ آخرت میں بھی اندھے ہی اٹھیں گے، لیکن اصحاب الیمین اپنے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں پائیں گے، اس لیے کہ وہ دنیا میں اندھے بن کے نہیں رہے تھے! ﴿وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ اور جو اس جہان میں اندھا بن کر رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا بلکہ اس سے بھی زیادہ ناکام: ﴿وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ...﴾ اے نبی! ان لوگوں نے اس کوشش میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی کہ آپ کو وحی کے بارے میں آزمائش میں ڈال دیں جو ہم نے آپ کی طرف بھیجی ہے تاکہ تم ہمارے نام پر اپنی طرف سے کوئی بات گھڑو۔ اگر تم ایسا کرتے تو وہ ضرور آپ کو اپنا دوست بنا لیتے۔

نبی کریم ﷺ کو تاکید کی جارہی ہے آپ کہ مخالفین کی تمام مخالفتوں کے برعکس اپنے کام میں مشغول ہیں۔ یہ آپ سے قرآن کے بعض احکامات میں حسب منشا تبدیلی کرنے کے خواہاں ہیں۔ جس طرح پچھلے دس بارہ برسوں میں کئی بار انھوں نے مطالبہ کیا، لیکن آپ ان کی باتوں میں ہرگز نہ آئیں، کیونکہ قرآن میں تبدیلی کرنے کا کوئی مجاز نہیں ہے۔ آپ کے اس واضح اعلان سے دوستی بڑھانے کے یہ دعوے دار سخت مخالف ہوجائیں گے اور ہوسکتا ہے کہ ان کی مخالفت میں اتنی شدت آجائے کہ آپ ترک وطن پر مجبور ہوجائیں، اگر ایسا ہوا تو یہ بھی اپنے ملک میں سلامت نہ رہ سکیں گے! ﴿وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾

اس آیت کے شان نزول میں مفسرین نے لکھا ہے کہ قبیلہ بنوثقیف یا کہیں اور سے کچھ کافروں نے آکر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ اگر آپ فلاں فلاں احکام میں ہمارے لیے تخفیف کردیں تو ہم ابھی مسلمان ہوئے جاتے ہیں۔ آپ کو ان کے ایمان کی طمع سے کچھ خیال ایسا پیدا ہوا ہی چلا تھا کہ نزول وحی نے فیصلہ اس کے خلاف کردیا۔

یہ تو ایک واقعہ ہے، دراصل قرآن نے جو کھری کھری دعوت دی تھی اس سے کفار وحاسدین ہمیشہ خار ہی رہے اور اس کوشش میں برابر لگے رہے کہ اس میں کچھ تبدیلی لے آئیں، لیکن اللہ کا کلمہ پورا ہوکر رہا اور قرآن ہر قسم کی تبدیلی وتحریف سے پاک ہی رہا اور قیامت تک رہے گا۔

مقام محمود کا اعزاز

(آیات ۷۸ ۔ ۸۴) ﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ۭ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا﴾ مشکلات و مصائب کے اس طوفان کا ذکر کرنے کے فوراً بعد ہی نماز قائم کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ صبر وثبات کے حصول کے لیے نماز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور تلاوتِ قرآن ہی صحیح ذریعہ ہے اور نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی کہ آج آپ کے مخالفین ہر وقت آپ کو گالیاں دیتے رہتے ہیں اور آپ کا برا سوچتے رہتے ہیں، لیکن وہ وقت دور نہیں جب دنیا کے چاروں کونے آپ کی تعریفوں سے گونج اٹھیں گے اور آخرت میں بھی ساری خلقت کے آپ ممدوح ہوں گی: ﴿عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا﴾ احادیث کے مطابق قیامت کے روز نبی کریم ﷺ کا مقام شفاعت پر کھڑا ہونا بھی اسی مرتبہ محمودیت کا ایک حصہ ہے۔ قرآن کریم کی برکات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اہل ایمان کے لیے اس میں پیغام ہدایت و شفا ہے اور منکرین کے لیے موجب خسران ہے، یعنی اگر یہ لوگ قرآن کو مان لیں تو رحمت الٰہی کے حقدار ہوں گے، کیونکہ قرآن کا ہر پہلو شفا اور رحمت ہے۔

قرآن فجر کے مشہود ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت فرشتوں کی پیشی کا خاص وقت ہوتا ہے، ایک حدیث کے مطابق فرشتوں کی ڈیوٹیاں دو وقت تبدیل ہوتی ہیں جو انسان کے اعمال ان کے رب کے حضور پیش کرتے ہیں۔ عصر اور فجر کے وقت، لہٰذا ان دونوں نمازوں کی بہت اہمیت ہے اسی لیے انھیں اول وقت پڑھنا افضل ہے، تاکہ جانے والے فرشتے آخری عمل نماز کا لکھ لیں اور آنے والے بھی سب سے پہلا یہی عمل لکھیں۔

اس آیت سے نماز، خاص طور پر نماز تہجد کی فضیلت معلوم ہوتی ہے اور تلاوت قرآن، خاص طور پر فجر کے وقت اس کی تلاوت بہت ہی نافع ہے۔

ظاہری حالات کے برعکس غلبہ حق کی بشارت

جس وقت ﴿جَآءَ الۡحَقُّ وَ زَہَقَ الۡبَاطِلُ﴾ کا اعلان کروایا گیا تو مسلمانوں کی حالت نہایت قابل رحم تھی، ایک بڑی تعداد حبشہ کی طرف ہجرت کر کے جا چکی تھی اور باقی ماندہ بڑی کس مپرسی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس وقت یہ اعلان مضحکہ خیز نظر آتا تھا، لیکن اگلے آٹھ نو برسوں میں اسی مکے کو آپ کے ہاتھوں فتح کروا دیا گیا بلکہ بیت اللہ میں موجود تین سو ساٹھ بتوں کو نبی کے ہاتھوں تڑوایا اور یہ اعلان کرایا: ﴿جَآءَ الۡحَقُّ وَ زَہَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ کَانَ زَہُوۡقًا﴾ اور دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿جَآءَ الۡحَقُّ وَ مَا یُبۡدِئُ الۡبَاطِلُ وَ مَا یُعِیۡدُ﴾ (سبا: ۴۹) یعنی آج کے بعد یہاں کبھی باطل لوٹنے والا نہیں ہے۔

روح کے بارے میں سوال کا جواب

(آیات ۸۵ -۸۹) ﴿وَ یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الرُّوۡحِ ؕ قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ وَ مَاۤ اُوۡتِیۡتُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ اِلَّا قَلِیۡلًا﴾ مخالفین کے ان اعتراضات کا جواب جو وہ قرآن اور محمد ﷺ کی رسالت کے خلاف اٹھاتے تھے۔ مخالفین کی حرماں نصیبی پر اظہار افسوس کہ وہ قرآن جیسی نعمت عظمیٰ کی ناقدری کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ ان کے لیے شفا اور رحمت ہے اور تمام جن و انس مل کر بھی اگر ایسی کتاب لانا چاہیں تو نہیں لا سکتے۔ ضمناً روح، وحی اور جبریل سے متعلق مخالفین کے ایک معترضانہ سوال کا حکیمانہ جواب بھی دے دیا گیا ہے۔

صحیح بخاری کتاب التفسیر حدیث نمبر: ۴۷۲۱ میں ہے کہ یہ آیت روح سے متعلق ایک سوال کے جواب میں نازل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئی۔ یہود نے روح کے متعلق سوال کر رکھا تھا اور معاندین قرآن تو کتاب اللہ کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا ہی تھے، یہاں اس وحی کی اہمیت بیان ہو رہی تھی، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے دونوں سوالوں کو ایک ہی جگہ جمع کر دیا۔ یہود کے سوال کا جواب یہ دیا کہ یہ امر رب سے ہے اور اس بارے میں انسان کو دیا گیا علم ناکافی ہے، یعنی اگر اس سے انسانی روح سمجھیں تو اس کا تعلق عقیدۂ آخرت کی وضاحت کے ساتھ سمجھا جائے گا کہ جسم بے شک گل سڑ جائیں گے مگر روح فنا نہیں ہوتی اور تم اس کی حقیقت سے پوری طرح آشنا نہیں ہو سکتے۔ اگر دوسری روح (وحی اور وحی لانے والا فرشتہ روح الامین) مراد لیا جائے تو اس کا تعلق اگلی آیت سے ہوگا کہ تمھیں اس کی حقیقت سمجھ کیسے آ سکتی ہے تم تو قرآن کا انکار کر رہے ہو، یہ تو وہ عظیم المرتبت کتاب ہے کہ جس کا جواب ساری کائنات مل کر بھی نہیں لا سکتی۔

سیاق وسباق سے اس آیت کا تعلق اس طرح ہے کہ معاندین پر بھی واضح کر دیا گیا کہ یہ نسخۂ کیمیا امر رب سے ہے، جس کی کنہ وحقیقت تمھاری سمجھ سے باہر ہے۔

قرآن کا ناقابل تردید چیلنج

آیت ۸۸ میں فرمایا: ”سارے انس وجن مل کر اس قرآن کی مانند کلام نہیں بنا سکتے۔“ ﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا﴾ اس قسم کا چیلنج اس سے پہلے قرآن کریم میں تین مقامات پر گزر چکا ہے: سورۂ بقرہ، سورۂ یونس اور سورۂ ہود میں۔ آگے سورۂ طور میں بھی یہ مضمون آئے گا۔ ان سب مقامات پر یہ بات کفار کے اس الزام کے جواب میں ارشاد ہوئی کہ محمد ﷺ نے یہ قرآن خود تصنیف کر لیا ہے اور اسے اللہ کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ ان آیات میں قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر جو استدلال کیا گیا ہے وہ دراصل تین دلیلوں پر مشتمل ہے۔

ایک یہ کہ قرآن اپنی زبان، اسلوب بیان، طرز استدلال، مضامین، مباحث، تعلیمات اور خبر غیب کے لحاظ سے ایک معجزہ ہے جس کی نظیر لانا انسانی قدرت سے باہر ہے۔ تم کہتے ہو کہ اسے ایک انسان نے تصنیف کیا ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ ساری دنیا کے انسان مل کر بھی اس شان کی تصنیف نہیں کر سکتے۔ کفار اپنے تمام حمایتیوں سمیت اس چیلنج کا رد نہیں کر سکتے۔

دوسرا یہ کہ محمد ﷺ کہیں باہر سے یکا یک تمھارے درمیان نمودار نہیں ہوگئے بلکہ اس قرآن کے نزول سے پہلے بھی ۴۰ سال کی عمر تمہارے درمیان گزار چکے ہیں۔ کیا اس لمبی مدت میں تم نے کبھی ان کی زبان سے اس قسم کا کلام سنا؟ اگر نہیں سنا اور یقیناً نہیں سنا تو کیا یہ بات تمھاری سمجھ میں آتی ہے کہ کسی شخص کی زبان، خیالات، معلومات اور طرز فکر و بیان میں یکا یک ایسا تغیر واقع ہو سکتا ہے؟

تیسرا یہ کہ محمد ﷺ تمھیں قرآن سنا کر کہیں غائب نہیں ہو جاتے بلکہ تمھارے درمیان ہی رہتے ہیں۔ تم ان کی زبان سے قرآن بھی سنتے ہو اور دوسری گفتگو بھی۔ قرآن کے کلام اور محمد ﷺ کے اپنے کلام میں زبان اور اسلوب کا اتنا نمایاں فرق ہے کہ کسی انسان کے دو اس قدر مختلف اسٹائل کبھی ہو ہی نہیں سکتے۔ یہ فرق صرف اسی زمانے میں واضح نہیں تھا جب نبی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کریم ﷺ اپنے ملک کے لوگوں میں رہتے تھے بلکہ آج بھی حدیث کی کتابوں میں آپ کے سینکڑوں اقوال اور خطبے موجود ہیں۔ ان کی زبان اور اسلوب قرآن کی زبان اور اسلوب سے اس قدر مختلف ہیں کہ زبان و ادب کا کوئی رمز آشنا نقاد یہ کہنے کی جرأت نہیں کرسکتا کہ یہ دونوں ایک ہی شخص کے کلام ہوسکتے ہیں۔

کفار کے ناجائز مطالبات کا جواب

(آیات ۹۰ -۹۳) معاندین و منکرین کے ان مطالبات کا ایک جواب اس سے پہلے آیت ۵۹ میں دیا جا چکا ہے: ﴿وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ... اِلَّا تَخْوِیْفًا﴾ اب یہاں اسی مطالبے کا دوسرا جواب دیا گیا ہے۔ اس مختصر سے جواب کی بلاغت تعریف سے بالاتر ہے۔ مخالفین کا مطالبہ یہ تھا کہ اگر تم نبی ہو تو ابھی زمین کی طرف ایک اشارہ کرو اور یکا یک ایک چشمہ پھوٹ بڑے: ﴿وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْۢبُوْعًا﴾ یا فوراً ایک لہلہاتا ہوا باغ پیدا ہوجائے اور اس میں نہریں جاری ہوجائیں۔ آسمان کی طرف اشارہ کرو اور تمھارے جھٹلانے والوں پر آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہوکر گر پڑے، ایک پھونک مارو اور چشم زدن میں سونے کا ایک محل بن کر تیار ہوجائے۔ ایک آواز دو اور ہمارے سامنے اللہ اور اس کے فرشتے فوراً آ کھڑے ہوں اور وہ شہادت دیں کہ محمد کو ہم ہی نے نبی بنا کر بھیجا ہے، ہماری آنکھوں کے سامنے آسمان پر چڑھ جاؤ اور اللہ سے ایک خط ہمارے نام لکھوا لاؤ جسے ہم ہاتھ سے چھوئیں اور آنکھوں سے پڑھیں۔ ان لمبے چوڑے مطالبات کا بس یہ جواب دے کر چھوڑ دیا گیا: ''ان سے کہیے، پاک ہے میرا پروردگار! کیا میں ایک پیغام لانے والے انسان کے سوا کچھ اور بھی ہوں؟ ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾ میں نے کب یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں اللہ ہوں یا میرے ہاتھ میں بادشاہی اور اختیار کامل ہے کہ میں تمہارے اس قسم کے مطالبات پورے کرتا جاؤں۔ نبی کا کام تبلیغ ہوتا ہے، اس قسم کے کاموں سے اسے کیا تعلق؟ سونے چاندی کے محلات تیار کرنا اور باغ بوٹے لہلہانا اللہ کا کام ہے۔

بشر کو نبی کیوں بنایا گیا؟ ایک قدیمی اعتراض کا جواب

(آیات ۹۴- ۱۰۰) نبی اور نبوت کے بارے میں لوگوں کی غلط فہمیوں کا ہی شاخسانہ تھا کہ ہمیشہ سے معاندین نبوت کو یہ بات کھٹکتی رہی ہے کہ اللہ نے ایک بشر کو رسول بنا کر کیوں بھیجا؟ ﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓی اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾ جواب دیا: اس لیے کہ زمین پر انسان بستے ہیں۔ اگر فرشتے مقیم ہوتے تو پھر ہم ان کے لیے فرشتے رسول بنا کر بھیجتے۔ انسانوں کے لیے انسان ہی رسول بنائے جانے چاہییں: ﴿قُلْ لَّوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا﴾ رہی ہدایت کی توفیق تو جس کے مقدر میں ہوتی ہے اسے انھی انسانوں (رسولوں) سے مل جاتی ہے اور جن کی قسمت میں پتھر ہیں انھیں کوئی سیدھی راہ کیونکر چلا سکتا ہے۔ گمراہوں کے لیے ہم نے جہنم تیار کر رکھی ہے، وہ ہماری گرفت سے باہر نہیں ہیں۔ ان کا یہ خیال باطل ہے کہ ہڈیاں گل سڑ جائیں گی تو انھیں کون دوبارہ اٹھائے گا۔ وہی ذات جس نے ان کو پہلی دفعہ پیدا کیا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معجزے تو پہلے بھی دیے گئے

(آیات ۱۰۱ -۱۰۴) سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کے نو معجزات کا حوالہ دیا گیا ہے: ﴿وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ فَسْئَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا﴾ وہ نو نشانیاں جن کا ذکر یہاں کیا گیا ہے، اس سے پہلے سورۂ اعراف میں گزر چکی ہیں۔ یعنی عصا جو اژدھا بن جاتا تھا، ید بیضا جو بغل سے نکالتے ہی دمکنے لگ جاتا تھا، جادوگروں کے جادو کو برسر عام شکست دینا، ایک اعلان کے مطابق سارے ملک میں قحط برپا ہو جانا اور پھر یکے بعد دیگرے طوفان، ٹڈی دل، سرسریوں، مینڈکوں اور خون کی بلاؤں کا نازل ہونا۔ ان معجزات کے دیکھنے کے باوجود فرعون کی سرکشی میں کوئی کمی نہ آئی تو اسے عبرتناک انجام تک پہنچا دیا گیا۔

سورت کے اختتام میں اعادۂ مضامین

(آیات ۱۰۵ -۱۱۱) سورت کے شروع میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تنزیہ بیان ہوئی تھی اور قرآن کی دعوت کو دعوت رحمت قرار دیا گیا تھا۔ خاتمہ سورت میں نبی کریم ﷺ کو اسی بات کی تاکید کی جارہی ہے کہ قرآن یکسر حق ہے۔ آپ کی ذمہ داری صرف انذار وتبشیر ہے۔ قرآن کا بتدریج اترنا تعلیم کے پہلو سے ہے جو بدبخت اس پر ایمان نہیں لا رہے، ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ صالحین اہل کتاب میں سے جن کے اندر علم کی روشنی ہے وہ اس پر ایمان لا رہے ہیں۔ اللہ و رحمن سب معبود برحق ہی کے نام ہیں جو لوگ ان ناموں میں کوئی فرق کرتے اور ان کو اعتراض کی بنیاد بناتے ہیں ان کی بات کو اہمیت نہ دیں۔ اس دین کی روح میانہ روی ہے اور اس میانہ روی کو اپنی عبادت میں ملحوظ رکھیں۔ اللہ کی حمد و کبریائی اور بلاشرکت غیرے اس کی حاکمیت بیان کرنے میں سرگرم رہیں۔

﴿وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ...﴾ اس فقرے میں ان مشرکین کے عقائد پر ایک لطیف طنز ہے جو مختلف دیوتاؤں اور بزرگ انسانوں کے بارے میں یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خدائی کے مختلف شعبے یا اپنی سلطنت کے کچھ علاقے ان کے انتظام میں دے رکھے ہیں۔ اس بے ہودہ عقیدے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اپنی خدائی کا بار سنبھالنے سے عاجز ہے۔ اس لیے وہ اپنے پشتیبان تلاش کر رہا ہے۔ اسی بنا پر فرمایا گیا کہ اللہ عاجز نہیں کہ اسے کسی سہارے اور مددگار کی حاجت ہو۔

سُوْرَةُ الْكَهْفِ

سورہ کہف مکی ہے، اس میں ایک سو دس آیات اور بارہ رکوع ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت، مرکزی مضمون اور فضیلت سورت

اس سورت کی نویں آیت: ﴿اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ﴾ سے اس کا نام ماخوذ ہے، نام کے ساتھ ساتھ اس سورت کے پہلے مضمون سے بھی اس کی مطابقت ہے، کیونکہ اس میں اصحاب کہف کا واقعہ بیان ہوا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورۂ بنی اسرائیل میں یہود کی بدعملیوں سے آگاہ کیا گیا اور اس سورت کے بعد اگلی سورۂ مریم میں نصاریٰ کے چہرے سے نقاب کشائی کی گئی ہے۔ درمیان میں مشرکین کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ یہود و نصاریٰ کے پاس تو اپنے مذہب کی بنیاد ہے، جب کہ تمہارے پاس شرک و کفر کی سرے سے کوئی بنیاد ہی نہیں، پھر بھی اگر تم ان کے بہکاوے میں آ کر نعمت اسلام کی تکذیب کرو گے تو یاد رکھو کہ پرائے شگون پر اپنی ناک کٹوا بیٹھو گے۔

احادیث مبارکہ میں اس سورت کی بہت فضیلت بیان ہوئی ہے، خصوصاً پہلی اور آخری دس آیات کی جن سے اس سورت کی عظمتِ شان ظاہر ہوتی ہے۔ سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے سورۂ کہف کی دس آیتیں یاد رکھیں وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔ ① آپ ہی سے دوسری روایت ہے کہ جس شخص نے سورۂ کہف کی آخری دس آیتیں یاد رکھیں وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔ ② مسند احمد میں ابتدائی دس آیات کی فضیلت بیان کی گئی ہے، ترمذی میں تین آیات کا ذکر ہے اور نسائی میں مطلق دس آیتوں کا ذکر ہے۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص (سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ) سورۂ کہف پڑھ رہے تھے۔ ان کے پاس ایک گھوڑا دو رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔ ایک بادل اوپر سے آیا اور اس نے گھوڑے کو ڈھانک لیا، وہ ابر برابر نزدیک آتا گیا، یہاں تک کہ گھوڑا اس کو دیکھ کر بدکنے لگا۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حال بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ سکینت تھی جو قرآن کی تلاوت کی وجہ سے اتری تھی۔'' ③

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

☆ قرآن ایک واضح ہدایت اور انذار و تبشیر کے ساتھ آیا ہے ☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی کہ منکرین کے غم میں نہ گھلیں ☆ ان کے انکار کی وجہ کوتاہ بینی ہے ☆ اصحاب کہف اللہ کی بے شمار نشانیوں میں سے ایک تھے ☆ ان کی نیند برزخی زندگی کا ایک نمونہ تھی ☆ نوجوانوں کی حوصلہ افزائی ☆ غار نشینی سے گوشہ نشینی کا استدلال باطل ہے ☆ غار میں ضروریات لازمہ اور ان کی زندگی کی حفاظت کا غیبی اہتمام ☆ احتیاط اور نرمی کے ساتھ رزق حلال کی تلاش ☆ ان کی یادگار میں مسجد بنانے کا فیصلہ ان کے عقیدۂ توحید کی مقبولیت کی دلیل ہے ☆ وہ کتنے تھے؟ اس قسم کے فضول سوالات سے بچنے کی تلقین ☆ وحی کے بھروسے پر حتمی وعدے کی بجائے اللہ کی مشیت سے مشروط کر دیجیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت ☆ غریب صحابہ کی دلجوئی کرنے کی تاکید ☆ متکبرین سے صاف کہہ دیں کہ حق واضح ہو چکا جس کا جی چاہے پیمانہ اٹھا لے ☆ ایمان والوں کا انعام، جنت کی نعمتوں کا استحقاق ☆ دو باغ والوں کی تمثیل سے حق پرست اور باطل پرست ذہن کی عکاسی ☆ نعمت پر شکر الٰہی ایمان کا تقاضا ہے ☆ متکبر کے مال کی تباہی یقینی ہے ☆ مال اولاد سب دنیا کی زینتیں ہیں جو ساتھ نہیں جائیں گی وہاں صرف اعمال صالحہ کی ضرورت ہے ☆ جہاں خالی ہاتھ واپسی ہوگی ☆ اعمالنامے میں کوئی چیز نہیں بھلائی جاسکے گی ☆ انکار و تکذیب ابلیس کی پیروی

① صحیح مسلم: ۸۰۹۔ ② صحیح مسلم: ۸۰۹۔
③ صحیح البخاری: ۵۰۱۱؛ صحیح مسلم: ۷۹۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ قصہ آدم وابلیس سے استدلال ☆ ابلیس فرشتہ نہیں، جن تھا ☆ تخلیق کائنات کے وقت اللہ کے ساتھ کوئی نہ تھا، تو اب بھی کسی شریک کا کوئی جواز نہیں ☆ مجرمین کو مہلت توبہ کے لیے دی جاتی ہے ☆ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ایک تربیتی سفر کی سرگزشت ☆ مردہ مچھلی کا حیرت انگیز طور پر پانی میں کود جانا ☆ استاد کی شرائط شاگرد کو ماننا ضروری ہیں، لیکن خلاف شریعت نہیں ☆ ذوالقرنین اور یاجوج و ماجوج کی روک تھام کے لیے دیوار کی تعمیر، ایک مسلمان حکمران کا کام عوام کی فلاح و بہبود ہوتا ہے ☆ سب کچھ کیا، ہاتھ کچھ نہ آیا یہ ہے حقیقی خسارہ ☆ اہل ایمان کو جنت کا صلہ ☆ اللہ کے کلمات کا احاطہ ناممکن ہے ☆ رسول اللہ ﷺ ایک بشر تھے جو وحی سناتے تھے ☆ رحمت الٰہی کے امیدوار شرک سے بچیں اور اعمال صالحہ کریں۔

سورت کے مضامین کا خلاصہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیت ۱ -۸) ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰي عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۝ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۝ مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۝ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۝ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآىِٕهِمْ ۭ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۭ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا﴾

یہ سورت اللہ رب العزت کی حمد و ثنا اور قرآن مجید کے لیے تعریفی کلمات سے شروع ہوتی ہے، کیونکہ ہر حال میں وہی قابل حمد، لائق ثنا اور سزاوار تعریف ہے۔ اول آخر مستحق حمد فقط اسی کی ذات والا صفات ہے۔ اس نے اپنے نبی ﷺ پر قرآن پاک نازل فرمایا جو اس کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اس سے تمام بندگان رب اندھیروں سے نکل کر نور کی طرف آ سکتے ہیں۔ اس نے اس کتاب کو ٹھیک ٹھاک، سیدھا اور راست رکھا ہے۔ جس میں کوئی کجی، کوئی کسر، کوئی کمی نہیں۔ صراط مستقیم کی راہبر، صاف اور واضح ہے۔ وہ بدکاروں کو ڈرانے والی اور نیک کاروں کو خوشخبریاں سنانے والی ہے۔ اس کے بعد ان لوگوں سے اور ان کے آباء واجداد سے ناراضی کا اظہار ہے جنھوں نے رب العزت پر اولاد رکھنے کی تہمت لگائی، بے شک ہمارا رب ایسی باتوں سے پاک ہے۔ کفار آپ ﷺ کی دعوت قبول نہ کرتے تو آپ کو اس پر شدید رنج ہوتا۔ اس پر آپ کو تسلی دی گئی ہے کہ ان کی گمراہی پر اتنا افسوس نہ کریں کہ اپنی جان ہی ہلاک کر ڈالیں۔

غار والے کون تھے؟

(آیات ۹- ۱۲) اصحاب کہف کے قصے کو اللہ رب العزت نے اپنی قدرت و مشیت کا ایک نمونہ قرار دیا ہے، جس میں حق تعالیٰ نے اصحاب کہف کو تین سو نو سال تک غار میں سلائے رکھا۔ یہ اصحاب عقیدۂ توحید کے قائل تھے۔ انہوں نے واضح طور پر اپنے عقیدے کا اعلان کرتے ہوئے کہا: ﴿فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰـهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا﴾ ’’اور ہم نے ان کے دل اس وقت مضبوط کر دیے تھے جب وہ اٹھے اور کہنے لگے کہ ہمارا رب تو بس وہی ہے جو

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com

آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ لائق نہیں کہ ہم اس کے سوا کسی اور معبود کو پکاریں۔ اگر ایسا کیا تو ہم نے حد سے گزری ہوئی بات کہی۔'' اصحاب کہف کے اس اعلان میں ان لوگوں کے لیے بڑی واضح تعلیم موجود ہے جو مسلمان ہوتے ہوئے بھی اللہ رب العزت کو چھوڑ کر دوسروں کو پکارتے ہیں۔

اپنے اس عقیدے کی پاداش میں ان موحدین کو بھی ہجرت کر کے ایک غار میں پناہ لینی پڑی۔ مشرکین انہیں تلاش کرنے میں اسی طرح ناکام رہے جس طرح کفار مکہ نبی آخرالزمان محمد ﷺ اور یار غار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہجرت کے وقت غار ثور تک پہنچ جانے کے باوجود تلاش کرنے میں ناکام رہے تھے۔

اس واقعے میں مسلمانوں کو توحید کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ظالموں کے سامنے کلمۂ حق کہنے والے مجاہدوں کی عظمت و کردار سے باخبر کیا گیا ہے اور اپنے دین کو بچانے کے لیے مشکل وقت میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے ہجرت کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس واقعے میں یہ بات بھی واضح کی گئی ہے کہ قادر مطلق نے جس طرح مدت دراز تک ان موحدین کو غار میں نیند کے غلبے کے بعد جگایا، اسی طرح وہ موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ بالکل سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

اصحاب کہف کی زندگی اہل ایمان کے لیے نمونہ

(آیات ۱۳ - ۱۶) اصحابِ کہف کا تعلق نصاریٰ کی تاریخ سے ہے۔ نصاریٰ یعنی اپنے دور کے مسلمان اپنی ابتدائی تاریخ کے دور میں رومیوں کے ہاتھوں بہت ستائے گئے تھے۔ ان میں سے چند نوجوانوں نے توحید و آخرت کی دعوت پوری بے خوفی سے دی تھی۔ یہاں تک کہ پورا ماحول ان کا دشمن بن گیا اور خطرہ پیدا ہو گیا کہ وہ ان مومنین کو سنگسار کر دیں گے۔ جب معاملہ اس حد تک پہنچ گیا تو ان لوگوں نے ایک غار میں پناہ لی اور اللہ تعالیٰ نے اس غار میں ان کی حفاظت کے لیے وہ سامان بہم پہنچائے جو ان کی ضرورت تھی۔ وہ غار میں صدیوں تک کے لیے سلا دیے گئے۔ جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو ان کے جاگنے کے اسباب پیدا کر دیے۔ ان میں سے ایک کو کھانا لانے کے لیے بھیجا گیا۔ کئی آثار سے وہ پہچانے گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو سلا دیا۔

حق یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے خود ہی مجمل رکھا ہو اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کی تفصیل پر اعتنا کرنا ضروری نہ سمجھا ہو، نہ صحابہ ہی نے اس کی تفصیل پوچھنے میں دلچسپی لی ہو، اس کی تعین جزم و وثوق کے ساتھ کرنا مشکل ہے اور پھر احکام دین میں سے کسی کا دارومدار اس تفصیل و تعین پر نہیں ہے۔

اصحاب کہف کے واقعے کا اصل سبق

اصحاب کہف کے بارے میں مخالفین کے سوال کے جواب میں ان کی اصل زندگی، لاطائل تفصیلات سے پاک سامنے آ گئی ہے۔ قرآن کریم کے بیان کردہ اس واقعہ سے جو اسباق حاصل ہوتے ہیں ان میں سے کچھ کا تعلق اس دور کے مخاطبین سے تھا اور کچھ...... ہمیشہ کی طرح ...... ہر دور کے اہل ایمان کے لیے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صداقت نبوت کی دلیل

اس سلسلے میں ہمیں سب سے پہلے سورۂ کہف کے نزول کا پس منظر دیکھ لینا چاہیے۔ یاد رہے کہ یہ سورت مشرکین مکہ کے تین سوالات کے جواب میں نازل ہوئی ہے۔ جو انہوں نے نبی کریم ﷺ کا امتحان لینے کے لیے اہل کتاب کے مشورے سے آپ کے سامنے پیش کیے تھے، یعنی اصحاب کہف کون تھے؟ قصہ خضر کی حقیقت کیا ہے اور ذوالقرنین کا قصہ کیا ہے؟ عام مفسرین کے نزدیک قصۂ خضر کی بجائے دوسرا سوال روح کے بارے میں تھا۔ بہر حال ان قصوں کا تعلق یہود و نصاریٰ کی تاریخ سے تھا۔ حجاز میں ان کا کوئی چرچا نہیں تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے پوچھے ہوئے ان تینوں قصوں کو نہ صرف مکمل بیان کر دیا بلکہ اس صورتحال پر چسپاں بھی کر دیا جو اس وقت مکہ میں کفر و اسلام کے درمیان درپیش تھی۔

اس طرح یہ واقعہ دیگر واقعات کی طرح نبی کریم ﷺ کی نبوت کی دلیل بھی ہے۔

یاد رہے کہ اس سورت کا نزول اس دور میں ہوا تھا جب مشرکین مکہ نے مسلمانوں کا جینا حرام کر رکھا تھا اور وہ مکہ چھوڑ کر حبشہ جانے کی سوچ میں تھے۔ اس سورت کے سبق نے ان کا حوصلہ بڑھایا اور وہ ہر حال میں اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے۔

راہِ حق کے مسافروں کو کوئی پریشانی نہیں ہوتی

(آیات ۱۷ -۱۸) نبی کریم ﷺ اور آپ کے جانثار ساتھیوں کو اصحابِ کہف کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ توحید کے بارے میں ان کا عقیدہ وہی تھا جو نبی کریم ﷺ پیش کر رہے ہیں اور ان کا حال مکے کے مٹھی بھر مظلوم مسلمانوں کے حال سے اور ان کی قوم کا رویہ کفار قریش کے رویہ سے کچھ مختلف نہ تھا، گویا دکھایا گیا کہ تم اس وقت دعوت حق کی راہ کے جس مرحلے سے گزر رہے ہو یہ مرحلہ اصحاب کہف کو بھی پیش آ چکا ہے۔ اگر تم بھی انہی کی طرح تمام خطرات کے باوجود جادۂ حق پر قائم رہے تو تمہارے لیے بھی یہ مراحل آسان اور باعث سعادت ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے بھی پردۂ غیب سے اسباب و وسائل مہیا کر دے گا، جس طرح ان کے لیے فراہم کیے تھے۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کریں وہ ضائع نہیں کیے جاتے۔

ہجرت کا اشارہ اور فوائد وثمرات

کفار کے ظلم و ستم کی انتہا ہو چکی تھی، لیکن ہمیشہ کی طرح اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق مظلوم مسلمانوں کے حالات بدلنے والے تھے۔ عنقریب ہجرت حبشہ کا حکم ہونے والا تھا۔ اس واقعے سے نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کو بڑی تقویت ملی کہ جس طرح اصحابِ کہف اپنے ماحول میں ہدف مظالم بنے تھے اسی طرح نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب بھی قریش کے مظالم کا ہدف تھے اور جس طرح اصحاب کہف کو غار میں پناہ لینی پڑی، اسی طرح آپ کے اور آپ کے صحابہ کے سامنے بھی ہجرت حبشہ، غار ثور اور ہجرت مدینہ کے مراحل آنے والے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اصحاب کہف کی ہجرت بیان کر کے صحابہ کرام کو صبر وعزیمت کی تلقین اور آنے والے مراحل، یعنی ہجرت کے لیے تیار رہنے اور پھر ہجرت کے فوائد وثمرات کی بشارت دی گئی کہ جب اہل ایمان اپنی جان اور ایمان بچانے کی غرض سے کسی دوسری جگہ ہجرت کے لیے نکل کھڑے ہوں تو اللہ ان کو بے یار ومددگار نہیں چھوڑے گا۔ پہلے بھی اصحاب عزیمت ان راہوں پر چل چکے ہیں۔

اسی ضمن میں اصحاب کہف کی جو عنداللہ مدد ہوئی، اس میں بھی یہ سبق دیا گیا کہ جب تم اللہ کے لیے نکل کھڑے ہوگے تو اللہ تعالیٰ نہ صرف تمہاری مادی ضروریات پوری کرے گا بلکہ تمہاری جان وصحت کی خاطر سورج تک کو ایک طرف سے ہو کر گزرنے کی ہدایت جاری فرمادے گا۔ اس طرح ہجرت کے وہ تمام فوائد تمہیں حاصل ہوں گے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کے مقدر میں لکھ رکھے ہیں۔

اولیاء اللہ کے جاگنے کے بعد

(آیات ۱۹-۲۱) اصحاب کہف کے غار کا دہانہ شمال کے رخ تھا جس کی وجہ سے سورج کی روشنی کسی موسم میں بھی اندر نہ پہنچتی تھی اور باہر سے گزرنے والا یہ نہ دیکھ سکتا تھا کہ اندر کون ہے۔ اگر کوئی باہر سے جھانک کر دیکھتا کہ پہاڑوں کے اندر ایک اندھیرے غار میں کچھ آدمی وقتاً فوقتاً کروٹیں لے رہے ہیں اور ان کے آگے کتا بیٹھا ہوا ہے تو وہ یہی گمان کرتا کہ بس یونہی لیٹے ہیں، سوئے ہوئے نہیں ہیں یہ دہشت ناک منظر دیکھ کر وہ بھاگ جاتا اور یہ ایک بڑا سبب تھا جس کی وجہ سے ان لوگوں کے حال پر صدیوں تک پردہ پڑا رہا۔ کسی کو جرات نہ ہوئی کہ کوئی اندر جا کر کبھی اصل معاملے سے باخبر ہوتا۔ دراصل یہ سارا انتظام اللہ کی طرف سے تھا تاکہ اس کے بندے وقت مقررہ تک بغیر کسی کی مداخلت کے سوتے رہیں۔

اس دوران میں حالات بہت تبدیل ہوگئے تھے، بادشاہ صدیوں پہلے مرچکا تھا، وہ دین جو اس کے نزدیک ناقابل قبول تھا وہ روم میں داخل ہو چکا تھا۔ وہاں کے باشندوں کی اکثریت دین توحید قبول کر چکی تھی، چونکہ اس شہر میں یہودیوں کی بڑی تعداد موجود تھی، جن کا ایک فرقہ صدوقی آخرت کا کھلم کھلا منکر تھا۔ یہ گروہ تورات سے آخرت کے انکار پر دلیل لاتا تھا اور دین توحید کے علماء کے پاس ان کے مقابلے میں دلائل مضبوط نہ تھے۔ اس لیے منکرین آخرت کا پلہ بھاری ہو رہا تھا اور آخرت کو ماننے والے بھی شک وشبہات میں مبتلا ہو چکے تھے۔ عین انہی دنوں اصحاب کہف کے جاگنے کا واقعہ پیش آگیا، جس سے ایک تو اس بات کا اثبات کرنا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی علم غیب نہیں جانتا اور دوسرا عقیدہ آخرت صحیح ہے اور ان موحدین کا موقف درست ہے۔

پھر اسی سے عمومی استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ اصحاب کہف کا دوبارہ جی اٹھنا اور ظاہر ہو جانا عقیدہ بعث بعدالموت کے لیے واضح دلیل ہے: ﴿وَ كَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا . . .﴾

☆ ایک اور قابل لحاظ چیز یہ ہے کہ ﴿وَلْيَتَلَطَّفْ﴾ یہ لفظ قرآن کا نصف ہے اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ اسلام کی تعلیم نرم روئی ونرم خوئی کی ہے۔ یوں تو اس مضمون کو قرآن میں کئی جگہ بیان فرمایا گیا ہے، لیکن خاص طور پر وسط قرآن میں اس کی حیثیت دوچند ہو جاتی ہے کہ یہی طریقہ راہ اعتدال ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ﴾ سے مراد کون ہیں؟

﴿اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا﴾

اس سلسلے میں مفسرین کی دو آرا ہیں۔ ایک کے خیال میں ان سے مراد رومی سلطنت کے ارباب اقتدار اور مسیحی کلیسا کے مذہبی پیشوا ہیں جن کے مقابلے میں صالح العقیدہ لوگوں کی بات نہ چلتی تھی۔ پانچویں صدی تک پہنچتے پہنچتے عام عیسائیوں میں اور خصوصاً رومن کیتھولک کلیسا میں شرک، اولیا پرستی اور قبر پرستی کا پورا زور ہو چکا تھا، بزرگوں کے آستانے پوجے جاتے تھے اور مسیح، مریم اور حواریوں کے مجسمے گرجوں میں رکھے جارہے تھے۔ اصحاب کہف کے جاگنے سے چند ہی سال پہلے ۴۳۱ء میں پوری عیسائی دنیا کے مذہبی پیشواؤں کی ایک کونسل اسی شہر افسس میں منعقد ہو چکی تھی جس میں مسیح کی الوہیت اور سیدہ مریم علیہا السلام کے اللہ کی بیوی ہونے کا عقیدہ چرچ کا سرکاری عقیدہ قرار پایا تھا۔ اس تاریخ کو نگاہ میں رکھنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے: ﴿الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ﴾ سے مراد وہ لوگ ہیں جو سچے پیروان مسیح کے مقابلے میں اس وقت عیسائی عوام کے رہنما اور سربراہ کار بنے ہوئے تھے۔ انہی مشرکوں کا فیصلہ تھا کہ اصحاب کہف کا مقبرہ بنا کر اسے عبادت گاہ بنا دیا جائے۔

بعض مفسرین نے اس کے برعکس مراد لیا ہے یعنی ﴿الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ﴾ ''جو لوگ غالب آئے'' سے مراد اس دور کا موحد بادشاہ تھا جو اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہا تھا کہ عقیدۂ آخرت کے لیے وہ کوئی برہان دکھا دے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو جگا دیا۔ اب یہی موحدین لوگ غالب تھے۔ انہوں نے ان کی غار پر مسجد بنادی جبکہ مشرکین مقبرہ بنانا چاہتے تھے۔

اس اختلاف کہ وجہ یہاں لفظ بُنْيَانًا اور لفظ مَّسْجِدًا کا اطلاق ہے۔ پہلی رائے والوں نے بنیانا سے مراد غار کے دھانے کو بند کرنے کے لیے دروازہ چن دینا مراد لیا ہے اور مسجد سے مقبرہ مراد لیا ہے، جبکہ دوسری رائے والوں نے بُنْيَانًا سے مراد مقبرہ اور ﴿لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا﴾ سے واقعی مسجد بنانا مراد لیا ہے کہ اصحاب کہف کی یاد میں اللہ کا گھر بنا دیا جائے۔ دونوں معنوں کی گنجائش ہے۔

پھر فرمایا: ﴿قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ ...﴾ کہ اصل چیز ان کی تعداد نہیں، بلکہ اس قصے سے حاصل ہونے والی عبرتیں ہیں۔ ان سے توجہ ہٹا کر اس کھوج میں لگ جانا کہ ان کی تعداد کیا تھی؟ ان کے نام کیا کیا تھے؟ وہ کتنی دیر سوئے رہے اور ان کا کتا کس رنگ کا تھا؟ اس کا انجام کیا ہوگا؟ اس طرح کی بادیہ پیمائیاں ان لوگوں کا کام ہے جو مغز چھوڑ کر صرف چھلکوں سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ اس لیے اللہ نے یہ تعلیم دی کہ بیکار بحثوں میں الجھنا جاہل لوگوں کی عادت ہے، لیکن تم اس قسم کی باتوں کی تحقیق میں پڑ کر اپنا وقت ضائع مت کرو، بلکہ اپنی توجہ صرف کام کی بات پر مرکوز رکھو! ﴿وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا﴾

بھول جانے پر اللہ کو یاد کرو

(آیت ۲۳ - ۲۶) ﴿وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّىْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۙ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ۡ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا﴾ اس قصے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ کسی کام کے بارے میں کل کا حتمی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وعدہ نہ کیا کریں بلکہ آئندہ سے ہر وعدہ مشیت الٰہی سے مشروط کیا جائے۔ بعض سوالوں کے جواب میں خاموشی یا تاخیر اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی فطری طور پر خواہش ہوتی تھی کہ فوراً جواب آ جائے، شاید یہ لوگ ہدایت پا جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی کہ آپ قطعی وعدہ نہ کر لیا کریں، کیونکہ جس طرح بہت زیادہ تاخیر ہو سکتی ہے اسی طرح اس سے پہلے بھی وحی آ سکتی ہے۔ بہرحال ایک مسلمان کو ان شاء اللہ کے ساتھ وعدہ کرنا چاہیے!

﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ إِذَا نَسِيْتَ﴾ معلوم ہوا کہ ذکر الٰہی سے یادداشت اچھی ہو جاتی ہے، کیونکہ نسیان شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے شاگرد نے کہا: مجھے مچھلی کے دریا میں کود جانے کا ذکر کرنے سے شیطان نے بھلا دیا: ﴿وَمَآ أَنْسٰنِيْهُ إِلَّا الشَّيْطٰنُ أَنْ أَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا﴾ سیدنا یوسف علیہ السلام سے ساقی نے رہائی پاتے وقت وعدہ کیا تھا کہ میں آپ کی بلا جرم قید کا ذکر بادشاہ سے کروں گا، لیکن شیطان نے اسے سالہا سال تک بھلائے رکھا: ﴿فَأَنْسٰهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ﴾ (یوسف: ٤٢)

غار میں مدت قیام کی بحث

آیت ۲۲ سے جو جملہ معترضہ شروع ہوا تھا۔ وہ آیت ۲۴ پر ختم ہوا۔ یہ آیت انہی اقوال سے متعلق ہے جو اصحاب کہف کی تعداد سے متعلق نقل ہوئے ہیں۔ یعنی جس طرح وہ ان کی تعداد کے بارے میں یہ کہیں گے، اسی طرح غار میں ان کی مدت قیام سے متعلق یہ دعویٰ کریں گے کہ وہ غار میں تین سو سال اور مزید براں نو سال رہے۔ قرآن نے قطعیت کے ساتھ کوئی تعداد نہیں بتائی۔ عام مفسرین نے تین سو نو سال ہی کی مدت شمار کی ہے۔ تین سو نو سال قمری لحاظ سے اور تین سو شمسی لحاظ سے، کیونکہ ایک سو سال میں تین سال کا فرق پڑتا ہے۔ بعض جدید مفسرین نے یہ مدت دو سو برس برس بتائی ہے، لیکن ان کی یہ رائے بھی مستشرقین کے بیانات سے ماخوذ ہے، اس اختلاف کی طرف اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی اشارہ فرما دیا تھا کہ فرما دیجیے: میرا رب ہی بہتر جانتا ہے: ﴿قُلْ رَّبِّيْٓ أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيْلٌ﴾

وحی سنانے اور صحابہ کی دلجوئی کرنے کا حکم

(آیات ۲۷ - ۳۱) اس سورت کی تمہید میں نبی کریم ﷺ کو دنیا دار اور آخرت سے غافل لوگوں کے پیچھے پریشان ہونے سے روکا گیا تھا۔ جو قرآن کی بات اپنے تکبر کی وجہ سے سننے کے روادار ہی نہیں ہیں۔ اب کلام پھر اسی طرف لوٹ رہا ہے۔ درمیان میں جو واقعہ بیان ہوا وہ یہی تھا کہ ایمان و توحید کے عقیدے کے لیے ہمیشہ غریب لوگوں نے ہی استقامت کا مظاہرہ کیا ہے اور جو کوئی اس راہ پہ چلے گا، اللہ کی نگاہ میں ہمیشہ سرخرو رہے گا۔ اب دوبارہ کہا جا رہا ہے کہ مخالفوں کے نت نئے مطالبات پر دھیان دیے بغیر جو وحی کتاب کی شکل میں آپ کو بھیجی جا رہی ہے، اسے لوگوں کو سنائیے۔ ہدایت و ضلالت کے معاملے میں اللہ کا جو قانون ہے، اسے کوئی بدل نہیں سکتا۔ آپ ان مالدار متکبرین و منکرین سے توجہ ہٹاتے ہوئے اپنے غریب ساتھیوں پر اپنی توجہ مرکوز کریں: ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ﴾ اور ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متکبرین کو صاف صاف بتا دیجیے کہ حق آ چکا ہے۔ اب جس کا دل چاہے اسے مان لے۔ جو نہیں چاہتا نہ مانے، لیکن یاد رکھے کہ منکرین کے لیے بڑے سخت قسم کا عذاب تیار کیا جا چکا ہے۔

ان کی بجائے جو لوگ ایمان وعمل صالح کے چشمہ حیات سے اپنے ایمان کو سیراب کریں گے وہ قیامت کے دن ہمیشگی والے باغوں میں مزے اڑائیں گے۔ بھلا کون سا انجام بہتر ہے، بتائے ہم دیتے ہیں، اختیار کرنا تمہارا مقدر۔

☆ قریشی سردار نبی کریم ﷺ سے کہتے تھے کہ یہ بلال وصہیب اور عمار و خباب اور ابن مسعود جیسے غریب لوگوں کے ساتھ ہم نہیں بیٹھ سکتے، انہیں ہٹاؤ تو ہم تمھارے پاس بیٹھیں اور تمھاری بات سنیں۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے ارادہ فرمایا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے روک دیا کہ تم دنیوی ٹھاٹھ چاہتے ہو، حالانکہ یہ لوگ اپنے رب کی رضا کے طالب ہیں۔

فضیلت اصحاب رسول اور فضیحت اعدائے اسلام

ان آیات سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت بھی ثابت ہوئی اور ان کی حوصلہ افزائی بھی کہ تمہی اصحاب کہف کی سنت پر چل رہے ہو۔ صبر وہمت سے کام لو۔ کامیابی تمہارا مقدر ہے اور ضلالت ان کا نصیب ہے، کیونکہ جو مالدار سردار غریب مسلمانوں کو حقیر جان کر ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رہے تھے، ان کے مقابلے میں ان مظلوموں کا وہی کردار تھا جو اصحاب کہف کا تھا اور یہ متکبرین اسی طرح کے مشرکین کا کردار ادا کر رہے تھے، جو ظالم بادشاہ اور اس کے حواری اصحاب کہف کے ساتھ روا رکھے ہوئے تھے۔ اس لحاظ سے اللہ کے محبوب بندے یہ لوگ ہیں۔ اے نبی! آپ ساری توجہ ان قیمتی اور قدردان لوگوں پر مرکوز رکھیں۔

ذرا تصور تو کیجیے کہ جب یہ آیتیں ان ستم زدہ مومنوں کو سنائی گئی ہوں گی تو ان کے دل کے گوشے کس طرح لہلہا اٹھے ہوں گے، جن کی طرفداری ان کا رب کرے انہیں اور کون سی نعمت چاہیے؟

دو باغ والوں کا قصہ

(آیات ۳۲ -۴۹) سابقہ مضمون کو جاری رکھتے ہوئے ایک باغ والے امیر کبیر مگر ایمان سے محروم اور اس کے مقابل ایک غریب مگر صاحب ایمان شخص کی مثال بیان کی گئی ہے۔ مالدار شخص اپنے باغوں، کھیتوں اور اپنے جتھے پر ناز کرتا ہوا تکبر کا شکار ہوتا ہے اور یہ باتیں غریب مومن کو جتلاتا ہے اور اپنے خالق اور قیامت کے قائم ہونے کا انکار کر بیٹھتا ہے۔ غریب مومن اسے نصیحت کرتا ہے کہ تو اپنے رب سے انکار کرتا ہے جس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ وہ اس سے اپنا عقیدۂ توحید بیان کرتے ہوئے کہتا ہے: ﴿لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا﴾ لیکن میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہی اللہ میرا پروردگار ہے۔ میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروں گا، پھر مالدار شخص کے کفر کے نتیجے میں اس کا باغ وغیرہ تباہ وبرباد ہو گیا اور اس کا تمام مال ضائع ہو گیا۔ اس کی حمایت میں کوئی جماعت نہ اٹھی۔ آخر اس شخص کو بھی یہ کہنا پڑا ﴿وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا﴾ ''اور (وہ شخص) یہ کہہ رہا تھا کہ کاش! میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس مقام پر وہ مثال بھی نگاہ میں رہے جو سورۂ قلم کے پہلے رکوع میں بیان فرمائی گئی ہے نیز سورۂ مریم: ۷۳، ۷۴ سورۂ مومنون: ۵۵، ۶۱ اور حٰم سجدہ: ۴۹، ۵۰ پر بھی نظر ڈال لینی چاہیے۔

﴿مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا﴾ میں اس باغ کی تباہی کا کبھی سوچ بھی نہیں سکتا۔ یہی سوچ ہوتی ہے اللہ کے باغیوں کی وہ اپنی خوشحالی کو اپنا دائمی حق سمجھتے ہیں۔

گناہگاروں پر عذاب نیک لوگوں کی دادرسی ہے

بے شک اللہ عزت دینے والا ہے اور وہی ذلت دینے والا ہے۔ اس شخص کا وہ سب مال اسی رب کی عطا تھی اور اسی نے اسے تہی دامن کر کے لوگوں کے لیے عبرت کا نشان بنا دیا اور اس واقعے سے یہ بات ثابت ہوگئی: ﴿هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ﴾ ''یہی (ثابت ہے) کہ تمام اختیارات اللہ برحق کے لیے ہیں۔''

دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کا اجر

(آیات ۴۹-۴۵) ﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا﴾ نبی کریم ﷺ کو اس تمثیل کے ذریعے سے بتایا گیا کہ اسی طرح کے متکبروں، مغروروں اور ناعاقبت اندیشوں سے آپ کو بھی سابقہ ہے۔ یہ لوگ آپ کی بات سننے کے روادار ہیں، نہ ماننے پر تیار...... ان کی آنکھیں اس وقت کھلیں گی جب برق خرمن سوز، ان کے سارے خرمن کو خاکستر کر کے رکھ دے گی، لہٰذا آپ اس دنیا اور اس کی زندگی پر ریجھے ہوئے لوگوں کو اس تمثیل کے ذریعے سے سمجھا دیجیے کہ یہ دنیا اور اس کی ساری رونقیں اور بہاریں چندروزہ ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز بھی تمہارے ساتھ جانے والی نہیں ہے، ساتھ صرف نیک اعمال جائیں گے، چنانچہ جنھیں کچھ جمع کرنا ہو یہ سرمایہ جمع کرنے کی فکر کریں۔ جس قیامت کو یہ اپنے لیے یوم اعزاز سمجھ رہے ہیں۔ وہ پہاڑوں تک کو پگھلا دینے والی ہے۔

ان کے اعمال ریکارڈ ہو رہے ہیں۔ جب ان کے سامنے کھول دیے جائیں تو یہ پکار اٹھیں گے: ہائے! اس کو کیا ہوگیا؟ جس نے میری چھوٹی موٹی چیز تک بھی نہیں چھوڑی اور نامہ اعمال سامنے رکھ دیے جائیں گے۔ پس تو دیکھے گا کہ گناہگار اس سے خوفزدہ ہو رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے: ہائے ہماری خرابی! یہ کیسی کتاب ہے جس نے کوئی چھوٹا بڑا کام بغیر گھیرے نہیں چھوڑا اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا سب موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا: ﴿مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾

ابلیس جنوں میں سے تھا

(آیات ۵۰-۵۹) ﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ﴾ سیدنا آدم علیہ السلام اور ابلیس کی سرگزشت سے مقصود قریش کے مغروروں کو ان کی بدبختی پر متنبہ کرنا ہے کہ انہوں نے اپنی شامت اعمال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے ابلیس اور اس کی ذریت کو اپنا دوست اور کارساز بنا رکھا ہے۔ اس ضمن میں ان کی اس بدبختی پر ملامت کی گئی ہے کہ اللہ نے تو ان پر عظیم فضل فرمایا کہ ان کی ہدایت کے لیے ایک ایسی کتاب اتاری جو ہر حقیقت کو گوناں گوں پہلوؤں سے واضح کر دینے والی ہے، لیکن یہ اس کو قبول کرنے کی بجائے اس بات پر اڑے ہوئے ہیں کہ ان کو وہ عذاب دکھایا جائے جس سے قرآن ان کو ڈرا رہا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے وہ رحمت میں تو سبقت کرتا ہے، عذاب میں جلدی نہیں کرتا۔ جبکہ یہ شامت اعمال کے مارے ہوئے عذاب کے لیے جلدی مچا رہے ہیں اور ہماری ڈھیل کو یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ خواہ کچھ بھی کرتے رہیں کبھی باز پرس نہ کی جائے گی۔

واقعہ سیدنا موسیٰ و خضر علیہما السلام

(آیات ۶۰ - ۸۲) ان آیات میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا قصہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ علم سیکھنے کی غرض سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو خضر علیہ السلام کے کارناموں پر سخت اعتراض ہوا، لیکن کشتی کو توڑنے، لڑکے کو مار ڈالنے اور یتیم بچوں کی دیوار تعمیر کرنے کے بعد خضر علیہ السلام نے اپنے علم اور اختیارات کے بارے میں یہ بات واضح کر دی: ﴿وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ اَمْرِیْ﴾ میں نے یہ امور اپنی مرضی سے سرانجام نہیں دیے۔ اس واقعہ کے بیان میں مومنین پر یہ بات بھی واضح کی گئی ہے کہ بعض واقعات میں ظاہری طور پر انہیں اپنی بہتری معلوم نہیں ہوتی کیونکہ ان کے علم کی رسائی ان تک نہیں ہوتی۔ حقیقت حال کی اصل خبر اللہ علیم و خبیر کو ہی ہے اور اس رب کی طرف سے ہر واقعے کے پس پردہ مومنین کے لیے کوئی خوبی ضرور پنہاں ہوتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَالَ اَلَمْ: 16

(آیات ۷۵، ۸۲) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے یہ سفر ہدایت ربانی کے تحت کیا تھا۔ تاکہ ایک خاص بندے کے ذریعے سے وہ کائنات کے اس رمز سے اچھی طرح آگاہ ہو جائیں کہ اس دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ سب مشیت الٰہی کے تحت ہوتا ہے اور ارادۂ الٰہی سرتاپا حکمت و برکت پر مبنی ہوتا ہے۔ اس دنیا میں بظاہر سرکشوں اور نافرمانوں کو ڈھیل ملتی ہے اور اہل حق مختلف قسم کی آزمائشوں اور تکلیفوں سے آزمائے جاتے ہیں۔ یہ صورت حال بہت سے لوگوں کے ایمان کو متزلزل کر دیتی ہے اور ان کے لیے جادۂ حق پر ثابت قدم رہنا نہایت ابتلا کا کام بن جاتا ہے۔ اس ابتلا میں ثابت قدم صرف وہی لوگ رہتے ہیں جن پر یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو کہ یہاں جو کچھ ہو رہا ہے، سب ارادۂ الٰہی کے تحت اور اس کی حکمت کے تقاضوں کے مطابق ہو رہا ہے، لیکن انسان کا محدود علم اس کی حکمتوں اور مصلحتوں کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ اس لیے صحیح رویہ یہ ہے کہ راہ حق میں ناموافق و نامساعد جو حالات بھی پیش آئیں، آدمی ان سے دل شکستہ و مایوس نہ ہو بلکہ پورے عزم و جزم کے ساتھ حق پر ڈٹا رہے، حکمت الٰہی کے ظہور کا انتظار کرے اور دنیا و آخرت میں بہتری کی بہرحال امید رکھے۔

☆ گویا قصہ موسیٰ علیہ السلام و خضر علیہ السلام میں کفار کے سوالات کا جواب بھی ہے اور اہل ایمان کے لیے سامان تسلی بھی۔ سبق یہ دیا گیا ہے کہ کائنات کا کارخانہ اللہ کی مشیت کے تحت چل رہا ہے۔ چونکہ اس کے مصالح تمہاری نظروں سے پوشیدہ ہیں اس لیے تم بات بات پر حیران ہوتے ہو۔ یہ کیا ہو گیا؟ یہ تو بڑا غضب ہو گیا! حالانکہ اگر پردہ اٹھا دیا جائے تو تمہیں خود بخود معلوم ہو جائے کہ جو کچھ ہو رہا ہے سب ٹھیک ہو رہا ہے۔

قصۂ ذوالقرنین اور یاجوج ماجوج

(آیات ۸۳ -۹۷) سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کے پرحکمت واقعہ کے بعد ذوالقرنین علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوتا ہے۔ جس میں ان کے مشرق سے مغرب تک پھر جانے اور یاجوج ماجوج اور دوسرے لوگوں کے درمیان عظیم الشان دیوار کی تعمیر کا ذکر ہے۔ ذوالقرنین کو یہ قوت و طاقت اللہ رب العزت ہی کی عطا کردہ تھی۔ اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کو واضح کیا گیا ہے۔ ذوالقرنین اتنی قوت و طاقت ہونے کے باوجود اسی کے سامنے جھکتے ہیں اور اسی پر توکل کرتے ہیں۔ تعمیر کے بعد دیوار کے متعلق ذوالقرنین فرماتے ہیں کہ جب میرے رب کا وعدہ (قیامت) آئے گا تو اسے زمین بوس کر دے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذوالقرنین علیہ السلام کون ہے؟

ذوالقرنین کا لغوی معنیٰ ''دوسینگوں والا'' ہے۔ اس سے مراد مشرق و مغرب کی سلطنتوں کا فاتح ہے۔ جیسا کہ انبیائے بنی اسرائیل نے اس کے بارے میں پیشگوئی کی تھی: مثلاً دانیال نبی کا مکاشفہ (دانی ایل ۸: ۳-۴) میں یوں منقول ہے ''میں نے آنکھ اٹھا کر نظر کی اور کیا دیکھتا ہوں کہ دریا کے پاس ایک مینڈھا کھڑا ہے جس کے دو سینگ ہیں۔ دونوں سینگ اونچے تھے، لیکن ایک دوسرے سے بڑا تھا اور بڑا دوسرے کے بعد نکلا تھا میں نے اس مینڈھے کو دیکھا کہ مغرب و شمال و جنوب کی طرف سینگ مارتا ہے۔ یہاں تک کہ کوئی جانور اس کے سامنے کھڑا نہ ہو سکا اور نہ کوئی اس سے چھڑا سکا۔''

اس مکاشفہ کی تعبیر دانیال علیہ السلام کو جبرئیل علیہ السلام نے یہ بتائی کہ دوسینگوں سے مراد میڈیا اور فارس کی دو بادشاہتیں مراد ہیں جن کو موعود بادشاہ زیر نگین کرے گا۔

اگرچہ عام طور پر ذوالقرنین سے مراد رومی بادشاہ سکندر سمجھا جاتا ہے، لیکن اس میں ایمان و عمل صالح، عدل و تقویٰ جیسی خوبیاں موجود نہ تھیں جو ذوالقرنین کے بارے میں قرآن کریم نے بیان کی ہیں۔ نیز سکندر کی فتوحات کا دائرہ بھی اتنا وسیع نہ تھا، جن کا تذکرہ قرآن مجید نے کیا ہے۔ البتہ یہ خوبیاں اور علامتیں ایرانی بادشاہ کیخسرو میں پائی جاتی ہیں۔ اسی لیے ثقہ مفسرین نے ذوالقرنین سے وہی مراد لیا ہے۔ اس کو خورس یا سائرس بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم نے اس کی تین مہمات کا تذکرہ کیا۔ تاریخ میں کیخسرو کی مشرقی و مغربی مہمات کا ذکر واضح انداز میں موجود ہے۔ جبکہ تیسری مہم کے بارے میں بھی مضبوط اشارات ملتے ہیں۔

اختتام سورت پر تنبیہات

(آیات: ۹۸- ۱۰۱) سورت کے اختتام پر شروع سورت کے مضمون انذار کا اعادہ کیا جارہا ہے۔ ذوالقرنین علیہ السلام نے اپنے عظیم بند کو دیکھ کر فرمایا کہ جب میرے رب کا وعدہ آپہنچے گا تو یہ ساری بلندیاں پست اور ساری تعمیرات مسمار ہو جائیں گی۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے وعدۂ قیامت کی یاددہانی اور سرگشتگان دنیا کی تنبیہ کے طور پر پیش کردیا اور انذار کا وہ مضمون جس سے اس سورت کا آغاز ہوا تھا ایک نئے اسلوب میں پھر سامنے آگیا۔

دلوں کی دنیا کو ایک لرزا دینے والا بیان

(آیات ۱۱۰-۱۰۲) ان آیات میں ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے جو ایمان لائے بغیر کفر کی حالت میں کیے گئے اعمال کے بل بوتے پر اتراتے ہیں۔ ان کا کوئی وزن روز قیامت نہیں ہوگا۔ دنیا کا کوئی کارنامہ، سیاسی و سائنسی ایجاد، بینکنگ میں مہارت، اونچے اونچے عہدے اور خطابات، ایوارڈ، پرائز، وسیع و عریض کوٹھیاں، نام و نمود، شہرت و اعزازات، علمی ترقیاں، معاشی اڑانیں ...... وغیرہ ان میں سے تو کوئی چیز بھی اپنے ساتھ لیے ہوئے وہ اپنے رب کے ہاں نہیں پہنچیں گے کہ میزان اعمال میں انہیں رکھ سکیں۔ کیونکہ وہاں جو چیز تلنے والی اور وزن والی ہے وہ صرف ایمان اور عمل صالح ہے۔ اگر یہ چیز ان کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاس نہیں ہے تو ان کی ساری دوڑ دھوپ رائیگاں جائے گی تب ایسے شخص سے بڑھ کر خسارہ پانے والا کون ہوسکتا ہے؟

﴿ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ ﴾ کیا جن کی ساری کوشش گمراہ ہوگئی ضل کا لفظ بہت وسیع ہے، یعنی اس طرح کے لوگوں نے دنیا میں خواہ کتنے ہی بڑے کارنامے سرانجام دیے ہوں بہرحال وہ دنیا کے خاتمے کے ساتھ ہی ختم ہو جائیں گے۔ اپنے باغات و محلات، کارخانے، درسگاہیں، اپنی ایجادات اور صنعتیں، اپنے علوم وفنون، اپنی لائبریریاں، یونیورسٹیاں، آرٹ گیلریاں اور وہ تمام اشیا جن پر وہ فخر کرتے ہیں، لیکن اصل دولت جو ضروری تھی، اصل کرنسی جو وہاں چلے گی، اعمال صالحہ کا ذخیرہ جس کے بغیر ایک قدم نہیں اٹھایا جاسکے گا، رضائے الٰہی وفلاح آخرت کی لہر کبھی حاشیہ دماغ میں نہیں اٹھی۔ مگر دنیوی عروج کا خیال اور طریق اخروی کی فراموشی کی عادت بدلنے کبھی اس حقیقت پر غور کرنے ہی نہیں دیا کہ ہم کدھر جارہے ہیں، بس اسی کا نام ضل سعیھم ہے۔

جنت الفردوس کے مہمان

جنت الفردوس میں مہمانی صرف ان لوگوں کی ہوگی جو ایمان لائیں اور عمل صالح کریں۔ فردوس ایسے لہلہاتے گلستان کے لیے بولا جاتا ہے جس کے اردگرد حصار کھینچا ہوا ہو، مالک کی رہائش سے متصل ہو اور اس میں ہر قسم کے پھل، خصوصاً انگور پائے جاتے ہوں، پسندیدہ پالتو جانور بھی اس کی رونق میں اضافہ کر رہے ہوں، یہاں اس قسم کے باغات کا تعدد مراد ہے۔ یعنی فردوس ایک بڑی وسیع و عریض جگہ ہے جس میں بکثرت باغ اور گلشن پائے جاتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ ان نشانیاں مانگنے والوں سے صاف صاف کہہ دیں کہ میں اپنی مرضی سے معجزات نہیں لاسکتا، کیونکہ میں تم جیسا انسان ہوں۔ یہ میرا کام نہیں یہ رب کائنات کا کام ہے۔ میری ذمہ داری معجزے لانا نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے آنے والی وحی تم تک پہنچانا۔ ﴿ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ... ﴾ ''جو شخص بھی اللہ کی ملاقات کا امیدوار ہے اسے چاہیے کہ وہ عمل صالح کرے اور اللہ کے ساتھ شرک سے پرہیز کرے۔''

ذرا سنیے تو سہی

یہ پورا رکوع اگر ذرا بھی خیال کر کے پڑھا جائے تو مومن کے دل کو تھرا دینے اور لرزاں کر دینے کے لیے کافی ہے۔ آہ! آج ہم میں سے کتنے ایسے ہیں جن کی صبح و شام، شب و روز سب اسی دنیا کی ادھیڑ بن میں، رضائے مولیٰ سے بالکل منہ موڑے ہوئے گزر رہی ہے اور اپنے زعم میں اپنے کو مصلح ومحقق، شاعر و ادیب اور آرٹسٹ اور خدا معلوم روشن خیالی کے ایجاد کیے ہوئے کیسے کیسے خوشنما القاب سے اپنے آپ کو آراستہ سمجھتے رہتے ہیں تا آنکہ موت کا وقت آجاتا ہے تب آنکھیں کھلتی ہیں کہ ہم کس دھوکے میں پڑے رہے، یہاں تو ان علوم وفنون کی کوئی حیثیت نہیں۔

ان کے برعکس جو لوگ فردوس کے مہمان بنیں گے وہ کوئی عارضی مہمان نہیں مستقل کے مقیم ہوں گے اور وہاں سے کہیں اور جانا نہیں چاہیں گے: ﴿ لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴾ کیونکہ جہاں جمال و جلال کی تمام تر رعنائیاں موجود ہوں وہاں سے کون کھسکے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَۃُ مَرْیَم

سورۂ مریم مکہ میں نازل ہوئی، اس میں اٹھانوے آیات اور چھ رکوع ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت، زمانہ نزول اور مرکزی مضمون

آیت ۱۶ کے جملے ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ﴾ سے اس سورت کا نام ماخوذ ہے، یعنی وہ سورت جس میں سیدہ مریم علیہا السلام کا ذکر خیر ہے۔

مضمون کے لحاظ سے سورۂ مریم پچھلی سورت کی طرح ہی ہے۔ اس میں بھی توحید ورسالت، راہ حق میں اظہار عزیمت، دین اسلام کی صداقت، نصاریٰ کے مشرکانہ عقائد کی نحوست اور مدلل تردید کی گئی ہے، نیز سیدنا آدم، نوح اور نسل ابراہیم علیہم السلام سے پیدا ہونے والے تمام انبیائے اولوالعزم کے متعلق یہ بات بتائی گئی ہے کہ ان کی دعوت توحید ہی کی دعوت تھی۔ وہ سب وہی دین لے کر آئے تھے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں۔ انہوں نے بھی نماز وزکوٰۃ کا حکم دیا۔ مگر انبیاء کے گزر جانے کے بعد ان کی امتیں بگڑتی ہیں اور آج مختلف امتوں میں جو گمراہیاں پائی جا رہی ہیں یہ اسی بگاڑ کا نتیجہ ہے۔ ان کے پیرو شرک میں مبتلا ہوئے اور نماز وزکوٰۃ ضائع کر کے بدعات وشہوات میں پڑ گئے اور اب جب انہیں اصل دین کی دعوت دی جا رہی ہے تو اس کی مخالفت میں اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ جن کے مقابلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر وعزیمت کی تلقین کی جا رہی ہے کہ انجام کار کامیابی آپ ہی کے لیے ہے۔

سورۂ مریم کا زمانہ نزول ہجرت حبشہ سے پہلے کا ہے۔ مہاجرین اسلام جب شاہ حبش کے دربار میں بلائے گئے تو سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے یہی سورت بھرے دربار میں سنائی تھی اور کفار مکہ کے وفد نے شاہ حبش اور اہل دربار کو مشتعل کرنے کی غرض سے جو اعتراضات کیے تھے، اس سورت میں ان کا مکمل جواب تھا۔ مثلاً ان مسلمانوں کا مسیح علیہ السلام کے بارے میں وہ عقیدہ نہیں جو آپ کا ہے۔ جب شاہ نے اس سورت کی تلاوت سنی تو اسے مسلمانوں کے عقیدے کی صداقت وحقانیت کا علم ہو گیا اور شدید تاثر کے باعث اس کی آنکھوں میں آنسو بھی آ گئے اور بالآخر اس نے اسلام قبول کر لیا!

ابتدا میں سیدنا یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کا قصہ سنانے کے بعد حالاتِ زمانہ کی مناسبت سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا قصہ سنایا گیا ہے، کیونکہ ایسے ہی حالات میں وہ بھی اپنے باپ، خاندان اور اہل ملک کے ظلم سے تنگ آ کر وطن سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ اس سے ایک طرف کفار مکہ کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ آج ہجرت کرنے والے مسلمان سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی پوزیشن میں ہیں اور تم لوگ...... ان ظالموں کی جگہ ہو جنہوں نے تمہارے باپ اور پیشوا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو گھر سے نکالا تھا۔ دوسری طرف مہاجرین کو یہ بشارت دی گئی ہے کہ جس طرح سیدنا ابراہیم علیہ السلام وطن سے نکل کر بے گھر نہ ہوئے، بلکہ اور زیادہ سربلند ہو گئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسا ہی قابل رشک انجام تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ آخر میں کفار مکہ اور پھر نصاریٰ اور مخالفین کی گمراہی کی اصل علت بتاتے ہوئے، ان کی گمراہیوں پر سخت تنقید کی گئی ہے کہ یہ لوگ اہل ایمان کے مقابلے میں اپنی دنیوی کامیابیوں کو اپنے برحق ہونے کی دلیل سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ ان کے حق پر ہونے کی دلیل ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ اللہ کی طرف سے ڈھیل کی دلیل ہے تاکہ ان پر حجت پوری ہو جائے اور جب وہ پکڑے جائیں تو ان کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہ جائے۔ کلام ختم کرتے ہوئے اہل ایمان کو خوشخبری سنایا گیا ہے کہ دشمنان حق کی ساری کوششوں کے باوجود بالآخر تم جس طرح محبوب عنداللہ ہو، اسی طرح محبوب خلائق ہو کر رہو گے۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تعارف

جس پر بھی کرم ہوا، اللہ کی طرف سے ہوا ☆ سیدنا زکریا علیہ السلام کی دعا اور انداز دعا ☆ انبیاء کی خواہشِ اولاد وراثتِ نبوت کے لیے ☆ سچی دعا اور اس کی قبولیت ☆ اطمینان قلب کی دعا سنت انبیاء ☆ سیرت یحییٰ علیہ السلام بچپن میں ہی صاحب حکمت و دانائی، سوز قلب سے بہرہ ور، خلعت تقویٰ سے مزین، پاکباز، دنیا کے جھنجھٹ سے عاری، والدین کے فرمانبردار، کڑواہٹ وتلخی زبان سے ناآشنا، دنیا و آخرت میں سرخرو ☆ سیدنا یحییٰ اور سیدنا مسیح علیہما السلام میں مشابہت۔

سیدہ مریم علیہا السلام ایک پردہ دار، باحیا وعفیف، غیر محرموں سے مجتنب رہنے والی نیک خاتون تھیں ☆ بیت المقدس میں عورتوں کے لیے باپردہ جگہ کا اہتمام تھا، مساجد میں عورتوں کے لیے عبادت کے اہتمام کے لیے دلیل ☆ خلوت گاہ میں اجنبی مرد کو دیکھ کر سیدہ مریم علیہا السلام کی گھبراہٹ اور رحمن کی پناہ مانگنا توکل علی اللہ کی کیفیت کی غمازی کرتا ہے ☆ مریم کنواری تھی نہ کہ زوجہ یوسف بقول لوقا ☆ کنواری مریم کا بیٹے کی بشارت پر اظہار تعجب ☆ ولادت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی نشانی ☆ حمل ولد سے کنواری مریم کو حد سے زیادہ پریشانی ☆ ہر حال میں ایک شکرگزار بندی ☆ مولائے کائنات کی طرف سے دلبستگی کا سامان کہ پانی پی، کھجور کھا، بیٹے کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کر، کوئی انسان پوچھے تو خاموش رہ ☆ لوگوں کی ملامت کے جواب میں، نومولود بیٹے کی طرف اشارہ ☆ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا ماں کی گود میں بحکم الٰہی کلام ☆ صرف عبداللہ نہ کہ ابن اللہ اور صاحب کتاب نبی ☆ نماز اور زکوٰۃ ہر شریعت میں رہی۔ عیسائیوں کی گمراہی کی دلیل ☆ مہد میں کلام تو ہو گیا بڑھاپے میں باقی ہے جو نزول عیسیٰ علیہ السلام کی دلیل ہے ☆ عقیدہ توحید دین عیسوی کی بنیاد تھا ☆ عیسائیوں کی فرقہ بندیاں اور گمراہیاں یہود کی سازش ☆ ذکر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے تقدم کی وجہ کہ وہ بنی اسرائیل و بنی اسماعیل کے مسلمہ امام ہیں ☆ صداقت ابراہیمی کا تقاضا۔ ان کی وراثت عقیدۂ توحید کی صداقت کا ثبوت ☆ باپ آذر کے ساتھ تبلیغی و ناصحانہ گفتگو ☆ یابت (اے ابا جان!) کی تکرار، بیٹے کی دلسوزی، دردمندی وسعادت کی دلیل ☆ بت پرستی ایک نامعقول اور شیطانی سوچ ☆ شرک کی مذمت سے باپ بھڑک اٹھا ☆ بیٹے کو سنگسار کرنے کی دھمکی یا آنکھوں سے دور ہو جانے کی ڈانٹ ☆ اخلاق میں ابریشم کی طرح نرم، مگر عقیدے میں فولاد کی طرح سخت ☆ ہجرت اور اس کی برکات صاحب نبوت فرزندوں کی عطا اور دنیا و آخرت میں نیک نامی ☆ سیدنا موسیٰ علیہ السلام، اسماعیل اور ادریس علیہم السلام کا ذکر خیر اور ان کی نمایاں خصوصیات ☆ ناخلف جانشینوں کی بدعملی، ترک نماز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور شہوات کی پیروی ☆ بدکرداروں کے لیے جہنم کا مقام ''غی'' ☆ جبریل علیہ السلام اور دیگر فرشتوں کا نزول صرف اذن رب سے ☆ منکرین قیامت کے عقیدے کی تردید ☆ اللہ کے لیے اولاد کا تصور شرک کی گھناونی، نہایت سنگین اور منحوس قسم ہے ☆ جو اللہ سے محبت کرے اس کی محبت مخلوق کے دل میں ڈال دی جاتی ہے۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱ -۵) ﴿ كٓهٰيٰعٓصٓ ﴿١﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ﴿٢﴾ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ﴿٣﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿٤﴾ وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ﴿٥﴾ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴾

سورت کا آغاز سیدنا زکریا علیہ السلام کی اس دعا سے ہوتا ہے جو انہوں نے اپنے بڑھاپے اور بیوی کے بانجھ ہونے کے باوجود ایک فرزند کے لیے کی تھی اور جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرما کر ان کو بیٹے سیدنا یحیٰ علیہ السلام کی خوشخبری دی۔ سورۂ آل عمران میں جو تفصیل گزر چکی ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صالح اولاد کی طلب توکل کے منافی نہیں ہے۔ اسی طرح اولاد کے حق میں دعائے خیر اور امید صلاح سنت انبیاء ہے۔

یہ واقعہ تمہید ہے سیدہ مریم علیہا السلام کے اس واقعہ کی، جس کا ذکر اگلی آیات میں آرہا ہے۔ نصاریٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی خارق عادت ولادت کو ان کی الوہیت کی دلیل بنایا۔ قرآن نے یہاں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے سیدنا یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کا ذکر کر کے بتایا ہے کہ اگر مجرد خرقِ عادت ولادت ہی کسی کے الٰہ ہونے کی دلیل ہے تو یہ دلیل سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے حق میں موجود ہے۔ ان کی ولادت بھی ایک بوڑھے باپ اور بانجھ ماں کے ہاں ہوئی، لیکن نہ تو انہوں نے خود الوہیت کا دعویٰ کیا نہ کسی دوسرے نے انہیں الٰہ بنانے کی کوشش کی۔ علاوہ ازیں یہی سیدنا زکریا علیہ السلام ہیں، جنہوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ سیدہ مریم علیہا السلام کی تربیت کی۔

سیدہ مریم علیہا السلام کا ذکر خیر اور ولادت عیسیٰ علیہ السلام

(آیات ۱۶-۴۰) سیدہ مریم علیہا السلام کی پاکیزہ زندگی اور ان کے زہد و عبادت کا حوالے دے کر ولادت عیسیٰ کی تفصیل بیان کی گئی ہے، سیدنا مسیح علیہ السلام نے گہوارے ہی میں جس طرح اپنے بندۂ الٰہی ہونے اور اللہ کی طرف سے نماز و روزہ کی ہدایت پانے کی منادی کی ہے، اس کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے: بچہ بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی اور مجھے اپنا نبی بنایا ہے۔ اس نے مجھے بابرکت کیا ہے جہاں بھی میں ہوں اور اس نے مجھے نماز اور زکوۃ کا حکم دیا ہے جب تک بھی میں زندہ رہوں۔ اس نے مجھے اپنی والدہ کا خدمت گزار بنایا ہے اور مجھے سرکش اور بدبخت نہیں کیا اور مجھ پر میری پیدائش کے دن اور میری موت کے دن اور جس دن میں دوبارہ زندہ اٹھایا جاؤں، سلام ہی سلام ہے۔ یہ ہے صحیح واقعہ سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا اور یہی ہے وہ حق بات جس میں لوگ شک و شبہ میں مبتلا ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اپنے باپ سے گفتگو

(آیات ٤١ - ٥٠) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو توحید کی دعوت دیتے ہوئے کہا کہ یہ آپ کے ہاتھوں سے تراشیدہ تمام بت اپنے وجود کو بھی کوئی فائدہ نہیں دے سکتے۔ ان کی عبادت دراصل شیطان کی عبادت ہے۔ آپ میری بات جو علم و حقیقت پر مبنی ہے سنیں اور شیطان کی عبادت سے بچیں۔

باپ نے جواب میں کہا: اے ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں سے پھر گیا ہے؟ اگر تو باز نہ آیا تو میں تمہیں سنگسار کر دوں گا، تو ہمیشہ کے لیے مجھ سے الگ ہو جا۔ ابراہیم نے کہا: اچھا تم پر سلام ہو، میں تو اپنے رب سے تمہاری بخشش مانگتا رہوں گا وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے۔

اس دعوت کے نتیجے میں انہیں ہجرت کرنا پڑی اور اس ہجرت کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑھاپے میں نبوت والی اور باکردار اولاد عطا فرمائی۔

جب ابراہیم (علیہ السلام) ان سب کو اور معبودان غیر اللہ کو چھوڑ چکے تو ہم نے انہیں اسحاق و یعقوب عطا فرمائے اور ہر دو کو نبی بنا دیا: ﴿فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ...﴾ اور انہیں ہم نے اپنی رحمت سے نوازا اور ان کو سچی ناموری بخشی۔

نسل اسرائیل اور نسل اسماعیل کے درمیان کشمکش، رقابت اور چپقلش مدتوں سے چلی آ رہی تھی۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام دونوں سلسلوں کے مورث اعلیٰ تھے۔ اللہ کی نعمت خاصہ توحید ربانی کی علمبرداری اب نسل اسرائیلی سے اس کی نااہلی اور نالائقی اور نافرمانیوں کی پاداش میں چھن کر ایک اسماعیلی پیغمبر کے واسطے سے ساری دنیا کے لیے عام ہو رہی ہے۔

سیدنا موسیٰ و دیگر انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ

(آیات ٥١ - ٦٣) سیدنا موسیٰ، ھارون، اسماعیل اور ادریس علیہم السلام اور ان کے نمایاں اوصاف بیان کیے گئے ہیں، مثلاً ان کے اخلاص، صداقت و راست بازی، صادق الوعد، مبلغ توحید، آمر بالصلوٰۃ والزکوٰۃ جیسی خصوصیات کا اجمالی حوالہ دیا گیا ہے کہ یہ سیدنا آدم و نوح اور ابراہیم و اسرائیل علیہم السلام کی ذریت میں سے اولوالعزم انبیا گزرے ہیں۔ یہ سب ہدایت سے سرفراز اور اس کے برگزیدہ بندے تھے۔ ان کا حال یہ تھا کہ جب اللہ کی آیات سنتے تھے تو روتے ہوئے سجدے میں گر پڑتے تھے۔ پھر انہی کی اولاد میں ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نماز ضائع کر دی اور اپنی خواہشوں کے پیروکار بن گئے۔ یہ لوگ اپنی گمراہی کے انجام سے عنقریب دوچار ہوں گے۔ ان میں سے نجات پانے والے وہی بنیں گے جو توبہ و اصلاح کر لیں گے: ﴿إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْئًا﴾

﴿وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا...﴾ میں صبح و شام سے ایک مراد دوام ہے نہ کہ طلوع و غروب آفتاب کے دو متعین وقت۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن بالکل محفوظ ہے

(آیات ٦٤ -٧٢) ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ...﴾ جبرئیل علیہ السلام کی زبان سے نبی کریم ﷺ کو صبر و انتظار کی ہدایت اور عجلت سے احتراز کرنے کی تلقین کی گئی ہے کہ میں یا کوئی بھی فرشتہ اللہ کے حکم کے بغیر اپنی مرضی سے نازل نہیں ہوسکتا جس طرح زمین وآسمان کی ہر چیز اسی کے اختیار میں ہے، اسی طرح ہم بھی اس کے حکم کے غلام ہیں، لہٰذا آپ کفار کی باتوں پر توجہ نہ دیں بلکہ صبر وثبات کے ساتھ اپنے کام میں مشغول رہیں۔

قیامت کی تکذیب کرنے والوں کو زجر وتوبیخ اور ان کے عبرتناک انجام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے: ﴿وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا﴾ آخرت کا منکر اپنی پیدائش پر غور نہیں کرتا، ورنہ ایسے مسخرے پن کا مظاہرہ ہرگز نہ کرتا۔ ان سب کو ہم ان کے گروہوں سمیت دوزخ کے گرد گھٹنوں کے بل لا کھڑا کریں گے اور انہیں ان کے انجام سے باخبر کریں گے۔

فرشتوں کے بارے میں غلط عقائد رکھنے والوں کی تردید کی گئی ہے کہ نہ وہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور نہ مختار بلکہ وہ اللہ کی عاجز وفرمانبردار مخلوق ہیں۔

جو وحی آرہی ہے، وہ مکمل محفوظ ہے اور اللہ کی مرضی سے ہے، کسی کی خواہش کو اس میں دخل نہیں ہے۔

﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا...﴾ اس آیت کا اطلاق یا تو سب لوگوں پر ہوگا، یعنی دوزخ سے گزرنا تو بہرحال سب کو ہے ان میں سے جو مومن کامل ہوں گے انہیں تو کسی تکلیف کی ہوا بھی نہ لگنے پائے گی، بلکہ دوزخ کی حالت کا معائنہ اور پھر اس سے اپنی محفوظیت کا تقابل تو اور زیادہ ان میں فرح وسرور کی کیفیت پیدا کردے گا، البتہ ناقص الایمان مومنوں کو کچھ تکلیف اٹھانے کے بعد ہی نجات ملے گی۔ مفسرین کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ اس آیت کے مخاطب صرف نافرمان ہیں کہ صرف وہی جہنم سے گزریں گے۔ انہوں نے ﴿الَّذِيْنَ اتَّقَوْا﴾ سے مراد یہ لی ہے کہ ان کے اندر گناہوں کے باوجود ایمان کی رمق موجود تھی، وہ تو نجات پا جائیں گے اور جو بالکل ظالم ہیں، کافر ہیں وہ اس میں پڑے رہیں گے۔

اللہ کا پسندیدہ بندہ کون ہے؟

(آیات ٧٣ -٨٢) مغروروں اور متکبروں کی کٹ حجتی کا حوالہ دیا گیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جب قرآن کے ماننے والوں کے مقابلے میں ہمارا حال بہتر ہے تو لازماً ہمارا عقیدہ وعمل بھی بہتر ہے: ﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ نَدِيًّا﴾ ان کا کہنا ہے کہ قیامت اول تو آنے والی ہی نہیں اور اگر بالفرض واقع ہوئی بھی تو ہم ان مفلوک الحال لوگوں سے بہتر حال کے حقدار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس باطل ذہنیت کی تردید اور اصل حقیقت سے آگاہی کہ اس قسم کے لوگوں پر شیطان مسلط کیا گیا ہے جو ان کو انکار حق پر خوب اکسا رہا ہے: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترقی وفلاح کے قرآنی راستے

﴿ اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ خَیْرٌ مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ نَدِیًّا... ﴾ یہ جاہلی استدلال آج جس زور وشور سے پیش کیا جارہا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ صرف اہل باطل ہی نہیں بلکہ ان سے مرعوب بہت سے مسلمان بھی یورپین، مشرک اور لامذہب اقوام کی مثالیں پیش کر کے پکار پکار کر مسلمانوں سے کہہ رہے ہیں کہ ان کی ترقیاں دیکھو، ان کی دولت، ذہانت، ثروت، حکومت، عظمت اور عروج واقبال دیکھو اور اگر تم بھی ترقی چاہتے ہو تو نہی کے طریقے اختیار کرو، انہی کی روش پر چلو اور وہی کرو جو یہ "ترقی پسند" اور "اقبال مند" قومیں کر رہی ہیں گویا "ترقی" و "فلاح" نام ہی ان دنیا پرست قوموں کی تقلید کا ہے۔ اس کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ ظاہری ساز وسامان، یہ دولت وثروت، حکومت وحکمت، یہ زرق برق لباس، یہ تہذیب و تمدن ہی اگر حقانیت کی دلیل، صداقت کا ثبوت ہوتا تو آخر بڑی بڑی پرشوکت، پرقوت، پرثروت مگر نافرمان قومیں کیوں غارت ہوگئیں، بابل وکلدانیہ کا تمدن کیا ہوگیا؟ اہرام مصر والی عمارتیں کیوں زمین کے برابر ہوگئیں، شاہان عجم کا کروفر کیا ہوا، یونانیوں کا دم خم کہاں چلا گیا، قیصر وکسریٰ کے تاج وتخت کیوں تاراج ہو کر رہ گئے؟ اور آج آنکھوں کے سامنے برطانیہ کی سلطنت جس میں سورج غروب نہ ہوتا تھا کیوں سمٹ کر ایک نقطے کے برابر رہ گئی، روس کی قاہرانہ حکومت کا تخت کیوں زمین بوس ہوگیا، شہنشاہ ایران کی جابرانہ حکومت کیوں خواب وخیال ہوگئی، روس کی سپر پاور کیسے کچلی گئی، قیصر ولیم اور اس کے آہنی ارادے کیوں گمنامی کی نذر ہوگئے، ہٹلر بمع اپنے سارے سامان چنگیزی اور اتنے دم داعیہ کے کیوں فنا کے گھاٹ اتر گیا؟

سب کا انجام مختلف ہوگا

(آیات ۸۳-۹۸) نبی کریم ﷺ کو صبر کی تلقین کی گئی ہے کہ آپ عذاب کے لیے جلدی مچانے والوں کے مطالبے سے پریشان نہ ہوں۔ یہ شیطانوں کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ان متکبروں کا ایک ایک دن گنا جارہا ہے۔ یہ جن معبودوں پر تکیہ کیے ہوئے ہیں، وہ ان کے ذرا بھی کام آنے والے نہیں ہیں: ﴿ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِیْنَ اِلٰی جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴾ اللہ کے لیے اولاد بنانے والوں کا عقیدہ نہایت ہی سنگین اور منحوس ہے کہ اس کی نحوست سے آسمان پھٹ پڑیں، زمین شق ہوجائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں...... تو کچھ بعید نہیں ہے: ﴿ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴾ حالانکہ کائنات کا سب کچھ اسی کا فرمانبردار ہے ﴿ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴾ اور سب لوگ اس کے بندے کی طرح اس کے سامنے پیش ہونے والے ہیں۔ آج جو لوگ ایمان کی وجہ سے مکے میں بے وقعت سمجھے جارہے ہیں، عنقریب وہ اپنے اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کی بدولت محبوب خلائق ہو کر رہیں گے، لوگ ان کی طرف کھنچے چلے آئیں گے اور دنیا ان کے آگے پیچھے پلکیں بچھائے گی۔

نبی کریم ﷺ کو بتلایا جارہا ہے کہ نزول قرآن کا مقصد انذار وتبشیر ہے اور اس کے پیغام کو سمجھنا ہم نے آپ اور آپ کی قوم کے لیے آسان کر دیا ہے، کیونکہ یہ ان کی زبان میں نازل ہوا ہے، لہٰذا اسی کے ذریعے سے انذار وتبشیر کیجیے، جن کے اندر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صلاحیت ہوگی وہ اس پر ایمان لائیں گے۔ جو ایمان نہیں لائیں گے وہ اپنا انجام خود دیکھ لیں گے۔ ان کے پیچھے پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تاریخ میں ان کے لیے کافی سامان عبرت موجود ہے۔ ان سے پہلے کتنی ہی قومیں ہمارے عذاب کی زد میں آچکی ہیں، تو کیا آپ آج ان میں سے کسی کی کہیں کوئی آہٹ بھی سنتے ہیں۔ اسی طرح آپ کی تکذیب کی پاداش میں یہ بھی بے نشان ہو جائیں گے: ﴿وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا﴾ ﴿سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا﴾ آیت کریمہ جہاں ایمان والوں کے لیے روشن مستقبل کی پیشگوئی ہے وہاں محبوب خلائق بننے کا نسخہ بھی بتلاتی ہے کہ خالق سے دوستی کر لو مخلوق خود بخود تم سے محبت کرے گی۔ مشاہدہ ہے کہ بے غرض، متدین، مخلص، خادم خلق وعبادت گزار سے لوگوں کو محبت پیدا ہو جاتی ہے، جبکہ متقیوں کے علاوہ دوسروں کو جہاں کہیں محبوبیت حاصل ہوتی ہے وہاں کوئی نہ کوئی ظاہری سبب موجود ہوتا ہے مثلاً رشتہ داری، دوستی، ہم وطنی، ہمسائیگی وغیرہ۔

سُوْرَةُ طٰهٰ

سورہ طٰہٰ مکی ہے، اس کی ایک سو پینتیس آیات اور آٹھ رکوع ہیں

سورت کا نام، موضوع، زمانہ نزول اور فضیلت

پہلی ہی آیت کو اس سورت کا نام دیا گیا ہے۔ پچھلی سورۂ مریم میں متعدد انبیائے کرام کا ذکر آیا ہے، سورۂ طٰہٰ میں صرف سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت تفصیل سے بیان ہوئی ہے۔ ولادت سے لے کر دعوت وہجرت تک جتنے اہم مراحل ان کی زندگی میں پیش آئے، سب اس سورت میں نمایاں کیے گئے ہیں تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعوت کے اس مرحلے میں بھی اور آگے کے مراحل میں بھی جس رہنمائی کی ضرورت ہے وہ ایک عملی مثال کی صورت میں آپ کے سامنے رکھ دی جائے۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱ -۸) ﴿طٰهٰ ۝ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤى ۝ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ۝ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا وَ مَا تَحْتَ الثَّرٰى ۝ وَ اِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَ اَخْفٰى ۝ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۝﴾

آغاز سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت پر محبت اور دلنواز انداز میں ہدایت کی جارہی ہے کہ آپ دوسروں کے ایمان کی فکر میں اپنے آپ کو ضرورت سے زیادہ نہ گھلائیں، قرآن آپ پر اس لیے نازل نہیں کیا گیا کہ آپ پہاڑوں سے چشمے نکالیں، پتھروں سے دودھ کی نہریں نکالیں، یعنی جو نہیں مانتے ان کو زبردستی منوائیں۔ اس طرح کے پر مشقت کام آپ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذمہ نہیں لگائے گئے بلکہ یہ تو ایک نصیحت ہے، آپ کا کام صرف ان لوگوں کو یاددہانی کرانا ہے، جن کے دل میں اللہ کا خوف اور حق کو قبول کرنے کی صلاحیت ہے اور جن کے دل خشیت سے خالی ہیں، ان کے اندر ایمان اتار دینا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے۔ یہ قرآن کسی سائل کی درخواست نہیں بلکہ رب کائنات و خالق دو جہان کا فرمان ہے۔ وہ کائنات کے سب سے اونچے عرش پر مستوی ہے۔ زمین کی تمام تر گہرائیاں اور آسمان کی تمام بلندیاں اسی کی ملکیت ہیں۔ وہ ہر خفیہ اور ظاہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ وہ پیارے پیارے ناموں والا معبود ہے: ﴿اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾ شروع سورت میں صبر کے حصول اور اس کی تربیت کے لیے نماز اور دعا کے اہتمام کی ہدایت فرمائی گئی ہے اور سورت کے درمیان میں عجلت و بے صبری کے نقصانات واضح فرمائے گئے ہیں کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم میں جلدی کی تو قوم گائے کی پرستش میں مبتلا ہو گئی تھی: ﴿وَمَاۤ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى﴾

نبوت سے سرفرازی اور پہلی وحی

(آیات ۹ - ۱٦) اس تمہید کے فوراً بعد سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا قصہ مذکور ہے ان کے قصے کا آغاز آپ کی مدین سے واپسی پر وادیٔ مقدس طویٰ میں قیام سے کیا گیا کہ آپ اپنے اہل خانہ کے ہمراہ وادیٔ طور کے پاس پہنچے تو ٹھنڈی اور تاریک رات تھی۔ راستے کا بھی کچھ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ ایک جانب آپ نے ایک شعلہ دیکھ کر اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو میں وہاں جاتا ہوں اور سینکنے کے لیے آگ لاتا ہوں یا راستے کا ہی پتہ کر آؤں، جب آپ وہاں پہنچے تو وہ آگ نہ تھی، نور ربانی تھا جہاں سے آپ کو خلعت نبوت سے نوازا گیا اور نماز و قیامت کے اولیں سبق کے بعد مظلوم انسانوں کی مدد کرنے اور فرعون کی طغیانیوں کو محدود کرنے کی تلقین کی گئی: ﴿اِنَّنِيْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾

اوپر کی آیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے اسما و صفات کی روشنی میں تسلی دی گئی ہے۔ اب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت آرہی ہے جس میں وہی حقیقتیں جو اوپر علمی انداز میں بیان ہوئی ہیں، چلتی پھرتی عملی زندگی میں دکھائی جا چکی ہیں۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ہم کلامی کا شرف بخشنے کے بعد اولین تعلیم عقیدہ توحید کی دی گئی تھی، پھر اللہ کی خالص عبادت، اقامت نماز جو ذکر الٰہی کی سب سے بڑی محافظ بھی ہے اور اس کا سب سے اعلیٰ اور سب سے زیادہ موثر مظہر بھی۔ نیز نماز کے بعد قیامت کی یاددہانی جس سے نماز اور ایمان بالآخرت کا باہمی تعلق واضح کیا ہے۔ مشرکین مکہ اور یہودی نماز اور ایمان بالآخرت دونوں کو ضائع کر بیٹھے تھے۔

حکایت لذیذ تر بود

(آیات ۱۷ - ۲٤) نبوت عطا کیے جانے کے بعد سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو چند معجزات عطا کیے گئے، مثلاً عصا، ید بیضا وغیرہ اور حکم ہوا کہ فرعون کے پاس جاؤ کہ وہ بہت سرکش ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ اے موسیٰ! تمھارے ہاتھ میں کیا ہے؟ کہا: میرا عصا ہے میں جب تھک جاتا ہوں تو اس پر ٹیک لگا لیتا ہوں، اس سے اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علاوہ بھی کئی کام کر لیتا ہوں۔ حالانکہ ان باتوں کا سوال میں ذکر نہ تھا، چونکہ رب کائنات کے ہاں پیشی تھی اس لیے حکایت دراز تر کر دی۔

فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا گیا کہ وہ بہت سرکش ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی بڑے سے بڑے مجرم کو بھی نصیحت و توبہ کا موقع دیے بغیر عذاب نہیں دیتا۔

زادِ سفر عطا ہوتا ہے

(آیات ۲۵ - ۳۶) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے زادِ راہ کے طور پر اپنے بھائی کے لیے نبوت اور اپنے لیے انشراحِ صدر، تیسیرِ امر اور فصاحتِ لسانی وغیرہ کی دعا مانگی جو فوراً قبول ہوگئی: ﴿قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۝ وَ يَسِّرْ لِيْۤ اَمْرِيْ ۝ وَ احْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۝ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۝ وَ اجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۝ هٰرُوْنَ اَخِي ۝ اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِيْ ۝ وَ اَشْرِكْهُ فِيْۤ اَمْرِيْ ۝ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ۝ وَّ نَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ۝ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ۝ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى﴾

ہر شخص اپنے بھائی کے لیے اچھی چیز کی خواہش رکھتا ہے مگر جو خواہش سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی سیدنا ہارون علیہ السلام کے لیے کی تھی، اس کا جواب نہیں۔ سیدنا ہارون علیہ السلام فصاحت و بلاغت میں یکتا تھے اور ان کی حیثیت شریکِ نبوت کی سی تھی نا کہ صرف ترجمان کی، جس طرح کہ تورات میں ذکر ہوا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کسی ایک وصف میں کاملین سے بڑھ جانے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ شخص نبی کامل سے اونچا ہو گیا۔ سیدنا ہارون علیہ السلام عمر میں بڑے ہونے اور فصیح اللسان ہونے کے باوجود سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر نہ تھے۔

یہ دعا ہر اس چھوٹے بڑے شخص کو بطور وظیفہ پڑھتے رہنا چاہیے جسے سینے میں انشراح، شدائد میں صبر، زبان میں فصاحت اور گھر بار میں معاون کی ضرورت ہو، نیز یہ بھی کہ اچھائی و بھلائی کی خواہش اپنے خاندان اور قریبیوں کے لیے ہونا امرِ طبعی ہے۔ رحمت کا اپنے گھر والوں کے لیے چاہنا تو سنتِ انبیاء ہے۔

چونکہ یہ خصائص و ممیزات ہر مبلغ اور بالخصوص انبیائے کرام کے لیے لازم ہیں جنہیں سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے مانگ کے لیا تھا اللہ تعالیٰ نے جنابِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تمام نعمتیں، خصائص اور امتیازات ابتدائے نبوت ہی کے دور میں بن مانگے عطا فرما دیے تھے جیسا کہ سورۂ الم نشرح میں ہے۔

میرا اکرم تو پہلے بھی ہوتا رہا ہے

(آیات ۳۷ - ٤٦) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو یاد دلایا جا رہا ہے کہ اس سے پہلے بھی ہم آپ کی حفاظت اور ضروریات پوری کر چکے ہیں اور بے شک ہم نے آپ پر ایک بار اور احسان کیا۔ جب ہم نے آپ کی ماں کو وہ الہام کیا جس کا ذکر اب کیا جا رہا ہے کہ تو اس بچے کو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دے، تو دریا اسے کنارے لا ڈالے گا کہ میرا اور اس کا دشمن اسے اٹھا لے اور میں نے اپنی طرف کی خاص محبت و مقبولیت تجھ پر ڈال دی تا کہ تیری پرورش میری آنکھوں کے سامنے کی جائے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا اس قسم کی دعائیں قبول کرنا ہمارے لیے امر بعید نہیں ہے۔ اس فضل خاص کی یاددہانی اس لیے کرائی جارہی تھی کہ جو کام آپ کو سونپا جارہا ہے فرعون کے پاس جانے اور اسے نصیحت کرنے کا، اسے بے خطر کیجیے ہم آپ کی پہلے کی طرح خوب حفاظت کریں گے۔

زادِراہ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دو نصیحتیں کیں، ایک تو میرا ذکر نہ بھولنا۔ دوسری بات کہ فرعون سے نرم لہجے میں گفتگو کرنا، ممکن ہے وہ بات مان ہی جائے، کیونکہ یہ بھی حکمت تبلیغ میں شامل ہے، نیز یہ کہ اس آیت میں اخلاق کا بہت بڑا سبق پوشیدہ ہے کہ باوجود کہ فرعون باغی ہے اس پر بھی سیدنا موسیٰ علیہ السلام جیسے مقبول و برگزیدہ بندے کو نرمی و لطافت کے ساتھ پیش آنے کا حکم ملتا ہے اس سے ایک تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے سے بڑے دشمن کی ہدایت سے ابتدائی حالات میں مایوس نہیں ہوتا اور دوسری یہ کہ قوت و نصرت کے یقین کے باوجود مبلغ کو چاہیے کہ وہ انداز تبلیغ نرم رکھے۔

فرعون سے نبوت کی پہلی گفتگو

(آیات ۴۷-۵۵) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی فرعون کو دعوت توحید کی شہادت اور مظلوموں اور غلاموں کی آزادی کی تھی۔ مصر میں فرعون سب سے بڑا یعنی سورج کا اوتار سمجھا جاتا تھا اور عملاً تمام اختیارات خدائی کا مظہر تھا۔ اب تک وہ اپنے آپ کو ہی سب سے بڑا دیوتا سمجھ رہا تھا۔ اب سیدنا موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی زبانی ایک نئی اور نامانوس آواز اس کے کان میں پڑی تو حیرت سے پوچھتا ہے کہ اچھا یہ تو بتاؤ کہ تمہارا تراشا ہوا رب کون سا ہے؟

''فرمایا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر ایک کو اس کی خاص ساخت بخشی پھر اسے راہ سجھا دی۔''

رب کے تعارف میں زمین کی پیداواری کا خصوصیات سے تذکرہ کرنے کا مقصد یہ تھا کہ جو انسان زمین کی مٹی سے پیدا ہوا ہو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اکڑفوں دکھانا نہایت ہی نامناسب ہے۔

فرعون کی سیاسی چالیں

(آیات ۵۶-۷۶) فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعوت اصلاح پر غور کرنے کی بجائے اپنی قوم کو مطمئن کرنے کی غرض سے معجزے عصا کو جادو باور کرایا اور جادوگروں سے عید کے دن سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مقابلہ کرایا۔ جادوگر چونکہ فن سے آشنا تھے۔ اس لیے وہ حقیقت جان گئے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام جادوگر نہیں نبی ہیں اور عصائے موسیٰ جادو کا کرشمہ نہیں نبوت کا امتیاز ہے، لہٰذا انھوں نے حق کو فوراً قبول کرلیا۔

اور صرف ایک معجزہ دیکھ کر وہ اپنے ایمان میں اتنے پختہ ہوگئے کہ فرعون کی کوئی دھمکی انہیں متزلزل نہ کرسکی۔ انھوں نے صاف کہہ دیا: تو جو کرنا چاہتا ہے کرلے اور تو کچھ بھی کرے گا، اس کی جلن دنیا ہی تک محدود ہوگی جب کہ ہم آخرت میں سرخروئی کے طلبگار ہیں: ﴿فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ؕ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِیَغْفِرَ لَنَا خَطٰیٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَیْهِ مِنَ السِّحْرِ﴾

وہ بولے ہم ہرگز تجھے اپنا نہیں سکتے ان روشن نشانیوں کے مقابل میں جو ہمارے سامنے آچکیں ہیں اور اس ذات کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقابل میں جس نے ہمیں پیدا کیا۔ اب تو جو کچھ کر سکتا ہے کر گزر، تو جو کچھ بھی کرے گا وہ بس اسی دنیوی زندگی تک ہی ہوگا۔ بے شک ہم اپنے رب پر ایمان لائے ہیں تاکہ وہ ہماری خطائیں معاف فرما دے اور اس جادوگری سے جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا ہے درگزر فرمائے، اللہ ہی بہتر اور بہت باقی رہنے والا ہے۔

کفار مکہ کی آزمائشوں کا نشانہ بننے والے صحابہ کے لیے اس میں تسلی کا سامان ہے کہ صبر و استقامت کی راہ عزیمت کا سبق ہے۔

بنی اسرائیل کو راتوں رات مصر سے نکلنے کا حکم

(آیات ۷۷ - ۸۲) آخرکار اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو راتوں رات بنی اسرائیل سمیت مصر سے نکلنے کا حکم دے دیا۔ فرعون نے پیچھا کیا تو اسے دریائے نیل میں غرق کر دیا۔

بنی اسرائیل کو یاد دلایا جا رہا ہے کہ فرعون کی غرقابی کے بعد بھی ہم نے تم کو ہر آسائش سے نوازا حتی کہ اپنی غفوریت و رحیمیت کا اتہ پتہ بھی بتا دیا ہے۔

﴿وَ اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی﴾ اس آیت میں مغفرت کے لیے چار شرائط بتلائی گئی ہیں: توبہ، ایمان، عمل صالح اور سیدھے راستے پر ثابت قدم رہنا۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی جلدی اور قوم کی گائے کی پرستش

(آیات ۸۳ - ۸۸) یہاں سے سلسلۂ بیان اس واقعہ سے جا ملتا ہے جو ابھی اوپر بیان ہو رہا تھا، یعنی بنی اسرائیل سے یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ تم طور کے دائیں جانب ٹھہرو، پھر تمھیں ہدایت نامہ عطا کیا جائے گا، چنانچہ طور کی جانب وادیٔ ایمن میں جہاں کا وعدہ بنی اسرائیل سے کیا گیا تھا، ابھی قافلہ پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام رب کی ملاقات کے اشتیاق میں اکیلے ہی آگے چل دیے اور حاضری دے دی۔ اللہ نے فرمایا: تمھارے ساتھی کہاں ہیں؟: ﴿وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى﴾ کہا، وہ بس میرے پیچھے آ رہے ہیں، میں جلدی کر کے تیرے حضور آ گیا ہوں تاکہ تو خوش ہو جائے: ﴿وَ عَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى﴾ لیکن اس دوران میں قوم میں شرک کی رو بہہ نکلی۔

پھر سیدنا موسیٰ علیہ السلام سخت غضب اور رنج کے ساتھ واپس لوٹے اور کہا: اے میری قوم! کیا: تم سے تمھارے رب نے نیک وعدہ نہیں کیا تھا؟ کیا اس کی مدت تم پر طویل ہوگئی؟ یا تم چاہتے ہو کہ تم پر رب کا غضب اترے؟ یہ سوچ کر تم نے مجھ سے وعدہ خلافی کی؟ وہ بولے کہ ہم نے اپنے اختیار سے آپ کے ساتھ وعدہ خلافی نہیں کی، بلکہ ہم پر قوم کے زیورات کا جو بوجھ لاد دیا گیا تھا، ہم نے وہ پھینک دیا، پھر سامری نے بھی کچھ ڈالا، پھر وہ لوگوں کے لیے ایک بچھڑے کی مورت بنا کر نکال لایا، جس میں سے گائے کی سی آواز نکلتی تھی۔ تو کہنے لگے کہ یہ تمھارا بھی معبود ہے اور موسیٰ کا بھی، لیکن موسیٰ اسے بھول گیا ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ وہ تو ان کی بات کا جواب بھی نہیں دے سکتا اور نہ ان کے کسی برے بھلے کا اختیار رکھتا ہے۔

یعنی انھوں نے ان تمام زیورات کو ایک جگہ اس غرض سے جمع کرنا شروع کر دیا کہ اسے سلاخوں اور ٹکڑوں میں ڈھال لیتے ہیں تاکہ دوسرے سامان کی طرح اس کی نقل و حرکت آسان ہو سکے۔ سامری نامی شخص نے اس سونے کو سلاخوں میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈھالنے کی خدمت اپنے ذمے لے لی اور کچھ ایسی چال چلی کہ سونے کی اینٹیں یا سلاخیں بننے کی بجائے ایک بچھڑے کی مورت بھٹی سے برآمد ہوئی، جس میں سے بیل کی سی آواز نکلتی تھی۔ اس طرح سامری اور اس کے ساتھی لوگ پکار اٹھے: یہی ہے تمہارا معبود اور موسیٰ کا معبود ہے، لیکن موسیٰ اسے بھول گیا: ﴿وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ۝ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۥ فَنَسِيَ﴾

سیدنا ہارون علیہ السلام کا عذر

(آیات ۸۹، ۱۰۱) جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام واپس آئے تو آپ نے قوم کو شرک میں مبتلا دیکھ کر اپنے بھائی سیدنا ہارون علیہ السلام پر غصہ کیا، انھوں نے معذرت کی کہ قوم میری بات نہیں مان رہی تھی، وہ سامری کے چکمے میں آئی ہوئی تھی، میں نے اس کام سے منع کیا تو لوگ اس قدر مشتعل ہوئے کہ مجھے قتل کرنے کے درپے ہو گئے۔

﴿وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ﴾ اور ہارون نے اس سے پہلے ہی ان سے کہہ دیا تھا اے میری قوم! اس بچھڑے کی وجہ سے تم فتنے میں مبتلا ہو گئے ہو، تمہارا رب تو رحمن ہی ہے، تم سب میری تابعداری کرو اور میری بات مانو۔ قوم بولی کہ موسیٰ کی واپسی تک تو ہم اسی کے مجاور بنے بیٹھے رہیں گے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے: اے ہارون! انہیں گمراہ ہوتا ہوا دیکھتے ہوئے تجھے کس چیز نے روکا تھا کہ تو میرے پیچھے نہ آیا؟ کیا تو نے میرا حکم نہ مانا۔ سیدنا ہارون علیہ السلام نے کہا: اے میرے ماں کے بیٹے! میری داڑھی نہ پکڑ اور سر کے بال نہ کھینچ، مجھے تو صرف یہ خیال ہوا کہ کہیں تم یہ نہ کہو کہ تو نے بنی اسرائیل میں اختلاف ڈال دیا اور میری بات کا پاس نہ کیا۔

اس آیت سے یہ بھی نکل رہا ہے کہ تفریق امت بدترین گناہ ہے، سیدنا ہارون علیہ السلام اپنے سامنے صریح کفر و شرک دیکھ رہے تھے، لیکن تفریق امت کے ڈر سے عارضی طور پر اسے برداشت کر رہے تھے۔ فقہاء نے یہاں سے دو مسئلے نکالے ہیں ایک یہ کہ اجتہادی خطا قابل گرفت نہیں، چنانچہ سیدنا ہارون علیہ السلام اپنے اجتہاد کو اپنی برات کی دلیل بتا رہے ہیں دوسرا یہ کہ مامور و نائب کو اختیار حاصل ہے کہ جب تک مصلحت ہو اپنے فرائض منصبی انجام دے اور آخر میں امیر کے حکم کا انتظار کرے۔

سامری کی مکاری اور افسانہ تراشی

آپ سیدنا ہارون علیہ السلام کی صفائی سے مطمئن ہو کر اصل مجرم سامری کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے عتاب سے بچنے کے لیے ایک افسانہ تراش دیا کہ مجھے وہ کچھ نظر آیا جو کسی دوسرے کو نظر نہیں آیا تھا کہ میں نے رسول کے نقش قدم کی مٹی اٹھا کر ایک بچھڑا بنا کر اس میں ڈال دی، جس سے بچھڑا بولنے لگ گیا، لیکن اب مجھے پتہ چل گیا کہ یہ محض میرا فریب نفس تھا: ﴿قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ﴾

اثر الرسول سے مراد

سامری کا یہ کہنا کہ ''میں نے وہ چیز دیکھی جو ان لوگوں کو نظر نہ آئی'' اس سے کیا مراد ہے؟ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ سامری نے جبریل علیہ السلام کو گھوڑے پر سوار دیکھ لیا تھا اور یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ جہاں ان کے گھوڑے کا سُم پڑتا ہے گھاس تر و تازہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوجاتی ہے تو سامری نے ان کے نقش قدم سے ایک مٹھی بھر مٹی اٹھالی اور یہ اس مٹی کی کرامت تھی کہ جب اسے بچھڑے کے بت پر ڈالا گیا تو اس میں زندگی پیدا ہوگئی اور جیتے جاگتے بچھڑے کی سی آواز نکلنے لگی۔

یاد رہے کہ قرآن نے یہ نہیں کہا کہ فی الواقع ایسے ہوا تھا بلکہ یہ بتایا ہے کہ سامری نے یہ افسانہ گھڑا تھا اور اس افسانے سے اس کا مقصد سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی خوشامد کر کے آپ کو خاموش کرانا تھا۔ بچھڑے میں آواز ہوا کے مناسب گزارنے سے پیدا ہوتی تھی۔ بظاہر نظر یہی آتا ہے کہ رسول سے مراد سامری نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام ہی لیے ہوں، کیونکہ وہ سامنے موجود تھے اور یہ ان کے جلال سے بچنا چاہتا تھا رسول سے جبرئیل مراد لینے کے لیے کوئی قرینہ موجود نہیں ہے اور جبرئیل علیہ السلام اس مرتد کو نظر کہاں آگئے، اس کے لیے پھر افسانہ تراشنا پڑے گا کہ غرقابی فرعون کے وقت جبرئیل اسے نظر آئے تھے، لیکن پھر ایک اور پہلو کہ فرعون تو غرق آب ہوا تھا، جبریل وہاں آئے ہوں گے تو ان کے قدموں کی مٹی سمندر میں کہاں محفوظ رہی جسے سامری نے اٹھایا اور پھر چھپائے رکھا۔ اس لیے ہمارا موقف یہ ہے کہ یہ ایک اسرائیلی روایت ہے جس کی تصدیق ضروری نہیں!

﴿سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي﴾ یہ وہی الفاظ ہیں جو سیدنا یعقوب علیہ السلام نے برادران یوسف کے لیے استعمال کیے جب انھوں نے بھائی کے بارے میں افسانہ تراش کر سیدنا یعقوب علیہ السلام کو خاموش کرانا چاہا تھا۔ سامری نے بھی یہ عذر تراش کر کہا کہ میرے پاس اپنے اس فعل کے لیے کوئی عقلی یا نقلی دلیل نہیں، میں نے صرف اپنی خواہش نفس سے یہ کام کیا۔

سامری کو اچھوت کی دنیا میں سزا

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اس پر سختی سے لعنت کی اور بددعا بھی دی کہ دفع ہوجا اب تو عمر بھر لوگوں سے کہتا رہے گا: مجھے کوئی نہ چھوئے، میں ناپاک ہوں، مجھے کوئی ہاتھ نہ لگائے اور آخرت میں بھی عذاب کا وعدہ ہے جس کی خلاف ورزی نہ ہوگی: ﴿قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ أَنْ تَقُولَ لَا مِسَاسَ ۖ وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهُ﴾

اس طرح سامری سے زندگی بھر کے لیے ہر قسم کے معاشرتی تعلقات توڑ لیے گئے اور اسے اچھوت بنا کر رکھ دیا گیا بلکہ یہ ذمہ داری بھی اسی پر ڈالی گئی کہ ہر شخص کو وہ خود اپنے اچھوت پن سے آگاہ کرے۔

ایک اور نکتہ بھی نکلتا ہے کہ جو خطائیں بے خبری کے باعث سرزد ہوتی ہیں ان سے توبہ کی توفیق اکثر میسر آجاتی ہے جیسے عام اسرائیلیوں کی خطا توبہ کے بعد معاف ہوگئی، لیکن سامری کو پوری سزا ملی۔

﴿لَنُحَرِّقَنَّهُ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهُ فِي الْيَمِّ نَسْفًا...﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے اس حکم سے ثابت ہوتا ہے کہ آثار کفر و شرک کو مٹانا اور ان کی توہین و تذلیل کرنا مستحب ہے اور کسی باطل نسبت یا دعوائے فاسد کی رعایت ہرگز ضروری نہیں ہے جس طرح اس میں اثر رسول کی اور مسجد ضرار میں اسم مسجد کی رعایت نہ کی گئی۔

قرآن تو ایک یاددہانی ہے

(آیات ۱۰۲ - ۱۱۴) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ختم کر کے اب پھر اسی مضمون کی طرف کلام کا رخ مڑ رہا ہے جو سورت کے شروع میں بیان ہو رہا تھا، یعنی ایک تو قرآن کے نزول کا مقصد نبی کریم ﷺ کو کسی مشقت میں مبتلا کرنا نہیں، دوسرا اللہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوا کوئی معبود نہیں، جس نے بھی اس کا دعویٰ کیا اس نے گمراہی کا راستہ اختیار کیا۔ یہ جو بنی اسرائیل نے بچھڑے کی پوجا کی تھی تو یہ ان کا نرا اندھا پن تھا، کیونکہ سب کا الٰہ تو ایک اللہ ہی ہے: ﴿اِنَّمَآ اِلٰـهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ یہ تو اس شخص کے لیے یاددہانی ہے جو اسے فراموش کرے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت محض ایک کہانی نہیں ہے بلکہ انہی حالات سے آپ کو بھی سابقہ پڑ رہا ہے۔ جب تک یہ قرآن دنیا میں موجود ہے لوگوں کے لیے سیدھا راستہ صرف ایک ہے، اس کے سوا سب گمراہی ہے جو دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں باعث خسارہ ہے۔ تقریر کے آخر میں نبی کریم ﷺ کو نصیحت کی جا رہی ہے کہ دوران وحی آپ ہماری نازل کردہ آیات کو دہراتے رہتے ہیں اس خیال سے کہ کہیں بھول نہ جاؤں۔ آپ خاطر جمع رکھیں اور پوری توجہ سے وحی سنا کریں اور یہ دعا پڑھا کریں کہ اے میرے رب! مجھے زیادہ علم عطا فرما: ﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾

اس سے معلوم ہوا کہ علم بھی اللہ کی ان نعمتوں میں سے ہے جو اس کے فضل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتیں، اس لیے قرآنی دعائیں ان امور کے بارے میں ہیں جو کسبی و اختیاری نہیں ہیں جیسے ہدایت و مغفرت وغیرہ، اس لیے حکم ہو رہا ہے کہ تدبیر کی بجائے اللہ سے توفیق مانگیے۔

قصۂ آدم و ابلیس

(آیات: ۱۱۵ -۱۲۷) سیدنا آدم علیہ السلام کا قصہ اس سے پہلے سورۂ بقرہ، سورۂ اعراف، سورۂ حجر، سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ کہف میں مختلف الفاظ اور مقاصد کے تحت بیان کیا جا چکا ہے۔ یہاں اس قصے سے یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ جس روش پر کفار چل رہے ہیں یعنی حق کا انکار اور باطل پر اصرار، یہ شیطانی راہ ہے۔ کبھی کبھی شیطان کے چکمے میں آجانا انسانی کمزوری سے تعلق رکھتا ہے، لیکن اپنی غلطی کا فوری احساس انسانیت کا اونچا مقام ہے اور اس پر اصرار ابلیس کا کارنامہ۔ تم دونوں میں سے کس کو پسند کرتے ہو؟ پھر ان کا انجام بھی ذہن میں رکھو اور ذکر حق سے اعراض کی روش سے بچ جاؤ۔

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے تو نے اندھا بنا کر کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں تو دیکھتا بھالتا تھا۔ اللہ فرمائے گا کہ اسی طرح ہونا چاہیے تھا تو میری آیات کو بھول گیا اسی طرح آج تو بھی بھلا دیا گیا۔

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ﴾ اللہ کا نافرمان اور یاد الٰہی سے غافل، نعمت اسلام اور قرآن سے محروم انسان قناعت و توکل سے ناآشنا رہنے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ ساری عمر مال کی طلب، جاہ کی حرص، ترقی کی ہوس اور نقصان کی کمی و زیادتی کے غم و اندیشہ میں گھل گھل کر گزارے اور اس لیے آیت میں تنگی کا تعلق دل سے ہے۔ بڑے بڑے دولتمندوں کا لاتعداد اور پیچیدہ امراض میں مبتلا ہونا اور بالعموم خودکشی کر لینا روزانہ کا معمول ہے وہ سب اسی تنگی کے شواہد ہیں۔ اطمینان قلب سب سے بڑی دولت ہے جو صرف اللہ کی یاد سے حاصل ہوتی ہے: ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ...﴾ (الرعد: ۲۸) اور یہ دنیادار لوگ کیا جانیں اس کی حلاوت و لذت کو۔ ان کے لیے دنیا و آخرت دونوں میں اندھا پن ہے، دنیا میں معنوی اور آخرت میں حقیقی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعض علماء نے اس آیت سے قرآن حفظ کر کے اسے بھلا دینے کی نحوست و بربادی پر بھی استدلال کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کو ہدایات اور نماز کی تلقین

(آیات ۱۲۸ -۱۳۵) ان قصوں کو سنا کر آخر میں نبی کریم ﷺ کو بتایا جا رہا ہے کہ کفار ہر وقت عذاب لانے کا مطالبہ کرتے رہتے ہیں، ان سے فرما دیجیے کہ تباہی کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے، جب وہ آ جائے گا تو پھر مہلت نہیں ملے گی۔

کیا ان کو اس بات نے نصیحت نہیں کی کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی بستیاں ہلاک کر دیں جن کی برباد شدہ بستیوں میں آج یہ چل پھر رہے ہیں، یقیناً اس میں عقلمندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں، اگر آپ کے رب کی بات پہلے ہی سے طے شدہ نہ ہوتی اور مہلت کی مدت مقرر نہ ہوتی تو ضرور ان کا فیصلہ اسی وقت چکا دیا جاتا۔

پھر نبی کریم ﷺ کو تلقین کی گئی کہ آپ ان کی اس طرح کی باتوں سے پریشان نہ ہوں بلکہ صبر کریں اور اپنے رب سے تعلق کو مضبوط بنائیں، تاکہ اہل ایمان میں صبر و تحمل، قناعت، رضا بالقضا اور احتساب کی وہ صفات پیدا ہوں جو دعوت حق کی خدمت کے لیے مطلوب ہیں۔

”ان کی باتوں پر صبر کیجیے اور اپنے رب کی تسبیح اور تعریف بیان کرتے رہیے سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے، اور رات کے مختلف اوقات میں بھی اور دن کے کناروں میں بھی تسبیح کرتے رہیے شاید اس طرح آپ راضی ہوئیں اور اپنی نگاہیں ہرگز ان چیزوں میں نہ پھیلایئے، جو ہم نے کافروں کے جوڑوں کو آرائش دنیا کے طور پر دی ہیں تاکہ انہیں اس میں آزمائیں۔ آپ کے رب کا دیا ہوا ہی بہتر اور باقی رہنے والا ہے، اپنے گھرانے کے لوگوں کو نماز کی تاکید کیجیے اور خود بھی اس پر قائم رہیے، ہم آپ سے کوئی رزق نہیں مانگتے، بلکہ ہم خود آپ کو رزق دیتے ہیں اور بہتر انجام تقویٰ ہی کا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی سیدنا اسماعیل علیہ السلام سے مناسبت

خاص طور پر نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ اپنے گھر والوں کو استقلال کے ساتھ نماز کا حکم دیں۔ یہ آپ کی خاندانی خصوصیت ہے کیونکہ آپ آل اسماعیل سے ہیں اور ان کی نمایاں خوبی یہ تھی کہ وہ اپنے اہل کو نماز کی اور زکوۃ کی تلقین کرتے تھے: ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۚ﴾ ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا﴾

دعوت حق اپنا زاد و راحلہ خود رکھتی ہے

امرا اور اغنیا کے ایمان کے لیے بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کہ ان کے ایمان سے دعوت کو قوت و شوکت حاصل ہوگی۔ آپ کی دعوت اپنا زاد و راحلہ خود اپنے ساتھ رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی کفالت کی ذمہ داری اپنے اوپر لی ہے جو لوگ آپ کو زچ کرنے کے لیے عذاب کا مطالبہ کر رہے ہیں، ان سے کہہ دیجیے کہ میرا کام آگاہ کرنا تھا وہ میں نے کر دیا۔ اب اگر تم عذاب ہی کے منتظر ہو تو انتظار کرو، عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کون سیدھی راہ پر چلنے والے اور ہدایت یافتہ ہیں۔

﴿فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى﴾

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ: 17

سُوْرَةُ الْاَنْبِيَاءِ

سورۂ انبیاء مکی ہے، اس کی ایک سو بارہ آیات اور سات رکوع ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت، زمانہ نزول اور موضوع

اس سورت کا نام کسی آیت سے نہیں لیا گیا، چونکہ اس میں متعدد انبیاء کا تسلسل کے ساتھ ذکر ہے اس لیے اس کا نام ''الانبیاء'' رکھا گیا ہے۔ پچھلی سورۂ طٰہٰ جس مضمون پر ختم ہوئی تھی سورۂ انبیاء کا آغاز اسی مضمون سے ہوتا ہے۔ سابقہ سورت کی آخری آیت میں کفارِ قریش کے مطالبۂ عذاب پر انہیں انتظار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ اس عذاب کے آنے میں کوئی دیر نہیں ہے۔ اس سورت کا آغاز ہی اس بات سے کیا گیا: ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''ان لوگوں کے حساب کی گھڑی سر پر آ پہنچی ہے مگر یہ ابھی تک سرمستیوں میں کھوئے پڑے ہیں۔''

اس سورت کا زمانہ نزول مکی زندگی کا تیسرا دور ہے۔ اس میں اس کشمکش پر بحث کی گئی ہے جو نبی کریم ﷺ اور سرداران قریش کے درمیان اس دور میں برپا تھی۔ اس میں دعوائے رسالت، دعوت توحید و عقیدۂ آخرت پر شکوک و اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ ان کی چالبازیوں پر انہیں زجر و توبیخ کی گئی ہے۔ مخالفت کے لیے ناجائز ہتھکنڈے استعمال کرنے پر انہیں تنبیہ کی گئی ہے اور انہیں یہ احساس دلایا گیا ہے کہ جس نبوت کو تم زحمت سمجھ رہے ہو وہ ابرِ رحمت ہے، اس لیے اس کی قدر کرو۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

عذاب کے طالبوں کو تنبیہ سے سورت کا آغاز ☆ معاندین کی غفلت شعاری کی طرف اشارہ کہ یوم حساب سر پر ہے اور وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں ☆ معاندین کی سخن سازیوں کا جواب ☆ مشکل حالات میں اپنے معاملات اللہ کے سپرد کردینے کی ہدایت (۴) ☆ نبی شاعر ہیں نہ کاھن، وہ صرف رسول ہیں ☆ تمام انبیاء بشر ہی تھے ☆ کسی نبی کو حیات جاوداں نہیں ملی ☆ انکارِ حق کرنے والوں کو پہلے منکرین کا انجام نہیں بھولنا چاہیے (۱۱) اللہ کی پکڑ سے کوئی نہیں بچ سکتا (۱۲) ☆ منکرین کا جس طرح دنیا میں محاسبہ ہوا اسی طرح آخرت میں بھی ہوگا ☆ دنیا کی تخلیق ایک حقیقت ہے کھیل و تماشا نہیں (۱۶) ☆ حق کا ہتھوڑا باطل کے سر پر مارا جائے گا (۱۸) ☆ شرک کے ہر واہمہ کی تردید (۱۹) ☆ فرشتے مشرکوں کے شفعا نہیں، اللہ کے مخلص بندے ہیں (۲۰) ☆ زمین و آسمان کا ایک ہی رب ہے۔ ایک سے زیادہ ہوتے تو ہر چیز برباد ہو جاتی (۲۲) ☆ ساری کائنات اللہ کے سامنے جوابدہ ہے اور وہ کسی کا نہیں (۲۳) ☆ مشرکوں کے پاس تاریخ سے کوئی دلیل نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے (۲۴) ☆ جو معبود ہونے کا دعویٰ کرے گا جہنم کی سزا پائے گا (۲۹) ☆ آخرت، معاد اور توحید کے عقلی، فطری اور صفات الٰہی کے مقتضیات سے دلائل (۳۰/۳۲) ☆ مشرکین بتوں کے بارے میں بہت حساس مگر خدائے واحد کے بارے میں بڑے بے غیرت ہیں (۳۶) ☆ روز محشر کا بپا کرنا صفت عدل کا ظہور ہے (۴۷) تاریخی ترتیب سے انبیاء کی دعوت سے اس بات کا ثبوت کہ سب رسولوں کی تعلیم وہی تھی جو محمد ﷺ دے رہے ہیں اس ضمن میں سیدنا موسیٰ وھارون علیہما السلام کا ذکر کیونکہ نبی کریم ﷺ سے پہلے وہی صاحب شریعت نبی ہوئے ہیں (۴۸) رشد و ہدایت میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا امتیاز خاص ☆ قوم سے اصنام کے بارے میں بحث (۵۱) ☆ باپ دادا کا طریقہ دلیل ہدایت نہیں (۵۴) ☆ اصنام قوم کے بارے میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی تدبیر اور بت شکنی کا عملی مظاہرہ (۵۹) سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے پوچھ گچھ، ابطال شرک کی واضح دلیل (۶۴) ☆ جو تمھیں اپنا دکھڑا نہیں سنا سکتے وہ تمھارے دکھ کیسے دور کر سکتے ہیں، الزامی جواب (۶۷) ☆ آگ میں پھنکوا دینے کا فیصلہ اور نار کے گلزار ہو جانے کا معجزہ (۶۹) ☆ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت اور صالح اولاد کی نعمت سے نوازا جانا (۷۲) سیدنا لوط علیہ السلام کی ہجرت اور ان کی قوم کی تباہی (۷۵) ☆ سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا اور قوم نوح کی تباہی سے استدلال (۷۷) ☆ صفاتی ترتیب سے لائق اتباع انبیاء کا ذکر خیر۔ ☆ رعایا کی مکمل خبر گیری حکمرانی کا اصل جوہر ہے (۷۹) سیدنا داؤد علیہ السلام کی حمد و ثنا میں جبال و طیور کی ہمنوائی ☆ سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لیے ہواؤں اور فضاؤں کی تسخیر (۸۱) ☆ سیدنا ایوب علیہ السلام اور ان کا مثالی صبر (۸۳) ☆ سیدنا اسماعیل، ادریس، ذوالکفل، یونس، زکریا، سیدہ مریم علیہم السلام کی صفات کا تذکرہ (۸۵، ۹۱) ☆ انبیاء کی سرگزشت کا مقصد یہ بتانا ہے کہ سب انبیاء ایک ہی دین کے علمبردار رہے (۹۲) خاتمۂ سورت میں آغاز سورت کے مضمون کا اعادہ ☆ یاجوج ماجوج کا غلبہ آثار قیامت میں سے ہے (۹۶) ☆ بت اور ان کے پجاری سب جہنم میں جائیں گے (۹۸) ☆ نیک لوگوں کے حسن انجام کی بشارت (۱۰۱) ☆ اللہ کے صالح بندوں کے لیے ابدی بادشاہی کی نوید (۱۰۵) ☆ نبی کریم ﷺ کا منصب رحمت للعالمین کا تذکرہ، کیونکہ نیکی کا فروغ وسعت رحمت سے ہوتا ہے (۱۰۷) ☆ سب کا الٰہ صرف اللہ ہی ہے، خلاصہ دعوت انبیاء (۱۰۸) نبی کریم ﷺ کی اپنے رب سے دعا اور تفویض الی اللہ۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱-۲) ﴿ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴾

سورت کا آغاز اس بات سے کیا گیا کہ حساب کا وقت قریب آن پہنچا ہے مگر یہ لوگ اس کی تیاری تو کیا کرتے، الٹا ہمارے رسول کی تنبیہات اور آیات الٰہی کا برابر استہزا کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ انہوں نے دنیا کو بازیچۂ اطفال سمجھ رکھا ہے، جسے اس کے خالق نے محض بطور کھیل و تماشا بنایا ہے۔ ان منکرین کا سارا اعتماد ان کے خود تراشیدہ معبودوں پر ہے، حالانکہ یہ ساری چیزیں محض ان کے وہم کی ایجاد ہیں، وحی ربانی اور حاملین وحی کا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن اور رسالت پر اعتراضات

(آیات ۳- ۱۵) کفارِ مکہ کو ڈرایا جا رہا ہے جو دعوت حق اور آوازۂ قرآن کو پھیلنے سے روکنے کے لیے سخن سازیوں میں لگے رہتے تھے اور ان کے لایعنی قسم کے اعتراضات جو وہ قرآن اور صاحب قرآن کے بارے میں کرتے رہتے تھے کہ بشر رسول نہیں ہوسکتا یا یہ ساحر و شاعر ہیں اور قرآن تو گویا ایک مجموعہ پریشان خیالی ہے وغیرہ وغیرہ! کہا گیا کہ سب انبیاء بشر ہی تھے کسی غیر بشر کو رسول بنا کر نہیں بھیجا گیا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ﴾ انبیاء کا امتیاز یہ ہرگز نہ تھا کہ وہ بشر نہیں تھے بلکہ ان کا اصل امتیاز ان کی رسالت و وحی تھا۔ اس حقیقت کی گواہی تو سابقہ اہل کتاب (جن کی اکثریت فی الوقت نبی کریم ﷺ کی مخالف ہے) بھی دے سکتے ہیں: ﴿فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ اس بات کو مدلل کرنے کے لیے پہلی ظالم بستیوں کا حوالہ بھی دیا گیا، جنھوں نے رسولوں کی تکذیب کی، بالآخر اللہ کی پکڑ آ گئی اور ان کا نام و نشان بھی مٹا دیا گیا۔ اگر تم نے بھی یہی روش اپنائی تو اسی قسم کے انجام سے دوچار کیے جاؤ گے۔

﴿حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ...﴾ یہاں تک کہ ہم نے انہیں کٹی ہوئی کھیتی اور بجھی ہوئی آگ بنا دیا، یعنی آخر وقت تک وہ چیخ و پکار کرتے رہے، لیکن ان کی آہ و فریاد کچھ کام نہ آئی اور وہ اس طرح نیست و نابود ہو گئے جیسے کٹی ہوئی کھیتی اور بجھی ہوئی آگ ہوتی ہے۔

عقیدۂ آخرت کا انکار بڑی گھٹیا سوچ ہے

(آیات ۱٦ -۲۹) منکرین کے اس تصور کی نفی کی گئی کہ زندگی تو بس ایک کھیل ہی ہے جو چند روز بعد خود بخود ختم ہو جائے گا: ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ﴾ اس فکری لغزش کی وجہ سے وہ نبی کریم ﷺ کی دعوت کے قبول کرنے میں سنجیدہ نہیں ہو رہے تھے۔ ان کے اس زعم باطل کی تردید کی گئی ہے کہ ان کے مزعومہ شرکا وشفعا انہیں اللہ کے عدل کی گرفت سے بچالیں گے۔ اللہ کی الوہیت میں کوئی شریک نہیں جو بھی ہیں سب اس کے سامنے سرافگندہ ہیں: ﴿وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ﴾ اگر اس کائنات میں کئی ارادوں اور مشیتوں کی کارفرمائی ہوتی تو یہ درہم برہم ہو کے رہ جاتی: ﴿لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا...﴾ انبیاء کی تعلیمات شرک کے ہمہ قسم تصورات کی نفی اور خالص توحید پر مبنی ہوتی ہیں۔ اس کے برعکس سمجھنے والوں کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگر ان مشرکین نے اللہ کے لیے اولاد فرض کر کے اسے اللہ کے ہاں اپنا سفارشی جان رکھا ہے تو یہ محض خود فریبی ہے۔ فرشتے اس کی اولاد نہیں بلکہ اس کے مکرم بندے ہیں، وہ اللہ کے سامنے زور و اثر سے بات منوالینا تو درکنار، اس کے اذن کے بغیر منہ بھی نہیں کھولتے بلکہ صرف اس کے حکم کو بجالاتے ہیں۔ یاد رکھو! اگر مخلوق میں سے کوئی بھی خدائی کا مدعی نکلا تو اسے جہنم کا ایندھن بننا پڑے گا۔ غرضیکہ منکرین کے شرک پر اصرار اور توحید سے فرار و تعصب ان کے اور نبی کریم ﷺ کے مابین اصل مابہ النزاع تھی۔ اس کی اصلاح کے لیے شرک کے خلاف اور توحید کے حق میں دلائل دیے گئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿لَوْ اَرَدْنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّاۤ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ...﴾ سے معلوم ہوا کہ تخلیق کائنات خود مخلوق کے نفع و مصلحت کے لیے ہے۔

ہر چیز کو پانی سے زندگی دی گئی

(آیات ۳۰ -۳۳) نشانیوں کا مطالبہ کرنے والوں کے جواب میں نظام کائنات کی چند واضح نشانیوں کی طرف اشارہ کیا گیا کہ اگر ان نشانیوں کی طلب ہے تو آخر وہ نشانیوں پر غور کیوں نہیں کرتے جو ہر وقت ان کے سامنے موجود اور خدا کی ربوبیت و رحمت، اس کے عدل وحکمت اور توحید ومعاد کی گواہی دے رہی ہیں ﴿اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا﴾ انھی چیزوں کی دعوت نبی کریم ﷺ ان کو دے رہے ہیں تو جب اس کی تائید میں یہ سارے شواہد موجود ہیں تو کسی نئی نشانی کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔

کوئی ہمیشہ زندہ نہیں رہے گا

(آیات ۳٤ -۴۳) نبوت کا مذاق اڑانے کے لیے یہ بہانہ بنانا کہ آپ نہ تو بشریت سے کوئی مافوق ہستی تھے اور نہ کوئی مالدار آدمی۔ جواب میں فرمایا کہ اس قسم کے جاہلانہ خیالات تم سے پہلے گزر جانے والے مشرک بھی رکھتے تھے اللہ تعالی کے سوا سب فانی ہے اور اس جہالت کے پیچھے ان کی یہ سوچ بھی ہے کہ ہمارے دیوی دیوتا بہت پہنچ والے ہیں جب اللہ کی گرفت آ گئی تو کوئی دیوتا ان کی مدد کو نہیں آئے گا اور نہ وہ مہلت دیے ہی جائیں گے: ﴿فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ﴾

منکرین کے لیے ذلت ورسوائی کے سوا کچھ نہیں

(آیات ٤٤ -٤٧) متکبرین کے اصل سبب غرور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور یہ پیشین گوئی کہ یہ مکہ میں دعوت حق کو نیچا دکھانے کے لیے پوری قوت صرف کر رہے ہیں۔ وہ دعوت اطراف مکہ کی طرف بڑھ رہی ہے اور بہت جلد یہ فیصلہ ہو جائے گا کہ یہ دعوت غالب رہتی ہے یا اس کے اعدا ساتھ ہی نبی کریم ﷺ کی زبان اقدس سے یہ اعلان کہ میں تمہیں وحی کے ذریعہ سے آگاہ کر رہا ہوں، لیکن تمہارے بوجھل کان اس کو سن ہی نہیں رہے۔ اگر رب کی گرفت میں آ گئے تو پھر پچھتاوے کے سوا کیا ہاتھ آئے گا: ﴿قُلْ اِنَّمَاۤ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۖ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ﴾

گویا اس آیت میں نبی کریم ﷺ اور اہل ایمان کی ہجرت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور فتوحات اسلامیہ کی نوید دی گئی ہے اور کفار کو سخت عاقبت کی تہدید کی گئی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے واقعات سے استدلال

(آیات ٤٨ -۷۷) ایک صعودی ترتیب کے ساتھ جلیل القدر انبیائے کرام میں سے سیدنا موسیٰ، ابراہیم، لوط، اسحق، یعقوب اور نوح علیہم السلام کی تعلیم و دعوت اور ان کے جھٹلانے والوں کے انجام کی طرف اشارہ کیا جس سے مقصود دو باتیں ذہن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نشین کرانا ہیں۔ ایک تو یہ کہ ان تمام انبیائے کرام کی دعوت وہی رہی ہے جو قرآن پیش کر رہا ہے، خاص طور پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام جن کے وارث ہونے کا زعم ان مشرکین کو بڑی شدومد کے ساتھ ہے۔

افسوس! کہ تم اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں کچھ بھی نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ تف ہے تم پر اور ان پر جن کی تم اللہ کے سوا پوجا کرتے ہو کیا تمہیں اتنی عقل بھی نہیں اور ہم نے انہیں پیشوا بنا دیا کہ ہمارے حکم سے لوگوں کی رہبری کریں اور ہم نے ان کو نیک کاموں کے کرنے اور نمازوں کے قائم رکھنے اور زکوۃ دینے کا حکم دیا اور وہ سب کے سب ہمارے عبادت گزار بندے تھے۔

اور دوسری یہ بات کہ اس دعوت توحید کی حمایت کرنے والے بالآخر اسی طرح مدد کیے جائیں گے جس طرح پہلوں کو نصرت سے نوازا گیا: ﴿فَنَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝ وَ نَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾ اور اس کی مخالفت کرنے والوں کا انجام بھی وہی ہوگا جو ان انبیاء کی مخالفت کرنے والوں کا ہوا تھا: ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾

☆ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اس جملے: ﴿مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ﴾ سے شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے صوفیہ کے مبتدعانہ افکار میں سے ایک فکر "تصور شیخ" کے باطل ہونے پر استدلال کیا ہے۔

سیدنا داود و سلیمان علیہما السلام کا ذکر خیر

(آیات ۷۸- ۸۶) ایک صفاتی ترتیب کے ساتھ ان انبیاء کا ذکر ہوا جو شکر اور صبر کے نہایت کڑے امتحانوں میں ڈالے گئے اور وہ ان میں سوفیصد کامیاب رہے۔ پہلے زمرے میں سے سیدنا داوٗد علیہ السلام اور سیدنا سلیمان علیہ السلام کا حوالہ دے کر مخاطبین کو انہی کی طرح اللہ کا شکر گزار بندہ بننے کی دعوت دی گئی ہے۔

داوٗد اور سلیمان کا تذکرہ کیجیے جب ایک مرتبہ وہ کھیت کے معاملے میں فیصلہ کر رہے تھے جس میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کو چر گئی تھیں اور ان کے فیصلے میں ہم موجود تھے۔ ہم نے اس کا صحیح فیصلہ سلیمان کو سمجھا دیا۔ حالانکہ ہم نے دونوں ہی کو دانشمندی اور علم دے رکھا تھا۔ اور ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو داوٗد کے تابع کر دیا تھا جو تسبیح کرتے تھے اور یہ کام ہم ہی کرنے والے تھے۔

دوسرے زمرے کے انبیاء میں سے خاص طور پر سیدنا ایوب، اسماعیل، ادریس اور ذوالکفل علیہم السلام کا ذکر کیا۔ ان انبیاء کی طرف ایک اجمالی اشارہ جن کے لیے نہایت تاریک اور بظاہر مایوس کن حالات کے اندر اللہ کی قدرت و حکمت کی نہایت حیرت انگیز شانیں ظاہر ہوئیں۔ ان سب انبیاء کی تعلیم و تبلیغ کا محور عقیدۂ توحید تھا اور اسی عقیدہ کی سچائی کا انہوں نے عملاً بھی ثبوت دیا، جب وہ خود ابتلا و آزمائشوں سے دوچار ہوئے تو انہوں نے بھی اللہ ہی کی طرف رجوع کیا جسے قبول فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی۔

اور ایوب کا تذکرہ کیجیے جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے یہ بیماری لگ گئی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے۔ تو ہم نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کی پکار سن لی اور اسے جو تکلیف تھی اسے دور کر دیا اور اس کو اہل وعیال عطا فرمائے بلکہ ان کے ساتھ اپنی خاص مہربانی سے ویسے ہی اور بھی، تاکہ سچے بندوں کے لیے سبق ہو اور اسماعیل، ادریس اور ذوالکفل (علیہم السلام) بھی یہ سب صابر لوگ تھے۔ ہم نے انہیں اپنی رحمت میں داخل کر لیا، یہ صالحین میں سے تھے۔

مقصود اس سے اس حقیقت کو ظاہر کرنا ہے کہ اللہ جب اپنے بندوں کو اپنی رحمت سے نوازنا چاہے گا تو کوئی چیز اس کے ارادے میں مزاحم نہ ہو سکے گی۔ حالات واسباب سب اسی کے اختیار میں ہیں۔

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مظلوم صحابہ کرام کی حوصلہ افزائی اور تربیت بھی مقصود ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے ان صابر بندوں کو ان کے صبر کے صلے میں اپنی رحمت سے نوازا، اسی طرح اگر تم بھی مصائب کے مقابلے میں حق پر ثابت قدم رہے تو اللہ تم کو بھی اپنی رحمت سے نوازے گا۔

سیدنا یونس اور زکریا علیہما السلام کا تذکرہ

(آیات ۸۷- ۹۴) ﴿وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا﴾ "ذی النون" اور "صاحب الحوت" سیدنا یونس علیہ السلام کا لقب ہے۔ سیدنا یونس علیہ السلام اپنی قوم کے ناگوار رویے سے بیزار ہو کر اللہ کے حکم کا انتظار کیے بغیر ہی چل دیے اور انہیں یہ خیال لاحق نہ ہوا کہ ہم ان کا محاسبہ کریں گے، کیونکہ نبی اپنی قوم کو اللہ کے حکم کے بغیر نہیں چھوڑ سکتا، پھر جب وہ مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے تو اس دعا کی برکت سے انہیں رہائی ملی: ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

﴿وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ یعنی ایک یونس ہی کیا جو مومن بھی ہم سے دعا کرے اسے غم سے نجات دے دی جاتی ہے بشرطیکہ اسے غم میں رکھنا ہی مصلحت نہ ہو۔ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کی استجابت کسی وسیلے واسطے پہ موقوف نہیں ہے اور نہ یہ مخلصین کاملین کے ساتھ خاص ہے، بلکہ درِ اجابت ہر ایک کے لیے کھلا ہوا ہے، جب چاہے اسے کھلوا لے، کمی محسن حقیقی کی طرف سے نہیں بندہ عاصی کی طرف سے ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے کوئی راہرو منزل ہی نہیں

سیدنا زکریا علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جب اس نے اپنے رب سے اولاد کے لیے دعا کی تو ہم نے اس کی دعا کو قبول فرما کر اسے یحییٰ جیسا صالح بیٹا عطا فرمایا اور اس کی بیوی کا علاج کیا۔ اسی طرح وہ خاتون (سیدہ مریم علیہا السلام) جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی ہم نے اس کے اندر اپنی روح سے پھونکا اور خود انہیں اور ان کے بیٹے کو تمام جہان کے لیے نشانی بنا دیا۔ یہ تمہاری امت ہے جو حقیقت میں ایک ہی امت ہے اور میں تم سب کا رب ہوں، لہٰذا میری ہی عبادت کرو۔

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ﴾ ہر حسن عمل کے لیے ایمان بنیادی شرط ہے، ایمان کے بغیر کوئی عمل ذرہ بھر وزن نہیں رکھتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورت کے اختتام میں اعادۂ مضمون

(آیات ۹۵- ۱۱۲) سورت کے اختتام میں تمہید کے مضمون کو مزید مؤکد کر کے ایک نئے اسلوب سے پھر یاددہانی فرمادی ہے اور اس کے خاتمے کی تمہید بعینہٖ اسی لفظ سے شروع کی ہے جس سے اس سورت کا آغاز ہوا ہے: ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ﴾ یہاں جب اسی مضمون کو ازسرنو لیا تو فرمایا: ﴿وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ﴾ اس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ سورت کے مطالب کے پھیلاؤ میں اگر اصل مدعا نگاہوں سے اوجھل ہوجاتا ہے تو وہ ازسرنو مخاطب کے ذہن میں تازہ ہوجاتا ہے۔ بتایا گیا کہ جب قیامت کا وقت موعودہ قریب آجائے گا تو اس اچانک افتاد پر ان کی نگاہیں تاڑے لگ جائیں گی۔ پھر اپنی غفلت پر کف افسوس ملیں گے لیکن اب وقت بیت چکا ہوگا۔ مشرکین اور ان کے مزعومہ معبودوں کو ان کے سامنے ہی جہنم کا ایندھن بنادیا جائے گا: ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ تاکہ جھوٹے معبودوں کے پجاری جان لیں کہ وہ بے کار میں ان کی پوجا کرتے رہے۔ نجات وہی پائیں گے جو صالح کردار کے مالک ہوں گے، کیونکہ نجات کا انحصار اسی دین کی پیروی اختیار کرنے پر ہے۔ اس حقیقت سے ہم پہلی کتابوں میں آگاہی دے چکے ہیں کہ جو لوگ اسے قبول کریں گے وہی آخرت میں کامیاب ہوں گے اور آخرت کی کامرانی صرف صالح بندوں ہی کے لیے ہے۔ اسی طرح حشر کے بعد زمین کے وارث بھی وہی ہوں گے: ﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ﴾

یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ وہ اپنے نبی رحمت کی وساطت سے لوگوں کو اس حقیقت سے آگاہ کردیتا ہے: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ نادان ہیں وہ لوگ جو نبی کی آمد کو رحمت کی بجائے زحمت سمجھ رہے ہیں۔ آخر میں نبی کریم ﷺ کی طرف سے فیصلہ کن اعلان کیا گیا ہے کہ اب فیصلے کی گھڑی سر پر ہے، جس کو فائدہ اٹھانا ہو وہ اس مہلت سے فائدہ اٹھالے، پھر یہ فرصت نصیب ہونے والی نہیں ہے: ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ﴾

آخری آیت میں نبی کریم ﷺ کی طرف سے یہ دعا کہ اے رب! میرے اور ان اعدائے حق کے درمیان جاری اس کشمکش کا تو حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے: ﴿قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ﴾ اور مخالفین کو آپ نے اس طرح وداع کیا کہ تم جو کچھ کہتے ہو اور کرتے ہو میں اس کے مدمقابل میں اپنے رب رحمان ہی سے مدد کا طالب ہوں اس لیے کہ مستعان حقیقی وہی ہے: ﴿وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ﴾

سُوْرَةُ الْحَجِّ

سورہ حج مکی ہے، اس کی اٹھتر آیات اور دس رکوع ہیں

سورت کا نام اور موضوع

اس سورت کا نام اس کے رکوع نمبر ۴ کی دوسری آیت: ﴿وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ﴾ سے ماخوذ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فتح مکہ اور غلبہ اسلام کی طرف سورۂ انبیاء کی آیت ۴۴ میں اشارہ کیا گیا تھا: ﴿اَوَ لَمۡ یَرَوۡا اَنَّا نَاۡتِی الۡاَرۡضَ نَنۡقُصُہَا مِنۡ اَطۡرَافِہَا﴾ اس سورت میں اس اشارے نے بالکل قطعی فیصلے کی صورت اختیار کرلی ہے جب مشرکین مکہ کو غدار اور غاصب قرار دے کر ان کو اس گھر سے بے دخل کیے جانے کی دھمکی اور مسلمانوں کو بشارت دی گئی کہ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے گا اور قریش کو اس سے بے دخل کر کے ان کو اس کا امین و متولی بنائے گا: ﴿اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ...﴾

دو سجدوں سے مزین سورت

یہ وہ واحد سورت ہے جس میں دو سجدے ہیں: ایک آیت نمبر ۱۸ میں اور ایک آیت ۷۷ میں۔ سیدنا عقبہ بن عامر نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ! سورت حج کو باقی تمام سورتوں پر یہ فضیلت ملی کہ اس میں دو آیات سجدے کی ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں۔''[1] اس روایت میں سبب ضعف ابن لہیعہ کی تدلیس ہے، لیکن جب مدلس سماعت کی تصریح کردے تو وہ ضعیف روایت شمار نہیں ہوتی اس میں ابن لہیعہ نے سماعت کی تصریح ہے، لہٰذا یہ حدیث قوی ہے۔ ابوداؤد کی روایت میں اس سورت کا یہی اعزاز بتایا گیا ہے جو اوپر گزرا۔[2] ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے پورے قرآن میں پندرہ سجدے پڑھائے جن میں دو سجدے سورۂ حج کے ہیں۔[3] ابن کثیر کہتے ہیں اس طرح روایات میں تعدد طرق سے یہ بات قوی ہوجاتی ہے، لیکن ہمارے ہاں دوسرے سجدے کو متروک کردیا گیا ہے اور حاشیہ میں لکھ دیا جاتا ہے۔ ''السجدۃ عندالشافعی'' یعنی یہ سجدہ امام شافعی کے نزدیک ہے جو نہایت غلط بات ہے یہ سجدہ امام شافعی کے نزدیک کہہ کر اسے ایک فقہی مسلک کی طرف منسوب کر کے اس سے اختلاف کی گنجائش پیدا کرلی جو ایک امتی کے لیے جائز نہیں ہے۔ یہ سجدہ فقہی نہیں بلکہ حدیثی ہے کیونکہ احادیث سے ثابت ہے۔

قرآن طبع کرانے والوں کو یہ لفظ مٹا کر سجدہ لکھنا چاہیے اور قاری کو یہاں باجماعت سجدہ کرنا چاہیے۔

زمانۂ نزول اور تطبیق حالات

یہ سورت مکی دور کی آخری سورتوں میں سے ہے جب مسلمانوں نے اہل مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر دوسرے علاقوں کی طرف ہجرت شروع کردی تھی۔ خود نبی آخرالزماں ﷺ کے لیے بھی ہجرت کا وقت بالکل قریب آچکا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت (چند آیات کے علاوہ) مکے کے آخری دور میں نازل ہوئی۔

اب یہ چند آیات کون سی ہیں جو مدینہ میں نازل ہوئیں، اس بارے مفسرین کی دو رائے ہیں۔ ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ آیت ۲۵ تا ۴۱ مدنی دور کے آغاز میں نازل ہوئیں اور دوسرا گروہ اس بات کا قائل ہے کہ اس سورت میں صرف چار آیات (آیت ۳۸ تا ۴۱) مدنی ہیں۔ بہرحال یہ بات طے ہے کہ اس سورت میں دونوں قسم کی آیات موجود ہیں جنہیں اللہ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے ایسی حسن ترتیب سے جمع فرمادیا تھا کہ کوئی خلا محسوس نہیں ہوتا، اس لیے دونوں ادوار کی خصوصیات اس

---

[1] سنن الترمذی: ۵۷۸۔ [2] سنن أبی داود: ۱۴۰۲۔ [3] سنن ابن ماجہ: ۱۰۵۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں جمع ہوگئی ہیں، لیکن یہ اپنے اصل کے اعتبار سے مکی سورت ہی ہے۔

مکی دور کی آخری سورتوں میں سے ہونے کی وجہ سے اس سورت میں قریش مکہ کے لیے سخت تنبیہ اور انذار ہے، انہیں غضب الٰہی سے ڈرایا گیا ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور تعمیر بیت اللہ اور اس کے مقاصد کا ذکر کر کے بتایا گیا کہ مکہ اور بیت اللہ کے اصل متولی تو مسلمان ہی ہیں جن کا جینا تم نے دوبھر کر رکھا ہے اور یا جن پر تم نے بیت اللہ کی زیارت حرام کر رکھی ہے۔ ان کا اس علاقے کو چھوڑ جانا جہاں ان کے لیے باعث کشائش ہوگا وہاں تمہارے لیے آخری تنبیہ ہوگا۔ اب تمہارا انجام وہی ہو گا جو تم سے پہلے اس روش پر چلنے والوں کا ہو چکا ہے۔ نبی کو جھٹلا کر اور اپنی قوم کے صالح ترین عنصر کو نشانۂ ستم بنا کر تم نے اپنا ہی بگاڑا ہے۔ دوسرے کا کچھ نہیں بگاڑا اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کا جو غضب تم پر نازل ہوگا اس سے تمہارے بناوٹی معبود تمہیں نہ بچا سکیں گے۔ یہ پہلو نہ صرف یہ کہ بجائے خود حق بجانب تھا، بلکہ سیاسی حیثیت سے یہ قریش کے خلاف ایک بہت بڑا حربہ بھی تھا۔ اس سے عرب کے تمام دوسرے قبائل کے ذہن میں یہ سوال پیدا کر دیا گیا کہ قریش حرم کے مجاور ہیں یا مالک؟ اگر آج اپنی ذاتی دشمنی کی بنا پر وہ ایک گروہ کو حج سے روک دیتے ہیں اور اس کو برداشت کر لیا جاتا ہے تو کیا بعید ہے کہ کل جس سے بھی ان کے تعلقات خراب ہوں اس کو وہ حدود حرم میں داخل ہونے سے روک دیں اور اس کا عمرہ و حج بند کر دیں۔ اس سلسلے میں مسجد حرام کی تاریخ بیان کرتے ہوئے ایک طرف یہ بتایا گیا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کو تعمیر کیا تھا تو سب لوگوں کو حج کا اذن عام تھا اور وہاں اول روز سے مقامی باشندوں اور باہر سے آنے والوں کے حقوق یکساں قرار دیے گئے تھے۔ دوسری طرف یہ بتایا گیا ہے کہ یہ گھر شرک کے لیے نہیں بلکہ خدائے واحد کی بندگی کے لیے تعمیر ہوا تھا، اب یہ کیا غضب ہے کہ وہاں ایک اللہ کی بندگی تو ممنوع ہو اور بتوں کی پرستش کے لیے پوری آزادی ہو۔

اس کے ساتھ مسلمانوں کو قریش کے ظلم کا جواب طاقت سے دینے کی اجازت عطا کی گئی ہے۔ یہ بھی ہدایت کی گئی ہے کہ جب تمہیں اقتدار حاصل ہو جائے تو نماز وزکوٰۃ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بنیادوں پر نظام قائم کرنا۔ یہ مضمون اس سورت میں تین بار تین مقامات پر دہرایا گیا ہے۔ آخر میں مومنین کے لیے مسلم کے نام کا باقاعدہ اعلان کرتے ہوئے یہ فرمایا گیا کہ ملت ابراہیمی کے اصل وارث تم ہو۔ یہودیوں، عیسائیوں اور مشرکین مکہ کا دعویٰ نسبت ابراہیمی بلا دلیل ہے: ﴿هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ۙ۬ مِنْ قَبْلُ وَ فِیْ هٰذَا﴾ جس طرح اس کی وضاحت قرآن میں متعدد بار کی گئی اور خاص طور پر سورۂ آل عمران میں: ﴿مَا كَانَ اِبْرٰهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّ لَا نَصْرَانِیًّا وَّ لٰكِنْ كَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ﴾ اس طرح دنیا میں شہادت علی الناس کے اس عظیم کام کے لیے تمہیں منتخب کر لیا گیا ہے، لہٰذا اب تم اقامت صلوٰۃ، ایتائے زکوٰۃ اور فعل الخیرات سے اپنی زندگی کو بہترین نمونے کی زندگی بنانا چاہیے اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کرنا چاہیے: ﴿وَ جَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ... وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۖۚ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(آیات ۱ -٤) ﴿ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ۞ یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ ۞ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّ یَتَّبِعُ كُلَّ شَیْطٰنٍ مَّرِیْدٍ ۞ كُتِبَ عَلَیْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ یُضِلُّهٗ وَ یَهْدِیْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِیْرِ ﴾

تمام انسانوں کو اپنے رب سے ڈرنے کی تلقین اور زلزلہ قیامت کی ہولناکی سے آگاہ کیا گیا ہے تا کہ روز محشر کی سختی معلوم ہوجائے کہ کتنی ہولناک چیز ہے، جس روز اعوان وانصار اس کے ہرگز کام نہ آئیں گے۔ دودھ پلانے والی ماں جس کو اپنا بچہ جان سے زیادہ عزیز ہوتا ہے وہ اپنے بچے کو بھول جائے گی اور حاملہ مارے دہشت کے اپنا حمل گرادے۔ لوگوں کا یہ حال ہوگا کہ بالکل مدہوش اور متوالے ہو رہے ہوں گے، لیکن یہ مدہوشی نشے کی نہیں بلکہ عذاب الٰہی کی ہولناکی نے سب کو پاگل بنا دیا ہوگا: ﴿ وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ ﴾ اسی طرح یہ امر بھی باعث تعجب ہے کہ بغیر کسی دلیل کے لوگوں نے اللہ کے ساتھ شریک وشفیع تراش رکھے ہیں جو شیطان کی پیروی ہے جس سے انہوں نے اپنی شامت کو دعوت دے رکھی ہے۔ یادرکھو شیطان کا کام ہدایت دینا نہیں گمراہ کرنا ہے جس کی اسے مہلت ملی ہوئی ہے جنت میں لے جانا نہیں، جہنم میں لے جانا ہے: ﴿ كُتِبَ عَلَیْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ یُضِلُّهٗ وَ یَهْدِیْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِیْرِ ﴾

یہ کوئی مذاق وتفنن کا موضوع نہیں ہے

قرآن کریم کے اس بیان کو پڑھ کر رقیق القلب انسان رو پڑتا ہے، لیکن خفیف الایمان اسے معمول کی بات سمجھ کر آگے گزر جاتا ہے۔ اس کا کیا کیا جائے کہ اس نہایت تخویفی انداز کو غیروں نے نہیں خود ''مسلمانوں'' نے ایک تفریح وتفنن کا موضوع بنالیا ہے۔ بدنصیب شاعروں کے ہاں تو روز ہجر وشب فراق روز قیامت سے بڑھی ہوئی مدت دراز سے چلی آرہی تھی اب نثر نویسوں نے قدم اس سے بھی آگے بڑھایا ہے اور قیامت کے دن پر تفریحی ڈرامے اور تماثیل لکھنا شروع کردی ہیں۔

قیامت کی ہولناکی کی تصویر اور بعثت ثانیہ کے دلائل

(آیات ٥ - ٨) اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بعث بعد الموت، قیامِ قیامت اور توحید کو ایک نئے رنگ سے بیان فرمایا ہے۔ انسان کی خلقت، اس کائنات کے مشاہدات سے خالق کی جو صفات ہر عاقل کے سامنے آتی ہیں، ان سے قیامت اور توحید پر دلیل قائم کی ہے۔ زمین کے خشک وبے آب وگیاہ ہوجانے کے بعد ازسرنو سرسبز وشاداب ہوجانے سے امکان بعث پر استدلال کیا تا کہ یہ واضح ہوجائے کہ جو لوگ قیامت کے باب میں شک میں پڑکر اس سے بے پروا ہیں نہ خود اپنی خلقت کی نوعیت اور اس کی حکمتوں پر غور کر رہے ہیں اور نہ اس کائنات کے روزمرہ مشاہدات پر وہ آنکھیں کھول رہے ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہیں چاہیے کہ مشاہدہ عذاب کے مطالبے کی بجائے آفاق وانفس کی نشانیوں سے سبق حاصل کریں: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ . . . ﴾

قیامت کا وقوع پذیر ہونا اللہ کی صفات کا ایک بدیہی اور لازمی تقاضا ہے وہ لاریب آ کر رہے گی: ﴿ وَ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا . . . ﴾ مردہ زمین کو سرسبز کر دینے والا اس بات پر بھی قادر ہے کہ وہ زمین سے مردوں کو نکال لے: ﴿ وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴾ اس بارے میں جھگڑا کرنے والے جہالت کے نمائندے اور احمق ہیں۔

علماء نے اسی سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ بغیر علم کے کسی مسئلہ میں منہ ماری کرنا جائز نہیں ہے۔

مذبذب لوگوں کا ٹھکانہ برا ہے

(آیات ۹- ۱٦) جولوگ اپنی ظاہری منفعتوں کو مقدم رکھ کر اہل ایمان میں شامل رہنا چاہیں کہ جہاں تک ان کے مفادات ساتھ دیں یہ اللہ کی بندگی کریں مگر جونہی معاملہ ان کی خواہش نفس کے خلاف پڑا، وہیں سے انھوں نے اپنی راہ الگ کر لی۔ ان دوغلے لوگوں، منافقین اور مذبذبین کے لیے دنیا وآخرت میں خسارہ ہی خسارہ ہے ﴿ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴾ آخر گمراہی کا انجام اس کے سوا کیا ہوسکتا ہے۔ حق وباطل کی اس جنگ میں اصل فریق صرف دو ہیں: اہل اسلام اور اہل شرک۔ جو اہل اسلام کے ساتھ شامل نہیں وہ اہل کفر ہیں، خواہ وہ یہودی، نصاریٰ کہلاتے ہوں یا مجوس یا صابی......ان کا فیصلہ قیامت کے دن کیا جائے گا۔ اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ﴾ اس سے مراد وہ خام سیرت، مضطرب العقیدہ اور بندۂ نفس لوگ ہیں جن کے نزدیک مذہب کی صداقت وحقانیت بجائے خود کوئی معنی نہیں رکھتی۔ اگر مسلمان رہنے سے کوئی فائدہ نظر آیا تو مسلمان کہلائے بصورت دیگر جھٹ سے الگ ہوگئے۔ آج مسلمانوں میں یہ مرض کس قدر پھیل چکا ہے کہ اسلام کی قدر گویا صرف دنیوی منافع کے لحاظ سے اور اس کی قیمت صرف مادی مصالح کے تناسب سے ہے۔

کائنات کی کسی چیز کو مجال سرتابی نہیں ہے

(آیات ۱۷ - ۲٤) پچھلی آیات میں مذبذبین اور منافقین ومشرکین کی دین سے ناگواری کا تذکرہ ہوا کہ اس طبقے کی ساری دوڑ دھوپ مادی مفادات تک محدود ہے۔ جس طرح وہ اللہ کی تقدیر کے قائل نہیں اسی طرح وہ اس کے دین اور رسول برحق کی آمد پر ناگواری و بیزاری کا اظہار کرتے ہیں جبکہ زمین وآسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہے: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ ﴾ اگر یہ لوگ اللہ کے سامنے نہیں جھکتے تو ان کی حیثیت واہمیت ہے کیا؟ جبکہ ساری کائنات اس کے ایک اشارے پہ قائم ہے۔

تعمیر بیت اللہ کا مقصد شرک سے بیزاری ہے

(آیات ۲۵ - ۳۷) پچھلی آیات میں مختلف مذاہب وملت کا ذکر ہوا کہ سب ہی کا دعویٰ دین حق کا ہے، لیکن اصل چیز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایمان اور عمل صالح ہے، شرک و کفر سے احتراز ہے اور اس راستے کی پیروی ہے جس کی طرف محمد ﷺ دعوت دے رہے ہیں۔ یہی اصل ملت ابراہیم ہے اور یہی چیز بیت اللہ کی تعمیر کا مقصد تھا۔ تاکہ مشرکین مکہ اور ان کے حامی اہل کتاب پر یہ حقیقت واضح کر دی جائے کہ آج وہ اپنے آپ کو ملت ابراہیم اور بیت اللہ کا جو وارث و متولی سمجھے بیٹھے ہیں اور اس زعم میں رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھیوں پر اس کے دروازے بند کر رکھے ہیں۔ یہ محض ان کی برخود غلطی اور دھاندلی ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس گھر کو شرک و بت پرستی کے لیے نہیں بنایا تھا بلکہ انھوں نے اس کو صرف خدائے واحد کی عبادت اور اس کے لیے حج و طواف کا مرکز بنایا تھا۔ اسی ضمن میں قربانی و دیگر شعائر و مناسک کی اصل روح کی طرف توجہ دلائی گئی تاکہ وراثت ابراہیمی کے یہ مدعی اپنا جائزہ لیں کہ انہوں نے کس طرح تعلیم ابراہیمی کو مسخ کر رکھا ہے اور جو لوگ ملت ابراہیم کا احیا کر رہے ہیں ان کو اس سے بے دخل کرنے پر تلے ہوئے ہیں: ﴿وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَٰهِيمَ مَكَانَ ٱلْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ بِى شَيْـًٔا . . .﴾

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم اس وقت ملا تھا جب دنیا تار سے واقف تھی نہ ٹیلیفون و فیکس، نہ مائیکروفون، نہ ٹیلی وژن سے نہ دیگر مواصلاتی نظام سے آشنا تھی، لیکن خدا معلوم انہوں نے کس لاہوتی اسٹیشن سے اور کس ملکوتی میٹر پر اس پیام کو نشر کیا کہ روئے زمین کے ہر براعظم کے ایک ایک گوشے، سمندر کے ایک ایک جزیرے میں یہ آواز پہنچ گئی اور اس سے بھی بڑی حیرت اس بات پر ہے کہ یہ ایسا پیغام نہ تھا جو محض نشر ہی ہوا اور لوگوں نے بس سن لیا بلکہ اس پیغام کو ایسی قبولیت ملی کہ ہزاروں برس بیت گئے، لاکھوں تہذیبیں لٹ گئیں، ان گنت انقلابات کی آندھیاں چلیں، شہنشاہوں کے تخت الٹ گئے، سینکڑوں برج الٹ گئے، بہاروں پر خزاں چھا گئی اور صحرا چمن ہو گئے، دنیا پھیل گئی، براعظم وجود میں آ گئے، لیکن اس پیام براہیمی کا شباب ہے کہ روز بروز بڑھتا جا رہا ہے، پھیلتا ہی جا رہا ہے اور ہزاروں برس سے شمع توحید کے پروانوں کا سفر ہے جو روز افزوں ہی ہے اور پھر لوگ اس بے آب و گیاہ زمین میں سیر و تفریح کے لیے نہیں جاتے، پکنک نہیں مناتے، انجوائے نہیں کرتے، اوپر نیچے سے صحرا، گرم اور پتھریلے علاقے میں لبیک کہتے ہوئے جاتے ہیں، پروانوں کی شمع کے گرد فداکاری بڑی معروف ہے، لیکن انہوں نے یہ جذبہ سیکھا کہاں سے ہے اسی لق و دق صحرا میں جلنے والے ان پروانوں ہی سے جو وفور شوق میں مقناطیس کی طرح اس کشش ثقل کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔ مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ جب یہ حکم ملا تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے پروردگار! میری آواز انسانوں کے کانوں تک پہنچے گی کیسے؟ کیونکہ یہاں دور دور تک کوئی انسانی آبادی نہیں، باقی عرب ربع الخالی کے ہیبت ناک ریت سے آباد تھا، ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ابراہیم! یہ پیغام میں پہنچاؤں گا تم آواز دو، لبیک میں کہلواؤں گا، چنانچہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جبل بوقبیس پر چڑھ کر ندا دی، پہاڑ جھک گئے اور آپ کی آواز ساری دنیا میں گونج گئی۔

﴿وَيَذْكُرُوا ٱسْمَ ٱللَّهِ فِىٓ أَيَّامٍ مَّعْلُومَٰتٍ . . .﴾ ایام معلومات کی تفسیر دو طرح سے کی گئی ہے۔ ایک تو اس سے مراد ذی الحجہ کا پہلا عشرہ ہے جس کی بابت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کسی دن کا عمل اللہ کے ہاں ان دنوں کے عمل سے افضل نہیں۔" پوچھا گیا: جہاد بھی نہیں؟ فرمایا: "ہاں جہاد بھی نہیں سوائے اس مجاہد کے جس نے اپنی جان اور اپنا مال اللہ کی راہ میں کھپا دیا۔"[1]

[1] صحیح البخاری: ۹۶۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہی دس دنوں کی قسم سورۂ فجر کی دوسری آیت ﴿وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾ میں کھائی گئی ہے۔ بعض سلف کہتے ہیں کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں ﴿وَأَتْمَمْنَاهَا بِعَشْرٍ﴾ سے مراد بھی یہی دس دن ہیں۔ ابوداؤد میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ان دس دنوں میں روزہ رکھا کرتے تھے، بعض اکابر صحابہ ان دس دنوں میں خوب بلند آواز سے سرعام تکبیرات کہا کرتے تھے۔ انہی دس دنوں میں عرفہ کا دن بھی ہے جس دن کے روزے نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ گزشتہ اور آئندہ دوسال کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ ①
ان ہی دس دنوں میں یوم عید ہے۔ قربانی کا دن جس کا نام اسلام میں حج اکبر کا دن ہے۔ ایک روایت کے مطابق اللہ کے نزدیک یہ دس دن باقی سب دنوں سے افضل ہیں۔

ایام معلومات کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے ایام تشریق مراد ہیں، یعنی ۱۳ ذی الحجہ تک، یہ ایام قربانی بھی ہیں اور اس کی تائید فرمان باری تعالیٰ: ﴿عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾ سے بھی ہوتی ہے، کیونکہ اس سے مراد جانوروں کی قربانی کے وقت اللہ کا نام لینا ہے۔ صحابہ میں سے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما، تابعین میں سے ابراہیم نخعی، امام احمد بن حنبل، امام مالک اور اہل حدیث کا قول بھی یہی ہے کہ اس سے مراد ایام تشریق اور ایام قربانی ہیں یعنی قربانی ۱۳ ذی الحجہ کی عصر تک کی جاسکتی ہے۔ ②

﴿وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾ شعائر اللہ سے یہاں مراد خاص طور پر قربانیاں ہیں۔ پچھلی آیت میں احکام الٰہی کی تعظیم واحترام کا ذکر ہوا: ﴿وَمَن يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ﴾ جو چیزیں بھی محبت وتقرب سے اللہ کی جانب منسوب ہیں وہ سب اس میں داخل ہوگئیں، مثلاً احکام الٰہی، کتب دین، مکانات مقدسہ، اوقات متبرکہ، بندگان مقرب یعنی انبیاء، ملائکہ وصالحین وغیرہ۔ اب تاکیدی حکم قربانیوں کے بارے میں دیا جارہا ہے۔ اوپر شرک کی مذمت کی گئی یہاں بات کھول دی گئی کہ شرک بری چیز ہے، لیکن شعائر اللہ کی تعظیم بری نہیں، بلکہ عین دین ہے۔ بعض لوگ توحید کے علمبردار ہونے کے دعویدار بھی ہیں اور قرآن، بیت اللہ اور علماء وفضلا کا احترام بھی نہیں کرتے اور اسے تقاضائے توحید سمجھتے ہیں جو غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شریعت کو ادب واحترام کا مرکز بنایا ہے۔ امام بخاری اور کئی صلحائے امت قرآن کریم یا احادیث نبویہ کو بغیر وضو نہیں لکھتے تھے، خود بندہ ناچیز نے بھی اس تفسیر لکھنے میں کثرت سے اس کا اہتمام کیا ہے۔ مولانا عبدالواحد غزنوی تانگے کی سیٹ پر دینی کتابیں رکھتے تھے اور خود نیچے میں بیٹھ جاتے۔ یہ تھا ان اسلاف کا طرز عمل، لیکن اب ضد بازی کی وجہ سے ادب واحترام کے تمام تقاضے فراموش کردیے گئے ہیں جو ایک بڑا قابل غور لمحہ ہے۔

اس آیت سے دو مسئلے مزید نکلتے ہیں: ایک تو یہ کہ تقویٰ کا محل دل ہے اور دوسرا شعائر دین کی تعظیم حدود شرعی کے اندر خود مشروع ہے۔

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا﴾ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قربانیاں سنت ابراہیمی ہیں اس کے ہر بال اور اون کی ہر تار کے بدلے اجر ملتا ہے۔'' اس آیت وحدیث سے فریضہ قربانی کی قدامت صاف نظر آرہی ہے لیکن منکرین حدیث کا مادہ پرست گروہ کہتا ہے کہ قربانی کی رسم ہزار سال سے چلی ہوئی ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں، یعنی قرآن

① صحیح مسلم: ١٠٦٢۔ ② ابن کثیر۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں کہیں قربانی کا ذکر نہیں حالانکہ یہ آیات واضح احکام لیے ہوئے ہیں، مگر جس کے دل کی آنکھیں اندھی ہو چکی ہوں اسے کون راہ سجھا سکتا ہے: ﴿وَمَنْ كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا﴾

﴿أَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ﴾ سے استدلال کرتے ہوئے علماء نے کہا ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کیے جائیں: ایک اپنے لیے، ایک ہدیہ دینے کے لیے اور تیسرا حصہ فقیر فقرا کو دینے کے لیے۔

مظلوم مسلمانوں کو جہاد کی پہلی مرتبہ اجازت

(آیات ۳۸- ٤١) یہاں سے تقریر کا دوسرا حصہ شروع ہو رہا ہے، پہلے حصے میں مسلمانوں کو بیت اللہ کی حرمت کا پس منظر اور آداب حج و زیارت بیت اللہ کے فوائد و منافع بتائے گئے اور مشرکین کی احسان ناشناسی کی طرف توجہ دلائی گئی کہ جن مقاصد کی خاطر تمہیں اس شہر کا متولی بنایا گیا ہے تم نے اسی کو تباہ کیا اور پیغمبر اسلام اور ان کے ساتھیوں کو بے انتہا اذیتیں دے کر وہاں سے نکالا جس کا تمہیں کوئی حق حاصل نہ تھا۔ اب دوسرے حصے میں مسلمانوں کو اس ظلم کے خلاف تلوار اٹھانے کی اجازت دی جا رہی ہے جو ان پر مشرکین مکہ نے روا رکھا تھا اور ابھی تک روا رکھا جا رہا ہے اور اس وقت تک یہ کام نہیں کیا جا سکتا تھا جب تک اللہ کی طرف سے اجازت خاص نہ ملتی۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی ان کی مظلومیت کے باعث جنگ کرنے کی اجازت دے دی: ﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ﴾ کیونکہ اس جنگ سے بیت اللہ کی حرمت متاثر نہیں ہوگی، بلکہ اس کی عزت وعظمت کی بحالی کا ذریعہ ہوگی اور یہ تمہارا فریضہ ہے۔ ساتھ ہی جہاد کی حکمت بھی بتا دی کہ اس طرح کی جنگ بھی اگر تقویٰ کے منافی سمجھی جائے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ تمام مساجد اور دیگر مقاماتِ عبادت جو اللہ واحد کی بندگی کے لیے تعمیر ہوئے ہیں، کفار اور اللہ کے باغیوں کے حوالے کر دیے جائیں تاکہ وہ ان کو ڈھا کر بت خانے بنا ڈالیں: ﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾ اس لیے مسلمانوں کو اس جنگ سے ہرگز ہچکچانا نہیں چاہیے۔ بے شک عددی قوت کم سہی، مگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تاکہ جب جہاد کی برکت سے ان کو زمین میں اقتدار حاصل ہو تو وہ اس کو شرک و کفر کی تمام نجاستوں سے پاک کر کے ان مقاصد کا احیا کریں جس کے لیے انہیں اقتدار دیا گیا ہے۔

﴿الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ...﴾ یہ ہے اصلی اور سچی تصویر اسلامی طرز حکومت کی جس سے مسجدیں آباد ہو جائیں، ہر طرف سے تکبیر و تہلیل کی صدائیں گونجیں، بیت المال کے بعد کوئی بھوکا ننگا نہ رہ جانے پائے، عدالتوں میں انصاف بکنے کی بجائے ملنے لگے، رشوت، جعلسازی اور دروغ گوئی کا بازار سرد پڑ جائے، غرضیکہ دنیا دین بن جائے اور دنیا رہ کر بھی جنت کا نمونہ بن جائے۔ محققین نے اس آیت سے خلفائے راشدین کی صحت امارت و امامت پر بھی استدلال کیا ہے کہ ان کے دور خلافت میں بالفعل ایسا ہی ہوا۔ اسی لیے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ آیت ہمارے بارے میں اتری ہے جنہیں ناحق وطن سے نکالا گیا پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں سلطنت عطا فرمائی ہم نے اللہ کے احکامات کی تابعداری کی۔ ابوالعالیہ کہتے ہیں: اس سے مراد اصحاب رسول ہیں جو اس خوبی سے نوازے گئے تھے۔ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس میں صرف بادشاہوں کا ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیان نہیں ہے بلکہ رعایا اور بادشاہ دونوں کا ہی ہے۔ عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسی آیت کا مضمون سورۂ نور کی آیت: ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ (النور: ۵۵) میں ہے۔

مکذبین کے عبرتناک انجام پر تاریخ کی گواہی

(آیات ۴۲ - ۵۱) پچھلی آیات میں ایمان وعمل صالح، جہاد کی فضیلت اور اسلامی حکومت کے خدو خال بیان فرمائے اور ان کی کامیابی کی گواہی دی۔ اب تاریخ کی شہادت سے بتایا جارہا ہے کہ جن قوموں نے ان اصولوں کو نہیں اپنایا وہ باوجود اپنی عزت وشوکت اور طاقت کے عبرت کا نشان بنادیے گئے گویا زمین میں تمکنت کے لیے مادی طاقت ہی کافی نہیں، وحی الٰہی کی متابعت ضروری ہے، ورنہ یہ قومیں اپنی تہذیب وتمدن، علوم وفنون، اپنی صنائی وانجینئری، اپنی سپاہ اور خوش تدبیریوں میں آج کی قوموں سے کم نہ تھیں اس سب کے باوجود کوئی قوم بھی اپنے رسول کی تکذیب کے بعد صفحہ ہستی پر قائم نہ رہ سکی۔ صرف ان کی عظیم عمارتوں کے کھنڈر اور اجڑے ہوئے کنوئیں باقی رہ گئے ہیں جو عبرت کے لیے کافی ہیں۔ بشرطیکہ دیکھنے والی آنکھیں ہوں، لیکن جن کے دل اندھے ہوچکے ہوں ان کا علاج کسی طبیب کے پاس بھی نہیں ہے: ﴿فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ﴾ جو لوگ نبی کریم ﷺ سے عذاب جلدی لے آنے کا مطالبہ کررہے تھے، ان کو جواب دیا کہ خالق کائنات کی تقویم تمہاری تقویم سے مختلف ہے۔ اس کے ہاں کا ایک دن تمہارے ہزار سالوں کی طرح ہے۔ اس لیے جلدی نہ مچاؤ، اللہ کی بات پوری ہوکر رہے گی: ﴿وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾ اللہ مالک الملک نے جس طرح پچھلی قوموں کو مہلت دی اسی طرح تمہیں بھی مہلت دی ہے، لیکن جس طرح ان پر عذاب آکر رہا، اگر تم اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے تو اسی طرح تم پر بھی عذاب آکے رہے گا۔

حق کے غلبے اور باطل کی بربادی کا فیصلہ

(آیات ۵۲ - ۵۷) نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے کہ آپ کے یہ مخالفین آپ کی دعوت کی مخالفت میں جو جھاڑ کے کانٹے کی طرح آپ کے پیچھے پڑ گئے ہیں، رسولوں کی تاریخ میں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہر رسول کو اسی طرح کے حالات سے سابقہ پیش آیا ہے۔ عاد وثمود وغیرہ کی تاریخ اس امر کی شاہد ہے یعنی جب کبھی کسی رسول نے اصلاح کی راہ میں کوئی حوصلہ کیا ہے۔ شیطان اس کی راہ میں حائل ہوگیا لیکن اللہ تعالیٰ ہمیشہ شیاطین کی خلل اندازیوں کو مٹاتا اور اپنی باتوں کو غالب وفتح یاب کرتا رہا ہے۔ شیاطین کو خلل اندازی کی مہلت اس لیے دی کہ یہ چیز حق کے سچے حامیوں اور نفس کے پجاریوں میں وجہ امتیاز ہو۔ جو لوگ حق کے طالب ہوتے ہیں، شیاطین کے پروپیگنڈے سے ان کا ایمان نکھرتا اور ان کا علم پختہ ہوتا ہے اور جو منافق ہوتے ہیں۔ ان کی ضلالت پختہ سے پختہ تر ہوجاتی ہے: ﴿لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ...﴾ بالآخر اللہ تعالیٰ ان کے اور اہل حق کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ اہل حق کو امتحان میں کامیابی کے باعث آخرت کی بادشاہی عطا کرے گا جبکہ اہل باطل جہنم کا ایندھن بنیں گے: ﴿فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾

آخرت میں اجر کے مستحق ایمان وہجرت والے لوگ ہیں

(آیات ۵۸- ٦٤) ایمان کی راہ میں ستائے جانے کے باعث جو لوگ ہجرت کر چکے تھے یا کرنے والے تھے ان کو دنیا وآخرت کی کامیابی کی بشارت اور اللہ تعالیٰ کی صفات اور آفاق کی شہادت سے اس بشارت کی تائید کے دلائل پیش کیے گئے ہیں: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ﴾

زمین وآسمان کی مخلوقات انسان کے فائدے کے لیے

(آیات ٦٥-۷۰) آفاقی وانفسی دلائل ومشاہدات سے استدلال کرتے ہوئے کفار کے مطالبۂ عذاب کے باوجود ان کو جو مہلت ملی ہوئی ہے اس کی حکمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ رحمن ورحیم رحمت کرنے میں تو جلدی کرتا ہے، قہر نازل کرنے میں بڑا دھیما ہے۔ نبی کریم ﷺ کو ہدایت کی گئی ہے کہ اب آپ ان کا معاملہ اللہ کے حوالے کر دیں۔ وہی ان کے درمیان فیصلہ کر دے گا اور فیصلہ کرنا اس کے لیے آسان ہے کیونکہ اسے ہر چیز کا علم ہے: ﴿اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ﴾

ساری دنیا کے جھوٹے معبود مل کر ایک مکھی پیدا نہیں کر سکتے

(آیات ۷۱- ۷٦) جو لوگ غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں وہ ایک بے دلیل حرکت کے مرتکب ہو رہے ہیں، ان کے لیے جہنم کی آگ کا وعدہ ہے۔ شرک اور باطل شفاعت کے نظریہ پر کاری ضرب لگائی تاکہ مشرکین پر یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ جن شرکا وشفعا کے اعتماد پر وہ آخرت سے بے پروا ہیں وہ اللہ کی عدالت میں ذرا بھی ان کے کام آنے والے نہیں ہیں۔ ان کی عاجزی کا عالم تو یہ ہے کہ ان کے معبودان باطل سب مل کر ایک مکھی پیدا کرنے کی بھی سکت نہیں رکھتے، اگر مکھی کوئی چیز ان سے اڑا کر لے جائے تو اسے واپس لینے سے بھی عاجز ہیں۔ ایسے بے بنیاد اور کمزور وضعیف معبودوں کی عبادت کرنے والے بھی حد درجہ ضعیف ہیں: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ۭ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـــــًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ۭ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ﴾ اصل سبب ان کے شرک کا یہ ہے کہ لوگ اللہ کی قدر سے ناواقف ہیں: ﴿مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾

صرف مسلم بن جاؤ

(آیات ۷۷-۷۸) خاتمۂ سورت میں مسلمانوں کو بحیثیت جماعت خطاب کر کے اللہ واحد کی عبادت، افعال خیر اور اس کی راہ میں جہاد کی تاکید فرمائی گئی ہے کہ اب ملت ابراہیم کے تم وارث ہو اور اب یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ اللہ کے رسول نے جس طرح تم پر حق کی گواہی دی اسی طرح تم بھی خلق پر حق کی گواہی دینے والے بنو۔ صلوٰۃ وزکوٰۃ کا اہتمام کرو اور اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر توکل کرو، وہی تمہارا مولیٰ اور بہترین مددگار ہے: ﴿فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ﴾

نوٹ: آیت ۷۷ سجدہ والی آیت ہے یہاں قاری کو سجدہ تلاوت کرنا چاہیے۔

توحید باری تعالیٰ کے موضوع پر ایمان افروز نظم

اے خالق کل، اے مالک کل، اے قادر کل، اے عالم کل
رحمن ہے تو سبحان ہے تو کوئی تیری صفتیں پا نہ سکا
ہر شے پہ تصرف ہے تیرا جب حکم کیا تب مینہ برسا
اے مالک ابر سے تیرے سوا، اک بوند بھی کوئی گرا نہ سکا
قادر وہ نہیں بن سکتی نہیں جس سے اک مکھی بھی
مکھی تو بنانا دور رہا، اک بال بھی بدلا جا نہ سکا
مخلوق ہے وہ، مجبور ہے وہ محکوم ہے وہ، مختار نہیں
جو ضعف و ضرر، سقم و اجل سے جان اپنی کو بچا نہ سکا
یونس نے پکارا بار الہا وہ بیٹھ گیا تھا کشتی میں
پر تیرا حکم تو ٹل نہ سکا وہ خود کو پار لگا نہ سکا
تو جس کو ڈبونے پہ آئے پھر کس میں ہے قدرت پار کرے
مجبور رہا محبوب تیرا، کشتی میں پسر کو بٹھا نہ سکا
ہر دل پہ ہے تصرف تیرا ایمان بھی تیری اک عطا
جس دل پہ تیری مہر ہوئی اسے کلمہ کوئی پڑھا نہ سکا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَدْ اَفْلَحَ :18

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ

سورت کا نام، ربطِ سورت، زمانہ نزول اور موضوع

اس سورت کا نام اس کی پہلی آیت: ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ سے ماخوذ ہے۔

سورۂ حج جس حکم پر ختم ہوئی تھی سورۂ مومنون کا اسی سے آغاز ہوتا ہے۔ سورۂ حج کے آخر میں مسلمانوں کا فریضہ منصبی یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کے رسول نے دین حق کی گواہی جس طرح تم پر دی ہے، اسی طرح اب تمہارا فرض ہے کہ تم خلق پر گواہی دو۔ ساتھ ہی اس منصب کی ذمہ داریوں سے عہدہ براہونے کے لیے جن باتوں پر عمل کرنا ضروری ہے مثلاً نماز کا اہتمام، ادائیگی زکوٰۃ اور توکل علی اللہ ان ہدایات کا تذکرہ کیا۔ سورۂ مومنون اسی مضمون سے شروع ہوتی ہے۔ اس سورت کا مرکزی مضمون اتباع رسول کی دعوت ہے۔

سورت کا زمانہ نزول مکے کا دور متوسط معلوم ہوتا ہے اس وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایمان لا چکے تھے۔ کیونکہ ان کا اپنا بیان ہے کہ یہ سورت ان کے سامنے نازل ہوئی تھی اور وہ خود نزول وحی کی کیفیت محسوس کر رہے تھے۔ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھ پر اس وقت دس ایسی آیات نازل ہوئی ہیں کہ اگر کوئی ان کے معیار پر پورا اتر جائے تو یقیناً جنت میں جائے گا۔'' پھر آپ نے اس کی پہلی آیات تلاوت فرمائیں۔ ①

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

آغاز کلام میں بیان کیا گیا ہے کہ جن لوگوں نے اس نبی کی بات مان لی ہے ان کے اندر یہ یہ صفات عالیہ پیدا ہو رہی ہیں اور یقیناً ایسے ہی لوگ آخرت میں بھی کامیابی کے حقدار ہیں۔ ☆ یہ تو وہ لوگ ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی وجہ سے اس کردار و اخلاق کے مالک ہیں اور اس نیک انجام سے بہرہ ور ہوں گے، لیکن جو لوگ آپ کی رسالت کے منکر ہیں ان میں دنیا جہان کی برائیاں موجود ہیں، کیونکہ وہ اس کردار کے بالکل برعکس ہیں۔ ☆ اس لحاظ سے دنیا والوں کے سامنے ایک خاموش سوال بھی رکھ دیا گیا کہ نبی کی بات ماننا نیکی و صالحیت اور نیک فطرت کی دلیل ہے۔ ☆ اس کے بعد انسان کی پیدائش، آسمان و زمین کی پیدائش، نباتات و حیوانات کی پیدائش اور دوسرے آثار کائنات کی طرف توجہ دلائی گئی جس سے مقصود یہ ہے کہ

① سنن الترمذی: ۳۱۷۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

توحید و معاد کی جن حقیقتوں کو محمد علیہ السلام بیان کرتے ہیں، ان کی صداقت کے لیے یہ سب کچھ گواہ ہے۔

پھر انبیاء اور ان کی امتوں کے قصے بیان کر کے اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی کہ محمد ﷺ کی دعوت اور عقیدۂ توحید و معاد پر جو اعتراضات اب کیے جا رہے ہیں یہ کوئی نئے نہیں ہیں۔ ☆ جن کو تم نبی مانتے ہو ان پر بھی ایسے ہی پھبتیاں کسی گئیں، مگر ساتھ ساتھ تاریخ کا سبق بھی دیکھ لو کون کامیاب قرار دیے گئے اور کون مارے گئے۔ ☆ پھر تمہیں اپنا انجام معلوم کرنے میں آسانی رہے گی۔ نبی کریم ﷺ کو سمجھایا جا رہا ہے کہ یہ لوگ آپ سے کیسا بھی ناروا سلوک کریں آپ اچھے طریقے ہی سے مدافعت کریں اور برائی کا جواب برائی سے نہ دیں۔ ☆ خاتمۂ کلام پر مخالفین کو آخرت کی باز پرس سے ڈرایا گیا ہے اور انہیں متنبہ کیا گیا ہے کہ جو کچھ تم دعوت حق اور اس کے ماننے والوں کے ساتھ روا رکھے ہوئے ہو اس کا تم سے سخت حساب لیا جائے گا۔ ☆ نہ پہلے ہم نے تمہیں بیکار پیدا کیا اور نہ بعد میں تمہیں بے مہار چھوڑا جائے گا۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(آیات ۱- ۱۱) ﴿ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ﴿۲﴾ وَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ﴿۳﴾ وَ الَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۙ﴿۴﴾ وَ الَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰۤی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۚ﴿۶﴾ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ﴿۷﴾ وَ الَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴾

اس بات کا حتمی اعلان کہ فوز و فلاح اور جنت صرف اہل ایمان کے لیے ہے اور اس بشارت کے مستحق اہل ایمان کن کن صفات سے متصف ہیں۔ ان قابل رشک صفات میں سے چند ایک کا نہایت جامع اور مسحور کن انداز میں ذکر خیر کیا گیا۔ مثلاً: نمازوں میں خشوع و خضوع، لغویات سے پرہیز کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، شرمگاہوں کی حفاظت کرنا، امانتوں اور وعدوں کی پاسداری کرنا، نمازوں کی حفاظت کرنا۔

تخلیق انسان سے دوبارہ جی اٹھنے پر استدلال

(آیات ۱۲- ۲۲) انسان کی تخلیق میں قدرت و حکمت الٰہی کی جو نشانیاں ہیں ان سے بعث بعد الموت پر استدلال کیا گیا ہے اور کائنات میں اس کی ربوبیت کے آثار و شواہد سے جزا و سزا کے لازم ہونے پر دلیل پکڑی گئی ہے۔

یقیناً ہم نے انسان کو کھنکتی مٹی سے پیدا کیا، پھر اسے نطفہ بنا کر محفوظ جگہ رکھا، پھر نطفے کو ہم نے جما ہوا خون بنا دیا، پھر اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا کر دیا، پھر گوشت کے ٹکڑے میں ہڈیاں پیدا کر دیں، پھر ہڈیوں کو ہم نے گوشت پہنا دیا، پھر اسے دوسری بناوٹ میں پیدا کر دیا، برکتوں والا ہے وہ اللہ جو پیدا کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے۔ اس کے بعد تم سب یقیناً مر جانے والے ہو، پھر قیامت کے دن بلاشبہ تم سب اٹھائے جاؤ گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا نوح علیہ السلام ودیگر انبیاء کے واقعات سے استدلال

(آیات ۲۳ - ۵۰) انبیاء علیہم السلام کی سرگزشتوں کی طرف اجمالی اشارہ کیا گیا ہے۔ ابتدائی انبیاء میں سے سیدنا نوح علیہ السلام اور آخری انبیاء میں سے سیدنا موسیٰ، ہارون اور مسیح علیہم السلام کا نام لے کر اور درمیان کے تمام انبیاء کا نام لیے بغیر حوالہ دیا گیا جس سے اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ آج جس انداز سے رسول اللہ ﷺ کی تکذیب ہو رہی ہے، اسی انداز سے ہمیشہ شریروں اور مفسدوں نے رسولوں کی تکذیب کی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی دعوت کو فروغ دیا ہے اور شریروں کی جڑ کاٹ دی۔ یہی اب بھی ہوگا، لیکن یہ دنیا دارالامتحان ہے۔ اس میں اہل حق کی آزمائش لازمی ہے۔ اس آزمائش کے تقاضے سے اہل باطل کو بھی ایک حد خاص تک مہلت دی جاتی ہے کہ وہ جو کچھ کرنا چاہتے ہیں کر لیں ان کی کوئی حسرت باقی نہ رہ جائے اور کوئی عذر نہ رہ جائے۔

صدق مقال اور رزق حلال کی تلقین

(آیات ۵۱ - ۶۷) تمام انبیاء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدق مقال کے ساتھ ساتھ رزق حلال کھانے کی تاکید کی گئی۔ ان تمام انبیاء کو ایک ہی دین ملا اور وہ ایک ہی دعوت کے داعی بن کر آئے۔

اے رسولوں کی جماعت! حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے میں بخوبی واقف ہوں۔ یقیناً تمہارا یہ دین ایک ہی دین ہے اور میں ہی تم سب کا رب ہوں پس تم مجھ سے ڈرتے رہو، پھر انھوں نے خود ہی اپنے دین کے باہمی ٹکڑے ٹکڑے کر لیے، ہر گروہ جو کچھ اس کے پاس ہے اسی پر خوش ہے۔ ﴿فَتَقَطَّعُوٓا اَمۡرَهُمۡ بَيۡنَهُمۡ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزۡبٍۢ بِمَا لَدَيۡهِمۡ فَرِحُوۡنَ﴾

نبی کریم ﷺ کو صبر کی تلقین کی گئی کہ ان کو ان کو سرمستی میں کچھ دن رہ لینے دیں۔ یہ اس مغالطے میں ہیں کہ مال و اولاد کی جو نعمت انھیں ملی ہوئی ہے یہ ان کے خیر میں اضافہ ہے۔ یہ خیر میں اضافہ نہیں بلکہ ان کی تباہی میں اضافہ ہے، لیکن ان کو اس کا احساس نہیں ہو رہا۔ خیر میں اضافہ وہ لوگ کر رہے ہیں جن کے اندر ایمان، خشیت، اخلاص اور انفاق کی صفات پائی جاتی ہیں۔ وہ اپنی نیکیوں کا بھرپور صلہ ضرور پائیں گے۔ رہے یہ دنیادار اور دنیا پرست، تو یہ اسی طرح اپنی دلچسپیوں میں غرق رہیں گے، یہاں تک کہ تک ہم ان کو پکڑ لیں۔ اس وقت یہ اپنا سر پیٹیں گے، مگر ان کا چیخنا چلانا بے کار ہوگا۔

معاندین کے شبہات کی تردید

(آیات ۶۸ - ۷۷) مکذبین کے بعض شبہات واعتراضات کا حوالہ دے کر اور ان کے بے بنیاد ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ نیز ان کے مطالبۂ عذاب کا جواب کہ اگر ان کو عذاب کا کوئی نمونہ دکھا بھی دیا گیا تو یہ ان کے لیے سود مند نہ ہوگا۔ جس طرح یہ دوسروں پر گزرے حوادث سے کوئی سبق نہیں لیتے، اسی طرح اگر خود ان پر بھی کوئی گرفت آ جائے تو اس سے چھوٹتے ہی پھر گرد جھاڑ کر اپنی بدمستیوں میں کھو جائیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ نے انسان کو یہ قوتیں کس لیے عطا کی ہیں؟

(آیات ۷۸-۹۲) معجزے اور نشانیاں مانگنے والوں کو کان، آنکھ اور دل ودماغ سے کام لینے کی دعوت دی گئی ہے کہ اگر تم اللہ کی بخشی ہوئی صلاحیتوں سے کام لو تو تمھیں مرنے کے بعد جی اٹھنے اور جزا وسزا کا معاملہ ایک بدیہی حقیقت معلوم ہوگا، پھر ان کے تضاد فکر کے بعض پہلوؤں کی نشاندہی کی گئی ہے کہ یہ لوگ خود اپنے مسلمات کے اور روشن حقیقتوں سے محض اپنی خواہشوں کی پیروی میں گریز اختیار کر رہے ہیں۔

تمھیں شتر بے مہار نہیں ذمہ دار پیدا کیا گیا ہے

(آیات ۹۳- ۱۱۸) خاتمۂ سورت جس میں نبی کریم ﷺ کو معاندین کے رویے سے درگزر کرنے اور آنے والے عذاب سے پناہ مانگتے رہنے کی تلقین کی گئی ہے اور کفار کو وعید کہ وہ وقت قریب ہے جب تم سر پیٹو گے اور آرزو میں کرو گے کہ کاش تمھیں دنیا میں جا کر نیکی کرنے کا موقع ملے، لیکن اس وقت اس کا موقع گزر چکا ہوگا اور اگر انھیں مہلت مل بھی جائے تب بھی یہ راہ راست پر آنے والے نہیں ہیں۔ اب انھیں قیامت تک برزخ کا سامنا کرنا پڑے گا: ﴿كَلَّا ۚ إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا ۖ وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ﴾ اس وقت صرف وہ لوگ فلاح پائیں گے جن کے پلڑے بھاری ہوں گے۔ اس وقت فائز المرام ہمارے وہی بندے ہوں گے جو تمھیں اللہ کی طرف دعوت دے رہے ہیں، لیکن آج تم ان کا مذاق اڑا رہے ہو۔ آج تمھیں یہ دنیا کی زندگی بڑی طویل معلوم ہو رہی ہے، لیکن اس دن اندازہ ہوگا کہ یہ زندگی چند لمحوں میں گزر گئی ہے۔

﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ﴾ ''کیا تم یہ گمان کیے ہوئے ہو کہ ہم نے تمھیں یونہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے ہی نہ جاؤ گے۔'' اللہ سچا بادشاہ ہے، وہ بڑی بلندی والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی عرش کا مالک ہے۔ جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے، اس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں، اس کا حساب تو اس کے رب پر ہی ہے بے شک ایسے کافر نجات نہیں پا سکتے۔ ﴿إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ﴾ یعنی تمھیں ایک ہی خدائے برتر وعظیم کی طرف لوٹنا ہوگا اور تمھارے شرکا وشفعا تمھارے کچھ کام نہیں آئیں گے۔ کیونکہ یہ بات طے ہے کہ کافر فلاح نہیں پائیں گے۔ آخر میں نبی کریم ﷺ کو تلقین کی گئی ہے کہ اپنے رب سے مغفرت اور رحم مانگتے رہیے! ﴿وَقُل رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ﴾

سُورَةُ النُّور

سورہ نور مدینہ میں نازل ہوئی، اس کی چونسٹھ آیات اور نو رکوع ہیں

سورت کا نام

سورت کا نام اس کی آیت ۳۵: ﴿اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ سے ماخوذ ہے۔ اور اس کی معنوی مناسبت یہ ہے کہ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورت میں جو احکام بیان کیے گئے ہیں وہ نور ہی نور ہیں، نور ایمان کو جلا بخشنے والے، ہر قسم کی معصیت کو ختم کر کے اطاعت و عصمت کے راستوں کو روشن کر دینے والے اور دنیا و آخرت میں مغفرت و نور ایمان سے منور کر دینے والے ہیں، نیز معصیت و منافقت کو جدا جدا کر دینے والے ہیں۔

اہمیت وفضیلت سورۂ نور

اگرچہ سارا قرآن اور اس میں نازل کیے جانے والے تمام احکام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ہیں، لیکن اس سورت کے معاملے میں اس نے اہتمام خاص سے فرمایا: ﴿سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾
چونکہ سورۂ نور پچھلی سورۂ مؤمنون کے تکملہ وتتمہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس وجہ سے بغیر کسی خاص تمہید کے محض ایک تنبیہ سے شروع ہوگئی ہے۔ حذفِ مبتدا اس بات کا قرینہ ہے کہ سامعین کی ساری توجہ کو خبر پر مرکوز کرانا ہے جس سے اس سورت کی اہمیت وعظمت ظاہر ہوتی ہے۔

سورۂ نور کی اہمیت اس پہلو سے بھی روشن ہے کہ عورتوں کو سورۂ نور کی تعلیم دینے کی ہدایت کی گئی ہے، اگرچہ اس موضوع کی احادیث سنداً معلول ہیں، لیکن درایتاً حکمت کی باتیں ضرور ہیں کیونکہ اس قسم کی سورتوں میں عفت وعصمت کے حوالے سے بڑی جامع تعلیمات دی گئی ہیں میرا خیال ہے کہ عورتوں کے ساتھ ساتھ تمام مسلمان نوجوانوں کو سورۂ نور اور سورۂ احزاب کی تعلیم دی جانی چاہیے تاکہ اسلام کے معاشرتی نظام کی بنیادیں سن شعور ہی سے راسخ ہو سکیں۔

اس سورت کا مرکزی مضمون مسلمان عورت کی عفت وعصمت ہے جو خانگی زندگی کی جان ہے اور یہ بنیادی نکتہ ہے کہ اسلام نے معاشرے کی بنیاد خاندان ہی کو قرار دیا ہے۔ اگر خاندان کا نظام صحیح اصولوں پر قائم ہوگیا تو سارے معاشرے کی اصلاح ہو جائے گی۔

اس کا نزول غزوۂ بنی المصطلق کے بعد ہوا جو شعبان ۶ ہجری میں پیش آیا۔ اس لحاظ سے یہ سورۂ احزاب کے کئی مہینے بعد نازل ہوئی۔

سورۂ نور کی سورۂ مومنون سے مناسبت وربط

یہ سورت اگرچہ مدنی ہے لیکن اس کی حیثیت سورۂ مؤمنون کے تکملہ کی ہے۔ سورۂ مؤمنون کی آخری آیات میں فرمایا گیا تھا: ''کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم نے تمھیں بے کار پیدا کیا ہے'': ﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا...﴾ اس سے مفہوم یہ پیدا ہوا تھا کہ خلق انسانی کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ انسان کو اس دنیا میں احکام الٰہی کا مکلف کیا جائے اور اس کی اطاعت یا مخالفت پر اس دنیا میں بھی جزا وسزا کا اجرا ہو، تاکہ ایک صالح معاشرہ تشکیل پائے۔ یہ سورت انہی احکام میں سے بعض اہم اجزا کی تفصیل بیان کرتی ہے۔

سابقہ سورت کی پہلی گیارہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے فوز وفلاح کے حقدار اہل ایمان کی جو صفات بیان کی ہیں ان میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں اور اپنے شہوانی جذبات سے مغلوب ہو کر اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود و قیود کی خلاف ورزی نہیں کرتے بلکہ ان پر قابو رکھتے ہیں۔ سورۂ نور میں انہی صفات میں سے اس اہم صفت ''عفت و عصمت'' پر گفتگو کی گئی ہے۔ چونکہ یہ پہلو مومن کی زندگی میں نہایت اہمیت رکھتا ہے بلکہ پورا ایک معاشرہ اس بنیاد پر تشکیل دیا گیا، اس لیے اس موضوع کو بہت تفصیل سے واضح کرنا ضروری تھا۔ گویا یہ سورت سابقہ سورت کے ان اشاراتی احکامات کو تفصیل سے بیان کرتی ہے۔

سورۂ نور میں وقت کے خاص حالات کے مطابق اہل ایمان کو ان احکام و ہدایات سے آگاہ کیا گیا ہے جو ان کے نوتشکیل معاشرے کو ایمان کے تقاضوں سے منور کرنے اور ایمان کے منافی مفاسد سے محفوظ رکھنے کے لیے ضروری تھے۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تعارف

سورت اور اس میں بیان شدہ احکام کی اہمیت کہ اسے ہم نے نازل کیا ہے اور اس کے احکام کو فرض کیا ہے ☆ تنبیہات کی طرف توجہ کا حکم ☆ زنا کی سزا ☆ تنفیذ حدود اللہ میں مداہنت ایمان کے منافی ہے ☆ دور جدید کا فلسفہ حمایت وتحفظ مجرمین منافقت کا شاخسانہ ہے ☆ حدود الٰہیہ کے نفاذ کی برکات۔ ایک مامون و محفوظ معاشرہ ☆ فضیحت مجرماں نصیحت دیگراں یعنی تنفیذ حدود میں دوسروں کے لیے عبرت کا سبق ☆ رجم کی سزا کا انکار اجماع امت کے خلاف ہے ☆ زنا اور شرک کی باہمی مشابہت ☆ معاشرے کی ایمانی حس کو بیدار کرنے کی ضرورت ☆ قذف کی شہادت اور سزا ☆ لعان کا طریق کار اور سزا ☆ فتنہ افک ایک بڑی آزمائش تھی ☆ واقعہ افک منافقین کی شرارت کے باعث پیدا ہوا ☆ شر میں خیر کے پہلو ☆ بانی فتنہ ابن ابی کے لیے عذاب کی نوید ☆ ہر مسلمان حسن ظن کا مستحق ہے ☆ الزام کے ثبوت کے لیے چار گواہوں کی قید ☆ سادگی کی وجہ سے افک میں ملوث ہونے والوں سے درگزر کرنے کی ہدایت ☆ بھولی بھالی مومنہ خواتین پر کیچڑ اچھالنا سخت جرم ہے ☆ خبیث اور طیب معاشرے کی جداگانہ حیثیت ☆ خبیث مردوں کے لیے خبیث عورتیں اور ...... ☆ کسی کے گھر میں داخل ہونے کے آداب ☆ اذن کی برکات ☆ غض بصر کی ہدایت ☆ گھروں کے اندر عورتوں کو اظہار زینت کے بارے میں تفصیلی ہدایات ☆ اجتماعی توبہ کا حکم ☆ نوجوانوں کے نکاح کی ترغیب ☆ نکاح کی طاقت نہ ہو تو کیا کیا جائے؟ ☆ غلاموں کے لیے مکاتبت کی راہ ☆ مکاتبت میں معاونت کی ترغیب ☆ بے راہروی کے پیشے کی مذمت ☆ اللہ کے نور کی لطافت وضرورت ☆ ایمان کی روشنی صالح فطرت والوں کو ملتی ہے ☆ مساجد اللہ کی اہمیت وفضیلت ☆ کفر واہل کفر کے ظاہر و باطن کی تمثیل ☆ کائنات کی ہر چیز اللہ کی تسبیح کہتی اور عبادت کرتی ہے ☆ اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کا حکم ☆ یاران نبی کے لیے خلافت ارضی کا وعدہ ☆ خلافت راشدہ کی حقانیت کا قرآنی ثبوت ☆ پردے کے وہ تین اوقات جن میں نابالغ بچوں کو بھی اجازت لیے بغیر خلوت میں جانے کی اجازت نہیں ☆ بوڑھی عورتوں کے لیے اظہار زینت کی نرمی، معذور لوگوں کے لیے خورد ونوش کی اجازت ☆ ان رشتوں کا ذکر جن کے ہاں سے آدمی کو بلا اجازت کھاپی لینا جائز ہے ☆ رسول اللہ ﷺ کے ادب کا معیار اور آپ کے احکام کی خلاف ورزی کی ممانعت ☆ ارض وسماء کی ہر چیز اللہ کی ملکیت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱-۳)﴿سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ① اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۠ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ② اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۡ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

زنا کی سزا کا بیان ہے کہ زانی مرد وعورت میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارے جائیں اور اللہ کی حدود کے نفاذ میں کسی قسم کی نرم دلی کا مظاہر نہ کیا جائے، کیونکہ تم اللہ سے زیادہ حلیم نہیں ہو، نیز یہ سزا برسر عام دی جائے، کیونکہ اسلامی تعزیرات سے مقصد دوسروں کو عبرت دلانا بھی ہے۔

زنا کی سزا اس قدر سخت ہونے کی وجہ

دیگر جرائم کی نسبت زنا کو بہت شدت کے ساتھ فوجداری جرم قرار دیا گیا ہے، کیوں کہ معاشرے کے انتشار وفساد میں سب سے زیادہ دخل اسی فعل بد کو ہے۔ جیسا کہ ہم شروع میں ذکر کر آئے ہیں کہ معاشرے کے استحکام کا انحصار رشتوں کی پاکیزگی اور اس کے ہر قسم کے اختلال وفساد سے محفوظ ہونے پر ہے۔ زنا اس رشتے کی پاکیزگی کو ختم کر کے صنفی انتشار میں ڈال دیتا ہے جس کا نتیجہ بالآخر یہ ہوتا ہے کہ پورا معاشرہ ایک پاکیزہ معاشرے کی بجائے ڈھور ڈنگروں کا ایک گلہ بن کر رہ جاتا ہے۔ یہ اختلال وانتشار چونکہ صالح تمدن کی بنیاد کو اکھاڑ دینے والا ہے، اس لیے عورت اور مرد کا ایسا آزادانہ تعلق ہر زمانے میں ایک سخت عیب، ایک بڑی بداخلاقی اور مذہبی اصطلاح میں ایک شدید گناہ سمجھا جاتا رہا ہے۔ اسی لیے ہر زمانے میں اس گناہ کو برا جاننے کے ساتھ ساتھ اس کے سدّ باب کے لیے ممکنہ قانونی واخلاقی تدابیر بھی اختیار کی گئی ہیں، البتہ اسلام کے قانون اور دیگر قوانین کے درمیان مابہ الامتیاز چیز سابقہ شریعتوں کی طرح اسلام میں بھی اس جرم کی سزا رجم یا کوڑے ہے۔

تنفیذ حدود اللہ میں مداہنت ممنوع ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اللہ کے دین کے بارے میں ان زانیوں کو سزا دینے کے سلسلے میں تمھیں کوئی نرمی دامن گیر نہ ہونے پائے۔'' یہاں دین سے مراد اجرائے حد زنا ہے۔ اس سے بھی اس جرم کی شناعت اور اس پر سزا کے ترتب کی اہمیت سمجھ آجاتی ہے کہ حدود اللہ کا اجرا عین دین ہے۔ اسے وحشیانہ کہنے والے بے دین، منافق اور اللہ کے باغی ہیں۔

اسلامی حدود کو وحشیانہ کہنے والے منافق ہیں

دوسری بات یہ بھی محسوس ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ اسلام دشمنوں کے ساتھ ساتھ مغربی فکر سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متاثر منافق مسلمان بھی اسلامی حدود کے اجرا کو وحشیانہ سزائیں کہیں گے۔ ان کے نزدیک گویا اللہ تعالیٰ عادل نہیں نعوذ باللہ ظالم ہے۔ ان کے دلوں میں ان مجرموں، انسان نما درندوں، چوروں، ڈاکوؤں، سمگلروں، قاتلوں کے لیے تو رافت و رحمت ہے، لیکن ان درندوں کے ہاتھوں تباہ ہونے والے لاکھوں گھرانے، یتیم بچے اور بیوہ عورتیں مستحق رحم نہیں ہیں۔ ان کے دکھوں کا کوئی مداوا نہیں ہوسکتا۔ چوروں، زانیوں، ڈاکوؤں اور جرم پیشہ لوگوں کے ساتھ ان منافقوں کے جذبۂ رأفت و رحمت کا یہ حال ہے کہ یہ لوگ خالق کائنات اور رب رحمن و رحیم سے بھی زیادہ مہربان بن گئے ہیں کہ ان کا ہاتھ کاٹنے اور ان کو کوڑے مارنے کے تصور ہی سے ان کی جان نکلتی ہے، لیکن ان مجرموں کے ہاتھوں برباد ہونے والے خاندانوں کی مظلومیت پر انہیں کوئی ترس نہیں آتا۔

اسلامی حدود کے اجرا سے پہلو تہی کرنے والوں کی غفلت کے باعث امن و امان اور حفظ مال و جان، یا چادر و چار دیواری کے تقدس کی پامالی کا عالم یہ ہے کہ آئے دن بلا مبالغہ ہزاروں جانیں اور آبروئیں نہایت بے دردی اور بے رحمی سے غنڈوں بدمعاشوں، وڈیروں اور جاگیرداروں کے ہاتھوں برباد ہوتی ہیں۔ چونکہ اسلامی حدود کا قانون نہیں ہے اس لیے چار دن اخبارات میں شور مچتا ہے، پھر ان کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہوتا، حالانکہ اگر اس قسم کے منافق لوگ اس معاشرے کو دیکھ لیں جہاں یہ حدود اللہ جاری و ساری ہیں وہاں جرائم نہ ہونے کے برابر ہیں۔ یہ صرف اسلامی حدود و تعزیرات کے نفاذ کی برکت ہے۔ سعودی عرب پچھلے پچاس سال سے ساری دنیا میں امن و امان کے لحاظ سے ایک مثالی ملک شمار ہو رہا ہے۔ (اب جس کی آزادی پر بھی خطرات منڈلانے لگ گئے ہیں۔ اللہ رحم فرمائے) حدود اللہ کی پامالی پر جو سزائیں اللہ ارحم الراحمین نے تجویز کی ہیں، انہیں مسلمانوں کی ایک جماعت کی موجودگی میں دیے جانے کی ہدایت کی ہے تاکہ دوسرے لوگوں کو عبرت ہو۔ اگر جیلوں کی کوٹھڑیوں میں چھپ چھپاتے دے دی جائیں تو یہ مصلحت فوت ہو جاتی ہے۔

زانیہ سے مومن کے نکاح کی ممانعت

مسلمان کے لیے کسی زانیہ یا مشرکہ سے اور کسی مومنہ کے لیے کسی زانی یا مشرک سے نکاح ممنوع ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بدکار عورتوں سے نکاح کرنا مسلمانوں پر حرام ہے ﴿مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ﴾ (النساء: ۲۵) یعنی مسلمانوں کو جن عورتوں سے نکاح کرنا چاہیے ان میں یہ تینوں اوصاف ہونے چاہییں، وہ پاک دامن ہوں اور بدکار نہ ہوں نہ چوری چھپے دوستیاں لگانے والی ہوں۔ یہی تینوں وصف مردوں میں بھی ہونے چاہییں: امام احمد کے نزدیک نیک، پاکدامن مسلمان کا نکاح بدکار عورت سے صحیح نہیں ہے، جب تک وہ توبہ نہ کرے۔ اسی طرح مومنہ عورتوں کا نکاح زانی مرد سے منعقد ہی نہیں ہوتا۔ جب ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے ام مھزول نامی ایک بدکار عورت سے نکاح کی اجازت طلب کی تو آپ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ سنن ترمذی میں ہے کہ مرثد بن ابو مرثد نے اسلام لانے سے پہلے کی اپنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محبوبہ عناق نامی ایک فاحشہ عورت سے نکاح کی اجازت طلب کی تو نبی کریم ﷺ نے اس کی اجازت نہ دی اور فرمایا: ''مرثد! زانیہ عورت سے نکاح صرف زانی یا مشرک ہی کرسکتا ہے۔''①

زانی اور مشرک ایک ساتھ کیوں؟

ان دونوں میں ایک وصف مشترک ہے یعنی دونوں ہرجائی ہیں۔ ایک زانی کو یا زانیہ کو ایک بستر پر تسکین نہیں ہوتی۔ اسی طرح ایک مشرک کو بھی ایک رب کے سامنے جھکنے سے تسکین نہیں ہوتی۔ وہ اپنے بستر پر ہر آنے والے سے کہتی ہے: میں تیری بھی ہوں اسی طرح مشرک بھی ہر جگہ جھکتا ہے اور کہتا ہے: میں تیرا بھی ہوں، جبکہ عفیفہ صرف اپنے شوہر کی ہوتی ہے اور موحد اپنے رب سے کہتا ہے: میں صرف تیرا ہی ہوں ﴿اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ﴾ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مشرک اور زانی، مشرکہ اور زانیہ کو ایک ہی صنف میں شمار کیا ہے اور موحدین اور پاکدامن لوگوں کو ایک طرف میں: ﴿اَلۡخَبِيۡثٰتُ لِلۡخَبِيۡثِيۡنَ وَالۡخَبِيۡثُوۡنَ لِلۡخَبِيۡثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيۡنَ وَالطَّيِّبُوۡنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوۡنَ مِمَّا يَقُوۡلُوۡنَ ؕ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّرِزۡقٌ كَرِيۡمٌ﴾

قذف کی سزا، قانونِ شہادت اور اس کی حکمت

(آیات ٤ -٥) ﴿وَالَّذِيۡنَ يَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ ثُمَّ لَمۡ يَاۡتُوۡا بِاَرۡبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجۡلِدُوۡهُمۡ ثَمٰنِيۡنَ جَلۡدَةً وَّلَا تَقۡبَلُوۡا لَهُمۡ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ۙ اِلَّا الَّذِيۡنَ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ وَاَصۡلَحُوۡا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ﴾ اور اس حکم کا منشا یہ ہے کہ معاشرے میں لوگوں کی آشنائیوں اور ناجائز تعلقات کے چرچے قطعی طور پر بند کردیے جائیں، کیونکہ اس سے بے شمار برائیاں پیدا ہوجاتی ہیں۔ سب سے بڑی برائی یہ ہے کہ اس طرح غیر محسوس طریقے سے ایک عام زناکارانہ ماحول بنتا چلا جاتا ہے۔ ایک شخص کسی کے صحیح یا گندے تعلقات کی کہانیاں دوسروں کے سامنے بیان کرتا ہے اور دوسرے اسے نمک مرچ لگا کر اور لوگوں تک پہنچاتے ہیں اور ساتھ مزید لوگوں کے متعلق بھی اپنی معلومات یا بدگمانیاں بیان کردیتے ہیں۔ اس طرح شہوانی جذبات کی ایک رو چل پڑتی ہے اور برے میلانات والے مردوں اور عورتوں کو یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ معاشرے میں کہاں کہاں ان کے لیے قسمت آزمائی کے مواقع موجود ہیں۔

شریعت اس چیز کا سدباب پہلے ہی قدم پر کردینا چاہتی ہے۔ ایک طرف تو وہ حکم دیتی ہے کہ زانی کو مکمل ثبوت کے فراہم ہوجانے کے بعد انتہائی سزا دو، تاکہ بدکاری کی مکمل حوصلہ شکنی ہو اس کے چار گواہ پیش نہ کرنے والے کو اسی کوڑے مارو، تاکہ آئندہ کبھی وہ اپنی زبان سے ایسی بات بلاثبوت نکالنے کی جرأت نہ کرے۔ بالفرض اگر الزام لگانے والے نے کسی کو اپنی آنکھوں سے بھی بدکاری کرتے دیکھ لیا ہو، تب بھی اسے خاموش رہنا چاہیے اور دوسروں تک نہ پہنچانا چاہیے تاکہ گندگی جہاں ہے وہیں رہے آگے نہ پھیل سکے، البتہ اگر اس کے پاس گواہ موجود ہیں تو معاشرے میں بیہودہ چرچہ کرنے کی بجائے معاملہ حکام کے پاس لے جائے اور عدالت سے مجرم کو سزا دلوادے۔ یہاں تہمت سے مراد قذف ہے۔

① سنن الترمذی: ٣١٧٧۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لعان کا قانون اور سبب نزول

(آیات ٦ - ١٠) اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے اور اپنے الزام کو ثابت کرنے کے لیے شریعت کی مطلوبہ شہادت پیش نہ کر سکے تو اس کا فیصلہ فریقین کی قسم سے ہوگا۔ اس قسم کے طریق کار کی وضاحت یہاں کی جا رہی ہے۔

حد قذف کا حکم جب نازل ہوا تو لوگوں میں سوال پیدا ہو گیا کہ غیر مرد اور عورت کی بدچلنی دیکھ کر تو شاید آدمی صبر کر لے، لیکن اگر وہ خود اپنی بیوی کی بدچلنی دیکھ لے تو کیا کرے؟ قتل کرے تو سزا پائے، گواہ ڈھونڈنے جائے تو مجرم فرار ہو جائے، صبر کرے تو کیونکر، طلاق دے تو عورت کو سزا ملی نہ اس کے آشنا کو اور اگر اسے ناجائز حمل ہو تو غیر کا بچہ الگ سے گلے پڑا۔ ابتدأ تو یہ سوال صرف ذہنوں میں پیدا ہوتے تھے، لیکن کچھ ہی مدت بعد عملاً ایسے مقدمات پیش ہو گئے۔ مثلاً سیدنا عویمر عجلانی اور اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہما نے اپنے گھر کی جب یہ صورتحال پیش کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل کر دیا۔

اس صورت میں میاں بیوی کے درمیان مستقلاً جدائی کرا دی جائے گی۔ پھر وہ کسی بھی شکل میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ مرد کو حق مہر واپس نہیں ملے گا۔ اگر حمل ہو تو بچہ ماں کی طرف منسوب ہوگا اور اسی کے مال کا وارث ہوگا، باپ کا ہرگز نہیں۔ لیکن اگر عورت قسمیں کھانے کی بجائے خاموش رہے تو اس پر رجم کی سزا جاری کر دی جائے گی اور اگر مرد جھوٹ کا اقرار کرے تو اس پر حد قذف جاری کی جائے گی۔

فتنۂ افک منافقین کی شرارت تھی

(آیات ١١ - ١٣) ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُو بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾

فتنۂ افک کی طرف ایک اجمالی اشارہ اور اس کے تعلق سے ان رخنوں کا سد باب پیش کیا گیا ہے جو معاشرے کی تباہی کا سبب ہو سکتے تھے۔ جن منافقین نے یہ فتنہ اٹھایا ان کو بے نقاب کیا اور ان کو وعید سنائی۔ جن مسلمانوں نے اس معاملے میں بے پروائی اور سہل انگاری سے نادانستہ منافقین کے مقصد کو تقویت پہنچائی، ان کو تنبیہ کی گئی کہ وہ آئندہ ان منافقین سے ہوشیار رہیں۔ یہ منافقین مسلمانوں کی اخلاقی ساکھ کو مجروح کرنے کے درپے ہیں۔ اس وجہ سے کسی مسلمان کے لیے یہ بات جائز نہیں کہ ایک دوسرے کی عزت و ناموس سے متعلق جو بات کوئی اس کے کان میں ڈال دے اس کو لے اڑے، بلکہ انہیں آپس میں ایک دوسرے کے بارے میں حسن ظن رکھنا چاہیے اور کسی کے بارے میں کوئی الزام اس وقت تک قبول نہیں کرنا چاہیے۔ جب تک اس کا ثبوت موجود نہ ہو۔

اصحابِ رسول کا عظیم اور ناقابل فراموش کردار

ان چند افراد کے سوا تمام اصحاب رسول جو نبی کریم ﷺ پر اپنی جان آبرو فدا کرنا جزو ایمان سمجھتے تھے۔ انھوں نے فی الواقع ایسا ہی سمجھا اور ایسا ہی سوچا۔ چنانچہ جب سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی بیوی سیدہ ام ایوب رضی اللہ عنہا نے ان افواہوں کا ذکر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا تو سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ام ایوب! اگر تم عائشہ کی جگہ اس موقع پر ہوتیں تو کیا ایسا فعل کرتیں؟ کہا: واللہ مجھ سے تو یہ ناممکن ہے سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو عائشہ تم سے بدرجہا بہتر ہیں اور میں کہتا ہوں اگر صفوان کی جگہ میں ہوتا تو اس بات کا خیال بھی نہ کرسکتا تھا۔ صفوان تو مجھ سے بھی اچھا باایمان شخص ہے اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سوتن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے جب اس معاملے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! میں نے کبھی عائشہ (رضی اللہ عنہا) میں خیر کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ حالانکہ اس قسم کے مواقع پر سوتنیں بڑی اونچی آگ بھڑکا سکتی ہیں، لیکن مسلمان معاشرہ ایسا ہرگز نہ تھا اور اہل ایمان کا کردار بڑا قابل رشک تھا جس کی وجہ سے اسلام دشمن منافقوں کو سخت مایوسی کا سامنا کرنا پڑا اور ان کو پتا چل گیا کہ یہ لوگ کردار کے کس قدر پاک ہیں۔ اس موقع پر ایک طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسری طرف سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان والوں اور تیسری طرف عام اہل ایمان نے جو طرز عمل اختیار کیا، اس سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہوگئی کہ یہ لوگ برائی سے کس قدر پاک، ضابط و متحمل، انصاف پسند اور کس درجہ کریم النفس تھے۔

ایک نظر ذرا اپنے ماحول پر بھی

ایک طرف اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کے اس کردار کو دیکھیے اور اسلامی معاشرے کے اس اخلاقی اصول کو سامنے رکھیے اور دوسری طرف اپنے معاشرے کا جائزہ لیجیے تو معلوم ہوگا کہ آج کل اس کے بالکل برعکس اصول کارفرما ہے۔ آج نظریہ یہ ہے کہ ہر شخص سوءِ ظن کا مستحق ہے۔ الا کسی شخص کے ساتھ اپنی کوئی گروہی یا شخصی غرض وابستہ ہو اور دوسروں کی نسبت سنسنی پیدا کرنے والی افواہیں پھیلانا تو اس زمانے میں ایک مستقل فن اور نہایت کامیاب پیشہ بن گیا ہے۔ ہماری صحافت سے تعلق رکھنے والے کتنے لوگ ایسے ہیں جن کا پیشہ ہی یہی ہے کہ وہ اس طرح کی افواہوں کی تلاش میں

ع ہوئی صبح اور رکھ کر کان پر گھر سے قلم نکلے

یہ افواہیں نہایت جلی عنوانات سے اخبارات و رسائل میں چھپتی ہیں اور سب سے زیادہ کامیاب اخبارات و رسائل وہی سمجھے جاتے ہیں جو اس طرح کی افواہیں ایجاد کرنے میں سب سے زیادہ شاطر ہوں۔ معاشرے کے فساد مزاج کا حال یہ ہے کہ لوگ اس طرح کی چیزیں بڑے شوق سے پڑھتے ہیں اور ھٰذا افك مبين کہنا تو درکنار ان کی ہر بات پر آمنا وصدقنا کہتے اور وحی والہام کا درجہ دیتے ہوئے آگے روایت کرنا بڑا کار ثواب سمجھتے ہیں۔ اگر کسی متہم بالکذب نے احتجاج کیا تو تردید چند سطری اور قطعی غیر نمایاں جگہ پر شائع ہوگی جبکہ خبر کذب صفحہ اول پر شہ سرخی کے ساتھ تلك إذا قسمة ضيزى۔

الزام کے ثبوت کے لیے چار گواہوں کا مطالبہ

(آیات ۱۳ - ۱۸) فتنہ باز منافقوں پر شدید نکیر اور ان سادہ لوح مسلمانوں کو سخت تنبیہ کی گئی ہے جنھوں نے اتنے حساس مسئلے کو معمولی جان کر اٹھایا اور مسلمان معاشرے میں سخت انتشار و ہیجان پیدا کردیا۔ جیسے سیدنا مسطح، حسان رضی اللہ عنہما اور سیدہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کیونکہ یہ مومن لوگ تھے اور مفسرین کے مطابق یہ آیت انہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی، لیکن جن کے دل ایمان سے خالی تھے جیسے منافقین اور ان کا سردار ابن ابی بن سلول۔ یہ لوگ اس حکم میں نہیں ہیں، کیونکہ نہ اس کے پاس ایمان تھا اور نہ عمل صالح۔

اصول یہ بتایا جا رہا ہے کہ اگر کسی کو برائی میں ملوث کر رہے ہو تو چار گواہ پیش کیے جائیں ورنہ ایسے لوگ اللہ کی نگاہ میں جھوٹے ہیں۔ سادگی کے باعث تم نے بھی اس معاملے کو بہت ہلکا جانا حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ سہل بات نہیں بہت سخت واردات ہے اور کسی عام آدمی کی عزت کا مسئلہ نہیں، سرور دو عالم ﷺ کے حرم مبارک کا تھا: ﴿تَحۡسَبُوۡنَهٗ هَيِّنًا ‌ۖ وَّهُوَ عِنۡدَ اللّٰهِ عَظِيۡمٌ﴾ بلکہ اس غفلت پر ان لوگوں کی سخت خبر لی گئی کہ جب تمہیں اس طرح کی باتیں سنائی دے رہی تھیں تو تم نے ان کی تردید میں سستی سے کام کیوں لیا؟ تم نے فوراً یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ قسم اللہ کی! یہ تو صریح بہتان ہے۔ ﴿وَلَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ قُلۡتُمۡ مَّا يَكُوۡنُ لَنَاۤ اَنۡ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ‌ۖ سُبۡحٰنَكَ هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِيۡمٌ﴾

اس آیت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت ثابت ہوتی ہے کہ ان کی ہر خطا مقبول التوبہ اور پاک ہو کر آخرت میں رحمت و مغفرت پر منتج ہوئی۔

خلاصہ احکام

اس آیت میں مسلمانوں کو تین آداب ملحوظ رکھنے کی تلقین کی گئی: (۱) اس طرح کا بیہودہ کلام سنتے ہی اپنی ماں کے بارے میں حسن ظن سے کام لینا چاہیے تھا۔ (۲) اس معاملے کو آسان نہ سمجھتے بلکہ اس کی تحقیق کرتے (۳) اور صاف کہہ دیتے کہ ﴿سُبۡحٰنَكَ هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِيۡمٌ﴾

واقعۂ افک

واقعۂ افک کی تفصیلات کتب احادیث میں موجود ہیں۔ قدیم و جدید تمام مفسرین نے اسے ذکر کیا ہے یہاں اس کا خلاصہ ذکر کیا جاتا ہے۔

۶ ھ کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ بنی مصطلق سے مدینہ منورہ واپس تشریف لا رہے تھے۔ اس سفر میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کے شریک سفر تھیں۔ آپ کی سواری کا اونٹ علیحدہ تھا۔ اس پر ہودج تھا، آپ ہودج میں پردہ چھوڑ کر بیٹھ جاتیں۔ پھر ہودج کو اٹھا کر اونٹ پر باندھ دیا جاتا تھا۔ آپ ہلکی پھلکی اور کم سن تھیں۔ ایک روز اتفاق سے ایک منزل پر آپ کو ہودج سے باہر ویرانے کی طرف جانے کی ضرورت پیش آئی۔ واپس آئیں تو قافلہ کوچ کر چکا تھا۔ ہودج پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ حمالوں کا خیال بھی ادھر نہ گیا کہ آپ موجود نہیں ہیں۔ اب جب آپ واپس اپنی جگہ پر آئیں تو قافلہ جا چکا تھا، سخت متاسف ہوئیں، لیکن آپ نے یہ خیال کیا کہ آگے چل کر جب میری تلاش ہوگی اور میں نہ ملوں گی تو کوئی ڈھونڈنے یہاں ضرور آئے گا۔ رات کا پچھلا پہر تھا، آپ چادر لپیٹ کر وہیں بیٹھ گئیں، پریشانی، تھکاوٹ، جنگل کی تنہائی یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سب چیزیں آپ کے اعصاب پر بری طرح چھا گئیں۔ سوچتے سوچتے نیند کی وادی میں گم ہو گئیں۔ ایک صحابی سیدنا صفوان رضی اللہ عنہ کی ڈیوٹی تھی کہ وہ قافلے سے کچھ فاصلے پر پیچھے پیچھے چلا کریں۔ گری پڑی چیز کی یا بھولے بھٹکے کی خبر گیری کے لیے۔ وہ جب صبح سویرے یہاں پہنچے تو پہچانا اور بے اختیار پکار اٹھے: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آواز سے سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ کھل گئی، انھوں نے فوراً منہ ڈھانپ لیا۔ سیدنا صفوان رضی اللہ عنہ نے چپکے سے اونٹ قریب لا بٹھایا۔ ام المومنین پردہ کے ساتھ اونٹ پر سوار ہو گئیں۔ انہوں نے اونٹ کی نکیل تھامے قافلے میں پہنچ گئے بات کچھ بھی نہ تھی، لیکن اس سفر میں منافقین ابن ابی کی قیادت میں بڑی تعداد میں شریک تھے۔ اس نے اپنی خباثت سے خوب خوب حاشیہ آرائی کی۔ اور گنتی کے تین مسلمان (دو مرد: سیدنا حسان بن ثابت اور مسطح رضی اللہ عنہما اور ایک عورت: سیدہ حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا) بھی سنی سنائی باتوں کو دہرانے لگے۔ تمام پاکیزہ خصلت مسلمانوں کو اس الزام تراشی سے جو تکلیف پہنچی ہوگی۔ اس کا کیا اندازہ لگایا جاسکتا ہے؟ خصوصاً سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے والد مکرم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ تقریباً پچاس دنوں بعد یہ آیات برأت قرآن مجید میں نازل ہو گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر منافقوں کی مناسب مذمت کرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرائی کہ تمہارے اخلاقی محاذ میں جہاں جہاں رخنے موجود ہیں، ان کو بھر دو اور اس محاذ کو اور زیادہ مضبوط کرلو۔ تاکہ اول تو مسلم معاشرہ برائیوں کی پیداوار اور ان کے پھیلاؤ سے محفوظ رہے اور اگر وہ پیدا ہو ہی جائیں تو ان کا پورا پورا اور فوری تدارک کیا جائے۔

اشاعت فحش سنگین اور ناقابل برداشت جرم ہے

(آیات ۱۹ ۔ ۲۰) جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے کی خواہش میں رہتے ہیں ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے، اللہ سب کچھ جانتا ہے اور تم کچھ بھی نہیں جانتے۔ اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ بھی کہ اللہ بڑا شفیق اور مہربان ہے، تو سخت سزا ملتی۔

موقع و محل کی مناسبت سے تو آیت کا براہ راست مفہوم قصہ افک کے تناظر میں سمجھنا مشکل نہیں، لیکن آیت کا اطلاق عمومی ہے یعنی وہ تمام قصے، کہانیاں، اشعار، غزلیں، گانے، تصویریں اور تفریحی مشاغل، میڈیا، سینما، فلم انڈسٹری اور وہ تمام اڈے جن سے معاشرے میں فحش پھیلتا ہو اس آیت کی رو سے سخت و قبیح جرم ہیں، نیز وہ کلب، ہوٹل اور دوسرے ادارے جن میں مخلوط رقص اور مخلوط تفریحات کا انتظام کیا جاتا ہے۔ قرآن صاف کہہ رہا ہے کہ یہ ناجائز ہے اور ان کے سرانجام دینے والے ''ستارے'' یا ''ہیرو'' نہیں ''خباثت کے غبارے'' اور ''زیرو'' ہیں۔ یہ لوگ مجرم ہیں۔ صرف آخرت ہی میں نہیں دنیا میں بھی ان کو سزا ملنی چاہیے۔ ایک اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ اشاعت فحش کے ان تمام ذرائع و وسائل کا سد باب کرے۔ اس کے قانون تعزیرات میں ان تمام افعال کو مستلزم سزا، قابل دست اندازی ہونا چاہیے کیونکہ عام لوگ نہیں جانتے کہ اس طرح کی ایک ایک حرکت کے برے اثرات معاشرے میں کہاں کہاں تک پہنچتے ہیں، کتنے افراد کو متاثر کرتے ہیں اور مجموعی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طور پر ان کا کس قدر نقصان اسلامی معاشرے کو اٹھانا پڑتا ہے۔ اس چیز کو اللہ خوب جانتا ہے۔ اس لیے جن برائیوں کی وہ نشاندہی کر رہا ہے انھیں پوری قوت سے مٹانے کی کوشش ہونی چاہیے۔ کیونکہ اس راستے سے شیطان تمھیں نجاستوں میں ملوث کرنا چاہتا ہے۔ اگر اللہ اپنے فضل و کرم سے تمہیں نیک و بد کی تمیز نہ سمجھائے اور تمھیں اصلاح کی تعلیم و توفیق سے نہ نوازے تو تم میں سے کوئی شخص اپنی قوت کے زور سے پاک نہیں رہ سکتا۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ بھلائی کا جذبہ کس میں موجود ہے۔ اسی لحاظ سے جس کو چاہتا ہے وہ پاک کر دیتا ہے اور سمجھنے کی صلاحیت بخشتا ہے۔

واقعہ میں ملوث مسلمانوں سے درگزر کرنے کی ہدایت

(آیات ۲۱ - ۲۲) ﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ جو صادق الایمان مسلمان واقعہ افک میں مخالف طرف جا کھڑے ہوئے، ان سے درگزر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لگائے گئے الزام کو ہوا دینے والے ان صادق الایمان لوگوں میں سے ایک سیدنا مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ان کی والدہ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کی رشتے میں خالہ تھیں۔ خاوند کی وفات کے بعد ام مسطح اور خود مسطح سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کی زیر کفالت تھے۔ ان پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بہت احسان تھے۔ اس لیے آپ کو ان کے اس کردار سے بہت دکھ ہوا۔ جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی برات نازل ہوگئی تو سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی کفالت بند کرنے کی قسم کھالی۔ بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی ایسے تمام افراد کی مدد جاری رکھنے سے ہاتھ کھینچ لینے کا اعلان کر دیا، مگر جب یہ آیت اتری تو اس کو سنتے ہی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فوراً کہا: "بلیٰ واللّٰہ انا نحب ان تغفرلنا یا ربنا واللّٰہ" ضرور ہم چاہتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو ہماری خطائیں معاف فرمادے۔ چنانچہ آپ نے پھر ان مدد شروع کر دی اور پہلے سے زیادہ ان پر احسان کرنے لگے۔ اسی طرح باقی صحابہ کرام نے بھی اپنی اپنی قسمیں واپس لے لیں۔

پاک دامن خواتین پر تہمت تراشی کی سنگینی

(آیات ۲۳ - ۲۵) عفیف خواتین پر بہتان کی شناعت اور سزا ذکر کی جارہی ہے کہ جو لوگ پاکدامن سیدھی سادی شریف مومنہ عورتوں پر تہمت تراشتے ہیں، دنیا و آخرت میں ان پر لعنت ہے اور بہت بڑا عذاب ہے۔ وہ اس دن کو بھول نہ جائیں جب ان کی اپنی زبانیں اور ان کے اپنے ہاتھ پاؤں ان کے کرتوتوں کی گواہی دیں گے۔ اس دن اللہ انہیں وہ بدلہ دے گا جس کے وہ مستحق ہیں اور انھیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ ہی حق ہے اور سچ کو سچ دکھانے والا ہے۔ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾

غافلات وہ بھولی بھالی عورتیں جنہیں خبر ہی نہیں کہ بدکاری و بدچلنی کیا ہوتی ہے۔ جن کے دل پاک ہیں جن کے حاشیہ خیال میں بھی یہ اندیشہ نہیں گزرتا کہ کوئی ان پر بدچلنی کا الزام لگا سکتا ہے۔ اسلام نے شریف پاکدامن عورتوں کا وصف یہ بیان کیا ہے، لیکن کھیل کھائی ہوئی، چاروں کھونٹ گھومی گھای ہوئی، اپنے حقوق کے لیے مرنے مارنے والی عورتیں کسی اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معاشرے میں تو کوئی درجہ رکھتی ہوں گی لیکن اسلامی معاشرے میں یقیناً کوئی حیثیت نہیں رکھتیں، کیونکہ یہاں عظمت عفت وپاکدامانی میں ہے جو اُن کے ہاں شاید اولیت نہیں رکھتی۔

فضیلت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

آیت ۱۱ سے لے کر ۲۶ تک ۱۷ آیات سیدہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کی شان میں نازل ہوئیں۔ ان آیات سے اور خاص طور پر آخری آیت سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی اور تقدس اور نبی کریم ﷺ کی شایان شان بیوی ہونے کی گواہی ملتی ہے۔ یہ گواہی قیامت تک کے لیے ہے جسے کوئی چیلنج نہیں کرسکتا۔

اس گواہی سے جو مرتبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہے ظاہر ہورہا ہے کہ جس تفصیل و اہتمام سے ان کی صفائی قرآن میں پیش کی گئی ہے، کسی اور کی نہیں ہوئی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عصمت میں شک کرنا قرآن میں شک کرنے کے مترادف ہوگا۔ اس سب کے باوجود آپ کی شان اقدس میں جو لوگ گستاخی کررہے ہیں ان کے لیے دنیا و آخرت دونوں میں اللہ کی پھٹکار ہے۔ جس طرح حب علی رضی اللہ عنہ کی آڑ میں ایک گمراہ فرقہ اصحاب رسول خاص طور پر ام المومنین، خلیفہ اول بلافصل سیدنا صدیق اکبر، وناطق بالحق والصواب سیدنا وامامنا عمر بن الخطاب، کامل الحیاء والایمان، جامع القرآن سیدنا عثمان بن عفان، خال المومنین امین الحق والھدایہ سیدنا وامامنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہم اور دیگر اصحاب رسول کے بارے میں گندگی نکالتے ہیں۔ لعنھم اللّٰہ فی الدنیا والآخرۃ۔ انھیں کم ازکم حبیب کائنات ﷺ کے ساتھ ان کے رشتوں کا ہی لحاظ کرلینا چاہیے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گستاخ پر اللہ کی لعنت

جب عام مسلمانوں پر تہمت لگانے کی یہ سزا ہے تو انبیاء کی بیویوں پر جو مسلمانوں کی مائیں ہیں، بہتان باندھنے والوں کی سزا کیا ہوگی؟ اور خصوصاً اس بیوی پر جو صدیق اکبر کی لخت جگر تھیں۔ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ ان آیتوں کے نزول کے بعد بھی جو شخص ام المومنین کے بارے میں نازیبا بات کہے وہ اسلام سے باہر ہے کیونکہ اس نے قرآن کے خلاف کیا اور اسے جھٹلایا۔ ایسے موذی، بہتان پرداز دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت کے مستحق ہیں: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا۝ وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُھْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا﴾ (الأحزاب: ۵۷، ۵۸) ''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی پھٹکار ہے اور جو اہل ایمان مردوں اور مومنہ عورتوں کو ناجائز طور پر ایذا دیتے ہیں، وہ بڑے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔''

امہات المومنین رضی اللہ عنہن پر بہتان لگانے والے کی توبہ قبول نہیں

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: چار گواہ نہ لاسکنے پر سزا والی آیت عام ہے جس کا اطلاق ایمان دار عورتوں پر تہمت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لگانے والوں پر ہوتا ہے۔ سزا ملنے کے بعد ان کی توبہ قبول ہے، لیکن یہ آیت: ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ...﴾ تو ازواج مطہرات کے بارے میں اتری ہے اس لیے ان بہتان بازوں کی توبہ بھی قبول نہیں۔ یہ سن کر اکثر لوگوں نے چاہا کہ آپ کی پیشانی چوم لیں۔ کیونکہ آپ نے نہایت ہی عمدہ تفسیر بیان کی ہے۔ ①

بہتان کی اخروی سزا، استحقاق لعنت وعذاب عظیم

تہمت لگانے والا آخرت میں زبردست عذاب کا مستحق ہوگا، اس کے خلاف اس کے اپنے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے، جو لوگ پاک دامن، بے خبر عورتوں پر تہمتیں لگاتے ہیں ان پر دنیا وآخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ وہ اس دن کو بھول نہ جائیں جب ان کی اپنی زبانیں اور ان کے اپنے ہاتھ پاؤں ان کے کرتوتوں کی گواہی دیں گے۔ اسی دن اللہ انھیں بھرپور بدلہ دے گا جس کے وہ مستحق ہیں اور انھیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ ہی حق ہے اور سچ کو سچ کر دکھانے والا: ﴿يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ﴾

لعنت سے مراد اللہ کی رحمت سے دور اور مہجور ہونے کے ہیں اور عین یہی حالت ابلیس کی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْۤ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ (ص: ۷۸) اور میری طرف سے قیامت تک تجھ پر لعنت ہے۔

دنیا وآخرت میں نفوس کی درجہ بندی

(آیات ۲۶) ﴿اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لائق ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لائق ہیں ایسے پاک لوگ ان کی باتوں (یاوہ گوئیوں) سے بالکل بری ہیں، ان کے لیے بخشش ہے اور باوقار رزق ہے۔

دنیا وآخرت میں نفوس کی درجہ بندی اخلاق کے اعتبار سے ہوگی۔ خبیث لوگوں کا معاشرہ الگ ہے اور طیب لوگوں کا الگ۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایسی بری بات برے لوگوں کے لیے ہے۔ بھلی بات کے حقدار بھلے لوگ ہوتے ہیں یعنی اہل نفاق نے سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جو تہمت باندھی ہے اور ان کی شان میں جو بدالفاظی کی اس کے لائق وہ خود ہیں اس لیے کہ وہ بد ہیں اور خبیث ہیں۔ سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا چونکہ پاک ہیں اس لیے وہ پاک کلموں کے لائق ہیں وہ ناپاک بہتان سے بری ہیں۔ یہ آیت بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی آیت کا صاف مطلب ہے کہ اللہ کے رسول جو ہر طرح طیب ہیں۔ ناممکن ہے کہ ان کے نکاح میں اللہ کسی ایسی عورت کو دے جو خبیثہ ہو اور خبیثہ عورتیں تو خبیث مردوں کے لائق ہیں۔

اس لیے فرمایا کہ یہ لوگ ان تمام تہمتوں سے پاک ہیں جو دشمنان خدا باندھ رہے ہیں۔ انہیں ان کی بدکلامیوں سے جو رنج

---

① ابن کثیر۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وایذا پہنچی ہے وہ بھی ان کے لیے باعث مغفرت بن جائے گی، چونکہ آپ نبی کریم ﷺ کی بیوی ہیں۔ اس لیے عدن کے باغوں میں آپ کے ساتھ رہیں گی اور یہ صلہ ان کو وہ ڈیڑھ مہینے کی کلفت کے باعث ہے جو واقعہ افک کے سیاہ دنوں میں پہنچی تھی۔

منفی پروپیگنڈے کرنے والوں کے متعلق مسند احمد میں کہ جو شخص بہت سی باتیں سنے پھر ان میں سے جو سب سے خراب ہوں اسے بیان کرے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی بکریوں والے سے ایک بکری مانگے وہ اسے کہے جا اس ریوڑ میں سے جو تجھے پسند ہے لے لے اور وہ ریوڑ کے کتے کا کان پکڑ کر لے جائے۔

اسباب فتنہ کا سد باب

(آیات ۲۷ - ۲۸) پچھلی آیات میں زنا، بہتان، اشاعت فحش و دیگر انتہائی سنگین جرائم کی مذمت بیان کی گئی، اب ان اسباب کا قلع قمع کیا جارہا ہے جو اس فساد کا سبب بنتے ہیں۔ ان میں سب سے بنیادی چیز بدنگاہی ہے جس کا ایک نمونہ لوگوں کے گھروں میں بلا تکلف اور بلا اذن آنا جانا ہے۔ ظاہر ہے کہ تمدنی زندگی میں ایک انسان کو دوسرے کے گھر جانے کی ضرورت قدم قدم پر لاحق رہتی ہے۔ اسلام نے اس لیے کو ہر قسم کی بے راہروی سے بچانے کے لیے اس آزادروی کو کنٹرول کرنے کے چند ضابطے متعین فرمائے ہیں۔ ان کی پابندی کرنا اس لیے ضروری ہے تاکہ گھروں کے اندر بدنگاہی اور شیطان کو دراندازی کی راہ نہ ملے۔

ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو، جب تک گھر والوں کی رضامندی نہ لے لو اور ان کو سلام نہ بھیج لو۔ یہ طریقہ تمہارے لیے بہتر ہے، توقع ہے کہ تم اس کا خیال رکھو گے۔ اگر وہاں کسی کو نہ پاؤ تو پھر اجازت ملے بغیر اندر نہ جاؤ اور اگر تم سے لوٹ جانے کو کہا جائے تو لوٹ جاؤ، یہی بات تمہارے لیے پاکیزہ ہے جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ خوب جانتا ہے۔

ان احکامات کا پس منظر

جاہلیت میں لوگوں کا ایک دوسرے کے گھروں میں بے تکلف، بغیر اجازت اور بغیر اطلاع کیے گھس آنا معمول تھا جس سے عموماً گھر والوں کو پریشانی اور ایذا پہنچتی تھی۔ اس میں اور بھی بہت سی قباحتیں تھیں جس کا علاج قرآن کریم نے یہ تجویز کیا کہ گھروں میں اس طرح بلا تکلف گھس جانے اور بغیر اطلاع آنے جانے کو بند کر دیا جائے۔ اجنبی مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کی دید سے اور آزادانہ میل جول سے روک دیا جائے۔ عورتوں کو ایک قریبی حلقے کے سوا غیر محرم رشتہ داروں اور اجنبیوں کے سامنے زینت کے ساتھ آنے سے منع کر دیا جائے۔ قحبہ گری اور عورتوں اور مردوں کا بے نکاح رہنا وہ بنیادی اسباب ہیں جن سے اجتماعی ماحول میں ایک غیر محسوس شہوانیت ہر وقت جاری و ساری رہتی ہے۔ جس کی بدولت لوگوں کی آنکھیں، ان کے کان، ان کی زبانیں، ان کے دل سب کے سب کسی واقعی یا خیالی سکینڈل میں پڑنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں پرائیویسی کا لحاظ

ہمارے دین نے انسانی تہذیب وتمدن کے وہ اعلیٰ اصول واخلاق بتائے ہیں کہ جن کا پہلے کوئی تصور تک نہ تھا۔ اسلام نے ہر شخص کی پرائیویسی کا حق تسلیم کیا ہے۔ اس کی مرضی اور اجازت کے بغیر اس میں خلل انداز ہونا جائز نہیں ہے۔ کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل ہونا یا جھانکنا، باہر سے نگاہ ڈالنا اور اسی طرح کے دوسرے معاملات کی ٹوہ لگانا اور ان میں بے جا دخل دینا جائز نہیں رکھا ہے۔

جہاں اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں

(آیت ۲۹) یہ سارے احکام آباد گھروں میں داخل ہونے کے ہیں، لیکن وہ جگہیں جہاں کوئی رہائش پذیر نہ ہو۔ کرائے پر چڑھانے کے لیے چھوڑ رکھے ہوں۔ اسی طرح ہوٹل، سرائے، مہمان خانے، دکانیں، مسافر خانے اور گودام وغیرہ جہاں لوگوں کے لیے داخلے کی عام اجازت ہو۔ ان مقامات پر داخل ہونے کے وہ آداب نہیں ہیں۔

البتہ کوئی حرج نہیں ہے کہ ایسے غیر آباد گھروں میں داخل ہو جاؤ جہاں تمہارا کوئی فائدہ ہو، اللہ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔

اہل ایمان کو غضِ بصر کا حکم

(آیات ۳۰) ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾
اے نبی! مومنوں سے کہہ دیں کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر ہے۔

غض بصر کا عام طور پر ترجمہ کیا جاتا ہے نظریں نیچی رکھنا۔ لیکن اس سے قرآن کا مفہوم پورا نہیں ہوسکتا۔ خاص طور پر یورپی ممالک میں تو اس سے فتنہ دوچند ہو جاتا ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ خالق کائنات کے کلام میں کوئی جھول ہو اس لیے اس کا اصل مفہوم ومقصود نظروں کی حفاظت اور انہیں غیر محل پر جانے سے روکنا ہے۔

عورتوں کے لیے اظہار زینت کے رشتے

(آیت:۳۱) ﴿وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۪ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىِٕهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآىِٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَ لَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَ تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ اور اے نبی! مومن عورتوں سے فرما دیجیے! کہ وہ بھی اپنی نظریں بچا کے رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کریں اور اپنا بناؤ سنگار نہ دکھائیں ماسوا اس کے جو ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں۔ وہ اپنا بناؤ سنگھار ظاہر نہ کریں مگر ان لوگوں کے سامنے: خاوند، باپ، خاوندوں کے باپ، اپنے بیٹے، شوہروں کے بیٹے، بھائی، بھائیوں کے بیٹے، بہنوں کے بیٹے، اپنے میل جول کی عورتیں، اپنے غلام، وہ زیردست مرد جو عورتوں میں رغبت نہ رکھتے ہوں اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں، وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلیں کہ ان کی چھپی زینت ظاہر ہو جائے۔ اے مومنو! تم سب مل کر اللہ سے توبہ کرو، تا کہ تم فلاح پا سکو۔

عورتوں کو بھی اجنبی مردوں سے غض بصر کا حکم

غض بصر کا حکم مرد و عورت دونوں کے لیے ہے، لیکن عورتوں کے لیے اتنی سختی نہیں ہے کیونکہ وہ مرد کے برعکس عموماً اقدام میں پہل نہیں کیا کرتیں۔ اس کے مقابلے میں مرد کسی چیز کو دل پہ لگا لینے کے بعد اس کے حصول میں پیش قدمی کر لیتا ہے اور بہ نسبت عورت کے وہ ازدواجی معاملات میں آزاد بھی ہے۔ اگرچہ دونوں کے بارے میں حکم کی نوعیت مختلف ہے تاہم یہ کسی طرح بھی جائز نہیں کہ عورتیں اطمینان سے مردوں کو گھوریں اور ان کے حسن سے آنکھیں سینکیں۔ البتہ مرد کے لیے غض بصر کا حکم اولین حیثیت رکھتا ہے جب کہ عورت کے لیے اس کے علاوہ دیگر حفظ اخلاق کے قوانین بھی قرآن نے بیان کیے ہیں کہ وہ اپنی زیب و زینت کی نمائش کھلے بندوں نہیں کر سکتی۔

بے نکاحوں کے نکاح کرا دینے کا حکم

(آیات ۳۲- ۳۴) بیوہ عورتیں ہوں یا جوان لڑکے لڑکیاں، لونڈیاں ہوں یا غلام، ان کے نکاح جلد کرا دینے کی تاکید کی گئی ہے، تاکہ معاشرہ شیطان کی رخنہ اندازیوں سے محفوظ رہے۔ غلاموں کو آزاد لوگوں کی سطح پر لانے اور غلامی کو ختم کرنے کے لیے مکاتبت کی ہدایت کی گئی ہے اور مکاتبت کے خواہاں غلاموں کی مالی امداد کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اسی طرح لونڈیوں سے فحش پیشہ کرانے کی شدت سے ممانعت کی دی گئی تاکہ اسلامی معاشرہ مکمل طور پر پاک وصاف معاشرہ بن جائے۔

کائنات میں ساری روشنی اللہ کے نور سے ہے

(آیات ۳۸ - ۴۰) ﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا، اس کے نور کی مثال ایک طاق کی طرح ہے جس میں چراغ ہو اور چراغ شیشے کی قندیل میں ہو اور شیشہ چمکتے ہوئے روشن ستارے جیسا ہو۔ وہ چراغ ایک بابرکت درخت زیتون کے تیل سے جلایا جاتا ہو جو درخت نہ شرقی ہے نہ غربی۔ خود وہ تیل ایسا نفیس ولطیف ہے کہ خود بخود روشنی دینے لگے اگرچہ اسے آگ نہ بھی چھوئے، نور پر نور ہے، اللہ جسے چاہے اپنے نور کی طرف رہنمائی کرتا ہے، لوگوں کو یہ مثالیں اللہ بیان فرما رہا ہے اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ اس کے نور سے ہدایت پانے والے ان گھروں میں پائے جاتے ہیں جن کے ادب و احترام کا اور اللہ کا نام وہاں لیے جانے کا حکم ہے وہاں وہ صبح و شام اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ ایسے لوگ جنہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تجارت اور خرید وفروخت اللہ کی یاد سے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی۔ وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ پلٹ جائیں گی۔ اس ارادے سے کہ اللہ انہیں ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دے، بلکہ اپنے فضل سے اور زیادہ عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے بے حساب دیتا ہے۔

ان آیات کی حیثیت اس سورت میں نیر تاباں کی سی ہے جس کا پرتو ساری سورت کے تمام اجزا پر پڑ رہا ہے۔ یاد رہے کہ اسلام، قرآن، دین اور شریعت سب اللہ کا نور ہے۔ ساری کائنات میں ہدایت کی روشنی اللہ ہی کے وجہ مبارک سے ہے: ﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ نور سے مراد وہ چیز ہے جس کی وجہ سے اشیا کا ظہور ہوتا ہے۔ یعنی جو خود بخود ظاہر ہو اور دوسری چیزوں کو ظاہر کرے۔ انسان کے ذہن میں نور اور روشنی کا اصل مفہوم یہی ہے کہ کچھ نہ سوجھنے کی کیفیت کا نام اندھیرا، تاریکی و ظلمت ہے اور اس کے برعکس جب سب کچھ سجھائی دینے لگے اور ہر چیز ظاہر ہو جائے تو آدمی کہتا ہے کہ روشنی ہو گئی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لیے لفظ نور کا استعمال اسی بنیادی مفہوم کے لحاظ سے کیا گیا ہے۔

نور بھرے ایمان کی طرف دعوت

(آیات ٤١ - ٤٦) ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ﴾

ایمان و کفر کی حقیقت واضح کر دینے کے بعد ایمان باللہ کی دعوت دی جا رہی ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی ان صفات اور نشانیوں کی طرف توجہ دلائی جو شہادت دیتی ہیں کہ اس کائنات میں اس اللہ وحدہ لاشریک کا تصرف ہے کسی اور کا اس میں عمل دخل نہیں ہے۔ استدلال کے لیے آفاق کے دلائل پیش کیے گئے ہیں کہ اس کائنات میں مصرف حقیقی، صرف اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ ہر چیز اسی کی حمد و تسبیح کرتی ہے۔ اس لیے انسانوں کا بھی فرض ہے کہ اس خدائے وحدہ لاشریک پر ایمان لائیں اور اس کی عبادت و اطاعت میں کسی اور کو شریک کر کے اپنے آپ کو اس کے غضب کا مستحق نہ بنائیں۔

اللہ اور اس کے رسول کا ساتھ یکسوئی سے دو

(آیات ٤٧ - ٥٤) ان آیات میں خاص طور پر منافقین کو تنبیہ کی گئی ہے کہ ان کی یہ منقسم وفاداری کی پالیسی چلنے والی نہیں ہے کہ اپنے مفاد کی حد تک تو وہ اللہ رسول کا کلمہ پڑھیں اور اگر کوئی بات ان کو اپنے مفاد کے خلاف نظر آئے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو چھوڑ کر اپنی من مانی کریں۔ اگر فوز و فلاح مطلوب ہے تو یکسوئی کے ساتھ رسول کا ساتھ دیں ورنہ جس وادی میں بھٹکنا چاہتے ہیں اس میں بھٹکتے پھریں، اللہ کو ان کی کوئی پروا نہیں ہے اور یہ بھی یاد رکھیں کہ اصل چیز ایمان و اطاعت ہے: ﴿يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا...﴾ جھوٹی قسموں سے رسول کو دھوکا دینے کی کوشش نہ کریں۔ رسول کا کام اللہ کے دین کو پہنچا دینا تھا وہ اس نے پہنچا دیا۔ اب لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے انجام کو اچھی طرح پہچان لے: ﴿وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلافت ارضی کا وعدۂ ربانی

(آیات ۵۵ -۵۷) ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو مومن ہوئے اور نیک اعمال کیے، کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا۔ اور یقیناً ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوطی بنیادوں پر قائم کردے گا جسے ان کے حق میں وہ پسند فرما چکا ہے۔ اور ان کے خوف وخطر کو وہ امن وامان سے بدل دے گا، لہٰذا وہ میری عبادت کریں میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اس کے بعد جو کفر کرے تو ایسے لوگ فاسق ہیں۔ نماز کی پابندی کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کے رسول کی فرمانبرداری میں لگے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ ہرگز کافر یہ نہ سمجھیں کہ وہ ہمارے قابو سے نکل جائیں گے۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہے جو یقیناً بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے راست باز ساتھیوں کو نہایت واضح الفاظ میں خلافت ارضی عطا کیے جانے کی بشارت دی گئی ہے کہ تمہارے مخالفین اور دین کے دشمن تمہارا یا تمہارے دین کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ تمھیں خلافت ملے گی، جس طرح پہلے لوگوں کو دی جاتی رہی ہے۔'' تم نماز کا اہتمام کرو، زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور پوری دلجمعی کے ساتھ رسول کی اطاعت پر ڈٹے رہو۔ جلد وہ وقت آنے والا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خوف کی حالت کو امن واطمینان سے بدل دے گا۔

اس ارشاد سے مقصود منافقین کو متنبہ کرنا ہے کہ اللہ نے مسلمانوں کو خلافت عطا فرمانے کا جو وعدہ کیا اس کے مخاطب وہ صادق الایمان مسلمان ہیں جن کے اخلاق واعمال صالح ہوں، اللہ کے پسندیدہ دین کا اتباع کرنے والے ہوں اور ہر طرح کے شرک سے پاک ہو کر خالص اللہ کی بندگی وغلامی کے پابند ہوں۔ ان صفات سے عاری اور محض زبان سے ایمان کے مدعی لوگ نہ اس وعدے کے اہل ہیں اور نہ اس کے مصداق، لہٰذا وہ اس میں حصہ دار ہونے کی توقع نہ رکھیں۔

معاشرت کے بقیہ احکام

(آیات ۵۸ -۶۱) اے ایمان والو! لازم ہے کہ تمہارے مملوک اور تمہارے نابالغ بچے، تمہاری خلوت کے تین اوقات میں اندر آنے کی اجازت لیں: نماز فجر سے پہلے، ظہر کے وقت جب تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو اور عشا کی نماز کے بعد، یہ تینوں وقت تمہاری خلوت اور پردہ کے ہیں۔ ان کے علاوہ وہ بلا اجازت اندر آئیں تو نہ تم پر کوئی عذر ہے نہ ان پر کوئی ملامت۔ کیونکہ تمھیں ایک دوسرے کے پاس بار بار آنا جانا ہوتا ہے۔ اللہ اس طرح اپنے ارشادات کی وضاحت تم سے بیان فرماتا ہے۔ اللہ پورے علم اور کامل حکمت والا ہے۔ جب تمہارے لڑکے بالغ ہوجائیں تو جس طرح ان کے اگلے لوگ اجازت مانگ کر اندر آتے رہے، اسی طرح انہیں بھی اجازت مانگ کر اندر آنا چاہیے، اللہ تم سے اسی طرح اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے۔ اللہ ہی علم وحکمت والا ہے۔ بڑی بوڑھی عورتیں جنہیں نکاح کی امید اور خواہش نہ رہی ہو وہ اگر اپنی چادریں اتار کر رکھ دیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔ بشرطیکہ وہ اپنا بناؤ سنگھار ظاہر کرنے والی نہ ہوں، تاہم اگر اس سے بھی بچیں تو ان کے لیے بہت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

افضل ہے، اور اللہ خوب سننے اور جاننے والا ہے۔ اندھے پر، لنگڑے پر، بیمار پر اور خود تم پر مطلقاً کوئی حرج نہیں کہ تم اپنے گھروں سے کھا لو یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی چابیاں تمہاری تحویل میں ہوں، یا اپنے دوستوں کے گھروں سے۔ تم پر اس میں بھی کوئی گناہ نہیں کہ تم سب ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤ یا الگ الگ۔ البتہ جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں کو سلام کیا کرو، دعائے خیر ہے جو بابرکت اور پاکیزہ ہے اللہ کی طرف سے مقرر فرمائی ہوئی۔ اسی طرح اللہ کھول کھول کر تم سے اپنے احکام بیان فرما رہا ہے تاکہ تم سمجھ لو۔

سابقہ آیات ۲۷۔۳۱ میں گھروں کے اندر کے پردے سے متعلق جو ہدایات دی گئی تھیں۔ بعد میں انہی سے متعلق کچھ سوالات پیدا ہوئے۔ یہ آیات لوگوں کے سوالوں کے جواب میں بعد میں نازل ہوئی ہیں۔ آیت ۶۱: اس آیت کے دو حصے ہیں پہلا حصہ بیمار، لنگڑے، اندھے اور اس طرح کے معذور لوگوں کے بارے میں اور دوسرا عام لوگوں کے بارے میں۔

ان احکام کا پس منظر

ان ہدایات کا پس منظر یہ ہے کہ قرآن کی اخلاقی تعلیمات سے اہل عرب کی ذہنیت میں جو زبردست انقلاب واقع ہوا تھا اس سے حرام و حلال اور جائز و ناجائز کی تمیز کے معاملے میں ان کی حس انتہائی نازک ہوگئی تھی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی ''اے ایمان والو ایک دوسرے کے مال ناجائز طریقوں سے نہ کھاؤ۔'' ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ تو لوگ ایک دوسرے کے ہاں کھانا کھانے میں بھی سخت احتیاط برتنے لگے تھے، حتی کہ بالکل قانونی شرطوں کے مطابق صاحب خانہ کی دعوت و اجازت جب تک نہ ہوتی، وہ سمجھتے تھے کہ کسی عزیز دوست کے ہاں کھانا کھانا بھی ناجائز ہے۔

اس آیت میں اپنے گھروں سے کھانے کا جو ذکر ہے وہ اجازت دینے کے لیے نہیں بلکہ یہ ذہن نشین کرنے کے لیے ہے کہ اپنے عزیزوں اور دوستوں کے ہاں کھانا بھی ایسا ہی ہے جیسے اپنے ہاں کھانا، ورنہ ظاہر ہے کہ اپنے گھروں سے کھانے کے لیے کسی کی اجازت کی ضرورت نہ تھی۔

جہاں تک معذور آدمی کا تعلق ہے وہ اپنی بھوک رفع کرنے کے لیے ہر گھر اور ہر جگہ سے کھا سکتا ہے، اس کی معذوری بجائے خود سارے معاشرے پر اس کا حق قائم کر دیتی ہے۔ اس لیے جہاں سے بھی اس کو کھانے کے لیے ملے وہ اس کے لیے جائز ہے۔ رہے عام آدمی تو ان کے لیے ان کے اپنے گھر اور ان لوگوں کے گھر جن کا ذکر کیا گیا ہے، یکساں ہیں۔ ان میں سے کسی کے ہاں کھانے کے لیے اس طرح کی شرطوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ صاحب خانہ باقاعدہ اجازت دے تو کھائیں ورنہ خیانت ہوگی۔ آدمی ان میں سے کسی کے ہاں جائے اور گھر کا مالک موجود نہ ہو اور اس کے بیوی بچے کھانے کو کچھ پیش کریں تو بے تکلف کھایا جا سکتا ہے۔ جن رشتہ داروں کے نام یہاں لیے گئے ہیں ان میں اولاد کا ذکر اس لیے نہیں کیا گیا کہ آدمی کی اولاد کا گھر اس کا اپنا ہی گھر ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ اور اس کے رسول کی کامل اطاعت کا حکم

(آیات ٦٢- ٦٤) اے ایمان والو! تم اللہ کے نبی کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کو بلانے کی طرح نہ سمجھو۔ تم میں سے انہیں اللہ خوب جانتا ہے جو نظر بچا کر چپکے سے سرک جاتے ہیں۔ جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ آ لے: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ آگاہ ہو جاؤ کہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے، جس روش پر تم ہو وہ اسے بخوبی جانتا ہے اور جس دن یہ سب اس کی طرف لوٹائے جائیں گے اس دن ان کو ان کے کیے سے وہ خبردار کر دے گا۔ اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے۔

ان توضیحی احکام کے بعد اصل سلسلۂ کلام، اطاعت رسول سے متعلق جو آیت ۵۷ میں گزرا، پھر سامنے آ گیا اور اسی اہم مضمون پر یہ عظیم سورت ختم ہوئی ہے۔ خاتمے میں مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا ہے کہ اللہ کا رسول جب کسی اجتماعی کام کے لیے تمہیں بلائے تو اس کے بلانے کو کسی عام شخص کا بلانا نہ سمجھو کہ جب جی چاہا گئے اور گئے تو جب جی چاہا اٹھ کے چل دیے۔ بلکہ تم ضرور جاؤ اور جب تک اجازت نہ ملے اس وقت تک وہاں سے نہ اٹھو۔ اسی اطاعت میں تمہاری دین و دنیا کی فلاح و فوز کا راز مضمر ہے۔

حکمِ رسول کی خلاف ورزی پر سخت تنبیہ

آیت ٦٣ میں فرمایا گیا کہ جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا ان پر دردناک عذاب آ پہنچے۔

جعفر صادق رحمہ اللہ کہتے ہیں فتنے میں مبتلا ہونے سے مراد جابر و ظالم حکمرانوں کا تسلط ہے، بہرحال فتنے کی یہ بھی ایک صورت ہو سکتی ہے اور اس کے سوا بے شمار دوسری صورتیں بھی ممکن ہیں، مثلاً: باہمی فرقہ بندیاں، خانہ جنگیاں، اخلاقی زوال اور نظام جماعت کی پراگندگی، داخلی انتشار، سیاسی اور مادی طاقت کا ٹوٹ جانا، غیروں کا محکوم ہو جانا وغیرہ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ لوگوں کے مسائل و مصائب کا اصل سبب اللہ اور اس کے رسول کی خلاف ورزی کی نحوست ہوتا ہے۔

سورت کی آخری آیت میں پھر کلام کا رخ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت، الوہیت، اس کے علم و قدرت کی طرف موڑ دیا گیا جس طرح آغاز میں فرمایا تھا کہ اس سورت کو ہم نازل کرنے والے ہیں، اس کے احکام کو ہم نافذ کرنے والے ہیں اور کھلی کھلی آیات ہم ہی بھیجنے والے ہیں۔ آخر میں فرمایا کہ آخر کار تمہیں لوٹ کر ہمارے پاس ہی آنا ہے، لہٰذا احتیاط سے زندگی گزارو اور اس کے احکام کی خلاف ورزی مت کرو۔

آگاہ رہو، آسمان و زمین میں جو کچھ ہے، اللہ کا ہے، تم جس روش پر بھی ہو وہ اس کو جانتا ہے۔ جس روز لوگ اس کی طرف پلٹیں گے وہ انہیں بتا دے گا کہ وہ کیا کچھ کر کے آئے ہیں، اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے: ﴿أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ قَدْ يَعْلَمُ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ وَيَوْمَ يُرْجَعُونَ إِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ

سورۂ فرقان مکی ہے، اس میں ستتر آیات اور چھ رکوع ہیں

سورت کا نام، زمانہ نزول اور موضوع

پہلی آیت کے فقرے: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ﴾ سے اس کا سورت کا نام ماخوذ ہے۔

سورۂ فرقان بھی اسی دور میں نازل ہوئی جس میں سورۂ مومنون نازل ہوئی تھی۔ یعنی مکہ کے دور متوسط میں۔ اس سورت کا بنیادی مضمون اثبات رسالت اور قرآن پر اعتراضات کا بھرپور اور مدلل جواب دیتے ہوئے نبی کریم ﷺ اور قرآن کا اصل مرتبہ و مقام واضح کرنا ہے۔ اس سورت کا مرکزی مضمون اثبات رسالت ہے، نیز اس میں اسلامی دعوت کے تمام ادوار...... دعوت، ہجرت، جہاد اور تمام بنیادی مطالب......توحید، رسالت، معاد...... زیر بحث آئے ہیں۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

نزول قرآن رب کائنات کی عظیم ترین نعمت ہے ☆ قرآن کے بارے میں اعتراضات منکرین کے ظلم وزور کا شاخسانہ ہے ☆ قرآن کو نازل کرنے والا ہر ظاہر و علانیہ کو جانتا ہے، کوئی اس پر جھوٹ کیونکر گھڑ سکتا ہے ☆ جہنم اور اہل جہنم کی ایک تصویر ☆ منکرین و معاندین کو دیکھ کر جہنم رسے تڑائے گی اور وہ پابہ زنجیر اس کے حوالے کردیئے جائیں گے ☆ جنت و اہل جنت کی تصویر، دنیا میں باغات و خوشحالی نہ سہی، جنت میں ہمیشگی کے باغوں میں عیش و آرام کریں گے ☆ انبیاء و صلحاء، اہل شرک سے اظہار برات کردیں گے ☆ سب انبیاء بشر ہی تھے اور بشری حاجات رکھتے تھے۔

کفار کے مطالبات کہ فرشتے کیوں نہیں آتے یا ہم رب کو اپنی آنکھوں سے کیوں دیکھ نہیں سکتے۔ اس کا جواب کہ جب فرشتے آئیں گے تو منکرین کے لیے خیر کا پیغام نہیں لائیں گے (۲۱، ۲۲) ☆ متکبرین کے کارناموں کی بے وقعتی ☆ جن کارناموں پر یہ فخر کر رہے ہیں، ہم ان کی وجہ سے انہیں زیر و بنادیں گے۔ ☆ اہل جنت کی عیش گاہیں ☆ قیامت کے دن مکذبین ہاتھ کاٹیں گے کہ رسول کی بات کیوں نہ مانی ☆ قرآن کی بات نہ ماننے پر قیامت کے دن اللہ کی عدالت میں رسول استغاثہ کریں گے ☆ نبی کریم ﷺ کو تسلی کہ سب نبیوں کے مخالف پیدا ہوتے رہے ہیں ☆ معترضین کا اعتراض کہ قرآن یک دم کیوں نازل نہیں ہورہا؟ اس لیے کہ اسے برداشت کرلیا جائے اور عمل آسان ہو، نیز پہلے بھی تو کوئی کتاب یکبارگی نازل نہیں ہوئی ☆ منکرین کے اعتراضات کا جواب ہماری ذمہ داری ہے۔ نبی کریم ﷺ کو اطمینان دہانی ☆ گمراہوں کی اصل منزل جہنم ہے ☆ صداقت نبوت و کتاب پر تاریخی شواہد ☆ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو بھی پہلے پہل کتاب کے بغیر ہی منذر بنا کر بھیجا گیا تھا ☆ قوم نوح و دیگر رسولوں اور ان کی قوموں کی تکذیب کے باعث ہلاکت کا اجمالی ذکر ☆ سب انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ایک کا انکار سب کا انکار ہے ☆ نفس پرست لوگ جانوروں سے بھی بدتر ہیں ☆ تاریخی شواہد کے بعد اب آفاقی و انفسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دلائل سے توحید اور رسالت محمدی کا اثبات ☆ سائے کو پھیلانا پھر سکیڑنا، شب کو پردہ پوش اور نیند کو دافع کلفت اور دن کو وقت نشور، باران رحمت سے پہلے خوش کن ہواؤں کا چلنا، آسمان سے پاک پانی کا نزول، زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کرنا، دریاؤں کے میٹھے اور کھاری پانی کے درمیان نظر نہ آنے والا پردہ حائل کر دینا (دو اضداد میں توافق کی ایک انفسی دلیل) ☆ پانی سے انسان کو پیدا کرنا اور اس کے نسبی اور سسرالی رشتوں کا بنایا جانا ☆ غیر اللہ کے نافع وضار ہونے کی نفی ☆ کفار کی حالت پر تعجب جن کی شیطان سے دوستی اور رحمن سے جنگ ہے ☆ منصب نبوت کی وضاحت ☆ اسم رحمٰن پر قریش کا تجاہل عارفانہ ☆ نشانیوں سے زیادہ ان سے عبرت حاصل کرنے کی ضرورت ہے ☆ عباد الشیطان کے مدمقابل عباد الرحمن کی خصوصیات۔

عباد الرحمٰن کی خصوصیات

عاجزی سے چلتے ہیں ☆ جاہلوں کے منہ نہیں لگتے ☆ خلوت میں خشیت وانابت میں مشغول رہتے ہیں ☆ اپنی نیکی اور صالحیت پر اتراتے نہیں ☆ عذابِ جہنم سے پناہ مانگتے ہیں ☆ انفاق میں بخل واسراف سے کام نہیں لیتے ☆ شرک، قتل، زنا، جھوٹی گواہی جیسے جرائم میں ملوث نہیں ہوتے ☆ خطا ہو جائے تو فوراً توبہ کرتے ہیں، شریفانہ طریقے سے زندگی گزارتے ہیں ☆ لغویات سے پرہیز کرتے ہیں ☆ قرآن کے سامنے اندھے بہرے نہیں بنتے ☆ اہل وعیال کی عاقبت کی فکر کرتے ہیں اور تقویٰ سے ان کی تربیت کرتے ہیں۔ ☆ تواضع کا صلہ جنت کے اونچے محلات اور سلام کے تحفے۔ ☆ مجرمین اور عباد الشیطان کو تنبیہ کہ حجت پوری ہو رہی ہے ورنہ اللہ کو تمہاری کیا پروا۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ١ - ٣٤) ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ﴿۲﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا﴾

قرآن کا نزول سب سے بڑی برکت والی ہستی کی طرف سے سب سے بڑی برکت ورحمت کا نزول ہے کہ اس نے بجائے عذاب بھیجنے کے مقدس کتاب بھیج دی ہے، اللہ تو وہ ہستی ہے جو خالق ومالک ہے، لیکن توحید اور قیامت کے منکرین قرآن اور صاحب قرآن کو نامعقول باتوں کا نشانہ بنا کر جھٹلا رہے ہیں، مثلاً: یہ کیسا رسول ہے؟ جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، اس کے ساتھ کوئی فرشتہ بھی نہیں جو اس کی پکار کی تصدیق کرے، اس کے پاس کوئی خزانہ بھی نہیں، باغوں اور خزانوں کا بھی مالک نہیں، جب ان میں سے کوئی خوبی اس میں نہیں تو لگتا ہے اس کا دماغ چل گیا ہے جو یہ اپنے آپ کو رسول سمجھتا ہے۔ آخرت کے منکرین کا ٹھکانہ جہنم ہے جس میں انہیں مشکیں باندھ کر پھینک دیا جائے گا اور وہ انہیں دور ہی سے دیکھ کر غصے سے بھر جائے گی اور دھاڑنا شروع کر دے گی جسے یہ اپنے کانوں سے سنیں گے اور اپنے لیے موت مانگیں گے لیکن وہاں موت نہ ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَقَالَ الَّذِیْنَ: 19

(آیات: ۲۱۔ ۳۴) ﴿وَ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰی رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ وَ عَتَوْ عُتُوًّا كَبِیْرًا ۝ یَوْمَ یَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰی یَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِیْنَ وَ یَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا﴾

نبوت و رسالت کا جامع تصور پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ سبھی رسول بشر ہی تھے اور جتنے بھی رسول آئے سبھی انہی صفات سے متصف تھے ''نبی کے ساتھ فرشتے کیوں نہیں بھیجے جاتے'' اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ جس دن یہ فرشتوں کو دیکھ لیں گے اس دن ان مجرموں کے لیے کوئی بشارت نہ ہوگی اور اس دن رسول کہے گا کہ اے میرے رب! بیشک میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔ آج ان کو موقع دیا گیا ہے کہ وہ رسول کی بات مانیں اور قرآن پر لائیں، لیکن یہ بیہودگیاں جھاڑ رہے ہیں۔

یہ منکرین کی کوئی نئی قسم نہیں ہے

(آیات ۳۵-۴۴) اگر اب یہ لوگ نبی کی بات نہیں مان رہے، قرآن پر اعتراض کر رہے ہیں، اس کی تکذیب کر رہے ہیں تو یہ منکرین کی کوئی نئی قسم نہیں ہے، نہ ہی یہ روش نئی ہے۔ اسی طرح ہماری گرفت بھی کوئی انوکھی چیز نہیں ہے۔ تاریخ سے اس حقیقت کا اثبات دیتے ہوئے بتایا کہ سیدنا موسیٰ، ھارون علیہما السلام کو بھی کتاب دی گئی تھی جسے ان کی قوم نے نہیں مانا، ہم نے ان منکرین کو زبردست تباہی سے دوچار کر دیا۔ جس طرح ان سے پہلے قوم نوح، قوم ھود، قوم صالح، اصحاب الرس اور بہت سے دیگر بستیوں والے مکذبین ہلاک کر ڈالے گئے۔ اس لیے اے نبی! آپ اور آپ کے ساتھی صبر و استقامت کے ساتھ اپنے کام میں مشغول رہیں! یہ نہ خیال کریں کہ یہ سننے، سمجھنے والے لوگ ہیں۔ یہ چوپایوں سے بھی زیادہ بے عقل اور اپنی خواہشات کے غلام ہیں۔ آپ کا کام صرف یہ ہے کہ آپ ان پر حجت تمام کر دیں ﴿اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا﴾

قرآن کی دعوت کے اساسی مسائل

(آیات ۴۵-۶۲) قرآن کی دعوت کے اساسی مسائل توحید اور معاد کے اثبات میں آفاق کے بعض دلائل کی طرف اشارہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا گیا ہے اور نبی ﷺ کو اس امر کی تلقین کی گئی ہے کہ مخالفین کے مطالبۂ معجزات سے بے پروا ہو کر اسی قرآن کے ذریعے سے ان پر اتمام حجت کریں۔ اس قرآن میں گوناگوں اسالیب سے وہ ساری باتیں واضح کردی گئی ہیں۔ جن کا واضح ہونا اتمام حجت کے نقطۂ نظر سے ضروری ہے۔ اگر لوگ اس کو نہیں مانتے تو آپ کا کام صرف انذار وتبشیر ہے۔ آپ اپنا فرض ادا کر کے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ ان کے بے سروپا اعتراضات کو کوئی اہمیت نہ دیں جو انھوں نے محض قرآن کی مخالفت کے لیے بطور بہانہ ایجاد کیے ہیں۔ اللہ پر بھروسا رکھیں۔ وہ ہر چیز سے آگاہ ہے۔ وہ ہر ایک کے ساتھ وہی معاملہ کرے گا جس کا وہ مستحق ہے۔ اس دنیا کے شب وروز تذکیر وتنبیہ کے لیے کافی ہیں، بشرطیکہ انسان یاددہانی حاصل کرنا اور اپنے رب کا شکر گزار بندہ بننا چاہے! جن لوگوں کے اندر خشیت وانابت ہوتی ہے وہ اس طرح اکڑا نہیں کرتے جس طرح یہ متمردین اکڑ رہے ہیں، بلکہ ان کی روش ان سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔

عباد الرحمن کے اوصاف اور ان کا ذکر خیر

(آیات ۶۳ - ۷۷) ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کی خصوصیات ذکر فرمائی ہیں کہ وہ عاجزانہ چال ڈھال کے مالک ہوتے ہیں، جاہلوں، بے وقوفوں اور بے دین لوگوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتے، فرض نمازوں کے علاوہ وہ راتوں کو بھی اپنے رب کے حضور قیام کرتے ہیں اور دیگر دعاؤں کے ساتھ ساتھ وہ عذاب جہنم سے پناہ مانگتے ہیں۔ وہ بخل سے کام نہیں لیتے اور نہ اسراف سے اللہ کا مال نام ونمود میں اڑاتے ہیں بلکہ میانہ روی کی زندگی بسر کرتے ہیں، وہ شرک بھی نہیں کرتے، کسی کو ناحق قتل بھی نہیں کرتے، نہ وہ بدکار ہوتے ہیں، کسی کے حق میں وہ جھوٹے گواہ بھی نہیں بنتے، شریفانہ طرز عمل اختیار کرتے ہیں اور اپنے ربّ سے اپنے اہل وعیال کے لیے رحمت وعافیت کی دعائیں کرتے ہیں۔

ان اوصاف پر اللہ کے ہاں اجر

ان خصوصیات واوصاف کو اپنانے والوں کو جہاں دنیا میں عزت ووقار ملے گا وہاں قیامت کے دن بھی اللہ کریم اپنے ان بندوں کو اجر عظیم کا حق دار بنادے گا اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے: ﴿ أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ۝ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے صبر کا پھل منزلِ بلند کی شکل میں پائیں گے، آداب وتسلیمات سے ان کا استقبال کیا جائے گا اور وہ ہمیشہ ہمیشہ وہاں رہیں گے، کیا ہی اچھا ہے وہ جائے قرار اور کتنا ہی عزت افزا ہے وہ مقام ہے۔''

فیصلہ خود کیجیے!

ایک وہ لوگ ہیں جن کا تذکرہ سورۂ فرقان کے شروع میں کیا گیا، جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں اور قرآن وصاحب قرآن پر اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ ان کا انجام جہنم کی آگ یعنی ہمیشہ کی رسوائی ہے اور ایک یہ لوگ ہیں جن کا سورت کے اختتام میں ذکر ہوا۔ انہوں نے نہ صرف قرآن کو مانا بلکہ اس کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالا جس کے نتیجے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں وہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے بن گئے۔ ان کو لقب خاص ''عبادالرحمن'' سے نوازا گیا۔ وہ دنیا میں چلتے پھرتے مجسم قرآن ہیں اور قرآن پر عمل کرنے سے وہ دنیا و آخرت میں عزت کے مستحق ہو گئے ہیں۔ ایک لحاظ سے قرآن مجید کا سوال ہے اپنے مخاطبین سے کہ وہ کن لوگوں میں شامل ہونا پسند کرتے ہیں۔ مکذبین میں یا مصدقین میں؟

سُوْرَةُ الشُّعَرَاءِ

سورۂ شعراء مکی ہے، اس میں دو سو ستائیس آیات اور گیارہ رکوع ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت، زمانہ نزول اور موضوع

اس سورت کا نام اس کی آیت ۲۲۴: ﴿وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ﴾ سے ماخوذ ہے۔

یہ سورت بھی سورۂ فرقان کی طرح مکہ کے دورِ متوسط میں نازل ہوئی، جیسا کہ پچھلی سورت کے مقدمے میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ کفار کی جانب سے نبی کریم ﷺ اور آپ کے پیروکاروں پر الزامات اور نامعقول اعتراضات کیے جا رہے تھے جن سے آپ کا دل کٹ رہا تھا۔ ان حالات میں یہ سورت نازل ہوئی کہ آپ اپنے آپ کو کیوں گھلائے جا رہے ہیں۔ ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ یہ نہیں کہ انہوں نے کوئی نشانی نہیں دیکھی، بلکہ ان کے انکار کا اصل سبب ان کی ہٹ دھرمی ہے۔ اگر کوئی طالب حق اور صالح فطرت ہو تو اللہ کی زمین پر نشانیاں ہی نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں جنہیں دیکھ کر وہ حقیقت پہچان سکتا ہے۔

سورۂ فرقان کی طرح اس میں بھی نبی کریم ﷺ کی رسالت اور قرآن کے کتاب الٰہی ہونے کا اثبات ہے۔ سابقہ سورت میں جن انبیائے کرام کی سرگزشتوں کا اجمالی اشارہ فرمایا گیا تھا اس سورت میں ان کی تفصیل بیان کر دی گئی ہے! نبی کریم ﷺ پر قریش کے کاہن اور شاعر ہونے کا جو الزام تھا اس میں اس الزام کی خاص طور پر تردید کی گئی ہے۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱-۹) ﴿طٰسٓمّٓ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ۝ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۚ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾

آغاز سورت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر قرآن کے مخالفین اس پر ایمان نہیں لا رہے تو آپ اس چیز سے پریشان نہ ہوں۔ اگر اللہ چاہے گا تو کوئی ایسی نشانی اتار دے گا! جو ان سب کی گردنیں قرآن کے آگے جھکا دے گی، لیکن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن کی صداقت کسی خارجی نشانی کی محتاج نہیں ہے، یہ اپنی صداقت کی خود دلیل ہے۔ اگر یہ لوگ اس کو جھٹلاتے ہیں تو جن خطرات سے قرآن آگاہ کررہا ہے وہ سب ایک ایک کرکے پیش آکر رہیں گے۔ اس کائنات میں نشانیوں کی کمی نہیں ہے، لیکن جو لوگ ایمان نہیں لانا چاہتے ان کے لیے کوئی نشانی کارگر نہیں ہوتی۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ذکر

(آیات ۱۰ -۶۸) سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی سرگزشت میں وہ واقعات اجمالاً بیان ہوئے ہیں جو فرعون کے پاس جانے کے حکم سے لے کر اس کی غرقابی تک پیش آئے۔

اور جب تمہارے رب نے موسیٰ کو آواز دی کہ ظالم قوم کے پاس جاؤ۔ قوم فرعون کے پاس، کیا وہ ڈرتے نہیں؟ موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! مجھے تو خوف ہے کہ کہیں وہ مجھے جھٹلا نہ دیں اور میرا سینہ تنگ ہو رہا ہے، میری زبان چل نہیں رہی،، لہٰذا تو ہارون کی طرف بھی وحی بھیج۔ مجھ پر ان کے ہاں ایک جرم کا الزام بھی ہے، مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھے مار نہ ڈالیں اللہ نے فرمایا: ہرگز ایسا نہیں ہوگا، تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ۔ ہم خود سننے والے تمہارے ساتھ ہیں۔

تم دونوں فرعون کے پاس جا کر کہو کہ بلاشبہ ہم رب العالمین کے بھیجے ہوئے ہیں۔ تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو روانہ کردے۔ فرعون نے کہا کہ کیا ہم نے تجھے بچپن میں اپنے ہاں نہیں پالا تھا؟ اور تو نے اپنی عمر کے بہت سے سال ہم میں نہیں گزارے؟ پھر تو اپنا وہ کام کر گیا جو کر گیا اور تو بڑا احسان فراموش آدمی ہے۔ موسیٰ نے فرمایا کہ میں نے اس کام کو نادانستگی میں کیا تھا، پھر تمہارے خوف سے میں بھاگ گیا تھا، پھر مجھے میرے رب نے حکم و علم عطا فرمایا اور مجھے اپنے رسولوں میں شامل فرما دیا۔ مجھ پر تیرا کیا یہی وہ احسان ہے جسے تو جتلا رہا ہے۔ اس کی حقیقت تو یہ ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔ فرعون نے کہا رب العالمین کیا چیز ہے؟ موسیٰ نے فرمایا: وہ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے، اگر تم یقین رکھنے والے ہو۔ فرعون نے اپنے اردگرد والوں سے کہا کہ کیا تم سنتے ہو؟ موسیٰ نے فرمایا: وہ تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادا کا رب ہے۔ فرعون نے کہا: لوگو! تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے، یقیناً دیوانہ معلوم ہوتا ہے۔

یوں فرعون نے آپ کا اثر زائل کرنے کے لیے ملک بھر سے جادوگروں کو جمع کیا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کرایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں سے فرمایا: جو کچھ تمہیں پھینکنا ہے پھینک دو انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پھینک دیں اور کہنے لگے فرعون کی عزت کی قسم! ہم یقیناً غالب ہی رہیں گے پھر موسیٰ نے بھی اپنا عصا میدان میں پھینک دیا تو یکایک وہ ان کی جھوٹی شعبدہ بازی کو ہڑپ کرتا چلا گیا۔ یہ دیکھتے ہی جادوگر سجدے میں گر گئے (۴۶) اور بول اٹھے کہ ہم تو رب العالمین پر ایمان لائے۔ یعنی موسیٰ اور ہارون کے رب پر۔ فرعون نے کہا کہ میری مرضی پوچھے بغیر تم اس پر ایمان لے آئے ہو؟ یقیناً یہی تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے، سو تمہیں ابھی پتہ چل جائے گا، میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دوں گا اور تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا۔ انہوں نے کہا: کچھ پروا نہیں، ہم اپنے رب کے حضور پہنچ جائیں گے۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارا رب ہماری خطائیں معاف فرما دے گا، کیونکہ ہم سب سے پہلے ایمان لائے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرعون اور آلِ فرعون کی ہٹ دھرمی کا انجام تباہی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس کا فیصلہ اب ہو چکا تھا، چنانچہ موسیٰ (علیہ السلام) سے کہا گیا کہ آج کی رات سارے مسلمانوں کو اس بستی سے نکال کر لے جائیں۔ پھر ہم نے انہیں ان کے باغات اور چشموں سے، خزانوں سے اور بہترین رہائش گاہوں سے نکال باہر کیا۔ یوں ہم نے ان تمام چیزوں کا وارث بنی اسرائیل کو بنا دیا، چنانچہ سورج نکلتے ہی فرعونی ان کے تعاقب میں نکلے۔ جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو موسیٰ کے ساتھی چیخ اٹھے، اوہ ہم تو پکڑے گئے۔ موسیٰ نے فرمایا: ہرگز نہیں، میرا رب میرے ساتھ ہے جو ضرور میری رہنمائی فرمائے گا۔ ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ دریا پر اپنا عصا مارو اسی وقت دریا پھٹ گیا اور ہر ایک حصہ بہت بڑے پہاڑ کی طرح ہو گیا اور ہم اسی جگہ دوسرے گروہ کو بھی قریب لے آئے، پھر موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کو نجات عطا فرما دی اور دوسروں کو ڈبو دیا۔

یہ انجام ہوا ان مکذبین کا تو قریش مکہ کیوں غفلت میں پڑے ہوئے ہیں؟ کیا یہ بھی اسی انجام سے دوچار ہونا چاہتے ہیں؟

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعوت توحید

(آیات ۶۹-۱۰۴) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعوت توحید کا حوالہ دیا گیا ہے جو انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کو دی تھی۔ اسی ذیل میں ان لوگوں کے انجام کا بیان ہوا ہے جو اپنے مزعومہ شرکا و شفعا کے بل پر آخرت سے بے پروا ہیں۔

جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا کہ یہ تمہارے معبود سننے، بولنے اور تمھاری مدد کرنے سے عاجز ہیں تو تم ان کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا سوائے اس کے کہ ہم نے اپنے بڑوں کو انہیں پوجتے دیکھا ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ عبادت کے لائق صرف وہی ذات ہے جو ہمیں کھلاتی پلاتی، سیدھے راستے پہ چلنے کی رہنمائی کرتی، بیماریوں سے شفا دیتی اور موت و حیات کی قدرت رکھتی ہے، لیکن کوئی ایمان نہ لایا بلکہ باپ تک نے بھی آپ کو دھمکیاں دیں اور گھر سے نکال باہر کیا۔ مگر ہم نے اسے نیک نام کیا، اس کی جد و جہد کو بابرکت بنایا اور صالح اولاد عطا کی اور دنیا و آخرت میں عزتیں عطا کیں۔

اسی طرح کا رویہ کفار مکہ کا بھی سیدنا ابراہیم کے فرزند محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو رہا ہے تو معاندین یاد رکھیں کہ انہیں سوائے ذلت کے کچھ نہیں ملے گا، جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے اور اس کے ماننے والوں کو اسی طرح کامیابیاں نصیب کرے گا جس طرح سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو عطا فرمائی تھیں۔

سیدنا نوح علیہ السلام کی دعوت

(آیات ۱۰۵-۱۲۲) سیدنا نوح علیہ السلام کی اپنی قوم کو دعوت اور قوم کا متکبرانہ جواب اور انجام کار پوری قوم پانی میں غرق کر دی گئی، صرف اہل ایمان کشتی نوح میں سوار ہونے کی وجہ سے بچ سکے۔

چنانچہ ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کر کے نجات دے دی۔ بعد ازاں باقی کے تمام لوگوں کو ہم نے ڈبو دیا۔ یقیناً اس میں بہت بڑی عبرت ہے، ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے اور بے شک تمہارا رب ہے زبردست بہت رحم کرنے والا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ھود علیہ السلام اور ان کی قوم

(آیات ۱۲۳ - ۱۴۰) سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم عاد کو توحید و تقویٰ اختیار کرنے کی تبلیغ کی، یہ قوم بڑی اونچی اونچی عمارتیں بناتی تھی۔ آپ نے فرمایا: کیا تم ہر اونچے مقام پر بے مقصد عمارت کھڑی کردیتے ہو اور بڑے بڑے محل تعمیر کرتے ہو، شاید تمہیں ہمیشہ یہیں رہنا ہے اور جب کسی پر ہاتھ ڈالتے ہو تو سختی اور ظلم سے پکڑتے ہو، لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو۔

قوم جواب میں کہتی: تم وعظ کہو نہ کہو ہمارے لیے برابر ہے۔ یہ تو بس پرانے لوگوں کی عادت ہے اور ہم ہرگز عذاب نہیں دیے جائیں گے۔ چونکہ عادیوں نے ہود کو جھٹلایا، اس لیے ہم نے انہیں تباہ کر دیا، یقیناً اس میں نشانی ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہ تھے۔

سیدنا صالح علیہ السلام اور قوم ثمود

(آیات ۱۴۱ - ۱۵۹) سیدنا صالح علیہ السلام نے ثمودیوں کو دعوت توحید و تقوی پیش کی۔ قوم ثمود پہاڑوں کو تراش کر پرتکلف مکانات بنانے میں بڑی ماہر تھی۔ پیغمبر کی دعوت کے جواب میں معجزے کا مطالبہ کیا کہ اس پہاڑ سے اونٹنی نکلے جو ہمارے سامنے بچہ دے اور ہم اس کا دودھ پییں۔ ایسے ہی ہوا، لیکن چند دن بعد ان ظالموں نے اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ ڈالیں اور معجزے کے ساتھ یہ سلوک کیا تو ہمارے عذاب نے انہیں آ دبوچا۔

سیدنا لوط علیہ السلام اور قوم کا انجام بد

(آیات ۱۶۰ - ۱۷۵) سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم ہم جنسی پرستی کے مرض میں مبتلا تھی اور مسلسل تکذیب کرتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نوجوانوں کی شکل میں ان کے پاس بھیجا تو انہوں نے ان کے ساتھ بھی برائی کا ارادہ کیا۔ اللہ تعالی نے سیدنا لوط علیہ السلام اور اس کے ساتھ ایمان والوں کو بچا لیا اور باقی سب پر پتھر برسا کر ہلاک کر دیا، حتی کی سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی بھی قوم کے ساتھ ہی ہلاک کردی گئی۔

سیدنا شعیب علیہ السلام اور اہل مدین

(آیات ۱۷۶-۱۹۱) سیدنا شعیب علیہ السلام اور ان کی دعوت کے ساتھ اہل مدین یا "اصحاب الایکہ" نے معاندین کا رویہ اختیار کیا۔ اس قوم میں کم تولنے کی عادت بھی تھی اور زمین میں فساد کرنا بھی ان کا شیوہ تھا۔ پیغمبر نے بہت روکا، لیکن یہ اپنی ضد پر جمے رہے تو انہیں سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا، وہ بڑے بھاری دن کا عذاب تھا۔

ان تمام ہلاک و برباد ہونے والی قوموں کے رویے کی پیروی اگر قریش مکہ کرتے رہے تو ان سے بھی کوئی رعایت نہیں کی جائے گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ آپ کا طریقہ ان انبیاء والا ہے اور آپ کے ساتھیوں کا نجات پانے والوں کا۔ اس لیے تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ تم لوگ کامیاب ہو جس طرح پہلے انبیاء کو ماننے والے اور ان کا ساتھ دینے والے کامیاب ہوئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منکرین قرآن کو تدبر کی دعوت

(آیات ۱۹۲-۲۲۷) سورت کے اختتام میں تمہید کے مضمون کی پوری وضاحت کی گئی ہے۔اس کی تفصیلات یہ ہیں:

① قرآن کا منبع وحی الٰہی ہے جسے اللہ نے روح الامین جبریل علیہ السلام کے ذریعے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر نازل فرمایا۔

② اس کا عربی زبان میں نازل ہونا، اہل عرب پر عظیم احسان ہے۔اگر انھوں نے اس کی قدر نہ کی تو یہ ان کی انتہائی محرومی و بدقسمتی ہوگی۔

③ اس کے دلائل سابقہ انبیاء کے صحیفوں میں موجود ہیں اور علمائے اہل کتاب ان سے واقف ہیں۔

☆ یہ کفار کے لیے انذار وتنبیہ ہے تاکہ مواخذے سے پہلے ان کو اچھی طرح آگاہ کردیا جائے۔

☆ اس کو جنوں اور شیطانوں کی وحی قرار دینا محض بے عقلی ہے، کیونکہ شیاطین تو جھوٹے لوگوں پر اترتے ہیں۔

☆ یہ کسی شاعر کا کلام نہیں کیونکہ شعرا تو خیالی وادیوں میں ٹامک ٹوئیاں مارتے رہتے ہیں، وہ تو صرف ڈینگیں مارنے پر اکتفا کرتے ہیں قرآن تو اللہ کا کلام ہے شاعری میں اور قرآن کے الفاظ میں دور کا بھی واسطہ نہیں۔

سُورَۃُ النَّمۡلِ

سورۂ نمل مکی ہے، اس کی ترانوے آیات اور سات رکوع ہیں

سورت کا نام اور موضوع

اس سورت کا نام اس کی آیت ۱۸ کے جملے: ﴿حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوۡا عَلٰى وَادِ النَّمۡلِ﴾ سے ماخوذ ہے۔

سابقہ میں اس حقیقت کی وضاحت کی گئی ہے کہ یہ قرآن کوئی شاعری اور کہانت کی کتاب نہیں ہے بلکہ منزل من اللہ کلام ہے،لیکن مکذبین اسے قبول کرنے کی بجائے عذاب کا مطالبہ کررہے ہیں! جبکہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ لوگ اس پر ایمان لائیں اور سابقہ مکذب قوموں کے انجام سے سبق سیکھیں۔اس سورت میں واضح کیا گیا ہے کہ یہ قرآن بشیر ونذیر بنا کر بھیجا گیا ہے،لیکن ایمان وہی لائیں گے جن کے دلوں میں اللہ اور آخرت کا خوف ہے: ﴿هُدًى وَّبُشۡرٰى لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۙ الَّذِيۡنَ يُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ وَهُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ يُوۡقِنُوۡنَ﴾ مگر جو لوگ اس دنیا کے عیش وآرام میں مگن ہیں اور ان مشاغل خبیثہ سے دستبردار نہیں ہونا چاہتے ان پر تذکیر وتنبیہ کا کوئی اثر نہیں ہوسکتا، کیونکہ انکار آخرت کی وجہ سے آدمی کا رویہ غیر ذمہ دارانہ ہوجاتا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمۡ اَعۡمَالَهُمۡ فَهُمۡ يَعۡمَهُوۡنَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرعون اور سرداران قریش کی باہمی مماثلت

اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے ایک نمونہ فرعون، سرداران قریش قوم ثمود اور قوم لوط کی صورت میں پیش کیا گیا ہے، جن کی سیرت فکر آخرت سے بے نیازی اور نفس کی بندگی سے تعمیر ہوئی تھی۔ یہ لوگ کسی نشانی کو دیکھ کر بھی ایمان لانے کے لیے تیار نہ ہوئے بلکہ الٹا ان لوگوں کے دشمن ہو گئے جنہوں نے ان کو خیر و صلاح کی طرف بلایا۔ فرعون کی سرکشی کے بعد دوسرا نمونہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کی شکر گزاری اور ملکہ سبا کی سلامت روی کا پیش کیا گیا۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دولت وحکومت اور شوکت و حشمت سے اس پیمانے پر نواز تھا کہ مکہ کے سردار اس کا خواب بھی نہ دیکھ سکتے تھے، لیکن اس سب کے باوجود چونکہ سلیمان علیہ السلام اپنے آپ کو اپنے رب کے حضور جواب دہ سمجھتے تھے اور انہیں احساس تھا کہ انہیں جو کچھ بھی حاصل ہے اللہ کی عطا سے حاصل ہے! اس لیے ان کا سر ہر وقت منعم حقیقی کے آگے جھکا رہتا تھا اور تکبر کا کوئی ادنیٰ شائبہ تک ان کی سیرت و کردار میں نہ پایا جاتا تھا۔

ملکہ سبا کا قابل رشک کردار

تیسرا کردار ملکہ سبا کا ہے جو تاریخ عرب کی نہایت مشہور دولت مند قوم پر حکمران تھی۔ اس کے پاس تمام وہ اسباب جمع تھے، جو کسی انسان کو غرور نفس میں مبتلا کر سکتے ہیں وہ سرداران قریش کی بہ نسبت لاکھوں درجے زیادہ مال دار تھی پھر وہ ایک مشرک قوم سے تعلق رکھتی تھی، تقلید آبائی کی بنا پر بھی اور اپنی قوم میں اپنی سرداری برقرار رکھنے کی خاطر بھی اس کے لیے شرک کو چھوڑ کر دین توحید اختیار کرنا اس سے بہت زیادہ مشکل تھا، جتنا کسی عام مشرک کے لیے ہوسکتا ہے، لیکن جب اس پر حق واضح ہو گیا تو کوئی چیز اسے قبول حق سے نہ روک سکی، کیونکہ اس کی گمراہی محض ایک مشرک ماحول میں آنکھیں کھولنے کی وجہ سے تھی۔ نفس کی بندگی اور خواہشات کی غلامی کا مرض اس پر مسلط نہ تھا۔ اس کا ضمیر اللہ کے حضور جواب دہی کے احساس سے فارغ نہ تھا۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تعارف

معاندین قرآن کے انکار وجود کی اصل علت دنیا کی زندگی پر ریجھ جانا ہے ☆ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے نو معجزات کا ذکر اور فرعون کا انکار ☆ سیدنا داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو علم و فضل کی عطا اور ان کا جذبۂ شکر ☆ سیدنا سلیمان علیہ السلام منطق الطیر اور حشرات الارض کی بولیاں بھی سمجھ لیتے تھے ☆ سیدنا سلیمان علیہ السلام کی فوج انسانوں کے علاوہ جنوں اور پرندوں پر مشتمل تھی ☆ چیونٹی کی تقریر ☆ سیدنا سلیمان علیہ السلام کا اظہار تشکر، ہدہد کی غیر حاضری اور اس کی آمد اور تقریر، ملکہ سبا کی حیرت انگیز بادشاہت کی خبر، عورت کی حکمرانی ایک تعجب انگیز امر تھا ☆ سجدے کے لائق صرف رب السموات والارض ہے نہ کہ کوئی مخلوق ☆ سیدنا سلیمان علیہ السلام کا خط اور اسلام کا مطالبہ ☆ ملکہ سبا کا مشورہ کرنا اس کی جمہوری یا شورائی حکومت ہونے کی دلیل نہیں، عام طریق کار تھا جیسا کہ فرعون بھی اپنے اعیان سلطنت سے مشورہ کیا کرتا تھا ☆ درباریوں کے مشورے کو قبول نہ کرنا اس کی عقلمندی، سلامت روی اور عاقبت بینی کی دلیل تھا ☆ تحائف پر مشتمل سفارتی خط، میں تحفوں سے نہیں قبول اسلام سے خوش ہوں گا!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا سلیمان علیہ السلام کا دھمکی آمیز جواب ☆ سیدنا سلیمان علیہ السلام کا تخت بلقیس منگوانے کے لیے مشورہ، تخت بلقیس کی حاضری اور سیدنا سلیمان علیہ السلام کی شکر گزاری ☆ ملکہ سبا سیدنا سلیمان علیہ السلام کے دربار میں ☆ سیدنا سلیمان علیہ السلام کے شیش محل کو دیکھ کر ملکہ کی حیرانی اور قبول اسلام۔

علو تکبر کا انجام کیا ہوتا ہے اور شکر و عاجزی کا صلہ کیا ملتا ہے ☆ عرب کی اقوام بائدہ میں سے دو قوموں: قوم ثمود و قوم لوط کے فساد اور انجام کا حوالہ ☆ قریش اور منکرین دین یہ نہ سمجھیں کہ یہ مصر و فلسطین اور یمن کے واقعات ہیں، بلکہ اپنے ملک کی تاریخ سے سبق حاصل کرلیں جن کے علو و استکبار کے نتائج ان کے سامنے ہیں ☆ نبی کریم ﷺ کے قتل کا منصوبہ قریش نے بھی بنایا تھا! جواب میں سیدنا صالح علیہ السلام کے خلاف ان کی قوم کے دار الندوہ کی سازش کا تذکرہ ☆ ان کے عالی شان تعمیرات کے کھنڈر آج بھی ان کے سامنے موجود ہیں ☆ سورت کے اختتام پر بیان کردہ واقعات کے نتائج کی طرف توجہ ☆ قرآن کی دعوت توحید پر آفاقی و انفسی دلائل ☆ منکرین کے انکار کا سبب، آخرت کے بارے میں ان کا تردد ہے ☆ نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ کا کام اندھوں اور بہروں کو دکھانا اور سنانا نہیں ہے، صرف قرآن کا پہنچا دینا ہے۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱ - ٦) ﴿طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۙ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۞ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ﴾

اس سورت کی تمہید سورۂ بقرہ کی تمہید سے ملتی جلتی ہے۔ اس میں واضح فرمایا ہے کہ قرآن بجائے خود نہایت واضح اور عقل و دل کو قائل کرنے والی کتاب ہے، لیکن جو لوگ آخرت کو نہیں ماننا چاہتے وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے! وہ جن دلچسپیوں میں منہمک ہیں، شیطان نے ان کی نگاہوں میں وہ اس طرح کھبا دی ہیں کہ اب وہ ان کے پیچھے اندھے ہو چکے ہیں اور اسی طرح بھٹکتے رہیں گے۔

(آیات ۷ - ۱٤) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی مدین سے واپسی اور اعطائے نبوت کے واقعے کا ابتدائی حصہ بیان ہوا ہے، جس میں یہ واضح فرمایا ہے کہ اللہ نے ان کو نہایت واضح نو نشانیوں کے ساتھ فرعون کے پاس رسول بنا کر بھیجا، لیکن فرعون اور اس کی قوم نے یہ یقین کرنے کے باوجود کہ یہ الٰہی نشانیاں ہیں، سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی رسالت تسلیم نہیں کی اور بالآخر وہ ہلاک ہو کر رہے۔

سیدنا داود اور سلیمان علیہما السلام کی شکر گزاری کا ذکر خیر

(آیات ۱۵ - ٤٤) اللہ کے صالح بندوں کو نعمت اندھا نہیں بناتی، بلکہ جتنا ان نعمتوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اتنی منعم حقیقی کے آگے ان کی فروتنی اور عاجزی بڑھتی جاتی ہے۔ سیدنا داود اور سلیمان علیہما السلام پر اللہ تعالیٰ کے جو انعامات ہوئے ان میں سے بعض کا حوالہ دیا گیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نعمت و جاہ اور علم و حکمت میں سے جو کچھ ان کو بخشا وہ کسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور کو نہیں بخشا گیا۔ مثلاً انہیں پرندوں کی بولیاں سمجھنے کی صلاحیت بخشی گئی۔ جیسا کہ ایک چیونٹی کی بات انہوں نے سن لی، پھر ہدہد سے مکالمہ کیا تو انہیں ملک سبا کے بارے میں پتہ چلا، اسی کے ذریعے سے انہوں نے ایک خط ملکہ سبا کو بھیجا جس میں اسے اسلام لانے کی دعوت دی۔ ملکہ کے حالات دیکھ کر آپ نے اس کی آمد سے پہلے ہی اس کا تخت منگوالیا جسے آپ کے ایک ساتھی نے آناً فاناً لا حاضر کیا۔ اس طرح کی نعمتوں کو پا کر سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اللہ کا شکر ادا کیا اور ہر نعمت کو اسی کا فضل جانا اور یہ حقیقت ہمیشہ پیش نظر رکھی کہ یہ نعمتیں دے کر اللہ تعالیٰ ان کا امتحان لے رہا ہے کہ وہ اس کے شکر گزار بندے بنتے ہیں یا ناشکر گزار۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کو نقل کرتے ہوئے فرمایا: ''یہ میرے رب کا فضل ہے، تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری، شکر گزار اپنے ہی فائدے کے لیے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا رب بے نیاز اور کریم ہے۔''

ملکہ سبا نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کے شیش محل کو دیکھا تو حیرانی کا اظہار کیا اور اسلام قبول کر لیا۔ اس سے سبق ملتا ہے کہ دنیا یا شرک کے ظاہری تموج کو دیکھ کر خیال کیا جاتا ہے کہ شاید اس کی یہی اصلیت ہے۔ اسی طرح شرک ظاہر میں کچھ اور باطن میں کچھ اور ہے۔

سیدنا صالح علیہ السلام کے خلاف قوم کی چال ناکام بنادی گئی

(آیت ۴۵-۵۳) مفسدین فی الارض کے انجام کو واضح کرنے کے لیے قوم ثمود کی مثال پیش کی گئی ہے، پچھلی سورت میں بھی ان کے فساد فی الارض کا ذکر گزر چکا ہے۔ اس سورت میں اس کی مزید وضاحت ہوئی ہے کہ ان کی جمعیت بہت بھاری تھی! ان کے نو جنگجو قبائل تھے اور یہ برابر جنگ و فساد میں سرگرم رہتے تھے۔ سیدنا صالح علیہ السلام نے ان کی اصلاح کی کوشش کی، لیکن انہوں نے نہ صرف یہ کہ ان کی بات سنی نہیں بلکہ ان کے قتل کے بھی درپے ہو گئے! بالآخر ان پر اللہ کا فیصلہ کن عذاب آیا اور ان کی پر شوکت تعمیرات، جن پر ان کو ناز تھا کھنڈروں کی شکل میں تبدیل ہو گئیں۔ ان کھنڈروں کے آثار، قریش کی عبرت کے لیے موجود ہیں۔

سیدنا لوط علیہ السلام کے ذکر سے مشرکوں کی حوصلہ شکنی

(آیات ۵۴-۵۸) سیدنا لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کے اخلاقی فساد کی اصلاح کی کوشش فرمائی اور اس کے برے انجام سے ان کو ڈرایا، لیکن وہ ان کی بات سننے کی بجائے، ان کو اور ان کے ساتھیوں کو اپنے اندر سے نکال دینے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے کہ یہ لوگ بڑے پارسا بنے پھرتے ہیں جو ہمیں نصیحت کرنے اٹھے ہیں۔ بالآخر ان پر بھی اللہ کا عذاب آیا، جس نے ان کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا۔ ان کے آثار پر سے بھی قریش کا اکثر گزر ہوتا تھا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اَمَّنْ خَلَقَ: 20

کیا اللہ کے سوا کسی کی کوئی ملکیت ہے؟

(آیات ۶۰، ۶۸) اس کائنات کی گوناگوں نشانیوں اور نعمتوں میں سے ایک ایک کی طرف اشارہ کر کے مخاطبوں سے سوال کیا گیا ہے کہ ان میں سے کس چیز کو تم اللہ کے سوا کسی اور کی طرف منسوب کر سکتے ہو؟ جب تم کسی چیز کو بھی اللہ کے سوا کسی اور کی طرف منسوب نہیں کر سکتے تو آخر اللہ کے سوا دوسری چیزوں کی کیوں عبادت کرتے ہو؟ اور ان کے بل بوتے پر اللہ اور اس کے رسول سے کیوں لڑنے اٹھ کھڑے ہوتے ہو؟ آخر میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے شرک اور شرکا کے حق میں یہ کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتے، لیکن آخرت کے معاملے میں یہ سخت تضاد میں مبتلا ہیں۔ اس کو یہ محض اگلوں کا افسانہ کہتے ہیں اور یہ چیز درحقیقت ان کی سرکشی کا سبب ہے۔

راہ راست کو اختیار کرنا ہی عقل مندی ہے

(آیات ۶۹ -۹۳) نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ ان منکرین و معاندین کے حال پر غم کھایئے، نہ ان کی چالوں سے پریشان ہوں۔ اگر یہ عذاب کا مطالبہ کر رہے ہیں تو ان سے کہہ دیجیے کہ جو مہلت ملی ہوئی ہے اس پر اللہ کا شکر کرو۔ اپنی شامت نہ بلاؤ۔ آپ اپنا فرض ادا کیجیے! اگر یہ نہیں سنتے تو آپ کا کام مُردوں اور بہروں کو سنانا نہیں ہے! آپ یہ اعلان کر دیجیے کہ مجھے اسی قرآن کے سنانے کی ہدایت ہوئی ہے! اس پر جو ایمان لائے گا اس کا نفع اسی کو پہنچے گا اور جو اس کا انکار کرے گا اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں ہے! میرا کام تم پر قرآن پڑھنا ہے۔ جو ہدایت کی راہ اختیار کرے گا وہ اپنا فائدہ کرے گا اور جو گمراہی پر چلے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔

مجھے تو بس یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے حرم بنایا ہے، جس کی ملکیت ہر چیز ہے اور مجھے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ میں مسلم بن کر رہوں: ﴿وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ﴾ اور میں قرآن پڑھ کر سناؤں، اب جو راہ راست پر آجائے، اس کا اپنا فائدہ ہے اور جو بھٹک جائے تو فرما دیجیے کہ میں تو صرف ہوشیار کرنے والوں میں سے ہوں اور فرما دیجیے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں وہ عنقریب اپنی نشانیاں دکھائے گا جنہیں تم پہچان لو گے اور جو کچھ تم کرتے ہو اس سے آپ کا رب غافل نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَۃُ الْقَصَص

سورۂ القصص مکی ہے، اس میں اٹھاسی آیات اور نو رکوع ہیں

سورت کا نام، ربط سورت، زمانہ نزول اور موضوع

اس سورت کا نام آیت ۲۵ کے فقرے: ﴿وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ﴾ سے ماخوذ ہے۔ باعتبار معنی بھی اس سورت کا عنوان ہوسکتا ہے، کیونکہ اس میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا قصہ نسبتاً تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

یہ سورت بھی مکہ کے دور متوسط میں نازل ہوئی ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ سورۂ شعرا، سورۂ نمل اور سورۂ قصص یکے بعد دیگرے نازل ہوئی ہیں۔ ان تینوں سورتوں کے اسلوب، انداز بیان اور مضامین سے بھی یہی محسوس ہوتا ہے کہ یہ تینوں سورتیں قریب قریب ایک ہی زمانے میں نازل ہوئی ہیں۔

ایک اور چیز ان تینوں سورتوں میں تقریبا مشترک پائی جاتی ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے قصے کے مختلف اجزا جو ان میں بیان کیے گئے ہیں وہ باہم مل کر ایک پورا قصہ بن جاتے ہیں۔ سورۂ شعراء میں منصب نبوت ملتے وقت سیدنا موسیٰ علیہ السلام عرض کرتے ہیں کہ قتل کا ایک جرم میرے ذمے لگا کر یہ لوگ مجھے کہیں قتل نہ کردیں، پھر جب آپ فرعون کے پاس گئے تو اس نے کہا: کیا ہم نے اپنے ہاں تجھے بچپن میں نہیں پالا تھا اور تو ہمارے ہاں چند سال رہ کر کچھ کر گیا جو کچھ کر گیا۔ ان دونوں باتوں کی وہاں کوئی تفصیل بیان نہیں کی گئی! اسی طرح سورۂ نمل میں قصہ اس بات سے شروع ہوگیا ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنے اہل وعیال کو لے کر جا رہے تھے اور اچانک انھوں نے ایک آگ دیکھی۔ وہاں کوئی تفصیل نہیں ملتی کہ وہ سفر کیسا تھا، وہ کہاں سے آرہے تھے اور کدھر جا رہے تھے؟ یہ ساری تفصیل اس سورۂ قصص میں بیان کی گئی ہے۔

سورۂ نمل کے اختتام پر نبی کریم ﷺ کی زبانی کہلوایا گیا کہ میں صرف ایک منذر ہوں، جو ہدایت چاہے گا اسے مل جائے گی اور جو بربادی کا راستہ پسند کرے گا تو اس کی اپنی ذمہ داری ہوگی۔ سورۂ قصص میں تاریخ کے حوالے سے منصب رسالت کی حدود ذکر فرمائیں کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام فرعون کے مابین کشمکش بھی یہی کچھ بتاتی ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت نبی کریم ﷺ کو بعینہ اسی مقصد سے سنائی گئی ہے جس مقصد سے سورۂ یوسف میں سیدنا یوسف علیہ السلام کی سرگزشت سنائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کی حفاظت وصیانت کے لیے اور اپنی سکیموں کو بروئے کار لانے کے لیے اپنی کیا شان اور نشانیاں دکھاتا ہے۔ مخالفین بھی دیکھ لیں کہ اس دعوت کی مخالفت میں بالآخر ان کو کس انجام سے دوچار ہونا پڑا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

قریش پر اس سورت میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا تھا اسی طرح اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کتاب کو تمہاری طرف بھیجا ہے تاکہ تم پر اللہ کی ہدایت پوری طرح واضح ہو جائے اور تمہارے پاس گمراہی پر جمے رہنے کے لیے کوئی عذر باقی نہ رہے۔

بنی اسرائیل پر یہ حقیقت واضح فرمائی کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول نہ ہوتے تو یہ کس طرح ممکن تھا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے ان گوشوں سے بھی واقف ہوتے جن سے تم بھی صحیح طور پر اور اس تفصیل کے ساتھ واقف نہیں ہو اور ساتھ ہی بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت کی طرف بھی اشارہ فرمایا کہ جو ہدایت اللہ نے تم پر نازل فرمائی تھی وہ تم نے اختلافات میں پڑ کر گم کردی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ اپنے رسول کے ذریعے سے اس ہدایت کو از سر نو زندہ کر دے اور مخلوق پر اپنی حجت پوری کر دے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ اس قرآن کو آپ نے اللہ سے خود مانگ کر نہیں لیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود آپ پر اس کی ذمہ داریاں ڈالی ہیں تو جب اس نے خود آپ پر اس کا بار ڈالا ہے تو آپ مخالفوں کی مخالفت اور راہ کی مشکلات سے بے پروا ہو کر اپنا فرض انجام دیں جس اللہ نے آپ پر یہ بوجھ ڈالا ہے، وہ خود ہر قدم پر آپ کی رہنمائی و دست گیری فرمائے گا اور آپ کو کامیابی کی منزل پر پہنچائے گا۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(آیات ۱- ۴۲) ﴿طٰسٓمّٓ ① تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ② نَتۡلُوۡا عَلَیۡکَ مِنۡ نَّبَاِ مُوۡسٰی وَ فِرۡعَوۡنَ بِالۡحَقِّ لِقَوۡمٍ
یُّؤۡمِنُوۡنَ ③ اِنَّ فِرۡعَوۡنَ عَلَا فِی الۡاَرۡضِ وَ جَعَلَ اَہۡلَہَا شِیَعًا یَّسۡتَضۡعِفُ طَآئِفَۃً مِّنۡہُمۡ یُذَبِّحُ اَبۡنَآءَہُمۡ وَ یَسۡتَحۡیٖ
نِسَآءَہُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ مِنَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ ④ وَ نُرِیۡدُ اَنۡ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَ نَجۡعَلَہُمۡ اَئِمَّۃً وَّ نَجۡعَلَہُمُ
الۡوٰرِثِیۡنَ ۙ⑤ وَ نُمَکِّنَ لَہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ وَ نُرِیَ فِرۡعَوۡنَ وَ ہَامٰنَ وَ جُنُوۡدَہُمَا مِنۡہُمۡ مَّا کَانُوۡا یَحۡذَرُوۡنَ﴾

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ بنی اسرائیل جو نہایت کمزور اور ذلیل سمجھے جاتے تھے، انہیں بلند مرتبہ عطا کیا جائے۔ فرعون کسی انجانے خواب کی وجہ سے بنی اسرائیل سے خوف میں مبتلا تھا۔ اس نے تمام بچے ذبح کرنے کا حکم دیا اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا۔ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو ان کی ماں کا دل حزن وغم سے بھر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے تسلی دی کہ تم اس بچے کو صندوق میں لٹا کر دریا میں بہا دو۔ مجھ پر بھروسا رکھو، تمہارا بیٹا تمہیں واپس ملے گا اور نبی بھی بنایا جائے گا۔ جب صندوق دشمن کے محل میں کھولا گیا تو فرعون کی ملکہ آسیہ اس بچے کے قتل میں مزاحم بن گئیں اور اس بچے کو دودھ پلانے کا حکم سرزد ہو گیا، لیکن بچے پر اپنی ماں کے سوا کسی عورت کا دودھ اللہ تعالیٰ نے حرام کر رکھا تھا۔ اس لیے وہ دودھ نہیں پی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہا تھا۔ اتنے میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی بہن جو پاس ہی کھڑی تھی، اس نے یہ ذمہ داری لے لی اور اپنے گھر کا پتا دیا۔ اس طرح موسیٰ اپنی ماں کی گود میں بخیریت بلکہ اعزاز کے ساتھ واپس پہنچا دیے گئے اور اللہ کا وعدہ پورا ہوا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اپنے ہی بیٹے کو دودھ پلاتیں اور فرعون سے اس کی مزدوری بھی لیتیں اس طرح وہ شاہی محل میں پلے بڑھے۔ نوجوانی میں ایک بنی اسرائیلی کی مدد کرنے لگے تو ایک قبطی ان کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ اپنی جان کے ڈر سے انہوں نے مصر چھوڑا اور مدین پہنچ گئے، جہاں ایک نیک آدمی کے گھر قیام پذیر ہوئے۔ اس کی بیٹی سے شادی کی اور دس سال تک معاہدے کے مطابق ان کی بکریاں چرائیں۔ اس مدت کی تکمیل کے بعد جب آپ واپس اپنے ملک مصر کی طرف آ رہے تھے تو راستے میں آپ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا اور فرعون کی طرف جانے اور اسے اللہ کا ڈر سنانے کا فریضہ سونپا گیا۔ فرعون مناظرہ بازی پر اتر آیا۔ مقابلے میں ہارنے کے باوجود اسلام قبول نہ کیا اور اپنی سرشت پر اڑا رہا۔ آخرکار پانی میں ڈبو مارا گیا اور بنی اسرائیل نے اس سے ہمیشہ کے لیے نجات پائی۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے نبوت تک سرگزشت سنانے کا مقصد وقت کے فراعنوں کو ایمان کی دعوت دینا اور فرعونیت کو قابل گرفت باور کرانا ہے کہ نجات صرف اہل ایمان ہی پا سکتے ہیں۔ منکرین، مکذبین اور معاندین ہمیشہ غرق دریا ہی کیے جاتے ہیں۔ اس لیے محمد ﷺ کی مخالفت و تکذیب سے باز آ جاؤ اور ایمان کا راستہ اپناؤ جو سلامتی اور عزت راستہ ہے۔

قصے میں موجود معارف و نکات

☆ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بچپن سے جوانی تک کی سرگزشت کہ صالح جوانی کا اصل جمال عقلی و مزاجی اعتدال و توازن ہے:

﴿ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴾

☆ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی جوانی ہمیشہ مظلوموں کی مدد کے لیے مستعد رہتی تھی۔ اسی سلسلے میں ایک دفعہ آپ کے ہاتھوں بے ارادہ ایک قبطی قتل ہو گیا تھا، لیکن آپ اپنی شہ زوری پر ناز کرنے اور اترانے کی بجائے اللہ کے حضور گڑگڑائے اور اس بے ارادہ قتل پر معافی مانگی۔

☆ عرض کی کہ اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر زیادتی کی، تو مجھے معاف فرما دے بے شک وہ غفور رحیم ہے:

﴿ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ﴾

☆ اگلے ہی روز پھر وہی آدمی لڑ رہا تھا۔ اسے موسیٰ علیہ السلام سے ڈر محسوس ہوا اور اس نے راز فاش کر دیا، جس پر فرعونیوں نے ان کے قتل کا فیصلہ کر لیا۔ یہ خبر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ایک خیر خواہ کے ذریعے سے ملی تو آپ توکل علی اللہ بھاگ کھڑے ہوئے۔

☆ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنی نئی منزل مدین پر پہنچے تو کنوئیں پر آپ نے دیکھا کہ چرواہے اپنے ریوڑوں کو پانی پلا رہے ہیں اور دو نوجوان لڑکیاں لپٹی سمٹی ایک جانب کھڑی ہیں۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ تم یہاں الگ کیوں کھڑی ہو؟ انہوں نے کہا: جب تک یہ لوگ یہاں سے ہٹ نہیں جاتے ہم آگے نہیں بڑھا کرتیں: ﴿ وَلَمَّا وَرَدَ مَاۗءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ڶ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

☆ معلوم ہوا کہ شریف گھرانے کی عورتیں زمانۂ قدیم سے ہی مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے کو معیوب جانتی رہی ہیں۔ بلاضرورت بیرون خانہ کام کرنا باایمان اور حیادار عورتوں کا کام نہیں بلکہ یہ مردوں کی ذمہ داری ہے۔

☆ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے خود ان جانوروں کو پانی پلا دیا، پھر سائے کی طرف ہٹ آئے اور کہنے لگے: ﴿رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ﴾ ''اے پروردگار! تو جو کچھ بھلائی میری طرف اتارے میں اس کا محتاج ہوں۔''

اس سے ایک تو یہ بات ثابت ہوئی کہ انہوں نے ان لڑکیوں سے کوئی تعارف کیا نہ کرایا، کیونکہ غیر مردوں سے گھل مل جانا شریف زادیوں کا شیوہ نہیں۔ آپ نے پانی پلایا اور درخت تلے آ کر دعا مانگنے لگے۔ دوسری یہ بات کہ انبیاء مصائب و آلام میں صرف اللہ ہی سے مانگتے تھے کسی اور سے نہیں۔ خالص توحید کا یہ تصور انبیاء کے طرز عمل سے ملتا ہے۔

☆ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام لڑکی کے والد کے پاس پہنچے اور ان سے اپنا سارا حال بیان کیا تو وہ کہنے لگے: اب نہ ڈر، تو نے ظالم قوم سے نجات پائی: ﴿قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾

یہ دعا کا لفظ بلفظ جواب ہے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے الفاظ یہ تھے: ﴿رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾

☆ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعا: ﴿رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ﴾ اگرچہ خیر کا لفظ کئی چیزوں پر بولا جاتا ہے، کھانے پر، مال مزدوری پر یہاں ان کے حالات کے پیش نظر روٹی اور رہنے کے لیے ٹھکانہ مراد ہوگا، کیونکہ آپ حالتِ خوف میں مصر سے اتنی دور بھوکے پیاسے پہنچے تھے۔

☆ تھوڑی دیر بعد ان دونوں عورتوں میں سے ایک ان کی طرف شرم و حیا سے چلتی ہوئی آئی اور کہنے لگی کہ میرے باپ آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ آپ نے ہمارے جانوروں کو جو پانی پلایا ہے اس کی اجرت دیں۔

اس میں قابل غور بات یہ ہے کہ وہ نوجوان عورت مومنہ اور عفیفہ تھی جس کی حیاداری مصنوعی نہ تھی۔ اس کا دل بھی اسی طرح پاک تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کی حیاداری کی شہادت دے رہا ہے جو دلوں کی دھڑکنوں سے بھی واقف ہے اور پھر یہ کہ اس لڑکی نے صرف مطلب کی بات کی، ضرورت سے زیادہ ایک لفظ نہ اس نے کہا نہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا، کیونکہ دونوں ہی مومن و متقی تھے۔

☆ ان دونوں میں سے ایک نے کہا کہ ابا جی! آپ انہیں مزدوری پر رکھ لیجیے، کیونکہ جنہیں آپ اجرت پر رکھیں ان میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو مضبوط اور امانت دار ہو: ﴿إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ﴾

☆ اس بیٹی نے انہوں کو ملازم رکھنے کی سفارش اس لیے کہ وہ ان کے قوی ہونے کو ملاحظہ کر چکی تھی۔ جب اتنا بڑا پانی کا ڈول انھوں نے اکیلے ہی نکال لیا، حالانکہ سفر کی تھکان اور بھوک کی تپش تھی اور ان کی دیانتداری کو اس طرح ملاحظہ کر چکی تھی کہ جب انھیں اپنے ساتھ بلا کر لائی تو راستے میں انہوں نے اس نوجوان لڑکی سے تنہائی کے باوجود کوئی بات نہیں کی، بلکہ وہ آگے آگے جا رہی تھی۔ اس کا ٹخنہ بار بار کھل جاتا تھا تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اسے اپنے پیچھے چلنے کو کہا تاکہ ٹخنہ نظر نہ آئے۔

☆ اس سے معلوم ہوا کہ ملازم میں یہ دونوں خوبیاں کمال درجے کی ہونی چاہییں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

☆ اس بزرگ نے کہا: میں اپنی ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کو تمہارے نکاح میں دینا چاہتا ہوں، اس شرط پر کہ تم آٹھ سال تک میرے ہاں کام کرو گے۔ ہاں اگر دس سال پورے کر دو تو یہ احسان ہوگا۔ میں تم کو کسی مزید مشقت میں ڈالنا پسند نہیں کرتا۔ ان شاء اللہ تم مجھے بھلا آدمی پاؤ گے: ﴿فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾

اس سے معلوم ہوا کہ باپ اپنی بچیوں کا ولی ہوتا ہے اور وہ مہر بھی باندھ سکتا ہے۔

شعیب علیہ السلام کون تھے؟

عام طور پر مفسرین کہتے ہیں کہ یہ سیدنا شعیب علیہ السلام تھے، لیکن امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ سیدنا شعیب علیہ السلام کا زمانہ نبوت سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے کا ہے اور یہ شعیب سیدنا شعیب علیہ السلام کا برادر زادہ یا کوئی اور شعیب تھے، امام ابن تیمیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ یہ قوم شعیب کے رجل صالح تھے، لیکن جس طرح منکرین کی پوری بستی میں ایک توحید پرست آدمی تنہا چھوڑ دیا جاتا ہے اسی طرح یہ بھی قوم کے غصے اور حسد و عداوت کا نشانہ تھے، اس لیے یہ رجل صالح اپنی بچیوں کے سلسلے میں پریشان رہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندے کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام جیسا جلیل القدر فرزند بطور داماد بھیج دیا۔

اہل توحید کے ساتھ امتیازی سلوک

اہل توحید ہونے کی وجہ سے لوگوں کے اس ''حسن سلوک'' کا ہمیں اپنی ذاتی زندگی میں خوب اندازہ ہے، کیونکہ جس محلے میں ہم رہتے تھے، اہل توحید وسنت ہونے کی وجہ سے محلے کے لوگ ہم سے سلام تک نہ لیتے تھے اور نہ ہی سلام کا جواب دینا گوارا کرتے تھے بلکہ گلی سے گزرنے والی پانی کی نالی میں ہمیں پانی شامل کرنے کی اجازت تک نہ تھی۔ اگر کبھی ایسا ہو جاتا تو اسے فوراً بند کر دیا جاتا۔ پانی کو ایک گڑھے میں جمع رہنے دیا جاتا اور ہماری والدہ رات کو اس گڑھے کے پانی کو سامنے والے خالی پلاٹ میں پھینک کر اسے خالی کر لیا کرتی تھیں۔

دنیا میں متکبرین کو ڈھیل دینا بھی ہمارے عذاب ہی کی ایک شکل ہے، لیکن وہ سمجھتے ہیں کہ شاید ہمیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے: ﴿وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ﴾

نبی کی رہنمائی صرف کتاب کے ذریعے سے ہی نہیں کی جاتی

(آیات ۴۳-۴۶) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دیے جانے سے پہلے کئی قسم کے معجزات عطا کیے گئے جو اس بات کی دلیل ہے کہ صرف کتاب ہی وحی نہیں ہوتی۔ نبی کی رہنمائی کتاب کے علاوہ وحی سے بھی کی جاتی ہے۔ اسی لیے پوری امت قرآن کے ساتھ حدیث رسول کو بھی حجت مانتی ہے، کیونکہ فرعون کی تباہی انکار کتاب کی وجہ سے نہیں انکار حدیث کے باعث ہوئی تھی۔

ان آیات میں دوسری چیز یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ عالم الغیب نہ تھے اسی لیے آپ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے ان مراحل و مقامات سے واقف نہیں تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے آگاہ کیا تاکہ آپ کے ذریعے سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ کی ہدایت وشریعت دنیا میں پھر زندہ ہو۔ یہ اللہ کا آپ پر فضل خاص ہے اور مسلمانوں پر بھی، جس کے اندر اب تک کوئی رسول نہیں آیا تھا! اللہ نے یہ چاہا کہ ان کو کوئی سزا دینے سے پہلے آپ کے ذریعے سے ان پر اپنی حجت تمام کردے۔ منکرین کو تنبیہ کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ امی ہیں، مگر ہزاروں سال پہلے کا واقعہ سنا رہے ہیں۔

معجزے مانگنے والے بدنیت ہیں

(آیات ۴۷-۵۵) قریش کی طرف سے اس دعوت حق کی مخالفت اور اشرار یہود کی شہ پر یہ مطالبہ کہ اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو اس طرح کے معجزے کیوں نہیں دکھاتے جس قسم کے معجزے سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دکھائے؟ اس معارضے کا مسکت جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ معجزوں کے باوجود تم سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر کب ایمان لائے تھے، جو اب محمد ﷺ سے ان کا مطالبہ کررہے ہو؟

ابوطالب ایمان لائے بغیر ہی دنیا سے رخصت ہوگئے

(آیت ۵۶) ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾ ''تم جسے چاہو ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ ہی جسے چاہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت والوں کو خوب جانتا ہے۔''

☆ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب نبی کریم ﷺ کے غمگسار چچا ابوطالب کی وفات ہورہی تھی، نبی کریم ﷺ نے بہت کوشش کی کہ مہربان چچا آخری وقت ہی اسلام قبول کرلیں، لیکن وہاں دوسرے رؤسائے قریش کی موجودگی کی وجہ سے ابوطالب قبول ایمان کی سعادت سے محروم رہے اور کفر پر ہی ان کا خاتمہ ہوگیا۔ تب نبی کریم ﷺ کو اس کا بڑا قلق تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کردی کہ ہدایت دینا ہمارا اختیار ہے۔

یہاں سے یہ حقیقت بھی ثابت ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا منصب لوگوں کو تبلیغ کرنا تھا، ہدایت پر لانے کا اختیار آپ کو نہیں دیا گیا۔ اس سے ان لوگوں کی غلطی واضح ہوجاتی ہے جو آپ کو مختار کل کے الوہی منصب پر فائز کرتے ہیں جو منصب نبوت ہی کے خلاف ہے اور پھر بعض ولیوں کی بے سروپا حکایات بیان کی جاتی ہیں کہ انھوں نے دائیں طرف سلام پھیرا تو ایک لاکھ ہندو مسلمان ہوگئے، بائیں طرف سلام پھیرا تو ۹۹ ہزار غیر مسلموں نے اسلام قبول کرلیا۔ اگر ایسی ہی بات ہوتی تو خاتم النبیین اس کارکردگی سے ضرور نوازے جاتے آخر آپ سے بڑھ کر اللہ کا محبوب کون ہوسکتا ہے؟

مشرکین متاع دنیا کی وجہ سے ایمان سے انکاری ہیں

(آیات ۵۷ - ۶۱) کفار قریش اسلام قبول نہ کرنے کا یہ بہانہ بناتے تھے کہ اگر وہ اس دعوت کو قبول کرلیں گے تو اس سے ان کی تمام سیاست ومعیشت تباہ ہوجائے گی: ﴿وَقَالُوا إِن نَّتَّبِعِ الْهُدَىٰ مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ أَرْضِنَا...﴾ اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ جو کچھ تمھیں ملا ہے یا اس وقت مل رہا ہے یہ اسی توحید کی برکت ہے۔ اس میں تمھاری کسی تدبیر یا قوت بازو کا کوئی حصہ نہیں ہے پھر تمھیں مالداری کے چھن جانے کا اندیشہ ہے حالانکہ تم سے پہلے خوشحال قومیں تباہ کی جاچکی ہیں اور انھیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کے مال بچا نہیں سکے: ﴿وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ؕ وَ كُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ﴾

منکرین کے تمام معبود روز قیامت ان کے دشمن ہوں گے

(آیات ۶۲-۷۵) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حق کا انکار کرنے والے خواہ کوئی بھی عذر تراش لیں، آخرت میں سوائے خسارے کے ان کو کچھ حاصل نہ ہوگا۔ بلکہ انھیں شرک کا برا نتیجہ ہی دیکھنے کو ملے گا۔ اس وقت ان کی کسمپرسی کا کیا عالم ہوگا کہ شرک کے تمام لیڈر ایک دوسرے کو شرک کا ذمہ دار ٹھہرائیں گے اور ایک دوسرے پر لعنت کریں گے۔ ان کے پجاری بدحواسی میں اپنے خیالی معبودوں کو پکاریں گے، مگر جواب کہاں سے ملے گا۔ وہ تو آپس میں بھی بات چیت نہیں کر سکیں گے: ﴿فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ﴾ صرف اہل ایمان کے لیے ہی فلاح و بشارت ہوگی۔

شرک کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ مشرکین نے جن کو بھی معبود بنا رکھا ہے وہ ہماری مخلوق ہیں اور کسی قسم کا کوئی اختیار نہیں رکھتے، اسی طرح وہ پوشیدہ و علانیہ کو جانتا ہے تو اسے کسی کی معاونت کی کیا ضرورت؟ دعوت کی اصل روح توحید باری تعالیٰ ہے۔

وحدانیت باری تعالیٰ کے لیے جن اشیا سے استدلال کیا گیا ہے، مخاطب بھی انھیں مانتے ہیں، مثلاً: رات اور دن کی افادیت، اگر ہمیشہ رات یا ہمیشہ دن ہی رہے تو یہ کیا کر سکتے ہیں؟ اس لیے اللہ کے انعامات کا حق یہ ہے کہ اس کا شکر کیا جائے نہ کہ ناشکری اور کفر کی راہ اختیار کی جائے۔

ایک سرمایہ دار کا انجام...... بطور عبرت

(آیات ۷۶-۸۴) پچھلی آیات میں مشرکین مکہ کے انکار حق کا سبب ان کا یہ قول بتایا گیا کہ اگر ہم اسے قبول کر لیں تو مارے جائیں گے: ﴿وَ قَالُوْۤا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا﴾ اس کا جواب دیتے ہوئے پہلی مکذب اور مہلک قوموں کی مثالیں بیان کی گئیں کہ انھیں ان کا مال تباہی سے بچا نہیں سکا۔ اسی سلسلۂ کلام میں اب ایک یہودی سرمایہ دار کے انجام کا بیان ہو رہا ہے جس سے مقصود اسی حقیقت کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بتانا ہے کہ نعمتیں جو بھی ملتی ہیں، سب اللہ کی طرف سے ہی ملتی ہیں، لیکن بد بخت لوگ ان کو اپنی قابلیت کا ثمرہ اور اپنے فرضی معبودوں کا فضل و کرم سمجھتے ہیں، پھر جب اللہ کا عذاب آتا ہے تو اس سے کوئی بچ نہیں سکتا: ﴿فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ﴾

بے شک قارون تھا تو قوم موسیٰ سے، لیکن اپنی قوم سے سر نکال بیٹھا تھا ہم نے اسے اتنے خزانے دے رکھے تھے کہ کئی طاقت ور لوگ بہ مشکل اس کی چابیاں اٹھا سکتے تھے۔ ایک بار اس کی قوم نے اس سے کہا کہ اترا مت، اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک دن قارون پوری آن بان کے ساتھ اپنی قوم کے مجمع میں نکلا، تو حیات دنیوی کے متوالے کہنے لگے: کاش کہ ہمیں بھی وہی مل جاتا جو قارون کو دیا گیا ہے، یہ تو بڑا ہی خوش قسمت ہے۔ ذی علم لوگ انہیں سمجھانے لگے کہ تم پر افسوس ہے، بہتر چیز تو وہ ہے جو بطور ثواب انہیں ملے گی جو اللہ پر ایمان لائیں اور صالح اعمال کریں، یہ انہی کو ملتی ہے جو صبر والے ہوں۔ بالآخر ہم نے اسے اس کے خزانے سمیت زمین میں دھنسا دیا اور کوئی جماعت اسے اللہ کی پکڑ سے بچا نہ سکی اور نہ وہ خود مدد کیا گیا اور جو لوگ کل اس کے مرتبے پر پہنچنے کی تمنا کر رہے تھے وہ آج کہنے لگے: افسوس ہم بھول گئے تھے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کر دے اور جسے چاہے نپا تلا دے۔ اگر اللہ ہم پر فضل نہ کرتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا۔ افسوس! ہم یہ بھی بھول گئے کہ کافروں کو کامیابی نہیں ہوتی۔ آخرت کا گھر ہم ان ہی کے لیے مخصوص کر دیں گے جو زمین میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے، نہ فساد کے آرزومند ہیں، آخر کار عمدہ انجام تو متقین کے لیے ہے جو کوئی بھلائی لائے گا اسے اس سے بہتر ملے گا اور جو برائی لے کر آئے گا تو برائیاں کرنے والوں کو ان کے انہی اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کرتے تھے۔

قصۂ قارون کے حقائق اور اس سے نصیحتیں

قارون رشتے میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا سگا چچازاد تھا۔ بنی اسرائیل میں سے ہونے کے باوجود فرعون کے ساتھ جا ملا تھا اور اس کے ہاں اس نے بڑا تقرب حاصل کیا، حتیٰ کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کے مقابلے میں فرعون کے بعد مخالفت کے جو دو بڑے سرغنے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا۔ ایک فرعون کا وزیر ہامان اور دوسرا یہ اسرائیلی سیٹھ! باقی سب اعیان سلطنت اور درباری ان سے کم تر درجے میں تھے! قارون کی یہی پوزیشن سورۂ عنکبوت کی آیت ۳۹ اور سورۂ مومن کی آیت ۲۳، ۲۴ میں بیان کی گئی ہے: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ﴾

قارون کا عبرتناک انجام

یہ اللہ کی سنت ہے کہ اللہ متکبروں کو پسند نہیں کرتا اور مفسدوں اور جباروں کو کچھ زیادہ مہلت نہیں دیا کرتا۔ انجام یہ ہوا کہ اللہ نے اسے زمین میں دھنسا دیا۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے۔ ”عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم «بينما رجل يتخبتر فى بردين وقد أعجبته نفسه خسف به الارض فهو يتجلجل فى الارض الى يوم القيامة» [1] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس دوران کہ ایک آدمی (قارون) دھاری دار دو چادوروں میں بڑے تکبر اور خود پسندی سے چلتا تھا اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا اور وہ قیامت کے دن تک زمین میں دھنسا ہی چلا جائے گا۔“

قارون کے اس عبرتناک انجام سے کل تک اس کی قسمت پر رشک کرنے والے عوام شکر کرنے لگے کہ اگر ہم بھی قارون کی طرح مالدار ہوتے تو شاید اسی انجام سے دوچار ہوتے، یعنی مال دنیا کی بے توقیری سے بہت جلد ان کو آگاہی ہوگئی۔

[1] صحیح البخاری: ۳۴۸۵؛ صحیح مسلم: ۲۰۸۸۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

موعظت کا خلاصہ

اللہ جل شانہ کو بندے کی جانب سے علو وتکبر ہرگز گوارا نہیں ہے: ﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ فرعون بھی اسی تکبر وعلو کی وجہ سے مارا گیا اور قارون کا حشر بھی اسی باعث ہوا اور ابولہب بھی اسی وجہ سے عبرتناک انجام سے دوچار ہوا: ﴿لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ﴾

نبی کریم ﷺ کو شاندار کامیابی کی بشارت

(آیات ۸۵ -۸۸) آیت ۵۷ سے جو مضمون چلا آ رہا ہے، ان آیات کا مضمون بھی اسی کا تسلسل ہے کہ کفار اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ اگر وہ ایمان قبول کرلیں گے تو انہیں کوئی جینے نہیں دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی! اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس حق کی علمبرداری کا ذمہ دار بنایا ہے وہ آپ کو برباد کرنے والا نہیں ہے بلکہ آپ کو اس مرتبے تک پہنچانے والا ہے جس کا یہ لوگ تصور بھی نہیں کرسکتے: ﴿اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَاۗدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ﴾ اس لیے آپ اپنے موقف حق پر ڈٹے رہیں۔ وہ آپ کی راہ کی ہر مشکل آسان کرے گا اور فی الواقع اللہ تعالیٰ نے چند ہی سالوں کے اندر اندر آپ کو اس دنیا میں، انہی لوگوں کی آنکھوں کے سامنے تمام ملک عرب پر ایسا مکمل اقتدار عطا کرکے دکھادیا کہ آپ کی مزاحمت کرنے والی کوئی طاقت وہاں نہ ٹھہر سکی اور آپ کے دین کے سوا کسی دین کے لیے وہاں گنجائش نہ رہی۔ عرب کی تاریخ میں اس سے پہلے کوئی نظیر اس کی موجود نہ تھی کہ پورے جزیرۃ العرب پر کسی ایک شخص کی ایسی بے غل و غش بادشاہی قائم ہوگئی ہو کہ ملک بھر میں اس کا کوئی مدمقابل باقی نہ رہا ہو۔ لوگوں کی صرف گردنیں ہی اس کے سامنے نہیں جھکیں بلکہ ان کے دل اس کی محبت کے خزینے بن گئے تھے۔

قصہ موسیٰ علیہ السلام سے عجیب مناسبت

اسی سورت کی آیت نمبر ۱۷ میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے جب انجانے میں قتل ہوگیا تو آپ نے اللہ سے استغفار کرتے ہوئے وعدہ کیا کہ میں آئندہ کبھی گناہگار کی پشت پناہی نہ کروں گا: ﴿قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ﴾ یہی حکم اس سورت کے آخر میں نبی کریم ﷺ کو دیا جارہا ہے کہ رب نے آپ کو جو نعمت غیرمتوقع طور پر عطا فرمائی ہے اس کا شکر یہ ہے کہ کافروں کے پشتیبان نہ بنیں: ﴿وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾ اس طرح کی کئی مناسبتیں اس سورت میں موجود ہیں، کچھ کا تذکرہ ہم نے کردیا ہے۔ بلاشبہ یہ اعجاز قرآن کا وہ پہلو ہے جو اس کے کلام ربانی ہونے کی واضح دلیل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سُورَۃُ العَنکَبُوت

سورۂ عنکبوت مکی ہے، اس کی انہتر آیات اور سات رکوع ہیں

سورت کا نام، زمانہ نزول اور ربط سورت

اس سورت کا نام آیت ۴۱: ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ﴾ سے لیا گیا ہے۔
مضامین سورت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت مکی دور متوسط میں نازل ہوئی تھی۔

پچھلی سورت میں اہل کتاب کی مخالفت کی طرف بعض اشارات گزرے ہیں اس سورت میں ان کی مخالفت کھل کر سامنے آ گئی ہے۔ اس لیے مسلمانوں کی یہ رہنمائی بھی کی گئی ہے کہ اہل کتاب کے ساتھ بحث میں ان کو کیا روش اختیار کرنی چاہیے۔

سابقہ سورۂ قصص کی آخری آیت میں خدائے واحد کی الوہیت کو اجاگر کرتے ہوئے سختی کے ساتھ حکم دیا گیا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پکارو، جبکہ اس سورت کا آغاز ہی اس امر سے کہا گیا کہ الوہیت خداوندی کے باب میں کسی لچک کا مظاہرہ نہیں ہونا چاہیے۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

☆ آیات ۵۶ ـ ۶۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت ہجرت حبشہ سے کچھ پہلے نازل ہوئی تھی، کیونکہ پس منظر میں اسی زمانے کے حالات جھلکتے ہیں۔ یہ مکہ میں مسلمانوں پر بڑے مصائب وشدائد کا زمانہ تھا۔ اس لیے اس سورت کا آغاز ان لوگوں کو مخاطب کر کے ہوا ہے جو نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کے جرم میں ستائے جا رہے تھے، خاص کر نوجوان اور غلام۔ اس سے ایک طرف صادق الایمان لوگوں میں عزم و ہمت اور استقامت پیدا کرنے کے لیے بتایا گیا کہ ہمیشہ سے اہل عزیمت ہی اصل مومن شمار کیے گئے ہیں اور دوسری طرف کفار مکہ کو بھی اس میں سخت تہدید کی گئی کہ اپنے حق میں اس انجام کو دعوت نہ دیں جو عداوت حق کا طریقہ اختیار کرنے والے ہر زمانے میں دیکھتے رہے ہیں۔ اللہ کی طرف سے دی گئی ڈھیل کو اپنی فتح سمجھ کر ظلم وستم میں بالکل بے باک نہ ہوں بلکہ اللہ کی گرفت سے بچنے کی فکر کریں۔

اس سلسلے میں ان سوالات کا جواب بھی دیا گیا جو بعض نوجوانوں کو اس وقت پیش آ رہے تھے، مثلاً: ان کے والدین ان پر زور ڈال رہے تھے کہ تم محمد ﷺ کا ساتھ چھوڑ دو اور ہمارے دین پر قائم رہو، جس قرآن پر تم ایمان لاتے ہو اس میں بھی تو یہی لکھا ہے کہ ماں باپ کا حق سب سے زیادہ ہے۔ آیت ۸ میں اس کا جواب دیا گیا ہے۔

اسی طرح بعض نومسلموں سے ان کے قبیلے کے لوگ کہتے تھے کہ عذاب وثواب ہماری گردن پر، تم ہمارا کہا مانو اور اس شخص سے الگ ہو جاؤ۔ اگر اللہ تمہیں پکڑے گا تو ہم آگے بڑھ کر کہہ دیں گے کہ ان بیچاروں کا کوئی قصور نہیں یہ ہمارے کہنے پر ایمان لانے سے رکے رہے، لہٰذا ہمیں پکڑ لو۔ اس کا جواب آیت ۱۲، ۱۳ میں دیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابراہیم علیہ السلام، نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کے قصے ذکر کرنے سے مقصد بھی یہی تھا کہ اہل ایمان گھبرائیں نہیں، پہلے بھی ان لوگوں کو ایسی ہی مشکلات ومصائب کا سامنا کرنا پڑا تھا، لیکن انہوں نے صبر و رضا کا دامن نہیں چھوڑا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی اور ان کے دشمنوں کو اپنے عذاب کا لقمہ بنا دیا۔

سورت کے اختتام پر کفار کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ دین حق پر ثابت قدمی کے جرم میں تم جن لوگوں کو اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنا رہے ہو، یہی لوگ اس حرم پاک کے اصل وارث ہیں، کیونکہ یہ گھر شرک کے لیے نہیں، خالص توحید کے لیے بنایا گیا تھا اور یہاں کی ساری برکتیں جن سے تم استفادہ کر رہے ہو، یہ سب حرم کی بدولت ہیں۔ پھر بھی تم اللہ کے ساتھ کفر کر رہے ہو۔ مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے کہ یہ سرزمین پاک بہت جلد تمھارے یعنی اس کے اصل وارثوں کو لوٹائی جانے والی ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ تم ہمارے ساتھ اپنا تعلق مضبوط رکھو، نیکی وتقویٰ کو حرز جان بناؤ۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں: ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱۔۷) ﴿الٓمّٓ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾

واضح کیا گیا ہے کہ حق کی راہ میں آزمائشیں لازماً پیش آتی ہیں۔ پہلے بھی ایسے ہوتا رہا ہے اور یہی آئندہ بھی ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مقررہ کردہ سنت ہے، اسی سے مومن ومنافق میں امتیاز ہوتا ہے۔ البتہ آج جن لوگوں کو اللہ نے ڈھیل دے رکھی ہے وہ اس بات کو یاد رکھیں کہ وہ اللہ کی گرفت سے باہر نہیں نکل سکتے اور جو لوگ ظلم وستم کا ہدف بنے ہوئے ہیں وہ یہ یقین رکھیں کہ آج ایمان کی راہ میں جو دکھ وہ جھیل رہے ہیں ان سے کہیں بڑھ کر وہ اس کا صلہ پانے والے ہیں: ﴿وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

نیکی کی راہ کے مسافر

(آیات ۸۔۱۳) اسلام کی اس کٹھن راہ کو سب سے زیادہ قبول کرنے والے نوجوان ہی تھے، جس پر معاندین قریش کو یہ سوجھی کہ وہ یہ بات عام کریں کہ یہ کیسی دعوت حق ہے جو نوجوانوں کو والدین اور بزرگوں سے برگشتہ کر رہی ہے۔ یہاں والدین اور بڑوں کی فرمانبرداری کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت کے تحت ہے۔ اس لیے اگر کسی کے ماں باپ اس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا مطالبہ کریں تو اس معاملے میں ان کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ اللہ کے ہاں کوئی دوسرے کے اعمال کا ذمہ دار نہ ہوگا، ہر شخص کو اپنے اعمال کی جواب دہی خود کرنی ہے: ﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انبیائے کرام علیہم السلام کی مساعی اور قوموں کی تباہی کی تاریخ

(آیات ۱٤ - ٤۰) سیدنا نوح، ابراہیم، لوط علیہم السلام اور مدین، عاد علیہم السلام، ثمود قارون، فرعون اور ہامان کے واقعات کی طرف اجمالی اشارہ کیا گیا ہے کہ تمام مجرموں کو ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش میں پکڑا تھا۔ کسی کو تیز آندھی سے مار دیا گیا، کسی کو چیخ نے پھاڑ دیا، کسی کو زمین میں دھنسا دیا اور کسی کو پانی میں ڈبو مارا، لیکن یہ سب کچھ ان کے استکبار اور کفر کے باعث ہوا، اللہ کی شان نہیں کہ وہ کسی پر ظلم کرے: ﴿فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾

اس تذکرے سے مقصود انہی باتوں کو تاریخ کی روشنی میں مدلل کرنا ہے جو تمہید میں مذکور ہوئی ہیں! یعنی حق کی راہ میں امتحان کے مراحل سے گزارنا اللہ تعالیٰ کی ایک مقرر کردہ سنت ہے، تاکہ کھرے اور کھوٹے میں تمیز ہوسکے اور یہ کہ حق کے مقابلے میں رشتوں، قرابتوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ سب سے بڑا حق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ہے جو لوگ اللہ کے بندوں اور بندیوں کو فتنوں میں ڈالتے ہیں وہ اس کی گرفت سے باہر نہیں جاسکتے۔

مشرکوں کا عقیدہ وعمل اور مکڑی کے جالے کی مثال

(آیات ٤١ - ٤٥) ان لوگوں کے زور واثر کی تمثیل بیان کی گئی ہے جو دوسرے سہاروں کے بل پر اللہ تعالیٰ کے حریف بن کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ فرمایا کہ ان لوگوں کی تمام سعی وتدبیر کی مثال مکڑی کے جالے کی ہے جس سے زیادہ کمزور اور بے بنیاد تعمیر کوئی بھی نہیں ہے۔ ان کے مزعومہ شرکا وشفعا کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور کارساز مقرر کر رکھے ہیں ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ بھی ایک گھر بنا لیتی ہے، حالانکہ تمام گھروں سے زیادہ بودا گھر مکڑی کا گھر ہی ہے، کاش مشرک جان لیں۔

یہ دنیا کوئی بازیچۂ اطفال نہیں ہے بلکہ ایک غایت وحکمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کو بنایا ہے اور وہ غایت وحکمت ایک دن لازماً ظہور میں آئے گی۔ نبی کریم ﷺ کو یہ ہدایت کہ آپ تمام مخالفتوں سے بے پروا ہو کر لوگوں کو اللہ کی کتاب سنائیں اور نماز کا اہتمام کریں۔ اسی نماز کے اندر اہل ایمان کے لیے تمام شرور وآفات سے امان ہے اور یہی طاقت کا اصلی خزانہ ہے۔

﴿اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ...﴾ تلاوت کیجیے اس کتاب کی جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اور نماز قائم کیجیے، یقیناً نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے، بے شک اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے، تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے اللہ خبردار ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ: 21

(آیات ٤٥۔ ٥٢) نبی کریم ﷺ کی رسالت پر اہل کتاب کے بعض اعتراضات کا جواب اور غیر مسلموں کے ساتھ معاملات نبھانے کا طریقہ بھی بتایا گیا ہے۔

حالات کے تقاضے سے اس سورت کے آخر میں ہجرت کی طرف بھی اشارات ہیں اور مظلوم مسلمانوں کو رہنمائی دی گئی ہے کہ انھیں بہر حال ظلم کے آگے سپر نہیں ڈالنی چاہیے۔ اگر حق کی خاطر انہیں اپنے وطن کو چھوڑنا پڑ جائے تو اس کے لیے بھی انہیں تیار رہنا چاہیے۔ نہ اللہ کی زمین تنگ ہے اور نہ اس کے خزائن رزق میں کوئی کمی ہے: ﴿يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ﴾ جو لوگ اللہ کی راہ میں ہجرت کریں گے، اللہ عزوجل ان کے لیے خود اپنا دامن رحمت پھیلائے گا اور ان کی ساری ضروریات کا کفیل ہوگا: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا﴾ اس کے ساتھ اسلامی عقائد کی تبلیغ اور شرک کا ابطال بھی کیا گیا ہے۔ آثار کائنات کی طرف توجہ دلا کر ان کو بتایا گیا ہے کہ یہ سب نشانات اس تعلیم کی تصدیق کر رہے ہیں جو ہمارا نبی تمہارے سامنے پیش کر رہا ہے۔

اس وقت حبش ہی ایک ایسا مقامِ امن تھا جہاں مسلمان ہجرت کر کے جا سکتے تھے۔ اس زمانے میں حبش پر عیسائی حکومت تھی۔ ان آیات میں مسلمانوں کو طریق بحث سکھایا جا رہا ہے کہ اہل کتاب سے عمدہ طریقہ سے بحث کرو، لیکن ناہنجار اور بے ادب لوگوں کے ساتھ مختلف رویہ بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اسلام اپنے پیروکاروں کو شائستگی اور معقولیت ضرور سکھاتا ہے، لیکن ذلت و مسکینی نہیں کہ وہ ہر ظالم کے لیے نرم چارہ بن کر رہیں۔

اور اہل کتاب کے ساتھ بحث نہ کرو مگر عمدہ طریقے سے، سوائے ان لوگوں کے جو ان میں سے ظالم ہوں: ﴿وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ ''اور صاف اعلان کر دو کہ ہمارا تو اس کتاب پر بھی ایمان ہے جو ہم پر اتاری گئی ہے اور اس پر بھی جو تم پر اتاری گئی، ہمارا تمہارا معبود ایک ہی ہے ہم سب اسی کے فرمانبردار ہیں۔''

مخالف کے ساتھ بحث کا آغاز نکات اختلاف سے نہیں بلکہ نکات اتفاق سے ہونا چاہیے! پھر انہی متفق علیہ امور سے استدلال کر کے مخاطب کو یہ سمجھانے کی کوشش کرنی چاہیے کہ تمھارا مسلک خود تمہارے اپنے اصولوں سے مطابقت نہیں رکھتا، مثلاً: اہل کتاب سے کہو کہ جس اللہ کو تم مانتے ہو اسی کو ہم مانتے ہیں اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔ اس کی طرف سے جو احکام و ہدایات اور تعلیمات بھی آئی ہیں، ان سب کے آگے ہمارا سر تسلیم خم ہے، خواہ وہ تمہارے ہاں آئی ہوں یا ہمارے ہاں، ہم تو حکم کے بندے ہیں۔ ملک، قوم اور نسل کے بندے نہیں ہیں کہ ایک جگہ اللہ کا حکم آئے تو ہم مانیں اور اسی اللہ کا حکم دوسری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جگہ آئے تو ہم نہ مانیں۔ اس تمہید سے پھر ان کی اصل تعلیم تک پہنچ جائیں کہ ان کے نبی نے بھی وہی کچھ سکھایا جو محمد ﷺ سکھا رہے ہیں۔

معجزہ کا مطالبہ کرنے والوں کو جواب

(آیات ۵۳۔۵۵) عذاب کے لیے جلدی مچانے والوں کو جواب اور اس بات میں اللہ تعالیٰ کی جو سنت ہے اس کی وضاحت!

یہ لوگ تم سے عذاب جلدی لانے کا مطالبہ کر رہے ہیں اگر میری طرف سے مقرر کیا ہوا وقت نہ ہوتا تو ابھی تک ان کے پاس عذاب آ چکا ہوتا، یہ یقینی بات ہے کہ اچانک ان کی بے خبری میں ان کے پاس عذاب آ پہنچے گا۔ یہ عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں تسلی رکھیں کہ جہنم کافروں کو گھیر لینے والی ہے۔ اس دن ان کے اوپر تلے سے عذاب ڈھانپ لے گا اور اللہ فرمائے گا کہ اب اپنے کرتوتوں کا مزہ چکھو۔

اہل ایمان کی حوصلہ افزائی

(آیات ۵۶۔۶۰) جو مسلمان ایمان لانے کے جرم میں کفار کے ہاتھوں ستائے جا رہے تھے ان کو ہجرت کی ہدایت اور دنیا و آخرت دونوں میں ان کو فوز و فلاح کی بشارت۔

اے میرے ایماندار بندو! میری زمین بہت کشادہ ہے سو تم میری ہی عبادت کرو، ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے اور تم سب ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا...﴾ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے انہیں ہم یقیناً جنت کے ان بالا خانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، کام کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے: ﴿الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾ وہ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر بھروسا رکھتے ہیں اور کتنے ہی جانور ہیں جو اپنی روزی اٹھائے نہیں پھرتے، ان سب کو اور تمہیں بھی اللہ ہی روزی دیتا ہے، وہ سمیع و علیم ہے۔

مشرکین پر اتمام حجت اور اہل حق کو بشارت

(آیات ۶۱۔۶۹) پچھلی آیات میں اہل کتاب کے ساتھ مجادلے کا طریقہ ذکر ہوا تھا، یہاں اسی کی ایک مثال ذکر کی جا رہی ہے، یعنی توحید کے باب میں ایسی عام صورت حال کو بنیاد بنا کر حجت قائم کی گئی ہے، جسے مشرکین بھی مانتے تھے۔

اور اگر تم ان سے دریافت کرو کہ زمین و آسمان کا خالق اور سورج چاند کو کام میں لگانے والا کون ہے؟ تو ان کا جواب یہی ہو گا کہ اللہ، پھر کدھر الٹے جا رہے ہیں۔

اور ساتھ ہی ان کو ملامت کی گئی ہے کہ اس سرزمین میں تمہیں امن تو حرم کی بدولت حاصل ہوا، لیکن تم اللہ کی نعمت کی ناشکری کر رہے ہو اور عین حرم میں بیٹھ کر خود تراشیدہ معبودوں کے گن گا رہے ہو۔ ان کی اس ناشکری کا جو انجام ان کے سامنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آنے والا ہے اسے بیان کیا گیا اور اہل حق کو اللہ کی مدد ونصرت کی بشارت سنائی گئی ہے جو اس تاریک ماحول میں حق کا نور پھیلانے کے لیے جدوجہد کر رہے تھے: ﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ﴾

سُورَةُ الرُّومِ

سورۂ روم مکی ہے، اس میں ساٹھ آیات اور چھ رکوع ہیں

سورت کا نام، ربط سورت اور موضوع

اس سورت کا نام پہلی ہی آیت کے لفظ: ﴿غُلِبَتِ الرُّومُ﴾ سے لیا گیا ہے۔

پچھلی سورت میں مسلمانوں کو نصرت الٰہی اور غلبے کی بشارت کی بنیاد اس حقیقت پر رکھی گئی ہے کہ اس کائنات کو اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ پیدا کیا ہے، وہ وحدہ لاشریک ہے۔ تمام امرونہی اسی کے اختیار میں ہے۔ وہ اس دنیا میں بھی اپنے رسول اور اپنے ساتھیوں کو غلبہ بخشے گا اور اس دنیا کے بعد آخرت میں بھی! اس کے کامل حق وعدل کا ظہور ہوگا۔ اس وقت باطل یکسر نابود ہوجائے گا اور حق واہل حق کو ابدی بادشاہی حاصل ہوگی۔

یہ سورت سابق سورۂ عنکبوت کی جڑواں ہے۔ اس لیے دونوں کے بنیادی اسلوب وعمود میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ پچھلی سورت میں حکمتِ تخلیق کائنات بیان ہوئی تھی۔ اس کے لازمی نتیجے کے طور پر رسول اور ان کے ساتھیوں کے لیے دنیا و آخرت میں نصرت اور غلبہ کی بشارت دی گئی تھی۔ ایک خاص واقعہ جس کی تفصیل آگے آرہی ہے، دلیل بنا کر کفار نے اس کا خوب مذاق اڑایا اور اس طرح ان کے زعم میں رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی تکذیب کے لیے ان کو ایک ایسی شہادت مل گئی جس پر وہ بہت مسرور ہوئے اور قدرتی طور پر ان کی یہ خوشی مسلمانوں کے لیے باعث کلفت ورنج ہوئی۔ قرآن کریم نے اس سورت میں اسی واقعہ کو تمہید بنا کر ان تمام پہلوؤں کی وضاحت فرمائی جس سے بے خبری کی بنا پر کفار مغالطے میں مبتلا ہوئے اور جن کے اچھی طرح ذہن نشین نہ ہونے کے سبب سے مسلمانوں کی ایک جماعت کو بھی خلجان لاحق ہوا تھا۔ اس طرح یہ سورت گویا سابقہ سورت کے مطالب کو از سر نو مدلل ومبرہن اور ان تمام شبہات کا ازالہ کر رہی ہے جو اس سلسلے میں پیدا ہوئے یا پیدا ہوسکتے تھے۔ گویا دونوں سورتوں میں زیر بحث موضوع ایک ہی ہے فرق صرف پہلو اور نہج استدلال کا ہے۔ ان دونوں سورتوں میں نبی کریم ﷺ کی رسالت آپ کے پیش کردہ اصولوں کی صداقت کے پہلو سے واضح کی گئی ہے۔

اس سورت کے زمانہ نزول میں پڑوس کے ملک یعنی شام اور فلسطین میں یہ انقلاب پیش آیا کہ مجوسیوں نے حملہ کر کے رومیوں کو وہاں سے بے دخل کر دیا۔ رومی چونکہ نصرانیت کے پیرو تھے اس وجہ سے دین وعقیدہ کے اعتبار سے وہ مسلمانوں سے قریب تھے اور اس قربت کے سبب سے قدرتی طور پر مسلمانوں کو ان سے ہمدردی تھی۔ اس کے برعکس مجوسی دین شرک

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کے پیرو تھے اس لیے مشرکین مکہ کی تمام ہمدردیاں ان کے ساتھ تھیں۔ مجوسیوں کے ہاتھوں رومیوں کی اس شکست سے مشرکین مکہ کو بڑی شہ ملی۔ اس کی آڑ میں انھوں نے قرآن کی ان تمام باتوں کا مذاق اڑانا شروع کر دیا جو ان کی خواہشات کے خلاف تھیں۔ مثلاً یہ کہ مسلمان جو یہ کہتے ہیں کہ دین توحید ہی حق ہے یا مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوگا یا قیامت آنے والی ہے جس میں حق کا بول بالا ہوگا۔ یہ سب ان کی لایعنی باتیں ہیں۔ اگر ان کی یہ باتیں سچی ہوتیں تو بھلا مجوسیوں کو رومیوں پر کس طرح غلبہ حاصل ہوتا۔ یہ واقعہ تو اس بات کی صاف شہادت ہے کہ ہمارا ہی دین وعقیدہ صحیح ہے اور ہم ہی غالب و حاکم رہیں گے۔

قرآن نے اسی واقعہ کو بنیاد بنا کر ان تمام حقائق کو از سر نو مبرہن کیا ہے جن کو مشرکین نے مشتبہ بنانے کی کوشش کی۔

زمانۂ نزول اور نزول کا تاریخی پس منظر

سورت کے آغاز میں جو تاریخی واقعہ ذکر کیا گیا ہے اس سے زمانہ نزول کا تعین ہو جاتا ہے۔ یعنی یہ سورت اسی سال نازل ہوئی جس سال ہجرت حبشہ واقع ہوئی تھی۔ اس زمانے میں عرب سے متصل اردن، شام اور فلسطین کے علاقے رومی مقبوضات میں شامل تھے جنہیں: ﴿فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ﴾ کہا گیا ہے۔ ان علاقوں میں رومیوں پر ایرانیوں کا غلبہ ۶۱۵ء میں مکمل ہوا۔

اس سورت کی ابتدا جس پیشگوئی سے ہوئی ہے وہ اس کے کلام الٰہی ہونے کی ناقابل تردید شہادت ہے۔

ایرانی بادشاہ خسرو پرویز نے ایک چھوٹے سے واقعہ کو بنیاد بنا کر قیصر روم سے جنگ چھیڑ رکھی تھی۔ اس ضمن میں اس نے انطاکیہ، دمشق اور بیت المقدس پر قبضہ کر کے مسیحی دنیا پر قیامت ڈھا دی ۹۰ ہزار عیسائی قتل کر دیے، ان کا سب سے قدیمی اور مقدس چرچ منہدم کر دیا گیا، اصلی صلیب مجوسیوں نے چھین لی، لاٹ پادری زکریا کو بھی پکڑ لیا گیا، شہر کے تمام گرجوں کو مسمار کر دیا۔ ایک سال کے اندر اندر ایرانی فوجیں اردن، فلسطین اور جزیرہ نمائے سینا کے پورے علاقے پر قابض ہو کر حدود مصر تک پہنچ گئیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مکہ معظمہ میں اس سے بدرجہا تاریخی اہمیت رکھنے والی جنگ توحید کے علمبردار محمد رسول اللہ ﷺ اور شرک کے نمائندے قریش مکہ کے درمیان برپا تھی۔ اس وقت سلطنت روم پر ایران کے غلبے کا چرچا عام تھا۔ مکے کے مشرکین اس پر بغلیں بجا رہے تھے اور مسلمانوں سے کہتے: دیکھو ایران کے آتش پرست وحی ورسالت کے ماننے والے عیسائیوں پر فتح پا رہے ہیں، اسی طرح ہم بت پرست بھی تمہیں اور تمہارے دین کو مٹا کر دم لیں گے۔

حالات کے بارے میں دو پیشگوئیاں

ان حالات میں قرآن مجید کی یہ سورت نازل ہوئی اور اس میں دو پیشگوئیاں کی گئیں: ایک رومیوں کے غلبے کی اور دوسری مسلمانوں کی فتح کی۔ دونوں طرف حالات یہ تھے کہ دور دور تک ان پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے امکانات موجود نہ تھے۔ کفار مکہ نے ان کا خوب خوب مذاق اڑایا اور ابی بن خلف نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے شرط لگائی کہ اگر تین سال کے اندر اندر رومی غالب آ گئے تو میں دس اونٹ دوں گا، ورنہ دس اونٹ تمہیں دینے ہوں گے! نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قرآن میں بضع سنین کا لفظ آیا ہے عربی زبان میں بضع کا اطلاق دس سے کم پر ہوتا ہے۔ اس لیے دس سال کے اندر کی شرط کر دو اور اونٹوں کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعداد بڑھا کر سو کر دو۔ چنانچہ یہ شرط نئے سرے سے طے پا گئی۔ ۶۲۳ء میں نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے آئے اور ادھر قیصر نے ایران پر حملہ کرنے کی منصوبہ بندی کی۔ اس نے خاموشی سے اپنا حملہ ۶۲۳ء میں آرمینیا سے شروع کیا اور دوسرے سال اس نے آذربائیجان میں زرتشت کے مقام پیدائش ارمیان کو تباہ کر دیا اور ایرانیوں کے سب سے بڑے آتش کدے کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ یہی وہ سال تھا جس میں مسلمانوں کو بدر کے مقام پر پہلی مرتبہ مشرکین کے مقابلے میں فیصلہ کن فتح ہوئی۔ اس طرح سورۂ روم میں کی جانے والی دونوں پیشگوئیاں دس سال کی مدت ختم ہونے سے پہلے پہلے پوری ہوگئیں۔ ابی بن خلف بدر میں مارا گیا۔ شرط کے مطابق اس کے ورثاء نے ہار مانتے ہوئے ۱۰۰ اونٹ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالے کیے جنہیں نبی کریم ﷺ کی ہدایت کے مطابق صدقہ کر دیا گیا، کیونکہ جس وقت شرط لگائی گئی تھی اس وقت جوئے کے بارے میں قرآن کی ممانعت نازل نہیں ہوئی تھی۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

کلام کا آغاز اس بات سے کیا گیا ہے کہ آج رومی مغلوب ہو گئے ہیں اور ساری دنیا یہ سمجھ رہی ہے کہ اس سلطنت کا خاتمہ قریب ہے، مگر چند سال نہ گزرنے پائیں گے کہ پانسہ پلٹ جائے گا اور جو مغلوب ہے وہ غالب ہو جائے گا: ﴿وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ . . .﴾ اس تمہید سے یہ مضمون نکل آیا کہ انسان اپنی سطح بینی کی وجہ سے وہی کچھ دیکھتا ہے جو بظاہر اس کی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے مگر اس ظاہر کے پیچھے جو کچھ ہے اس کی خبر نہیں ہوتی۔ یہ ظاہر بینی دنیا کے معاملات میں غلط فہمیوں اور اندازوں کی موجب ہوتی ہے اور جبکہ محض اتنی سی بات نہ جاننے کی وجہ سے کہ ''کل کیا ہونے والا ہے'' آدمی غلط تخمینے لگا بیٹھتا ہے تو پھر بحیثیت مجموعی پوری زندگی کے معاملے میں ظاہری و دنیاوی زندگی پر اعتماد کر بیٹھنا۔ اس کی بنیاد پر اپنے پورے سرمایۂ حیات کو داؤ پر لگا دینا کتنی بڑی غلطی ہے: ﴿يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ﴾ اس طرح روم وایران کے معاملے سے تقریر کا رخ آخرت کے مضمون کی طرف پھر جاتا ہے اور تین رکوعات تک مختلف طریقوں سے یہ سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ آخرت ممکن بھی ہے، معقول بھی ہے، اس کی ضرورت بھی ہے۔ انسانی زندگی کے نظام کو درست رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ آدمی آخرت کا یقین رکھ کر اپنی موجودہ زندگی کا پروگرام اختیار کرے، ورنہ وہی غلطی واقع ہوگی جو ظاہر پر اعتماد کر لینے سے واقع ہوا کرتی ہے۔

اس سلسلے میں آخرت پر استدلال کرتے ہوئے کائنات کے جن آثار کو شہادت میں پیش کیا گیا ہے وہ بعینہ وہی آثار ہیں جو توحید پر بھی دلالت کرتے ہیں۔ اس لیے چوتھے رکوع کے آغاز سے تقریر کا رخ توحید کے اثبات اور شرک کے ابطال کی طرف پھر جاتا ہے اور بتایا جاتا ہے کہ انسان کے لیے فطری دین اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ بالکل یکسو ہو کر خدائے واحد کی بندگی کی جائے: ﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا . . .﴾ شرک فطرت انسانی کے خلاف ہے۔ اسی لیے جہاں بھی انسان نے اس گمراہی کو اختیار کیا ہے وہاں فساد رونما ہوا۔ اس موقع پر پھر اس فساد عظیم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو اس وقت دنیا کی دو سب سے بڑی سلطنتوں کے درمیان جنگ کی بدولت برپا تھا اور بتایا گیا ہے کہ یہ فساد بھی شرک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے نتائج میں سے ہے اور پچھلی انسانی تاریخ میں بھی جتنی قومیں مبتلائے فساد ہوئی ہیں وہ سب مشرک ہی تھیں: ﴿قُلْ سِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ﴾۔

خاتمہ کلام پر تمثیل کے پیرائے میں لوگوں کو سمجھایا گیا ہے کہ جس طرح مردہ پڑی ہوئی زمین اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی بارش سے یکا یک جی اٹھتی ہے اور زندگی و بہار کے خزانے اگلنا شروع کر دیتی ہے: ﴿فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بھیجی ہوئی وحی اور نبوت بھی مردہ پڑی ہوئی انسانیت کے حق میں باران رحمت ہے، جس کا نزول اس کے لیے خیر وفلاح کا موجب ہوتا ہے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاؤ گے تو یہی عرب کی ویران زمین رحمت الٰہی سے لہلہا اٹھے گی اور ساری بھلائی تمہارے اپنے لیے ہی ہوگی۔ اس سے فائدہ نہ اٹھاؤ گے تو اپنا ہی نقصان کرو گے، پھر پچھتانے سے کچھ حاصل نہ ہوگا اور تلافی کا کوئی موقع تمہیں میسر نہ آئے گا: ﴿فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ﴾

آخر میں نبی کریم ﷺ کو یقین دلایا جارہا ہے کہ وہ تمام وعدے جو کیے جارہے ہیں پورے ہو کر رہیں گے، رومیوں کے ظاہری غلبے سے متعلق ہوں یا اخروی جہان سے تعلق رکھتے ہوں، صرف صبر و یقین کی ضرورت ہے۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱ -۷) ﴿الۗمّۗ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ڛ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ښ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ﴾

رومیوں اور مجوسیوں کے واقعہ کی طرف ایک اجمالی اشارہ کر کے اس حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے کہ اس دنیا میں قوموں کے عروج وزوال کے جو واقعات پیش آتے ہیں وہ اتفاقاً پیش نہیں آتے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ایک مبنی بر عدل سنت کے تحت ظہور میں آتے ہیں، لیکن اس حقیقت تک ان لوگوں کی نگاہیں نہیں پہنچ سکتیں جو صرف اس دنیا کے ظواہر کو دیکھنے کے عادی ہیں: ﴿يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ښ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ﴾

نظام کائنات حقیقت ہے کھیل تماشا نہیں

(آیات ۸- ۱۸) اس دنیا کے نظام اور اس کی تاریخ پر جو شخص بھی غور کرے گا وہ اس حقیقت کا اعتراف کرے گا کہ اس کے خالق نے اس کو کھیل تماشے کے طور پر نہیں بنایا، بلکہ حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اس وجہ سے یہ لازماً جزا وسزا پر منتہی ہوگی۔ قوموں کی تاریخ سے بھی یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ ان کے کردار کے مطابق معاملہ کیا ہے۔ اس لیے قیامت ناگزیر ہے جو لوگ اس کا انکار کر رہے ہیں وہ ایک اجلی حقیقت کا انکار کر رہے ہیں! جب قیامت آئے گی تو اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دن اہل ایمان کو فلاح حاصل ہوگی اور اہل کفر نامراد ہوں گے۔ اسی کی حمد وتسبیح اس کائنات کی ہر چیز کر رہی ہے۔ اس لیے انسانوں کا بھی فرض ہے کہ وہ صبح وشام اسی کی تسبیح کریں: ﴿فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ۝ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ﴾

یہ رنگ، یہ زبانیں اور وسیع تر کائنات

(آیات ۱۹ -۲۹) ایک مناسب ترتیب کے ساتھ بعثت وقیامت اور توحید کے آفاقی وانفسی دلائل پیش کیے گئے ہیں۔ قیامت کا بیان اس پہلو سے ہوا ہے کہ اس دنیا کی اصلی غایت وحکمت قیامت ہی سے واضح ہوگی اور توحید کا مضمون اس پہلو سے اس کے ساتھ آیا ہے کہ توحید کے بغیر قیامت ایک بالکل بے معنی چیز ہو کے رہ جاتی ہے۔ رب العالمین اپنی زبردست قدرت کی ایک اور نشانی بیان فرماتا ہے کہ اس قدر بلند اور کشادہ آسمان کی پیدائش، اس میں ستاروں کا جڑاؤ، ان کی چمک دمک ان میں سے بعض کا چلتا پھرتا ہونا، بعض کا ایک جگہ ثابت رہنا، زمین کو ایک ٹھوس شکل میں بنانا، اسے کثیف پیدا کرنا، اس میں پہاڑ، میدان، جنگل، دریا، سمندر، ٹیلے، پتھر اور درخت وغیرہ جما دینا، تمھاری زبانوں اور رنگتوں میں اختلاف کا ہونا، عرب کی زبان، عجم کی زبان، ہندوستانیوں، ایرانیوں، جاپانیوں، کردوں، رومیوں، فرنگیوں، تکرونیوں، بربر، آرمینیوں، جزریوں اور اللہ جانے کتنی کتنی زبانیں زمین پر بنو آدم میں بولی جاتی ہیں۔ انسانی زبانوں کے اختلاف کے ساتھ ہی ان کی رنگتوں کا اختلاف بھی اللہ کی شان کا مظہر ہے! ذرا خیال کیجیے! لاکھوں آدمی جمع ہو جائیں، ایک کنبے قبیلے کے، ایک ملک، ایک زبان کے ہوں، لیکن ناممکن ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے درمیان کوئی اختلاف نہ ہو! حالانکہ اعضائے بدن کے اعتبار سے سب یکساں ہیں۔ سب کی دو آنکھیں، دو پلکیں، ایک ناک، دو کان، ایک پیشانی، ایک منہ، دو ہونٹ، دو رخسار، دو ہاتھ اور دو ٹانگیں ہیں، لیکن ہر کوئی دوسرے سے علیحدہ ہے۔ کوئی نہ کوئی عادت، خصلت، کلام، بات چیت، طرز ادا ایسی ضرور ہوگی جس میں ایک دوسرے کا امتیاز ہو جائے گو وہ بعض دفعہ پوشیدہ سی اور ہلکی سی چیز ہی ہو گو خوبصورتی اور بدصورتی میں کئی ایک یکساں نظر آئیں، لیکن جب غور کیا جائے تو ہر ایک کو دوسرے سے ممتاز کرنے والا کوئی نہ کوئی وصف ضرور نظر آئے گا۔

دین فطرت پر کاربند رہنے کی تلقین

(آیات ۳۰-۴۵) اوپر کی آیات میں مشرکین کے ان تمام اعتراضات کا جواب جو انھوں نے رومیوں کی شکست اور مجوسیوں کی فتح کو دلیل بنا کر اسلام کی دعوت کے خلاف اٹھائے تھے، جواب دیا گیا ہے اور ایک نفسیاتی شبہے کا بھی جواب دیا گیا ہے کہ رومیوں کی شکست پر مسلمانوں کا دل شکستہ ہونا اور ان کی فتح پر اہل اسلام کا خوش ہونا یہ معنی نہیں رکھتا کہ اسلام ان کے عقائد کے بارے میں کوئی لچکدار رویہ اختیار کر رہا ہے۔ یہ ایک طبعی مناسبت تھی کہ رومی عیسائی ہونے کی وجہ سے وحی ونبوت کے قائل تھے۔ بس یہی ایک چیز ان میں قدر مشترک ہے دین وشریعت تو وہی حق ہے جس کی تبلیغ نبی کریم ﷺ کر رہے ہیں۔ رومی دین فطرت سے بہت دور نکل چکے ہیں اس لیے نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وساطت سے تمام اہل اسلام کو پوری

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

یکسوئی سے اصل دین فطرت پر قائم رہنے اور اسی کی دعوت دینے کی تاکید کی جارہی ہے۔ اس دین کی بنیاد نماز اور زکوۃ پر ہے، جن معاندین حق اور مشرک لوگوں نے اس دین فطرت کو بگاڑا ہے ان کو زجر وتنبیہ کی گئی ہے کہ اب ان کے محاسبے کا وقت آ گیا ہے۔ وہ پچھلی قوموں کی تاریخ سے سبق لیں جو شرک کی وجہ سے ہلاک ہوئیں: ﴿ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ﴾

قبولیت حق صرف سلیم الفطرت لوگوں کا مقدر ہے

(آیات ٤٦ - ٦٠) دین فطرت میں بگاڑ پیدا کرنے والوں کو دھمکی دی جارہی ہے کہ انھوں نے دین فطرت کی دونوں بنیادیں......توحید اور ہمدردی خلق......ڈھادی ہیں اور اس طرح پورے نظام معاشرت وتمدن کو بگاڑ کر اللہ کی زمین کو فساد سے بھر دیا ہے۔ ان کی اس حرکت نے انھیں اللہ کے عذاب کا مستحق بنادیا ہے تاکہ وہ اپنے فساد فی الارض کا کچھ مزا چکھیں۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ کے وعدۂ نصرت کے ظہور کے جو دلائل وآثار تاریخ وآفاق میں موجود ہیں ان کی طرف اشارہ کر کے نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کسی پر نازل کرنا چاہتا ہے تو اپنے تصرفِ غیبی سے ناسازگار حالات کو بھی سازگار بنادیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے کہا جارہا ہے کہ تم اپنی دعوت انہی لوگوں کے دلوں میں اتار سکتے ہو جو سننے سمجھنے والے ہیں، اس لیے ان لوگوں کے رویے سے بددل نہ ہوں جو اندھے بہرے بن چکے ہیں بات صرف وہی لوگ سنیں گے اور قبول کریں گے جو اللہ کے فرمانبردار ہوں گے: ﴿ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ سوچنے سمجھنے والوں کے لیے یہ قرآن کافی ہے، رہے ضدی اور ہٹ دھرم تو ان کو کوئی معجزہ بھی قائل نہیں کرسکتا۔ آپ صبر کے ساتھ اپنا کام کیے جائیں دنیا اور آخرت میں اللہ کا وعدہ نصرت پورا ہو کر رہے گا تو یہ لوگ جو اللہ کے وعدوں پر یقین نہیں رکھتے تمہارا مذاق اڑا کر تمہیں ہلکا بنانے کا موقع حاصل نہ کر پائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آپ اپنے موقف پر جمے رہیں تو یہ خود رسوا اور بے وزن ہوں گے! تمہارے قدم اکھاڑنے کی جو کوششیں یہ کر رہے ہیں، اللہ کے حکم سے سب ناکام ہوجائیں گی: ﴿ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴾

سُوْرَةُ لُقْمَانَ

سورۂ لقمان مکی ہے، اس میں چونتیس آیات اور چار رکوع ہیں

سورت کا نام، موضوع اور زمانہ نزول

اس سورت کے دوسرے رکوع میں وہ نصیحتیں نقل کی گئی ہیں جو لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کی تھیں۔ اس مناسبت سے اس کا نام لقمان رکھا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سابقہ سورت میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ اسلام کی دعوت اس دین فطرت کی دعوت ہے جس پر لوگوں کی تخلیق ہوئی ہے۔ اس پر آفاق وانفس سے دلائل پیش گئے ہیں۔ سورۂ لقمان میں آفاق وانفس کے دلائل کے ساتھ ساتھ عرب کے معروف دانشمند لقمان علیہ السلام کے نصائح کا حوالہ دیا گیا ہے جس سے مقصود اہل عرب پر یہ واضح کرنا ہے کہ ان کے اندر جو صحیح فکر و دانش رکھنے والے لوگ گزرے ہیں، انھوں نے بھی انہی باتوں کی تعلیم دی ہے جن کی طرف دعوت نبی کریم ﷺ دے رہے ہیں۔

اس کے مضامین پر غور کرنے سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہ سورت اس زمانے میں نازل ہوئی ہے جب اسلامی دعوت کو دبانے اور روکنے کے لیے جبر وظلم کا آغاز ہو چکا تھا اور ہر طرح کے ہتھکنڈے استعمال کیے جانے لگے تھے، لیکن ابھی طوفانِ مخالفت نے پوری شدت اختیار نہ کی تھی۔ اس کی نشان وہی آیت ۱۴، ۱۵ سے ہوتی ہے جس میں نئے نئے مسلمان ہونے والے نوجوانوں کو بتایا گیا ہے کہ والدین کے حقوق تو بے شک اللہ کے بعد سب سے بڑھ کر ہیں، لیکن اگر وہ تمہیں اسلام قبول کرنے سے روکیں اور دین شرک کی طرف پلٹنے پر مجبور کریں تو ان کی یہ بات ہرگز نہ مانو! یہی بات سورۂ عنکبوت میں بھی ارشاد ہوئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں سورتیں ایک ہی دور میں نازل ہوئی ہیں، لیکن دونوں کے مجموعی انداز بیان اور مضمون پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ سورہ لقمان پہلے نازل ہوئی ہے اس لیے کہ اس کے پس منظر میں کسی شدید مخالفت کا تاثر نہیں ملتا اور اس کے برعکس سورۂ عنکبوت کو پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ اس کے نزول کے زمانے میں مسلمانوں پر سخت ظلم وستم ہو رہا تھا۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

آغاز سورت میں بتایا گیا ہے کہ اس کتاب سے فائدہ وہی اٹھائیں گے جن کے ضمیر زندہ، فطرت سلیم، عقل وخرد واضح، نیکی وتقویٰ سے محبت، راہ حق میں استقامت، اقامت صلوٰۃ، ایتائے زکوٰۃ اور آخرت پر ایمان بہت مضبوط ہے۔ قرآن کے آوازۂ حق کو لغویات سے دبانے کی سوچنے والے رسوا کن عذاب کے مستحق ہیں، پھر لوگوں کو شرک کی لغویت و نامعقولیت اور توحید کی صداقت ومعقولیت سمجھائی گئی ہے اور انہیں دعوت دی گئی ہے کہ باپ دادا کی اندھی تقلید چھوڑ دیں، کھلے دل سے اس تعلیم پر غور کریں جو محمد ﷺ خداوند عالم کی طرف سے پیش کر رہے ہیں اور کھلی آنکھوں سے دیکھیں کہ ہر طرف کائنات میں اور خود ان کے اپنے نفس میں کیسے کیسے صریح آثار اس کی سچائی کی شہادت دے رہے ہیں۔

اس سلسلے میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ آواز کوئی نئی آواز نہیں ہے جو دنیا میں یا خود دیار عرب میں پہلی مرتبہ اٹھی ہو اور لوگوں کے لیے بالکل نامانوس ہو۔ پہلے بھی جو لوگ علم وعقل اور حکمت و دانائی رکھتے تھے وہ یہی باتیں کہتے تھے جو آج محمد ﷺ کہہ رہے ہیں! تمہارے اپنے ہی ملک میں لقمان علیہ السلام نامی ایک دانشور شخص گزر چکا ہے جس کی حکمت و دانائی کے افسانے تمہارے ہاں مشہور ہیں، جس کی ضرب الامثال اور حکیمانہ مقولوں کو تم اپنی گفتگو میں نقل کرتے ہو، جس کا ذکر تمہارے اکثر شاعر اور خطیب کیا کرتے ہیں۔ اب خود ہی دیکھ لو کہ وہ کس عقیدے اور کن اخلاقیات کی تعلیم دیتا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(آیات ۱- ۱۱) ﴿الٓمّٓ ﴿١﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿٢﴾ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ﴿٣﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿٤﴾ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٥﴾ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿٦﴾ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْۤ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾

یہ ایک پرحکمت کتاب ہے جو لوگوں کے لیے ہدایت بن کر نازل ہوئی ہے، لیکن اس کا فیض انہی لوگوں کو پہنچے گا جو اپنی فطرت کی صلاحیتیں زندہ رکھنے اور ان سے کام لینے والے ہیں۔ رہے وہ لوگ جو اس حکیمانہ کلام پر مخالفین کی بناوٹی اور خانہ ساز باتوں کو ترجیح دیتے اور اس سے متکبرانہ اعراض کر رہے ہیں تو وہ اپنے اس تکبر کی پاداش میں ذلت کے عذاب سے دوچار ہوں گے۔ عزت و سرفرازی صرف اس پر ایمان لانے والوں ہی کو حاصل ہوگی۔ اللہ کا یہ وعدہ یقینی ہے۔ اس لیے کہ آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب اللہ ہی کی مخلوق ہے، کسی اور کی اس میں کوئی حصہ داری نہیں ہے۔ جو لوگ مدعی ہیں کہ اس میں کسی اور کی بھی حصہ داری ہے وہ دکھائیں کہ ان کے معبودوں نے کیا پیدا کیا ہے: ﴿هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ...﴾

نصائح لقمان حکیم علیہ السلام اور ان سے مقصود

(آیات ۱۲-۱۹) لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو جو نصیحتیں کی تھیں ان میں سے نمایاں یہ ہیں:

شرک سے پرہیز کرنا، کیونکہ یہ ظلم عظیم ہے، والدین کے ساتھ حسن سلوک اور معروف میں ان کی اطاعت، یعنی اگر وہ شرک پر آمادہ کریں تو ان کی اطاعت ہرگز نہیں، اللہ کو لطیف و خبیر جاننا، نماز پڑھنا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہنا، حالات کے جبر کا صبر سے سامنا کرنا، تکبر اور اس کے متعلقات سے بچنا، اپنی چال میں اعتدال اور آواز میں نرمی پیدا کرنا کیونکہ اللہ شیخی خوروں، متکبروں اور بے ہنگم اودھم مچانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

ان وصایا سے مقصود یہ دکھانا ہے کہ اہل عرب جس کی حکمت پر فخر کرتے اور جس کی روایات ان کے لٹریچر میں موجود ہیں اس نے بھی اپنے بیٹے کو انہی باتوں کی نصیحت کی تھی جن کی دعوت یہ حکیمانہ کتاب دے رہی ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ عقل سلیم اسی دعوت کے حق میں ہے۔ جو لوگ اس کی مخالفت کر رہے ہیں وہ درحقیقت عقل سلیم اور فطرت سلیم سے جنگ کر رہے ہیں۔

صرف اللہ ہی کا کڑا مضبوط ہے

(آیت ۲۰- ۲۴) جتنی ظاہری و باطنی نعمتیں انسان کو ملی ہوئی ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں اور اس حقیقت سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کسی کے لیے انکار کی گنجائش نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود بہت سے ناداں لوگ اللہ کی توحید کے باب میں جھگڑ رہے ہیں، حالانکہ نہ ان کے پاس کوئی دلیل ہے، نہ کسی حکیم یا کسی نبی کی رہنمائی اور نہ کسی کتاب الٰہی کی روشنی: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ﴾ اور جب ان کو اللہ کی کتاب کی پیروی کی دعوت دی جاتی ہے تو بڑے غرور کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہم اپنے باپ دادا کے طریقے کی پیروی کرتے رہیں گے اگرچہ ان کے باپ دادا شیطان کی پیروی کرتے رہے ہوں: ﴿اَوَ لَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ﴾ اللہ کے ساتھ تعلق کی مضبوط رسی صرف ان لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو اس کی اتاری ہوئی کتاب کی پیروی کریں، اس لیے کہ بالآخر تمام امور کا فیصلہ اسی کے ہاتھ میں ہے۔ آخر میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ ایسے سرپھرے لوگوں کا غم کھانے کی ضرورت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ایک دن ان لوگوں کا انجام ان کے سامنے رکھ دے گا: ﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ﴾

اللہ کے کلمات کو لکھنا ممکن نہیں

(آیات ۲۵- ۳۰) مخالفین کی تردید میں خود ان کے اعتراضات کا حوالہ دیا گیا ہے کہ یہ لوگ خود اپنے مسلمات کے لوازم کو تسلیم کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔ ان کو اعتراف ہے کہ تمام آسمان و زمین کا خالق اللہ ہی ہے۔ جب وہی خالق ہے تو شکر اور عبادت کا حقدار اس کے سوا کوئی اور کس طرح ہوسکتا ہے؟ ہر چیز اسی کے قبضہ و تصرف میں ہے۔ وہ ہر ایک سے بے نیاز ہے اور کسی کے ہاتھ بٹانے کا محتاج نہیں ہے اور وہ خود ستودہ صفات ہے۔ اس لیے اس کی نظر عنایت کو متوجہ کرنے کے لیے کسی کی سفارش کی حاجت نہیں۔ اس کی قدرت و حکمت کی اتنی نشانیاں کائنات میں موجود ہیں کہ اگر زمین کے تمام درخت قلم بن جائیں اور تمام سمندر مزید سات سمندروں کے اضافے کے ساتھ روشنائی بن جائیں جب بھی اس کی تمام نشانیوں کو قلم بند کرنا ممکن نہیں ہے: ﴿وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ﴾ اس کے لیے تمام مخلوق کو دوبارہ اٹھا کھڑا کرنا ویسا ہی ہے جیسا ایک جان کو پیدا کرنا۔ رات اور دن سب اسی کے حکم سے گردش کرتے ہیں اور وہ ہر چیز سے پوری طرح باخبر ہے۔ اگر اس کائنات کے نظام میں کسی اور کا بھی دخل ہوتا تو یہ درہم برہم ہو کر رہ جاتا۔

ہر قسم کا علم غیب صرف اللہ ہی جانتا ہے

(آیات ۳۱ -۳٤) کشتی کی تمثیل سے مخاطبین کو تنبیہ فرمائی کہ ذرا غور تو کرو کہ، گہرے اور بے پناہ جوش مارتے سمندروں پر انسان کو قدرت دے دینا، اسے اتنی عقل و فہم سے بہرہ ور کرنا کہ وہ لکڑی کے تختوں کو جوڑ کر، ان میں کیلیں ٹھونک کر اور ہوا، بھاپ اور بجلی کی قوتوں سے کام لے کر چھوٹی بڑی کشتیاں، دیوہیکل بحری جہاز، آبدوزیں اور اسٹیمر اور ڈریڈ ناٹ وغیرہ تیار کرسکے اور ان کے ذریعے سے سینکڑوں نہیں ہزاروں میل کے فاصلے شدید خطرات و موانع کے باوجود طے کرتا رہے اور بحری تجارت و سیاحت سے عظیم الشان نفع حاصل کرتا رہے۔ یہ سب اللہ کے فضل اور اس کی نعمتوں ہی میں سے ہیں۔ ان نعمتوں کو ہمیشہ مدنظر رکھو، نعمت میں شکر کرنے والے اور مصیبت میں صبر کرنے والے بنو۔ آج جو کچھ تمھیں حاصل ہے اس کا حق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے کہ اپنے رب کے شکر گزار بنو اور اس دن کو یاد رکھو جس دن نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کے کام آسکے گا اور نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کے: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُواْ رَبَّكُمْ وَٱخْشَوْاْ يَوْمًا لَّا يَجْزِى وَالِدٌ عَن وَلَدِهِۦ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن وَالِدِهِۦ شَيْـًٔا ۚ إِنَّ وَعْدَ ٱللَّهِ حَقٌّ ﴾ اس دن کا آنا ایک امر قطعی ہے۔ محض اس بنیاد پر اس کو جھٹلایا نہیں جاسکتا کہ آج تمھیں اس کے ظہور کا وقت نہیں معلوم ہے۔ زندگی کی کتنی حقیقتیں ہیں جن کے ظہور کا وقت کسی کو معلوم نہیں لیکن کوئی عاقل ان کا انکار نہیں کرتا۔ حقیقی علیم و خبیر صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے: ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ عِندَهُۥ عِلْمُ ٱلسَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ ٱلْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِى ٱلْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِى نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِى نَفْسٌۢ بِأَىِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌۢ ﴾

سُوْرَةُ السَّجْدَةِ

سورۂ سجدہ مکی ہے اور اس میں تیس آیات اور تین رکوع ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت اور موضوع

آیت ۱۵ میں سجدہ کے مضمون کو اس سورت کا عنوان قرار دیا گیا ہے۔

یہ سورت سابقہ سورت ہی کی جڑواں ہے، دونوں کے عمود میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے۔ تمہید بھی دونوں کی ایک ہی نوع کی ہے۔ سورت کا موضوع توحید و آخرت اور رسالت کے متعلق لوگوں کے شبہات کو رفع کرنا اور ان تینوں حقیقتوں پر ایمان لانے کی دعوت دینا ہے۔

نبی کریم ﷺ جمعے والے دن فجر کی نماز میں سورۂ سجدہ اور سورۂ دہر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ ①

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

آغاز اس مضمون سے ہوتا ہے کہ یہ قرآن خداوند عالم کی اتاری ہوئی کتاب ہے اس کو اتار کر اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ان امی عربوں پر عظیم احسان فرمایا ہے، جن کے اندر اب تک کوئی منذر نہیں آیا: ﴿ أَمْ يَقُولُونَ ٱفْتَرَىٰهُ ۚ بَلْ هُوَ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّآ أَتَىٰهُم مِّن نَّذِيرٍ مِّن قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ﴾ وہ انتہائی ناشکرے ہوں گے اگر انھوں نے اس کی قدر کرنے کی بجائے اس کے کتاب الٰہی ہونے کے دعوے کو افترا قرار دیا، جب کہ حقیقت میں اس کے کتاب الٰہی ہونے میں ذرا شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

اس کے بعد کلام کا رخ قرآن کے ان دعاوی کے اثبات کی طرف مڑ گیا ہے جو خاص طور پر مخالفین کی وحشت کا باعث تھے اور جن کے سبب سے وہ اس کی مخالفت کر رہے تھے۔ ان اعتراضات و شبہات کے جواب میں کفار سے کہا گیا ہے کہ

① صحیح البخاري: ۸۹۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلا شبہ یہ اللہ ہی کا کلام ہے اور اسی لیے نازل کیا گیا ہے کہ نبوت کے فیض سے محروم، غفلت میں پڑی ہوئی قوم کو چونکایا جائے، اسے تم افترا کیسے کہہ سکتے ہو جبکہ اس کا منزل من اللہ ہونا ظاہر و باہر ہے۔

یہ قرآن جن حقیقتوں کو تمہارے سامنے پیش کرتا ہے عقل سے کام لے کر خود سوچو کہ ان میں کیا چیز اچنبھے کی ہے۔ آسمان و زمین کے انتظام کو دیکھو، خود اپنی پیدائش اور بناوٹ پر غور کرو۔ کیا یہ سب کچھ اس تعلیم کی صداقت پر شاہد نہیں ہے جو اس نبی کی زبان سے اس قرآن میں تم کو دی جا رہی ہے؟ یہ نظام کائنات توحید پر دلالت کر رہا ہے یا شرک پر؟ اور اس سارے نظام کو دیکھ کر اور خود اپنی پیدائش پر نگاہ ڈال کر کیا تمہاری عقل گواہی دیتی ہے کہ جس نے اب تمہیں پیدا کر رکھا ہے، پھر وہ تمہیں پیدا نہیں کر سکے گا؟

عالم آخرت کا نقشہ کھینچا گیا اور ایمان کے ثمرات اور کفر کے نتائج و عواقب بیان کر کے یہ ترغیب دلائی گئی ہے کہ لوگ برا انجام سامنے آنے سے پہلے کفر چھوڑ دیں اور قرآن کی اس تعلیم کو قبول کر لیں جسے مان کر خود ان کی اپنی ہی عاقبت درست ہوگی۔

اللہ کی رحمت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ وہ انسان کے قصوروں پر یکا یک آخری اور فیصلہ کن عذاب میں اسے نہیں پکڑ لیتا بلکہ اس سے پہلے چھوٹی چھوٹی تکلیفیں، مصیبتیں، آفات اور نقصانات بھیجتا رہتا ہے، ہلکی ہلکی چوٹیں لگاتا رہتا ہے تاکہ اسے تنبیہ ہو اور اس کی آنکھیں کھل جائیں۔ آدمی اگر ان ابتدائی چوٹوں ہی سے ہوش میں آجائے تو اس کے اپنے حق میں بہتر ہے ﴿وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ پھر فرمایا کہ دنیا میں یہ کوئی پہلا اور انوکھا واقعہ تو نہیں ہے کہ ایک شخص پر اللہ کی طرف سے کتاب آئی ہو، اس سے پہلے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر بھی تو کتاب آئی تھی، جسے تم سب لوگ جانتے ہو۔ یہاں آخر کون سی ایسی بات ہے کہ تم لوگ یوں کان کھڑے کر رہے ہو۔ یقین مانو کہ یہ کتاب اللہ ہی کی طرف سے آئی ہے اور خوب سمجھ لو کہ اب پھر وہی کچھ ہوگا جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ہو چکا ہے، یعنی امامت و پیشوائی اب انہی کو نصیب ہوگی جو اس کتاب الٰہی کو مان لیں گے۔

کفار مکہ سے کہا گیا ہے کہ اپنے تجارتی سفروں کے دوران میں تم جن پچھلی تباہ شدہ قوموں کی بستیوں پر سے گزرتے ہو ان کا انجام دیکھ لو۔ کیا یہی انجام تم اپنے لیے پسند کرتے ہو؟ ظاہر سے دھوکا نہ کھاؤ! آج تم دیکھ رہے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات چند لڑکوں، چند غلاموں اور غریب لوگوں کے سوا کوئی نہیں سن رہا اور ہر طرف سے ان پر طعن و ملامت کی بارش ہو رہی ہے۔ اس سے تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ یہ چلنے والی بات نہیں ہے، چار دن چلے گی اور پھر ختم ہو جائے گی، لیکن یہ محض تمہاری نظر کا دھوکا ہے۔ کیا یہ تمہارا دن رات کا مشاہدہ نہیں ہے کہ آج ایک زمین بالکل بے آب و گیاہ پڑی ہے، جسے دیکھ کر گمان تک نہیں ہوتا کہ اس کے پیٹ میں روئیدگی کے خزانے چھپے ہوئے ہیں، مگر کل ایک ہی بارش میں وہ اس طرح پھبک اٹھتی ہے کہ اس کے چپے چپے سے نمو کی طاقتیں پھوٹنی شروع ہو جاتی ہیں: ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا تَأْكُلُ مِنْهُ أَنْعَامُهُمْ وَأَنفُسُهُمْ ۖ أَفَلَا يُبْصِرُونَ﴾

خاتمۂ کلام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے کہ یہ لوگ تمہاری باتیں سن کر مذاق اڑاتے ہیں، لیکن آپ صبر سے کام لیں، جس طرح تورات کے حاملین کو صبر کے امتحانوں سے گزرنے کے بعد کامیابی حاصل ہوئی اسی طرح آپ اور آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھیوں کو بھی صبر کے امتحان سے گزرنا پڑے گا۔ اگر ان مراحل سے کامیابی سے گزر گئے تو فتح تمھیں ہی حاصل ہوگی اور تمھارے یہ مخالفین بالآخر پامال ہوکر رہیں گے۔ کفار کے مذاق اڑانے کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ یہ پوچھتے ہیں کہ یہ فیصلہ کن فتح آپ کو کب نصیب ہونے والی ہے، ذرا تاریخ تو ارشاد ہو! ﴿وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْفَتْحُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾ ان سے کہیے کہ جب ہمارے اور تمھارے فیصلے کا وقت آجائے گا اس وقت ماننا تمھارے لیے کچھ بھی مفید نہ ہوگا: ﴿قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِيمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ﴾ ماننا ہے تو اب مان لو اور آخری فیصلے ہی کا انتظار کرنا ہے تو بیٹھے انتظار کرتے رہو۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

(آیات ۱-۹) ﴿الم ۝ تَنزِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُم مِّن نَّذِيرٍ مِّن قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ۝ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۖ مَا لَكُم مِّن دُونِهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ ۚ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ۝ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ﴾

یہ قرآن اللہ کی اتاری ہوئی کتاب ہے، اس کے کتابِ الٰہی ہونے میں ذرا بھر شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ کی طرف اس کی نسبت ایک افترا ہے وہ آگاہ رہیں کہ یہ افترا نہیں بلکہ یہ بالکل حق ہے اور اس کا مقصد ان لوگوں کو انذار کرنا ہے جن کے اندر کوئی ڈرانے والا اب تک نہیں آیا تھا۔ اگر انھوں نے اس کی قدر نہ کی تو ان کا انجام بھی وہی ہوگا جو ان قوموں کا ہو چکا ہے جنھوں نے اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی۔

کائنات کی تخلیق و تدبیر سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ کائنات کوئی بازیچۂ اطفال نہیں ہے بلکہ اس کو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے نہایت اہتمام سے پیدا کیا ہے اور پیدا کر کے اس نے اس کو چھوڑ نہیں دیا، بلکہ براہ راست وہ اس کا انتظام فرما رہا ہے۔ تمام احکام اسی کی طرف سے صادر ہوتے اور پھر اسی کے حضور میں پیش ہوتے ہیں۔ اس کا کوئی شریک و شفیع نہیں ہے۔ وہ خود تمام غائب و حاضر کا جاننے والا ہے۔ اس نے انسان کو بہترین صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا ہے، لیکن بہت تھوڑے لوگ ہیں جو ان صلاحیتوں سے فائدہ اٹھاتے اور اللہ کے شکر گزار بنتے ہیں ﴿قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ﴾

(آیات ۱۰-۱۴) منکرین قیامت کے شبہات کا جواب اور ان کے اصل محرک انکار کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ قیامت کے دن ان کا جو حال ہوگا اس کی تصویر کشی کی گئی ہے کہ ان کے سر جھکے ہوئے ہوں گے اور کہیں گے کہ اے ہمارے رب! اب ہماری آنکھیں کھل گئی ہیں، ہمیں تو دنیا میں دوبارہ بھیج، ہم نیک عمل کریں گے: ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُو رُءُوسِهِمْ عِندَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ﴾ فرمایا کہ اس دن کسی کا اعتراف اس کے لیے کچھ نافع نہ ہوگا۔ حقائق کو آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد ان کا ماننا معتبر ہوتا تو اللہ سبحانہ تعالیٰ سب کو ایمان ہی پر پیدا کرتا، پھر یہ عقل و تمیز کی صلاحیتیں دینے اور ان کے امتحان کی کیا ضرورت تھی؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نمازِ تہجد کی برکات

(آیات ۲۲-۱۵) ان مجرمین ومتکبرین کے مقابلے میں قرآن پر ایمان لانے والوں کی بعض خصوصیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جو لوگ تکبر سے پاک ہیں اور جن کی نگاہوں میں حق کی عزت ہے وہ اس پر ایمان لائیں گے۔ یہ لوگ اس کی آیات سن کر اپنے سر جھکا دیتے ہیں، راتوں میں اٹھ اٹھ کر اپنے رب کو یاد کرتے اور اس کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں: ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا﴾ ان لوگوں کے لیے اللہ سبحانہ تعالیٰ نے آنکھوں کی جو ٹھنڈک چھپا رکھی ہے، آج ان کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾ اللہ سبحانہ تعالیٰ اپنے فرمانبردار بندوں اور نافرمانوں کے ساتھ ایک جیسا معاملہ نہیں کرے گا: ﴿اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا یَسْتَوٗنَ﴾ ان نافرمانوں کے لیے آخرت میں جو سزا ہے وہ تو ہوگی ہی، اس دنیا میں بھی اللہ سبحانہ تعالیٰ ان کو سزا دے گا تا کہ وہ متنبہ ہونا چاہیں تو متنبہ ہو جائیں۔

پہلی قومیں جو ہلاک ہوئیں

(آیات ۲۳ -۲۶) نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ سے پہلے اللہ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو بھی کتاب دی تھی تو جن لوگوں نے اس کو جھٹلایا اللہ نے ان سے انتقام لیا، اسی طرح اس کتاب کے جھٹلانے والوں سے بھی وہ لازماً انتقام لے گا اور جس طرح بنی اسرائیل کے اندر سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو امامت کا منصب بخشا جو حق پر ثابت قدم رہے: ﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ۟ وَكَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ﴾ اسی طرح وہ آپ کے ساتھیوں کو بھی لوگوں کی رہنمائی کے منصب پر سرفراز فرمائے گا، اگر وہ حق پر مضبوطی سے جمے رہے۔ انبیائے کرام اور ان کی قوموں کی تاریخ کی طرف اجمالی اشارہ کیا گیا ہے کہ تاریخ کی شہادت اسی حقیقت کو ثابت کر رہی ہے، بشرطیکہ لوگوں کے پاس سننے والے کان اور دیکھنے والی آنکھیں ہوں۔

اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا

(آیات ۲۷ -۳۰) کفار کو وعید سنائی گئی ہے کہ وہ اہل حق کے غلبے کی اس بشارت کو بہت بعید از امکان چیز سمجھتے ہیں اور مذاق سے پوچھتے ہیں کہ یہ فتح کب ظاہر ہوگی۔ ان کو جواب دیا گیا ہے کہ جب یہ چیز ظاہر ہوگی تو اس وقت اس کو ماننا ان لوگوں کے لیے ذرا بھی نافع نہ ہوگا جو آج اس کا مذاق اڑا رہے ہیں نبی کریم ﷺ کو اس قسم کے کج فہموں سے اعراض کی ہدایت دی گئی ہے کہ اگر یہ لوگ فیصلے کے دن ہی کے منتظر ہیں تو آپ بھی ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجیے اور اسی کا انتظار کیجیے: ﴿فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ الأَحْزَابِ

سورۂ احزاب مدنی ہے، اس میں تہتر آیات اور نو رکوع ہیں

سورت کا نام، مضامین سورت اور زمانہ نزول

سورت کا نام آیت ۲۰ کے فقرے ﴿يَحْسَبُونَ الْأَحْزَابَ﴾ سے ماخوذ ہے۔

اس سورت کا مرکزی مضمون صداقت قرآن واثبات رسالت ہے۔

اس سورت کے مضامین تین اہم واقعات سے بحث کرتے ہیں۔ایک غزوۂ احزاب جو شوال ۵ھ میں پیش آیا، دوسرا غزوۂ بنو قریظہ جو ذی قعدہ ۵ھ میں پیش آیا اور تیسرا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کا نکاح جو اسی سال اور اسی ماہ، یعنی ذی قعدہ ۵ھ میں ہوا۔ اس واقعے کو بھی واقعہ افک کی طرح منافقین نے فتنہ انگیزی کا ذریعہ بنا لیا تھا۔ ان تاریخی واقعات سے سورت کا زمانہ نزول ٹھیک متعین ہو جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی مدینہ منورہ ہجرت کے ساتھ ہی اسلام دشمن عناصر اس چھوٹی سی جماعت کو کچلنے کے لیے پوری طرح مستعد ہو گئے تھے۔ چنانچہ پے در پے آپ ﷺ کو دشمن کے مقابلے کا سامنا کرنا پڑتا رہا۔ شاید ہی کوئی مہینہ خالی گزرا ہو جب آپ اور آپ کے جانثاروں کو حملے کا خوف لاحق نہ رہا ہو، لیکن آپ کی بے مثال اور بیدار مغز قیادت نے دشمن کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دیا۔

جنگ احد سے صرف دو ماہ بعد نجد کے قبیلہ بنی اسد نے مدینے پر چھاپہ مارنے کا منصوبہ ترتیب دیا، پھر صفر میں عضل اور قارہ قبائل نے نبی کریم ﷺ کے بھیجے گئے دس مبلغین میں سے چار کو شہید کر دیا اور باقی دو سیدنا خبیب بن عدی اور زید بن الدثنہ رضی اللہ عنہما کو مکے لے جا کر دشمنوں کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ پھر اسی ماہ بنی عامر کی درخواست پر بھیجے گئے ایک اور تبلیغی وفد کو جو ستر صحابہ پر مشتمل تھا، بئر معونہ کے مقام پر شہید کر دیا گیا۔ مدینے کے یہودی قبیلے بنو نضیر نے نبی کریم ﷺ کو شہید کرنے کی سازش کی۔ غرضیکہ ہر طرف سے اسلام دشمنوں نے یلغار کر رکھی تھی۔ ان خوفناک حالات میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے جانثاروں نے جس حوصلہ مندی، دلیری و شجاعت اور جذبۂ صادقہ کے ساتھ ان مشاکل کا سامنا کیا اس کی مثال نہیں ملتی۔

جنگ احد اور جنگ احزاب کے درمیان دو سال کا زمانہ اگرچہ ایسے ہنگاموں کا زمانہ تھا جن کی بدولت نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب کو ایک دن کے لیے بھی امن و اطمینان نصیب نہ ہوا، لیکن اس پوری مدت میں نئے مسلم معاشرے کی تعمیر اور ہر پہلو میں زندگی کی اصلاح کا کام برابر جاری رہا۔ یہی زمانہ تھا جس میں مسلمانوں کے قوانین نکاح و طلاق قریب قریب مکمل ہو گئے، وراثت کا قانون نازل ہوا، شراب اور جوئے کو حرام کیا گیا اور معیشت و معاشرت کے دوسرے بہت سے پہلوؤں میں نئے ضابطے نافذ کیے گئے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

اس سورت کے مضامین پر غور کرنے اور پس منظر کو نگاہ میں رکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ پوری سورت ایک خطبہ نہیں ہے جو بیک وقت نازل ہوا ہو، بلکہ یہ متعدد احکام و فرامین اور خطبات پر مشتمل ہے جو اس زمانے کے اہم واقعات کے سلسلے میں یکے بعد دیگرے نازل ہوئے اور پھر یکجا کر کے ایک سورت کی شکل میں مرتب کر دیئے گئے۔ اس کے حسب ذیل اجزا صاف طور پر ممیز نظر آتے ہیں۔

① پہلا رکوع غزوۂ احزاب سے کچھ پہلے کا نازل شدہ معلوم ہوتا ہے۔ تاریخی پس منظر کو نگاہ میں رکھ کر دیکھا جائے تو اس رکوع کو پڑھتے ہوئے صاف محسوس ہوتا ہے کہ اس کے نزول کے وقت سیدنا زید رضی اللہ عنہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے چکے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس ضرورت کو محسوس فرما رہے تھے کہ متبنّٰی کے بارے میں جاہلیت کے تصورات اور اوہام و رسوم کو مٹایا جائے اور آپ کو یہ بھی محسوس ہو رہا تھا کہ لوگ منہ بولے رشتوں کے معاملے میں محض جذباتی بنیادوں پر جس قسم کے نازک اور گہرے تصورات رکھتے ہیں وہ اس وقت تک ہرگز نہ مٹ سکیں گے جب تک آپ خود آگے بڑھ کر اس رسم کو نہ توڑ دیں، لیکن اس کے ساتھ ہی آپ اس بنا پر سخت متردد تھے اور قدم بڑھاتے ہوئے ہچکچا رہے تھے کہ اگر اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا زید رضی اللہ عنہ کی مطلقہ بیوی سے نکاح کیا تو اسلام کے خلاف ہنگامہ اٹھانے کے لیے منافقین، یہود اور مشرکین کو ایک زبردست شوشہ ہاتھ آجائے گا۔ اس موقع پر رکوع اول کی آیات نازل ہوئیں۔

② رکوع دوم وسوم میں غزوۂ احزاب اور بنی قریظہ پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ یہ اس بات کی کھلی علامت ہے کہ یہ دونوں رکوع ان لڑائیوں کے بعد نازل ہوئے ہیں۔

③ چوتھے رکوع کے آغاز سے آیت ۳۵ تک تقریر دو مضامین پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو جو مالی تنگی وعسرت سے متاثر ہو کر گھریلو اخراجات میں اضافے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کر رہی تھیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں تنبیہ کی کہ دنیا اور اس کی زینت اور آخرت میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لو۔ اگر تمہیں پہلی چیز مطلوب ہے تو صاف کہہ دو، تمہیں ایک دن کے لیے بھی اس تنگی میں مبتلا نہ رکھا جائے گا بلکہ بخوشی رخصت کر دیا جائے گا اور اگر دوسری چیز پسند ہے تو صبر کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کا ساتھ دو۔

دوسرے حصے میں اس معاشرتی اصلاح کی طرف پہلا قدم اٹھایا گیا جس کی ضرورت اسلام کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ذہن اب خود محسوس کرنے لگے تھے۔ اس سلسلے میں اصلاح کی ابتدا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے کرتے ہوئے ازواج مطہرات کو حکم دیا گیا کہ تبرج جاہلیت سے پرہیز کریں، وقار کے ساتھ اپنے گھروں میں بیٹھیں اور غیر مردوں کے ساتھ بات چیت کرنے میں سخت احتیاط رکھیں۔

یہ پردے کے احکام کا آغاز تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(آیات ۱-۶) ﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ وَّتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ اڿ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَاۗءَكُمْ اَبْنَاۗءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَـقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَاۗىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَاۗءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ﴾

نبی کریم ﷺ کو اس امر کی تاکید کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر جو کچھ نازل کیا جاتا ہے، لوگوں کی ملامت سے بے خوف ہو کر اس کی تبلیغ کریں اور کفار و منافقین کی مخالفت کی مطلق پروا نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار و کارساز ہے، اس پر بھروسا رکھیں: ﴿وَّتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾ ظہار اور منہ بولے بیٹے کے معاملے میں رسوم جاہلیت کی اصلاح کی گئی ہے کہ ان رسوم کو عقل و فطرت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مخالفین اس اصلاح کے خلاف کتنا ہی ہنگامہ اٹھائیں، ان کے شوروغوغا کی کوئی پروا نہ کی جائے۔ یہ لوگوں کی من گھڑت بدعات ہیں۔ اللہ تعالیٰ معاشرتی زندگی کو ان تضادات سے پاک کر کے اس کو فطرت کی صحیح راہ پر لانا چاہتا ہے۔ مسلمانوں کو اس بات کی ہدایت کہ منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپوں سے منسوب کرو: ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَاۗىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَاۗءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ...﴾ اگر ان کے باپوں کا علم نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں۔ اب تک رسوم جاہلیت کے زیر اثر جو کچھ ہوا ہے اس سے اللہ تعالیٰ نے درگزر فرمایا، لیکن اب اس وضاحت کے بعد اس کے لیے کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ اسلامی معاشرے میں سب سے اونچا درجہ اور سب سے بڑا حق نبی کریم ﷺ کا ہے اور ازواج نبی کا درجہ امہات المومنین کا ہے: ﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ...﴾ باقی رشتے دار باہمی قرب و بعد اس قانون کے مطابق ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان کر دیا ہے۔

(آیات ۷، ۸) حق کی اتباع کی دعوت ہی نبوت کی اصل ضرورت ہے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سمیت ہر نبی سے اس بات کا مضبوط عہد لیا ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ کے دین کی دعوت دیں گے: ﴿وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝ لِّيَسْــَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِـيْمًا﴾ اس معاملے میں نہ کسی کا پاس و لحاظ کریں نہ کسی کی مخالفت کی پروا، تاکہ یہ چیز کھرے اور کھوٹے، مخلص اور منافق کے درمیان امتیاز کی کسوٹی بنے اور ہر شخص اپنے عمل کے مطابق جزا یا سزا پائے۔ اس کی تفصیل: شوریٰ: ۱۳، آل عمران: ۱۸۷، بقرہ: ۸۳، اعراف: ۱۶۹، ۱۷۱ اور مائدہ: ۷ میں موجود ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جنگ احزاب کی ہولناکی کی ایک جھلک

(آیات ۹ - ۲۷) ﴿ يَاۤيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴾

غزوۂ احزاب کے واقعات کو بیان کرنے سے مقصود مسلمانوں کے اندر اس اعتماد اور توکل علی اللہ کو راسخ کرنا ہے جس کی تلقین پہلی آیت میں دی گئی ہے۔ باوجودیکہ کفار اپنی تمام پارٹیوں کی مجتمع قوت کے ساتھ مدینہ پر پل پڑے تھے اور منافقین نے بھی اپنی ریشہ دوانیوں اور سازشوں سے مسلمانوں کے قدم اکھاڑ دینے کے لیے پورا پورا زور لگا دیا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی غیبی فوجوں سے مسلمانوں کی مدد کی اور دشمنوں کو ذلیل وخوار ہو کر پسپا ہونا پڑا۔ اگر مسلمان مخالفوں کی مخالفت کے باوجود اللہ کے دین پر قائم اور اس کے رسول کے وفادار و جان نثار رہے تو اللہ تعالیٰ ہر محاذ پر ان کی مدد فرمائے گا۔

''اے ایمان والو! اللہ نے جو احسان تم پر کیا اسے یاد کرو جب لشکر تم پر چڑھ آئے تھے۔ تو ہم نے ان پر تیز آندھی اور ایسے لشکر بھیجے جو تمہیں نظر نہ آتے تھے اور جو کچھ تم کر رہے تھے اللہ سب دیکھ رہا تھا۔ جب لشکر تمہارے اوپر نیچے سے چڑھ آئے تھے اور خوف کے مارے تمہاری آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے تھے اور تم اللہ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے۔ اس وقت مومن خوب آزمائے گئے اور بری طرح جھنجھوڑے گئے تھے۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن دنیا دار عورتوں کی طرح نہیں

(آیات ۲۸ - ۳۵) مسلمانوں کو نبی کریم ﷺ کی اطاعت پر مجتمع کرنے کے بعد آپ کی ازواج کو خطاب کر کے ان پر ان کی منصبی ذمہ داریاں واضح فرمائی گئی ہیں کہ رسول کے ساتھ نسبت رکھنے کی وجہ سے ان کے درجے بھی بہت اونچے ہیں۔ اگر وہ اپنی ذمہ داریاں ادا کریں گی تو ان کے لیے بڑا اجر ہے: ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ لیکن اگر ان سے کوئی حکم عدولی صادر ہوئی تو ان کے لیے سزا بھی بڑی سخت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَمَنْ يَّقْنُتْ: 22

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو: ﴿ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴾ اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو غیروں سے نرم آواز میں بات نہ کیا کرو کہ دل کی خرابی میں مبتلا کوئی شخص کوئی غلط امید وابستہ کر لے، بلکہ صاف اور سیدھی بات کرو: ﴿ وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ﴾ اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور گزشتہ دور جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، کیونکہ تمہارا اصلی فریضہ نبی کی اطاعت و وفاداری اور اس کتاب و حکمت کی روشنی کو پھیلانا ہے جس کی تعلیم تم کو نبی کریم ﷺ سے مل رہی ہے۔ اس لیے ان کے شایان شان بات یہ ہے کہ وہ وقار کے ساتھ اپنے گھروں میں بیٹھیں اور ان منافقین و منافقات کے اثر سے اپنے آپ کو بچائیں، جو ان کی کریم النفسی سے فائدہ اٹھا کر ان کے دلوں میں محبت دنیا کی تخم ریزی کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اہل بیت کو ہر قسم کی آلائشوں سے پاک اور صرف کتاب و حکمت کی تعلیم و دعوت کے لیے خاص رکھے: ﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۚ وَ اذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴾

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے خطاب کی نوعیت

ان احکامات کا یہ مطلب نہیں کہ ازواج مطہرات سے کسی قسم کی فحش حرکت کا اندیشہ تھا بلکہ اس سے مقصود ان کو احساس دلانا تھا کہ اسلامی معاشرے میں ان کا مقام کس قدر بلند ہے۔ اس لیے ان کی ذمہ داریاں بھی قدرے زیادہ ہیں، لہٰذا ان کا اخلاقی رویہ انتہائی پاکیزہ ہونا چاہیے۔ دوسرا مقصد مسلمانوں کو اس امر کا احساس دلانا تھا کہ یہ باتیں جب اتنے اونچے گھرانے کے لیے زیب نہیں دیتیں تو تم سے کیسے گوارا کی جا سکتی ہیں۔

پردے کے احکام

ان آیات میں بھی اگرچہ خطاب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے ہے، لیکن مقصود تمام مسلمان گھرانوں میں ان اصلاحات کا نفاذ کرنا ہے۔ جب نبی کریم ﷺ کے گھرانے سے اس قسم کے پاکیزہ طرز زندگی کی ابتدا ہوگی تو باقی سارے مسلمان گھرانوں کی خواتین خود ان کی تقلید کریں گی، کیونکہ یہی گھرانہ ان کے لیے نمونے کی حیثیت رکھتا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غیر مردوں سے بات چیت کا سلیقہ

بوقت ضرورت ایک مسلمان خاتون کا کسی غیر مرد سے گفتگو کرنا منع نہیں ہے، لیکن ایسے مواقع پر عورت کا لہجہ اور اندازِ گفتگو ایسا ہونا چاہیے کہ جس سے بات کرنے والے مرد کے دل میں کبھی یہ خیال تک نہ گزر سکے کہ اس عورت سے کوئی اور توقع بھی قائم کی جاسکتی ہے۔ اس کے لہجے میں کوئی لوچ نہ ہو، اس کی باتوں میں کوئی لگاوٹ نہ ہو، اس کی آواز میں دانستہ ترنم اور شیرینی نہ ہو جو سننے والے مرد کے جذبات کو بھڑکا دے اور اسے آگے قدم بڑھانے کی ہمت دلائے۔ اس طرز گفتگو کے متعلق اللہ تعالیٰ صاف فرماتا ہے کہ یہ کسی ایسی عورت کو زیب نہیں دیتا جس کے دل میں تقویٰ ہو۔

عورت کا اصل دائرۂ عمل اس کا اپنا گھر ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ﴾ کہ اے عورتو! اپنے گھروں میں ٹکی رہو۔ بعض اہل لغت کے نزدیک یہ لفظ ''قرار'' سے ماخوذ ہے اور بعض کے نزدیک ''وقار'' سے۔ اگر اس کو ''قرار'' سے ماخوذ سمجھا جائے تو معنیٰ ہوں گے: اپنے گھروں میں قرار پکڑو، ٹکی رہو اور اگر وقار سے لیا جائے تو مطلب ہوگا: سکون سے رہو، چین سے بیٹھو۔ دونوں صورتوں میں آیت کا منشا یہ ہے کہ عورت کا اصل دائرۂ عمل اس کا گھر ہے۔ اس کو اسی دائرے میں رہ کر اطمینان کے ساتھ اپنے فرائض انجام دینے چاہییں اور گھر سے باہر صرف بوقت ضرورت ہی نکلنا چاہیے۔

قرآن مجید کے اس صاف اور صریح حکم کی موجودگی میں اس بات کی آخر کیا گنجائش ہے کہ مسلمان عورتیں کونسلوں اور پارلیمنٹوں کی ممبر بنیں، بیرون خانہ کی سوشل سرگرمیوں میں دوڑتی پھریں، سرکاری دفتروں میں مردوں کے ساتھ کام کریں، کالجوں میں لڑکوں کے ساتھ تعلیم پائیں، مردانہ ہسپتالوں میں نرسنگ کی خدمت انجام دیں، ہوائی جہازوں اور ریل کاروں میں مسافر نوازی کے لیے استعمال کی جائیں اور تعلیم و تربیت کے لیے امریکہ اور برطانیہ بھیجی جائیں۔

﴿وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ﴾

اس آیت میں دو اہم الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جن کا سمجھنا آیات کے منشا کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے، ایک تبرج اور دوسرا جاہلیت اولیٰ۔ عورت کے لیے جب تبرج کا لفظ استعمال کیا جائے گا تو اس کے تین مطلب ہوں گے۔ ایک یہ ہے کہ وہ اپنے چہرے اور جسم کا حسن لوگوں کو دکھائے، دوسرا یہ کہ وہ اپنے لباس اور زیور کی شان دوسروں کے سامنے نمایاں کرے اور تیسرا یہ کہ وہ اپنی چال ڈھال اور چٹک مٹک سے اپنے آپ کو نمایاں کرے۔ یہی تشریح اس لفظ کی اکابر اہل لغت اور اکابر مفسرین نے کی ہے۔

جاہلیت الاولیٰ: مطلق جاہلیت سے مراد اسلام کی اصطلاح میں ہر وہ طرز عمل ہے جو اسلامی تہذیب و ثقافت اور اسلامی اخلاق و آداب اور اسلامی ذہنیت کے خلاف ہو اور جاہلیت اولیٰ کا مطلب وہ برائیاں ہیں جن میں اسلام سے پہلے عرب کے لوگ اور دنیا بھر کے دوسرے لوگ مبتلا تھے، یعنی اگر گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت پیش آئے تو اس شان کے ساتھ نہ نکلو جس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شان کے ساتھ گزشتہ دور جاہلیت کی عورتیں نکلا کرتی تھیں۔ بن ٹھن کر نکلنا، چہرے اور جسم کے حسن کو زیب و زینت، چست اور عریاں لباس سے نمایاں کرنا اور ناز و ادا سے چلنا ایک مسلم معاشرے کی عورتوں کا کام نہیں ہے، یہ جاہلیت کے طور طریقے ہیں جو اسلام میں نہیں چل سکتے۔ اب یہ بات ہر شخص خود دیکھ سکتا ہے کہ جو ثقافت ہمارے ہاں رائج کی جا رہی ہے وہ قرآن کی رو سے اسلام کی ثقافت ہے یا جاہلیت کی ثقافت۔

قاضی ابوبکر باقلانی (متوفی ۵۴۲ھ) کہتے ہیں: میں نے اپنی سیاحت میں کوئی ایک ہزار مقامات دیکھ ڈالے۔ نابلس کی عورتوں سے بڑھ کر پاکدامن کسی اور علاقے کی نہیں پائیں۔ ان کے درمیان میں مہینوں ٹھہرا رہا، شہر میں یہ کبھی چلتی پھرتی نظر نہیں آئیں۔ صرف جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لیے نکلتی تھیں اور بعد نماز اپنے گھروں میں پھر داخل ہوتیں۔ پردہ داری اور باعصمتی کی یہی کیفیت میں نے مسجد اقصیٰ کی معتکف عورتوں میں پائی، ورنہ اور جگہ میں نے جہاں جہاں عورتوں کو بے پردہ چلتے پھرتے پایا، وہاں طرح طرح کی برائیوں اور فتنوں ہی میں مبتلا دیکھا۔ یہ حال ۵۴۲ھ کا ہے آج ۱۴۳۶ھ میں کوئی غیرت مند مومن لاہور، کراچی، دہلی، لکھنو، قاہرہ، تہران، انقرہ، استنبول، بغداد، دمشق کی کھلم کھلا بے حیائیاں دیکھنے کی تاب کہاں سے لاسکتا ہے؟

ان سطور کا راقم عبدالاعلیٰ عرض کرتا ہے کہ ہمارے ملک پاکستان کے علاقے ڈیرہ اسماعیل خان اور اس کے ملحقہ علاقوں کے تبلیغی دورے پر مجھے ۱۹۸۹ میں جانے کا موقع ملا۔ تقریباً ایک ہفتہ وہاں قیام رہا۔ میں نے بازاروں میں کوئی عورت چلتی پھرتی نہیں دیکھی، سوائے بڑی بوڑھی عورتوں کے اور وہ بھی بہت کم۔ اسی طرح جو روزانہ اخبارات وہاں پڑھنے کو ملتے تھے ان میں رنگین صفحات جن میں عورتوں کی تصاویر ہوتی تھیں، غائب ہوتے تھے۔ پتا کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ یہاں پہنچتے ہی الگ کر لیے جاتے تھے تاکہ لوگوں کی نظروں میں جائیں ہی نہیں۔ یہ اسی دینی ماحول کا اثر تھا جو اس علاقے کی پہچان تھا۔

﴿وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ﴾ ترتیب کلام پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ عورت پر حیاداری، حفظ و ناموس کی تاکید نماز اور زکوۃ کے حکم سے بھی مقدم رکھی گئی ہے۔

اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے سامنے چون و چرا کی گنجائش نہیں

(آیات ۳۶-۳۹) سیدنا زید اور زینب رضی اللہ عنہما کے واقعہ کی طرف ایک اجمالی اشارہ کیا گیا ہے، جس میں سب سے پہلے یہ حقیقت واضح فرمائی ہے کہ جب کسی معاملے میں اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ صادر فرما دیں تو کسی مومن یا مومنہ کے لیے اس میں چون و چرا کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ اللہ اور اس کے رسول کا حق سب سے بڑا ہے۔ ﴿وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ﴾

یہ آیت اگرچہ ایک خاص موقعہ پر نازل ہوئی ہے مگر جو حکم اس میں بیان کیا گیا ہے وہ اسلامی آئین کا اصل الاصول ہے اور اس کا اطلاق پورے اسلامی نظام زندگی پر ہوتا ہے۔ اس کی رُو سے کسی مسلمان فرد، قوم، ادارے، عدالت، پارلیمنٹ یا ریاست کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جس معاملے میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے کوئی حکم ثابت ہو اس میں وہ خود اپنی رائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

استعمال کرے۔ مسلمان ہونے کے معنی ہی اللہ اور اس کے رسول کے آگے اپنے آزادانہ اختیار سے دستبردار ہوجانے کے ہیں۔ کسی شخص یا قوم کا مسلمان ہونا اور اپنے لیے اس اختیار کو محفوظ رکھنا دونوں ایک دوسرے کی نفی کرتے ہیں۔ کوئی ذی ہوش انسان ان دونوں رویوں کو جمع کرنے کا تصور نہیں کرسکتا۔ جسے مسلمان رہنا ہو اسے لازماً اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے سامنے جھک جانا ہوگا اور جسے نہ جھکنا ہو اس کو سیدھی طرح ماننا پڑے گا کہ وہ مسلمان نہیں ہے۔ نہ مانے گا تو چاہے اپنے مسلمان ہونے کا وہ کتنا ہی ڈھول پیٹے، خالق و مخلوق دونوں کی نگاہ میں وہ منافق ہی قرار پائے گا۔

محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں

(آیت ۴۰) قصہ زینب کے ضمن میں اس امر کی بھی وضاحت کردی گئی کہ محمد ﷺ کی کوئی نرینہ اولاد نہیں اور آپ رسول اللہ اور خاتم النبیین ہیں: ﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴾ ’’تمہارے مردوں میں سے محمد کسی کے باپ نہیں آپ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔‘‘

سورۂ احزاب کے شروع میں فرمایا تھا کہ نبی تمام اہل ایمان کے لیے ان کی جانوں سے مقدم ہیں اور ان کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔ یہاں اس امر کی وضاحت کردی کہ یہ رشتہ روحانی نوعیت کا ہے۔ جسمانی طور پر تو محمد ﷺ کسی مرد کے باپ نہیں ہیں۔ نہ سیدنا زید رضی اللہ عنہ آپ کے بیٹے ہیں نہ ان کی بیوی آپ کی بہو، کہ طلاق کے بعد آپ کا نکاح اس سے نہ ہوسکتا ہو۔ اس لیے منافقین کے تمام ہفوات محض بکواس ہیں۔ اس رسم کی بیخ کنی اس لیے بھی آپ کے ہاتھوں ضروری تھی، کیونکہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آنے والا۔ اگر آپ کے ذریعے سے رسومات جاہلیت کی بیخ کنی نہ کی گئی تو کون کرے گا؟

اس میں ایک لطیف سا اشارہ اس امر کی طرف بھی ہے کہ منصب ختم نبوت اس قدر حساس ہے کہ آپ کا کوئی بیٹا زندہ ہوتا تو اس کے بارے میں لوگوں کی عقیدت کے باعث نبوت کا احساس پیدا ہوسکتا تھا، چونکہ آپ کی نرینہ اولاد باقی نہیں رہی اس لیے آپ کے منصب ختم نبوت کے بارے میں کسی غلط فہمی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

یہ آیت ختم نبوت کے سلسلے میں حجت قاطعہ کی حیثیت رکھتی ہے، اسی طرح آیت تکمیل دین: ﴿ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ﴾ (المائدہ: ۳) آج کے دن میں نے تم پر تمہارے دین کو مکمل کردیا ہے اور اپنی نعمت کو پورا کردیا ہے اور تمھارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا ہے۔‘‘ بھی ختم نبوت کی حیثیت، اہمیت اور کیفیت کے لیے دلیل فراہم کرتی ہے اور عقیدہ ختم نبوت کی بنیاد کے لیے یہ دلیل کافی ہے۔ جب کوئی درجہ اصلاح و تعلیم کا باقی ہی نہ رہا تو اب کسی نئے نبی کی ضرورت ہی نہ رہی، لیکن اس غرض سے کہ آئندہ کسی جھوٹے مدعی نبوت کے لیے اتنی گنجائش بھی باقی نہ رہے، یہاں آپ کے خاتم النبیین ہونے کی صراحت کردی۔ یہ آپ کا لقب ہے اس لیے کہ نبوت آپ پر ختم ہوگئی اور نبوت کی تکمیل آپ کی آمد سے ہوگئی۔ ختم نبوت کا دعویٰ بھی اسلام کی امتیازی خصوصیات میں سے ہے۔ قرآن سے پہلے بے شمار انبیاء و رسل آچکے تھے، کتابیں بھی، نازل ہوچکی تھیں مگر یہ دعویٰ کسی نے نہیں کیا تھا کہ میں آخری نبی ہوں اب میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ختم نبوت یعنی ذات محمدی پر ہر قسم کی نبوت کا ختم ہوجانا امت کا اجماعی عقیدہ ہے اور جو اجرا نبوت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا اب بھی قائل ہے وہ اجماع امت کی رو سے زندیق، مرتد بلکہ اسلامی حکومت میں واجب القتل ہے۔

صحیح مسلم وغیرہ میں آپ ﷺ کا فرمان ہے: «انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحیٰ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علیٰ عقبی وانا العاقب الذی لیس بعد نبی والعاقب» ① میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، ماحی ہوں، میرے ذریعے سے کفر محو کیا جائے گا، میں حاشر ہوں کہ میرے بعد لوگ حشر میں جمع کیے جائیں گے اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔" سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے آپ نے فرمایا: «انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لانبی بعدی» ② "تو میرے لیے اسی طرح ہے جس طرح موسیٰ کے لیے ان کے بھائی ہارون تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔"

ابوداود کتاب الفتن میں نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے جس میں آپ نے فرمایا: «سیکون فی امتی کذابون ثلاثون دجالون کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النبیین لانبی بعدی» ③ "میری امت میں تیس کذاب و دجال ہوں گے جن میں سے ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔" بیہقی، طبرانی وغیرہ میں نبی ﷺ کی حدیث ہے، آپ نے فرمایا: «لا نبی بعدی ولا امة بعد امتی» ④ "میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری امت کے بعد کوئی امت نہیں ہے۔"

منصب رسالت کی اصل

(آیات ۴۱-۴۸) مسلمانوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ زیادہ تر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رکھیں۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت کی شکل میں اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمت ان پر نازل ہوئی تاکہ انھیں کفر و شرک کی تاریکیوں سے نکل کر ایمان و اسلام کی روشنی میں آنا نصیب ہو: ﴿هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا﴾ اگر اس روشنی کی انھوں نے قدر کی تو ان کو دنیا اور آخرت دونوں کی سعادت حاصل ہوگی: ﴿تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ښ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا﴾ نبی کریم ﷺ کو خطاب کر کے آپ کے فریضۂ منصبی کی یاددہانی کرائی گئی کہ آپ لوگوں کے لیے اللہ کے دین کی شہادت دینے والے ہیں جو اس کو قبول کریں ان کو جنت کی بشارت دیں اور جو اس کو رد کریں ان کو دوزخ سے آگاہ کر دیں۔ آپ اللہ کے داعی اور لوگوں کو کفر و شرک کی تاریکیوں سے نکالنے کے لیے چراغ ہدایت ہیں۔ اس فرض کی ادائیگی میں آپ برابر سرگرم رہیں۔ کفار و منافقین کی تاریکیوں اور ان کی ایذارسانیوں کو خاطر میں نہ لائیں: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ...﴾

طلاق، عدت اور نکاح کے ضمن میں چند ارشادات

(آیات ۴۹-۵۲) طلاق کے بارے میں ایک حکم دیا گیا کہ مجرد نکاح کے بعد عورت کو چھونے سے پہلے اگر طلاق دے

---

① صحیح مسلم: ۲۳۵٤۔ ② صحیح مسلم: ۲٤۰٤۔

③ سنن أبی داود: ٤۲۵۲۔ ④ المعجم الکبیر للطبرانی: ۸۱٤٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دی جائے تو عورت پر کوئی عدت نہیں، نیز طلاق دیتے وقت اسے کچھ دے دو: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا . . .﴾ پھر اس بات کا اعلان فرمایا گیا کہ آپ پر نکاح کے سلسلے میں چار کی قید اور وہ پابندیاں نہیں ہیں جو عام امت کے لیے ہیں۔ جس سے مقصود یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ کی گھریلو زندگی پرسکون رہے، اپنی بیویوں کے ساتھ جیسا چاہیں سلوک کریں، جس کے پاس چاہیں تشریف لے جائیں، نہ چاہیں تو نہ جائیں آپ کو کوئی روک ٹوک نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ آپ کی گھریلو زندگی پرسکون رہے، نبوت کی اتنی بھاری ذمہ داری کے ساتھ ساتھ گھریلو الجھن ہرگز نہ رہے اور ازواج مطہرات کی آنکھیں بھی ٹھنڈی اور ان کے دل راضی رہیں: ﴿ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن تَقَرَّ أَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَا آتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ﴾ آپ کی ازواج عام عورتوں کی طرح دنیاداری کا خیال کرنے کی بجائے نبی آخرالزمان کی بیویوں کا سا کردار ادا کریں یعنی آپ کی دعوت واصلاح میں معاون بنیں۔

اس آزادی کے باوجود نہ نبی کریم ﷺ نے کسی بیوی کے ازدواجی حقوق میں کمی بیشی فرمائی اور نہ کسی زوجہ محترمہ نے دنیادار بیوی کا سا کردار ادا کیا بلکہ انہوں نے آپ کے ساتھ مل کر انسانیت کی فوز وفلاح کا وہ کارنامہ سرانجام دیا کہ اللہ جل شانہ نے انہیں ساری امت کی ماؤں کا مقام عنایت فرمادیا کہ ان کا ذکر ہوتے ہی اہل ایمان کے سر احترام میں جھک جاتے ہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنھن، نیز منافقین کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ ازواج مطہرات کے معاملے میں ریشہ دوانیاں کرکے نبی کریم ﷺ کے لیے اذیت کا سبب نہ بنیں۔ تمہارے دلوں میں کیا ہے اللہ سب جانتا ہے۔

ازواج مطہرات کے لیے پردے کا حکم

(آیات ۵۳۔ ۵۵) عام مسلمانوں کو نبی کریم ﷺ کے گھروں میں بغیر اجازت داخل ہونے سے منع کر دیا گیا اور بلائے جانے کی صورت میں متعلقہ معاملے کے ختم ہوتے ہی واپس آنے کی تلقین کی گئی۔ گھروں سے باہر نکلنے کی صورت میں آپ کی ازواج اور عام مسلمان خواتین کے لیے پردے کی ہدایت کی گئی تاکہ منافقین کو نبی کریم ﷺ کی ایذارسانی اور مسلمان خواتین کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کا کوئی موقع نہ ملے۔ یہ ادب سکھا گیا کہ ازواج مطہرات سے اگر کوئی چیز مانگنی ہو تو پردے کی اوٹ سے مانگی جائے اور ازواج مطہرات تمہاری مائیں ہیں ان سے کسی حالت میں کسی امتی کا نکاح نہیں ہوسکتا۔

نبی کا حق صلوٰۃ ہے نا کہ تکلیف پہنچانا

(آیات ۵۶۔ ۵۸) امت کو اس بات کی تلقین کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو ستانے یا آپ اور آپ کے کسی ساتھی کو اذیت دینے کی سنگینی اپنی جگہ، نبی کی ذات اقدس تو یہ حق رکھتی ہے کہ ان پر دعائے رحمت (صلوٰۃ) پڑھی جائے: ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ دراصل جن حالات سے نبی کریم ﷺ گزر رہے تھے، اس حکم سے ان کے لیے بڑی تسلی اور دشمنوں کے لیے خوفناک وارننگ تھی کہ دشمن تو آپ پر جھوٹے اتہامات لگاتے رہتے تھے، جبکہ اللہ اور اس کے فرشتے سرور کونین پر درود بھیجتے ہیں تو کیا اللہ سے کوئی جیت سکا ہے، اس لحاظ سے نبی کریم ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لیے پیغام تشفی تھا جبکہ دشمنوں کے لیے وارننگ تھی کہ تمہاری مخالفتیں اور بے ہودگیاں، نبی اور ان کے جانثار مردوں اور عورتوں کے لیے تمہاری ایذا رسانیاں تمہارے لیے دنیا اور آخرت میں لعنت کا سبب بن رہی ہیں۔

اس آیت میں ان لوگوں کے لیے لعنت کی وعید ہے جو نبی کریم ﷺ یا آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گستاخی کریں اور ان کے بارے میں کسی قسم کی بدکلامی کریں، ان پر تنقید کریں یا ان میں عیب نکالیں۔ اللہ نے اس پاکباز جماعت کو ہر قسم کی یاوہ گوئی سے قیامت تک کے لیے محفوظ کر دیا ہے۔

اللہ کے درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ کی تعریف فرماتا ہے، آپ کے کام میں برکت فرماتا ہے، آپ پر مہربان و شفیق ہے، آپ پر مسلسل رحمت بھیجتا رہتا ہے اور فرشتوں کا درود آپ سے غایت درجہ محبت، آپ کا احترام اور آپ کے حق میں دعائے خیر کرتے رہنا ہے اور اہل ایمان کا درود پڑھنا اللہ سے آپ کی بلندیٔ شان اور مقام محمود اور وسیلہ کی طلب ہے۔ یاد رہے کہ درود بھیجنے میں جو چیز بنیادی حیثیت رکھتی ہے وہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ سے آپ کے حق میں رحمت کی درخواست کرے، کیونکہ اللہ ہی آپ کے مقام و مرتبے کو جانتا اور قدردان ہے، کسی انسان کی کیا مجال کہ وہ آپ پر براہ راست صلوٰۃ بھیجے جیسے یہ الفاظ ہیں: الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللّٰہ۔

تمام اہل ایمان عورتوں کو حجاب کا حکم

(آیات ۵۹ - ۶۲) پردے کے سلسلے میں کچھ احکام سورۂ نور میں بیان ہو چکے ہیں۔ اس سورت میں اس باب کی تکمیل کر دی گئی ہے۔ اشرار و مفسدین و منافقین کو یہ آخری دھمکی ہے کہ اگر وہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے تو بہت جلد ان کے قلع قمع کے لیے آخری ہدایات نازل ہو جائیں گی اور پھر ان کو کہیں پناہ نہیں ملے گی۔

"اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیجیے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں، یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے جس سے وہ پہچانی جائیں گی اور ستائی نہ جائیں گی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

راست بازی اور ادائے امانت کا حکم

(آیات ۶۹-۶۳) قیامت کی یاددہانی ہے کہ اس کو بہت دور نہ سمجھو، وہ سر پر آئی کھڑی ہے۔ اس دن کوئی کسی کے کام آنے والا نہ بنے گا۔ گمراہ لیڈر اور ان کے گمراہ پیروکار سب ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے۔ رسول اللہ ﷺ کے خلاف مکروہ پروپیگنڈہ کرنے والے منافقین کو تنبیہ کی گئی ہے کہ ان یہود کی تقلید نہ کرو جنھوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو قدم قدم پر ایذا دی۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو عزت و وقار سے اٹھایا اور ان لوگوں پر لعنت کی جنھوں نے ان کو ایذا دی تھی، اسی طرح نبی کریم ﷺ کی توہین کرنے والے بھی اللہ کی لعنت کے مستحق ہیں۔

کامیابی کے اصول

(آیات ۷۰ - ۷۳) صحیح روش یہ ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور رسول کی ہر بات پر سمعنا واطعنا کہو۔ اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمہارے اعمال کو سدھارے گا اور تمہارے گناہوں کو بخشے گا۔ یہی راہ فوز عظیم کی راہ ہے۔ آخر میں اس عظیم عہد و امانت کی یاد دہانی کرائی گئی ہے جس کا اہل تمام مخلوقات میں سے صرف انسان بنایا گیا ہے۔ اسی عہد و امانت پر انسان کے تمام شرف کا انحصار ہے۔ اگر وہ اس کے حقوق ادا کر سکے تو اس سے زیادہ اونچا کوئی نہیں اور اگر وہ اس میں ناکام ہو جائے تو اس سے بڑا بد قسمت بھی کوئی نہیں۔

﴿ لِيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ تاکہ اللہ منافق مردوں اور عورتوں اور مشرک مردوں اور عورتوں کو سزا دے اور مومن مردوں اور عورتوں کی توبہ قبول فرمائے اور اللہ بڑا غفور و رحیم ہے۔

سُوْرَۃُ سَبَاٍ

سورۂ سبا مکی ہے، اس میں چون آیات اور چھ رکوع ہیں

سورت کا نام، زمانہ نزول اور مرکزی مضمون

سورت کا نام اس کی آیت ۱۵: ﴿ لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ ﴾ سے لیا گیا ہے۔ اس کا نزول مکہ مکرمہ کے اس دور میں ہوا جب ابھی ظلم و ستم میں اتنی شدت پیدا نہیں ہوئی تھی اور ابھی صرف تضحیک و استہزاء الزامات اور وسوسہ اندازیوں سے اسلامی تحریک کو دبانے کی کوشش کی جا رہی تھی۔

اس سورت کا مرکزی مضمون اثبات توحید ہے۔ توحید کے علاوہ دوسرے مطالب و مضامین اسی کے تحت اور اسی کے تضمنات کی وضاحت کے طور پر آئے ہیں۔

اس سورت میں اسلام کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لیے پچھلی قوموں کی تاریخ اس نقطۂ نظر سے پیش کی گئی ہے کہ اسلام قبول کرنا اللہ کی نعمتوں کے شکر ادا کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ جو شخص اسلام کا باغی ہے وہ ناشکرا ہے۔ اس پر ہر دو گروہوں کے لیے نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ شکر گزار لوگوں کے لیے سیدنا داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا کردار پیش کیا اور ناشکروں کے لیے قوم سبا کے عروج و زوال کو بطور استشہاد پیش کیا گیا ہے۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

کفار کے ان اعتراضات کا جواب دیا گیا جو وہ نبی کریم ﷺ کی دعوت توحید و آخرت پر اور خود آپ کی نبوت پر طنز و تمسخر اور بیہودہ الزامات کی شکل میں پیش کرتے تھے۔ ان اعتراضات کا جواب کہیں تو اعتراض کو نقل کر کے دیا گیا ہے اور کہیں تقریر سے خود یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ کس اعتراض کا جواب ہے۔ جوابات اکثر و بیشتر تفہیم و تذکیر اور استدلال کے انداز میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں، لیکن کہیں کہیں کفار کو ان کی ہٹ دھرمی کے برے انجام سے بھی ڈرایا گیا ہے۔

اسی سلسلے میں سیدنا داؤد و سلیمان علیہما السلام اور قوم سبا کے قصے اس غرض سے بیان کیے گئے ہیں کہ تمہارے سامنے تاریخ کی یہ دونوں مثالیں موجود ہیں۔ ایک طرف سیدنا داؤد اور سلیمان علیہما السلام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بڑی طاقتیں بخشیں اور وہ شوکت وحشمت عطا کی جو پہلے کم ہی کسی کو ملی تھی، مگر یہ سب کچھ پا کر وہ کبر وغرور میں مبتلا نہ ہوئے بلکہ اپنے رب کے شکر گزار بندے ہی بنے رہے اور دوسری طرف سبا کی قوم ہے جسے اللہ نے جب اپنی نعمتوں سے نوازا تو وہ پھول گئی اور آخر کار اس طرح پارہ پارہ ہوئی کہ اس کے افسانے ہی اب دنیا میں باقی رہ گئے ہیں۔ ان دونوں مثالوں کو سامنے رکھ کر خود رائے قائم کر لو کہ توحید و آخرت پر یقین اور شکر نعمت کے جذبے سے جو زندگی بنتی ہے وہ زیادہ بہتر ہے یا وہ زندگی بہتر ہے جو کفر و شرک، انکار آخرت اور دنیا پرستی کی بنیاد پر بنتی ہے۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(آیات ۱ - ۹) ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ ؕ وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝۱ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَ مَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا یَعْرُجُ فِیْهَا ؕ وَ هُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ۝۲ وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِیْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّیْ لَتَاْتِیَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَیْبِ ۚ لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الْاَرْضِ وَ لَاۤ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْبَرُ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝۳ لِّیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ ﴾

سورت کا آغاز اس امر سے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حمد و شکر کا مستحق ہے، کیونکہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے اور آخرت میں بھی تمام اختیار و اقتدار اسی کا ہوگا۔ اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس لیے نہ کسی کا کوئی عمل اس سے مخفی ہے اور نہ کوئی اس کے ہاں کسی کو اپنی باطل سفارش سے چھڑا سکے گا۔ جو لوگ قیامت کے منکر ہیں وہ سخت گمراہ ہیں: ﴿ وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِیْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّیْ لَتَاْتِیَنَّكُمْ ... ﴾ آخرت ایک حقیقت اور اللہ کی صفات کا لازمی تقاضا ہے۔ جن کے اندر علم کی رمق ہے وہ جانتے ہیں کہ قرآن جس توحید و قیامت کی دعوت دے رہا ہے، وہ بالکل حق ہے: ﴿ وَ یَرَى الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ﴾ صرف بے فکرے اور لا پروا لوگ اس کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ ان کی اصلی بیماری یہ ہے کہ انابت اور عبرت پذیری کی صلاحیت ان کے اندر مفقود ہے۔ اگر یہ صلاحیت ان کے اندر ہوتی تو وہ دیکھ لیتے کہ اللہ ان کو جب چاہے اور جہاں سے چاہے پکڑ سکتا ہے: ﴿ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَیْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ... ﴾

سیدنا داؤد و سلیمان علیہما السلام ہمارے شکر گزار بندے تھے

(آیات ۱۰ - ۱۴) مترفین قریش کی تنبیہ کے لیے ان باپ بیٹا نبیوں کی مثال بیان فرمائی۔ سیدنا داؤد علیہ السلام پر جو خاص

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انعامات کیے گئے، وہ یہ تھے کہ لوہا ان کے لیے نرم کر دیا گیا اور جانور اور پرندے ان کے ہمراہ تسبیح کیا کرتے تھے: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۭ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۝ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ سیدنا سلیمان علیہ السلام پر کی جانے والی نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ تھی کہ ہم نے ان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا جو ان کے حکم سے بسہولت چلتی تھی جدھر وہ جانا چاہتے تھے: ﴿فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَاۗءً حَيْثُ اَصَابَ﴾ ان حیرت انگیز قوتوں اور نعمتوں کو پانے کے باوجود وہ غرور و استکبار میں مبتلا نہیں ہوئے بلکہ اپنے رب کے شکر گزار و فرمانبردار بنے رہے۔ یہ بات تو طے ہے کہ اللہ کے شکر گزار بندے بہت تھوڑے ہوتے ہیں ﴿وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ﴾

اہل سبا کی ناشکری

(آیات ۱۵-۲۱) پچھلی آیات میں اللہ کے دو شکر گزار اور صالح بندوں کا ذکر کیا گیا اور ان آیات میں ناشکری قوم ''ملک سبا'' کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ جنہیں بڑی خوشحالی اور فارغ البالی عطا کی گئی تھی، ان کا علاقہ دائیں بائیں لہلہاتے پھل دار باغوں میں گھرا ہوا تھا، ان کی زرعی زمین، آب و ہوا اور ملک عمدہ و خوشگوار تھا: ﴿بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ﴾ میٹھا پانی ذخیرہ کرنے کے لیے بہت بڑا ڈیم بنانے کا سلیقہ سکھایا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم نے انہیں تمام سفری سہولتیں مہیا کیں۔ رزق کی فراوانی کے ساتھ ساتھ انہیں امن و بے خوفی، سکون و اطمینان سے بھی بہرہ ور کیا، مگر جب انہوں نے ناشکری کی تو ان پر بند توڑ سیلاب چھوڑ دیا اور ہم نے ان کے ہرے بھرے باغوں کو دو اجڑے باغوں سے بدل دیا جن کے پھل بدمزہ، جھاؤ بکثرت اور بیری کے کچھ درخت تھے۔ یہ ہم نے ان کی ناشکری کا یہ بدلہ دیا۔ ہم ایسا سخت بدلہ ناشکرے کے سوا کسی کو نہیں دیتے، پھر ہم نے انہیں افسانہ بنا دیا اور انہیں تتر بتر کر دیا، بلاشبہ ہر صابر و شاکر کے لیے اس میں بڑی عبرتیں ہیں۔

شرکا و شفعا کی تردید

(آیات ۲۲ - ۳۰) ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ﴾ پچھلے دو رکوع میں آخرت کے متعلق مشرکین کے غلط تصورات پر گفتگو فرمائی گئی تھی۔ اب تقریر کا رخ تردید شرک کے مضمون کی طرف پھر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس طرح اشخاص و اقوام اور سلطنتوں کی قسمتیں بناتا اور بگاڑتا ہے، جیسا کہ سیدنا داؤد و سلیمان علیہما السلام اور قوم سبا کے ساتھ ہوا۔

اب ذرا اپنے ان بناوٹی معبودوں کو پکار کر دیکھ لو کہ کیا ان میں کوئی طاقت ہے کہ کسی کی عزت کو ذلت میں بدل سکیں یا ذلت کو عزت سے بدل دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ہدایت کی جا رہی ہے کہ اگر یہ مشرکین بے دلیل محض اپنی انانیت کے غرور میں اپنی ضد پر اڑے رہنا چاہتے ہیں، تو ان کا معاملہ اللہ کے حوالے کرو۔ ہم نے آپ کی بعثت ساری دنیا کے لیے رحمت بنائی ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَاۗفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ یہ لوگ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رحمت حاصل کرنے کی بجائے عذاب مانگتے ہیں اور اس کی تاریخ پوچھتے ہیں۔ فرما دیجیے کہ وعدے کا دن ٹھیک معین ہے جسے ایک گھڑی نہ تم پیچھے کر سکتے ہو نہ آگے بڑھا سکتے ہو۔

طاقتور اور کمزوروں کی ایک دوسرے پر لعنت

(آیات ۳۱-۳۳) بتایا جا رہا ہے کہ دنیا میں تو یہ لوگ بڑی بڑھکیں مارتے ہیں اور کفر پر لوگوں کو برقرار رکھنے کے لیے گپیں ہانکتے ہیں، لیکن روز قیامت یہ ایک دوسرے کو پہچاننے ہی سے انکار کر دیں گے بلکہ اپنی بے ایمانیوں کی ذمہ داری ایک دوسرے پر ڈال دیں گے: ﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ...﴾ کاش تم ان کا حال دیکھو! جب یہ ظالم اپنے رب کے حضور کھڑے ہوئے ایک دوسرے کو الزام دے رہے ہوں گے۔ ضعیف لوگ متکبروں سے کہیں گے: اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لے آتے۔ یہ متکبرین ان کمزوروں کو جواب دیں گے کہ کیا تمھارے پاس ہدایت آ جانے کے بعد ہم نے تمھیں ایمان سے روکا تھا؟ نہیں، بلکہ تم خود مجرم تھے۔ یہ کمزور لوگ ان متکبروں سے کہیں گے: نہیں بلکہ تمھارا دن رات کا مکر تھا جو تم ہمیں اللہ کے ساتھ کفر کرنے اور اس کے شریک ٹھہرانے کا حکم دیتے تھے۔ آخر کار عذاب کو دیکھتے ہی سب دل میں پشیمان ہوں گے اور کافروں کی گردنوں میں ہم طوق ڈال دیں گے، انھیں صرف ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

دنیا میں عذاب کی طرح نعمت بھی آزمائش ہے

(آیات ۳۴-۳۹) منکرین کے انکار کا اصل سبب بتایا جا رہا ہے کہ ان کو اس دنیا میں جو مال و جاہ حاصل ہے اسے وہ اللہ کے منظور نظر ہونے کی دلیل بنائے بیٹھے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جس طرح اس دنیا میں وہ کامیاب ہیں، اسی طرح آخرت میں بھی وہی فائز المرام رہیں گے: ﴿وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ﴾ حالانکہ اس دنیا کی نعمتیں اللہ سبحانہ تعالیٰ جس کو دیتا ہے آزمائش کے لیے دیتا ہے کہ وہ ان کو پا کر اللہ کا شکر گزار بندہ بنتا ہے یا ناشکرا۔ آخرت میں اس کے ساتھ اللہ کا معاملہ اس کے عمل کے مطابق ہوگا۔

جن کی پوجا کرتے ہو وہ انکاری ہو جائیں گے

(آیات ۴۰-۴۳) دنیا میں ایک دوسرے کے دباؤ یا لحاظ میں آ کر حق کا انکار کرنے والے روز محشر باہمی اظہار برات کر دیں گے، اب یہ تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اپنے جن معبودوں کی حمایت میں یہ لوگ قرآن اور نبی کی مخالفت کے لیے آج آستینیں چڑھائے ہوئے ہیں، ان کا حال یہ ہوگا کہ جب اللہ قیامت کے دن فرشتوں سے سوال کرے گا کہ کیا یہ لوگ تمھاری پوجا کرتے رہے ہیں، تو وہ اس سے فوراً اظہار برات کر دیں گے کہ یہ ہماری نہیں شیطانوں کی پوجا کرتے رہے ہیں: ﴿قَالُوا سُبْحَانَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُونِهِمْ ۖ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ ۖ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غور وفکر کی دعوت...... مناظرے کا اسلوب

(آیات ٤٤-٥٤) اس عظیم احسان کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اس کتاب کی صورت میں ان لوگوں پر فرمایا جو اس سے پہلے کتاب سے بالکل نا آشنا تھے، پھر نہایت ناصحانہ انداز میں ان کو معاملے پر سنجیدگی کے ساتھ غور کر کے فیصلہ کرنے کی دعوت دی: ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۗ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ﴾ کہیے: میں تمھیں ایک بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ تم اللہ کے لیے اکیلے اکیلے اور دو دو مل کر اپنا دماغ لڑاؤ اور سوچو تمھارے صاحب میں ایسی کون سی بات ہے جو جنون کی ہو؟ جس شخص کی عقل و دانش کا تجربہ تم سب کو ہو چکا ہے اب اسے مجنون کیوں کہنے لگ گئے ہو؟ ہٹ دھرمی اور ضد کی بات تو دوسری ہے مگر کیا واقعی تم اپنے دلوں میں وہی کچھ سمجھتے ہو جو اپنی زبانوں سے کہتے ہو؟ اور یہ بھی سوچو کہ ہمارا نبی تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگ رہا بلکہ تمہاری خیر خواہی چاہتا ہے، پھر بھی تم اس کی بات ماننے سے انکاری ہو۔ تمہیں چاہیے کہ بلاتاخیر ایمان لے آؤ۔ اگر یہ وقت نکل گیا تو پھر ہمیشہ کے لیے پچھتاؤ گے، لیکن گزرا ہوا وقت ہاتھ نہیں آئے گا۔

سُوْرَةُ فَاطِرٍ

سورۂ فاطر مکی ہے اور اس میں پینتالیس آیات اور پانچ رکوع ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت اور مرکزی مضمون

سورت کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی صفت ''فاطر'' سے اس کا نام ماخوذ ہے۔ یہ گزشتہ سورت کی جڑواں سوت ہے۔ اس لیے دونوں کے بنیادی مضمون میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ اس سورت کا بھی اصل مضمون توحید ہی ہے۔ پچھلی سورت میں جنوں اور ملائکہ کی الوہیت کے تصور کا ابطال فرمایا ہے اور اس سورت میں ملائکہ کی الوہیت کے تصور کی تردید نسبتاً زیادہ واضح الفاظ میں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مشرکین عرب کے مزعومہ معبودوں میں سب سے زیادہ اہمیت فرشتوں ہی کو حاصل تھی۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ نادانو! نبی کریم ﷺ جس راہ کی طرف تمہیں بلا رہے ہیں اس کو اپنانے میں تمہارا اپنا بھلا ہے۔ اس پر تمہارا غصہ اور اس کو ناکام کرنے کے لیے تمہاری تدبیریں، سازشیں اور مکاریاں دراصل اس کے خلاف نہیں بلکہ تمہارے اپنے خلاف پڑ رہی ہیں۔ اس دعوت پر غور تو کرو۔ آخر اس میں غلط بات کیا ہے؟ وہ شرک کی تردید کرتا ہے۔ تم خود آنکھیں کھول کر دیکھو۔ کیا شرک کے لیے دنیا میں کوئی معقول بنیاد موجود ہے؟ وہ توحید کی دعوت دیتا ہے۔ تم خود عقل سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کام لے کر غور کرو، کیا اللہ فاطر السماوات والارض کے سوا کہیں کوئی ایسی ہستی پائی جاتی ہے جو خدائی صفات اور اختیارات رکھتی ہو؟ وہ تم سے کہتا ہے کہ تم اس دنیا میں غیر ذمہ دار نہیں ہو بلکہ تمہیں اپنے اعمال کی جوابدہی کرنا ہے۔ تم خود سوچو کہ اس پر تمہارے شبہات اور اچنبھے کس قدر بے اصل ہیں۔ کیا تمہاری آنکھیں رات دن اعادۂ خلق کا مشاہدہ نہیں کر رہیں؟ پھر تمہارا ہی اعادہ اللہ کے لیے کیوں ناممکن ہوگا۔ جس نے تم کو ایک ذرا سے نطفے سے پیدا کر دیا۔ کیا تمہاری عقل یہ گواہی نہیں دیتی کہ بھلے اور برے کو یکساں نہ ہونا چاہیے؟ پھر تم ہی بتاؤ کہ اس میں نامعقول بات کیا ہے؟

سلسلۂ کلام میں بار بار نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ جب نصیحت کا حق پوری طرح ادا کر رہے ہیں تو گمراہی پر اصرار کرنے والوں کے راہ راست قبول نہ کرنے کی کوئی ذمہ داری آپ پر عائد نہیں ہوتی۔ اس کے ساتھ آپ کو یہ بھی سمجھایا گیا ہے کہ جو لوگ نہیں ماننا چاہتے ان کے رویے پر نہ آپ غمگین ہوں اور نہ انہیں راہ راست پر لانے کی فکر میں اپنی جان گھلائیں، بلکہ آپ ان لوگوں پر توجہ کریں جو بات سننے کے لیے تیار ہیں۔ ایمان قبول کرنے والوں کو بھی اسی سلسلے میں بڑی بشارتیں دی گئی ہیں تاکہ ان کے دل مضبوط ہوں اور وہ اللہ کے وعدوں پر اعتماد کر کے راہ حق پر ثابت قدم رہیں۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(آیات ۱ -۲) ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۞ مَا یَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا یُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴾

حمد و شکر کا حقیقی مستحق ارض و سماء کا خالق ہے۔ اسی نے فرشتوں کو وجود بخشا ہے اور ان کو اپنی حکمت کے مطابق جن صلاحیتوں اور قوتوں سے چاہا ہے بہرہ مند کیا ہے۔ ان کو بذات خود کوئی اختیار و اقتدار حاصل نہیں ہے۔ تمام رزق و فضل اللہ رب العزت ہی کے اختیار میں ہے: ﴿ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ یَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ﴾ وہ بخشنا چاہے تو کوئی اس کی بخشش کو روک نہیں سکتا اور روکنا چاہے تو کوئی اس سے دلوا نہیں سکتا، لہٰذا عبادت کا اصلی حقدار وہی ہے، اس کے سوا دوسروں کی پوجا محض جہالت و حماقت ہے۔

شیطان تمہارا دشمن ہے

(آیات ۳ -۸) نبی کریم ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ اگر آپ کی قوم کے لوگ آپ کی تکذیب کر رہے ہیں تو وہ گزشتہ قوموں کے نقش قدم کی پیروی کر رہے ہیں: ﴿ وَاِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ... ﴾ اور وہ لازماً اسی انجام سے دوچار ہوں گے جس سے وہ دوچار ہوئیں۔ ان کے اعمال ان کی نگاہوں میں سجا کر دکھا دیے گئے ہیں اور یہ اللہ کے قانون کی زد میں آ چکے ہیں، لہٰذا ان کے غم میں خود کو گھلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کا معاملہ اللہ کے حوالے کیجیے۔ قریش کو تنبیہ کی گئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ نبی کریم ﷺ جس چیز سے تمہیں ڈرا رہے ہیں وہ ایک یقینی امر ہے تو اپنی موجودہ دنیوی کامیابیوں سے کسی دھوکے میں نہ رہو اور شیطان کے پھندوں میں نہ پھنسو، وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے، اس لیے اپنے دشمن کو دشمن ہی سمجھو۔

بعث بعد الموت کی دلیل

(آیات ۹- ۱۰) حشر ونشر کی ایک واضح دلیل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ باران رحمت کے چھینٹوں سے مردہ زمین زندہ ہوجاتی ہے، اسی طرح ہمارے ایک حکم سے سب مردے زندہ ہوجائیں گے۔تنبیہ کی گئی ہے کہ جو حشر کے دن اللہ کے ہاں تقرب کا طالب ہو وہ جھوٹے سہاروں پر زندگی نہ گزارے۔اس دن فرضی دیویوں اور دیوتاؤں کے بل پر کسی کو تقرب حاصل نہیں ہوگا۔عزت کا راستہ صرف اللہ کا راستہ ہے: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا﴾ اس کے ہاں جو چیز اوپر چڑھتی ہے وہ کلمہ طیبہ......کلمہ توحید...... ہے اور اس کلمہ طیبہ کو عمل صالح اوپر چڑھاتا ہے: ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ﴾ اس لیے جس کو آخرت کی عزت مطلوب ہو، وہ ایمان وعمل صالح کی راہ اختیار کرے، اس سے ہٹ کر جو راہیں نکالی گئی ہیں وہ سب فریب نفس کی راہیں ہیں اور ان کا انجام ابدی تباہی ہے۔

ہماری قدرت کی کچھ نشانیاں

(آیات ۱۱ -۱۸) مال واولاد اور رزق وفضل اللہ کا عطیہ ہیں اور عمر کی کمی بیشی بھی اللہ کے اختیار میں ہے۔ان میں سے کسی چیز میں بھی کسی دوسرے کو کوئی دخل نہیں ہے۔اس کائنات کے اضداد میں توافق ہے وہ اس بات کی کھلی ہوئی شہادت ہے کہ اس میں ایک ہی خدائے قادر وقیوم کا ارادہ کارفرما ہے۔اس کے سوا جن کو معبود بنایا گیا ہے نہ ان کو کوئی اختیار حاصل ہے اور نہ وہ قیامت کے دن کسی کے کچھ کام آنے والے ہیں۔لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ تمھیں اصل حقیقت سے آگاہ کردیا گیا ہے۔اگر تم نے اس کی قدر نہ کی تو اپنا ہی بگاڑو گے اللہ کا کچھ نہیں بگاڑو گے۔وہ تمہارا محتاج نہیں ہے بلکہ تم سب اسی کے محتاج ہو: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے کہ آپ کی دعوت انہی لوگوں پر اثر انداز ہوسکتی ہے جن کے اندر زندگی کی کچھ رمق ہے جو بالکل مردہ ہیں ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجیے۔ان کے لیے جو انجام مقدر ہوچکا ہے وہ اسی سے دوچار ہوں گے۔

آیت ۱۴: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ میں توحید کی زبردست روح بیان کردی گئی ہے کہ سارے انسان اب بھی اللہ کے در کے فقیر ہیں ماضی میں بھی اسی کے در کے فقیر رہے اور تا قیامت صرف اسی کے فقیر رہیں گے۔اس آیت نے شرک کے تمام تر تصورات کی جڑ کاٹ ڈالی ہے۔

مشرک اور موحد کا انجام ایک جیسا نہیں ہوگا

(آیات ۱۹ -۲۷) ایمان لانے اور نہ لانے والوں کی تمثیل بیان کی گئی ہے جس سے اہل ایمان اور اہل کفر کے حال اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مستقبل کا فرق واضح ہوتا ہے اور اس کائنات میں جو اختلاف و تضاد پایا جاتا ہے اس سے استدلال کرتے ہوئے بتایا کہ جس طرح اس میں اللہ نے نور و ظلمت کو پیدا کیا ہے اور ان دونوں کی تخلیق حکمت و مصلحت پر مبنی ہے۔ اسی طرح ایمان و کفر کا یہ تصادم بھی اللہ کی حکمت پر مبنی ہے۔ اس لیے یہ توقع نہیں کرنی چاہیے کہ سب لوگ ایمان سے بہرہ مند ہو جائیں گے۔ کوئی امت ایسی نہیں گزری جس میں کوئی متنبہ کرنے والا نہ آیا ہو: ﴿وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ﴾ لیکن ایمان صرف وہی لائے اور صرف وہی لائیں گے جن کے اندر علم و معرفت کی روشنی اور اس کی قدر ہے۔

علمائے ربانی کی علامات وصفات اور بشارات

(آیات ۲۸ - ۳۰) کتاب اللہ کی حقانیت کا تذکرہ کرتے ہوئے ان لوگوں کی تحسین و حوصلہ افزائی کی گئی ہے جو تمام بگاڑ اور فساد کے باوجود اللہ کی کتاب پر قائم ہیں، اس کی تلاوت میں مشغول رہتے ہیں، ایمان کے ساتھ عمل بھی کرتے ہیں، نماز کے پابند اور زکوۃ وخیرات کے عادی ہیں اور ظاہر اور باطن اللہ کے بندوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے ہیں: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَوٰةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّن تَبُورَ﴾

اہل علم نے کہا یہ آیت: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ ''اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اس سے ڈرتے ہیں'' علم و علماء کی فضیلت کی دلیل ہے اور یہ کہ اللہ کی خشیت و تقویٰ اسی راہ سے حاصل ہوتا ہے: درحقیقت اس آیت میں علم سے مراد فلسفہ و سائنس اور تاریخ و ریاضی وغیرہ درسی علوم نہیں ہیں بلکہ صفات الٰہی کا علم ہے، قطع نظر اس بات کے کہ آدمی خواندہ ہو یا ناخواندہ۔ جو شخص خوف خدا سے عاری ہے وہ بہت بڑا علامہ بھی ہو تو اس علم کے لحاظ سے جاہل محض ہے۔ اس آیت میں لفظ علماء سے وہ اصطلاحی علماء مراد نہیں ہیں بلکہ وہ لوگ ہیں جن کے اندر علم کے ساتھ ساتھ خدا ترسی بھی موجود ہو۔ جو شخص اللہ کی صفات سے جتنا زیادہ ناواقف ہوگا وہ اس سے اتنا ہی زیادہ بے خوف ہوگا اور اس کے برعکس جس شخص کو اللہ کی قدرت، اس کے علم، اس کی حکمت، اس کی قہاری و جباری اور اس کی دوسری صفات کی جتنی معرفت حاصل ہوگی، اتنا ہی وہ اس کی نافرمانی سے خوف کھائے گا۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ليس العلم عن كثرة الحديث ولكن العلم من الخشية"[1] علم بہت زیادہ گفتگو کا نام نہیں ہے بلکہ خوف و خشیت الٰہی کی کثرت کا نام ہے! حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "العالم من خشي الرحمن بالغيب ورغب فيما رغب الله فيه وزهد فيما سخط فيه"[2] عالم وہ ہے جو اللہ سے بے دیکھے ڈرے، جو کچھ اللہ کو پسند ہے اس کی طرف وہ راغب ہو اور جس چیز سے اللہ ناراض ہے وہ اس سے کوئی دلچسپی نہ رکھے:

علماء کی صفات کے علاوہ ان آیات میں قرآن کریم کی تلاوت کی فضیلت بیان ہوئی ہے مطرف اس آیت کو قاریوں کی آیت کہتے ہیں۔

---

① المعجم الكبرى للطبراني: ٨٥٣٤۔

② تطريز رياض الصالحين: ١/ ٧٥٤، قبل الحديث: ١٣٧٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وارثین کتاب کے تین طبقات

(آیات ۳۱ - ۳۸) تلاوت قرآن کریم کی فضیلت اور اس پر عمل پیرا لوگوں کی مدح و توصیف کے بعد فرمایا کہ جو لوگ اس کتاب کے وارث ہیں، وہ پوری نوع انسانی میں سے چھانٹ کر نکالے گئے ہیں! ﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا...﴾ محمد ﷺ کے بعد یہی لوگ اس دین اور اس کتاب کو لے کر اٹھیں گے۔ اگرچہ کتاب تو سارے انسانوں کے سامنے پیش کی گئی ہے مگر جنھوں نے آگے بڑھ کر اسے قبول کر لیا وہی اس شرف کے لیے منتخب کر لیے گئے ہیں کہ قرآن جیسی عظیم کتاب کے وارث اور محمد ﷺ جیسے عظیم رسول کی تعلیم و ہدایت کے امین بنیں۔

اس قرآن کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے امیوں پر عظیم احسان فرمایا ہے کہ اس کے ذریعے سے اس نے ان کو دنیا کی امامت بخشی ہے بشرطیکہ وہ اس کی قدر کریں۔ فرمایا کہ اگرچہ ان میں ناقدرے اور ناشکرے بھی ہیں، لیکن ان میں معقولیت پسند اور نیکی کی راہوں میں سبقت کرنے والے بھی ہیں۔ اس طرح کے لوگ اس پر ایمان لائیں گے۔ رہے وہ لوگ جو اس نعمت کی ناقدری کریں گے تو وہ اس انجام سے دوچار ہوں گے جو اس طرح کے لوگوں کے لیے اللہ کے ہاں مقدر ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ﴾

آیت ۳۲ میں اہل جنت کو سونے کے کنگن، موتی اور ریشم کی پوشاکیں پہنائے جانے کا تذکرہ ہوا ہے، کیونکہ یہ چیزیں اپنی اصل میں مذموم نہیں ورنہ اہل جنت کے لیے مدح کے موقع پر ان کا ذکر کیوں آتا، البتہ دنیا میں یہاں کی مصلحتوں اور حکمتوں کی بنا پر مردوں کے لیے حرام ہیں۔

منکرین کو تہدید و وعید

(آیات ۳۹ - ۴۱) قریش کو تہدید و وعید کی گئی کہ تم دنیا میں پہلی قوم نہیں ہو بلکہ پچھلی قوموں کے جانشین ہو: ﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ۭ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۭ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا﴾ اس لیے اللہ تعالیٰ نے جس میزان عدل سے ان کو تولا تھا، کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس سے تم کو نہ تولے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں الگ الگ ترازو اور الگ الگ باٹ نہیں ہیں، بلکہ سب کے لیے ایک ہی میزان ہے۔ تمہاری سرکشی کے باوجود اللہ تعالیٰ جو ڈھیل تمھیں دے رہا ہے اس کو اپنی کامیابی نہ سمجھو، بلکہ یہ تمہارے خسارہ میں اضافہ ہے۔ اللہ تعالیٰ حلیم وغفور ہے! اس وجہ سے تمھیں مہلت دے رہا ہے، لیکن جب وہ پکڑے گا تو تمہارے یہ فرضی دیوی دیوتا تمھاری کوئی مدد نہیں کر سکیں گے۔ آسمان و زمین اللہ کے تھامے تھمے ہوئے ہیں، تمھارے ان دیوتاؤں نے ان کو نہیں تھام رکھا۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا...﴾ یقیناً اللہ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے تاکہ وہ اپنی جگہ سے کھسک نہ جائیں اور اگر وہ کھسک جائیں تو پھر اللہ کے سوا اور کوئی ان کو تھام بھی نہیں سکتا وہ حلیم اور غفور ہے۔

منکرین اللہ کی پکڑ سے ڈریں

(آیات ۴۲ - ۴۵) کفار مکہ کو یہ یاد دہانی کرائی گئی ہے کہ رسول کی بعثت سے پہلے تو تم اس ولولے کا اظہار کرتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے کہ اگر تمھارے اندر کسی رسول کی بعثت ہوئی تو تم دنیا کی سب سے زیادہ ہدایت یافتہ قوم بنو گے: ﴿ وَ اَقۡسَمُوۡا بِاللّٰہِ جَہۡدَ اَیۡمَانِہِمۡ لَئِنۡ جَآءَہُمۡ نَذِیۡرٌ لَّیَکُوۡنُنَّ اَہۡدٰی مِنۡ اِحۡدَی الۡاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَہُمۡ نَذِیۡرٌ مَّا زَادَہُمۡ اِلَّا نُفُوۡرَا ﴾ لیکن جب رسول آیا تو رات دن اس کے خلاف سازشوں میں سرگرم ہو گئے ہو، اس طرح اللہ تعالیٰ کے اسی قہر کو دعوت دے رہے ہو جو رسولوں کی تکذیب کرنے والوں پر ہمیشہ نازل ہوا۔ یاد رکھو کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی قوم کو فوراً پکڑنا چاہے تو کوئی اس کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا، لیکن اس نے ہر قوم کے فیصلے کے لیے ایک خاص وقت مقرر کر رکھا ہے جب وہ آ جائے گا تو کوئی مہلت نہ دی جائے گی۔ اس لیے اب جو مہلت ملی ہوئی ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ اللہ احکم الحاکمین کے علم وحلم کا کیا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے گستاخوں کو نہ صرف برداشت کر رہا ہے بلکہ انہیں زندگی کا سامان بھی بہم پہنچا رہا ہے، لیکن یہ سب کچھ ایک مدت معین تک ہے، اگر توبہ نہ کی تو پھر اسے سزا دینے کا حق ہے۔

﴿ وَ لَوۡ یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ بِمَا کَسَبُوۡا مَا تَرَکَ عَلٰی ظَہۡرِہَا مِنۡ دَآبَّۃٍ وَّ لٰکِنۡ یُّؤَخِّرُہُمۡ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُہُمۡ فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِعِبَادِہٖ بَصِیۡرًا ﴾ اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے اعمال پر پکڑتا تو روئے زمین پر کوئی چلنے والا جاندار بچ نہ پاتا، لیکن اللہ ان کو ایک مقرر مدت تک کے لیے مہلت دے رہا ہے، جب ان کا وعدہ آئے گا (تو وہ انہیں ضرور سزا دے گا) بے شک اللہ کے سب بندے اس کی نگاہ میں ہیں۔

سُوۡرَۃُ یٰسٓ

سورۂ یٰس مکی ہے، اس میں تراسی آیات اور پانچ رکوع ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت اور موضوع

پہلی ہی آیت کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔ اس کا آغاز اثبات رسالت کے اسی مضمون سے ہوا ہے جس پر گزشتہ سورت مکمل ہوئی تھی۔ فلسفہ دین کے نقطہ نظر سے غور کیجیے تو یہ حقیقت بھی واضح طور پر نظر آئے گی کہ اس کا بنیادی مضمون بھی پچھلی سورتوں کی طرح شکر اور اس کے مقتضیات ہیں۔ پچھلی سورت کے بعض مضامین اور موضوعات مثلاً: توحید و معاد اور رسالت کو اس سورت میں بھی زیر بحث لایا گیا ہے اور ان کو اس سورت میں ذرا مختلف انداز اور نہج استدلال کے ساتھ تاریخی اور فطری دلائل سے مدلل کر کے بیان کیا گیا ہے۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

کلام کا مقصد و مدعا کفار قریش کو نبوت محمدی پر ایمان نہ لانے اور ظلم و استہزا کے انجام سے ڈرانا ہے۔ اس میں انذار کا پہلو غالب اور نمایاں ہے مگر انذار کے ساتھ استدلال سے تفہیم بھی کی گئی ہے۔ استدلال کی بنیاد تین امور: توحید باری تعالیٰ، آثار کائنات اور عقل عام یعنی خود انسان کا اپنا وجود ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسالت محمدی ﷺ کی صداقت اس بات سے واضح کی گئی ہے کہ آپ تبلیغ رسالت میں یہ ساری مشقت بے غرضی سے برداشت کر رہے ہیں اور اس امر سے کہ جن باتوں کی طرف آپ لوگوں کو دعوت دے رہے ہیں وہ سراسر معقول ہیں اور انہیں قبول کرنے میں لوگوں کا اپنا بھلا ہے۔

اس استدلال کی قوت پر زجر و توبیخ اور ملامت وتنبیہ کے مضامین نہایت زوردار طریقے سے بار بار ارشاد ہوئے ہیں تاکہ دلوں کے قفل ٹوٹیں اور جن کے اندر قبول حق کی تھوڑی سی صلاحیت بھی ہو وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔

فضیلت سورۂ یس

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص صبح کے وقت سورۂ یس پڑھے تو اسے شام تک آسانی عطا ہوگی اور جو شخص رات کے وقت سورۂ یس پڑھے تو اسے صبح تک آسانی عطا ہوگی۔ ①

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱۔ ۱۲) ﴿يٰسٓ ۚ ① وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۙ ② اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ ③ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۭ ④ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۙ ⑤ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَاۗؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ⑥ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑦ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِىَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ⑧ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ﴾

آغاز کلام میں نبی کریم ﷺ کی رسالت کا اثبات کیا اور آپ کو تسلی دی گئی ہے کہ یہ پر حکمت قرآن خود اس بات کی سب سے بڑی شہادت ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ یہ قرآن خدائے عزیز ورحیم کی طرف سے ان لوگوں پر ایک عظیم احسان ہے جو اب تک اللہ کی تعلیم وہدایت سے محروم ہو کر ضلالت میں بھٹک رہے تھے۔ یہ محض ان کی بدقسمتی ہے کہ تکبر سے اس کو جھٹلا رہے ہیں۔ ان کی پچھلی روایات اور ان کی مستقبل کی آرزوئیں ان کے لیے حجاب بنی ہوئی ہیں۔ اس لیے نہ یہ ماضی سے کوئی سبق لے رہے ہیں اور نہ مستقبل کا کچھ دھیان کر رہے ہیں۔ آپ ایسے بے فکروں کے لیے زیادہ پریشان نہ ہوں، البتہ جو اللہ سے ڈریں اور نصیحت کو سنیں ان کو مغفرت اور اجر عظیم کی بشارت دیجیے جو نہیں سنتے ان کا معاملہ ہمارے حوالے کیجیے، ان کا اگلا پچھلا سب ہمارے رجسٹر میں درج ہے، ہم ان سے نمٹ لیں گے: ﴿وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ﴾

① سنن الدارمی: ۱/ ٤٥٧، ح ٣٤٢٢۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انطاکیہ کی ایک بستی میں داعیان حق کی روئیداد

(آیات ۱۳ -۲۲) مخاطبین کی عبرت کے لیے ایک بستی کی مثال پیش کی گئی جس کے باشندوں کے انذار کے لیے اللہ سبحانہ تعالیٰ نے دو رسول بھیجے۔ جب انھوں نے ان کی نہیں سنی تو اللہ نے ایک تیسرے رسول کو ان رسولوں کی تائید کے لیے بھیج دیا: ﴿إِذْ أَرْسَلْنَآ إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوٓا إِنَّآ إِلَيْكُم مُّرْسَلُونَ﴾ لیکن انھوں نے اس کی بھی کوئی پروا نہیں کی۔ ان کی تنبیہ کے لیے اس دوران میں جو نشانیاں ظاہر ہوئیں، لوگوں نے ان کو ان رسولوں کی نحوست قرار دیا اور اس جرم میں ان کو سنگسار کر دینے کی دھمکی دی۔ بلکہ انھیں خفیہ طور پر قتل کرنے کی سازش تیار کی۔ ان کی تائید کے لیے شہر کے ایک دور کے کنارے سے بھاگتا ہوا ایک آدمی آیا۔ اس نے ان لوگوں کو انبیاء کی توہین کرنے سے منع کیا اور ان کی اتباع کرنے کی تلقین کی، لیکن اس بدبخت قوم نے اسے شہید کر دیا: ﴿وَجَآءَ مِنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَسْعَىٰ قَالَ يَٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَمَالِیَ: 23

(آیات ۲۳ - ۳۲) راہ حق کے اس شہید کو قتل کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ نے جنت میں داخل ہوجانے کی بشارت دی۔ اپنے اجر و ثواب کو اور اعزاز و اکرام کو دیکھ کر اس کی زبان سے نکلا: کاش میری قوم یہ جان لیتی کہ اللہ نے مجھے بخش دیا ہے اور بڑے اعزاز و اکرام سے نوازا ہے: ﴿قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ۝ بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُكْرَمِیْنَ﴾

اس سے معلوم ہوا کہ شہادت کے فوراً بعد شہید کو جنت میں داخلہ مل جاتا ہے اور اسی طرح مجرموں کو جہنم میں دھکیل دیا جاتا ہے۔ اس سے ان لوگوں کی غلطی ثابت ہوتی ہے جو قبر اور عالم برزخ کے عذاب و ثواب کا انکار کرتے اور اسے قرآن کے خلاف بتاتے ہیں۔ حالانکہ قرآن سے یہی چیز تو ثابت ہورہی ہے کہ مرنے کے ساتھ ہی بندے کے اعمال کے مطابق سلوک شروع ہوجاتا ہے۔ اگر ایسے نہ ہوتا تو مرنے کے بعد اس مردِ مومن کو جنت کی بشارت کیسے دی جاتی اور وہ اپنی قوم کے لیے یہ تمنا کیسے کرتا۔

اس مردِ مومن کو اپنی قوم کی جس قوم نے اس کو ظلماً شہید کردیا تھا کس قدر خیرخواہی مطلوب تھی، اس کے کمال اخلاق کی کتنی شاندار دلیل ہے! اس کی تعریف کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «نَصَحَ قَوْمَهُ حَيًّا وَمَيِّتًا» [1] ''اس شخص نے جیتے جی بھی اپنی قوم کی خیرخواہی کی اور مرکر بھی۔'' بلاشبہ انبیاء اور ان کے مشن پر چلنے والے لوگ انسانیت کے خیرخواہ ہوتے ہیں۔ اس واقعے سے کفار و معاندین کو تنبیہ بھی کی گئی ہے کہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھی تمہارے لیے اسی طرح خیرخواہ ہیں جس طرح وہ مردِ مومن اپنی قوم کا خیرخواہ تھا۔

اور جب اللہ کا عذاب آگیا

اس قوم کی تکذیب و استکبار کی جب حالت یہ ہوگئی تو بالآخر اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اپنے عذاب سے اس بستی کو ہلاک کردیا اور اس کام کے لیے اسے آسمان سے کسی لشکر اتارنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی، بلکہ ایک (خوفناک) چیخ تھی اور وہ یکایک سب بجھ کر رہ گئے: ﴿وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِیْنَ ۝ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً

[1] تفسیر القرطبی: ۱۵/ ۲۰ میں یہ حدیث سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی موقوفاً بیان ہوئی ہے۔ البتہ بعض کتب تفسیر میں یہ مرفوعاً بھی بیان ہوئی ہے کما فی تفسیر الزمخشری: ٤/ ١١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ﴾ اور ایسے بجھے کہ آج ان کا نام ونشان بھی موجود نہیں، ان کی تہذیب و تمدن ہی نہیں، ان کی نسلوں کا بھی خاتمہ کر دیا گیا۔

ان الفاظ میں ایک لطیف طنز ہے۔ اپنی طاقت پر ان کا گھمنڈ اور دین حق کے خلاف ان کا جوش وخروش گویا ایک شعلہ تھا، جس کے متعلق اپنے زعم میں وہ سمجھ رہے تھے کہ یہ ان تینوں انبیاء اور ان پر ایمان لانے والوں کو جلا کر خاک کر دیں گے، لیکن اس شعلے کی بساط اس سے زیادہ کچھ نہ نکلی کہ اللہ کے عذاب کی ایک ہی چوٹ نے اس کو ٹھنڈا کر کے رکھ دیا۔

توحید و معاد کے دلائل

(آیات ۳۳-۴۴) پچھلے دو رکوع میں کفار مکہ کو انکار و تکذیب اور مخالفت حق کے اس رویے پر ملامت کی گئی تھی جو انھوں نے نبی کریم ﷺ کے مقابلے میں اختیار کر رکھا تھا۔ اب تقریر کا رخ اس بنیادی نزاع کی طرف پھرتا ہے جو ان کے اور نبی کریم ﷺ کے درمیان کشمکش کی اصل وجہ تھی، یعنی توحید و آخرت کا عقیدہ جسے نبی کریم ﷺ پیش کر رہے تھے اور کفار ماننے سے انکار کر رہے تھے۔ اس کائنات میں اللہ کی قدرت، حکمت، پروردگاری اور رحمت کی جو نشانیاں ہیں ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کر کے اس حقیقت کا اعلان کیا گیا ہے کہ یہ ساری نشانیاں اللہ سبحانہ تعالیٰ کے شکر کو واجب کرتی ہیں جس کا لازمی تقاضا توحید ہے اور یہ حشر ونشر اور جزا سزا کو بھی مستلزم ہیں۔

مالدار کفار کی کٹ حجتی

(آیات ۴۵-۵۰) جب لوگوں کو عذاب سے ڈرایا جاتا ہے اور اس سے بچنے کے لیے اللہ کی راہ میں انفاق کی دعوت دی جاتی ہے تو بڑی ڈھٹائی کے ساتھ کہتے ہیں کہ جن کو اللہ نے اپنے فضل سے محروم رکھا ہے ہم اپنا مال ان پر کیوں خرچ کریں ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنُطْعِمُ مَن لَّوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ﴾ پھر کہتے ہیں کہ وہ عذاب لاؤ جس کا وعدہ عرصے سے کیا جا رہا ہے۔ انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ کو جب عذاب لانا ہوگا تو اس کے لیے اسے کوئی تیاری نہیں کرنی پڑے گی، بلکہ وہ چشم زدن میں آ جائے گا جس کے بعد کسی کو لب ہلانے کی فرصت نصیب نہیں ہوگی:
﴿مَا يَنظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ﴾

وقوع قیامت کی دہشت کا ایک منظر

(آیات ۵۱-۶۵) اس حصے میں پہلے قیامت کی ہولناکی کی تصویر کھینچی گئی، پھر مومنین اور مکذبین کا جو حال ہوگا اسے تفصیل سے بیان کیا گیا۔ ارشاد ہوا: ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ﴾ کہ قیامت کا اعلان ہوتے ہی سب لوگ اپنی قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑنے لگیں گے، کہیں گے: ہائے ہائے ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے اٹھا دیا؟ فرمایا جائے گا کہ یہی ہے جس کا وعدہ رحمٰن نے دیا تھا اور رسولوں نے سچ سچ کہہ دیا تھا۔ وہ ایک ہی تند آواز ہوگی جس سے یکا یک سب لوگ جمع ہو کر ہمارے سامنے حاضر کر دیے جائیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اِنَّ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّةِ الۡيَوۡمَ فِيۡ شُغُلٍ فٰكِهُوۡنَ﴾ جنتی لوگ آج کے دن اپنے مشغلوں میں ہشاش بشاش ہیں: ﴿هُمۡ وَ اَزۡوَاجُهُمۡ فِيۡ ظِلٰلٍ عَلَى الۡاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوۡنَ﴾ وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ ان کے لیے جنت میں ہر قسم کے پھل ہوں گے اور بھی جو کچھ وہ طلب کریں۔ مہربان رب کی طرف سے انہیں سلام کہا جائے گا۔

اور مکذبین سے کہا جائے گا کہ اے مجرمو! آج تم الگ ہو جاؤ۔ اے اولادِ آدم! کیا میں نے تم سے قرار نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا، وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری ہی عبادت کرنا، یہی سیدھی راہ ہے۔ اس کے باوجود اس نے تم میں سے بہت سے لوگوں کو بہکا دیا۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے؟ یہی وہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا۔ اپنے کفر کا بدلہ پانے کے لیے آج اس میں داخل ہو جاؤ: ﴿اَلۡيَوۡمَ نَخۡتِمُ عَلٰٓى اَفۡوَاهِهِمۡ وَتُكَلِّمُنَاۤ اَيۡدِيۡهِمۡ وَتَشۡهَدُ اَرۡجُلُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ﴾ ہم آج کے دن ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں گواہیاں دیں گے، ان کاموں کی جو وہ کرتے تھے۔

سمع وبصر ہماری ہی عطا ہے

(آیات ٦٦ -٦٨) عذاب کا مطالبہ کرنے والوں کو یہ تنبیہ کی جا رہی ہے کہ سمع وبصر کی جو صلاحیتیں اللہ نے تمہیں بخشی ہیں ان سے فائدہ اٹھاؤ اور اپنی عقل سے کام لو۔ اگر ان صلاحیتوں سے فائدہ نہ اٹھایا تو اللہ ان کو مسخ بھی کر سکتا ہے اور یہ کام اللہ کے لیے ذرا بھی مشکل نہیں ہے: ﴿فَمَا اسۡتَطَاعُوۡا مُضِيًّا وَّلَا يَرۡجِعُوۡنَ﴾

قرآن شعروں کی کتاب نہیں

(آیات ٦٩ - ٧٦) کفار توحید وآخرت اور زندگی بعد موت اور جنت وجہنم کے متعلق نبی کریم ﷺ کی باتوں کو محض شاعری قرار دے کر اپنے نزدیک بے وزن ٹھہرانے کی کوشش کرتے تھے۔ فرمایا کہ ہم نے اس نبی کو شعر نہیں سکھایا اور نہ شاعری اس کو زیب ہی دیتی ہے۔ یہ تو ایک نصیحت اور صاف پڑھی جانے والی کتاب ہے تاکہ یہ ہر شخص کو خبردار کرے جو زندہ ہو اور انکار کرنے والوں پر حجت قائم ہو جائے: ﴿لِّيُنۡذِرَ مَنۡ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الۡقَوۡلُ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ﴾ اور نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ کا کام زندوں کو جگانا ہے۔ جو لوگ اخلاقی اعتبار سے مردہ ہو چکے ہیں ان پر آپ کا کلام کارگر نہیں ہو سکتا۔ اس لیے آپ ان کے انکار سے دل شکستہ نہ ہوں۔

ہم سے جھگڑتا ہے، اپنا آپ دیکھتا نہیں

(آیات ٧٧ -٨٣) ان آیات میں کفار کے اس سوال کا استدلالی جواب دیا جا رہا ہے جو آیت ٤٨ میں نقل کیا گیا تھا کہ قیامت کی دھمکی کب پوری ہوگی۔ ان کا یہ سوال اس غرض سے نہیں تھا کہ وہ قیامت کے دن کی تاریخ معلوم کرنا چاہتے تھے بلکہ اس بنا پر تھا کہ وہ مرنے کے بعد انسانوں کے دوبارہ اٹھائے جانے کو بعید از امکان بلکہ بعید از عقل سمجھتے تھے۔ اسی لیے ان کے سوال کے جواب میں امکان آخرت کے دلائل ارشاد ہو رہے ہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کفار مکہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سرداروں میں سے ایک کو قبرستان سے پرانی ہڈی مل گئی جسے وہ لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے محمد! یہ ہڈی میرے ہاتھ کا لمس تو برداشت نہیں کر پا رہی، آخر اسے دوبارہ کون زندہ کرے گا؟ اس کا جواب اس آیت میں دیا جا رہا ہے کہ یہ خود کو دیکھتا نہیں کہ ہم نے اسے حقیر پانی یعنی نطفے سے پیدا کیا ہے اور ہم سے جھگڑتا ہے: ﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ﴾ کہتا ہے کہ ان گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کر سکتا ہے؟ فرما دیجیے کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور وہ ہر طرح کی تخلیق جانتا ہے: ﴿قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُۨ﴾ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، کیا وہ ان جیسوں کے پیدا کرنے پر قادر نہیں، بے شک قادر ہے اور وہی تو پیدا کرنے والا اور جاننے والا ہے۔ وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے اتنا فرما دیتا ہے کہ ہو جا، وہ ہو جاتی ہے: ﴿اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَـيْـــــًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ پاک ہے وہ (اللہ) جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے۔

سُوْرَةُ الصَّافَّاتِ

سورۂ صافات مکی ہے، اس میں ایک سو بیاسی آیات اور پانچ رکوع ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت، موضوع اور زمانہ نزول

پہلی آیت: ﴿وَالصّٰۗفّٰتِ صَفًّا﴾ سے اس سورت کا نام ماخوذ ہے۔

یہ گزشتہ سورت کے مثنی کی حیثیت رکھتی ہے۔ دونوں کے مرکزی مضمون میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے۔ توحید، قیامت اور رسالت کے اصولی مباحث اس میں بھی زیر بحث آئے ہیں، البتہ نہج استدلال اور ترتیب بیان مختلف ہے۔ توحید کا مضمون اس سورت میں بھی نمایاں ہے، لیکن اس میں اس کے ایک خاص پہلو ''الوہیت ملائکہ کے تصور کے ابطال'' کو زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ احوال قیامت کی تصویر اس میں ایسے زاویے سے پیش کی گئی ہے جس سے مشرکین کے عوام اور ان کے لیڈروں کی باہمی تو تکار سامنے آتی ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی پوری تاریخ بھی اس میں اجمالاً بیان ہوئی ہے جس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ جن قوموں نے رسولوں کی تکذیب کی ہے، اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر وجہ عبرت بنا ڈالا اور حقیقی کامیابی صرف رسولوں اور ان کی پیروی کرنے والوں کو حاصل ہوئی۔ یہ سورت بھی قیام مکہ کے آخری دور میں نازل ہوئی تھی، کیونکہ پس منظر میں مخالفت پوری شدت کے ساتھ برپا ہے اور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کو نہایت دل شکن حالات سے سابقہ درپیش ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

اس سورت کے نزول کے دور میں نبی کریم ﷺ کی دعوت توحید وآخرت کا جواب جس تمسخر اور استہزا کے ساتھ دیا جارہا تھا اور آپ کے دعوے رسالت کو تسلیم کرنے کو جس شدت سے جھٹلایا جارہا تھا، اس پر کفار مکہ کو نہایت پرزور طریقے سے تنبیہ کی گئی ہے اور آخر میں انہیں صاف صاف خبردار کر دیا گیا ہے کہ عنقریب یہی نبی ﷺ جس کا تم مذاق اڑا رہے ہو، تمہارے دیکھتے دیکھتے تم پر غالب آجائیں گے اور تم اللہ کے لشکر کو خود اپنے گھر کے صحن میں اترا ہوا پاؤ گے (آیات ۱۷۱ تا ۱۷۹) یہ نوٹس اس زمانے میں دیا گیا تھا جب نبی کریم ﷺ کی کامیابی کے آثار دور دور کہیں نظر نہ آتے تھے۔ مسلمان (جن کو ان آیات میں اللہ کا لشکر کہا گیا ہے) بری طرح ظلم وستم کا نشانہ بن رہے تھے۔ ان کی تین چوتھائی تعداد ملک چھوڑ کر نکل گئی تھی۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ بمشکل ۴۰ تا ۵۰ صحابہ مکہ میں رہ گئے تھے اور انتہائی بے بسی کے ساتھ ہر طرح کی زیادتیاں برداشت کر رہے تھے۔ ان حالات میں ظاہری اسباب کو دیکھتے ہوئے کوئی شخص یہ باور نہیں کر سکتا تھا کہ غلبہ آخر کار محمد ﷺ اور آپ کی مٹھی بھر بے سروسامان جماعت کو نصیب ہوگا۔ بلکہ دیکھنے والے تو یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ تحریک مکے کی گھاٹیوں ہی میں دفن ہو کر رہ جائے گی، لیکن ۱۵ تا ۱۶ سال سے زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ فتح مکہ کے موقع پر ٹھیک وہی کچھ پیش آگیا جس سے کفار کو خبردار کیا گیا تھا۔

تنبیہ کے ساتھ ساتھ اس سورت میں تفہیم اور ترغیب کا حق بھی پورے توازن کے ساتھ ادا کیا گیا ہے۔ توحید اور آخرت کے عقیدے کی صحت پر مختصر اور دل نشین دلائل دیے ہیں۔ جو تاریخی قصے اس سورت میں بیان کیے گئے ہیں ان میں سب سے زیادہ اہم اور سبق آموز واقعہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی حیات طیبہ کا ہے کہ وہ اللہ کا ایک اشارہ پاتے ہی اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ یہ واقعہ سنا کر انہیں بتادیا گیا کہ اسلام کی حقیقت اور اس کی اصلی روح کیا ہے اور اسے اپنا دین بنا لینے کے بعد ایک سچے مومن کو کس طرح اللہ کی رضا پر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔

سورت کی آخری آیات محض کفار کے لیے تنبیہ ہی نہیں بلکہ اہل ایمان کے لیے بشارت بھی ہیں۔ انہیں یہ آیات سنا کر خوشخبری دی گئی کہ آغاز میں جن مصائب سے انہیں سابقہ پیش آرہا ہے ان پر گھبرائیں نہیں، آخر کار غلبہ انہی کو نصیب ہوگا اور باطل کے وہ علمبردار جو اس وقت غالب نظر آرہے ہیں، انہی کے ہاتھوں مغلوب ومفتوح ہو کر رہیں گے۔ چند ہی سال بعد واقعات نے بتادیا کہ یہ محض خالی تسلی نہ تھی بلکہ ایک ہونے والا واقعہ تھا جس کی پیشگی خبر دے کر ان کے دل مضبوط کیے گئے تھے۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱ - ۱۱) ﴿وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۙ﴿۲﴾ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۙ﴿۳﴾ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ؕ﴿۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ؕ﴿۵﴾ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ۨالْكَوَاكِبِ ۙ﴿۶﴾ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۚ﴿۷﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَ يُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝ دُحُوْرًا وَّ لَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝ فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ﴾

اس حقیقت کا اظہار کہ ملائکہ، جنہیں یہ لوگ اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں یا انھیں اپنا سفارشی بنائے بیٹھے ہیں، ان کی اصل کیفیت وحیثیت یہ ہے کہ وہ اللہ کے ہاں ہمہ وقت اس کے احکام کی تعمیل کے لیے حاضر اور اس کی حمد و تسبیح میں سرگرم رہتے ہیں۔ وہ اپنے عمل سے شہادت دے رہے ہیں کہ وہ اللہ کے نہایت فرمانبروار اور اطاعت گزار بندے ہیں، نا کہ اس کے شریک، جیسا کہ نادانوں نے سمجھا ہے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ کا قرب صرف ملائکہ کو حاصل ہے۔ جنات و شیاطین کی رسائی ملاء اعلیٰ تک نہیں ہے۔ اگر وہ ملاء اعلیٰ کی باتوں کی کچھ سُن گُن لینے کی کوشش کرتے ہیں تو ملائکہ ان کو دھتکارتے اور شہاب ثاقب ان کا تعاقب کرتے ہیں۔ اس لیے وہ غائب کی باتیں جاننے سے قاصر ہیں۔ جو لوگ ان کو علم غیب حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں وہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے بلند مرتبے سے بے خبر ہیں۔

جب ہم مجرموں کو گھیر لائیں گے

(آیات ۱۲ -۳۹) اخبار قیامت کا مذاق اڑانے والوں کو اور حشر ونشر کا انکار کرنے والوں کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ قیامت کے دن تمہارا اور تمہارے لیڈروں کا جو حال ہوگا اس کا ذرا تصور کرو نبی کریم ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ ان منکرین کے مغرورانہ رویے کی پروا نہ کیجیے، عنقریب ان کے عوام اپنے لیڈروں پر لعنت کریں گے کہ انھوں نے ان کو نبی کریم ﷺ کی پیروی سے روکا اور لیڈر اپنے پیروؤں کو ملامت کریں گے کہ وہ خود شامت زدہ تھے کہ انھوں نے حق کے واضح ہو جانے کے بعد اس کا انکار کیا: ﴿قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ۝ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾

جنتیوں کی چند نعمتوں کی ایک جھلک

(آیات ۴۰ -۶۱) اہل ایمان کا صلہ ذکر کیا گیا ہے جو گمراہ کرنے والے ساتھیوں اور لیڈروں کے باوجود اللہ کے رسول کا ساتھ دے رہے ہیں: ﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ۝ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ۝ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾ ان کو قیامت کے دن جو سرور ابدی حاصل ہوگا اس کے بعض پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

جہنمیوں کا برا حشر

(آیات ۶۲ -۷۰) باپ دادا کی اندھی تقلید کے جنون میں رسول اور اس کے طریقے کی مخالفت کرنے والوں کے برے انجام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ انھیں کھانے کو شجرۃ الزقوم اور پینے کو کھولتی ہوئی زخموں کی پیپ ملے گی جو ان کی آنتیں ادھیڑ کر رکھ دے گی: ﴿اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ۝ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ۝ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلمین اور مجرمین کے کردار کا تاریخی تجزیہ

(آیات ۷۱۔ ۱۴۸) آیات کے اس مجموعے میں دو قسم کے نمونے پیش کیے گئے ہیں۔ ایک وہ لوگ جنھوں نے انبیاء کی تکذیب کی، قوم نوح، بنی اسرائیل، قوم الیاس، قوم لوط اور قوم یونس۔ ان میں سے مؤخر الذکر کی عین وقت پر توبہ قبول کی گئی اور باقی سب مکذبین ہلاک کر دیے گئے۔

دوسرا نمونہ ان حق پرستوں کا ہے جنھوں نے اپنی زندگیوں کو اللہ کی رضا کے لیے وقف کیے رکھا اور اس راہ میں آنے والی تمام صعوبتوں کو برداشت کیا۔ نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے انھیں دین و دنیا کی سعادتوں سے بہرہ ور فرمایا۔ مثلاً: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قربانیوں کا صلہ انھیں سیدنا اسماعیل علیہ السلام جیسے فرزند کی شکل میں ملا، جنھوں نے اطاعت شعاری کی دنیا میں ایک منفرد باب قائم کر دیا۔ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے بعد سیدنا اسحق علیہ السلام جیسے جلیل القدر بیٹے کی ولادت بھی اللہ کی طرف سے انعام تھی، جن کی نسل سے انبیاء کی کثیر تعداد پیدا ہوئی۔ سیدنا موسیٰ و ھارون، الیاس، لوط اور یونس علیہم السلام اور ان کی اتباع کرنے والے ہماری سلامتی کے مستحق بنے۔ اللہ کی رحمت و برکت، اللہ کے رسولوں اور ان کی پیروی کرنے والوں ہی کے لیے ہے۔

مچھلی کے پیٹ سے سیدنا یونس علیہ السلام کی رہائی

سیدنا یونس علیہ السلام کے بارے میں قرآن نے بتایا ہے کہ انھیں تسبیح کی وجہ سے مچھلی کے پیٹ سے نجات ملی، ورنہ مچھلی کو حکم تھا کہ انہیں قیامت تک اپنے پیٹ میں چھپائے رکھے، لیکن جب انھوں نے تسبیح: ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ کو پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں رہائی عطا کر دی: ﴿فَلَوْ لَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ ۝ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ﴾ اس سے تسبیح و دعا کی اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ باعث نجات ہے۔

اپنے لیے بیٹے اور اللہ کے لیے بیٹیاں

(آیات ۱۴۹ -۱۸۲) پچھلی آیت ۱۴۸ تک کفار مکہ کے سامنے یہ سوال رکھا گیا تھا کہ ان سے پوچھو: کیا ان کا پیدا کرنا مشکل کام ہے یا ان چیزوں کا جو ہم نے پیدا کر رکھی ہیں۔ پہلے سوال کا منشا کفار کو ان کی اس گمراہی پر متنبہ کرنا تھا کہ وہ زندگی بعد الموت کو اور جزا و سزا کو غیر ممکن الوقوع سمجھتے تھے۔ اب انہی کے سامنے دوسرا سوال رکھا جا رہا ہے جس سے مقصد ان کی جہالت پر متنبہ کرنا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد منسوب کرتے ہیں اور قیاسی گھوڑے دوڑا کر جس کا چاہتے ہیں، اللہ سے رشتہ جوڑ دیتے ہیں۔

خاتمۂ سورت میں آغاز سورت کے مضمون کا اعادہ

خاتمۂ سورت میں کلام تمہید کے مضمون سے پھر مربوط کیا گیا ہے۔ جبریل علیہ السلام کی زبانی یہ شہادت دلوائی گئی ہے کہ فرشتوں کی جماعت برابر اللہ کے احکام کی تعمیل اور اس کی حمد و تسبیح میں سرگرم رہتی ہے اور وہ اللہ کے فرمانبردار بندے ہیں، نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ اس کے شریک و شفیع: ﴿وَّ اِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ۝ وَ اِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ﴾ آخر میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اللہ کی مدد اور غلبہ تمہارے اور تمہارے ساتھیوں ہی کے لیے ہے: ﴿وَ لَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝ وَ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ تمہارے مخالفین لازماً ناکام ہوں گے جو پہلے تو رسول کی بعثت کے منتظر رہے، لیکن جب رسول آ گیا تو حسد و تکبر کی وجہ سے اس کی مخالفت کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے، آپ ان سے درگزر کیجیے اور صبر کے ساتھ اپنا کام جاری رکھیے، سلامتی اللہ کے رسولوں ہی کے لیے ہے: ﴿سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

سُوْرَةُ صٓ

سورۂ ص مکی ہے، اس میں اٹھاسی آیات اور پانچ رکوع ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت، اور زمانہ نزول

پہلی آیت کے پہلے حرف مقطع کو اس سورت کا نام دیا گیا ہے۔ گزشتہ سورت کا اختتام عقیدۂ توحید کے اثبات پر ہوا اس سورت میں بھی اسی عقیدے کو بیان کیا گیا ہے۔ پچھلی سورتوں کی طرح اس سورت کی بنیاد بھی توحید ہی پر ہے۔ اس میں یہ حقیقت واضح فرمائی گئی ہے کہ قرآن قریش کے لیے ایک عظیم یاددہانی ہے، لیکن یہ محض اپنے کبر و غرور اور شرک پرستی کے جوش و جنون میں اس کی مخالفت کر رہے ہیں اور اپنے انجام بد سے بالکل بے خبر ہیں۔

اس سورت کا مضمون بتا رہا ہے کہ یہ اس دور میں نازل ہوئی جب نبی کریم ﷺ نے مکہ میں علانیہ دعوت کا آغاز کیا اور قریش کے سرداروں میں کھلبلی مچ گئی۔ ان میں جو فکر کی لہر دوڑ گئی تھی اس کے نتیجے میں یہ سب لوگ اس بات پر جمع ہوئے کہ ابوطالب کے پاس جائیں اور ان سے بات کریں کہ محمد (ﷺ) کے ساتھ ہماری مصالحت کروا دیں۔ یہ سب جمع ہو کر ابوطالب سے بولے کہ معاملہ جتنا بگڑا ہوا ہے آپ جانتے ہی ہیں، کیوں نہ کوئی درمیان والا راستہ اپنا لیں؟ وہ یہ کہ محمد ﷺ جس کی عبادت کرنا چاہیں کریں، لیکن ہمارے معبودوں کی توہین نہ کریں۔ ابوطالب نے نبی کریم ﷺ کو بلا کر قریش کا مطالبہ سنایا۔ آپ نے فرمایا: چچا جان میں ان کے سامنے ایک کلمہ پیش کرتا ہوں اگر یہ اسے مان لیں تو سارے جھگڑے ختم ہو جائیں گے اور سارا عرب ان کے مطیع و زیر فرمان ہو جائے اور عجم ان کا زیر نگیں ہو۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

اوپر جس مجلس کا ذکر کیا گیا ہے اسی پر تبصرے سے اس سورت کا آغاز ہوا ہے۔ کفار اور نبی کریم ﷺ کی گفتگو کو بنیاد بنا کر اللہ نے ان لوگوں کے انکار کی اصلی وجہ بتائی کہ ہدایت میں ان کے آڑے آنے والی چیز ان کا اپنا تکبر، حسد اور تقلید

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر اصرار ہے یہ اس کے لیے تیار نہیں ہیں کہ اپنی ہی برادری کے ایک آدمی کو اللہ کا نبی مان کر اس کی پیروی قبول کر لیں۔ انہی جاہلانہ تخیلات پر جمے رہنا چاہتے ہیں جن پر انہوں نے اپنے قریب کے زمانے کے لوگوں کو پایا ہے اور جب اس جہالت کے پردے کو چاک کر کے ایک شخص ان کے سامنے اصل حقیقت کو پیش کرتا ہے تو یہ اس پر کان کھڑے کرتے ہیں اور اسے عجیب بات بلکہ نرالی اور انہونی بات قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک توحید اور آخرت کا تخیل محض ناقابل قبول ہی نہیں، بلکہ ایک ایسا تخیل ہے جس کا بس مذاق ہی اڑایا جا سکتا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورت کے ابتدائی حصے میں بھی کفار کو صاف صاف متنبہ کیا ہے کہ جس شخص کا تم مذاق اڑا رہے ہو اور جس کی رہنمائی قبول کرنے سے تم کو آج سخت انکار ہے عنقریب وہی غالب آ کر رہے گا اور وہ وقت دور نہیں جب اسی شہر مکہ میں، جہاں تم اس کو نیچا دکھانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہو، اس کے آگے تم سب سرنگوں نظر آ ؤ گے۔

پھر پے در پے متعدد انبیائے کرام علیہم السلام کا ذکر کیا، جن میں سیدنا داؤد و سلیمان علیہما السلام کا قصہ زیادہ مفصل ہے۔ اس کے بعد فرماں بردار بندوں اور سرکش بندوں کے اس انجام کا نقشہ کھینچا گیا ہے جو وہ عالم آخرت میں دیکھنے والے ہیں اور اس سلسلے میں کفار کو دو باتیں خاص طور پر بتائی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ آج جن سرداروں اور پیشواؤں کے پیچھے جاہل لوگ اندھے بن کر ضلالت کی راہ پر چلے جا رہے ہیں، کل وہی جہنم میں اپنے پیروکاروں سے پہلے پہنچے ہوئے ہوں گے اور دونوں ایک دوسرے کو کوس رہے ہوں گے اور دوسرا یہ کہ آج جن اہل ایمان کو یہ لوگ ذلیل و خوار سمجھ رہے ہیں، کل یہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر حیرت کے ساتھ دیکھیں گے کہ ان کا جہنم میں کہیں نام و نشان تک نہیں ہے اور یہ خود اس کے عذاب میں گرفتار ہیں۔

آخر میں سیدنا آدم علیہ السلام اور ابلیس کا قصہ ذکر کیا گیا ہے اور اس سے مقصود کفار قریش کو یہ بتانا ہے کہ محمد ﷺ کی اطاعت اختیار کرنے میں جو تکبر تمہیں مانع ہو رہا ہے، وہی تکبر سیدنا آدم علیہ السلام کے آگے جھکنے سے ابلیس کو بھی مانع ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جو مرتبہ سیدنا آدم علیہ السلام کو دیا تھا اس پر ابلیس نے حسد کیا اور حکم الٰہی کے مقابلے میں سرکشی اختیار کر کے لعنت کا مستحق ہوا۔ اسی طرح جو مرتبہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو دیا ہے اس پر تم حسد کر رہے ہو اور اس بات کے لیے تیار نہیں ہو کہ جسے اللہ نے رسول مقرر کیا ہے اس کی اطاعت کرو۔ اس لیے جو انجام ابلیس کا ہوا وہی آخر کار تمہارا بھی ہونا ہے۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(آیات ۱ - ۱۱) ﴿صٓ وَالۡقُرۡاٰنِ ذِی الذِّکۡرِ ؕ﴿۱﴾ بَلِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فِیۡ عِزَّۃٍ وَّ شِقَاقٍ ﴿۲﴾ کَمۡ اَہۡلَکۡنَا مِنۡ قَبۡلِہِمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ فَنَادَوۡا وَّ لَاتَ حِیۡنَ مَنَاصٍ ﴿۳﴾ وَ عَجِبُوۡۤا اَنۡ جَآءَہُمۡ مُّنۡذِرٌ مِّنۡہُمۡ ۫ وَ قَالَ الۡکٰفِرُوۡنَ ہٰذَا سٰحِرٌ کَذَّابٌ ﴾

یہ قرآن لوگوں کے لیے یاد دہانی ہے، لیکن لوگ کبر و غرور کی بنا پر اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ ان سے پہلے کتنی قومیں گزر چکی ہیں، جنھوں نے اللہ کی یاد دہانی کے معاملے میں یہی روش اختیار کی اور وہ ہلاک ہوئیں۔ یہ بھی انہی کی طرح اس وقت ایمان لائیں گے جب پانی سر سے گزر جائے گا۔ ان لوگوں پر یہ بات بڑی گراں گزری ہے کہ انہی کے اندر کا ایک شخص

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے رسول کی حیثیت سے، ان کو شرک کے انجام سے ڈرائے، چنانچہ وہ پورے جوش کے ساتھ اپنے معبودوں اور دین آبائی کی حمایت کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور رسول کو ساحر و کذاب قرار دے رہے ہیں: ﴿وَعَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ﴾ یہ لوگ اللہ کی تمام نعمتوں کا اجارہ دار اپنے آپ کو سمجھ بیٹھے ہیں، اس لیے اس خبط میں مبتلا ہیں کہ اگر اللہ کو کوئی کتاب اتارنی ہوتی تو وہ انہی کے اندر کے کسی رئیس پر اتارتا نہ کہ (نعوذ باللہ) محمد ﷺ پر! گویا آسمان و زمین کی خدائی انہی کے ہاتھ میں ہے۔ انھیں پتا نہیں کہ جب اللہ کی پکڑ میں آ جائیں گے تو کسی کی کچھ پیش نہیں جائے گی۔

پہلے کے چند مکذبین

(آیات ۱۲ -۱۶) زمانۂ ماضی کی بعض سرکش قوموں قوم نوح، قوم عاد، فرعون، قوم ثمود، قوم لوط اور اصحاب ایکہ نے بھی جھٹلایا، انہوں نے اللہ کے رسولوں کے ساتھ یہی متکبرانہ روش اختیار کی تھی اور بالآخر اسی کیفر کردار کو پہنچیں جن سے تمہیں ڈرایا جارہا ہے۔ اسی ضمن میں منکرین کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اللہ کے قہر کو دعوت نہ دو، تم اس کی ایک ڈانٹ کی بھی تاب نہ لا سکو گے۔

سیدنا داود علیہ السلام کا تذکرہ

(آیات ۱۷ -۲۶) اللہ کو عاجز اور فرمانبردار لوگ ہی پسند ہیں، سیدنا داود علیہ السلام کی زندگی کے بعض واقعات کا حوالہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بے مثال قوت و حشمت دی، لیکن وہ اس سے کسی گھمنڈ میں مبتلا نہیں ہوئے بلکہ ان کی دولت و شوکت میں جتنا اضافہ ہوتا گیا، اتنی ہی ان کی شکر گزاری اور انابت میں بھی ترقی ہوتی گئی: ﴿وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ﴾ وہ دوسروں کے واقعات سے متنبہ ہو کر اپنی زندگی کی اصلاح کے لیے سبق حاصل کرتے تھے۔ ان کی حکومت ایک عادلانہ حکومت تھی۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی زمین میں حق و عدل قائم کیا، تکبر میں مبتلا ہو کر اس میں فساد نہیں برپا کیا۔

جمہور مفسرین نے اس واقعہ کو سیدنا داود علیہ السلام کے لیے آزمائش بننے کے کئی پہلو بیان کیے ہیں کہ یہ لوگ دیوار پھاند کر اچانک نمودار ہو گئے تھے۔ اس اچانک افتاد سے آدمی گھبرا جاتا ہے اور بااختیار ہو تو اسے جھنجلاہٹ کے بعد ایسے گستاخوں کو مزا چکھانے کا خیال آجاتا ہے، پھر انہوں نے معذرت بھی نہ کی بلکہ اجازت لیے بغیر ہی اپنا مقدمہ پیش کر دیا، اس طرح بہت سے پہلو اشتعال اور ناگواری کے پائے جاتے تھے، لیکن اس عبد صالح نے اس صورتحال کو اپنے لیے ایک آزمائش سمجھ لیا، حالانکہ ایک عام واقعہ تھا۔ اسی عاجزی کے خیال سے آپ اسے ابتلا سمجھنے لگے اور ان کی اس گستاخی پر برافروختہ نہ ہوئے بلکہ عفو و درگزر سے کام لیا۔

ایک یہ تصویر ہے جو قرآن نے اپنے عبد صالح کی کھینچی ہے اور ایک وہ تصویر ہے جو بائبل نامی کتاب میں درج ہے کہ آپ نے ایک فوجی افسر کی بیوی ہتھیا لی تھی اور اسے اپنی ننانوے بیویوں (دنبیوں) میں شامل کرلیا تھا۔ اس طرح کی غیر اخلاقی حرکت ایک عام مومن بھی نہیں کرسکتا چہ جائیکہ ایک اللہ کا نبی ایسی بات کرے، لیکن بائبل والوں کو پھر بھی یہ کہتے ہوئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرم نہیں آتی کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ اس جھوٹے واقعہ کو بعض مفسرین نے بھی نمک مرچ لگا کر بیان کیا ہے، لیکن یہ سب جھوٹ اور ایک نبی کی شان کے خلاف ہے، ہم اس کی تفصیلی تشریح اپنی تفصیلی تفسیر میں کریں گے، ان شاء اللہ!

وقوع قیامت اور مفسدوں اور متقیوں میں فرق

(آیات ۲۷ -۲۹) اللہ سبحانہ تعالیٰ نے یہ دنیا بازیچۂ اطفال نہیں بنائی، صرف آخرت کے منکر ہی اسے کھیل تماشہ سمجھتے ہیں۔ اگر آخرت نہیں ہے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس دنیا کے خالق کی نظر میں مصلح اور مفسد، متقی اور فاجر دونوں یکساں ہیں: ﴿ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴾ ایک حکیم خالق کے متعلق یہ بات تصور بھی نہیں کی جا سکتی۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے یہ کتاب اسی لیے اتاری ہے کہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں، اس کی دلیلوں سے یاد دہانی حاصل کریں اور اس قسم کی مہلک غلط فہمیوں میں نہ پڑے رہیں۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت خاص عطیہ تھی

(آیات ۳۰-۴۰) سیدنا سلیمان علیہ السلام کی دولت وحشمت اور ان کے شکر و انابت کے بعض واقعات کا حوالہ بالکل اسی مقصد کے لیے دیا گیا ہے جس مقصد کے لیے اوپر سیدنا داود علیہ السلام کے بعض واقعات کا حوالہ گزرا ہے۔

اور ہم نے داود کو سلیمان جیسا فرزند عطا فرمایا جو بڑا اچھا بندہ تھا اور بکثرت رجوع کرنے والا تھا۔ جب اس کے سامنے شام کے وقت خوب سدھائے ہوئے تیز رو اصیل گھوڑے پیش کیے گئے۔ تو کہنے لگے: مجھے ان کی محبت اپنے رب کی یاد کی خاطر اچھی لگی ہے، پھر ان کو دوڑایا حتی کہ وہ اوجھل ہو گئے۔ فرمایا: ان کو دوبارہ میرے سامنے لاؤ، پھر تو محبت سے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے اور ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور اس کے تخت پر ایک جسم لا کر ڈال دیا پھر وہ ہماری طرف متوجہ ہوا اور عرض کی کہ اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو نہ جچے، بے شک تو بڑا عطا فرمانے والا ہے، چنانچہ ہم نے ہوا اس کے ماتحت کر دی، وہ آپ کے حکم سے چلتی جدھر آپ چاہتے۔ جنات میں سے عمارت بنانے والے اور غوطہ خور، ان کے علاوہ جو زنجیروں میں جکڑے رہتے وہ بھی ان کے تابع کر دیے۔ یہ ہے ہمارا عطیہ! اب آپ جسے چاہے دیں اور جس سے چاہے روک لیں کوئی مواخذہ نہیں۔ ان کے لیے ہمارے پاس بڑا تقرب کا مقام اور بڑا اچھا انجام ہے۔

سیدنا ایوب علیہ السلام کا بے مثال صبر

(آیات ۴۱ -۴۹) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے بعض انبیاء کرام کا اجمالی حوالہ دیا گیا ہے کہ راہ حق میں ان کو جس قسم کی صعوبتیں بھی پیش آئیں، انھوں نے ان کا نہایت خندہ پیشانی سے سامنا کیا تھا۔ اس کے صلے میں اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ان کو دنیا و آخرت دونوں میں سرخروئی عطا فرمائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ہمارے بندے ایوب کا بھی تذکرہ کیجیے، جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے سخت رنج اور تکلیف میں ڈال رکھا ہے۔ (ہم نے کہا) اپنا پاؤں زمین پر مارو، یہ ٹھنڈا پانی ہے نہانے اور پینے کے لیے اور ہم نے انہیں ان کے اہل وعیال واپس دے دیے اور اپنی رحمت خاص سے ان کے ساتھ اتنے اور بھی اور اس میں عقلمندوں کے لیے مقام فکر ہے۔ اور کہا کہ تنکوں کا ایک مٹھا لے کر اپنی باوفا بیوی کو مار دے اور اپنی قسم نہ توڑ، ہم نے اسے بڑا صابر پایا، وہ بڑا نیک بندہ تھا اور بڑی ہی رغبت رکھنے والے۔ ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کا بھی ذکر کیجیے جو ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے۔ ہم نے انہیں ایک خاص صفت کے لیے برگزیدہ کیا، وہ آخرت کی یاد تھی۔ یہ سب ہمارے نزدیک برگزیدہ اور بہترین لوگ تھے۔ اسماعیل، یسع اور ذوالکفل کا بھی ذکر کر دیجئے! یہ سب بہترین لوگ تھے۔ یہ ایک نصیحت ہے اور پرہیزگاروں کے لیے بڑا اچھا ٹھکانہ ہے۔

اہل جنت اور اہل جہنم کا انجام

(آیات ٥٠ -٦٤) اس حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے کہ یہ دنیا کوئی اندھیر نگری نہیں ہے۔ اس لیے لازماً اس کے بعد ایک فیصلے کا دن آئے گا جس میں متقی و فاجر دونوں اپنے اپنے اعمال کی سزا و جزا پائیں گے: ﴿هٰذَا ذِكْرٌ ۭ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ... هٰذَا ۭ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ﴾ اس سزا و جزا کی کچھ تفصیل:

عدن کی جنتیں جن کے دروازے ان کے لیے کھلے ہوئے ہیں، جن میں وہ تکیے لگائے بیٹھے ہوئے طرح طرح کے پھل اور قسم قسم کے مشروبات طلب کر رہے ہوں گے اور ان کے پاس شرمیلی ہم عمر حوریں ہوں گی یہ ہے جس کا وعدہ تم سے روز حساب کے لیے کیا جاتا تھا۔ بے شک یہ ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ یہ تو ہوئی جزا متقیوں کی، لیکن سرکشوں کے لیے بڑا برا ٹھکانہ ہے۔ جہنم ہے جس میں وہ جھلسائے جائیں گے، بہت ہی بری قیام گاہ ہے۔ یہ ہے ان کے لیے پس وہ مزہ چکھیں، کھولتے پانی، پیپ اور لہو کا اور اس جیسی طرح طرح کی اذیت ناک چیزوں کا۔ یہ ایک قوم ہے جو تمہارے ساتھ آگ میں جانے والی ہے ان کے لیے کوئی خیر مقدمی کلمات نہیں۔ وہ ان سے کہیں گے: بلکہ تمہارا ہی خیر مقدم نہیں، تم ہی تو یہ انجام بد ہمارے سامنے لائے ہو۔ یہ بہت بری رہنے کی جگہ ہے، پھر وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! جس نے ہمارے اس انجام کی راہ نکالی ہے اس کے لیے جہنم کی دگنی سزا کر دے اور جہنمی کہیں گے کیا بات ہے کہ وہ لوگ ہمیں دکھائی نہیں دیتے جنہیں ہم برے لوگوں میں شمار کرتے تھے کیا ہم نے (دنیا میں) یونہی ان کا مذاق بنایا تھا یا وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہیں بے شک دوزخیوں کا یہ جھگڑا حق ہے۔

منکرین ابلیس کے نقش قدم پر

(آیات ٥٦ -٨٨) ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ڰ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ سورت کے آخر میں نبی کریم ﷺ کی طرف سے یہ اعلان کروایا گیا ہے کہ میں ایک منذر ہوں، اللہ واحد وقہار کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ میں جس بات کی خبر دے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہا ہوں وہ ایک طے شدہ امر ہے اور جو لوگ تکبر کی بنیاد پر اس کو جھٹلا رہے ہیں وہ ابلیس کی پیروی کر رہے ہیں اور وہ اسی انجام سے دوچار ہوں گے جو ابلیس اور اس کے پیروکاروں کے لیے مقدر ہے۔ ابلیس کے شر سے صرف اللہ کے مخلص بندے ہی محفوظ ہیں۔ میں اس تبلیغ پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹی لوگوں میں سے ہوں۔ یہ تو ایک نصیحت ہے تمام جہان والوں کے لیے۔ تھوڑی ہی مدت گزرے گی کہ تمھیں اس کا حال خود بخود معلوم ہو جائے گا۔

اللہ کا دین فطری اور تکلفات سے پاک ہے

﴿قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾ نبی کریم ﷺ کا فرمان کہ ''میں متکلف لوگوں میں سے نہیں ہوں۔ آپ کی دعوت کی سادگی کے ساتھ ساتھ آپ کی طبع کی سادگی پر بھی دلیل ہے۔ جس طرح آپ کی دعوت حقیقت پر مبنی ہے اس میں چوں چناں کا کوئی عمل دخل نہیں ہے، اسی طرح آپ کی زندگی بھی ہر قسم کے تکلفات سے پاک اور نہایت ہی سادہ زندگی تھی، چونکہ تکلف میں تصنع ہوتا ہے جس سے اللہ کے نبی بالکل پاک تھے۔ اسی طرز کی زندگی کو آپ نے خود بھی اپنایا اور اسی کو رواج دیا۔ آج روئے زمین پر تکلفات سے پاک اسلام جیسی کوئی دعوت ہے نہ مسلمان جیسی سادہ اور فطری زندگی کا کوئی نمونہ کسی کے پاس ہے۔

تکلف میں ہے تکلیف سراسر اے ذوق
آسانی میں جیتے ہیں وہ جو تکلف نہیں کرتے

سُوْرَةُ الزُّمَر

سورۂ زمر مکی ہے، اس میں پچھتر آیات اور آٹھ رکوع ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت، مرکزی مضمون اور زمانہ نزول

اس سورت کا نام آخری رکوع میں دو جگہ واقع لفظ: ﴿وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا﴾ اور ﴿وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا﴾ سے ماخوذ ہے۔

یہ سورت پچھلی سورت کے مثنیٰ کی حیثیت رکھتی ہے، جس مضمون پر سابق سورت ختم ہوتی ہے اسی مضمون سے اس کا آغاز ہوتا ہے۔ سورۂ ص کے آخر میں فرمایا ہے کہ یہ قرآن دنیا والوں کے لیے ایک عظیم یاد دہانی ہے۔ لوگوں کو یاد دلا رہا ہے کہ آخرت کا برپا ہونا لازمی ہے اور سب کو ایک ہی حقیقی رب کے سامنے پیش ہونا ہے جو لوگ آج اس کو جھٹلا رہے ہیں وہ بہت جلد اس کی صداقت اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ اب اس سورت کی تلاوت کیجیے تو اس کا آغاز بھی اسی مضمون سے ہوتا ہے کہ خدائے عزیز و حکیم نے یہ کتاب نہایت اہتمام سے اس لیے اتاری ہے کہ لوگوں نے اللہ سبحانہ تعالیٰ کی توحید کے بارے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں جو اختلافات پیدا کر رکھے ہیں ان کا فیصلہ کر دے، تا کہ حق واضح ہو جائے اور جو لوگ اپنے فرضی دیوی دیوتاؤں کے بل پر آخرت سے غافل ہو رہے ہیں وہ چاہیں تو وقت آنے سے پہلے اپنی عاقبت کی فکر کر لیں۔ اسی پہلو سے اس میں توحید کے دلائل بھی بیان ہوئے ہیں، شرک اور شرکا کی تردید بھی کی گئی ہے اور قیامت کے دن مشرکین کا جو حشر ہوگا اس کی تصویر بھی کھینچی گئی ہے۔ سورت کے مضامین کی بنیاد توحید پر ہے اور اسی تعلق سے اس میں قیامت کا بھی بیان ہوا ہے۔ یہ سورت ہجرت حبشہ سے پہلے نازل ہوئی تھی جب سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے ارادۂ ہجرت کر لیا تھا۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

یہ پوری سورت ایک بہترین اور انتہائی مؤثر خطبہ ہے جو ہجرت حبشہ سے کچھ پہلے مکہ معظمہ کی ظلم و تشدد سے بھری ہوئی اور عناد و مخالفت سے لبریز فضا میں دیا گیا تھا، یہ ایک وعظ ہے جس کے مخاطب زیادہ تر کفار قریش ہیں، اگرچہ کہیں کہیں اہل ایمان سے بھی خطاب کیا گیا ہے۔ اس میں دعوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل مقصود بتایا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان خالص اللہ کی بندگی اختیار کرے اور کسی دوسرے کی اطاعت و عبادت سے اپنی توحید کو آلودہ نہ کرے۔ اس اصل الاصول کو بار بار مختلف انداز سے پیش کرتے ہوئے نہایت زوردار طریقے سے توحید کی حقانیت اور اسے ماننے کے عمدہ نتائج اور شرک کی غلطی پر جمے رہنے کے برے نتائج کو واضح کیا گیا ہے اور لوگوں کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ اپنی غلط روش سے باز آ کر اپنے رب کی رحمت کی طرف پلٹ آئیں۔ اسی سلسلے میں اہل ایمان کو ہدایت دی گئی ہے کہ اگر اللہ کی بندگی کے لیے ایک جگہ تنگ ہو گئی ہے تو اس کی زمین وسیع ہے، اپنا دین بچانے کے لیے کسی اور طرف نکل کھڑے ہوں۔ اللہ تمہارے صبر کا اجر دے گا۔ دوسری طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا ہے کہ ان کفار کو اس طرف سے بالکل مایوس کر دیں کہ ان کا ظلم و ستم ہمیں اس راہ سے پھیر سکے گا اور ان سے صاف صاف کہہ دیں کہ تم میرا راستہ روکنے کے لیے جو کچھ بھی کرنا چاہتے ہو کر ڈالو میں اپنا یہ کام جاری رکھوں گا۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱۔۴) ﴿ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ① اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ② اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ③ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴾

اللہ رب العزت نے یہ کتاب توحید و شرک کے قضیہ کا فیصلہ کرنے کے لیے ایک قول فیصل کی حیثیت سے اتاری ہے۔ لوگوں کو چاہیے کہ وہ اللہ واحد ہی کی عبادت و اطاعت کریں جو عبادت و اطاعت کا حقیقی سزاوار ہے جو لوگ دوسرے معبودوں کو اللہ کے تقرب کا ذریعہ بنائے بیٹھے ہیں اگر وہ اس کتاب پر ایمان نہیں لا رہے ہے تو اللہ ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرمائے گا اور وہ یاد رکھیں کہ اللہ جھوٹوں اور ناشکروں کو کامیاب نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے ارفع ہے کہ وہ اپنے لیے بیٹے بیٹیاں بنائے، وہ بالکل یکتا اور ساری کائنات کو کنٹرول کرنے کے لیے کافی ہے۔

مشرکین جدید وقدیم کا نظریہ ''ہماری ان کے آگے ان کی اللہ کے آگے''

مشرکین مکہ کا قول: ﴿ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ﴾ ''ہم اپنے معبودوں کی بندگی نہیں کرتے مگر اس لیے کہ وہ اللہ تک ہماری رسائی کرا دیں۔'' مشرکین مکہ کے اس قدیمی قول کی طرح جدید دور کے مشرکین بلکہ دنیا بھر کے مشرکین یہی کہتے ہیں کہ ہم دوسری ہستیوں کی عبادت ان کو خالق و معبود سمجھ کر نہیں کرتے، خالق تو ہم اللہ ہی کو مانتے ہیں، اصل معبود تو وہی ہے، لیکن اس کی بارگاہ تک پہنچنے کے لیے ہم ان بزرگ ہستیوں کو ذریعہ بناتے ہیں، تاکہ وہ ہماری دعائیں اور التجائیں اللہ تعالیٰ تک پہنچا دیں۔

دلائل توحید اور قبولیت ایمان انسان کے اپنے مفاد میں ہے

(آیات ۵ -۸) یہ دنیا اللہ تعالیٰ نے غایت حکمت کے ساتھ پیدا کی ہے۔ رات اور دن کی آمد ورفت، سورج اور چاند کی گردش اس کے حکم سے ہے۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اسی نے اس کی پرورش کا سامان کیا ہے۔ وہی خالق، وہی رب اور وہی اپنی تمام کائنات کا علم رکھنے والا اور اس کا مالک ہے۔ لوگ اس کو چھوڑ کر کہاں بھٹکے جا رہے ہیں: ﴿ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴾ یاد رکھیں کہ اللہ لوگوں کی بندگی اور شکر گزاری کا محتاج نہیں ہے بلکہ لوگ ہی اس کے محتاج ہیں، سب کی واپسی اللہ ہی کی طرف ہے اور اس دن کوئی کسی کا بوجھ اٹھانے والا نہیں ہوگا۔ اللہ سب کے بھیدوں سے واقف ہے اور وہ سب کا کچا چٹھا ان کے سامنے رکھ دے گا: ﴿ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۣ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى . . . ﴾ لوگوں کو جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ کو پکارتے ہیں، لیکن جب اللہ مصیبت دور کر دیتا ہے تو اس کو اس طرح نظر انداز کر دیتے ہیں گویا کبھی اس سے کوئی واسطہ تھا ہی نہیں۔ اور پھر وہ شرک کرنا شروع کر دیتا ہے! بلکہ اور لوگوں کو بھی شرک کی طرف بلاتا ہے۔ یہ اپنے کفر سے تھوڑے دن فائدہ اٹھا لے، پھر تو اسے دوزخ میں ہی جھونکا جائے گا: ﴿ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ڰ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ﴾

جھوٹے معبود اپنے پکارنے والوں کو قیامت تک جواب نہیں دے سکتے

چند سال پہلے کی بات ہے میں بریڈ فورڈ برطانیہ میں ایک محفل میں بیٹھا ہوا تھا، علیل عقیدے کے ایک نوجوان نے جس کا تعلق میر پور سے تھا، اپنا ذاتی ایک واقعہ بڑی سنجیدگی سے سنایا، اس ضمن میں کہ اللہ کے سوا پیر فقیر بھی مشکل میں مدد کر سکتے ہیں۔ وہ بتا رہا تھا کہ میں پاکستان سے اپنی بھتیجی کو بیٹی بنا کر برطانیہ لا رہا تھا، لندن ائیر پورٹ پر امیگریشن افسر نے مجھے روک لیا میں نے دل میں اپنے دمڑی شریف والے (میر پوریوں کے خود ساختہ معبودوں میں سے ایک کا نام) مرشد کو پکارا کہ وہ میری مدد کرے، کچھ ہی دیر بعد امیگریشن افسر نے مجھے کلیر کر دیا۔ بھلا آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ پیر و بزرگ مدد نہیں کر سکتے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں نے یہی آیت اسے سنائی اور پوچھا کہ تمھارے علاوہ اتنی دنیا وہاں سے کلیئر ہوئی اور ہر آن ہو رہی ہے۔ کیا وہ بھی دمڑی شریف والے کی مدد ہی سے باہر آتے ہیں؟ لیکن مشرک کی عقل نہیں ہوتی، وہ لاجواب ہو کر بھی اپنے آپ کو جیتا ہوا مانتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کہہ رہا ہے:

اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوسکتا ہے جو غیر اللہ کو پکارتے ہیں جو ان کی پکار کا قیامت تک جواب ہی نہیں دے سکتے، کیونکہ وہ تو ان کی دعا و پکار سے بے خبر ہیں: ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ﴾ (الاحقاف:٦) مشرکین کا عقیدہ ہے کہ ان کے خود ساختہ معبود اور کرنی والے ان کی فریاد سنتے بھی ہیں، جواب بھی دیتے ہیں اور ان کی حاجت بھی پوری کرتے ہیں، لیکن ان کے نذرانوں کی رشوت لینے کے بعد، کیونکہ اس معاملے میں وہ ان کے محتاج ہیں۔

جہنم والے بہتر ہیں یا جنت والے؟

(آیات ۹- ۱۰) اللہ کے جو بندے توحید پر ایمان لانے کے جرم میں اپنی قوم کے اشرار کے ہاتھوں ظلم وستم کا ہدف بنے ہوئے تھے، ان کو فوز وفلاح کی بشارت اور یہ پیغام دیا گیا ہے کہ اپنے ایمان پر جمے رہو۔ اگر یہ سرزمین تمہارے اوپر تنگ کر دی گئی تو اللہ کی زمین تنگ نہیں ہے۔ اپنی راہ میں ثابت قدم رہنے والوں کو اللہ بے حساب اجر دیتا ہے: ﴿وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۭ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

خالص اللہ کی عبادت کرنے کا حکم

(آیات ۱۱ -۲۱) آپ فرما دیجیے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت کروں، خالص اس کا بندہ ہو کر اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا فرماں بردار بن جاؤں۔ فرما دیجیے کہ مجھے تو اپنے رب کی نافرمانی سے بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے۔ فرما دیجیے کہ میں تو صرف اپنے رب ہی کی خالص عبادت کرتا ہوں۔ تم اس کے سوا جس کی چاہو عبادت کرتے رہو۔ فرما دیجیے حقیقی خسارے میں وہ ہیں جو اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو قیامت کے دن گھاٹے میں ڈال دیں گے۔ یاد رکھو! یہی کھلا خسارا ہے۔

وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لیے بالا خانے ہیں، کئی منزلہ بنے ہوئے، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور بے شک اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کیا کرتا۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا اور اسے زمین کی سوتوں میں پہنچایا، پھر اسی کے ذریعے سے مختلف قسم کی کھیتیاں اگاتا ہے، پھر وہ پک کر سوکھ جاتی ہیں اور تمھارے دیکھتے دیکھتے زرد پڑ گئیں، پھر انہیں بھس بنا دیتا ہے، اس میں عقل مندوں کے لیے ایک سبق ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایمان وہی قبول کرتے ہیں جو اللہ کو پسند ہوں

(آیات ۲۲ -۳۱) اس قرآن کی دعوت پر وہی لوگ ایمان لائیں گے جن کی فطرت کا نور زندہ ہے۔ جن کے دل سخت ہو چکے ہیں وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔ وہ اسی انجام سے دوچار ہوں گے، جس سے رسولوں کی تکذیب کرنے والی قومیں دوچار ہوئیں۔

قرآن نے ہر پہلو سے توحید اور شرک کی حقیقت عام فہم مثالوں کے ذریعے سے نہایت واضح طور پر بیان کر دی ہے۔ پھر بھی اکثر لوگ نادانی میں پڑے ہوئے ہیں۔ اسی طرح اے نبی! آپ بھی سیدھی بات سیدھے طریقے سے ان لوگوں کو سمجھا رہے ہیں اور یہ لوگ نہ صرف یہ کہ ہٹ دھرمی سے آپ کی بات رد کر رہے ہیں، بلکہ ایک کھلی صداقت کو دبانے کے درپے ہیں۔ دنیا میں ہمیشہ نہ آپ کو رہنا ہے نہ انہیں، دونوں کو ایک دن مرنا ہے۔ اس طرح ہر قسم کا انجام سب کے سامنے آ جائے گا۔ ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِندَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَمَنْ اَظْلَمُ: 24

(آیات ۳۲ - ۴۱) سچی بات تو یہ ہے کہ حق کی تکذیب بہت بڑا ظلم ہے۔ تقویٰ صدق و تصدیق میں ہے، کذب و فجور میں نہیں۔ نبی کریم ﷺ کو یہ اطمینان دہانی کرائی گئی ہے کہ اگر یہ لوگ آپ کو اپنے معبودوں سے ڈرا رہے ہیں تو ان کو بتا دیجیے کہ میری حفاظت کے لیے اللہ کافی ہے، وہ جس رحمت سے مجھے بہرہ مند کرنا چاہے گا کوئی مجھے اس سے محروم نہیں کر سکتا اور اگر وہ کوئی ضرر پہنچانا چاہے گا تو کوئی دوسرا اس سے مجھے بچا نہیں سکتا: ﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ﴾ پس تم اپنی جگہ کام کرو، میں اپنی جگہ کام کرتا ہوں۔ فیصلہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے: ﴿قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۭ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾ عنقریب تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ کس پر رسوا کن عذاب آتا ہے اور کسے نہ ٹلنے والی سزا ملتی ہے۔ قرآن کریم حق کے ساتھ نازل ہوا ہے، جو اس پر چلے گا اپنا ہی بھلا کرے گا اور بھٹکنے والے کا وبال اسی پر ہوگا۔ نبی پر اس کی کوئی ذمہ داری نہ ہوگی۔

ساری شفاعت اللہ کے اختیار میں ہے

(آیات ۴۲ - ۵۲) زندگی اور موت تمام تر اللہ ہی کے قبضے میں ہے تو جو لوگ باطل شفاعت کی امید پر جی رہے ہیں، انھیں بتا دیجیے کہ ساری شفاعت اللہ کے اختیار میں ہے: ﴿قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا﴾ نبی کریم ﷺ کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ ان لوگوں کا معاملہ اللہ کے حوالے کیجیے۔ متکبرین کے اصل سبب استکبار کی طرف اشارہ کہ اللہ نے ان کو جو مال و جاہ بخشا ہے اس کو یہ اپنی تدبیر اور اپنے تدبر کا کرشمہ سمجھتے ہیں۔ ان سے پہلے بھی اس خبط میں مبتلا رہنے والے گزرے ہیں، جب وہ اللہ کی پکڑ میں آئے تو ان کی تدبیر ان کے کچھ کام نہ آ سکی۔ یہی حشر ان کا بھی ہوگا۔ رزق و فضل سب اللہ کا عطیہ ہے، اس میں اہل ایمان کے لیے ہماری نشانیاں موجود ہیں۔

سب گناہگاروں کے لیے ندائے حریت

(آیات ۵۳-۶۱) ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا﴾ میرا پیغام پہنچا دیجیے کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقین رکھو! اللہ سارے گناہوں بخش دیتا ہے، وہ واقعی غفور و رحیم ہے۔ تم اپنے رب کی طرف پلٹ آؤ اور اس کے مطیع ہو جاؤ، قبل اس کے کہ تمھارے پاس عذاب آ جائے اور پھر تمھاری مدد نہ ہو۔

دنیا بھر کے گناہگاروں کے لیے مغفرت کی بشارت ہے کہ سابقہ گناہوں کی سنگینی سے خوفزدہ اور اللہ سے مایوس ہو کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرے شرکا شفعا کا دامن پکڑنا جائز نہیں، بلکہ ہر حالت میں اللہ ہی کی طرف رجوع کرنا چاہیے، وہ بڑا ہی غفور ورحیم ہے، لہٰذا اللہ کی پکڑ سے پہلے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیں: ﴿وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ﴾ اور اس بہترین کتاب پر ایمان لائیں جو اللہ نے اپنے فضل سے ان کی ہدایت کے لیے اتاری ہے، ورنہ ایک دن وہ ایمان کی حسرت کریں گے اور اپنی محرومی پر افسوس کریں گے، لیکن وقت گزر جانے کے بعد ان کے لیے یہ چیز نافع نہیں ہوگی۔

رحمت ومغفرت خداوندی کی نوید

آیت ۵۳ میں فرمایا: ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ...﴾ یہ آیت کریمہ قرآن مجید میں وسیع ترین اور امید افزا ترین آیت ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس آیت سے بڑھ کر دوسری آیت: ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ﴾ (الرعد: ٦) بھی بہت امید افزا ہے۔ اس آیت کریمہ میں وعدہ رحمت ومغفرت بڑی تاکید کے ساتھ بیان ہو: ﴿لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾ خود ہی ادائے مقصد کے لیے کافی تھا، اس پر دوسرے فقرہ کا اضافہ پرقوت الفاظ کے ساتھ کیا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا...﴾ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: عام انسانوں کو مخاطب کر کے یہ بات کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ بغیر توبہ وانابت کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے، بلکہ بعد والی آیات میں اس امر کی صراحت ہے کہ گناہوں کی معافی کی صورت بندگی واطاعت کی طرف پلٹ آنا اور اللہ کے نازل کردہ پیغام کی پیروی اختیار کر لینا ہے۔ دراصل یہ آیت ان لوگوں کے لیے پیغام امید لے کر آئی تھی جو جاہلیت میں قتل، زنا، چوری، ڈاکے اور ایسے ہی سخت گناہوں میں غرق رہ چکے تھے اور اس بات سے مایوس تھے کہ یہ قصور کبھی معاف نہیں ہو سکیں گے۔ ان سے فرمایا گیا کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، اگر اپنے رب کی اطاعت کی طرف پلٹ آؤ تو سب کچھ معاف ہو جائے گا جیسا کہ حدیث مبارکہ ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «اِنَّ الْاِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ»[1] ”یقیناً اسلام ان تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے جو اس سے پہلے سرزد ہوئے ہوں۔“ حسن بصری کہتے ہیں: اس وسعت کرم وشفقت کی کوئی انتہا نہیں ہے کہ جنھوں نے اللہ کے دوستوں کے خون سے ہاتھ رنگے انھی کو دعوتِ توبہ ومغفرت دی جا رہی ہے۔

شرک کی نحوست ...... تمام اعمال کی بربادی

(آیات ٦٢ - ٦٦) سورت کے شروع میں جو مضمون بیان ہوا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں، سورت کے اختتام پر بھی اسی مضمون کا اعادہ کیا جا رہا ہے جس میں پہلے یہ وضاحت فرمائی گئی ہے کہ عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے، وہی ہر چیز کا خالق ہے اور اسی کے اختیار میں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ کی زبان سے مشرکین کو خطاب کر کے یہ اعلان فرمایا ہے کہ تم لوگ مجھے غیر اللہ کی عبادت کا حکم دیتے ہیں حالانکہ میری طرف اور مجھ سے پہلے تمام نبیوں کی طرف یہی وحی آئی ہے کہ جو اللہ کا شریک ٹھہرائے گا اس کے تمام عمل برباد ہو جائیں گے: ﴿وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾

---

[1] صحیح مسلم: ١٢١۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مشرک اللہ کی قدر نہیں پہچانتے

(آیات ٦٧ - ٧٠) شرک کی مذمت وشناعت کے بعد مشرکین کے مرض کا سبب بتایا جا رہا ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کی شان بالکل نہیں پہچانی۔ اگر یہ اس کے قدر شناس ہوتے تو کبھی اس کے ساتھ شرک نہ کرتے، حالانکہ ارض وسماء کی تخلیق اس نے کی اور تباہی بھی اسی کی طرف سے ہوگی۔ جس وقت صور پھونکا جائے گا، سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے اور پھر جب دوبارہ پھونکا جائے گا تو سب اٹھ کھڑے ہوں گے، زمین اللہ کے نور سے چمک اٹھے گی، دفتر کھولا جائے گا، نبیوں اور گواہوں کی طلبی ہوگی اور لوگوں کے درمیان بالکل انصاف کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا: ﴿وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ وَ جِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ﴾

وفاداروں اور غداروں کے اخروی انجام کی روئیداد

(آیات ٧١ - ٧٥) مشرکوں کا آخری ٹھکانہ جہنم ہوگا جس کی طرف ذلیل ورسوا کر کے انہیں دھکیلا جائے گا۔ جہنم کے دروازوں پر کھڑے فرشتے بھی سخت لعنت ملامت کریں گے کہ بدبختو! اگر رسولوں کی بات مان لیتے تو یوں نہ پٹتے، اب جہنم میں جلو اور اپنے کفر وانکار کا مزہ چکھو۔

جہنمی اعتراف کریں گے کہ رسولوں نے اپنی تبلیغ کا پورا حق ادا کر دیا تھا، لیکن اس سب کے باوجود ہم نے ہی کفر وجحود سے کام لیا۔ اہل جنت کے بابِ جنت پر پہنچنے کے وقت استقبال کے مناظر کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ انہیں پورے اعزاز واکرام سے لے جایا جائے گا اور جنت کے دروازے ان کی تشریف آوری سے پہلے ہی کھلے ہوں گے تاکہ انہیں ذرا سا بھی توقف نہ کرنا پڑے۔ دروازوں پر کھڑے محافظ انہیں خوش آمدید کہیں گے۔ اہل جنت اتنے اعزاز واکرام پر اللہ کا شکر ادا کریں گے۔ فرشتے جو ہمہ وقت اللہ کی تسبیح وتقدیس بیان کرنے میں لگے رہتے ہیں وہ ان مناظر کو دیکھ کر فرطِ مسرت سے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ کا نعرہ بلند کریں گے۔

اور یوں محشر کا دن تکمیل کو پہنچے گا اور رب کائنات کی عدالت برخواست ہو جائے گی۔

سُوْرَةُ الْمُؤْمِن

سورۂ مومن مکی ہے، اس میں پچاسی آیات اور نو رکوع ہیں

سورت کا نام اور مرکزی مضمون

اس کی آیت ٢٨ میں آل فرعون کے خاندان کے ایک مومن کا ذکر ہے اس پر اس سورت کا نام رکھا گیا۔ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورت کا بھی اصل مضمون سابق سورت کی طرح توحید اور اس کے دلائل اور قرآن کی دعوت توحید کی مخالفت کرنے والوں کے لیے انذار ہے۔ ساتھ ہی ان ایمان والوں کو ابدی کامیابی کی بشارت بھی دی گئی ہے جو مخالفوں کی تمام مخالفانہ سرگرمیوں کے باوجود، توحید پر استوار رہیں گے۔

اس دور میں کفار نے نبی کریم ﷺ کے خلاف بڑی سخت کاروائیاں کر رکھی تھیں۔ ایک طرف قرآن کی دعوت کے خلاف اتنا مکروہ پروپیگنڈہ کہ اس کا جواب دیتے دیتے اللہ کے نبی زچ ہو جائیں۔ دوسری طرف آپ کے قتل کی راہ ہموار کر رہے تھے۔ ایک مرتبہ تو عملاً انہوں نے اس کا اقدام بھی کر ڈالا۔ نبی کریم ﷺ حرم میں نماز میں مشغول تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے آپ کی گردن میں کپڑا ڈال کر بل دینا شروع کر دیا۔ عین وقت پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پہنچ گئے اور اسے دھکا دے کر پرے ہٹایا اور کہا: ظالمو! ان کا اس کے سوا کیا قصور ہے کہ وہ اللہ کو اپنا رب مانتے ہیں: ﴿ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ ﴾[1]

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

صورت حال کے ان دونوں پہلوؤں کو آغاز تقریر ہی میں صاف صاف بیان کر دیا گیا ہے اور آگے کی پوری تقریر انہی دونوں پر ایک انتہائی مؤثر اور سبق آموز تبصرہ ہے۔ قتل کی سازشوں کے جواب میں آل فرعون کے ایک مومن کا قصہ سنایا گیا ہے (آیات ۲۳ تا ۵۵) اور اس قصے کے پیرائے میں کفار کو بتایا گیا ہے کہ جو کچھ تم محمد ﷺ کے ساتھ کرنا چاہتے ہو یہی کچھ اپنی طاقت کے بھروسے پر فرعون سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کرنا چاہتا تھا، اب کیا یہ حرکتیں کر کے تم بھی اسی انجام سے دوچار ہونا چاہتے ہو جس سے فرعون دوچار ہوا تھا؟ نبی کریم ﷺ اور آپ کے متبعین کو سبق دیا گیا ہے کہ یہ ظالم بظاہر خواہ کتنے ہی بالادست اور چیرہ دست ہوں، ان کے مقابلے میں جو کام تم کر رہے ہو اس کی طاقت ہر دوسری طاقت پر بھاری ہے، لہٰذا جو بڑی سے بڑی خوفناک دھمکی بھی یہ تمہیں دے سکتے ہیں، اس کے جواب میں بس اللہ کی پناہ مانگیں اور اس کے بعد بالکل بے خوف ہو کر اپنے کام میں لگ جائیں۔ اللہ پرست کے پاس ظالم کی ہر دھمکی کا بس ایک ہی جواب ہے اور وہ ہے: ﴿ اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴾ ان دو گروہوں کے علاوہ ایک تیسرا گروہ بھی معاشرے میں موجود تھا، اور وہ ان لوگوں کا گروہ تھا جو دلوں میں جان چکے تھے کہ حق محمد ﷺ ہی کے ساتھ ہے اور کفار قریش سراسر زیادتی کر رہے ہیں۔ مگر یہ جان لینے کے باوجود وہ خاموشی کے ساتھ حق و باطل کی اس کشمکش کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ اللہ نے اس موقع پر ان کے ضمیر کو جھنجوڑا ہے اور انہیں بتایا ہے کہ جب حق کے دشمن علانیہ تمہاری آنکھوں کے سامنے اتنا بڑا ظالمانہ اقدام کرنے پر تل گئے ہیں تو افسوس ہے تم پر، اگر اب بھی تم بیٹھے تماشا ہی دیکھتے رہو۔

اس حالت میں جس شخص کا ضمیر بالکل مر نہ چکا ہو اسے تو اٹھ کر وہ فرض انجام دینا چاہیے جو فرعون کے بھرے دربار میں اس کے اپنے درباریوں میں سے ایک راست باز آدمی نے اس وقت انجام دیا تھا جب فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہا تھا۔ جو مصلحتیں تمہیں زبان کھولنے سے باز رکھ رہی ہیں، یہی مصلحتیں اس شخص کے آگے بھی راستہ روک کر کھڑی ہوئی

---

[1] صحیح البخاری: ۳۶۷۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھیں۔ مگر اس نے: ﴿وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ﴾ کہہ کر ان ساری مصلحتوں کو ٹھکرا دیا اور اس کے بعد فرعون اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکا۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(آیات ۱-۶) ﴿حٰمٓ ۝ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ ۝ مَا یُجَادِلُ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰہِ اِلَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَلَا یَغْرُرْکَ تَقَلُّبُھُمْ فِی الْبِلَادِ﴾

اس کتاب کی تنزیل اللہ کی جانب سے ہوئی ہے جو غالب و مقتدر بھی ہے اور علیم و غفور بھی، لیکن ان حقیقتوں کے باوجود اس قرآن کی مخالفت میں کج بحثی وہی لوگ کر رہے ہیں جو جزا و سزا کے منکر ہیں۔ اس وقت ان کے عروج و اقبال سے تم لوگ کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جانا، ان سے پہلے بھی بہت سی قوموں کی تاریخ سبق آموزی کے لیے کافی ہے۔ ان لوگوں نے بھی ایسے ہی کج بحثی سے حق کو مغلوب کرنے اور رسولوں کو شکست دینے کا چارہ کیا تھا، لیکن اللہ کے عذاب نے انہیں پہلے ہی پکڑ لیا۔ اسی طرح ان متمردین پر بھی اللہ کا قانون عذاب صادق ہو چکا ہے اور یہ اپنی سرکشی اور فساد کی پاداش میں جہنم کا ایندھن بننے والے ہیں۔

حملۃ العرش کا تقرب اور مومنوں کے لیے دعائیں

(آیات ۷-۹) ﴿اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَہٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّھِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِہٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ کُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَۃً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَکَ وَقِھِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ﴾

جو لوگ فرشتوں کی سفارش کے بل پر روز جزا سے بے پروا ہو بیٹھے ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے مقرب (عرش خداوندی کے حاملین) فرشتے باغیوں کے سفارشی نہیں ہیں بلکہ وہ ہر وقت اللہ کی تسبیح و حمد میں مصروف رہتے ہیں۔ وہ اللہ پر ایمان رکھتے اور ان اہل ایمان کے لیے برابر استغفار کرتے رہتے ہیں جو اپنی گمراہیوں سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کے راستے کی پیروی کریں۔

اس سے انسان کی فرشتوں کی نظر میں حیثیت بھی ظاہر ہو رہی ہے۔ ان مومنین کے مرتبۂ قرب کا کیا اندازہ جن کے حق میں ملائکہ مقربین استغفار کرتے رہتے ہیں۔ محققین نے یہاں سے نکتہ نکالا ہے کہ اہل ایمان کے لیے دعائے خیر فرشتوں کا شعار اور سبب قرب و قبولیت ہے۔

جہنمیوں کی فریاد اور ان پر پھٹکار

(آیات ۱۰-۲۰) قیامت کے دن مشرکین اپنے جرم کا اقرار کرتے ہوئے اللہ سے فریاد کریں گے۔ ان کی فریاد کے جواب میں اللہ کی طرف سے ان پر پھٹکار ہوگی۔ نیز یہ کہ تمام رحمت اور عذاب اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ اس لیے بندگی اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اطاعت کا حق دار وہی ہے۔ وہ بہت بلند رتبہ اور عالی مقام ہے۔ اس کے بھیدوں سے کوئی واقف نہیں ہے۔ قیامت کے دن تنہا وہی مالک وشہنشاہ ہوگا: ﴿ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴾ اور اس کے سامنے مشرکوں کی کوئی سفارش نہیں کر سکے گا۔ سب کو ان کے کیے کا بدلہ ملے گا۔

(آیات ۲۱ -۲۲) تاریخ کی شہادت پیش کی گئی ہے کہ جن قوموں نے توحید کی دعوت دینے والے رسولوں کو جھٹلایا ان پر اللہ کا عذاب آیا اور جب ان پر عذاب آیا تو ان کے مزعومہ شرکا ان کے کچھ کام نہ آ سکے۔ قریش کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر تم نے ان کی روش اختیار کی تو یہی حشر تمھارا بھی ہوگا۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان حق و باطل کی جنگ

(آیات ۲۳ -۵۵) سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی سرگزشت کا ایک خاص حصہ، جس کے حوالے سے نبی کریم ﷺ، آپ کے صحابہ کرام اور قریش کو مندرجہ ذیل امور کی یاد دہانی کی گئی ہے:

☆ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کو یہ یاد دہانی کہ دعوتِ حق کے مخالفین کے ہاتھوں جو آزمائشیں پیش آ رہی ہیں، صبر و عزیمت کے ساتھ ان کو برداشت کریں۔ کامیابی تمھارا ہی مقدر ہے۔

☆ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا فیصلہ ہوا تو یہ خبر سن کر آپ کے دل میں ذرا بھی جنبش پیدا نہ ہوئی اور نہ کوئی خوف لاحق ہوا، بلکہ انھوں نے اللہ پر بھروسا کرتے ہوئے فرعون کی دھمکی کو اس کے منہ پر دے مارا اور فرمایا: ﴿ إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُم مِّن كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴾ میں نے تو ہر متکبر منکرِ یوم حساب کے مقابلے میں اپنے اور تمھارے رب کی پناہ لے لی ہے۔ اس واقعہ کو جس موقع پر قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے، اس سے خود بخود یہ بات نکلتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے بھی یہی جواب ان سب ظالموں کو ہے جو یوم حساب سے بے خوف ہو کر آپ کو قتل کرنے کی سازشیں کر رہے تھے۔

☆ قریش کو تنبیہ کی گئی کہ فرعون اور اس کی قوم کے لوگ جاہ واقتدار اور قوت میں تم سے کہیں زیادہ تھے، لیکن جب انھوں نے رسول کی تکذیب کی تو ان میں سے کوئی چیز بھی انھیں عذابِ الٰہی سے بچا نہ سکی۔

☆ آیت ۴۵، ۴۶ میں فرعون اور اس کے حواریوں کے بارے میں جو تفصیلات بیان ہوئی ہیں ان سے برزخ کے عذاب و ثواب کا ثبوت ملتا ہے۔ یہاں دو مرحلوں کے عذاب کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔ ایک کم تر درجے کا عذاب جو قیامت کے آنے سے پہلے فرعون اور آل فرعون کو اب دیا جارہا ہے اور وہ یہ ہے کہ صبح و شام انھیں دوزخ کی آگ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے جسے دیکھ کر وہ ہر وقت ہول کھاتے رہتے ہیں کہ یہ ہے وہ دوزخ جس میں آخر کار ہم نے جانا ہے۔ اس کے بعد جب قیامت آ جائے گی تو انھیں وہ اصلی اور بڑی سزا دی جائے گی جو ان کے لیے مقدر ہے، یعنی وہ اسی دوزخ میں جھونک دیے جائیں گے جس کا نظارہ انھیں غرق ہو جانے کے وقت سے لے کر آج تک کرایا جارہا ہے اور تا قیامت کرایا جاتا رہے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تکذیب کا سبب تکبر ہے

(آیات ٥٦ -٥٩) معاندین کا آیات اللہ اور بعث بعد الموت سے انکار کسی معقول وجہ سے نہیں بلکہ تکبر کی بنا پر ہے، حالانکہ زمین و آسمان کی تخلیق کی نسبت انسان کی پیدائش کچھ مشکل نہیں ہے، لیکن لوگ جان بوجھ کر جہالت میں ڈوبے رہنا چاہتے ہیں۔ انھیں پتہ ہونا چاہیے کہ اندھے اور آنکھوں والے، ایماندار اور فاجر برابر نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح انجام بھی دونوں کا ایک جیسا نہیں ہو سکتا۔ اگر وقوع قیامت کو محال سمجھا جائے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے جو بے انصافی ہے، اس لیے قیامت تو بہر صورت آ کر رہے گی۔

مجھ سے مانگو میں قبول کروں گا

(آیات ٦٠ -٦٣) آخرت کے بعد دوسری مابہ النزاع چیز توحید ہے۔ اس کو اپنانے کی ضرورت پر زور دیا جا رہا ہے کہ تکبر کی بنا پر اللہ کی عبادت سے منہ موڑنے والے ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل کیے جائیں گے۔ اس انجامِ بد سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ مجھے ہی پکارا کرو، میں تمھاری دعائیں قبول کروں گا۔ ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ...﴾ اور تمہارے رب کا فرمان ہے کہ مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔ بے شک جو لوگ میری عبادت سے بغاوت کرتے ہیں وہ ضرور ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔ اللہ ہی نے تمہارے لیے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو روشن بنا دیا، بے شک اللہ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے، لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔

توبہ کب نفع دیتی ہے

(آیات ٦٤-٨٥) توحید اور قیامت کے آفاقی و انفسی دلائل کا حوالہ، قریش کو نہایت کھلے الفاظ میں انذار اور نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نہایت قطعی الفاظ میں نصرت کا وعدہ کیا گیا ہے اور معاندین و مکذبین کو سخت تنبیہ ہے کہ توبہ و ایمان بس اسی وقت تک نافع ہے جب تک آدمی اللہ کے عذاب یا موت کی گرفت میں نہ آ جائے۔ موت کے آثار شروع ہو جانے کے بعد ایمان لانا اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں: ﴿فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۭ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ﴾

سُوْرَةُ فُصِّلَتْ

سورۂ فصلت (حم السجدہ) مکہ میں نازل ہوئی، اس میں چوّن آیات اور چھ رکوع ہیں

سورت کا نام، مرکزی مضمون اور زمانہ نزول

اس سورت کا نام دو لفظوں سے مرکب ہے حٰمٓ اور السجدہ سے۔ یعنی جس کا آغاز حٰمٓ سے ہوتا ہے اور جس میں ایک مقام پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آیت سجدہ آتی ہے۔ پچھلی سورۂ مومن کی طرح اس سورت کا مرکزی مضمون بھی توحید ہی ہے۔ اس میں حقانیتِ قرآن اور عقیدۂ توحید کے دلائل بیان کیے گئے ہیں۔ منکرین و معاندین کو تنبیہ بھی کی گئی ہے کہ جس حقیقت کا تم انکار کررہے ہو انھیں سابقہ قوموں کے انجام بد سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ ایمان والوں کو صبر واستقامت کے فوائد بتائے گئے کہ اخروی کامیابی کے لیے ان آزمائشوں کے مقابلے میں عزیمت اختیار کرنا ضروری ہے۔ مخالفین کتنے بھی شرمناک ہتھکنڈے اختیار کریں تم نے حق کا راستہ ترک نہیں کرنا، بلکہ جہالت وسفاہت کا جواب تحمل و بردباری ہی سے دینا ہے۔ یہی طریقہ کامیابی کا ضامن ہے۔

یہ سورت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کے بعد اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے سے پہلے نازل ہوئی تھی۔ اس سورت میں اس مخالفت کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے جو قرآن کی دعوت کو زک دینے کے لیے کفار مکہ کی طرف سے اس وقت انتہائی ہٹ دھرمی اور بداخلاقی کے ساتھ کی جارہی تھی۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(آیات ۱ -۸) ﴿ حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ﴾

آغازِ سورت میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ خدائے رحمن ورحیم نے اہل عرب پر یہ عظیم احسان فرمایا ہے کہ عربی زبان میں ان کے لیے ایسا کلام نازل کیا جس کی آیات خوب کھول کر بیان کی گئی ہیں اور اسے بشیر و نذیر بنا کر اتارا گیا ہے۔ اس احسان کا حق تھا کہ یہ لوگ اس کی قدر کرتے، لیکن یہ نہایت تکبر سے اس نعمت کو ٹھکرا رہے ہیں اور ایمان لانے کی بجائے اس کے عذاب کا مطالبہ کررہے ہیں جس سے ان کو ڈرایا جارہا ہے۔ ان کے اس مطالبے کے جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ ان کو بتادیں کہ جس توحید کی وحی ہوئی تھی وہ میں نے تم تک پہنچا دی۔ رہا عذاب کا معاملہ تو یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔ میں ایک بشر ہوں، مالک و مختار نہیں ہوں۔ مشرکین کو ابدی تباہی کی وعید سنائی گئی جو ایمان ونفاق کے بجائے محض اپنے مزعومہ شفعا کے بل پر آخرت سے غافل ہو بیٹھے ہیں اور اہل ایمان کو استغفار و استقامت کی تلقین کی گئی ہے اور اجر دائمی کی بشارت سنائی گئی ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴾

کائنات کوئی کھیل نہیں ہے

(آیات ۹- ۱۲) اس کائنات میں جو قدرت وحکمت، رحمت و ربوبیت اور جو نظم واہتمام کارفرما ہے وہ شاہد ہے کہ یہ کوئی کھیل نہیں ہے، نہ مختلف دیوتاؤں کی بازی گاہ یا رزم گاہ ہے۔ بلکہ ایک خدائے عزیز وحلیم کی منصوبہ بندی سے وجود میں آیا ہے: ﴿ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴾ اس لیے جو لوگ شرکا وشفعا کے بل پر اللہ دا آخرت سے غافل ہیں وہ صرف اپنی شامت کے منتظر رہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تکذیب کرنے والے ہمیشہ مارے گئے

(آیات ۱۳ -۱۸) قریش کو وعید کہ اگر تم رسول کی دعوت کی تکذیب ہی پر تل گئے ہو تو رسولوں کی تکذیب کرنے والی قوموں کے انجام سے دوچار ہونے کے لیے بھی تیار ہو جاؤ۔ تم سے پہلے عاد و ثمود نے بھی یہی روش اختیار کی تھی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ کے عذاب نے ان کو تباہ کر دیا اور یاد رکھو کہ قوت و شوکت میں وہ لوگ تم سے کہیں زیادہ تھے۔ نیز یہ کہ عذاب سے بچتے وہی ہیں جو مومن اور متقی ہوں: ﴿ وَنَجَّيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴾

مجرموں کے خلاف ان کے اعضا کی گواہی

(آیات ۱۹ -۲۴) مجرمین کی دربار خداوندی میں پیشی کا ایک منظر بیان ہو رہا ہے کہ دنیا میں جو عذاب انہیں ملا سو ملا، روز محشر بھی وہ چھٹکارا نہ پا سکیں گے۔ اگر ان کی زبانیں جھوٹ بولیں گی تو ان کے خلاف تو خود ان کے ہاتھ پاؤں ہی گواہی دیں گے۔ اس دن ان پر یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ ان کے کسی عمل سے غافل اور بے خبر نہیں ہے۔ آخر انھیں ان کے ٹھکانے دوزخ میں دھکیل دیا جائے گا اور معافی کی کوئی درخواست قبول نہیں کی جائے گی۔

منکرین قرآن کی قرآن سے مقابلے کی ناکام سازش

(آیات ۲۵ -۲۹) گمراہ لیڈروں اور ان کے گمراہ پیروکاروں کو دوزخ میں جمع کر دیا جائے گا۔ قرآن کی دعوت کے خلاف ان کے گٹھ جوڑ کا یہی نتیجہ نکلنا تھا۔ تب وہ ایک دوسرے پر لعنت کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں گے کہ انسانوں اور جنوں میں سے جس نے بھی انہیں گمراہ کیا ہے انہیں ہمارے سامنے لایا جائے، ہم انھیں اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں: ﴿ رَبَّنَا أَرِنَا الَّذَيْنِ أَضَلَّانَا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونَا مِنَ الْأَسْفَلِينَ ﴾

کلمۃ اللہ کی بلندی کے لیے ثابت قدمی دکھانے والے لوگ

(آیات ۳۰ -۳۲) جو لوگ تمام مخالفتوں اور سازشوں کے باوجود ایمان و توحید پر جمے رہیں گے، فرشتے ان کے پاس اللہ کی طرف سے ابدی رحمت و نعمت کی بشارت لے کر آتے ہیں اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور انہیں غفور و رحیم رب کی مہمان نوازی کی بشارت دیتے ہیں: ﴿ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ﴾

سب سے اچھا کام دعوت الی اللہ اور عمل صالح

(آیات ۳۳ -۳۶) نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ نہایت اعلیٰ اور پاکیزہ دعوت لے کر اٹھے ہیں۔ اگر جاہل لوگ اس کی مخالفت کر رہے ہیں تو ان کی جہالت کا مقابلہ شرافت اور عفو و درگزر سے کریں۔ اگرچہ یہ کام نہایت مشکل ہے مگر ہے اعلیٰ حکمت کو اپنائیں جو ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو صبر سے کام لیتے ہیں اور درحقیقت وہی لوگ خوش قسمت ہیں۔ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے آپ اور آپ کے ساتھیوں کے لیے یہی روش مناسب ہے۔ اگر کبھی شیطان کی وسوسہ اندازی سے اس کی خلاف ورزی ہو جائے تو فوراً اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے۔

مخلوق کو نہیں صرف خالق کو سجدہ کرو

(آیات ۳۷ - ۴۰) ابتدائے سورت میں توحید اور معاد کی جو دلیل بیان ہوئی ہے، بعض دوسرے دلائل آفاق سے اس کی تائید اور ان لوگوں سے اظہار بیزاری کی گئی ہے جو ان واضح آیات کے بعد بھی توحید اور آخرت کی مخالفت کر رہے ہیں۔

قرآن کی صداقتوں کی تکذیب کوئی نئی بات نہیں

(آیات ۴۱ - ۴۴) قرآن کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے اہل عرب پر جو احسان فرمایا ہے اور جس کی طرف سورت کی تمہید میں اشارہ گزر چکا ہے، اس کی تائید ایک نئے اسلوب سے کی گئی ہے قرآن کی شان اور اس کی عظمت کے بیان کے ساتھ ساتھ قرآن کے خلاف اہل کتاب کے القا کیے ہوئے ایک اعتراض کا جواب اور مکذبین کی اصل بیماری کی نشان دہی کی گئی۔ یہود کا سکھایا ہوا اعتراض یہ تھا کہ وحی کی مخصوص زبان تو اب تک عبرانی رہی ہے، تو اب زبان کیوں بدل گئی ہے۔ جواب میں فرمایا: اگر قرآن کسی عجمی زبان میں اترتا تو یہی لوگ اعتراض اٹھاتے کہ اس کی آیات کی وضاحت کیوں نہیں کی گئی، لیکن جب ہم نے اس کو فصیح عربی میں اتار کر ان کے لیے اچھی طرح کھول دیا ہے تو بجائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان و فضل کے شکر گزار ہوتے، یہ دشمنوں کے سکھائے ہوئے اعتراض کو لے کر اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور اتنی بھی سوچ نہیں رکھتے کہ اللہ کے اس عظیم احسان پر انہیں اعتراض کرنا زیب دیتا ہے یا شکر گزاری؟

ایک اور اعتراض کا جواب

(آیات ۴۵ - ۴۶) یہود کے القا کیے ہوئے ایک اور اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ جب قرآن تورات کو آسمانی کتاب تسلیم کرتا ہے تو اس کے ہوتے ہوئے کسی اور آسمانی کتاب کی کیا ضرورت پیش آئی؟ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی جانے والی کتاب میں بڑے غلط طریقے سے اختلاف و تناقض پیدا کر دیا گیا تھا، اس لیے قرآن کے نزول کی ضرورت پڑی: ﴿وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِیْهِ ...﴾ اگر یہود نے تحریف کی راہ سے تضاد نہ پیدا کر دیے ہوتے تو ان کو اس حقیقت کے سمجھنے میں ذرا بھی دشواری نہ ہوتی کہ تورات کے بعد قرآن کیوں نازل ہوا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت دین کی کون سی کمی پوری کرنے کے لیے ہوئی۔ یہود نے اپنی بدبختی سے حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی اور اس طرح انھوں نے صرف اپنی ہی گمراہی کا سامان نہیں کیا بلکہ ایک خلق کثیر کی گمراہی کا وبال بھی اپنے سر لے لیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِلَيۡهِ يُرَدُّ :25

(آیات ٤٧ - ٥١)﴿اِلَيۡهِ يُرَدُّ عِلۡمُ السَّاعَةِ...﴾ جو لوگ آخرت کا مذاق اس وجہ سے اڑا رہے تھے کہ اس کا ظہور نہیں ہو رہا یا اس کی تاریخ متعین نہیں کی جا رہی۔ ان کو جواب دیا گیا ہے کہ اس کا علم صرف اللہ ہی کو ہے وہ مناسب وقت پر اس کو ظاہر کر دے گا، نبی کا یہ منصب نہیں ہے۔ جو لوگ اپنے مزعومہ شرکا وشفعا کے بل پر آخرت سے غافل تھے ان کو تنبیہ کہ اس دن سب اپنے شریکوں سے برات کا اعلان کریں گے۔ علاوہ ازیں قیامت کے لیے جلدی مچانے والوں کی تنگ ظرفی پر اظہار افسوس کیا گیا ہے کہ ان کم ظرف لوگوں کا حال یہ ہے کہ ذرا سا اللہ کی گرفت میں آ جائیں تو فوراً بلبلا اٹھتے ہیں، لیکن جب اللہ تعالیٰ ان کو ذرا ڈھیل دے دیتا ہے تو شیخی بگھارنے اور عذاب کا مطالبہ کرنے لگتے ہیں: ﴿وَاِذَاۤ اَنۡعَمۡنَا عَلَى الۡاِنۡسَانِ اَعۡرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوۡ دُعَآءٍ عَرِيۡضٍ﴾

قرآن کی تکذیب انتہائی نامعقول بات ہے

(آیات ٥٢ - ٥٤) خاتمۂ سورت میں تکذیب قرآن کے ہولناک انجام کی طرف اشارہ اور اس بات کی تہدید ہے کہ اب قرآن کی صداقت کی نشانیاں آفاق و انفس میں ظاہر ہوں گی: ﴿سَنُرِيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا فِى الۡاٰفَاقِ وَفِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُ الۡحَـقُّ...﴾ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے اور ہر چیز اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ جو لوگ شک میں مبتلا ہیں وہ عنقریب سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور پھر انکار کی جرات کوئی نہ کر سکے گا۔

سُوۡرَةُ الشُّوۡرٰى

سورۂ شوریٰ مکی ہے، اس میں ترپن آیات اور پانچ رکوع ہیں

سورت کا نام، زمانہ نزول اور موضوع

اس سورت کا نام اس کی آیت ۳۸ کے فقرے: ﴿وَاَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰى بَيۡنَهُمۡ﴾ سے ماخوذ ہے۔ یہ سورت مکی دور کے بالکل آخر میں غالباً سورہ حٰم السجدہ کے متصلاً نازل ہوئی تھی، کیونکہ اس کا مضمون بتاتا ہے کہ حٰم السجدہ میں سرداران قریش کی اندھی بہری مخالفت پر بڑی کاری ضربیں لگائی گئی تھیں تا کہ لوگوں کو مکے والوں کی نامعقول اور بے وجہ مخالفت اور محمد ﷺ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دعوت کی حقانیت اور سنجیدگی کا پتا چل جائے۔ اس تنبیہ کے بعد اس سورت میں تفہیم کا حق ادا کر دیا ہے۔ اگر کسی میں عقل و شعور اور ہدایت قبول کرنے کی ذرا بھی صلاحیت ہو تو اس کے لیے یہ سورت قبول حق کے لحاظ سے کفایت کرتی ہے۔

چونکہ یہ سورت مکی دور کے آخر میں ہجرت سے متصل زمانے میں نازل ہوئی ہے، اس لیے نبی کریم ﷺ کی زبان سے قریش کے لیڈروں کو اس میں جو خطاب ہے، اس کی نوعیت وداعی خطاب کی سی ہے، گویا نبی کریم ﷺ کی ذمہ داری پوری ہوگئی ہے، اب مخاطبین کی ذمہ داری اپنی ہے۔ مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے جو باتیں فرمائی گئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اب وہ ایک ایسے دور میں داخل ہو رہے ہیں جس میں ان کو ایک اجتماعی ہیئت کی شکل میں اپنے فرائض ادا کرنے ہیں جس کے تقاضے پورے کرنے کے لیے انھیں تیار رہنا چاہیے۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تعارف

اس سورت کا مرکزی مضمون بھی توحید ہی ہے، اس کے تحت قیامت سے بھی ڈرایا گیا ہے۔ اس لیے کہ توحید کی اصل اہمیت اسی وقت سامنے آتی ہے جب اس بات پر ایمان ہو کہ انصاف کا ایک دن لازماً آنے والا ہے اور اس دن ہر شخص کو اللہ واحد و قہار ہی کے سامنے پیش ہونا پڑے گا کسی کی مجال نہیں ہوگی کہ اس کی پکڑ سے کسی کو بچا سکے یا اس کے اذن کے بغیر اس کے سامنے زبان ہلا سکے۔

دعوت کا آغاز اس طرح کیا گیا کہ محمد ﷺ جو دعوت دے رہے ہیں وہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں، سب انبیاء یہی دعوت دیتے رہے ہیں۔ البتہ نرالی بات یہ ضرور ہے کہ خالق ارض و سماء کو معبود ماننے کی بجائے اس کی مخلوق کو شریک بنایا جائے۔ اس کی خدائی میں رہتے ہوئے کسی دوسرے کی خدائی کو مانا جائے۔ یہ ایسا عظیم جرم ہے کہ زمین کو شق ہو جانا چاہیے اور آسمان کو پھٹ پڑنا چاہیے پھر بھی اس کی رحیمی ہے کہ سارا نظام اسی طرح چل رہا ہے اور تمہیں روزی بھی مسلسل مل رہی ہے۔

نبوت پر جس شخص کو فائز کیا جاتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ لوگوں کی قسمتوں کا مالک بنا دیا جاتا ہے۔ اس کا کام تو غفلت میں پڑے ہوئے لوگوں کو بیدار کرنا اور نہ ماننے والوں کو ڈرانا ہے۔ مجرموں کو سزا دینا نبی کا نہیں، اللہ تعالیٰ کا منصب ہے۔ نبی تو انسانیت کی خیر خواہی کے لیے آیا ہے جو تمہیں خبردار کر رہا ہے کہ انکار کی راہ اپنانے والے کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتے۔

پھر اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی گئی کہ سارے انسان پیدائشی طور پر ایک جیسے نہیں ہیں۔ اس مجال اختلاف سے حق قبول کرنے والوں کی نیک فطرتی سامنے آتی ہے۔ جو انسان اللہ کو اپنا ولی بناتا ہے اللہ اس کا ولی بن جاتا ہے۔ اس سورت میں دین کی حقیقت واضح کی گئی کہ یہی دین اسلام سب انبیاء کا دین رہا ہے۔ خود غرض لوگ اس کی مخالفت کرتے رہے ہیں مگر تاریخ گواہ ہے کہ وہ ذلیل و رسوا ہوتے رہے۔ ان حقائق کو بیان کرتے ہوئے بیچ بیچ میں منکرین کی ان اخلاقی کمزوریوں پر گرفت بھی کی گئی ہے جو ہدایت سے ان کے منہ موڑنے کا اصل سبب تھیں مثلاً دنیا پرستی سے ان کی محبت اور آخرت سے مکمل غفلت۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

توحید و رسالت کے دلائل بیان کیے گئے اور بتایا گیا ہے کہ محمد ﷺ کا اپنی زندگی کے ابتدائی چالیس سال تک "کتاب" کے تصور سے بالکل خالی الذہن اور ایمان کے مسائل و مباحث سے قطعی نا آشنا رہنا اور پھر یکا یک ان دونوں چیزوں کو لے کر دنیا کے سامنے آجانا آپ کے نبی ہونے کا کھلا ثبوت ہے۔ نیز یہ کہ آپ کا اپنی پیش کردہ تعلیم کو ربانی تعلیم کہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اپنے رب سے روبرو کلام کرنے کے مدعی ہیں بلکہ نبی کو جو ہدایات دی جاتی ہیں، وہ تین طریقوں سے آتی ہیں: بذریعہ وحی، پردے کے پیچھے سے یا فرشتے کے ذریعے سے پیغام کی صورت میں۔ اسی طرح کے طریقے پہلے نبیوں کی طرف وحی کرتے وقت اختیار کیے گئے تھے۔ جس طرح وہ نبی تھے اسی طرح محمد ﷺ بھی نبی ہیں۔ اگر ان کا انکار نہیں کر سکتے تو ان کا انکار بھی کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

ان حقائق کو ثابت کرنے کے لیے سابقہ انبیاء کی دعوت کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ سیدنا آدم ونوح علیہم السلام سے لے کر تمام انبیاء نے اسی دین حنیف کی دعوت دی اور ان کو بھی اللہ نے اسی طرح وحی کے ذریعہ سے تعلیم دی، جس طرح آپ پر قرآن وحی کیا جا رہا ہے۔ حق میں اختلاف انبیاء کی تعلیم و دعوت سے پیدا نہیں ہوا بلکہ مختلف گروہوں نے اپنی برتری قائم رکھنے کے لیے حق سے اختلاف کر کے فرقے بنائے۔ قرآن کا نزول اسی اختلاف کو مٹانے کے لیے ہوا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو فریضۂ رسالت نبھانے کی تلقین کے ساتھ ساتھ ضمناً بعض اعتراضات کے جواب بھی دیئے گئے ہیں جو نبی کریم ﷺ کی نبوت پر مخالفین کی طرف سے کیے گئے تھے۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(آیات ۱ - ۱۰) ﴿حٰمٓ ۝ عٓسٓقٓ ۝ کَذٰلِکَ یُوۡحِیۡۤ اِلَیۡکَ وَ اِلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکَ ۙ اللّٰہُ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ۝ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَ ہُوَ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ ۝ تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرۡنَ مِنۡ فَوۡقِہِنَّ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ یُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ رَبِّہِمۡ وَ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَ لِمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ﴾

نبی کریم ﷺ کو خطاب کر کے کہا جا رہا ہے کہ جس اللہ نے دین توحید کی وحی آپ پر کی ہے، اسی نے پہلے آنے والے رسولوں پر بھی کی تھی اور وحی کا طریقہ بھی وہی ہے جو اس سے پہلے اختیار کیا گیا تھا۔ اللہ کی ذات بہت بلند اور عظیم ہے۔ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے، سب اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے: ﴿کَذٰلِکَ یُوۡحِیۡۤ اِلَیۡکَ وَ اِلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکَ﴾ آسمان و زمین کی ساری مخلوق اس کی تسبیح میں لگی رہتی ہے۔ عربی میں قرآن اتارا جا رہا ہے۔ اس کے ذریعے سے اہل مکہ اور اس کے اطراف کے لوگوں کو روز محشر سے ڈرایے۔ ہدایت انہی کو ملے گی جو اس کے اہل ہوں گے اور حتمی فیصلہ قیامت کے دن ہو جائے گا: ﴿فَرِیۡقٌ فِی الۡجَنَّۃِ وَ فَرِیۡقٌ فِی السَّعِیۡرِ﴾

(آیات ۱۱ - ۲۰) وہ ارض و سماء کا خالق ہے، جس نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے جوڑے بنائے اور چوپایوں میں ہم جنس جوڑے پیدا کیے۔ اس طریقے سے وہ تمہاری نسلیں پھیلاتا ہے۔ کائنات کی کوئی چیز اس جیسی نہیں اور وہ سننے اور دیکھنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، جس کا چاہے رزق کشادہ کر دے اور چاہے تو نپا تلا کر دے، یقیناً وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ اللہ نے آپ کے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھو اور اس میں متفرق نہ ہو۔ یہی بات ان مشرکین پر گراں گزرتی ہے جس کی طرف آپ انہیں بلا رہے ہیں، اللہ جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے اور جو بھی اس کی طرف رجوع کرے وہ اس کی صحیح رہنمائی کرتا ہے۔

آسمان وزمین کا خالق اللہ ہی ہے، اس کی خدائی میں کوئی شریک نہیں۔ اسی دین توحید کی تعلیم تمام انبیاء نے دی ہے۔ شرک واختلاف کا راستہ لوگوں نے خود اختیار کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو اسی دین پر استقامت کے ساتھ جمے رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ کتاب کا انکار کرنے والوں سے کہہ دیں کہ قیامت بہت دور نہیں ہے۔

اللہ نے حق کے ساتھ کتاب اور میزان نازل فرمائی ہے اور تمھیں کیا خبر شاید فیصلے کی گھڑی قریب ہی آ لگی ہو۔ اس کی جلدی ان کو ہے جو اسے نہیں مانتے اور جو اس پر یقین رکھتے ہیں وہ تو اس سے ڈرتے ہیں۔ انہیں اس کے حق ہونے کا پورا علم ہے۔ یاد رکھو جو لوگ قیامت کے معاملے میں جھگڑ رہے ہیں، وہ گمراہی میں بہت دور نکل گئے ہیں۔

اللہ کی دی ہوئی مہلت سے فائدہ اٹھائیں اور آخرت سنواریں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ وہی ملتا ہے جو بویا جاتا ہے اور وہی سلوک کیا جائے گا جو ایسے لوگوں کے لیے اللہ کی سنت ہے۔

اللہ اپنے بندوں پر بڑا ہی لطف کرنے والا ہے، جسے جو کچھ چاہتا ہے دیتا ہے اور وہ بڑی طاقت، بڑے غلبہ والا ہے۔ اور جو کوئی آخرت کی کھیتی چاہے، ہم اس کی کھیتی کو بڑھا دیتے ہیں اور جو دنیا کی کھیتی کی طلب رکھتا ہو ہم اسے اس میں سے ہی کچھ دے دیں گے، مگر آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔

(آیات ۲۱-۲۶) اللہ تو اپنے بندوں پر بڑا لطف کرنے والا ہے، اس رزاق ورحیم کو چھوڑ کر اگر ان مشرکوں نے کچھ شرکا ایجاد کر لیے ہیں تو ان کا وہ مذہب ومسلک اور خود ساختہ شرکا ان کے کسی کام آنے والے نہیں ہیں۔ اس دن کامیابی صرف ایمان اور عمل صالح والوں کے لیے ہوگی۔

تم دیکھو گے کہ یہ ظالم اپنے انجام سے اس وقت ڈر رہے ہوں گے جو ان پر واقع ہو کر رہے گا اور جو لوگ ایمان لائے اور صالح اعمال کیے وہ جنت کے گلستانوں میں ہوں گے وہ جو چاہیں گے اپنے رب کے ہاں پائیں گے۔ یہی بڑا انعام ہوگا۔

نبی کریم ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ آپ واضح کر دیں کہ تمھاری ہدایت کے لیے مجھے اتنی فکر مندی اس لیے نہیں کہ میں کسی صلے کا خواہاں ہوں، بلکہ یہ محض حق قرابت ہے جو مجھے تمہارے لیے بے چین کیے رکھتا ہے۔

رزق کی مناسب تقسیم حکمت الٰہی کے مطابق ہے

(آیات ۲۷- ۳۶) اگر منکرین اپنی دنیوی برتری کو اپنے برحق ہونے کی دلیل بنائے بیٹھے ہیں تو ان کو بتا دیجیے کہ آخرت کی نعمتوں کے مقابلے میں اس دنیا کی بڑی سے بڑی دولت کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو شیطان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے فتنوں سے بچانا چاہا، اس لیے دنیا کے طالبوں کو بھی اتنا ہی دیتا ہے جتنا اس کی مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے۔ اگر وہ ان کو پوری ڈھیل دے دیتا ہے کہ وہ اس دنیا میں سے جتنا چاہیں اپنا دامن بھر لیں تو اس سے فساد پھیل جاتا۔ اللہ کی ڈھیل سے کسی کو غلط فہمی میں نہیں پڑنا چاہیے۔

﴿وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا...﴾ تو تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ چند روزہ زندگی کا سامان ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اس سے بہت بہتر ہے اور وہ ان کے لیے ہے جو ایمان لائے اور صرف اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں ﴿وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾

اللہ والوں کی صفات کی ایک جھلک

(آیات ۳۷-۴۳) اہل ایمان کی حقیقی صفات بیان کرتے ہوئے انہیں چند خاص ہدایات کی گئی ہیں جو موجودہ اور آئندہ پیش آنے والے حالات میں ان کی رہنمائی اور ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے ضروری تھیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ﴾ اور وہ کبیرہ گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں اور غصے کے وقت درگزر کرتے ہیں اور اپنے رب کے فرمان کو قبول کرتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ان کا کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے اور جو ہم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ جب ان پر زیادتی ہو تو وہ بدلہ لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ واپسی ہی برائی ہے اور جو معاف کر دے اور صلح کر لے اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے، لیکن اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

قرینہ دلیل ہے کہ اس دور میں کفار کی زیادتیاں بھی بہت بڑھ گئی تھیں اور مسلمان بھی ایک جماعت اور تنظیم کی شکل اختیار کر رہے تھے۔ اس لیے ان کو ضروری ہدایات سے آگاہ کر دیا گیا تاکہ اس نازک دور میں ان کا کوئی قدم غلط نہ اٹھ جائے۔

(آیات ۴۴-۵۳) سورت کے آخر میں مخالفین کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ کفر ترک کر کے اپنی عاقبت سنوار لیں، پھر مہلت نہ ملے گی: ﴿اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ﴾ انسان کی تنگ دلی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ حالات اچھے ہوں تو اتراتا ہے اور اگر اعمال کی پاداش میں اس کو کوئی مصیبت پیش آ جائے تو مایوس اور ناشکرا بن جاتا ہے۔ اگر یہ لوگ اپنے غرور کی وجہ سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اللہ ان کے آمنے سامنے ہو کر بات کرے تو ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے سے بات کرتا ہے۔ صرف وحی کے ذریعے ہی سے کرتا ہے اور اس کے خاص طریقے ہیں: ﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ﴾ ناممکن ہے کہ کسی بندے سے اللہ تعالیٰ کلام کرے مگر وحی کے ذریعے سے یا پردے کے پیچھے سے یا کسی فرشتے کو بھیجے اور وہ اللہ کے حکم سے جو چاہے کرے بے شک وہ برتر اور حکمت والا ہے اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے روح کو اتارا ہے۔

بے شک آپ سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں: ﴿وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ اس اللہ کے راستے کی جس کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ آگاہ رہو! سب کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سُورَةُ الزُّخْرُفِ

سورۂ زخرف مکی ہے، اس میں نواسی آیات ہیں اور سات رکوع ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت اور مرکزی مضمون

اس سورت کا نام آیت ۳۵ کے فقرے: ﴿وَزُخْرُفًا﴾ سے ماخوذ ہے یعنی وہ سورت جس میں لفظ زخرف آیا ہے۔
گزشتہ سورت میں قرآن کی عظمت ایک خاص پہلو سے نمایاں کی گئی تھی۔ اس سورت میں اس کے بعض دوسرے پہلو نمایاں کیے گئے ہیں۔ قرآن پر نفس وحی کے پہلو سے مخالفین کے جو اعتراضات تھے ان کے جوابات پچھلی سورت میں دے دیے گئے تھے۔ اس سورت میں انبیائے سابقین کی دعوت کے ساتھ اس کی ہم آہنگی واضح کی گئی کہ جس دین توحید کی دعوت یہ قرآن دے رہا ہے، اسی کی دعوت تمام انبیاء نے دی ہے۔ جو لوگ اس کو جھٹلا رہے ہیں وہ اپنے لیے اسی ہلاکت کا سامان کر رہے ہیں، جس سے رسولوں کی تکذیب کرنے والی دوسری قومیں دوچار ہوئیں۔
اس سورت کا بھی مرکزی مضمون توحید ہی ہے۔ قیامت کا بھی ذکر ہوا ہے۔ ملائکہ کی الوہیت اور ان کی شفاعت کے تصور کا ابطال اور قریش کے اس زعم کی تردید بھی کی گئی کہ وہ دین ابراہیم کے وارث ہیں۔
یہ سورت بھی پچھلی سورتوں سے متصل ہی نازل ہوئی جب نبی کریم ﷺ کے خلاف اہل مکہ متحد ہو کر کسی انتہائی اقدام اٹھانے کی سوچ میں تھے اور ایک حملہ ہو بھی چکا تھا، جس کی طرف آیات ۷۹، ۸۰ میں اشارہ موجود ہے۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

اس سورت میں قریش کے جاہلانہ عقائد و اوہام پر تنقید کی گئی ہے۔ خود مانتے ہیں کہ زمین و آسمان اور ان کے تمام مزعومہ معبودوں کا خالق صرف اللہ ہی ہے، نعمتیں دینے والا بھی وہی ہے، پھر بھی یہ شرک پر اصرار کیے چلے جا رہے ہیں۔ اللہ کے بعض بندوں کو اس کی اولاد قرار دیتے ہیں اور اولاد بھی بیٹیاں، جنہیں اپنے لیے باعث ننگ و عار سمجھتے ہیں۔ فرشتوں کو دیویاں قرار دیتے ہیں اور انہیں عورتوں کی طرح سمجھتے ہیں۔ آخر انہیں کیسے پتہ چلا کہ وہ عورتیں ہیں۔
اپنے شرک کے لیے ان کے پاس دلیل صرف یہ ہے کہ ہمارے آبا و اجداد ایسا کرتے چلے آئے ہیں۔ آخر ان کے کون سے آباء و اجداد ہیں جو قابل تقلید ہیں۔ یہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں، حالانکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام خالص موحد تھے، مشرکین میں سے ہرگز نہ تھے۔ ان کے پاس ایک اور بھی دلیل ہے کہ عیسائی بھی تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ قرار دیتے ہیں۔ ان سے پوچھو کہ کیا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے یہ عقیدہ پیش کیا تھا؟ یقیناً نہیں۔ تو پھر ان کا یہ بہانہ یا استدلال کیسے قابل قبول ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کا خیال تھا کہ نبی صرف وہی ہوسکتا ہے جو بہت مالدار ہو، اگر اللہ نے نبی بنانا ہی تھا تو عرب کے دو بڑے شہروں (طائف اور مکہ) کے سرداروں کو بناتا۔ انہیں بتایئے کہ فرعون نے بھی ایسا ہی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اظہار کیا تھا۔ اس طرح کفار کے اس قسم کے شکوک وشبہات کو نہایت مدلل انداز میں واضح کیا گیا ہے اور دعوت محمدی کی معقولیت بتائی گئی ہے کہ صرف حق پرست ہی راہ راست پر ہیں۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(آیات ۱ -۸) ﴿ حٰمٓ ۝ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ۝ وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾

قرآن کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے قوم عرب پر جو احسان فرمایا اور اس کے ذریعے سے ان پر اتمام حجت کا جو سامان کیا اس کا حوالہ دے کر اس بات کی یاددہانی کرائی گئی ہے کہ اگر انھوں نے بھی اپنے رسول کی تکذیب کی تو پہلی قوموں جیسا انجام ہوگا۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ قوت وشوکت کے باوجود ہلاک ہونے والی قومیں تم سے کہیں زیادہ مال وشان میں بڑھ کر تھیں۔

(آیات ۹- ۱۵) مخالفین اعتراف کرتے ہیں کہ آسمان وزمین کا خالق خدائے عزیز وعلیم ہی ہے۔ اس علم کے باوجود یہ لوگ اللہ کے بندوں میں سے اس کے شریک بناتے ہیں۔ حالانکہ اس کائنات میں قدرت، ربوبیت اور حکمت کے جو آثار و شواہد ہر قدم پر موجود ہیں۔ وہ صرف اور صرف اللہ ہی کی توحید اور وقوع قیامت پر گواہ ہیں۔ جس نے تمام چیزوں کے جوڑے بنائے اور تمہارے لیے کشتیاں بنائیں اور جانور بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو، تاکہ تم ان کی پشت پر جم کر سواری کرو اور پھر اپنے رب کی نعمت یاد کرو جب اس پر ٹھیک ٹھاک بیٹھ جاؤ اور کہو: وہ پاک ذات ہے جس نے اسے ہمارے تابع کر دیا ورنہ ہم انہیں قابو کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔

دعائے سفر

آیت ۱۳ میں دعائے سفر مذکور ہے جو زبانی یاد کرلینی چاہیے: ﴿ سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴾

کیا ملائکہ عورتیں ہیں؟

(آیات ۱٦ -۲۵) ملائکہ کی الوہیت کے تصور کا ابطال کیا گیا ہے کہ یہ مشرک اپنے لیے تو بیٹیاں ناپسند کرتے ہیں، لیکن اللہ کے لیے اولاد قرار دیتے ہیں۔ کیا جب میں نے فرشتوں کی تخلیق کی تھی تو یہ اس وقت موجود تھے جو انہیں پتا چلا کہ فرشتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عورتیں ہیں؟ اس کی دلیل ان کے پاس صرف آبا و اجداد کی اندھی تقلید کے سوا کچھ نہیں۔ حالانکہ یہ بے سند بات ہے اور خلاف فطرت و عقل بھی۔ ان کا انجام تباہی کے سوا کچھ نہیں۔

مشرکین کے جھوٹے دعووں کا ابطال

(آیات ۲۶ - ۴۵) مکذبین کی سرکشی کا اصل سبب جھوٹے دعوے اور باطل دلیلیں ہیں۔ مثلاً شرک کے لیے ان کی دلیل یہ تھی کہ ہمارے آباء واجداد ایسے کرتے رہے ہیں، آخر وہ ان کے آباء ہیں کون؟ اگر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ان کا یہ خیال ہے تو تاریخ کی شہادت یہ ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ہر قسم کے شرک سے بیزاری کا اعلان کیا تھا: ﴿ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ﴾ اور اسی خاطر اپنے بیٹے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو مکے لا بسایا تھا۔ بھلا ان میں سے کوئی مشرک تھا؟ لہٰذا ان کا یہ دعویٰ جھوٹا ہے۔

اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا کہ میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ میرا تعلق اس ذات سے ہے جس نے مجھے پیدا کیا، بے شک وہی میری رہنمائی بھی کرے گا اور وہ (ابراہیم) اسی کلمۂ توحید کو اپنی اولاد میں چھوڑ گیا تھا، تاکہ لوگ اللہ کی طرف رجوع کریں۔

اسی طرح دنیوی خوشحالی بھی انہیں دھوکے میں رکھ رہی ہے۔ حالانکہ یہ ہمارا قائم کردہ دنیوی گزران کا نظام ہے، اصل کامیابی اخروی کامیابی ہے۔ جس سے یہ لوگ آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں۔ شیطان نے انہیں ورغلا رکھا ہے، ان کی آنکھوں کی پٹی قیامت کے دن کھلے گی، مگر اس وقت انہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

کیا آپ کے رب کی رحمت کو یہ تقسیم کرتے ہیں؟ ان کی گزر بسر کے ذرائع تو ہم نے ان کے مابین تقسیم کیے ہیں اور ایک کو دوسرے سے بلند کیا ہے تاکہ ایک دوسرے سے خدمت لیں۔ آپ کے رب کی رحمت اس دولت سے بہتر ہے جسے یہ لوگ سمیٹتے پھرتے ہیں اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمام لوگ ایک ہی گروہ (کافر) کے ہو جائیں گے، تو خدائے رحمن کے ساتھ کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھتیں ہم چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیوں کو بھی جن پر وہ چڑھتے ہیں اور ان کے دروازے اور تخت بھی جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے، سب چاندی اور سونے کے بنا دیتے۔ یہ سب کچھ تو متاع حیات ہے اور آخرت تو آپ کے رب کے ہاں صرف متقین کے لیے ہے اور جو شخص رحمن کی یاد سے غافل ہو جائے، ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں جو اس کا ساتھی بن جاتا ہے اور وہ ساتھی انہیں راہ راست پر آنے سے روکتے ہیں اور وہ خود کو سمجھتے ہیں کہ ہم ٹھیک جا رہے ہیں۔

سیدنا موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کی دعوت بھی توحید کی تھی

(آیات ۴۶ - ۸۹) مشرکین مکہ کی طرح مشرکین اہل کتاب بھی انہی خوش فہمیوں میں مبتلا ہیں کہ ان کا طریقہ بھی آبائی ہے خواہ وہ شرک ہی میں مبتلا ہیں۔ اس ضمن میں یہاں سیدنا موسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا جا رہا ہے کہ انہوں نے بھی ایک اللہ ہی کی عبادت کا حکم دیا تھا: ﴿ إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی رسالت کے حق میں، فرعون اور اس کے ساتھیوں کو ایک سے بڑھ کر ایک نشانیاں دکھائیں، لیکن وہ کسی نشانی سے بھی قائل نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئے۔ ان کی تکذیب کا سبب بھی یہی غرور تھا جو قریش کا وطیرہ ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا قرآن میں ذکر خیر سن کر کافر کہتے ہیں کہ ان سے بہتر تو ہمارے معبود ہیں۔ گویا ان کے خیال میں قرآن سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو ایک معبود کی حیثیت سے پیش کر رہا ہے۔ حالانکہ وہ اللہ کے ایک بندے تھے، نہ کہ ابن اللہ۔ ان کی دعوت اور شخصیت کو بعد میں اختلافی بنایا گیا ہے، جس کا برا نتیجہ انہیں ملے گا۔

اور جب ابن مریم علیہ السلام کی مثال بیان کی گئی تو اس سے آپ کی قوم شور مچانے لگتی ہے اور انہوں نے کہا کہ ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ (عیسیٰ)؟ آپ سے ان کا یہ کہنا محض جھگڑے کی غرض سے ہے، بلکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو۔ عیسیٰ تو صرف ایک بندہ تھا جس پر ہم نے احسان کیا اور اسے بنی اسرائیل کے لیے نشان قدرت بنایا۔

آیت ۶۱ میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو قیامت کی نشانی قرار دیا گیا ہے۔

اور بے شک عیسیٰ قیامت کی ایک علامت ہے، لہٰذا آپ قیامت کے بارے میں شک نہ کیجیے اور میری تابعداری کیجیے یہی صراط مستقیم ہے۔ صحابہ و تابعین نے اس سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی مراد لی ہے: «يدل على قرب قيامها اذ خروجه شرط من اشراطها وهو نزوله من السماء في آخر الزمان» ①

☆ قیامت کے دن دوستیاں صرف ایمان کی بنیاد پر ہوں گی نیک لوگوں کے قابل رشک انجام کا ذکر کیا گیا ہے کہ ان کی دوستی و تعلق نہ صرف اس دنیا میں برقرار رہے گا بلکہ آخرت میں بھی قائم رہے گا جبکہ باقی تمام محبتیں اور رشتے عداوتوں میں بدل جائیں گے۔ ﴿ اَلۡاَخِلَّآءُ یَوۡمَئِذٍۭ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الۡمُتَّقِیۡنَ ﴾ اس دن سب دوست ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے، سوائے متقیوں کے۔

پھر مکذبین کا انجام ابدی جہنم ذکر کیا گیا ہے: ﴿ اِنَّ الۡمُجۡرِمِیۡنَ فِیۡ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوۡنَ ﴾ رہے مجرمین! تو وہ عذاب جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ عذاب کبھی بھی ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ اسی میں مایوس پڑے رہیں گے۔

آخر میں نبی کریم ﷺ کو ہدایت کی گئی کہ ان ضدی لوگوں کے منہ نہ لگیں۔ ان کو سخت عذاب دیا جائے گا اور فرشتوں کی شفاعت کا زعم باطل انہیں کچھ فائدہ نہ دے گا۔ اور اسے رسول کے اس قول کی بھی خبر ہے کہ اے میرے رب! یقیناً یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ لہٰذا (اے نبی!) آپ ان سے درگزر کیجیے اور کہہ دیجیے: سلام ہے، جلد ہی انہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا: ﴿ فَاصۡفَحۡ عَنۡهُمۡ وَقُلۡ سَلٰمٌ ؕ فَسَوۡفَ یَعۡلَمُوۡنَ ﴾

سُوْرَةُ الدُّخَانِ

سورۂ دخان مکی ہے، اس میں انسٹھ آیات اور تین رکوع ہیں

سورت کا نام اور موضوع

اس سورت کا نام آیت ۱۰ کے فقرے: ﴿ یَوۡمَ تَاۡتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیۡنٍ ﴾ کے لفظ دخان سے لیا گیا ہے، یعنی یہ وہ

① البحر المحيط: ۹/ ۳۸۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورت ہے جس میں دخان کا ذکر ہوا ہے۔

گزشتہ سورت میں دعوت توحید اور اس کے دلائل کا پہلو نمایاں ہے۔ اس سورت میں انذار کا پہلو غالب ہے۔ قرآن اور رسالت کا اثبات اس پہلو سے ہے کہ قرآن منکرین کو جس انجام کی خبر دے رہا ہے وہ دنیا میں بھی یقینی ہے اور آخرت میں بھی۔ تاریخ کی شہادت بھی یہی ہے اور عقل وفطرت کا تقاضا بھی! گزشتہ سورت کی آخری آیت میں فرمایا: ﴿ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴾ ان سے درگزر کیجیے، یہ عنقریب جان لیں گے، اس سورت میں اسی تہدید کے دلائل وقرائن کی وضاحت ہے۔

اس سورت کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ کفار مکہ کی شدید مخالفت کے باعث نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ان پر ایسا قحط نازل کر جیسا سیدنا یوسف علیہ السلام کے دور میں پڑا تھا۔ آپ کا خیال تھا کہ ان پر مصیبت پڑے گی تو انہیں خدا یاد آئے گا، ہوسکتا ہے یہ ان کی ہدایت کا سبب بن جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول کرتے ہوئے سخت قسم کا قحط نازل کر دیا یہی موقع ہے جب اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

اس سورت میں کفار مکہ کو تنبیہ کی گئی ہے۔ پہلے قرآن کی عظمت اور اس کے نزول کی برکت کو ذکر فرمایا کہ تم اسے بلا سمجھتے ہو لیکن یہ تو ایک بابرکت چیز ہے، اس غلط فہمی سے باہر نکل آؤ کہ تم لڑ کر نبی کریم ﷺ سے جیت سکو گے۔ اللہ کا فیصلہ بعثت نبوی اور نزول قرآن کوئی بے ہنگم فیصلہ نہیں ہے اس کے سارے فیصلے بہت محکم ہوتے ہیں۔

چونکہ قحط نبی کریم ﷺ کی دعا اور آپ خواہش پر نازل کیا گیا تھا کہ شاید یہ لوگ اللہ کی طرف رجوع کر لیں گے۔ بتایا گیا کہ یہ لوگ کوئی ایسے کچے بھی نہیں ہیں کہ محض ایک قحط سے متاثر ہونے کے باعث اسلام قبول کر لیں، انہوں نے جب اپنی آنکھوں کے سامنے محمد ﷺ کی ساری شفاف زندگی دیکھی ہے اس سے تو متاثر نہیں ہوئے، اب ایک قحط سے یہ کیسے نرم ہو جائیں گے۔

اس سلسلے میں فرعون اور اس کی قوم کا حوالہ دیا کہ وہ بھی اس قسم کی کئی آزمائشوں سے دوچار ہوئے تھے جن سے یہ قریش دوچار ہوئے ہیں، مگر وہ اپنی ضد سے باز نہیں آئے تھے۔ تو یہ بھی باز آنے والے نہیں ہیں۔

اس کے بعد آخرت کے موضوع پر دو دلیلیں دی گئی ہیں ایک یہ کہ عقیدے کا انکار ہمیشہ اخلاق کے لیے تباہ کن رہا ہے۔ دوسرا کائنات کسی کھلنڈرے کا کھیل نہیں، بلکہ ایک حکیمانہ نظام ہے۔ کافر کہتے ہیں کہ اگر بعث بعد الموت کا عقیدہ درست ہے تو ہمارے آباء واجداد کو قبروں سے اٹھا لاؤ۔ ان کا جواب یہ دیا گیا کہ یہ کام ہر ایک کے مطالبے پر روز روز نہیں ہوگا اس کا ہم نے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے، اس وقت کی فکر کرو۔

اللہ کی عدالت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا کہ نیک لوگ وہاں جنتوں میں حور عین کے ساتھ عیش وآرام کی زندگی بسر کریں گے، جبکہ مجرم سخت عذاب کا نشانہ بنائے جائیں گے۔ اب بھی اگر تم سمجھنا نہیں چاہتے بلکہ عذاب کے انتظار میں رہنا چاہتے ہو تو رہو جو کچھ بھی ہے وہ وقت مقرر پر ہی آئے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(آیات ۱ - ۱۶) ﴿ حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ وَ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ اِنَّا کُنَّا مُنۡذِرِیۡنَ ﴿۳﴾ فِیۡہَا یُفۡرَقُ کُلُّ اَمۡرٍ حَکِیۡمٍ ۙ﴿۴﴾ اَمۡرًا مِّنۡ عِنۡدِنَا ؕ اِنَّا کُنَّا مُرۡسِلِیۡنَ ﴾

قرآن مجید کی عظمت وشان اور اس کے اہتمام نزول کا ذکر کیا گیا ہے کہ یہ لیلہ مبارکہ (لیلۃ القدر) میں اتارا گیا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمام امور مصلحت کی تقسیم ہوتی ہے۔ نزول قرآن کا مقصد غفلت میں پڑے ہوئے لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنا ہے جولوگ رسول کی صداقت کے لیے یہ شرط ٹھہراتے ہیں کہ ان کو عذاب دکھا دیا جائے، ان کو تنبیہ کی گئی ہے کہ عذاب دیکھ لینے کے بعد ایمان نافع نہیں ہوتا۔ تمھیں جو مہلت مل رہی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ عذاب کی دھمکی محض دھمکی ہے۔ اللہ کی پکڑ چاہے دنیا میں ہو یا آخرت میں، بڑی سخت ہوتی ہے۔

شب برات کا اثبات نہیں ہے

بعض لوگوں نے لیلہ مبارکہ سے شب برات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جو بالکل بے بنیاد بات ہے۔ قرآن اپنی وضاحت خود کرتا ہے، چنانچہ سورۂ قدر میں قرآن کا نزول لیلۃ القدر میں واضح کیا جو رمضان المبارک میں ہے۔ یاد رہے کہ شب برات کے ضمن میں اکثر روایات موضوع ہیں اور اس آیت کریمہ سے اسے ثابت کرنا سینہ زوری کے سوا کچھ نہیں ہے۔

فرعونی تاریخ کا ایک عبرتناک باب

(آیات ۱۷-۳۳) منکرین کی عبرت کے لیے فرعون اور قوم فرعون کے انجام کی مثال دیتے ہوئے بتایا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان کو بہت ڈرایا، لیکن وہ اپنے مال و جاہ کے غرور میں مبتلا رہے۔ بالآخر اتمام حجت کی مہلت گزر جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں تباہ کر دیا۔ ان کے تمام ملک و مال پر دوسرے لوگ قابض ہو گئے اور بنی اسرائیل جو ان کی غلامی کے شکنجے میں سسک رہے تھے، غلامی سے چھوٹ کر ایک عظیم قوم بن گئے۔ یہ تاریخ کا ایک بڑا عبرتناک اور دردناک باب ہے۔ جس کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا گیا: ﴿ کَمۡ تَرَکُوۡا مِنۡ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوۡنٍ ﴿ۙ۲۵﴾ وَّ زُرُوۡعٍ وَّ مَقَامٍ کَرِیۡمٍ ﴿ۙ۲۶﴾ وَّ زُرُوۡعٍ وَّ مَقَامٍ کَرِیۡمٍ ﴿ۙ۲۶﴾ کَذٰلِکَ ۟ وَ اَوۡرَثۡنٰہَا قَوۡمًا اٰخَرِیۡنَ ﴿۲۸﴾ فَمَا بَکَتۡ عَلَیۡہِمُ السَّمَآءُ وَ الۡاَرۡضُ وَ مَا کَانُوۡا مُنۡظَرِیۡنَ ﴾

کتنے ہی باغ اور چشمے وہ چھوڑ گئے اور کھیتیاں اور شاندار محلات اور وہ سامان راحت جس میں وہ عیش کر رہے تھے، اسی طرح ہوا ان کا انجام اور ہم نے ان سب کا وارث دوسری قوم کو بنا دیا، پھر سوان پر نہ تو آسمان رویا، نہ زمین پھوٹی اور نہ انہیں ذرا بھی مہلت ملی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منکرین آخرت کی تردید اور چند اخروی مناظر

(آیات ٣٤ -٥٩) قدیم و جدید منکرین اور کفار کی بغاوت کا اصل سبب یہ ہے کہ یہ لوگ دنیا کی زندگی کے بعد کسی اور زندگی کا تصور نہیں رکھتے۔ اس لیے ان کو آخرت کا ڈراوا ایک مذاق معلوم ہوتا ہے: ﴿اِنۡ هِیَ اِلَّا مَوۡتَتُنَا الۡاُوۡلٰی وَمَا نَحۡنُ بِمُنۡشَرِیۡنَ﴾ ان کی تنبیہ کے لیے جزا و سزا کے عقلی و تاریخی دلائل کی طرف اجمالی اشارہ کر کے اس امر کی تفصیل بیان کی گئی ہے کہ آخرت سے بے پروا ہو کر زندگی گزارنے والوں اور آخرت پر ایمان رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ یکساں نہیں ہوگا، بلکہ دونوں کے ساتھ الگ الگ معاملہ ہوگا جو بالکل انصاف پر مبنی ہوگا۔ اہل کفر اپنی ناشکریوں کی سزا بھگتیں گے اور شجر زقوم سے ان کی تواضع کی جائے گی جسے وہ نگل نہ سکیں گے، نیز ان پر طعن و پھٹکار بھی ہوگی، جبکہ اہل ایمان اپنی نیکیوں کا پورا پورا صلہ پائیں گے۔

﴿اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ مَقَامٍ اَمِیۡنٍ﴾ بے شک ڈرنے والے سکھ چین کی جگہ میں ہوں گے۔ باغوں اور چشموں میں۔ باریک اور موٹے ریشم کے لباس پہنے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے، یہ ہوگی ان کی شان اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ان سے بیاہ دیں گے۔ وہاں اطمینان سے ہر طرح کے پھل طلب کریں گے۔ وہاں وہ موت نہیں چکھیں گے، سوائے پہلی موت کے اور اللہ انہیں جہنم کے عذاب سے بچا لے گا۔

آخر میں اس احسان عظیم کے ایک خاص پہلو کی طرف اشارہ ہے جو قرآن کو عربی مبین میں نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے قریش اور اہل عرب پر فرمایا۔ قرآن کی عظمت کے بیان ہی سے اس سورت کا آغاز ہوا اور اسی مضمون پر اس کا خاتمہ بھی ہوا ہے۔ اس میں قریش کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اس نعمت عظمیٰ کی قدر کرو اور عذاب سے بچ جاؤ۔

سُوۡرَةُ الۡجَاثِیَة

سورۂ جاثیہ مکی ہے، اس میں سینتیس آیات اور چار رکوع ہیں

سورت کا نام اور موضوع

اس سورت کا نام آیت ٢٨: ﴿وَتَرٰی کُلَّ اُمَّةٍ جَاثِیَةً﴾ سے لیا گیا ہے، اندازہ ہے کہ یہ سورت بھی سورۂ دخان کے بعد قریبی زمانے ہی میں نازل ہوئی ہے کیونکہ دونوں سورتوں کے مضامین ایک جیسے ہیں۔

یہ سورت اس دور کی سورتوں میں سے ہے جب یہود کھلم کھلا قریش کی پیٹھ ٹھونکنے لگ گئے تھے۔ اس لیے اس میں یہود کو بھی نہایت واضح الفاظ میں ملامت ہے کہ اللہ نے ان کو امامت کے جس منصب پر فائز کیا تھا، اپنی شامت اعمال سے انھوں نے اس کو ضائع کر دیا۔ اب ان کا معاملہ اللہ کی عدالت میں پیش ہوگا، وہی ان کا فیصلہ فرمائے گا۔ ساتھ ہی مسلمانوں کو یہ تنبیہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ اللہ نے جو روشن شاہراہ تم کو دکھائی ہے، اس پر چلو اور ان دین بازوں سے ہوشیار رہو۔ یہ زور لگا رہے ہیں کہ اپنی ایجاد کردہ بدعات میں مبتلا کر کے تمھیں بھی اللہ کی راہ سے اس طرح محروم کر دیں، جس طرح خود محروم ہوئے بیٹھے ہیں۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

اس سورت میں توحید و آخرت کے متعلق دلائل دیے گئے ہیں اور منکرین کے اعتراضات کا جائزہ لیا گیا ہے کہ کائنات میں جو کچھ تمھیں نظر آ رہا ہے، دن رات کا آنا جانا، آسمان سے رزق کا نازل ہونا، مردہ زمین کا بار بار جی اٹھنا، ہواؤں کی گردش، سمندروں کی تسخیر اور ان میں پہاڑ جیسی کشتیوں کا دوڑتے پھرنا، یہ ساری اللہ کی قدرت اور اس کی وحدانیت کی نشانیاں ہی تو ہیں، مگر انھیں خاطر میں وہی لاتے ہیں جن کے دماغ میں عقل اور دل میں اللہ کا ڈر ہو۔

اس سورت میں قریش کو صاف الفاظ میں دھمکی دی گئی ہے کہ توحید اور قیامت کے دلائل سے آسمان و زمین کا ہر گوشہ معمور ہے اور ان کی تفصیل اللہ نے اپنی اس کتاب میں بھی بیان کر دی ہے۔ اگر یہ دلیلیں تمھاری سمجھ میں نہیں آ رہی دنیا کی کوئی چیز تمھاری سمجھ میں نہیں سکتی۔ اب تمھارا معاملہ اللہ کے حوالے ہے، وہی تمھارا فیصلہ فرمائے گا۔

مسلمانوں کو صاف الفاظ میں فتح و غلبہ کی بشارت دی گئی ہے کہ کچھ دنوں صبر کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرو، اللہ تمھیں صبر و استقامت کا بہترین صلہ دے گا۔ اہل کتاب کی سرزنش کی گئی کہ محمد ﷺ وہی کچھ پیش کر رہے ہیں جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے پیش کیا تھا۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(آیات ۱-۶) ﴿حٰمٓ ① تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ② اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ③ وَ فِیۡ خَلۡقِکُمۡ وَ مَا یَبُثُّ مِنۡ دَآبَّۃٍ اٰیٰتٌ لِّقَوۡمٍ یُّوۡقِنُوۡنَ وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّہَارِ وَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ رِّزۡقٍ فَاَحۡیَا بِہِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا وَ تَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ اٰیٰتٌ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ﴾

یہ کتاب خدائے عزیز و حکیم نے نہایت اہتمام کے ساتھ نازل کی ہے، جس توحید کی دعوت دی جا رہی ہے اور جس عذاب سے ڈرایا جا رہا ہے، اس کے دلائل آسمان و زمین میں ہر جگہ موجود ہیں۔ انسان کی تخلیق، لیل و نہار کی ترتیب، بارش کی تنزیل، زمین اور اس کی برکات کے ظہور اور ہواؤں کی گردش، غرضیکہ ہر چیز کے اندر توحید و معاد کی نہایت واضح نشانیاں موجود ہیں۔ بشرطیکہ لوگ اس نظر سے دیکھیں اور غور کریں۔ اگر اب بھی یہ لوگ غور نہیں کریں گے، اس قرآن کو نہیں سمجھیں گے تو اس کے بعد کون سی بات ہے جسے یہ سمجھیں گے اور مانیں گے: ﴿فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَ اللّٰہِ وَ اٰیٰتِہٖ یُؤۡمِنُوۡنَ﴾

(آیات ۷- ۱۱) مشرکین کے سرغنوں کو وعید، جنھوں نے جھوٹ موٹ ایک مذہب گھڑ کر کھڑا کیا اور اب اس کی حمایت میں ایسے اندھے بہرے بن گئے ہیں کہ اللہ کا کلام سننے کے بھی روادار نہیں ہیں۔ اگر اللہ کا کلام ان کو سنایا جائے تو اکڑتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں، منہ موڑ کر چل پڑتے ہیں، مؤثر بات کو لوگوں میں پھیلنے سے روکتے ہیں اور حق کا مذاق اڑا کر اسے لوگوں کے سامنے ہلکا کر کے پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ امران کے لیے سخت رسوائی اور عذاب جہنم کا باعث بنے گا، پھر کوئی چیز ان کے کام نہیں آئے گی، نہ مال و دولت اور نہ مزعومہ شرکا وشفعا: ﴿وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

(آیات ۱۲ -۱۵) نئے اسلوب سے توحید کے بعض دلائل، مشرکین کی بیہودہ گوئی کے جواب میں مسلمانوں کو صبر و استقامت کی تلقین کی گئی ہے کہ حق قبول نہ کرنے کا نقصان انھی کو ہوگا۔

وہ اللہ ہی ہے جس نے تمھارے لیے سمندر کو تابع بنا دیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تم اس کا فضل تلاش کرو تاکہ تم شکر بجالاؤ اور اس نے اپنی طرف سے آسمان و زمین کی ہر چیز کو بھی تمھارے تابع کر دیا ہے، غور کرنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ (اے نبی!) ایمان والوں سے فرمادیجیے! وہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو اللہ کی طرف سے برے دنوں کا اندیشہ نہیں رکھتے، تاکہ اللہ ایک قوم کو ان کی کمائی کا بدلہ دے جو نیکی کرے گا، اس کا اپنا بھلا اور جو برائی کرے گا اس پر اپنا وبال ہوگا، پھر تم سب اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۡ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ﴾

(آیات ۱۶ -۲۰) بنی اسرائیل کے حال پر اظہار افسوس کیا گیا ہے جنھوں نے انعامات الٰہی کی ناقدری کی اور باہمی حسد و عداوت کے باعث دین میں اختلاف پیدا کیا: ﴿فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ...﴾ ان سے امامت و شریعت کا اعزاز چھین کر مسلمانوں کو دیے جانے کا اعلان کر کے مسلمانوں کو بشارت سنائی گئی ہے اور بنی اسرائیل کے طریقوں سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے کہ مسلمان مشرکین اور یہود کے گٹھ جوڑ سے خوفزدہ نہ ہوں۔ اللہ کی تائید و حمایت ان لوگوں کو حاصل ہوگی جو اس سے ڈریں گے۔

﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ پھر ہم نے آپ کو دین کی واضح شاہراہ پر قائم کر دیا، لہٰذا آپ اسی پر لگے رہیں اور جاہلوں کی خواہشات کی پیروی میں نہ پڑیں۔

منکروں اور مومنوں کا انجام ایک سا نہیں ہوگا

(آیات ۲۱ -۳۷) اگر آخرت برپا نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم مجرموں اور مومنوں کو ایک جیسا کر دیں گے۔ ہرگز نہیں۔ بھلائی کا انجام برائی جیسا نہیں ہوسکتا۔ ظالم اور مظلوم دونوں ایک ہی انجام سے دوچار نہیں کیے جاسکتے۔ اس لیے ہم انصاف کی فراہمی کے لیے یوم حشر ضرور برپا کریں گے۔

وقوع قیامت کے باب میں منکرین کی کٹ حجتیوں کی تردید

عقیدۂ آخرت کا انکار بڑے اخلاقی جرائم کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ اس کو وہی اختیار کرتے ہیں جو اپنے نفس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بندے بنے ہوئے ہیں، یہ جب محشر میں پیش کیے جائیں گے، تو ان کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا۔

﴿ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ﴾ کیا آپ نے اسے بھی دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور باوجود علم کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھوں پر پردہ ہے، اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے؟ کیا اب بھی تم نصیحت نہیں پکڑتے۔

مکذبین کے ساتھ جو حشر ہوگا اس کی ایک جھلک۔ آخر میں مضمونِ توحید اور تنزیل قرآن کا اعادہ کیا گیا ہے، یعنی آغاز والا مضمون کہ قرآن اللہ عزیز وحکیم کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ کی تعریف ہے جو آسمانوں، زمین اور تمام جہان کا رب ہے۔ تمام (بزرگی اور) بڑائی آسمانوں اور زمین میں اسی کی ہے اور وہی غالب اور حکمت والا ہے: ﴿ وَ لَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۪ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حٰمٓ: 26

سُوْرَةُ الْأَحْقَافِ

سورۂ احقاف مکی ہے، اس میں پینتیس آیات ہیں اور چار رکوع ہیں

سورت کا نام، موضوع اور زمانہ نزول

اس سورت کا نام آیت ۲۱: ﴿اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ﴾ سے ماخوذ ہے۔

پچھلی مکی سورتوں کی طرح اس سورت میں بھی مخالفین کو واضح طور پر آگاہ کیا گیا ہے کہ اگر تم نے اللہ اور اس کے رسول کے انذار کو اسی طرح نظر انداز کیے رکھا تو اللہ کے عذاب سے تمہیں کوئی بچا نہیں سکے گا۔ تم یہود کی علمیت سے مرعوب نہ ہونا، یہ قوم تو خود انبیاء کی تکذیب کرتی رہی ہے اور اب بھی کر رہی ہے۔ نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ ان کے اعراض و انکار سے دلبرداشتہ ہرگز نہ ہوں، آپ کی بات اثر پذیر ہو رہی ہے۔ حتی کہ جنوں کا ایک گروہ بھی قرآن سن کر مبلغ توحید بن کر لوٹا ہے۔ اگر ان معاندین کے دلوں میں قرآن نہیں اتر رہا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں کوئی تاثیر نہیں ہے، بلکہ ان کے کانوں اور دل کی خرابی کے باعث ایسا ہو رہا ہے۔ مجرموں کا انجام بہت قریب آ رہا ہے۔

یہ سورت ۱۰ نبوت کے آخر یا ۱۱ کے شروع میں نازل ہوئی۔ اس میں جنوں کے نبی کریم ﷺ سے قرآن سن کر ایمان لانے کا ذکر ہے، جب آپ طائف تشریف لے گئے تھے تو واپسی پر وادی نخلہ میں چند روز ٹھہرے۔ انہی ایام میں ایک روز آپ رات کو نماز میں قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے کہ جنوں کے ایک گروہ کا ادھر سے گزر ہوا، انہوں نے قرآن سنا، ایمان لائے اور واپس جا کر اپنی قوم میں اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خوشخبری سنائی کہ انسان چاہے آپ کی دعوت سے بھاگ رہے ہوں مگر بہت سے جن اس کے گرویدہ ہو گئے ہیں اور وہ اپنی جنس میں اسے پھیلا رہے ہیں۔ طائف کا یہ سفر ہجرت سے تین سال پہلے پیش آیا۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱ - ۱۰) ﴿حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِلَّا بِالۡحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا عَمَّاۤ اُنۡذِرُوۡا مُعۡرِضُوۡنَ ﴿۳﴾ قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ مَّا تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَرُوۡنِیۡ مَاذَا خَلَقُوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ اَمۡ لَہُمۡ شِرۡکٌ فِی السَّمٰوٰتِ ؕ اِیۡتُوۡنِیۡ بِکِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ ہٰذَاۤ اَوۡ اَثٰرَۃٍ مِّنۡ عِلۡمٍ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۴﴾ وَ مَنۡ اَضَلُّ مِمَّنۡ یَّدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَنۡ لَّا یَسۡتَجِیۡبُ لَہٗۤ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ وَ ہُمۡ عَنۡ دُعَآئِہِمۡ غٰفِلُوۡنَ ﴾

اس کتاب مقدس کو خدائے عزیز وحکیم نے نازل کیا ہے۔ آخرت کے منکر اس سے اعراض کر رہے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ کائنات بازیچۂ اطفال کے طور پر نہیں بنائی گئی بلکہ اسے خالق نے ایک عظیم مقصد کے تحت پیدا کیا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ایک دن اس کی مدت پوری اور انجام ظاہر ہو۔ مشرکین کو اپنے شرکا وشفعا پر بڑا ناز ہے کہ وہ قیامت کے دن ان کو بچالیں گے۔ حالانکہ ان شرکا وشفعا کے اپنے وجود کی بھی کوئی عقلی دلیل ہے، نہ نقلی۔ جن کی عبادت یہ لوگ کر رہے ہیں ان کو تو معلوم بھی نہیں کہ کوئی ان کی عبادت کر رہا ہے۔ اسی لیے وہ قیامت کے دن ان کی پوجا کا سرے سے ہی انکار کر دیں گے: ﴿وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ کَانُوۡا لَہُمۡ اَعۡدَآءً وَّ کَانُوۡا بِعِبَادَتِہِمۡ کٰفِرِیۡنَ﴾ یہ لوگ قرآن کے پرتاثیر ہونے سے خائف ہیں اسی لیے کہتے ہیں کہ یہ سحر وافترا ہے۔ یہ ضدی لوگ منہ لگانے کے قابل ہی نہیں ہیں۔ اے نبی! آپ فرما دیجیے کہ میں اس دنیا میں کوئی نیا رسول نہیں آیا جو تمھیں انوکھا لگتا ہے: ﴿قُلۡ مَا کُنۡتُ بِدۡعًا مِّنَ الرُّسُلِ ...﴾ میں بھی پہلے رسولوں کی طرح ہوں اور انہی خصوصیات کے ساتھ آیا ہوں، منکرین کو بتادیں کہ تم یہود کے چکمے میں آ کر میری مخالفت کر رہے ہو تو ان کی طرح اپنا عبرتناک انجام بھی یاد رکھو۔ بنی اسرائیل کا ایک عظیم شاہد میری آمد کی گواہی دے چکا ہے اور مجھ پر ایمان لا چکا ہے۔ اگر غریب لوگوں نے میری دعوت کو حق جان کر قبول کرلیا ہے تو تم بہانے بازیوں سے اسے رد کیوں کر رہے ہو۔

﴿شَہِدَ شَاہِدٌ مِّنۡۢ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ﴾ سے مراد کون ہے؟

آیت ۱۰: ﴿وَ شَہِدَ شَاہِدٌ مِّنۡۢ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ عَلٰی مِثۡلِہٖ فَاٰمَنَ وَ اسۡتَکۡبَرۡتُمۡ﴾ ''اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ نے اس جیسی کتاب پر گواہی بھی دی ہے، چنانچہ وہ تو اس پر ایمان لے آیا اور تم نے تکبر کیا۔''

یہ اشارہ سیدنا مسیح علیہ السلام کی طرف ہے اور مِثۡلِہٖ سے مراد انجیلیں ہیں جو نبی کریم ﷺ کی بشارت کے لیے نازل ہوئی ہیں (انجیل کا معنی بشارت ہے اور یہ بشارات خاتم الرسل کی بعثت کے بارے میں ہیں) کیونکہ سیدنا مسیح علیہ السلام نے اپنی آمد کا مقصد ہی یہ بتایا کہ میں آنے والے کی راہ صاف کرنے آیا ہوں اور آپ کے بعد صرف محمد ﷺ ہی کی بعثت ہوئی، پھر آپ آخری رسول بھی ہیں۔ انجیلوں کا مطالعہ کرنے سے جو حقیقت سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے پہلے سیدنا یحییٰ علیہ السلام کو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دینے کے لیے مبعوث کیا گیا تھا اور خاتم الانبیاء ﷺ کی بعثت سے پہلے سیدنا مسیح علیہ السلام کو بھیجا ہی اس کام کے لیے گیا تھا کہ وہ آنے والے کی راہ صاف کریں۔ انجیلوں میں اصل مضمون جو گونا گوں اسلوبوں سے سامنے آتا ہے، وہ نبی آخر الزمان ﷺ کی بشارت ہی ہے۔ سیدنا مسیح علیہ السلام نے جس آسمانی بادشاہت کا بار بار ذکر کیا ہے اور اس کی جو تمثیلیں بیان فرمائی ہیں وہ تمام تر نبی کریم ﷺ اور قرآن کی دعوت ہی پر منطبق ہوتی ہیں۔ قرآن مجید میں سیدنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسیح علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کے نام کی تصریح کے ساتھ آپ کی بشارت دی ہے۔ جس کا سورۂ صف میں حوالہ آیا ہے: ﴿وَاِذْ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ﴾ اور (یاد کرو) جب عیسیٰ بن مریم نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں اللہ کی جانب سے تمہاری طرف رسول بن کر آیا ہوں، ان پیشگوئیوں کی تصدیق کرنے والا جو پہلے سے تورات میں میری بابت موجود ہیں اور خوشخبری دیتا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا، جس کا نام احمد ہوگا۔

انجیل میں بایں الفاظ یہ بشارت بیان ہوئی ہے

”خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان میں سے، یعنی تیرے بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اس کی سننا۔ یہ تیری درخواست کے مطابق ہوگا، جو تو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن حورب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سننی پڑے اور نہ ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہو، تا کہ میں مر نہ جاؤں۔ اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں۔ میں ان کے لیے انہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا، نہ سنے تو میں ان کا حساب لوں گا۔“ ①

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی اس واضح شہادت کا یہ اثر تھا کہ عیسائیوں میں سے جو لوگ اصل نصرانیت پر قائم رہے وہ سیدنا محمد ﷺ کی بعثت اور قرآن کے نزول کے بعد بڑے جوش و خروش کے ساتھ اس پر ایمان لے آئے۔ قرآن نے کئی جگہ نہایت شاندار الفاظ میں ان کی تعریف کی ہے۔ دیکھیے سورۂ مائدہ آیت ۸۲/ ۸۳۔ سورۂ قصص آیت ۵۳، ۵۴ وغیرہ)

قرآن پر ایمان لانا کن کے نصیب میں ہے؟

(آیات ۱۱، ۱۴) منکرین اپنے کفر کے حق میں اور اسلام کے خلاف ایک دلیل یہ بھی لاتے ہیں کہ اس کو سب سے پہلے غریبوں نے قبول کیا ہے۔ اگر اس میں کوئی خیر ہوتی تو یہ ممکن نہیں تھا کہ یہ فقیر لوگ اس کی طرف ہم سے سبقت کر جاتے، چونکہ انھوں نے اس سے ہدایت نہ پائی اس لیے اب تو یہ ضرور کہیں گے کہ یہ تو قدیمی جھوٹ ہے: ﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَیْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَیْهِ ؕ وَاِذْ لَمْ یَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَیَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِیْمٌ﴾

ارشاد ہوا کہ قرآن پر ایمان وہ لوگ لائیں گے جن کو فطرتاً شعور بخشا گیا ہے۔ اس سے پہلے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی کتاب بھی امام و رحمت بن کر آ چکی ہے، یہ قرآن بھی اسی طرح تورات کی پیشین گوئیوں کا مصداق بن کر نازل ہوا ہے۔ جس طرح سیدنا مسیح علیہ السلام نے اس کے باب میں شہادت دی ہے اسی طرح اس سے پہلے سیدنا موسیٰ علیہ السلام بھی اس کی پیش گوئی کر چکے ہیں۔ اب اس پر ایمان وہی لائیں گے جن کے مقدر میں دونوں جہاں کی رحمت ہوگی۔

① استثناء باب ۱۸/ آیات ۱۹-۱۵۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سلیم الفطرت لوگوں کی اخلاقی صفات کا ذکرِ خیر

(آیات ۱۵ -۲۰) دعوتِ حق کو قبول کرنے والے ان سلیم الفطرت لوگوں کی کچھ اخلاقی صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ وہ ربنا اللّٰہ کہہ کر اس پر جم جاتے ہیں نیز وہ اپنے والدین کے احسان شناس اور ان کے فرمانبردار ہیں، جوانی کے دور میں ہونے والی لغزشوں پر جمے نہیں رہتے، بلکہ سن شعور کو پہنچتے ہی صدق دل سے اپنے رب کے انعامات کا احساس کرتے ہوئے اس سے شکر کی توفیق مانگتے ہیں کہ اے اللہ! تو نے ہم پر اور ہمارے والدین پر جو احسان کیا ہے اسے ہماری آئندہ نسل میں بھی جاری وساری رکھ۔ یہ ہیں وہ سلیم الفطرت لوگ جنھوں نے حق کو قبول کیا۔ اللہ بھی ان کے گناہوں سے درگزر فرماتے ہوئے انہیں جنت والوں میں شامل کرے گا: ﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ نَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴾ اور قرآن کی تکذیب وہ لوگ کرتے ہیں جن کی فطرت مسخ ہے۔ وہ والدین کے حقوق کو پہچاننے والے ہیں، نہ اپنے خالق کے۔ اگر والدین نے ان کو اللہ اور آخرت کی پکڑ سے ڈرایا تو انھوں نے جھڑک دیا کہ یہ سب پہلے لوگوں کی افسانہ طرازیاں ہیں، ہم انہیں ماننے والے نہیں ہیں۔ اگر مرنے کے بعد پھر زندگی ہے تو کتنی دنیا مرچکی، وہ زندہ ہو کر واپس کیوں نہیں آجاتے۔ ان دونوں گروہوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان میں سے ہر ایک کا حساب ہوگا اور اپنے اعمال کے حساب سے جزا وسزا کا سامنا کریں گے۔ کسی کے ساتھ بے انصافی نہیں ہوگی:
﴿ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾

غریبوں کے ایمان پر طنز کرنے والے متکبرین جب جہنم میں جھونکے جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ تم اپنے حصے کی نعمتیں دنیا میں وصول کر چکے ہو، اب یہاں ذلت کے سوا تمہارے لیے کچھ نہیں ہے۔

کردار سازی کے بارے میں ایک خاموش سوال

یہاں دو طرح کے کردار آمنے سامنے رکھ کر گویا سامعین کے سامنے یہ خاموش سوال رکھ دیا گیا ہے کہ بتاؤ ان دونوں میں سے کون سا کردار بہتر ہے۔ اس وقت یہ دونوں کردار معاشرے میں عملاً موجود تھے اور لوگوں کے لیے یہ جاننا کچھ بھی مشکل نہ تھا کہ پہلی قسم کا کردار کہاں پایا جاتا ہے اور دوسری قسم کا کردار کہاں۔ یہ جواب ہے سرداران قریش کے اس قول کا کہ ''اگر کتاب کو مان لینا کوئی اچھا کام ہوتا تو یہ چند نوجوان اور چند غلام اس معاملے میں ہم سے بازی نہیں لے جاسکتے تھے۔'' اس جواب کے آئینے میں ہر شخص خود دیکھ سکتا ہے کہ ماننے والوں کا کردار کیا ہے اور نہ ماننے والوں کا کیا۔

احقاف والوں کی خبر

(آیات ۲۱۔ ۲۸) منکرین کی تنبیہ کے لیے قوم عاد کی مثال پیش کی گئی ہے کہ انہیں بھی تمھاری طرح اللہ کی پکڑ سے ڈرایا گیا تھا، لیکن انھوں نے تکبر کی راہ اختیار کی، جس کے باعث وہ تباہ و برباد کر دیے گئے۔ وہ لوگ تعمیر وتمدن کی ترقی میں تم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے کہیں زیادہ آگے تھے، لیکن ان کی بلند دماغی ان کے کسی کام نہ آئی بلکہ ہر چیز ملیا میٹ کردی گئی: ﴿تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ بِأَمْرِ رَبِّهَا فَأَصْبَحُوا لَا يُرَىٰٓ إِلَّا مَسَٰكِنُهُمْ﴾

احقاف والوں کے متعلق عرب میں مشہور تھا کہ قدیم زمانے میں وہ اس سرزمین کی سب سے زیادہ طاقتور قوم تھی۔ احقاف ''حقف'' کی جمع ہے جس کے لغوی معنی ریت کے طویل وعریض ٹیلے ہیں جو پہاڑوں کی طرح بلند ہوں۔ اصطلاح میں یہ صحرائے عرب (ربع الخالی) کے جنوب مغربی حصے کا نام ہے، جہاں آج کوئی آبادی نہیں ہے مگر کسی زمانے میں یہ علاقہ ایک بڑی متمدن قوم کے زیر تسلط تھا۔ اب بھی جنوبی عرب کے باشندوں میں مشہور ہے کہ عاد اسی علاقے میں آباد تھے۔ موجودہ شہر مکلا سے تقریباً ۱۲۵ میل کے فاصلے پر شمال کی جانب حضرموت نامی مقام پر سیدنا ھود علیہ السلام کی قبر مشہور ہے۔ اسی شہر میں متعدد خرابے دار عاد کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔

جنوں کا قرآن سننا

(آیات ۲۹-۳۲) نبی کریم ﷺ کی تسلی کے لیے جنوں کے استماع قرآن کا واقعہ بیان کیا گیا کہ اگر یہ لوگ قرآن کی قدر نہیں کرتے تو اس میں آپ کا یا قرآن کا کوئی دوش نہیں ہے۔ یہ تو ان کے دل ودماغ کی ضلالت کی دلیل ہے۔ جن کی فطرت سلیم ہوتی ہے خواہ وہ انسانوں میں سے ہوں یا جنوں میں سے، وہ اسے سن کر نہ صرف قبول کرتے ہیں بلکہ اس کے مبلغ وداعی بن کر لوٹتے ہیں اور وہ جن اپنی قوم سے جا کر کہتے ہیں: اے ہماری قوم! اللہ کے منادی کی بات سنو اور اس پر ایمان لاؤ کہ وہ تمھارے گناہ بخش دے اور تمھیں دردناک عذاب سے بچا لے: ﴿يَٰقَوْمَنَآ أَجِيبُوا۟ دَاعِىَ ٱللَّهِ وَءَامِنُوا۟ بِهِۦ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾

اولوالعزم رسولوں کی طرح صبر کریں

(آیات ۳۳-۳۵) اختتام سورت پر کفار ومنکرین کے لیے تہدید ووعید اور نبی کریم ﷺ کے لیے تسلی اور صبر واستقامت کی تلقین ہے کہ جس طرح آپ سے پہلے اولوالعزم انبیاء ورسل نے صبر واستقامت کا مظاہرہ کیا: ﴿فَٱصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُو۟لُوا۟ ٱلْعَزْمِ مِنَ ٱلرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِل لَّهُمْ﴾ اگر یہ لوگ آپ کو زچ کرنے کے لیے عذاب کی جلدی مچائے ہوئے ہیں تو ان کی جلد بازی سے پریشان ہو کر آپ ان کے لیے عذاب کی جلدی کا نہ سوچیں۔ کیونکہ کفار کی اس پراگندہ سوچ اور اہل ایمان کی نصرت کی خاطر کبھی کبھی آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہو جانا طبعی امر تھا کہ معاندین ومخالفین پر اگر گرفت جلد ہو جاتی تو اچھا تھا۔ فرمایا کہ جب عذاب سامنے آئے گا تو یہ محسوس کریں گے کہ بس دن کی ایک ہی گھڑی دنیا میں رہے ہیں۔ آپ کا کام بس لوگوں تک انذار پہنچا دینا ہے تاکہ کسی کا کوئی عذر باقی نہ رہے۔ پھر بھی عذاب مانگنے والے نہیں سنبھلتے تو نہ سہی، جب وہ آئے گا تو اس کی برق خرمن سوز انہی نافرمانوں پر گرے گی: ﴿بَلَٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا ٱلْقَوْمُ ٱلْفَٰسِقُونَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ

سورۂ محمد مدنی ہے، اس میں اڑتیس آیات اور چار رکوع ہیں

سورت کا نام، موضوع اور زمانہ نزول

اس سورت کا نام دوسری آیت کے فقرے: ﴿وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ﴾ سے ماخوذ ہے۔ اس کے علاوہ اس کا ایک اور بھی مشہور نام ''قتال'' بھی ہے، جو آیت ۲۰ کے فقرے: ﴿وَذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ﴾ سے ماخوذ ہے۔ سورۂ احقاف کے بعد یہ سورت اس طرح بغیر تمہید کے شروع ہوگئی ہے، جیسے یہ احقاف کی آخری آیت ہے۔ اس میں کفار کے لیے جو وعید ہے، اس سورت میں اس کا عملی ظہور ہے۔ پچھلی سورتوں میں یہ حقیقت اچھی طرح واضح کردی گئی ہے کہ قریش اور ان کے حامی اہل کتاب جس باطل کی حمایت میں لڑ رہے ہیں، نہ آفاق و انفس اور عقل و فطرت کے اندر اس کی کوئی بنیاد ہے، نہ انبیاء کی تاریخ اور آسمانی صحیفوں میں اس کی کوئی شہادت ہے۔

یہ سورت ہجرت مدینہ کے بعد نازل ہوئی، جب جنگ کا حکم تو دیا جاچکا تھا، مگر عملاً ابھی جنگ شروع نہ ہوئی تھی۔ جس زمانے میں یہ سورت نازل ہوئی تھی اس وقت صورت حال یہ تھی کہ مکہ میں خاص طور پر اور عرب میں عام طور پر مسلمانوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا جارہا تھا اور مسلمان ہر طرف سے سمٹ کر مدینہ طیبہ کے دارالامان میں جمع ہوگئے تھے، مگر کفار انہیں یہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دے رہے تھے۔ مدینہ کی چھوٹی سی بستی ہر طرف سے کفار کے نرغے میں گھری ہوئی تھی۔ اب مسلمانوں کے سامنے صرف دو ہی راستے باقی رہ گئے تھے یا تو دین حق سے دستبردار ہوجائیں یا پھر مرنے مارنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عزیمت کا راستہ بتایا۔ پہلے سورۂ حج میں ان کو جنگ کی اجازت دی، پھر سورۂ بقرہ میں اس کا واضح حکم دے دیا۔ ان حالات میں یہ سورت نازل ہوئی، اس لیے اس کا نام سورۂ قتال بھی ہے۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

اس سورت کے آغاز میں بتایا گیا کہ مقابلہ اب دو گروہوں کے درمیان ہے۔ ایک وہ جو پوری طرح حق کا انکار کرکے اللہ کی راہ میں دیوار بن کر کھڑا ہوگیا ہے، جبکہ دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے، جنھوں نے محمد ﷺ پر نازل ہونے والے دین کو قبول کیا۔ اب اللہ نے ارادہ کیا ہے کہ پہلے گروہ کی تمام سعی و عمل کو بیکار کرکے دوسرے گروہ کے حالات درست کرے۔ کفار نے محمد ﷺ کو مکے سے نکال کر بہت برا کیا ہے اور اپنی تباہی کے لیے راستہ خود ہی صاف کرلیا ہے۔

اس کے بعد مسلمانوں کو ابتدائی جنگی ہدایات دی گئی ہیں، انھیں اللہ کی مدد اور رہنمائی کا یقین دلایا گیا ہے کہ راہ حق میں ان کی کوششیں رائیگاں نہیں جائیں گی، بلکہ وہ دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں ان کوششوں کا بہترین اجر پائیں گے۔ جبکہ کفار

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اللہ کی تائید سے یکسر محروم ہیں، ان کی کوئی تدبیر اہل ایمان کے مقابلے میں کارگر نہ ہوگی اور وہ دنیا و آخرت دونوں جہاں میں برے انجام سے دوچار ہوں گے۔

منافقین کی طرف روئے سخن پھرتا ہے، جو جنگ کا حکم آنے سے پہلے تو بڑے مسلمان بنے پھرتے تھے، مگر جب آیات قتال نازل ہوئیں تو ان کے ہوش اڑ گئے اور جنگ سے بچنے کے لیے ہر ممکن تدبیر سوچنے میں لگے ہوئے ہیں۔ انہیں خبردار کیا جارہا ہے کہ جنگ کا اصل مقصد ہی ایمان کی آزمائش ہے جو اپنے نفاق کی وجہ سے راہ فرار اختیار کرے گا۔ اس کا نماز و روزہ اور زکوٰۃ سمیت کوئی عمل بھی قبول نہیں ہوگا۔ پھر مسلمانوں کو تلقین کی گئی کہ وہ اپنی قلت تعداد اور بے سروسامانی اور کفار کی کثرت دیکھ کر ہمت نہ ہاریں، صلح کی پیش کش کر کے کمزوری کا مظاہرہ نہ کریں۔ بلکہ توکل علی اللہ اٹھیں اور کفر کی سرکش لہروں سے ٹکرا جائیں۔ غالب وہی رہیں گے اور کفر بالآخر مغلوب ہو جائے گا۔

آخر میں مسلمانوں کو انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دی گئی ہے۔ اگرچہ ان کی مالی حالت بہت پتلی تھی، لیکن اس وقت ان کے ایمان کی زندگی و موت کا مسئلہ درپیش تھا۔ اب تو ضرورت اس امر کی ہے کہ اپنی جان اور اپنا مال سب کچھ اللہ کی راہ میں داؤ پر لگا دیا جائے۔ اس راہ میں بخل بہت ہلاکت آفرین ہے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ تمہارا محتاج نہیں ہے، اگر تم سیدھے نہ رہو گے تو تمہاری جگہ کسی اور کو اپنے دین کی خدمت کے لیے مامور کر دے گا اور جنہیں یہ شرف عطا کرے گا وہ تمہاری طرح کے ہرگز نہ ہوں گے۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱-۳) ﴿ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ اَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَ اَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ۝ فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ﴾

واضح کیا گیا ہے کہ کفار کی ساری جدوجہد بے کار جائے گی، یہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ اس کے برعکس اہل ایمان نے اپنے رب کی طرف سے نازل کردہ حق کی پیروی کی ہے اور اس راہ میں قربانیاں دی ہیں، اس لیے اللہ ان کی جدوجہد کو دونوں جہان میں کامیاب کرے گا۔

جنگی قوانین سے مقصود کفر کو کچلنا اور ذلیل کرنا ہے

(آیات ۴- ۱۲) یہ پہلی آیت ہے جس میں قوانین جنگ کے متعلق ابتدائی ہدایات دی گئی ہیں کہ جنگ میں مسلمانوں کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فوج کا اصل ہدف دشمن کی جنگی طاقت کو توڑ دینا ہے، یہاں تک کہ اس میں لڑنے کی سکت باقی نہ رہے اور جنگ ختم ہو جائے۔ جنگ میں پکڑے جانے والوں کے بارے میں فرمایا کہ تمھیں اختیار ہے کہ ان پر احسان کر دیا ان سے فدیے کا معاملہ کر لو۔ اہل ایمان دشمنوں کے ساتھ جنگ میں ہرگز مرعوب نہ ہوں کیونکہ کفار کے کوئی پاؤں نہیں ہیں۔ انہیں بری طرح کاٹ کر پھینک دیں اور ان کے گرد گھیرا اتنا تنگ کر دیں کہ یہ تمہارے ہاتھ آ جائیں، پھر انہیں احسان کرتے ہوئے یا فدیہ لے کر چھوڑ دیں۔ اللہ نے تمہیں یہ موقع اس لیے عطا کیا تا کہ تمھارے اعمال دیکھے، لہٰذا اگر تم اللہ کی حمایت کے لیے اٹھو گے تو اللہ تمھاری پوری مدد کرے گا اور تمھارے دشمن ذلیل و رسوا ہوں گے۔

(آیات ۱۳ - ۱۵) کفار کا ناز و نخرہ بالکل بے بنیاد ہے۔ ان سے پہلے ہلاک کی جانے والی قومیں مال و حشمت میں ان سے بڑھ کر تھیں۔ یہی اللہ کے عدل اور اس کی حکمت کا تقاضا ہے۔ دلیل و برہان کی روشنی میں زندگی گزارنے والے اور اپنی خواہشوں کے غلام ایک جیسے سلوک کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ ضروری ہے کہ ان کا انجام ایک دوسرے سے مختلف ہو۔ دلیل و برھان کی روشنی میں چلنے والوں کا انجام جنت ہے جس میں بے شمار نعمتیں ہوں گی، جبکہ خواہشوں کی پیروی کرنے والوں کے لیے جہنم ہو گی جس میں ان کا یہ انجام ہو گا۔

اس جنت کی صفت جس کا پرہیز گاروں سے وعدہ کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اس میں صاف پانی کی نہریں ہیں، دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزہ نہیں بدلے گا، شراب کی نہریں ہیں جن میں پینے والوں کے لیے بڑی لذت ہے اور شہد کی نہریں ہیں جو بہت صاف ہے۔ ان کے لیے وہاں ہر قسم کے پھل ہیں اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے، کیا یہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو ہمیشہ آگ میں رہنے والا ہے؟ اور جنہیں گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو اس کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔

منافقوں کی بد خصلتی

(آیات ۱۶ - ۱۹) مسلمانوں کے اندر سے منافقین کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جن کی حیثیت مارِ آستین کی تھی کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی باتیں سنتے تو ہیں، لیکن سمجھتے کچھ نہیں ہیں۔ جن باتوں کے سننے سے اہل ایمان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، ان سے ان کے کفر و نفاق میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے باوجود اللہ انہیں بچنے کی مہلت دے رہا ہے۔ یہ لوگ عذاب مانگتے ہیں، حالانکہ انہیں اپنے رب سے عذاب نہیں مغفرت مانگنی چاہیے۔

(آیات ۲۰-۳۱) منافقین کی بدنیتی اور ان کی پس پردہ سازشوں کی پردہ دری کی جا رہی ہے کہ یہ محض گفتار کے غازی ہیں۔ پہلے تو جہاد کے حکم کے منتظر دکھائی دیتے تھے، اب ان پر موت کی سی غشی پڑ رہی ہے۔ یہ لوگ درحقیقت اسلام سے منہ موڑ چکے ہیں۔ ان کی یاری دوستی اسلام کے دشمنوں کے ساتھ ہے۔ اللہ ان کے نفاق اور ان کی سازشوں سے اچھی طرح باخبر ہے۔ ہر شخص اپنے چہرے کے اتار چڑھاؤ سے اور زبان کی لکنت سے مافی الضمیر کے بارے میں پہچانا جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ انہیں ایسے امتحانات میں ڈالے گا کہ ان کا کفر و نفاق خود بخود بول اٹھے گا۔

(آیات ۳۲-۳۸) سورت کے خاتمہ میں ابتدائے سورت کے مضمون کی یاد دہانی کے بعد مسلمانوں کو عام طور پر اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منافقین کو خاص طور پر تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اگر اس میں کمزوری دکھائی تو تمہارے تمام اعمال رائیگاں جائیں گے۔ اب کفار میں کوئی دم خم نہیں رہا۔ اس وجہ سے جو لوگ ان سے سمجھوتے کی سکیمیں سوچ رہے ہیں وہ گویا گرتی دیوار کو سہارا دے رہے ہیں۔ عزم و حوصلے کے ساتھ آگے بڑھو۔ اگر تم نے آگے بڑھ کر اقدام کیا تو بساط تمہاری ہے، اللہ تمھارے ساتھ ہے۔ اس دنیا کی محبت میں پھنس کر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے گریز نہ کرو۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا خسارے کا سودا نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ایک ایک پیسے کا اجر دے گا۔ وہ تم سے تمہارے کل مال کا مطالبہ نہیں کرتا کہ تم کو ناگوار ہو۔ اگر وہ ایسا کرتا تو جن لوگوں کے دل میں کھوٹ ہے، ان کا بھرم کھل جاتا۔ یاد رکھو کہ جو شخص اللہ کی راہ میں انفاق سے بخل کرتا ہے وہ خود اپنی ہی جان سے بخل کرتا ہے۔ اللہ کسی کے مال کا محتاج نہیں ہے بلکہ وہ تو بے نیاز ہے۔ لیکن تم سب اس کے محتاج ہو: ﴿وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ﴾ یہ تو تمہاری آزمائش کی خاطر ہے۔ اگر اس میں ناکام ہو گئے تو اللہ تمھیں ہٹا کر کسی اور قوم کو لے آئے گا جو اس کام کے اہل ہوں گے: ﴿وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ﴾

سُوْرَةُ الْفَتْحِ

سورۂ فتح مدنی ہے، اس میں انتیس آیات اور چار رکوع ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت اور موضوع

اس سورت کا نام پہلی آیت کے الفاظ: ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا﴾ سے لیا گیا ہے، لیکن یہ محض اس سورت کا نام ہی نہیں ہے بلکہ مضمون کے لحاظ سے اس کا عنوان بھی ہے، کیونکہ اس میں اس عظیم فتح پر بات کی گئی ہے جو صلح حدیبیہ کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو عطا فرمائی تھی۔

گزشتہ سورت میں فرمایا تھا کہ اگر تم مضبوطی سے دین پر جمے رہے تو تمھی سربلند ہو گے اور تمہارے بدخواہ ناکام ہوں گے۔ اس سورت میں اسی وعدے کے ایفا کی واقعاتی شہادت ہے۔ اس کا آغاز صلح حدیبیہ کے ذکر سے ہوا جو فتح مکہ کی تمہید تھی اور نبی کریم ﷺ اور آپ کی امت پر اتمام نعمت کا فتح باب ثابت ہوئی۔ اس سورت میں فتح و غلبہ کی ان پیشین گوئیوں اور بشارتوں کا حوالہ بھی ہے، جو اس امت کے باب میں تورات و انجیل میں وارد ہوئی ہیں، تاکہ اہل ایمان اور اہل کفر دونوں پر اچھی طرح واضح ہو جائے کہ یہ جو کچھ ہوا، ہو رہا ہے اور آئندہ ہوگا، ان میں سے کوئی بات اتفاقی نہیں ہے کہ اس میں مزاحم ہو سکے۔

جن واقعات کے سلسلے میں یہ سورت نازل ہوئی ان کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ اپنے اصحاب سمیت بیت اللہ میں عمرہ ادا فرما رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو سفر کی تیاری کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حکم دے دیا۔ آس پاس کے قبائل میں بھی اس بات کی خبر ملتے ہی اہل ایمان نے تیاری شروع کر دی۔ چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم کا قافلہ عازم مکہ ہوا تو پورے عرب میں ہلچل پیدا ہوگئی، لیکن یہ بات بھی حیران کن تھی کہ اتنا بڑا قافلہ غیر مسلح ہو کر اور ہدی کے اونٹ لے کر عمرے کی نیت سے جا رہا ہے۔ اس قسم کے قافلے کو حرمت والے مہینے میں روکنے کا حق کسی کو حاصل نہ تھا، اس لیے قریش کو فکر پڑ گئی کہ اسے اگر روکنے کے لیے کوئی قدم اٹھایا گیا تو سارا عرب ہم سے منحرف ہو سکتا ہے اور اگر انہیں مکے میں داخل ہونے دیا گیا تو ہماری ناک سلامت نہیں رہ سکتی۔ آخر کار ان کی رگ جاہلیت پھڑکی اور انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ کسی قیمت پر بھی مسلمانوں کو مکے میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ انہوں نے منصوبہ تیار کیا کہ مسلمانوں کو کسی نہ کسی طرح اشتعال دلا کر حملے کا جواز پیدا کیا جائے۔ اس امر کے لیے انہوں نے خالد بن ولید کی زیر قیادت ایک لشکر تیار کر کے کراع الغمیم کی طرف آگے بھیج دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مخبر کے ذریعے سے قریش کی اس چال کی خبر ملی تو آپ نے فوراً راستہ بدل دیا اور ایک نہایت دشوار گزار راستہ طے کر کے مکے سے چھ میل باہر حدیبیہ نامی کنوئیں پر پہنچ گئے جو عین حرم کی سرحد پر واقع تھا۔ یہاں کے اطراف مکہ کے قبائل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آمد کا مقصد پوچھا۔ آپ نے ساری صورت حال ان کے گوش گزار کر دی کہ ہم قطعی غیر مسلح ہیں، صرف ایک ایک تلوار ہمارے پاس ہے اور ہمارا ارادہ صرف بیت اللہ کی زیارت ہے جو ہمارا ہر طرح سے حق ہے۔

ان قبائلی سرداروں (بنو خزاعہ کے سردار بدیل بن ورقا اور احابیش کے سردار حلیس بن علقمہ) نے مطمئن ہو کر قریش کو مشورہ دیا کہ انہیں نہ روکا جائے اور عمرہ کر لینے دیا جائے مگر قریش نہیں مانے۔ بات چیت کے ذریعے سے دباؤ ڈالنے کی غرض سے انہوں نے عروہ بن مسعود ثقفی کو بھیجا۔ اس نے بھی صورت حال سمجھ لی اور قریش کو سمجھایا کہ ان کے ساتھ مقابلہ کرنے سے پہلے سوچ لینا کہ اصحاب محمد جیسا جانثار گروہ میں نے دنیا کے کسی بڑے سے بڑے شہنشاہ کے دربار میں بھی نہیں دیکھا۔ ایک طرف قریش کی جانب سے ایلچیوں کی آمد و رفت جاری تھی اور دوسری طرف خفیہ چھاپہ ماروں کے دستے بھی حملے کی غرض سے یہاں پہنچتے رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان حالات سے غافل نہ رہے تھے۔ مجرم گرفتار ہوتے تو آپ انہیں رہا کرنے کا حکم دے دیتے تاکہ اشتعال پیدا نہ ہو، اس طرح قریش کی ساری سازشیں ناکام ثابت ہو رہی تھیں۔ اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا کہ انہیں اپنی آمد کا مقصد سمجھائیں مگر وہ لوگ نہیں مانے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا، جس سے یہ خبر اڑ گئی کہ انہیں شہید کر دیا گیا ہے۔ اب مزید تحمل کا موقع باقی نہ رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے موت کی بیعت لی۔ یہ کوئی معمولی بیعت نہ تھی۔ اپنے وطن سے تین سو میل دور، صرف چودہ سو، غریب الدیار، غیر مسلح لوگوں کی بیعت تھی جو دشمن کی سرحد پر آن بیٹھے تھے اس سے بڑھ کر اس قافلے کے صادق الایمان ہونے، شجاع اور جانثار ہونے کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔ یہی وہ بیعت تھی جو بیعت رضوان کے نام سے تاریخ میں مشہور ہے اور جس کی وجہ سے چودہ سو صحابہ کو جنت کی بشارت مل گئی تھی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خبرِ شہادت محض افواہ تھی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ خود بھی واپس آ گئے اور قریش کی جانب سے سہیل بن عمرو کی قیادت میں ایک وفد بھی پہنچ گیا، تھوڑی سی رد و کد کے بعد درج ذیل امور پر معاہدہ طے پا گیا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

① مسلمان اس سال عمرہ ادا کیے بغیر واپس جائیں گے اور اگلے سال وہ تین دن مکہ میں عمرہ کے لیے ٹھہر سکیں گے۔ یہ تین دن مکے کا کوئی آدمی شہر میں نہیں ٹھہرے گا اور واپس جاتے وقت وہ کسی شخص کو اپنے ساتھ نہیں لے جا سکیں گے۔

② اگلے دس سال تک فریقین ایک دوسرے کے خلاف کسی قسم کی خفیہ یا علانیہ کارروائی نہیں کریں گے۔

③ قبائل عرب میں سے جو قبیلہ بھی فریقین میں سے کسی ایک کا حلیف بن کر اس معاہدے میں شامل ہونا چاہے گا تو اسے اجازت ہوگی۔

④ معاہدے کے برقرار رہنے کی مدت کے دوران اگر کوئی مکہ کا شخص مسلمانوں کے ساتھ جا ملے تو اسے واپس کیا جائے گا، لیکن اگر کوئی مسلمانوں سے ٹوٹ کر قریش سے ملنا چاہے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

نبی کریم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم معاہدے کی بعض شقوں کی حکمت نہ سمجھنے کے باعث تشویش میں مبتلا تھے، انہیں اس معاہدے کی شق نمبر ۱ اور نمبر ۴ پر زیادہ اضطراب تھا۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں یہ کہہ کر مطمئن کیا کہ عمرہ تو ہم کریں گے ہی، اب قریش نے ہمارا حق تسلیم کر ہی لیا ہے، اس سال نہ سہی اگلے سال ہی سہی۔ رہی دوسری شرط جو ہمارے ہاں سے بھاگ کر ان کے ہاں چلا جائے، اول تو ایسا ہو نہیں سکتا کہ جنت کی راہ کا مسافر دوبارہ جہنم کے راستے پر چلنا شروع کر دے۔ اگر بالفرض ایسا ہو بھی جائے تو وہ ہمارے کس کام کا؟ اور جو ان کے ہاں سے بھاگ کر ہمارے پاس آ جائے اور ہم اسے واپس کر دیں تو اللہ اس کے لیے کوئی اور سبیل پیدا کر دے گا۔ صلح کے بعد جب قافلہ مدینے واپس جا رہا تھا تو راستے میں سورۂ فتح نازل ہوئی جس نے مسلمانوں کو بتایا کہ جس صلح کو تم شکست سمجھ کر دل گرفتہ ہو وہ دراصل فتح عظیم ہے۔ اس کے نزول کے بعد نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو جمع کر کے فرمایا کہ آج مجھ پر وہ چیز نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا و مافیھا سے زیادہ قیمتی ہے۔ پھر آپ نے یہ سورت تلاوت فرمائی اور خاص طور پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر اسے سنایا کیونکہ وہ سب سے زیادہ دل گرفتہ تھے۔ اگرچہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کا فرمان سن کر اسی وقت مطمئن ہو گئے تھے مگر کچھ ہی مدت نہ گزری تھی کہ اس صلح کے فوائد ایک ایک کر کے کھلتے چلے گئے اور فی الواقع یہ فتح مبین ثابت ہوئی۔

فتح مبین کیسے ثابت ہوئی؟

یہ اسی صلح حدیبیہ کی برکات تھیں کہ مسلمانوں کو ایک مقابلے کی طاقت شمار کر لیا گیا، عرب قبائل کو ان کا حلیف بننے کی آزادی مل گئی، مسلمانوں کو ایک مذہبی تحریک مان لیا گیا۔ اسلام کی اشاعت کا موقع میسر آ گیا۔ شمالی اور وسطی عرب کی ریاستوں کے مخالفین سے نمٹنے کی فرصت مل گئی۔ خیبر و دیگر یہودی علاقے اسی دور میں فتح کیے گئے۔ عرب و عجم کے بادشاہوں، قبائلی سرداروں کو بذریعہ خطوط اسلام کی تبلیغ کی گئی۔ اسلامی معاشرے میں قوانین کے ذریعے سے اسلامی تہذیب و تمدن کو اجاگر کرنے کا موقع مل گیا، اسی امن و استحکام کا نتیجہ تھا کہ صرف دو سال کے بعد قریش مکہ کی طاقت برباد ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ اس کے اصل حقداروں کو لوٹا دیا اور قیامت تک کے لیے مشرکین کو اس سے بے دخل کر دیا گیا۔

اس طرح بہت ہی مختصر عرصے میں یہ صلح جسے مسلمان اپنی شکست سمجھ رہے تھے عظیم الشان فتح ثابت ہوگئی۔ نہ صرف صلح حدیبیہ عظیم الشان فتح کے طور پر معلوم ہوئی بلکہ یہ فتح مکہ کی بھی تمہید بن گئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(آیات ۱ -۷) ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا﴾

نبی کریم ﷺ کو فتح مبین کی بشارت دی گئی ہے کہ اس فتح سے اگلی فتح یعنی فتح مکہ کا راستہ ہموار ہو گیا ہے۔ اس وقت کفار پر آپ کو کامل غلبہ حاصل ہوگا۔ یوں اللہ اپنے دین کی نعمت آپ پر تمام کرے گا اور آپ اپنے مشن کی ذمہ داریوں سے فارغ ہو کر اپنے رب کی کامل خوشنودی حاصل کریں گے۔ اس طرح اس نے اہل ایمان کی حوصلہ افزائی اور حصول جنت کی راہ کھولی ہے۔ یہ چیز جہاں ایمان والوں کے لیے کامیابی کی دلیل ہے وہاں منافقین اور کافروں کے لیے موجب حسرت ولعنت ہے جو ہر وقت اللہ اور اس کے رسول کے بارے میں بدگمانیوں میں مبتلا رہتے ہیں۔ وہ اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ آسمانوں اور زمین کی تمام فوجیں اللہ ہی کے حکم کے ماتحت ہیں اور وہ اپنے علم وحکمت کے تحت جس طرح چاہے ان سے کام لیتا ہے اور لے سکتا ہے۔

مقام رسالت پہچاننے کے تقاضے

(آیات ۸- ۱۰) عام مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے مرتبہ ومقام کی وضاحت فرمائی اور اس تقاضے سے اہل ایمان پر آپ کے جو حقوق قائم ہوئے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی جو ذمہ داریاں عائد ہوئیں ان کی تصریح فرمائی کہ آپ اللہ کی طرف سے شاہد ومبشر بن کر تشریف لائے ہیں: ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴾ لوگوں کا فرض ہے کہ وہ آپ پر ایمان لائیں، آپ کی توقیر کریں اور تمام مہمات میں آپ کا ساتھ دیں: ﴿لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ﴾ اور اس نعمت کا احساس کرتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کریں: ﴿وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ جو لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ﴾ اگر وہ اس کا حق ادا نہ کریں تو یاد رکھیں کہ اس میں انھی کی تباہی ہے اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا: ﴿يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ﴾ اگر وہ اس بیعت کا حق ادا کریں تو اس کا اجر بہت بڑا ہے: ﴿وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾

اللہ کا ہاتھ ان سب کے ہاتھوں کے اوپر ہے: ﴿يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ﴾ کا شفقت بھرا خطاب زخمی مومنوں کے لیے حالات کی تلخ گرمی میں جتنا روح افزا ٹھنڈک کا احساس دلاتا ہے اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

متخلفین منافقین کو تنبیہ

(آیات ۱۱ -۱۶) پچھلی آیات میں اہل ایمان کی دلجوئی اور حوصلہ افزائی کی گئی۔ اب اعراب میں سے منافقین جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس آزمائش کی گھڑی پیچھے بیٹھ رہے تھے، ان کے بارے میں نبی کریم ﷺ کو آگاہ کیا جارہا ہے کہ وہ اب بہانے بنائیں گے کہ گھر بار کی ذمہ داریوں نے ان کو مجبور رکھا اس وجہ سے وہ معافی اور نبی کریم ﷺ کی دعائے مغفرت کے سزاوار ہیں۔ ان سے کہہ دیجیے کہ تمہارے نہ اٹھنے کی وجہ تمھارا یہ گمان تھا کہ اب مسلمانوں اور رسول اللہ ﷺ کو گھر پلٹنا نصیب نہ ہوگا۔ تو تم نے اپنے اس گمان کے باعث خود اپنی تباہی کا سامان کیا ہے۔ اب تمہارا معاملہ اللہ کے حوالے ہے وہ جیسے چاہے گا تمہارے ساتھ نمٹ لے گا۔ یہ منافقین آئندہ جہاں لقمہ تر ہوگا وہاں آپ کے ساتھ ضرور جائیں گے، لیکن اب ان کو ہرگز اجازت نہ دیجیے، بلکہ ان کو ڈرایا جائے کہ آگے ایک طاقتور دشمن سے مقابلہ ہونے والا ہے: ﴿قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ﴾ لیکن بہانہ بازی کر کے بیٹھ رہے تو تمہارے لیے بھی وہی عذاب ہے جو کفار کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ البتہ جو لوگ دل و نگاہ کے مسلمان ہیں اگر وہ کسی مجبوری و معذوری کے باعث جہاد کے لیے نہ نکلیں تو ان کے لیے معافی ہے۔

اس آئندہ جنگ جس میں ایک طاقتور دشمن سے مقابلے کا پیغام سنایا گیا ہے، اس سے مراد فتح مکہ کا معرکہ تھا، یہ نہیں کہ کوئی فرضی بات تھی جس سے مقصد محض ان منافقین کو باز رکھنا تھا، بلکہ اس امر پر زور دیا گیا کہ اطاعت کرو اور اللہ سے اجر پاؤ۔

بیعت رضوان سے رب کی رضوان کا مژدہ جانفزا

(آیات ۱۸-۲۱) جن جانثاروں نے ایک درخت کے نیچے بیعت رضوان میں حصہ لیا تھا ان کے لیے اللہ کی رضامندی، فتوحات، غنیمت اور فتح کامل یعنی فتح مکہ کی بشارت: ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ...﴾

اس بیعت کا مشہور نام بیعت رضوان ہے۔ یہ ان خوش نصیب مومنین کے لیے مستقل پروانۂ رحمت ہے۔ محض عزم جہاد پر اصل جہاد کا اجر دے دیا۔ یہ آیت ان اصحاب بیعت کی صحت ایمان پر ایک شہادت نص ہے۔ وہ لوگ قرآن کے منکر ہیں جو کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد چار پانچ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوا سارے مسلمان مرتد ہو گئے تھے...... نعوذ باللہ۔

خون عثمان رضی اللہ عنہ پر ان کی زندگی ہی میں بیعت

یہاں ایک بات بہرحال یاد رکھنے والی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ابھی زندہ ہی تھے، مگر ان کی خبر شہادت سے چودہ سو مسلمانوں نے بیعت علی الجہاد کر کے اللہ کی رضوان حاصل کر لی، اللہ اور اس کے رسول نے بھی اس بیعت میں اپنے اپنے طریقے سے حصہ لیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ کل کلاں جب سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ واقعی شہید کر دیے جائیں گے تو ان کے خون کا بدلہ لینا اللہ کی مشیت اور اس کے رسول کی رضامندی اور اہل ایمان کے لیے موجب رضوان ہوگا۔ بعد میں جب ایسے ہی ہوا تو جن لوگوں نے خون عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کیا وہ قرآن کی اس آیت کے مصداق بنے اور اللہ کے اجر و مغفرت کے مستحق ٹھہرے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(آیات ۲۵-۲۲) حدیبیہ کے موقع پر جنگ کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے نہیں روکا کہ وہاں تمہارے شکست کھا جانے کا امکان تھا، بلکہ اس کی مصلحت کچھ دوسری تھی جسے آگے کی آیات میں بیان کیا جارہا ہے، اگر وہ مصلحت مانع نہ ہوتی اور اللہ تعالیٰ اس مقام پر جنگ ہوجانے دیتا تو یقیناً قریش منہ کی کھاتے اور مکہ معظمہ اسی وقت فتح ہوجاتا: ﴿وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴾ کیونکہ اللہ کی سنت یہ ہے کہ جو کفار اللہ کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اللہ ان کو ذلیل وخوار کردیتا ہے اور اپنے رسول کی مدد کرتا ہے: ﴿سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾

جنگ نہ ہونے کی مصلحت وحکمت

(آیت ۲۵) قریش کی مرعوبیت کے باوجود مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہ دینے کی حکمت ومصلحت ایک تو یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ اپنے دشمنوں کو پہلے ذلیل ورسوا کرے، پھران کو ہزیمت دے، چنانچہ آئندہ دو برس قریش مکہ کو جتنا ذلیل و رسوا ہونا پڑا اس کی مثال نہیں ملتی۔ ان کے احساس ذلت نے انھیں وقت سے پہلے ہی ادھ موا کرکے رکھ دیا، دوسری مصلحت یہ نظر آتی ہے کہ اس وقت مکہ میں بہت سے مسلمان بھی موجود تھے۔ اگر جنگ ہوتی اور مسلمان فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوتے تو اس وقت تک بہت سے مظلوم مسلمان بھی اس کی بھینٹ چڑھ چکے ہوتے اور تیسری مصلحت یہ نظر آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حرم کو خونریز جنگ کے بعد اس کے حقداروں کو نہیں لوٹانا چاہتا تھا بلکہ بڑے باعزت طریقے سے اہل توحید کے سپرد کرنا اور بیت اللہ کو ناپاک مشرکوں سے پاک کرنا چاہتا تھا۔ اس طرح دوسال تو تنگ گئے، لیکن سارے معاملات بحسن و خوبی سرانجام پائے۔

﴿هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ...﴾ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا اور تمھیں مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانوروں کو اس کے موقع میں پہنچنے سے روکا: ﴿وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ اور اگر ایسے بہت سے مسلمان مرد اور بہت سی مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی آپ کو خبر نہ تھی کہ آپ انہیں روند ڈالیں گے، تو تمہیں لڑنے کی اجازت دے دی جاتی لیکن ایسا نہیں کیا گیا تاکہ اللہ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کرے اور اگر یہ (مومن اور کافر) الگ الگ ہوتے تو ان میں جو کافر تھے ہم ان کو دردناک سزا دیتے۔

(آیات ۲۶) قریش کی اخلاقی شکست کے پہلو بہ پہلو مسلمانوں کی طرف سے اخلاقی فتح کا جو مظاہرہ ہوا اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور حمیت جاہلی کے بالمقابل مسلمانوں نے تقویٰ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی جو شان نمایاں کی اس کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ﴿اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ ...﴾ جب ان کافروں نے اپنے دلوں میں حمیت کو جگہ دی اور عار بھی جاہلیت کی تو اللہ نے اپنے رسول پر اور مومنین پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی اور مومنوں کو تقوی کی بات پر ثابت قدم رکھا اور وہ اس کے اہل اور زیادہ مستحق تھے اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

(آیات ۲۷) نبی کریم ﷺ نے اپنی خواب میں عمرہ کرتے ہوئے دیکھا تھا اس کی تعبیر وتصدیق اور تعبیر کے ظہور میں جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تاخیر ہوئی اس کی حکمت بیان کی گئی ہے: ﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ . . .﴾ یقیناً اللہ نے اپنے رسول کو واقعی سچا خواب دکھایا کہ ان شاء اللہ تم یقیناً پورے امن و امان کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہو گے، سر منڈواتے ہوئے اور کترواتے ہوئے، اطمینان کے ساتھ بے خوف ہو کر، وہ ان امور کو جانتا ہے جنھیں تم نہیں جانتے، پس اس نے اس سے پہلے ایک نزدیک کی فتح تمھیں عطا کی۔

(آیات ۲۹-۲۸) تمام ادیان پر اسلام کے غلبے کی نوید سنائی گئی ہے کہ ''وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کردے اور اس حقیقت پر اللہ گواہ ہے: ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ . . .﴾

حدیبیہ میں جب صلح کا معاہدہ لکھا جانے لگا تھا اس وقت کفار نے نبی کریم ﷺ کے اسم گرامی کے ساتھ رسول اللہ لکھنے پر اعتراض کیا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمارے رسول کا رسول ہونا تو ایک حقیقت ہے، جس میں کسی کے ماننے یا نہ ماننے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہماری شہادت کافی ہے اور وہ یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہی ہیں: ﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ . . .﴾

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان وعظمت

یوں تو یہ پوری سورت اصحاب رسول کی جانثاری، جانبازی، وفاداری مال و جان لوٹا دینے کے جذبے اور ان کی اللہ کی نظروں میں قدر و قیمت اور اہمیت و فضیلت کا بہترین ثبوت ہے۔ لیکن یہ آخری آیت تو ان کی عظمت پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہے کہ یہ لوگ صرف قرآن کی نگاہ میں ہی نہیں، پہلی آسمانی کتابوں میں بھی سراہے جاتے رہے ہیں۔ اس جیسی شان والے لوگوں کا چرچا تو بہت قدیم سے چلا آرہا ہے۔ تورات وانجیل میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کے اخلاق و کردار کی جھلک دکھائی گئی تھی اسے یہاں بیان کیا گیا کہ ان کو دیکھتے ہی ایک آدمی بیک نظر معلوم کرسکتا ہے کہ یہ خیر الخلائق ہیں، کیونکہ خدا پرستی کا نور ان کے چہروں پر چمک رہا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فوجیں شام کی سرزمین میں داخل ہوئیں تو شام کے عیسائی کہتے تھے کہ مسیح کے حواریوں کی جو شان ہم سنتے تھے یہ تو اسی شان کے لوگ ہیں۔

آخر میں فرمایا کہ جو لوگ ان صفات کے مصداق اور ایمان و عمل میں پختہ و راسخ رہیں گے، اللہ تعالیٰ انھیں مغفرت اور اجر عظیم سے نوازیں گے۔ ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾ یاد رہے کہ بعض بدنصیب لوگ جو اصحاب محمد ﷺ کی عظمت و شان کے منکر ہیں۔ گوبر کے بھنورے کی طرح خوشبو بھرے گلشن میں سے بھی گندگی کی تلاش میں لگے رہتے ہیں۔ وہ یہاں ''منهم'' کی ''مِنْ'' کو تبعیضیہ قرار دے کر کہتے ہیں کہ ''ان میں سے جو لوگ ایمان لائے، ان سے مغفرت و اجر کا وعدہ ہے'' یعنی اس آیت کی رو سے تمام صحابہ مومن و صالح نہیں تھے، بعض تھے۔ اول تو یہ تفسیر اسی سورت کی آیات ۴، ۵، ۱۸ اور ۲۶ کے خلاف پڑتی ہے کیونکہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ کا ذکر فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ﴾ میں سبھی صحابہ مراد ہیں۔ اب آخر میں ان میں تفریق کیسے کی جاسکتی ہے۔ عربی قواعد کی رو سے ہر ''مِنْ''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صرف تبعیض کے لیے نہیں ہوتا ’’مِنْ‘‘ بیان کے لیے بھی ہوتا ہے جیسا فرمایا: ﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ﴾ (بتوں کی گندگی سے بچو) یہاں ’’مِنْ‘‘ بیان کے لیے ہے۔ اگر یہاں بھی تبعیض کے لیے مراد لیا جائے گا تو معنی ہوگا کہ کچھ بت پاک بھی ہیں جن کی پرستش سے پرہیز لازم نہ ہوگا اور یہ معنی کسی کے نزدیک بھی صحیح نہیں ہے۔

سُوْرَةُ الْحُجُرَاتِ

سورۂ حجرات مدنی ہے اور اس میں اٹھارہ آیات اور دو رکوع ہیں

سورت کا نام، زمانہ نزول اور موضوع

اس سورت کا نام آیت ۴: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ﴾ سے ماخوذ ہے۔

اس سورت میں اسلامی معاشرے کی اصلاح کے لیے جن جن باتوں کی ضرورت تھی انہیں نہایت خوبصورت ترتیب سے بیان فرمادیا گیا ہے۔

یہ سورت مختلف مواقع پر نازل شدہ احکامات و ہدایات کا مجموعہ ہے جنہیں مضمون کی مناسبت سے یکجا کر دیا گیا ہے۔ اور اکثر احکامات مدینہ منورہ کے آخری دور میں نازل ہوئے تھے مثلاً آیت نمبر ۴ بنی تمیم کے بارے میں نازل ہوئی تھی جن کے وفد نے آ کر ازواج مطہرات کے حجروں کے باہر سے نبی کریم ﷺ کو پکارنا شروع کیا تھا، یہ سن ۹ ھ کا واقعہ ہے۔ آیت نمبر ۶ اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی جسے رسول اللہ ﷺ نے بنی مصطلق سے زکوۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا تھا اور یہ ولید بن عقبہ تھے فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے تھے۔

قرآن میں احکام و ہدایات کا نزول حالات کے تقاضوں کے تحت ہوا ہے تاکہ لوگوں پر ان کی اصل قدر و قیمت واضح ہوسکے۔ چنانچہ یہ سورت بھی ایسے حالات میں نازل ہوئی جب اسلام میں داخل ہونے والے نئے نئے مسلمانوں کی طرف سے بعض ایسی باتیں سرزد ہورہی تھیں جن سے ظاہر ہورہا تھا کہ یہ لوگ نہ تو رسول اللہ ﷺ کے اصل مرتبہ و مقام ہی سے اچھی طرح واقف ہیں اور نہ اسلامی معاشرے کے اندر اپنی ذمہ داریوں ہی سے آگاہ ہیں، چنانچہ اس سورت میں ضروری ہدایات دی گئی ہیں جو اس وقت کے حالات کے تناظر میں ضروری تھیں۔ ان احکامات و ہدایات کا تمام تر تعلق نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کے باہمی حقوق سے ہے۔ کفار کا معاملہ اس سورت میں زیر بحث نہیں آیا۔ ان کے ساتھ مسلمانوں کو جو رویہ اختیار کرنا چاہیے اس کی وضاحت پچھلی سورتوں میں ہوچکی ہے۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

اس سورت کا موضوع مسلمانوں کو ان آداب کی تعلیم دینا ہے جو اہل ایمان کے شایان شان ہیں۔ ابتدائی پانچ آیتوں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

میں ان کو وہ ادب سکھایا گیا ہے جو انہیں اللہ اور اس کے رسول کے معاملے میں ملحوظ رکھنا چاہیے۔

پھر یہ ہدایت دی گئی ہے کہ ہر خبر پر یقین کر لینا اور اس پر کوئی کارروائی کر گزرنا مناسب نہیں ہے۔ اگر کسی شخص یا گروہ یا قوم کے خلاف کوئی اطلاع ملے تو غور سے دیکھنا چاہیے کہ خبر ملنے کا ذریعہ قابل اعتماد ہے یا نہیں۔ قابل اعتماد نہ ہو تو اس پر کارروائی کرنے سے پہلے تحقیق کر لینی چاہیے کہ خبر صحیح ہے یا نہیں۔

اس کے بعد یہ بتایا گیا ہے کہ اگر کسی وقت مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو اس صورت میں دوسرے مسلمانوں کو کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے۔ پھر مسلمانوں کو ان برائیوں سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے جو اجتماعی زندگی میں فساد برپا کرتی ہیں اور جن کی وجہ سے آپس کے تعلقات خراب ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کا مذاق اڑانا، ایک دوسرے پر طعن کرنا، ایک دوسرے کے برے برے نام رکھنا، بدگمانیاں کرنا، دوسروں کے حالات کی کھوج کرید کرنا، لوگوں کی پیٹھ پیچھے ان کی برائیاں کرنا، یہ وہ افعال ہیں جو بجائے خود گناہ ہیں اور معاشرے میں بھی بگاڑ پیدا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نام بنام ان کا ذکر فرما کر ان سے روک دیا ہے۔

اس کے بعد ان قومی اور نسلی امتیازات پر ضرب لگائی گئی ہے جو دنیا میں عالمگیر فساد کے موجب ہوتے ہیں۔ قوموں، قبیلوں اور خاندانوں کا اپنے شرف پر فخر و غرور اور دوسروں کو اپنے سے کمتر سمجھنا اور اپنی بڑائی قائم کرنے کے لیے دوسروں کو گرانا، ان اہم اسباب میں سے ہے جن کی بدولت دنیا ظلم سے بھر گئی ہے۔ اللہ نے ایک مختصر سی آیت میں یہ فرما کر اس برائی کی جڑ کاٹ دی ہے کہ تمام انسان ایک ہی اصل سے پیدا ہوئے ہیں اور قوموں اور قبیلوں میں ان کا تقسیم ہونا تعارف کے لیے ہے نہ کہ تفاخر کے لیے اور ایک انسان پر دوسرے انسان کی فوقیت کے لیے اخلاقی فضیلت کے سوا اور کوئی جائز بنیاد نہیں ہے۔

آخر میں لوگوں کو بتایا گیا ہے کہ اصل چیز ایمان کا زبانی دعویٰ نہیں ہے بلکہ سچے دل سے اللہ اور اس کے رسول کو ماننا، عملاً فرمانبردار بن کر رہنا اور خلوص کے ساتھ اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال کھپا دینا ہے۔ حقیقی مومن وہی ہیں جو یہ روش اختیار کریں۔ رہے وہ لوگ جو دل کی تصدیق کے بغیر محض زبان سے اسلام کا اقرار کرتے ہیں اور پھر ایسا رویہ اختیار کرتے ہیں کہ گویا اسلام قبول کر کے انہوں نے کوئی احسان کیا ہے تو دنیا میں ان کا شمار مسلمانوں میں ہو سکتا ہے، معاشرے میں ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا سلوک بھی کیا جا سکتا ہے، مگر اللہ کے ہاں وہ مومن قرار نہیں پا سکتے۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(آیات ۱ - ۵) ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ① یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ② اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آدابِ بارگاہِ نبوت

رسول اللہ ﷺ کی منصبی حیثیت واضح کی جا رہی ہے کہ آپ کی رائے سب کی رائے پر مقدم ہے۔ اگر کوئی اپنی رائے کو رسول اللہ ﷺ کے حکم پر مقدم جانے یا گفتگو میں آپ آواز پر اپنی آواز کو بلند کرے یا آپ کو اس طرح پکارے جس طرح اپنے کسی ساتھی یا اپنے مساوی درجے کے آدمی کو پکارتا ہے تو اس کے تمام اعمال صالح برباد کر دیے جائیں گے: ﴿وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾

تقویٰ کی افزائش اللہ تعالیٰ انھی لوگوں کے دلوں میں کرتا ہے جو اس کے رسول کے ادب و احترام کو پوری طرح ملحوظ رکھتے ہیں ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى...﴾ جو لوگ اپنے آپ کو اللہ کے رسول اور اسلام کا محسن سمجھتے ہیں اور رسول کے سامنے خطاب و کلام میں اپنے تفوق کا اظہار کرتے ہیں انھیں ڈرنا چاہیے کہ اس طرح کی حرکت سے غیر شعوری طور پر وہ اپنے اعمال ہی نہ گنوا بیٹھیں۔

ان ابتدائی آیات سے یہ بات مستنبط ہوتی ہے کہ امت میں سے کسی امام، مجتہد، ولی، مرشد، فقیہ، محدث اور پیر و بزرگ کی بات، رائے، قیاس، اجتہاد اور تفسیر و تعبیر رسول اللہ ﷺ کی حدیث و سنت کے مقابلے میں قابل قبول نہ ہوگی۔ یہی وہ بنیادی غلطی ہے، جس کی وجہ سے امت میں بدترین فرقہ بندی پیدا ہوئی بعض لوگ حق کو حق جانتے ہوئے بھی قبول کرنے پر صرف اس لیے آمادہ نہیں ہوتے کہ یہ ہمارے امام کی بصیرت و اجتہاد کے خلاف ہے۔ گویا امام اور مجتہد اللہ اور اس کے رسول سے بھی بڑھ کر ہوئے۔

(آیات ٦ - ١٠) مسلمانوں کا معاملہ اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ اخوت کی بنیاد پر ہونا چاہیے نہ کہ پارٹی اور گروہی عصبیت کی بنیاد پر۔ یہ جائز نہیں ہے کہ کسی فاسق کی روایت پر اعتماد کر کے مسلمان مسلمانوں کی کسی جماعت کے خلاف اقدام کر ڈالیں، جس پر بالآخر انہیں پچھتانا پڑے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا﴾ ''ایمان والو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ نادانستہ کسی قوم کو نقصان پہنچا بیٹھو، پھر اپنے کیے پر پشیمانی اٹھاؤ۔''

تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں، اگر باہمی لڑائی ہو جائے تو صلح کروا دینی چاہیے نہ کہ جنگ کو ہوا دی جائے۔ ﴿فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ﴾ حق و عدل کا پہلو متعین ہو جانے کے بعد اگر ان میں سے کوئی گروہ اس حق کے آگے جھکنے پر تیار نہ ہو تو اس کو بزور اس کے آگے جھکنے پر مجبور کیا جائے۔

جاسوسی، غیبت و دیگر اخلاقی برائیوں سے بچو

(آیات ١١-١٣) ان باتوں سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے جو دلوں میں نفرت کی تخم ریزی اور معاشرے میں فساد کی آگ بھڑکانے والی ہیں۔ کسی کے لیے بھی جائز نہیں کہ وہ دوسرے کی تحقیر کرے یا اس کا مذاق اڑائے اس کو عیب لگائے، اس پر پھبتیاں کسے، اس کے خلاف بدگمانیاں پیدا کرے، اس کی غیبت کرے یا اس کے عیوب کی ٹوہ میں لگا رہے۔ حسب ونسب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور خاندان و قبیلے کا غرور جاہلیت کی یادگار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب کو ایک ہی جوڑے آدم و حوا سے پیدا کیا ہے۔ خاندانوں اور قبیلوں کی تقسیم محض تعارف کے لیے ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت کا معیار صرف تقویٰ ہے، نہ کہ نسب و خاندان: ﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴾

خود کو مومن نہیں مسلمان کہو

(آیات ۱۴-۱۸) سورت کے اختتام پر اس بات کی مزید وضاحت کی گئی ہے جو سورت کی تمہید میں اشارات کی شکل میں فرمائی گئی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابتدائی آیات میں جن لوگوں کا رویہ زیر بحث آیا ہے، یہ اطراف مدینہ کے وہ دیہاتی تھے جو اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت سے مرعوب ہو کر اسلام میں داخل تو ہو گئے تھے، لیکن ایمان ان کے دلوں میں اچھی طرح جگہ نہیں پکڑ سکا تھا: ﴿ قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا ۖ قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَٰكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ ﴾ اس لیے وہ اس خوش فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے کہ انھوں نے اسلام قبول کر کے اسلام اور رسول اللہ ﷺ پر احسان کیا ہے۔ ان کے اس خیال کا اظہار بعض اوقات اس طرح کی حرکتوں سے ہو جاتا تھا جن سے ابتدائی آیات میں مسلمانوں کو روکا گیا ہے۔

پھر نبی کریم ﷺ سے کہلوایا گیا ہے کہ ان کو بتا دیں کہ مومن وہ ہوتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر اس بارے میں وہ تذبذب کا شکار نہ ہو اور اپنی جان و مال سے جہاد کرے: ﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴾

تمہارا مومن ہونا اللہ کا احسان ہے

آخر میں کہا جا رہا ہے کہ آپ ان لوگوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنے ایمان و اسلام کا احسان نہ جتائیں۔ اللہ ان کے ظاہر و باطن سے خوب واقف ہے۔ انھوں نے اطاعت ضرور کر لی ہے، لیکن ابھی ایمان نے ان کے اندر جڑ نہیں پکڑی۔ یہ ان کا احسان نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے ہیں، بلکہ یہ اللہ کا فضل و احسان ہے کہ اس نے تمھیں ایمان کی توفیق بخشی: ﴿ قُل لَّا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُم ۖ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ ... ﴾ اگر وہ اس کا حق ادا کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا بھرپور صلہ پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے سارے اعمال سے باخبر ہے۔

سُوْرَةُ قٓ

سورۂ ق مکی ہے، اس میں پینتالیس آیات اور تین رکوع ہیں

سورت کا نام، زمانہ نزول اور موضوع

اس سورت کا نام آغاز ہی کے حرف "قٓ" سے ماخوذ ہے۔ اس سورت کا زمانہ نزول تقریباً سن ۵ نبوت ہے جس میں کفار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مکہ کی مخالفت اچھی خاص شدت اختیار کر چکی تھی مگر ابھی ظلم وستم کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ اس سورت کا موضوع آخرت ہے اور عمود بعث اور حشر ونشر ہے، جس پر ایمان کا لازمی نتیجہ اللہ اور اس کے رسول کی کامل اطاعت ہے۔

فضیلت واہمیت

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اکثر عیدین کی نمازوں میں اس سورت کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔① بعض روایات میں آیا ہے کہ فجر کی نماز میں بھی آپ بکثرت اس کو پڑھا کرتے تھے۔② اس سے یہ بات واضح ہے کہ آپ کی نگاہ میں یہ بڑی اہم سورت تھی، اس لیے آپ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک بار بار اس کے مضامین پہنچانے کا اہتمام فرماتے تھے۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

سورہ ''ق'' کا بنیادی مضمون اثبات آخرت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ میں اپنی دعوت کا آغاز کیا تو لوگوں کو سب سے زیادہ اچنبھا آپ کی جس بات پر ہوا وہ یہ تھی کہ مرنے کے بعد انسان دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور ان کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ لوگ کہتے تھے کہ یہ تو بالکل انہونی بات ہے، عقل باور نہیں کرتی کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ جب ہمارا ذرہ ذرہ زمین میں منتشر ہو چکا ہو تو ان پراگندہ اجزا کو ہزار ہا برس گزرنے کے بعد پھر سے اکٹھا کر کے ہمارا یہی جسم از سر نو بنا دیا جائے اور ہم زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں؟ اس کے جواب میں اللہ کی طرف سے یہ تقریر نازل ہوئی۔ اس میں بڑے مختصر طریقے سے چھوٹے چھوٹے فقروں میں ایک طرف آخرت کے امکان اور اس کے وقوع پر دلائل دیے گئے ہیں، اور دوسری طرف لوگوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ تم خواہ تعجب کرو، بعید از عقل سمجھو یا جھٹلاؤ، بہر حال اس سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔ حقیقت اور قطعی اٹل حقیقت یہ ہے کہ تمہارے جسم کا ایک ایک ذرہ جو زمین میں منتشر ہوتا ہے، اس کے متعلق اللہ کو معلوم ہے کہ وہ کہاں گیا ہے اور کس حال میں کس جگہ موجود ہے۔ اللہ کا ایک اشارہ اس کے لیے کافی ہے کہ یہ تمام منتشر ذرات پھر جمع ہو جائیں اور تم کو اسی طرح دوبارہ بنا کر کھڑا کیا جائے جیسے پہلے بنایا گیا تھا۔ اسی طرح تمہارا یہ خیال کہ تم یہاں شتر بے مہار بنا کر چھوڑ دیے گئے ہو اور کسی کے سامنے تمہیں جواب دہی نہیں کرنی ہے، ایک غلط فہمی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اللہ براہ راست خود بھی تمہارے ہر قول وفعل سے، بلکہ تمہارے دل میں گزرنے والے خیالات تک سے واقف ہے اور اس کے فرشتے بھی تم میں سے ہر شخص کے ساتھ لگے ہوئے تمام حرکات وسکنات کا ریکارڈ محفوظ کر رہے ہیں۔ جب وقت آئے گا تو ایک پکار پر تم بالکل اسی طرح نکل کھڑے ہو گے جس طرح بارش کا ایک چھینٹا پڑتے ہی زمین سے نباتات کی کونپلیں پھوٹ نکلتی ہیں۔ اس وقت یہ غفلت کا پردہ جو آج تمہاری عقل پر پڑا ہوا ہے تمہارے سامنے سے ہٹ جائے گا اور تم اپنی آنکھوں سے وہ سب کچھ دیکھ لو گے جس کا آج انکار کر رہے ہو۔ اس وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تم غیر ذمہ دار نہ

---

① صحیح مسلم: ۸۹۱۔ ② صحیح مسلم: ٤٥٨۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ جزا و سزا، عذاب و ثواب اور جنت و دوزخ جنھیں تم افسانوی باتیں سمجھ رہے ہو، اس وقت یہ ساری چیزیں تمہاری مشہود حقیقتیں ہوں گی۔ حق سے عناد کی پاداش میں جہنم میں پھینکے جاؤ گے اور اللہ رحمٰن سے ڈر کر راہ راست اختیار کرنے والے اسی جنت میں داخل ہوں گے جس کا ذکر سن کر آج تم انکار اور تعجب کر رہے ہو۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱-۵) ﴿قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ ۝ بَلْ عَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ ۝ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِیْدٌ﴾

قرآن کی عظمت و رفعت شاہد ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ جو لوگ اسے شاعری یا کہانت کی قسم کی کوئی چیز سمجھتے ہیں، یہ محض انکار قیامت کا بہانہ ہے۔ ان کو اس بات پر تعجب ہے کہ انھی میں سے ایک شخص انھیں رسول بن کر ڈرا رہا ہے کہ مرنے کے بعد جب وہ گل سڑ کر مٹی ہو جائیں گے تو پھر پیدا کیے جائیں گے اور ان کا حساب و کتاب ہوگا۔ جس کی بنیاد پر وہ جنت و دوزخ میں جائیں گے، جبکہ یہ بات ناممکن نظر آتی ہے۔ دراصل یہ لوگ اپنے تکبر کی وجہ سے قرآن کا انکار کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ کہانت یا شاعری کی باتیں نہیں، حقیقت ہے جسے جھٹلا کر وہ ایک شدید قسم کے ذہنی خلجان اور الجھن اور ایک کھلے ہوئے تناقض میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ مرنے کے بعد زمین ان کے جن اجزا کو تحلیل کرتی ہے، اللہ نے انھیں بھی جان رکھا ہے اور لوگوں کے اقوال و اعمال کا ریکارڈ محفوظ رکھنے کے لیے اس کے پاس ایک رجسٹر بھی ہے: ﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِیْظٌ﴾ ان کی الجھن کی وجہ یہ ہے کہ جس وقت حق ان کے پاس آیا انھوں نے بے سوچے سمجھے اسے جھٹلا دیا، اگر یہ لوگ یکدم اسے جھٹلانے کی بجائے سوچتے کہ یہ دعوت کون دے رہا ہے اور اس کے لیے کیا دلیل دے رہا ہے تو شاید انھیں کچھ فائدہ ہو جاتا، لیکن انھوں نے اس پہلے سے سوچا ہی نہیں، اس لیے یہ گمراہی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔

بعث بعد الموت امر مستبعد نہیں ہے

(آیات ۶-۱۱) اوپر کی پانچ آیات میں کفار مکہ کے موقف کی نامعقولیت واضح کرنے کے بعد اب بتایا جا رہا ہے کہ محمد ﷺ جو کچھ پیش کر رہے ہیں ان کی صداقت پر آسمان و زمین کی بے شمار نشانیاں گواہی دے رہی ہیں اور اللہ کی قدرت، حکمت اور ربوبیت کی شہادت دے رہی ہیں: ﴿تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰی لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ﴾ اور یہ نشانیاں اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین میں اسی لیے ودیعت فرمائی ہیں کہ جن کے اندر خشیت و انابت ہو وہ ان سے یاد دہانی و رہنمائی حاصل کریں۔ اللہ کی یہ قدرتیں انسان کے رزق کے لیے بھی ہیں اور اس کے مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کو بھی ثابت کر رہی ہیں: ﴿رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْیَیْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ﴾ اور ان نشانیوں سے جزا و سزا اور توحید کی معرفت بھی حاصل ہوتی ہے، بشرطیکہ ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(آیات ۱۲-۱۴) کفار قریش کو تنبیہ کی گئی ہے کہ فخر و غرور میں مبتلا ہو کر ایک واضح حق کی تکذیب نہ کرو۔ تم سے پہلے جن قوموں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی ان پر اللہ کی وعید پوری ہو کر رہی۔ ان نمایاں قوموں میں سے قوم نوح، اصحاب الرس، ثمود و عاد، فرعون، قوم لوط، اصحاب الایکہ اور قوم تبع کے کردار و انجام کا ذکر کیا گیا ہے: ﴿كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ﴾ لہٰذا اگر انہی کی چال تم نے بھی اختیار کی تو کوئی وجہ نہیں کہ تمھارا انجام ان سے مختلف ہو۔

(آیات ۱۵-۱۸) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں جو خیالات اٹھتے ہیں ان سے ہم واقف ہیں اور ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾ جس وقت دو لینے والے جا لیتے ہیں ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے۔ انسان منہ سے کوئی لفظ نکال نہیں پاتا مگر اس کے پاس نگہبان تیار ہے: ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾ یعنی لوگوں کے افعال و اقوال کا ریکارڈ محفوظ رکھنے کے لیے اس نے اہتمام کر رکھا ہے۔

(آیات ۱۹-۳۵) قیامت کی تصویر کشی کی گئی ہے کہ سراسیمگی کی حالت میں مجرموں کو جہنم میں پھینک دیے جانے کا حکم ہوگا، پھر بھی جہنم اپنی تشنگی کا اظہار کرے گی اور ﴿هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ﴾ پکارے گی، لیکن جنت پرہیزگاروں کے لیے بالکل قریب کر دی جائے گی اور کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ تم اس جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہاں جو چاہیں گے میسر ہوگا، بلکہ ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔

(آیات ۳۶-۳۷) کفار قریش کو تنبیہ و تہدید کی گئی ہے کہ اپنی قوت و شوکت پر زیادہ نہ اترائیں اور اس گھمنڈ میں نہ رہیں کہ ان پر زوال نہیں آ سکتا۔ تم سے پہلے بھی کتنی ہی قومیں گزر چکی ہیں، جو تم سے طاقت و شوکت میں بہت آگے تھیں۔ اللہ نے ان کو عین ان کے دور عروج میں پکڑا اور اس طرح پکڑا کہ زمین اپنی وسعتوں کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی۔ ان سرگزشتوں میں ان لوگوں کے لیے بڑا سامان عبرت ہے جن کے پاس عبرت پذیر دل اور سننے والے کان ہیں: ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ﴾

(آیات ۳۸-۴۵) نبی کریم ﷺ کو صبر و استقامت کی تلقین، حصول صبر کے لیے اہتمام نماز کی تاکید اور مخالفین کے معاملے کو اس دن پر چھوڑنے کی ہدایت کی گئی ہے جس کا ظہور لازمی ہے۔ آپ کی ذمہ داری انذار تک محدود ہے۔ لوگوں کے دلوں میں ایمان کا اتار دینا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے۔ بس اسی قرآن کے ذریعے سے ان لوگوں کو آگاہ کر دیجیے جو اللہ کی وعید سے ڈرنے والے ہیں۔ اگر یہ لوگ اس کا مذاق اڑائیں گے تو اس کے نتائج سے خود دوچار ہوں گے: ﴿فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ : 27

(آیات ٤٦-٣٨) فرعون، عاد، ثمود اور قوم نوح کے واقعات کی طرف اجمالی اشارہ کیا گیا ہے کہ ان قوموں نے بھی مکافاتِ عمل کے قانون سے بے پروا ہو کر زندگی گزاری اور اپنے رسولوں کے انذار کی کوئی پروا نہیں کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت قاہرہ سے سب کو تباہ کر دیا۔ اس کے لیے اس کو کوئی اہتمام نہیں کرنا پڑا، بلکہ اس کی ہواؤں اور اس کے بادلوں نے ہی ان کا صفایا کر کے رکھ دیا۔

(آیات ٦٠-٤٧) سورت کے آخر میں پوری سورت کے اس مضمون کو سمیٹ دیا گیا ہے کہ جو اللہ آسمانوں اور زمین کا خالق ہے اور جس نے ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا، اسی نے دنیا کا جوڑا آخرت کی صورت میں پیدا کیا ہے۔ وقوع قیامت انہونی چیز نہیں ہے۔ تم سب کی پیشی اللہ کے ہاں ہونی ہے، اسی کی طرف بھاگو۔ اس کے سوا کسی سے لو نہ لگاؤ۔ اے نبی! آپ سے پہلے تمام انبیاء کے ساتھ ایسا ہی سلوک ہوا جس طرح آپ کے ساتھ ہو رہا ہے۔ ان سرکشوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجیے۔ مومنوں کو یاددہانی نفع پہنچاتی ہے، اس لیے ان کو برابر یاددہانی کراتے رہیے: ﴿وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ان کو یہ بھی بتا دیجیے کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے ہی پیدا کیا ہے۔ ان پر رزق کی کوئی ذمہ داری نہیں ڈالی اور نہ میں نے ان پر لازم کیا ہے کہ یہ مجھے کھلائیں۔ میں خود سب کا روزی رساں ہوں اور بڑی قوت و طاقت والا ہوں: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۝ مَاۤ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّ مَاۤ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾ جو بندے میری بندگی کا حق ادا کرنے کے لیے سب سے بے نیاز ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے، ان کی کفالت و نصرت کے لیے میں کافی ہوں۔ دوسرے ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ رہے یہ ظالم لوگ تو اس دنیا میں ان کا جو حصہ مقدر ہے، وہ پائیں گے۔ ان کے جلدی مچانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو اس مہلت سے محروم نہیں کرے گا جو اتمام حجت کے لیے ضروری ہے، لیکن بالآخر ان کو اسی دن سے سابقہ پیش آنا ہے جس سے ان کو ڈرایا جا رہا ہے: ﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ الطُّوْرِ

سورۂ طور مکہ میں نازل ہوئی، اس میں انچاس آیات اور دو رکوع ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت اور موضوع

اس سورت کا نام پہلے ہی لفظ: ﴿وَالطُّوْرِ﴾ سے ماخوذ ہے۔

پچھلی دونوں سورتوں سورۂ ق اور سورۂ ذاریات میں زندگی بعد موت، حشر ونشر اور جزا وسزا کے عقلی و نفسی اور آفاقی کے دلائل بیان ہوئے ہیں اور انداز بیان عمومیت یعنی جزا وسزا دونوں کے پہلو لیے ہوئے ہے، چنانچہ سورۂ ذاریات میں بنیادی مضمون کی حیثیت اسی کو حاصل ہے: ﴿اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۝ وَّ اِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ﴾ بے شک جس چیز کی دھمکی تم کو دی جا رہی ہے، وہ سچی ہے اور جزا وسزا واقع ہو کر رہے گی۔

یہ جزا وسزا کے دونوں پہلوؤں پر حاوی ہے، خواہ اس کا تعلق رحمت سے ہو یا عذاب سے۔ اس سورت میں عذاب کے پہلو کو زیادہ نمایاں فرمایا ہے، چنانچہ تاریخی اور آفاقی شواہد کا حوالہ دینے کے بعد قریش کو نہایت واضح الفاظ میں دھمکی دی ہے: ﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ﴾ کہ بے شک تیرے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا، جس کو کوئی روک نہیں سکتا۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

اس سورت کا بنیادی مضمون بھی پچھلی سورتوں والا معلوم ہوتا ہے جن میں عقیدۂ توحید و آخرت کو پوری تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ یہاں آخرت کی شہادت دینے والے چند آثار و حقائق کی قسم کھا کر پورے زور سے کہا گیا ہے کہ وہ ضرور واقع ہو کر رہے گی۔

یہ سورت ایک تمہید اور تین تقاریر پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں مخالفین کی سخن سازیوں اور تہمت تراشیوں کی طرف اشارہ ہے۔ وہ کبھی آپ کو کاہن، کبھی مجنون اور کبھی شاعر کہتے تھے، تاکہ آپ کی دعوت ناکام ہو جائے۔ دوسرے حصے میں متمردین کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ وقت آنے والا ہے جب ان کی ساری چالیں بے کار ہو جائیں گی اور آخرت کے عذاب سے پہلے وہ اس دنیا میں بھی عذاب سے دوچار ہوں گے اور تیسرے حصے میں اہل ایمان پر ہونے والے انعامات کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ آخر میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ ان مکذبین کے عناد کی پروا نہ کریں، آپ ہر وقت ہماری نگرانی میں ہیں۔ ایک لمحہ کے لیے بھی ہماری کڑی نگرانی سے باہر نہیں ہیں، لہٰذا آپ صبر و تحمل سے مکذبین کے الزامات سے بے پروا ہو کر اللہ کی یاد میں مگن رہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱ - ۱٦) ﴿وَالطُّوْرِ ۙ﴿١﴾ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۙ﴿٢﴾ فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۙ﴿٣﴾ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۙ﴿٤﴾ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۙ﴿٥﴾ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۙ﴿٦﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۙ﴾

اس تمہیدی حصے میں بعض اہم تاریخی و آفاقی حقائق کو شہادت کے طور پر پیش کر کے متمردین کو دھمکی دی گئی ہے کہ جس عذاب سے تم کو ڈرایا جا رہا ہے، اس کے لیے جلدی نہ مچاؤ، بلکہ اپنی مخالفانہ روش کو بدلو، کیونکہ اس صورت میں آنے والے عذاب کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اس کے بعد چند آیات میں روز محشر کے عذاب کی تصویر کھینچی گئی ہے اور تکذیب کرنے والوں کا اس دن جو حشر ہوگا اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

بے شک تمہارے رب کا عذاب واقع ہو کر رہنے والا ہے، اسے کوئی ٹالنے والا نہیں۔ جس دن آسمان تھرتھرانے لگے گا اور پہاڑ اڑے پھریں گے۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے تباہی ہے جو اپنی حجت بازیوں میں کھیل کود رہے ہیں۔ جس دن وہ دھکے دے دے کر آتش جہنم کی طرف لائے جائیں گے، یہی وہ آتش جہنم ہے جسے تم جھوٹ بتلاتے تھے۔ بتاؤ کیا یہ سحر ہے؟ یا تم دیکھتے ہی نہیں ہو؟ جاؤ جہنم میں، اب تمہارا صبر کرنا، نہ کرنا برابر ہے۔ تمہیں فقط تمہارے کیے کا بدلہ دیا جائے گا۔

متقین کی سرفرازی کی ایک جھلک

(آیات ۱۷ -۲۸) مکذبین کے بالمقابل متقین پر اللہ تعالیٰ جو انعام اور فضل فرمائے گا اسے بیان کیا گیا ہے اس انعام کا خاص پہلو جو یہاں نمایاں کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کے جو بندے آل و اولاد کی دنیا بنانے سے زیادہ ان کی عاقبت سنوارنے کی کوشش کریں، اللہ تعالیٰ ان کی باایمان اولاد کو جنت میں ان کے ساتھ جمع فرما دے گا۔ اگرچہ اولاد اپنے اعمال کے اعتبار سے ان کے درجے کی مستحق نہ ہو۔ اس کی یکجائی کے لیے اونچے درجے کے مستحقین کے درجے کو نیچا نہیں کیا جائے گا بلکہ نیچے درجے والوں کا مرتبہ اونچا کر دیا جائے گا۔ اصل نتائج کا انحصار تو آدمی کے اعمال ہی پر ہوگا۔ اس لیے نہ کسی کے عمل میں کوئی کمی ہوگی اور نہ کوئی ایمان سے محروم شخص جنت میں جا سکے گا، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل کا دروازہ مومن بندوں کے لیے کھلا رہے گا۔

صاحب وحی کاہن و شاعر نہیں ہے

(آیات ۲۹ -٤۹) اختتام سورت میں منکرین کے بعض شبہات کا جواب دیا گیا ہے اور نبی کریم ﷺ کو تلقین کی گئی ہے کہ ان کے معاملے میں درگزر سے کام لیں۔ وہ دن آنے والا ہے جب ان کو کوئی چیز نفع نہیں دے گی اور ان کی کوئی مکاری نہیں چلے گی۔ آپ فکر نہ کریں، آپ ہماری نگاہوں میں ہیں۔ اپنے رب کی حمد، تسبیح کرتے رہیں، اٹھتے وقت، رات کے وقت اور ستارے غروب ہونے کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معاندین کی مہم کے جواب میں آپ صبر و استقامت سے کام لیں اور اس کے لیے استغفار، تسبیح اور نماز بالخصوص مغرب، عشا، تہجد اور فجر کی نمازوں کا اہتمام کریں، نیز تلاوت قرآن اور اللہ کے ذکر پر مداومت کریں: ﴿وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ﴾ تو اپنے رب کے حکم کے انتظار میں صبر سے کام لیجیے، بے شک آپ ہماری نگاہوں میں ہیں۔ جب آپ کھڑے ہوں تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے اور رات کو بھی اس کی تسبیح کیجیے اور ستاروں کے ڈوبتے وقت بھی۔

سُوْرَةُ النَّجْمِ

سورۂ نجم مکی ہے، اس میں باسٹھ آیات اور تین رکوع ہیں

سورت کا نام اور ربطِ سورت

اس سورت کا نام اس کے پہلے ہی لفظ: ﴿وَالنَّجْمِ﴾ سے لیا گیا ہے۔

پچھلی سورت کے مرکزی مضمون اور اس کے خاتمے کو سامنے رکھیے اور اس سورت کے آغاز کو دیکھیے تو دونوں میں بڑی واضح مناسبت نظر آئے گی۔ سورۂ طور کی آخری آیت میں ارشاد ہوا: ﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ﴾ اور اس سورت کی پہلی آیت: ﴿وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ﴾ ہے گویا گزشتہ سورت کی آخری اور اس سورت کی پہلی آیت نے دونوں میں ایک خوبصورت حلقۂ اتصال کی شکل پیدا کر دی ہے۔ اس قسم کے اتصالات اکثر مقامات پر پائے جاتے ہیں۔ بعض جگہ لفظی اور بعض جگہ معنوی اور بعض مقامات پر لفظی بھی اور معنوی بھی ایک ساتھ۔ جن کی طرف عموماً ہم اشارہ کرتے رہے ہیں۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

یہ سورت گزشتہ سورۂ طور کی طرح ہی ہے۔ دونوں کا مرکزی مضمون ایک ہی ہے، یعنی جزا و سزا کا اثبات۔ گزشتہ سورت میں عذاب کے پہلو کو نمایاں کیا گیا ہے اور اس میں باطل شفاعت کا رد کیا گیا ہے جس میں مشرکین مبتلا تھے، کیونکہ عذاب کی دھمکی اس وقت تک بے اثر ہوتی ہے جب تک انھیں اپنے باطل سفارشیوں کی سفارش کا بھروسا ہو۔ اسی لیے قرآن نے قیامت اور توحید دونوں کا ذکر ساتھ ساتھ کیا ہے تاکہ مشرکین کے ذہن میں کوئی غلط فہمی باقی نہ رہے۔ پچھلی سورتوں میں شفاعت کی تردید اجمالی طور پر کی گئی ہے۔ اس سورت میں اسے پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ گویا ان دونوں سورتوں کا مشترک مضمون یہ ہے کہ کفر و تکذیب پر عذاب لازمی ہے اور اپنے جن مزعومہ معبودوں کی شفاعت پر یہ لوگ تکیہ کیے ہوئے ہیں، اول تو ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے اگر کوئی حقیقت ہے بھی تو وہ ان کی پوجا پاٹ سے بے خبر ہیں۔

یہ سورت تقریباً رمضان ۵ نبوی میں نازل ہوئی اس کی تائید بخاری و مسلم میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱- ١٦) ﴿وَالطُّوْرِ ۙ﴿۱﴾ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۙ﴿۲﴾ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۙ﴿۳﴾ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۙ﴿۴﴾ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۙ﴿۵﴾ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۙ﴿۶﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۙ﴾

اس تمہیدی حصے میں بعض اہم تاریخی و آفاقی حقائق کو شہادت کے طور پر پیش کر کے متمردین کو دھمکی دی گئی ہے کہ جس عذاب سے تم کو ڈرایا جارہا ہے، اس کے لیے جلدی نہ مچاؤ، بلکہ اپنی مخالفانہ روش کو بدلو، کیونکہ اس صورت میں آنے والے عذاب کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اس کے بعد چند آیات میں روزِ محشر کے عذاب کی تصویر کھینچی گئی ہے اور تکذیب کرنے والوں کا اس دن جو حشر ہوگا اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

بے شک تمہارے رب کا عذاب واقع ہو کر رہنے والا ہے، اسے کوئی ٹالنے والا نہیں۔ جس دن آسمان تھرتھرانے لگے گا اور پہاڑ اڑے پھریں گے۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے تباہی ہے جو اپنی حجت بازیوں میں کھیل کود رہے ہیں۔ جس دن وہ دھکے دے دے کر آتشِ جہنم کی طرف لائے جائیں گے، یہی وہ آتشِ جہنم ہے جسے تم جھوٹ بتلاتے تھے۔ بتاؤ کیا یہ سحر ہے؟ یا تم دیکھتے ہی نہیں ہو؟ جاؤ جہنم میں، اب تمہارا صبر کرنا، نہ کرنا برابر ہے۔ تمہیں فقط تمہارے کیے کا بدلہ دیا جائے گا۔

متقین کی سرفرازی کی ایک جھلک

(آیات ۱۷ -۲۸) مکذبین کے بالمقابل متقین پر اللہ تعالیٰ جو انعام اور فضل فرمائے گا اسے بیان کیا گیا ہے اس انعام کا خاص پہلو جو یہاں نمایاں کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کے جو بندے آل و اولاد کی دنیا بنانے سے زیادہ ان کی عاقبت سنوارنے کی کوشش کریں، اللہ تعالیٰ ان کی باایمان اولاد کو جنت میں ان کے ساتھ جمع فرمادے گا۔ اگرچہ اولاد اپنے اعمال کے اعتبار سے ان کے درجے کی مستحق نہ ہو۔ اس کی یکجائی کے لیے اونچے درجے کے مستحقین کے درجے کو نیچا نہیں کیا جائے گا بلکہ نیچے درجے والوں کا مرتبہ اونچا کر دیا جائے گا۔ اصل نتائج کا انحصار تو آدمی کے اعمال ہی پر ہوگا۔ اس لیے نہ کسی کے عمل میں کوئی کمی ہوگی اور نہ کوئی ایمان سے محروم شخص جنت میں جا سکے گا، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل کا دروازہ مومن بندوں کے لیے کھلا رہے گا۔

صاحبِ وحی کاہن و شاعر نہیں ہے

(آیات ۲۹ -٤٩) اختتام سورت میں منکرین کے بعض شبہات کا جواب دیا گیا ہے اور نبی کریم ﷺ کو تلقین کی گئی ہے کہ ان کے معاملے میں درگزر سے کام لیں۔ وہ دن آنے والا ہے جب ان کو کوئی چیز نفع نہیں دے گی اور ان کی کوئی مکاری نہیں چلے گی۔ آپ فکر نہ کریں، آپ ہماری نگاہوں میں ہیں۔ اپنے رب کی حمد، تسبیح کرتے رہیں، اٹھتے وقت، رات کے وقت اور ستارے غروب ہونے کے بعد۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معاندین کی مہم کے جواب میں آپ صبر واستقامت سے کام لیں اور اس کے لیے استغفار، تسبیح اور نماز بالخصوص مغرب، عشا، تہجد اور فجر کی نمازوں کا اہتمام کریں، نیز تلاوت قرآن اور اللہ کے ذکر پر مداومت کریں: ﴿وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ﴾ تو اپنے رب کے حکم کے انتظار میں صبر سے کام لیجیے، بے شک آپ ہماری نگاہوں میں ہیں۔ جب آپ کھڑے ہوں تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے اور رات کو بھی اس کی تسبیح کیجیے اور ستاروں کے ڈوبتے وقت بھی۔

سُورَةُ النَّجْمِ

سورۂ نجم مکی ہے، اس میں باسٹھ آیات اور تین رکوع ہیں

سورت کا نام اور ربطِ سورت

اس سورت کا نام اس کے پہلے ہی لفظ: ﴿وَالنَّجْمِ﴾ سے لیا گیا ہے۔

پچھلی سورت کے مرکزی مضمون اور اس کے خاتمے کو سامنے رکھیے اور اس سورت کے آغاز کو دیکھیے تو دونوں میں بڑی واضح مناسبت نظر آئے گی۔ سورۂ طور کی آخری آیت میں ارشاد ہوا: ﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ﴾ اور اس سورت کی پہلی آیت: ﴿وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ﴾ ہے گویا گزشتہ سورت کی آخری اور اس سورت کی پہلی آیت نے دونوں میں ایک خوبصورت حلقۂ اتصال کی شکل پیدا کردی ہے۔ اس قسم کے اتصالات اکثر مقامات پر پائے جاتے ہیں۔ بعض جگہ لفظی اور بعض جگہ معنوی اور بعض مقامات پر لفظی بھی اور معنوی بھی ایک ساتھ۔ جن کی طرف عموماً ہم اشارہ کرتے رہے ہیں۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

یہ سورت گزشتہ سورۂ طور کی طرح ہی ہے۔ دونوں کا مرکزی مضمون ایک ہی ہے، یعنی جزا وسزا کا اثبات۔ گزشتہ سورت میں عذاب کے پہلو کو نمایاں کیا گیا ہے اور اس میں باطل شفاعت کا رد کیا گیا ہے جس میں مشرکین مبتلا تھے، کیونکہ عذاب کی دھمکی اس وقت تک بے اثر ہوتی ہے جب تک انھیں اپنے باطل سفارشیوں کی سفارش کا بھروسا ہو۔ اسی لیے قرآن نے قیامت اور توحید دونوں کا ذکر ساتھ ساتھ کیا ہے تاکہ مشرکین کے ذہن میں کوئی غلط فہمی باقی نہ رہے۔ پچھلی سورتوں میں شفاعت کی تردید اجمالی طور پر کی گئی ہے۔ اس سورت میں اسے پوری وضاحت کے ساتھ بیان کردیا گیا ہے۔ گویا ان دونوں سورتوں کا مشترک مضمون یہ ہے کہ کفر وتکذیب پر عذاب لازمی ہے اور اپنے جن مزعومہ معبودوں کی شفاعت پر یہ لوگ تکیہ کیے ہوئے ہیں، اول تو ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے اگر کوئی حقیقت ہے بھی تو وہ ان کی پوجا پاٹ سے بے خبر ہیں۔

یہ سورت تقریباً رمضان ۵ نبوی میں نازل ہوئی اس کی تائید بخاری ومسلم میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے کہ یہ وہ پہلی سورت ہے جسے نبی کریم ﷺ نے قریش کے ایک مجمع عام میں سنایا تھا، مجمع میں کافر اور مومن سبھی موجود تھے آخر میں جب آپ نے آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کیا تو تمام حاضرین آپ کے ساتھ سجدے میں گر گئے۔ صرف امیہ بن خلف نے سجدہ کرنے کی بجائے کچھ مٹی اٹھا کر اپنی پیشانی سے لگالی اور کہا کہ میرے لیے یہی کافی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعد میں میری آنکھوں نے دیکھا کہ وہ کفر کی حالت میں قتل ہوا۔①

رجب ۵ نبوی میں ہجرت حبشہ ہوئی، اسی سال رمضان میں سب کے سجدہ کرنے کا یہ واقعہ پیش آیا تو حبش کے مہاجرین تک یہ قصہ اس شکل میں پہنچا کہ کفار مسلمان ہو گئے ہیں۔ اس خبر کو سن کر کچھ لوگ شوال سن ۵ نبوی میں مکہ واپس آ گئے مگر یہاں آ کر معلوم ہوا کہ ظلم کی چکی پہلے کی طرح چل رہی ہے۔

تقریر کا موضوع کفار مکہ کو اس رویے کی غلطی پر متنبہ کرنا ہے جو وہ قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں اختیار کیے ہوئے تھے۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱ - ۱۸) ﴿وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ① مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۚ② وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۭ③ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾

کلام کا آغاز اس بات سے ہوا کہ یہ قرآن تمہارے کاہنوں اور نجومیوں کی ٹامک ٹوئیاں نہیں ہیں، نہ اس قرآن کو پیش کرنے والے محمد ﷺ بہکے اور بھٹکے ہوئے آدمی ہیں، جیسا کہ تم ان کے متعلق مشہور کرتے پھرتے ہو اور نہ اسلام کی یہ تعلیم اور دعوت انہوں نے خود دل سے گھڑلی ہے۔ بلکہ جو کچھ وہ پیش کر رہے ہیں وہ ان پر نازل ہونے والی وحی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب ترین اور معتمد ترین فرشتے کے ذریعے سے نازل کیا ہے۔ جن حقیقتوں کو وہ تمہارے سامنے پیش کر رہے ہیں وہ ان کی آنکھوں دیکھی ہیں۔ انہوں نے وحی نازل کرنے والے فرشتے کو خود دیکھا ہے اور اپنے رب کی عظیم نشانیوں کا براہ راست مشاہدہ کیا ہے۔

(آیات ۱۹ -۲۸) مشرکین پر واضح کیا جا رہا ہے کہ محمد ﷺ جو کچھ پیش کر رہے ہیں وہ خالص اور حقیقی مشاہدات ہیں۔ اس کے مقابلے میں جس دین کی تم پیروی کرتے ہو وہ محض انکل پچو، گمان اور من مانے مفروضات ہیں۔ تم نے لات و منات اور عزیٰ جیسی چند دیویوں کو معبود بنا رکھا ہے، حالانکہ ان کا الوہیت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ تم نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دے رکھا ہے، حالانکہ خود تم اپنے لیے بیٹی کو عار سمجھتے ہو: ﴿اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ㉑ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى﴾ اسی طرح جن اوہام کو تم نے حقیقت سمجھ رکھا ہے ان کا واقعیت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ دین وہی صحیح ہوتا ہے جو حقیقت کے مطابق ہو، قیاس و گمان کام نہیں دیتا: ﴿وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا﴾ بلکہ اس کے لیے علم درکار ہے۔ وہ علم جب تمہارے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو تم اس سے منہ موڑتے ہو اور الٹا اس شخص کو گمراہ کہتے ہو جو تمہیں صحیح بات بتا رہا ہے۔

① صحيح البخاري: ۱۰۷۰؛ صحيح مسلم: ۵۷۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(آیات ۳۲-۲۹) منکرین کی اس بے راہ روی کا سبب آخرت کا انکار ہے، ان کی دوڑ دھوپ صرف دنیا تک ہی ہوئی ہے۔ یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہی ساری کائنات کا مالک و مختار ہے، راست رو وہی ہے جو اس کے راستے پر ہو اور گمراہ وہ ہے جو اس کی راہ سے ہٹا ہوا ہو۔ کسی کی مجال نہیں کہ وہ بُرے لوگوں کو اس کی پکڑ سے بچا سکے یا نیکوں کو ان کی نیکی کے صلے سے محروم کر سکے۔ اللہ کے ہاں اچھے صلے کا حق دار ہر مدعی نہیں ہے بلکہ وہی ہے جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائیوں سے اجتناب کرتا رہا یقیناً اس طرح کے لوگ اللہ کی رحمت کے حق دار ہوں گے۔ اگر کبھی ان کا پاؤں کسی برائی پر پڑ جائے تو اللہ کا دامن مغفرت بہت وسیع ہے۔ وہ ان کی لغزشوں سے درگزر فرمائے گا: ﴿ اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓىِٕرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ﴾ رہے وہ غلط لوگ جنھوں نے اپنے حسب و نسب اور خیالی معبودوں کی سفارش کے زعم میں اپنے لیے اللہ کے ہاں اونچے اونچے مراتب محفوظ سمجھے ہیں، وہ اپنی پاک دامنی کی حکایت زیادہ نہ بڑھائیں۔ اللہ ان کی پیدائش کے تمام مراحل اور ان کے سارے اعمال سے اچھی طرح واقف ہے: ﴿ فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴾

(آیات ۵۵-۳۳) ان لوگوں کا کردار بیان ہوا جو اللہ کی راہ میں کچھ دینے دلانے یا کسی قربانی کا حوصلہ تو ذرا نہیں رکھتے، لیکن اس زعم میں مبتلا ہیں کہ وہ سیدنا موسیٰ اور ابراہیم علیہما السلام جیسے جلیل القدر انبیاء کے نام لیوا اور ان کی ذریت میں سے ہیں، اس لیے وہ جنت کے پیدائشی حق دار ہیں۔ حالانکہ دین اسلام انھی حقیقتوں کا نقیب ہے جو صدیوں پہلے سیدنا ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں میں بیان ہو چکی ہیں کہ اللہ کے ہاں ہر ایک کا اپنا عمل تولا جائے گا۔ یہ نہیں ہوگا کہ عمل کسی نے کیا اور اس کا صلہ کسی اور کو ملے: ﴿ وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۙ وَ اَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰى ﴾ اس ضمن میں یہ حقیقت بھی نہایت زور دار الفاظ میں واضح فرمادی گئی ہے کہ رنج و راحت، موت و حیات، اولاد و مال، دولت و ثروت سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ اس لیے ہر حال میں صرف اللہ ہی سے وابستہ رہنا چاہیے۔ یہ بھی جان رکھو کہ محمد ﷺ کوئی نیا دین یا عقیدہ لے کر نہیں آئے ہیں۔ صحفِ سابقہ کے حوالے سے یہ بات بھی نقل کر دی کہ عاد و ثمود، قوم نوح اور قوم لوط کی تباہی اتفاقی حوادث کا نتیجہ نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسی ظلم و طغیان کی پاداش میں ان کو ہلاک کیا تھا جس سے کفار مکہ کسی طرح باز نہیں آ رہے تھے۔

(آیات ۶۲-۵۶) تقریر کا خاتمہ اس بات پر کیا گیا ہے جہاں سے اس سورت کا آغاز کیا گیا تھا کہ یہ قرآن کسی کاہن یا نجومی کا کلام نہیں ہے، بلکہ یہ اسی طرح کا نذیر ہے جس طرح کے نذیر اس سے پہلے آ چکے ہیں: ﴿ هٰذَا نَذِیْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴾ اب فیصلے کی گھڑی قریب آ لگی ہے جسے کوئی ٹال نہیں سکتا، اس سے پہلے پہلے محمد ﷺ کی دعوت کو مان لو، اللہ کے حکم کے سامنے جھک جاؤ اور اپنی ہلاکت آفرین روش سے رک جاؤ۔ قرآن جس حقیقت سے آگاہ کر رہا ہے، اس پر تعجب نہ کرو بلکہ اپنی اصلاح کرو۔ تم اس پر ہنستے ہو حالانکہ یہ ہنسنے کی چیز نہیں بلکہ تمھارے لیے رونے کی چیز ہے۔ اپنے غفلت کے بستر لپیٹو اور اپنے رب کے سامنے سجدہ کرو اور اس کی بندگی کرو: ﴿ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَ اعْبُدُوْا ﴾

یہی وہ مؤثر خاتمۂ کلام تھا جسے سن کر سخت متعصب منکرین بھی ضبط نہ کر سکے اور رسول اللہ ﷺ نے جب کلام الٰہی کے یہ فقرے ادا کر کے سجدہ کیا تو وہ بھی بے اختیار سجدے میں گر گئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَۃُ الْقَمَرِ

سورۂ القمر مکی ہے، اس میں پچپن آیات اور تین رکوع ہیں

سورت کا نام اور ربطِ سورت

پہلی ہی آیت کے فقرے: ﴿وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ سے اس کا نام ماخوذ ہے۔

اس سورت کی اپنی سابقہ سورت کے ساتھ ظاہری اور معنوی دونوں مناسبتیں ہیں۔

سورۂ نجم اس مضمون پر ختم ہوئی کہ ﴿اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ﴾ (قریب آ پہنچی قریب آنے والی) اور اس سورت کا آغاز: ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ (قیامت قریب آ چکی اور چاند پھٹ گیا) سے ہوا، یہ مناسبت معنوی ہے۔

اور ظاہری مناسبت اس طرح کہ پہلی سورت میں ستاروں کے ہبوط وسقوط سے دعوے پر شہادت پیش کی گئی ہے اور اس میں چاند کے پھٹنے سے۔

آیت ترجیع

اس سورت میں آیت: ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ بار بار دہرائی گئی ہے۔ جس سورت میں کسی آیت کی ترجیع ہو اس کو سورت میں خاص اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ گویا متکلم تھوڑے تھوڑے وقفے سے اپنے دعوے پر دلائل بیان کرتے ہوئے ضدی مخاطب کو بار بار توجہ دلاتا ہے کہ اپنی ضد ہی پر کیوں اڑے ہوئے ہو، اس واضح حقیقت پر غور کیوں نہیں کرتے جو تمہارے سامنے دلائل کی روشنی میں پیش کی جا رہی ہے۔

یہاں مخاطب وہ مکذبین ہیں جو قرآن کے انذار کی تصدیق نہیں کرتے انہیں پچھلی قوموں کی تاریخ، سنا کر متنبہ فرمایا ہے کہ آخر ان قوموں کے انجام سے عبرت حاصل کیوں نہیں کرتے، کیوں مچلے جا رہے ہو کہ جب یہی کچھ تمہارے سروں پر بھی گزر جائے گا، تب مانو گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہے کہ اس نے تمہیں عذاب کی نشانی دکھانے کی بجائے ایک ایسی کتاب تم پر اتاری ہے، جو تمہاری تعلیم و تذکیر اور تمہارے شکوک و شبہات کو دور کرنے کے لیے ہر پہلو سے جامع و کامل اور تمام ضروری اوصاف و محاسن سے آراستہ ہے۔ لیکن تمھارا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی جگہ تم اس کے عذاب کے طلب گار بنے ہوئے ہو۔

شق قمر کا واقعہ

اس سورت میں شق قمر کا واقعہ مذکور ہے جو ہجرت سے تقریباً پانچ سال پہلے مکہ معظمہ میں منیٰ کے مقام پر پیش آیا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کفار مکہ کو اس ہٹ دھرمی پر متنبہ کیا گیا ہے جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے مقابلے میں اختیار کر رکھی تھی۔ شق قمر کا حیرت انگیز واقعہ اس بات کا صریح نشان تھا، وہ قیامت جس کے آنے کی خبر رسول اللہ ﷺ دے رہے تھے فی الواقع برپا ہو سکتی ہے اور اس کی آمد کا وقت قریب آ لگا ہے۔ چاند جیسا عظیم الشان کُرہ ان کی آنکھوں کے سامنے دو ٹکڑے ہوا، پھر جڑ کر اپنی اصلی حالت میں واپس چلا گیا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نظام کائنات ازلی و غیر فانی نہیں ہے، وہ درہم برہم ہو سکتا ہے، بڑے بڑے ستارے و سیارے پھٹ سکتے ہیں، بکھر سکتے ہیں، ایک دوسرے سے ٹکرا سکتے ہیں اور وہ سب کچھ ہو سکتا ہے جس کا نقشہ قرآن کھینچ رہا ہے۔ یہی نہیں، بلکہ یہ اس امر کا بھی پتہ دے رہا ہے کہ نظام عالم درہم برہم ہونے کا آغاز ہو گیا ہے اور وہ وقت قریب ہے جب قیامت برپا ہو گی۔ نبی کریم ﷺ نے اسی حیثیت سے لوگوں کو اس واقعہ کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ دیکھو اور گواہ رہو، مگر کفار نے اسے جادو کا کرشمہ قرار دیا اور اپنے انکار پر جمے رہے، اسی ہٹ دھرمی پر انہیں اس سورت میں تنبیہ کی گئی ہے۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱ - ۸) ﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ① وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ② وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ③ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ④ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ⑤ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ⑥ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ⑦ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ۭ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴾

کلام کا آغاز اس بات سے فرمایا کہ قیامت قریب آ لگی ہے اور چاند بھی پھٹ چکا، مگر یہ لوگ نہ سمجھتے ہیں، نہ تاریخ سے عبرت حاصل کرتے ہیں اور نہ آنکھوں سے صریح نشانیاں دیکھ کر ایمان لاتے ہیں۔ یہ عقل کے پیرو نہیں بلکہ اپنی خواہشات کے غلام ہیں۔ یہ آپ کی پکار سننے والے نہیں ہیں۔ ان کا معاملہ اب اس پکارنے والے پر چھوڑ دیجیے جو قرآن کی بجائے ان کو جہنم کے لیے پکارے گا اور اس کی پکار پر وہ قبروں سے اس طرح نکلیں گے جس طرح پراگندہ ٹڈیاں اڑتی ہیں، پھر منکرین کہیں گے: یہ تو بڑا کٹھن دن ہے۔

سیدنا نوح و دیگر انبیاء علیہم السلام بھی جھٹلائے گئے

(آیات ۹ - ۴۲) نبی کریم ﷺ کو کفار کبھی دیوانگی کا طعنہ دیتے اور کبھی کچھ کہتے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا جس طرح آپ کی تکذیب کی جا رہی ہے اسی طرح سیدنا نوح علیہ السلام کے ساتھ بھی کیا گیا: ﴿ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ﴾ قوم نوح کے علاوہ عاد و ثمود، قوم لوط اور آل فرعون کی سرگزشتیں بھی سنائی گئیں، کیونکہ ان حقائق میں درس عبرت موجود ہے کہ اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں کی تنبیہات کو جھٹلا کر یہ قومیں کس دردناک عذاب سے دوچار ہوئیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک ایک قوم کا قصہ بیان کرنے کے بعد بار بار یہ بات دہرائی گئی ہے کہ یہ قرآن نصیحت کا آسان ذریعہ ہے: ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ﴾ جس سے اگر کوئی قوم سبق لے کر راہ راست پر آجائے تو ان عذابوں کی نوبت نہیں آسکتی جو ان قوموں پر نازل ہوئے۔ آخر یہ کیا حماقت ہے کہ کوئی شخص اس آسان ذریعے سے نصیحت قبول کرنے کی بجائے اسی پر اصرار کرے کہ وہ عذاب دیکھے بغیر نہ مانے گا۔

اب زہر شہد نہیں بن گیا

(آیات ۴۳ - ۵۵) اس طرح پچھلی قوموں کی تاریخ سے عبرتناک مثالیں دینے کے بعد کفار مکہ کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے کہ جس طرز عمل پر دوسری قومیں سزا پا چکی ہیں، وہی طرز عمل اگر تم اختیار کرو تو آخر تم سزا کیوں نہیں پاؤ گے۔ اگر زہر اس وقت ہلاکت آفرین تھا تو آج وہ حیات بخش نہیں بن گیا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں میں ان کے لیے کوئی پروانۂ معافی لکھ دیا ہے؟ ﴿أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ أُولَٰئِكُمْ أَمْ لَكُم بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ﴾ کیا ان کو کوئی گمان ہے کہ وہ ہمارے مقابلے میں کوئی مدافعت کر لیں گے۔ اگر وہ اس حماقت میں مبتلا ہیں تو یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کو قیامت برپا کرنے کے لیے کسی بڑی تیاری کی ضرورت نہیں، اس کا بس ایک حکم ہوتے ہی پلک جھپکتے وہ برپا ہو جائے گی: ﴿وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ﴾ مگر ہر چیز کی طرح نظام عالم اور نوع انسانی کی بھی ایک تقدیر ہے جس کے لحاظ سے جو وقت اس کام کے لیے مقرر ہے، یہ نہیں کہ جب کوئی چیلنج کرے اس کو قائل کرنے کے لیے قیامت لا کھڑی کی جائے۔ اس کو آتے دیکھ کر تم سرکشی اختیار کرو گے تو اپنی شامت اعمال کا نتیجہ بھگتو گے، تمہارا کچا چٹھا اللہ کے ہاں تیار ہو رہا ہے جس میں تمہاری ہر چھوٹی بڑی حرکت ثبت ہو رہی ہے: ﴿وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ﴾ اور یاد رکھو کہ صرف اہل ایمان ہی باغوں اور نہروں کے عیش میں ہوں گے ایک صاحب اقتدار بادشاہ کے مقرب ہوں گے: ﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ۝ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ﴾

سُوْرَۃُ الرَّحْمٰنِ

سورۃ الرحمن مکی ہے، اس میں اٹھتر آیات اور تین رکوع ہیں

سورت کا نام، زمانہ نزول اور موضوع

اس سورت کا نام اس کی پہلی ہی آیت کو قرار دیا گیا ہے تاہم اس نام کو سورت کے مضمون سے بھی گہری مناسبت ہے۔ کیونکہ اس میں شروع سے آخر تک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفت رحمت کے مظاہر و ثمرات کا ذکر کیا گیا ہے۔

اپنے مزاج اور مطالب کے اعتبار سے یہ سورتوں کے اس زمرے سے تعلق رکھتی ہے جو مکی زندگی کے اس دور میں نازل ہوئی ہیں جب رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کے جوش میں مخالفین اس مطالبے پر اڑ گئے تھے کہ جب تک ان کو کوئی عذاب کی نشانی نہیں دکھا دی جاتی، اس وقت تک وہ یہ ماننے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں کہ اس نئی دعوت کی تکذیب کے نتیجے میں ان پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوئی عذاب آ سکتا ہے۔ضد اور ہٹ دھرمی کی اس ذہنیت کے سبب گزشتہ سورت میں ﴿ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴾ کی تذکیر بار بار دہرائی گئی ہے۔اس سورت میں: ﴿ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴾ کی تنبیہ بار بار کی گئی ہے۔کسی ایک ہی بات کی طرف بار بار توجہ دلانے کا یہ اسلوب اسی صورت میں اختیار کیا جاتا ہے جب مخاطب یا تو اتنا ضدی ہو کہ اپنی خواہش کے خلاف کوئی بات ماننے کے لیے تیار ہی نہ ہو یا اتنا غبی ہو کہ جب تک اس کو کان پکڑ پکڑ کر ایک ایک چیز کی طرف متوجہ نہ کیا جائے، اس سے کسی معقول بات کے سمجھنے کی توقع ہی نہ کی جاسکتی ہو۔کلام میں مخاطب کی ذہنیت اور اس کے مزاج کی رعایت ایک ناگزیر شے ہے۔ یہاں بھی ایک آیت کا بار بار اعادہ اسی غرض سے کیا گیا ہے، نیز ہر آیت اپنے محل میں اس طرح جڑی ہوئی ہے جیسے انگشتری میں نگینہ ہوتا ہے۔

پوری سورت بالکل ہم آہنگ و ہم رنگ ہے اور پڑھنے والا صاف محسوس کرتا ہے کہ یہ یکبارگی نازل ہوئی ہے۔

فضیلت سورۂ رحمٰن

ترمذی کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس سورت کو جنوں کے سامنے تلاوت کیا تو انھوں نے: ﴿ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴾ ''تم اپنے رب کی کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔'' کے جواب میں ہر بار کہا: «لَا بِشَيْءٍ مِنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ» [1] ''اے ہمارے رب! ہم تیری نعمتوں میں سے کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے، تیرے ہی لیے تمام حمد ہے۔'' شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

ابتدائے کلام میں یہ تمہید ہے کہ قرآن خدائے رحمٰن کی رحمت کا مظہر ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور اپنے فضل خاص سے اس کو نطق و ادراک اور گویائی کی اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا۔ان اعلیٰ صلاحیتوں کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی تعلیم و تربیت اعلیٰ ترین آسمانی کلام......قرآن...... کے ذریعے سے کی جائے نہ کہ عذاب کے تازیانے کے ذریعے سے۔ بدقسمت ہیں وہ لوگ جو اس کتاب سے رہنمائی حاصل کرنے کی بجائے عذاب کا مطالبہ کررہے ہیں۔

اس کے بعد آفاق وانفس کی نمایاں نشانیوں پر گویا انگلی رکھ رکھ کے انسانوں اور جنوں کو بار بار جھنجھوڑا ہے کہ یہ ساری نشانیاں ہی ہیں، تم اپنے رب کی کن کن نشانیوں کو جھٹلاؤ گے۔

شروع سورت میں خطاب کا رخ انسانوں کی طرف ہی ہے، کیونکہ زمین کی خلافت انہی کو حاصل ہے۔ اللہ کے تمام رسول انہی میں سے آئے ہیں اور تمام آسمانی کتابیں انہی کی زبانوں میں نازل کی گئی ہیں، لیکن آگے چل کر آیت ۱۳ سے انسان اور جن دونوں کو مخاطب کیا گیا ہے اور ایک ہی دعوت دونوں کے سامنے پیش کی گئی ہے۔اس لحاظ سے یہ قرآن کریم کی واحد سورت ہے جس میں انسان کے ساتھ زمین کی دوسری بااختیار مخلوق، جنوں کو بھی براہ راست خطاب کیا گیا ہے اور دونوں کو

---

[1] سنن الترمذی: ۳۲۹۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ کی قدرت کے کمالات، اس کے بے حد وحساب احسانات، اس کے مقابلے میں ان کی عاجزی و بے بسی اور اس کے حضور ان کی جواب دہی کا احساس دلا کر اس کی نافرمانی کے انجام بد سے ڈرایا گیا ہے اور فرمانبرداری کے بہترین نتائج سے آگاہ کیا گیا ہے۔ اگرچہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس کی تصریحات موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کی طرح جن بھی ایک ذی اختیار اور جواب دہ مخلوق ہے، جنہیں کفر و ایمان اور طاقت و عصیان کی آزادی بخشی گئی ہے اور ان میں بھی انسانوں ہی کی طرح کافر و مومن اور مطیع و سرکش پائے جاتے ہیں اور ان کے اندر بھی ایسے گروہ موجود ہیں جو انبیاء علیہم السلام اور کتب آسمانی پر ایمان لائے ہیں، لیکن یہ سورت اس امر کی قطعی صراحت کرتی ہے کہ رسول اور قرآن کی دعوت جن و انس دونوں کے لیے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت صرف انسانوں تک محدود نہیں ہے۔

سورت کے مضامین چھوٹے چھوٹے فقروں میں ایک خاص ترتیب سے ارشاد ہوئے ہیں۔ بار بار جن و انس سے سوال کیا گیا ہے کہ تم اپنے رب کی کس کس نعمت کی تکذیب کرو گے: ﴿ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴾ آخری رکوع میں نعمائے جنت کی ایسی دلربا تصویر کشی کی گئی ہے کہ غافل سے غافل انسان کا دل بھی ایک دفعہ جگمگا اٹھتا اور دنیا کی دلفریبیوں سے اکتاتا نظر آتا ہے۔

﴿ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴾ کا ترجمہ

﴿ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴾ کا ترجمہ اہل لغت اور اہل تفسیر نے بالعموم ''نعمتوں'' سے کیا ہے اور یہی معنی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ اور حسن بصری رحمہ اللہ سے منقول ہے۔ اس معنی کے صحیح ہونے کی ایک دلیل وہ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنوں کے اس قول کو نقل فرمایا ہے کہ وہ اس آیت کو سن کر بار بار: «لَا بِشَيْءٍ مِنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ» ① کہتے تھے۔

دوسرے معنی اس لفظ کے قدرت اور عجائب قدرت یا کمالات قدرت ہیں۔ ابن جریر طبری نے ابن زید کا قول نقل کیا ہے کہ ﴿ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴾ کے معنیٰ ہیں: «فبای قدرۃ اللّٰہ» ② ابن جریر نے خود بھی آیات ۳۷۔۳۸ کی تفسیر میں آلاء کو قدرت کے معنیٰ میں لیا ہے۔ امام رازی نے بھی آیات ۱۴۔۱۵۔۱۶ کی تفسیر میں لکھا ہے۔ یہ آیات بیان نعمت کے لیے نہیں بلکہ بیان قدرت کے لیے ہیں۔ آیات ۲۲۔۲۳ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یہ اللہ تعالیٰ کے عجائبات قدرت کے بیان میں ہے نہ کہ نعمتوں کے بیان میں۔

اس کے تیسرے معنی ہیں: خوبیاں، اوصاف حمیدہ اور کمالات و فضائل۔ اس معنی کو اہل لغت اور اہل تفسیر نے بیان نہیں کیا ہے مگر اشعار عرب میں یہ لفظ کثرت سے اس معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً نابغہ، مہلہل، فضالہ بن زید العدوانی، اجدع، ہمدانی وغیرہ۔ ان شواہد و نظائر کو سامنے رکھتے ہوئے آلاء کو اس کے وسیع معنی میں لینا چاہیے اور ہر جگہ موقع و محل کے لحاظ سے اس کے جو معنی مناسب تر نظر آئے وہی مراد لیے جائیں، جس طرح امام ابن جریر اور امام رازی نے مراد لیا ہے۔ ہم نے بھی اپنے ترجمۂ قرآن جمال القرآن میں موقع و محل کی مناسبت سے ترجمہ کیا ہے۔ یہ ترجمہ ہماری مفصل تفسیر میں شامل ہوگا، ان شاء اللہ۔

---

① سنن الترمذی: ۳۲۹۱۔ ② تفسیر الطبری: ۲۲/ ۲۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیت ۱ -٤) ﴿ اَلرَّحْمٰنُ ۙ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ﴿۲﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴿۴﴾ اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴿۵﴾ وَّ النَّجْمُ وَ الشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ﴿۶﴾ وَ السَّمَآءَ رَفَعَهَا وَ وَضَعَ الْمِيْزَانَ ۙ﴿۷﴾ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ﴿۸﴾ وَ اَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ﴿۹﴾ وَ الْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۙ﴿۱۰﴾ فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۙ وَّ النَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۖ﴿۱۱﴾ وَ الْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَ الرَّيْحَانُ ۚ﴿۱۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴾

اس قرآن کی تعلیم اللہ کی طرف سے ہے اور یہ عین اس کی رحمت کا تقاضا ہے کہ وہ اس تعلیم سے انسان کی ہدایت کا سامان کرے۔ وسیع وعریض کائنات میں پھیلی ہوئی ان گنت نشانیاں شہادت دیتی ہیں کہ اس دنیا میں انسان شتر بے مہار بنا کر نہیں چھوڑا گیا، بلکہ لازماً ایک ایسا دن آنے والا ہے جس میں لوگوں کا حساب ہوگا۔ جو انعام کے مستحق ٹھہریں گے ان کو انعام دیا جائے گا اور جو سزا کے مستحق ہوں گے ان کو سزا ملے گی۔ اللہ ہی نے جنوں اور انسانوں کو آگ اور مٹی سے پیدا کیا اور وہ ان کو دوبارہ بھی پیدا کرنے پر قادر ہے۔ اس کام میں اسے کوئی زحمت نہیں پیش آئے گی۔ یہ ساری کائنات اللہ ہی کے تصرف میں ہے۔ مشرق ومغرب دونوں کا رب وہی ہے۔ اس کائنات کے اضداد میں ان کے اپنے وجود سے بالاتر مقصد کے لیے سازگاری پائی جاتی ہے جو اس بات کی شہادت ہے کہ ایک بالاتر ارادہ سب پر حاوی ہے جو ان تمام اضداد کے اندر توافق پیدا کرتا اور ان کو اس کائنات کے مجموعی مفاد کے لیے استعمال کرتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ کائنات اپنے اضداد کے تصادم سے فنا ہو جاتی۔ اس کا باقی رہنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اس پوری کائنات پر صرف ایک ہی قاہر وحکیم کا ارادہ کارفرما ہے۔

یہ حقیقت بھی واضح ہو رہی ہے کہ صرف وہی ایک ذات باقی رہنے والی ہے۔ اس کے سوا سب فانی ہیں، اس کے سوا سب محتاج ہیں، وہی اکیلا محتاج الیہ ہے، سب کی ضرورتیں وہی پوری کرتا ہے اور جو ناداں دوسروں سے مانگتے ہیں ان کو بھی اسی در سے خیر ملتی ہے۔ حساب وکتاب اور جزائے اعمال کا ایک دن ضرور آئے گا۔ اس دن نہ کوئی انسان اللہ واحد کے قابو سے باہر نکل سکے گا نہ کوئی جن: ﴿ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴾ اس دن کسی مجرم کا جرم ثابت کرنے کے لیے کسی ثبوت اور گواہی کی ضرورت نہیں ہوگی بلکہ مجرموں کی پیشانیاں خود ان کے مجرم ہونے کی گواہی دیں گی۔ پھر وہ چوٹی اور پاؤں سے پکڑ کر جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ جہنم جس کو مجرم جھٹلایا کرتے تھے: ﴿ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴾

شواظ اس شعلے کو کہا جاتا ہے جس کے ساتھ دھواں نہ ہو اور نحاس اس دھوئیں کو کہتے ہیں جس میں شعلہ نہ ہو۔

اصحاب الیمین کو ملنے والی نعمتوں کی دل رُبا تصویر

(آیات ٤٦ -۷۸) خاتمۂ سورت تک تفصیل کے ساتھ اصحاب الیمین کو ملنے والی جنتوں کی تصویر پیش کی گئی ہے جنہوں نے دنیا میں خدا ترسی کی زندگی بسر کی ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ ہمیں ایک روز اپنے رب کے سامنے پیش ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ یہ پوری تقریر خطابت کی زبان میں ایک پرجوش اور نہایت بلیغ خطبہ ہے، جس کے دوران میں اللہ تعالیٰ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قدرت کے ایک ایک عجوبے اور اس کی عطا کردہ نعمتوں میں سے ایک ایک نعمت، اس کی سلطانی وقہاری کے مظاہر میں سے ایک ایک مظہر اور اس کی جزا وسزا کی تفصیلات میں سے ایک ایک چیز کو بیان کر کے بار بار جن وانس سے سوال کیا گیا ہے کہ اس کی کون کون سی نعمت، قدرت، حکمت اور مصلحت سے آنکھ چراؤ گے: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ﴾ جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا، اس کے لیے دو جنتیں ہیں، ہری بھری ڈالیوں سے بھرپور۔ ان میں دو چشمے جاری ہیں۔ ان دونوں جنتوں میں پھلوں کی دو قسمیں ہوں گی۔ جنتی ایسے فرشوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے اور ان باغوں کی ڈالیاں پھلوں سے لدی ہوں گی۔ وہاں شرمیلی نگاہوں والی حوریں ہوں گی۔ جنہیں ان سے پہلے کسی جن وانس نے ہاتھ نہ لگایا ہوگا۔ وہ حوریں ایسی خوبصورت جیسے ہیرے اور موتی اور ان کے سوا دو جنتیں اور بھی ہوں گی، گھنی اور سرسبز وشاداب جنتیں۔ ان میں دو چشمے چھلکتے ہوئے ہوں گے۔ ان دونوں میں میوے، کھجوریں اور انار ہوں گے۔ ان میں بیویاں ہوں گی، سیرت کی نیک اور صورت کی دل ربا۔ جنتی خیموں میں محفوظ ہوں گی۔ ان سے پہلے کسی انسان یا جن نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہوگا۔ جنتی لوگ سبز مسندوں اور منقش خوبصورت چاندنیوں پر تکیہ لگائے آرام فرما ہوں گے۔

تیرے رب کا نام بڑا بابرکت ہے جو جلال واکرام والا ہے: ﴿تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ﴾

سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ

سورۂ واقعہ مکی ہے، اس میں چھیانوے آیات اور تین رکوع ہیں

سورت کا نام، مرکزی مضمون اور زمانہ نزول

پہلی ہی آیت: ﴿اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ﴾ کے لفظ ''الواقعۃ'' سے اس سورت کا نام ماخوذ ہے۔ مضمون کے لحاظ سے بھی اس لفظ کا اس سورت سے گہرا تعلق ہے گویا لفظی اور معنوی مناسبتیں یہاں جمع ہو گئی ہیں۔

سورت رحمٰن کے اختتام پر اہل جنت پر ہونے والے انعامات کی روح پرور تفصیل بیان کی گئی تھی۔ اس سورت کے آغاز میں قیامت کو یقینی امر بتایا گیا ہے کہ یہ ہر حالت میں واقع ہو کر رہے گی اور جن لوگوں کو انعامات کا حق دار قرار دیا جائے گا وہ دائیں ہاتھ والے ہوں گے، یعنی انہیں دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ ملے گا، پھر اصحاب الشمال کا تعارف کرواتے ہوئے ان کے اعمالِ بد کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

اس سورت میں حشر ونشر کے آفاقی وانفسی دلائل کی وضاحت کے بجائے اصل نتیجے سے قریش کو آگاہ کیا گیا ہے کہ امر قیامت واقع ہو کر رہے گا، جس میں شک وشبے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ایک ایسے جہان میں تم لازماً داخل ہو کر رہو گے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جہاں ہر ایک کو برابر تول سے بدلہ ملے گا۔ وہاں عزت وسرفرازی ان کو نصیب ہوگی جو ایمان اور عمل صالح کی کمائی لے کر آئیں گے۔ وہ مقربین کے درجے پائیں گے اور وہ جو اس دنیا میں مگن ہوئے بیٹھے ہیں وہ اصحاب الشمال میں ہوں گے، انہیں دوزخ کا ابدی عذاب بھگتنا پڑے گا۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو ترتیب نزول بیان کی ہے اس کے مطابق پہلے سورۂ طٰہٰ نازل ہوئی، پھر سورۂ واقعہ اور اس کے بعد شعراء۔ اس لحاظ سے اس کا زمانۂ نزول ہجرت حبشہ کے بعد کا ہے۔

اہمیت سورۂ واقعہ

سنن ترمذی میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے سورۂ ہود، سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلات، سورۂ نبا اور سورۂ شمس نے بوڑھا کر دیا ہے۔''① کیونکہ ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی منصبی ذمہ داریوں سے خطاب کے ساتھ ساتھ آخرت کی ہولناکی کا بھی تذکرہ ہے۔ مزید برآں فجر کی نماز میں عموماً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

سورۂ واقعہ کا موضوع بھی آخرت، توحید اور قرآن کے متعلق کفار مکہ کے شبہات کی تردید ہے۔ جنھیں یہ یقین نہیں ہو رہا تھا کہ کبھی قیامت برپا ہوسکتی ہے جس میں زمین وآسمانوں کا سارا نظام درہم وبرہم ہوجائے گا اور پھر تمام مرے ہوئے انسان دوبارہ اٹھائے جائیں گے، ان کا محاسبہ ہوگا اور مجرموں اور محرموں کو ان کے لائق مقامات میں داخل کر دیا جائے گا۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ سب خیالی باتیں ہیں، جن کا عالم واقعہ میں پیش آنا ناممکن ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ جب وہ واقعہ پیش آجائے گا تو اس وقت کوئی اسے جھٹلانے والا نہ ہوگا نہ کسی کی یہ طاقت ہوگی کہ اسے آتے آتے روک دے۔ اس وقت لازماً انسان تین طبقات میں تقسیم ہوجائیں گے: ایک سابقین، دوسرے عام صالحین اور تیسرے مکذبین۔ ان تینوں طبقات کے ساتھ جو معاملہ ہوگا اسے تفصیل کے ساتھ آیت ۷ سے ۵۶ تک بیان کیا گیا ہے:

اس کے بعد آیت ۵۷ تا ۷۴ اسلام کے ان دونوں بنیادی عقائد کی صداقت پر پے در پے دلائل دیے گئے ہیں جن کو ماننے سے کفار انکار کر رہے تھے، یعنی توحید وآخرت۔ ان دلائل میں زمین وآسمان کی دوسری تمام چیزوں کو چھوڑ کر انسان کو خود اپنے وجود کی طرف، اس غذا کی طرف جو وہ کھاتا ہے، اس پانی کی طرف جو وہ پیتا ہے اور اس آگ کی طرف جس سے وہ اپنا کھانا پکاتا ہے، توجہ دلائی گئی ہے کہ تو جس معبود کے بنانے سے بنا ہے اور جس کے دیے ہوئے سامان زیست پر پل رہا ہے، اس کے مقابلے میں خودمختار ہونے یا اس کے سوا کسی اور کی بندگی بجالانے کا آخر تجھے حق کیا ہے؟ اور اس کے متعلق تو نے یہ کیسے گمان کر لیا کہ وہ ایک دفعہ تجھے وجود میں لے آنے کے بعد ایسا عاجز اور درماندہ ہوجاتا ہے کہ دوبارہ تجھے وجود میں لانا چاہے تو نہیں لاسکتا۔

① سنن الترمذی: ۳۲۹۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر آیت ۷۵ سے ۸۲ تک قرآن کے بارے میں ان کے شکوک وشبہات کی تردید کی گئی ہے اور ان کو یہ احساس دلایا گیا ہے کہ بدنصیبو! یہ عظیم الشان نعمت تمہارے پاس آئی ہے اور تم نے اپنا حصہ اس نعمت میں یہ رکھا ہے کہ اسے جھٹلاتے ہو اور اس سے فائدہ اٹھانے کی بجائے الٹا بے اعتنائی برتتے ہو۔ قرآن کی صداقت پر دو مختصر سے فقروں میں یہ بے نظیر دلیل پیش کی گئی ہے کہ اس پر کوئی غور کرے تو اس کے اندر ویسا ہی محکم نظام پائے گا جیسا کائنات کے تاروں اور سیاروں کا نظام محکم ہے اور یہی اس کے رب کائنات کے کلام ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ کفار سے کہا گیا ہے کہ یہ کتاب لوح محفوظ میں نوشتہ ہے جہاں سے بحفاظت محمد ﷺ تک پہنچتی ہے اور اسے بقول تمہارے کوئی شیطان نہیں، بلکہ پاکباز فرشتے لے کر اترتے ہیں۔

آخر میں انسان کو بتایا گیا ہے کہ تو کتنی بھی لن ترانیاں ہانکے اور اپنی خودمختاری کے گھمنڈ میں کتنا ہی حقائق کی طرف سے اندھا ہو جائے، مگر موت کا وقت تیری آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے۔ اس وقت تو بالکل بے بس ہوتا ہے۔ اپنے ماں باپ، اولاد، اپنے پیروں اور پیشواؤں کو نہیں بچا سکتا۔ سب تیری آنکھوں کے سامنے مرتے ہیں اور تو دیکھتا رہ جاتا ہے۔ اگر کوئی بالاتر طاقت تیرے اوپر فرمانروا نہیں ہے اور تیرا یہ زعم درست ہے کہ دنیا میں بس تو ہی تو ہے، کوئی اللہ نہیں ہے، تو کسی مرنے والی کی جان کو پلٹا کیوں نہیں لاتا؟ جس طرح تو اس معاملے میں بے بس ہے اسی طرح اللہ کے محاسبے اور اس کی جزا و سزا کو بھی روک دینا تیرے اختیار میں نہیں ہے۔ تو خواہ مانے یا نہ مانے، موت کے بعد ہر مرنے والا اپنا انجام دیکھ کر رہے گا۔ مقربین میں سے ہو تو مقربین کا انجام دیکھے گا اور جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہو تو وہ انجام دیکھے گا جو ایسے مجرموں کے لیے مقدر ہے۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(آیات ۱ -۶) ﴿اِذَا وَقَعَتِ الۡوَاقِعَۃُ ۙ﴿۱﴾ لَیۡسَ لِوَقۡعَتِہَا کَاذِبَۃٌ ۘ﴿۲﴾ خَافِضَۃٌ رَّافِعَۃٌ ۙ﴿۳﴾ اِذَا رُجَّتِ الۡاَرۡضُ
رَجًّا ۙ﴿۴﴾ وَّ بُسَّتِ الۡجِبَالُ بَسًّا ۙ﴿۵﴾ فَکَانَتۡ ہَبَآءً مُّنۡۢبَثًّا ۙ﴿۶﴾ وَّ کُنۡتُمۡ اَزۡوَاجًا ثَلٰثَۃً ؕ﴿۷﴾ فَاَصۡحٰبُ الۡمَیۡمَنَۃِ ۬ۙ مَاۤ
اَصۡحٰبُ الۡمَیۡمَنَۃِ ؕ﴿۸﴾ وَ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَۃِ ۬ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَۃِ ؕ﴿۹﴾ وَ السّٰبِقُوۡنَ السّٰبِقُوۡنَ ﴿ۚۙ۱۰﴾ اُولٰٓئِکَ الۡمُقَرَّبُوۡنَ ﴿ۚ۱۱﴾ فِیۡ
جَنّٰتِ النَّعِیۡمِ﴾

منکرینِ قیامت کو بتایا جا رہا ہے کہ یہ سب کچھ واقع ہو گا اور اسے کوئی نہیں روک سکے گا، نہ جھٹلا سکے گا۔ اس وقت لوگ تین گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ ایک سابقین، دوسرا عام صالحین اور تیسرا اگروہ ان لوگوں کا جو مرتے دم تک آخرت کے منکر رہے۔ جب وہ واقعہ پیش آ جائے گا تو اس وقت کوئی اسے جھٹلا نہیں سکے گا اور نہ کسی کی یہ طاقت ہو گی کہ اسے آتے آتے روک دے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سابقون الاولون کو ملنے والی نعمتوں کا ذکر

(آیات ۷ -۲٦) اللہ تعالیٰ کے سب سے مقرب ''سابقون الاولون'' ہوں گے۔ ان کو قربِ الٰہی کی جو سرفرازیاں اور جنت کی نعمتیں حاصل ہوں گی ان کی تفصیل اور اس گروہ میں شامل ہونے والوں کے اوصاف کے بیان کیے گئے ہیں:
﴿وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ﴾ سابقین نعمتوں بھری جنتوں میں رہیں گے۔ بڑا گروہ پہلے لوگوں میں سے ہوگا اور تھوڑے پچھلے لوگوں میں سے۔ یہ لوگ سونے کے تاروں سے مرصع تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے، ان کی مجلسوں میں ہمیشہ رہنے والے لڑکے جاری چشمہ کی شراب سے لبالب جام اور آبخورے لیے حاضر باش رہیں گے، جس شراب سے نہ سر میں درد ہو نہ عقل میں فتور آئے اور ایسے پھل لیے ہوئے جنہیں وہ پسند کریں گے اور پرندوں کے گوشت جو وہ چاہیں گے اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں جو چھپے ہوئے موتیوں کی طرح ہیں ہوں گی اور جنت کی فضا ہر قسم کی لغویات سے پاک ہوگی۔

اصحاب الیمین کا اجر

(آیات ۲۷ -۴۰) دوسرے درجے میں اصحاب الیمین ہوں گے۔ انہیں جن نعمتوں سے نوازا جائے گا ان کی تصویر کھینچی گئی اور اس گروہ میں شامل ہونے والوں کے اوصاف بیان ہوئے۔
کتنے ہی خوش نصیب ہوں گے دائیں ہاتھ والے۔ وہ بغیر کانٹوں کی بیریوں میں ہوں گے اور تہ بہ تہ چڑھے ہوئے کیلوں میں اور لمبے لمبے سایوں اور بہتے ہوئے پانیوں اور وافر پھلوں میں جو نہ ختم ہوں گے نہ ممنوع اور اونچی اونچی نشست گاہوں میں ہوں گے۔ ہم ان کی بیویوں کو نئے سرے سے پیدا کریں گے اور انہیں کنواریاں بنائیں گے۔ شوہروں سے محبت کرنے والی اور ہم عمر۔ یہ سب کچھ دائیں ہاتھ والوں کے لیے ہے۔ جم غفیر ہے پہلوں میں سے اور بہت بڑی جماعت ہے پچھلوں میں سے۔

بائیں ہاتھ والے بدنصیب

(آیات ۴۱-۴۸) اس کے بعد اصحاب الشمال کے انجام کا بیان اور ان کے بعض جرائم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جن کے سبب وہ اس انجام کے حق دار ٹھہریں گے۔
اور بائیں ہاتھ والے کتنے بدنصیب ہیں بائیں ہاتھ والے۔ گرم ہوا اور گرم پانی میں ہوں گے۔ اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے جو نہ ٹھنڈا ہوگا، نہ فرحت بخش، بے شک یہ لوگ اس سے پہلے بہت نازوں میں پلے تھے اور بڑے بڑے گناہوں پر اصرار کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ کیا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟ اور کیا ہمارے گزرے ہوئے باپ دادا بھی زندہ کیے جائیں گے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سب اگلے پچھلے مجرم جمع کیے جائیں گے

(آیات ٥٦-٤٩) منکرین قیامت کے شکوک وشبہات اور تعجب کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یقیناً تم قیامت کے مقررہ دن میں اگلوں پچھلوں سمیت ضرور جمع کیے جاؤ گے۔ تمہاری مہمان نوازی تھوہر کے درخت سے کی جائے گی اور تم اسی سے پیٹ بھرو گے۔ پھر اس پر گرم کھولتا پانی پیو گے، جسے پیاسے اونٹوں کی طرح غٹاغٹ پینے کی کوشش کرو گے۔ یہ سامان ضیافت ہوگا بدلے کے دن بائیں ہاتھ والوں کے لیے۔

وقوع قیامت کے دلائل

(آیات ٧٤-٥٧) وقوع قیامت جو اس سورت کا مرکزی مضمون ہے۔ اس کے وقوع کے لیے پے در پے دلائل دیے گئے ہیں، جو در اصل اسلام کے بنیادی عقائد ہیں، یعنی توحید و آخرت، جن کا انکار کرنا بڑی نامعقول بات ہے، لیکن کفار انکار کر رہے تھے۔ ان دلائل میں خود انسان کے وجود اور اس کی غذا و پانی اور کھانا پکانے کے لیے جلائی جانے والی آگ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ تو جس مالک کے پیدا کردہ سامان زیست پر پل رہا ہے، اس کے مقابلے میں خود مختار ہونے یا کسی دوسرے کی بندگی بجالانے کا تجھے کیا حق ہے؟ اور اسے تو نے اتنا عاجز کیوں جان لیا کہ وہ تجھے دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا۔

صداقتِ قرآن پر نظم کائنات سے استدلال

(آیت ٧٥ - ٨٢) قرآن مجید سے متعلق شکوک کی تردید کی گئی ہے اور ان کو یہ احساس دلایا گیا ہے کہ اس عظیم الشان نعمت سے فائدہ اٹھانے کی بجائے تم اس کی تکذیب کر رہے ہو؟ قرآن کی صداقت کے لیے کائنات کے محکم ترین نظام سے استدلال کیا گیا ہے: ﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۝ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴾ جس رب نے اتنا زبردست نظام قائم کر رکھا ہے، قرآن اسی کا کلام ہے۔ اسی نے اسے بڑے اہتمام و انصرام سے لوح محفوظ میں ثبت کر رکھا ہے اور بڑی حفاظت سے محمد ﷺ تک پہنچانے کا انتظام کر رکھا ہے۔ اس کو اٹھانے والے اور لانے والے بہت پاکیزہ فرشتے ہیں، شیطان، جن یا کوئی انسان نہیں ہے جس طرح کہ تم کہتے ہو: ﴿اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴾

دم واپسیں کے منظر کو یاد رکھو

(آیات ٩٦-٨٣) انسان کو بتایا گیا ہے کہ تو حقائق سے کتنا بھی راہ فرار اختیار کر لے اور اپنی خود مختاری کے گھمنڈ میں کتنا ہی دور نکل جائے، مگر موت کا وقت تیری آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے۔ اس وقت تو بالکل بے بس ہوتا ہے، سب تیری آنکھوں کے سامنے مرتے ہیں اور تو دیکھتا رہ جاتا ہے: ﴿فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ۝ وَاَنْتُمْ حِيْنَىِٕذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴾ اگر کوئی بالاتر طاقت تیرے اوپر نہیں ہے تو کسی مرنے والی کی جان کو پلٹا کیوں نہیں سکتا: ﴿تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ جس طرح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس معاملے میں تو بے بس ہے، اسی طرح بعث بعد الموت، اللہ کے محاسبے اور اس کی جزا وسزا کو بھی روک دینا تیرے اختیار میں نہیں ہے۔

مقربین میں سے ہوا، تو مقربین کا انجام دیکھے گا: ﴿فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ فَرَوْحٌ وَّ رَيْحَانٌ وَّ جَنَّتُ نَعِيْمٍ﴾ صالحین میں سے ہوا تو صالحین کا انجام دیکھے گا۔ اور جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہوا تو وہ انجام دیکھے گا جو ایسے مجرموں کے لیے مقدر ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ جو آج مقربین اور اصحاب الیمین کا درجہ حاصل کرنے کی جدوجہد کریں، ورنہ یاد رکھیں کہ جو لوگ ان درجوں سے محروم رہے وہ اصحاب الشمال میں ہوں گے اور ان کا انجام نہایت دردناک ہے: ﴿وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّ تَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ﴾

یہ ساری باتیں سچی ہیں اس لیے اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح و تقدیس بیان کرو: ﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾

سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ

سورۂ حدید مدنی ہے، اس میں انتیس آیات اور چار رکوع ہیں

سورت کا نام، ربط سورت اور موضوع

اس کی آیت ۲۵ کے لفظ: ﴿وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ﴾ سے اس سورت کا نام ماخوذ ہے۔

سابقہ سورت کا اختتام: ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾ کے الفاظ پر ہوا اور اس سورت کا آغاز: ﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ کے الفاظ سے ہوا ہے۔

سورۂ واقعہ مکی سورت ہے اور سورۂ حدید مدنی، لیکن معنوی اعتبار سے دونوں میں باہمی ربط ہے۔ سابقہ سورت میں یہ اصولی حقیقت بیان کی گئی ہے کہ جزا وسزا کا دن لازماً آنے والا ہے اور اس دن لوگ تین گروہوں میں تقسیم ہوں گے: سابقون الاولون، اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال۔ اس سورت میں خاص طور پر مسلمانوں کو مخاطب کر کے ان کو سابقین اولین کی صف میں اپنی جگہ پیدا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور اس کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے پہلے جو لوگ جہاد وانفاق کریں گے، وہ سابقین کے زمرے میں شامل ہوں گے اور ان کا رتبہ ان لوگوں سے اونچا ہوگا جو فتح مکہ کے بعد جہاد وانفاق کی سعادت حاصل کریں گے۔ اگرچہ اللہ کا وعدہ دونوں ہی سے بہتر بدلے کا ہے: ﴿وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾ تاہم تقرب الٰہی کے اعتبار سے دونوں میں واضح فرق ہے۔

سورۂ حدید کے مضامین پر غور کرنے سے محسوس ہوتا ہے کہ غالباً یہ جنگ احد اور صلح حدیبیہ کے درمیان کسی زمانے میں نازل ہوئی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سورت کا موضوع انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ اسلام کی تاریخ کے اس نازک دور میں جبکہ عرب کی جاہلیت سے اسلام کا فیصلہ کن معرکہ برپا تھا، یہ سورت اس غرض کے لیے نازل کی گئی کہ مسلمانوں کو خاص طور پر مالی قربانیوں کے لیے آمادہ کیا جائے، کیونکہ محض زبانی اقرار ہی کافی نہیں، بلکہ اللہ اور اس کے دین کے لیے مخلص ہونا ہی اس کی اصل روح اور حقیقت ہے۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(آیات ۱ -۶) ﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾
سورت کی تمہید میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی صفات عزت، حکمت، قدرت، علم، خلق اور تدبیر بیان کی گئی ہیں، تاکہ سامعین کو اچھی طرح احساس ہو جائے کہ کس عظیم ہستی کی طرف سے ان کو مخاطب کیا جا رہا ہے۔ وہی تسبیح وحمد کا سزاوار ہے، اس کائنات کی ہر چیز اس کی تسبیح کر رہی ہے اور اپنے عمل سے انسانوں کو دعوت دیتی ہے کہ وہ بھی اس کی بندگی کریں اور کسی کو اس کی عبادت میں شریک نہ کریں۔

(آیات ۷-۱۰) مسلمانوں کو عموماً اور ضعیف الایمان لوگوں کو خصوصاً تنبیہ کی گئی ہے کہ تم نے سمعنا واطعنا کا جو عہد اللہ اور اس کے رسول سے کر رکھا ہے، اس کے تقاضوں کو عزم و ہمت سے پورا کرو۔ جہاد و انفاق کی پکار پر لبیک کہنا تمہارے ایمان کا بدیہی تقاضا ہے۔ اس صفت سے تم لوگ تاریکیوں سے نکل کر روشنی کی طرف آ سکتے ہو۔ آج جو لوگ جہاد اور انفاق کریں گے ان کا مرتبہ ان لوگوں سے بہر حال اونچا ہوگا جو مکہ کی فتح کے بعد جہاد اور انفاق کریں گے۔ اگرچہ ان سے بھی اللہ تعالیٰ معاملہ اچھا ہی کرے گا، کیونکہ وہ کسی کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

ایمان کا نور منافقوں کو کیوں ملے؟

(آیات ۱۱ -۱۵) اللہ کی راہ میں انفاق قیامت کے دن ان لوگوں کے لیے روشنی بنے گا جو اخلاص کے ساتھ انفاق کریں گے، لیکن وہ لوگ اس روشنی سے محروم رہیں گے جو اس دنیا میں نفاق کی وجہ سے انفاق سے جی چراتے رہے۔ اس طرح کے لوگ ایمان والوں سے درخواست کریں گے کہ ذرا ہمیں بھی اپنی روشنی سے استفادہ کرنے دو: ﴿نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ﴾ لیکن ان کو جواب ملے گا کہ اس روشنی کو حاصل کرنے کا وقت پیچھے تھا جو تم نے کھو دیا۔ اپنا نور کہیں اور تلاش کرو، پھر ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا، اس دروازے کے اندر رحمت ہوگی اور باہر عذاب: ﴿فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ﴾ اہل ایمان اس دروازے سے داخل ہو جائیں گے اور دروازہ بند کر دیا جائے گا، جبکہ منافقین اس کے پرے جہنم کے عذاب والی دیوار پار نہ کر سکیں گے۔ وہ بہت چلائیں گے کہ اے جنتیو! کیا ہم تمہارے ساتھ ایک ہی مسلم معاشرے میں شامل نہ تھے، کیا تمہاری طرح نمازیں نہ پڑھتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے، روزے نہ رکھتے تھے، حج وزکوٰۃ ادا نہ کرتے تھے، کیا تمہاری مجلسوں میں ہم شریک نہ ہوتے تھے پھر آج ہمارے اور تمہاری درمیان جدائی کیوں پڑ گئی ہے؟: ﴿يُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ ۖ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنَّكُمْ فَتَنتُمْ أَنفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَغَرَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ﴾ جواب دیا جائے گا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم مسلمان ہو کر بھی مخلص مسلمان نہ بنے تھے اور مرتے دم تک ایمان اور کفر کے درمیان لٹکتے رہے تھے۔

کیا اللہ والوں کے دل نہیں پگھلتے

(آیات ١٦-١٧) منافقین کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر غلبۂ حق کی اتنی واضح نشانیاں دیکھنے کے بعد بھی تمہاری آنکھیں نہ کھلیں، غلبۂ حق کی مہم سے جی چرانے سے باز نہ رہے: ﴿أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ...﴾ کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ اللہ کا ذکر سن کر تمھارے دل پگھلیں اور اس کے دین کے لیے تمہارے دلوں میں ایثار وقربانی اور سرفروشی کا جذبہ پیدا نہ ہو...... تو یاد رکھو کہ تمہارے دل بھی اسی طرح سخت ہو جائیں گے جس طرح یہود کے ہو گئے تھے اور پھر تمہارا انجام بھی وہی ہوگا جو ان کا ہوا۔ یاد رکھو! آخرت یقینی ہے۔ نہ اس کی جزا سے مایوس ہونا جائز ہے، نہ اس کی سزا سے بے خوف ہونا روا ہے۔

(آیات ١٨-١٩) جو لوگ اللہ کی راہ میں انفاق اور جہاد کرتے ہیں وہ اطمینان رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی قربانیوں کو ضائع کرنے والا نہیں، بلکہ ان کی ہر قربانی کا صلہ انہیں بڑھا چڑھا کر ملے گا۔ یہی انفاق و جہاد صدیقین وشہداء کے مرتبے تک پہنچنے کا ذریعہ ہے اور اسی کے صلے میں وہ روشنی ملے گی جس سے منافقین، کفار اور مکذبین محروم رکھے جائیں گے: ﴿إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ﴾

(آیات ٢٠-٢١) اس دنیا کی چند روزہ عیش وعشرت کی حقیقت بیان کی گئی اور ان لوگوں کی پست حوصلگی اور تنگ دامانی پر اظہار افسوس کیا گیا ہے جو اس عارضی دنیا کی عارضی لذتوں پر فریفتہ ہو کر اپنے رب کی مغفرت اور اس وسیع جنت کو بھول بیٹھے ہیں جس کی وسعت آسمان وزمین کی وسعت کی طرح لامحدود ہے۔ اس لیے تمہیں چاہیے کہ اس کی جنت اور مغفرت کی طرف دوڑو: ﴿سَابِقُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ...﴾

(آیات ٢٢-٢٤) اس حقیقت کی یاد دہانی کرائی گئی ہے کہ فقر وغنا کا تعلق انسان کی اپنی سعی وتدبیر سے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی تقدیر سے ہے۔ انسان کے لیے صحیح رویہ یہ ہے کہ وہ سختی ونرمی دونوں حالتوں میں اپنے رب پر راضی و مطمئن رہے۔ اگر اللہ نے اس کو مال دے رکھا ہے تو وہ اس کی راہ میں خرچ کرنے سے دریغ نہ کرے۔ اس بات کو ہمیشہ یاد رکھے کہ جس طرح دنیا اللہ رب العزت کے اختیار میں ہے اسی طرح چھین لینا بھی اس کے اختیار میں ہے۔

(آیات ٢٥-٢٧) ان لوگوں کے زعم کی تردید کی گئی ہے جو مذہب کے رہبانی تصور کے تحت جہاد بالسیف کو اور اس کی راہ میں انفاق کو دنیا داری سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کے شوق جہاد پر طعن کرتے ہیں نبیوں اور رسولوں کی تاریخ کے حوالے سے بتایا گیا کہ جہاد انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور رہبانیت نصاریٰ کی ایجاد کردہ بدعت ہے جو دین میں غلو کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا مسیح علیہ السلام کی تعلیم سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے: ﴿وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا﴾

مسلمانوں کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ تم اللہ کے رسول کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے سرفروشانہ جہاد کے لیے اٹھو اور اس راہ میں پوری فیاضی سے اپنے مال خرچ کرو۔ اہل کتاب میں سے جو مفسدین تمھارے دلوں میں یہ وسوسہ اندازی کر رہے ہیں کہ جہاد ایک دنیا دارانہ کام ہے ان کی وسوسہ اندازیوں کو نظر انداز کرو۔ قیام عدل کے لیے جہاد ابتدا ہی سے انبیاء علیہم السلام کا طریقہ رہا ہے اور تمھیں اسی سنت کی پیروی کی دعوت دی گئی ہے۔ رہبانیت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کے خلاف ہے، یہ اہل کتاب کے حسد کا بخار ہے جو وہ تمھارے خلاف نکال رہے ہیں، لیکن ان کے حسد کے باوجود اللہ تعالیٰ تمھیں وہ مقام دے رہا ہے جو اس نے اپنے فضل سے تمھارے لیے مقدر کر رکھا ہے: ﴿لِّئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَلَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّن فَضْلِ اللهِ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ: 28

سُورَةُ الْمُجَادَلَةِ

سورۂ مجادلہ مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں بائیس آیات اور تین رکوع ہیں

سورت کا نام، زمانہ نزول اور موضوع

اس سورت کا نام پہلی آیت کے فقرے: ﴿تُجَادِلُكَ﴾ سے ماخوذ ہے۔ سابقہ سورت کے اختتام پر اہل کتاب کے جہاد پر اعتراض کا جواب دیا گیا۔ اس قسم کے اعتراضات کا سد باب اس لیے ضروری سمجھا گیا کیونکہ اس قسم کے شبہات کو منافق اچک لیتے ہیں اور مسلمانوں میں پھیلا کر بدنظمی پیدا کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ اس لیے اس سورت میں منافقین کی اس طرح کی مہلک عادات واطوار اور طرز زندگی کو عیاں کیا گیا تاکہ اسلامی معاشرے کو ان کے مضر اثرات سے محفوظ رکھا جا سکے۔

اس سورت کا زمانہ نزول غزوۂ احزاب کے بعد کا ہے، کیونکہ سورۂ احزاب میں بیویوں کے ساتھ ظہار کرنے کا مطلق ذکر کیا گیا تھا کوئی سزا یا گناہ نہیں بتایا گیا: ﴿وَمَا جَعَلَ أَزْوَاجَكُمُ الّٰئِي تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ أُمَّهٰتِكُمْ﴾ اس سورت میں ''ظہار'' کے بارے میں پورا قانون موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مفصل احکام اس مجمل ہدایت کے بعد نازل ہوئے ہیں اس سورت میں مسلمانوں کو ان مختلف مسائل کے متعلق ہدایات دی گئی ہیں جو اس وقت درپیش تھے، مثلاً: ظہار کا قانون، مجلس میں سرگوشیوں کی ممانعت، آداب مجلس اور الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کی تربیت۔

مضامینِ سورت کا اجمالی تجزیہ

سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ اور اس کا سبق ☆ ظہار اور اس کا شرعی حکم کہ اس سے بیوی ماں نہیں بن جاتی ☆ پہلے ان لوگوں کا ذکر ہوا جو مشکل وقت میں اللہ اور اس رسول کی طرف رجوع کرتے ہیں، اب ان منافقوں کا ذکر ہوا جو ایسے مواقع پر سرگوشیاں اور پروپیگنڈہ مہم شروع کر دیتے ہیں، ان کے لیے ذلت و رسوائی کے عذاب کی نوید ☆ خلاف تہذیب اور اسلام دشمنی پر مبنی سرگوشیاں کرنے والوں کو تنبیہ کہ اللہ ہر ایک کے ساتھ ہے، وہ بے خبر نہیں ☆ ان منافقین کی سرگوشی کی اصل غایت گناہ، تعدی اور مخالفتِ رسول ہے جو اصل میں یہود کی شرارت کے باعث ہے ☆ اشرار کی کینہ پروری کہ وہ سلام کی بجائے سام علیکم (تم پر موت ہے) کہتے ہیں ☆ معاندین کی اس غلط فہمی کہ اب پکڑ نہیں ہو رہی تو ہم راہ راست پر ہیں، حالانکہ یہ ڈھیل اس لیے ہے کہ دنیا دار الامتحان ہے دار الجزا نہیں ہے ☆ نیکی و تقویٰ اور اصلاح ذات بین کی نیت سے نجویٰ باعث خیر و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برکت ہے، جبکہ گناہ وتعدی اور معصیت رسول کے مقصد سے سرگوشی شیطانی حرکت ہے ☆ شیطانی سرگوشی سے وقتی طور پر اہل ایمان کو رنج پہنچتا ہے، کوئی مستقل ضرر اللہ کے اذن کے بغیر نہیں پہنچ سکتا، انہیں چاہیے کہ وہ اللہ پر توکل رکھیں ☆ بعض مجلسی آداب کا بیان ☆ نبوی مجلس کو سرگوشی سے پاک رکھنے کے لیے بعض ہنگامی ہدایات کہ نبی کریم ﷺ سے اکیلے بات کرنی ہو تو صدقہ دو، تاکہ منافقین کی شرارتوں کا فتنہ دب جائے ☆ منافقین کا اصل رشتہ یہود کے ساتھ ہے اور اصل بیماری حُبِّ دنیا ہے جس کے باعث یہ شیطان کا گروہ ہیں جو ہمیشہ ناکام ہی رہیں گے ☆ منافقین جھوٹی قسموں کی آڑ میں چھپنے کی کوشش کرتے ہیں ☆ ذکر اللہ سے غفلت شیطان کے تسلط کا موجب بنتی ہے ☆ شیطان کی پارٹی کے لیے ناکامی ہی مقدر ہے جبکہ اللہ اور اس کے رسولوں کے لیے غلبہ یقینی ہے، اس لیے اہل ایمان کو جہاد اور اللہ کی محبت سب رشتوں سے بڑھ کر ہونی چاہیے ☆ اللہ کی محبت کا نتیجہ دلوں میں ایمان کی پختگی، روح ربانی سے تائید یعنی سکینت کا نزول، جنتوں میں یقینی داخلہ اور اللہ کی رضوان کا حصول ہے ☆ اللہ کا گروہ دنیا و آخرت میں ہمیشہ کامیاب رہے گا۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات: ۱۔۶) ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ① اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰۗـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ﴾

ایک صحابیہ سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا کے ایک واقعہ کا حوالہ، جن کو دین کے معاملے میں ایک نہایت سخت مشکل پیش آئی تھی اور انہوں نے اپنی مشکل نہایت خلوص و اعتماد کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کے سامنے پیش کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مشکل حل کرنے کی راہ کھول دی اور لوگوں کے سامنے ان کے اس مومنانہ اور شائستہ طریقے کو بطور مثال پیش کیا کہ دین کے سبب سے کوئی مشکل کسی کو پیش آئے تو اس کے حل کا صحیح طریقہ یہ ہے، نہ کہ منافقین کا کہ شریعت کی جس بات کو اپنے نفس پر گراں سمجھا اس کو اللہ اور اس کے رسول کے خلاف خفیہ معاندانہ پروپیگنڈے کا ذریعہ بنالیا۔

دور جاہلیت میں لوگ غصے میں اپنی بیوی سے کہہ دیتے تھے: انت علی کظھر امی یعنی تو میرے اوپر ایسے ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ۔ اس زمانے میں بھی بہت سے نادان لوگ بیوی سے لڑ کر اس کو ماں، بہن یا بیٹی سے تشبیہ دے ڈالتے ہیں، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آدمی اب اسے بیوی نہیں بلکہ ان عورتوں کی طرح سمجھتا ہے جو اس کے لیے حرام ہیں۔ اس فعل کا نام ''ظہار'' ہے۔ جاہلیت میں یہ فعل طلاق سے بھی زیادہ شدید قطع تعلق کا اعلان سمجھا جاتا تھا۔ اسی بنا پر اہل عرب کے نزدیک طلاق کے بعد تو رجوع کی گنجائش ہو سکتی تھی، مگر ظہار کے بعد رجوع کا کوئی امکان باقی نہ رہتا تھا۔

اس سورت میں جس خاتون کے نبی کریم ﷺ کے ساتھ مجادلے کا ذکر کیا گیا ہے، وہ قبیلہ خزرج کی سیدہ خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کے شوہر سیدنا اوس بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ نے بڑھاپے اور چڑچڑے پن کی وجہ سے غصے میں آ کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''ظہار'' کر دیا۔ یہ روتی ہوئی اللہ کے رسول کے پاس آئیں اور اپنے شوہر کے ظہار کا قصہ سنایا، آپ نے ان کا قصہ سن کر مشہور قول کے مطابق فرمایا کہ میری رائے میں تو تُو اپنے خاوند پر حرام ہوگئی ہے۔ انھوں نے کہا کہ شوہر نے لفظ طلاق تو نہیں کہا۔ اگر ہم دونوں میں جدائی ہوگئی تو میں برباد ہو جاؤں گی۔ اللہ کے رسول! آپ اس کا کوئی حل نکالیں۔ چونکہ اس سے پہلے ایسا مسئلہ پیش نہ ہوا تھا۔ اس لیے آپ مزید کچھ کہنے میں متامل تھے۔ سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا بار بار اپنے معاملے کی طرف آپ کو توجہ دلاتی رہیں اور اللہ تعالیٰ سے فریاد بھی کرتی رہیں۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں کہ جو لوگ اپنی بیویوں کو اس طرح کی کوئی بات کہہ بیٹھتے ہیں، اس سے ان کی بیویاں ان کی ماؤں کے حکم میں داخل نہیں ہو جاتیں۔ ان کی مائیں تو وہی ہیں، جنھوں نے انھیں جنم دیا ہے۔ یہ چیز کسی دوسری عورت کو مجرد اس بنیاد پر حاصل نہیں ہو جائے گی کہ ایک شخص نے اس کو یا اس کے کسی عضو کو اپنی ماں یا اس کے کسی عضو سے تشبیہ دے دی۔ اور اس کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا، دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔

ظہار کا شرعی حکم بیان کرنے کے ساتھ مسلمانوں کو پوری سختی کے ساتھ متنبہ بھی کیا گیا کہ اسلام کے بعد جاہلیت کے طریقوں پر قائم رہنا اور اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدوں کو توڑنا، ان کی پابندی سے انکار کرنا یا ان کے مقابلے میں خود اپنی مرضی سے قاعدے اور قوانین بنا لینا، قطعی طور پر ایمان کے منافی حرکت ہے، جس کی سزا دنیا میں بھی ذلت و رسوائی ہے اور آخرت میں بھی اس پر سخت باز پرس ہوگی۔

سرگوشیوں کی ممانعت

(آیات ۷-۱۰) منافقین کی اس روش پر گرفت کی گئی ہے کہ وہ آپس میں خفیہ سرگوشیاں کر کے طرح طرح کی شرارتوں کے منصوبے بناتے تھے۔ مسلمانوں کو تسلی دی گئی کہ منافقین کی یہ سرگوشیاں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں، تم اللہ پر بھروسا رکھو اور اس کے ساتھ ان کو یہ اخلاقی تعلیم بھی دی گئی ہے کہ اہل ایمان کا کام گناہ اور رسول کی نافرمانی کے لیے سرگوشیاں کرنا نہیں ہے البتہ نیکی اور تقویٰ کی بات ہونی چاہیے: ﴿فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾

آدابِ مجلس

(آیات ۱۱-۱۳) مسلمانوں کو مجلسی تہذیب کے کچھ آداب سکھائے گئے ہیں اور بعض معاشرتی عیوب کو دور کرنے کے لیے ہدایات دی گئی ہیں۔ کسی مجلس میں بہت سے لوگ پہلے سے بیٹھے ہوئے ہوں اور کچھ لوگ باہر سے آ جائیں تو پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگ یہ گوارا نہیں کرتے کہ دوسروں کے لیے کچھ گنجائش پیدا کر دیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعد میں آنے والے لوگ یا تو کھڑے رہتے ہیں یا واپس چلے جاتے ہیں یا لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتے ہوئے اندر گھس جاتے ہیں۔ یہ صورت حال مجالس نبوی میں اکثر پیش آتی رہتی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت فرمائی کہ اپنی مجلسوں میں خود غرضی اور تنگ دلی کا مظاہرہ نہ کیا کریں بلکہ بعد میں آنے والوں کو کھلے دل سے جگہ دے دیا کریں: ﴿اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اکثر لوگوں میں یہ بھی عیب ہوتا ہے کہ جب بھی وہ کسی کے ہاں جاتے ہیں تو جم کر بیٹھ جاتے ہیں اور دوسروں کا وقت ضائع کرتے ہیں اور جب دوسرا یہ کہہ دے کہ جناب اب آپ تشریف لے جائیے تو وہ برا مانتے ہیں۔ کوئی ان کو چھوڑ کر اٹھ جائے تو بد اخلاقی کی شکایت کرتے ہیں اور اگر انہیں اشارے سے سمجھایا جائے سنی ان سنی کر جاتے ہیں اور اکثر یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کو پیش آتا تھا اور آپ کی صحبت سے فائدہ اٹھانے کے شوق میں اللہ کے بندے اس بات کا لحاظ نہیں کرتے تھے کہ وہ بہت زیادہ قیمتی کاموں کا نقصان کر رہے ہیں۔ آخر کار اللہ نے یہ تکلیف وہ عادت چھڑانے کے لیے حکم دیا کہ جب مجلس برخاست ہو جائے تو اٹھ جایا کرو ﴿وَإِذَا قِيلَ انشُزُوا فَانشُزُوا﴾

ایک اور عیب لوگوں میں تھا کہ ہر شخص چاہتا تھا کہ نبی کریم ﷺ سے سرگوشی کے انداز میں بات کرے، بعض منافقین تخلیے کے خواہاں ہوتے تا کہ علیحدگی میں اپنی خباثتوں کی صفائیاں پیش کر سکیں۔ یہ چیز نبی کریم ﷺ کے لیے تکلیف دہ تھی اور دوسرے لوگوں کو بھی یہ بات ناگوار گزرتی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ پابندی لگا دی کہ جو شخص بھی آپ سے اکیلے میں بات کرنا چاہے وہ پہلے صدقہ دے: ﴿إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً﴾ اس سے مقصود یہ تھا کہ لوگوں کو اس بری عادت پر متنبہ کیا جائے تا کہ وہ اسے چھوڑ دیں، چنانچہ یہ پابندی بس تھوڑی دیر تک باقی رکھی گئی اور جب لوگوں نے اپنا طرز عمل درست کر لیا تو اسے منسوخ کر دیا گیا۔

الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کی تربیت

(آیات ٢٢-١٤) مسلمانوں کو جن میں مخلص اہل ایمان اور منافقین اور مذبذبین سب ملے جلے تھے، بالکل دو ٹوک طریقے سے بتایا گیا ہے کہ دین میں آدمی کے مخلص ہونے کا معیار کیا ہے؟ ایک گروہ وہ ہے جو ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود اسلام کے دشمنوں سے دوستی کرتا ہے، اپنے مفاد کی خاطر دین سے غداری کرتا ہے اور اسلام کے خلاف طرح طرح کے وسوسے اور شبہات اہل ایمان کے اندر پیدا کرتا ہے۔

دوسرا گروہ وہ ہے جو دین کے معاملے میں کسی اور کا لحاظ تو درکنار، خود اپنے باپ، بھائی، اولاد اور خاندان تک کی پروا نہیں کرتا۔ اللہ اور اس کے رسول اور اس کے دین کے دشمن کے لیے اس کے دل میں کوئی جگہ اور محبت نہیں ہے۔ ان آیات میں صاف فرمایا کہ پہلی قسم کے لوگ چاہے کتنی ہی قسمیں کھا کھا کر اپنے مسلمان ہونے کا یقین دلائیں، درحقیقت وہ شیطان کی پارٹی کے لوگ ہیں یہی لوگ خسارا پانے والے ہیں: ﴿أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾ جبکہ حزب اللہ میں شامل ہونے کا شرف صرف دوسری قسم کے مسلمانوں کو حاصل ہے اور وہی سچے مومن ہیں، انہی سے اللہ راضی ہے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں: ﴿أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ الْحَشْرِ

سورۂ حشر مدنی ہے، اس میں چوبیس آیات اور تین رکوع ہیں

سورت کا نام، مرکزی مضمون اور زمانہ نزول

دوسری آیت کے جملے: ﴿لِاَوَّلِ الْحَشْرِ﴾ سے اس سورت کا نام ماخوذ ہے۔ سورۂ مجادلہ کے آخر میں فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کر رہے ہیں، وہ بالآخر ذلیل و خوار ہوں گے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ﴾ اور غلبہ اللہ اور اس کے رسولوں کے لیے ہے۔ اس سورت میں اسی دعوے کو واقعات سے ثابت کیا ہے اور معاندین کو آگاہ کیا ہے کہ اگر وہ آنکھیں رکھتے ہیں تو ان واقعات سے سبق لیں کہ جو لوگ ناقابل تسخیر خیال کیے جاتے تھے، اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا کہ وہ خود اپنے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو اجاڑ کر جلاوطنی کی زندگی اختیار کرنے پر مجبور ہوئے اور کوئی شیطان ان کا ساتھ دینے والا نہ بنا۔

بخاری و مسلم میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ یہ سورت غزوۂ بنونضیر کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو ربیع الاول سن ۴ ھ میں پیش آیا تھا۔① صحیح بخاری کے مطابق یہودِ بنونضیر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اگرچہ صلح و امن کا معاہدہ کر رکھا تھا، لیکن بدر کے چھٹے مہینے معاہدے کے خلاف انھوں نے اسلام کے دشمنوں کے ساتھ ساز باز کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش کی، جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچا لیا۔ نقض عہد اور سازش قتل کے اس جرم میں ان کو مدینہ سے نکل جانے کا حکم دیا گیا۔ پہلے تو وہ اس کی تعمیل پر راضی ہو گئے، لیکن بعد میں وہ مشہور منافق عبداللہ بن ابی اور اپنے بعض حلیفوں کی شہ مل جانے سے وہ اکڑ گئے۔ بالآخر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کشی کی اور ان کو جلاوطنی پر مجبور ہونا پڑا۔ ان کو یہ اجازت دی گئی کہ اپنے جو سامان اونٹوں پر لے جا سکتے ہیں لے جائیں۔ اس طرح وہ جلاوطن ہو کر خیبر چلے گئے۔ عبرت کا پہلو اس میں یہ ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو ناقابل تسخیر سمجھتے تھے، اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آ جانے کے بعد وہ نشانِ عبرت بن گئے۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱ - ٤) ﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ هُوَ الَّذِيْۤ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؔ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ

① صحیح البخاري: ٤٨٨٢؛ صحیح مسلم: ٣٠٣١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مِّنَ اللّٰہِ فَاَتٰىہُمُ اللّٰہُ مِنۡ حَیۡثُ لَمۡ یَحۡتَسِبُوۡا ٭ وَ قَذَفَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمُ الرُّعۡبَ یُخۡرِبُوۡنَ بُیُوۡتَہُمۡ بِاَیۡدِیۡہِمۡ وَ اَیۡدِی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ٭ فَاعۡتَبِرُوۡا یٰۤاُولِی الۡاَبۡصَارِ ﴾

اس حقیقت کا اظہار کہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کرتی ہے، وہ بہت عظمت والا ہے۔ اس کی جلالت وعظمت کا عالم یہ ہے کہ اس نے یہود اہل کتاب کو ان کے کفر وبدعہدی کے باعث (لاول الحشر) پہلی سزا کے طور پر ملک سے نکال باہر کیا۔ لوگوں کو اس انجام سے عبرت پکڑنی چاہیے جو ابھی ابھی بنونضیر نے دیکھا ہے کہ ایک بڑا قبیلہ، جو افراد کی تعداد اور مالداری میں مسلمانوں سے بہت بڑھا ہوا تھا، جس کے پاس جنگی سامان کی بھی کمی نہ تھی صرف چندروز کے محاصرے کی تاب بھی نہ لا سکا اور بغیر کسی مزاحمت کے وہ اپنی صدیوں کی جمی جمائی بستی چھوڑ کر جلا وطنی قبول کرنے پر آمادہ ہو گیا: ﴿ فَاعۡتَبِرُوۡا یٰۤاُولِی الۡاَبۡصَارِ ﴾

یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ مسلمانوں کی طاقت کا کرشمہ نہیں تھا، بلکہ اس بات کا نتیجہ تھا کہ بنونضیر اللہ اور اس کے رسول سے نبرد آزما ہوئے تھے: ﴿ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ شَآقُّوا اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ ۚ وَ مَنۡ یُّشَآقِّ اللّٰہَ فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ﴾ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طاقت سے ٹکرانے کی جرأت کریں وہ ایسے ہی انجام سے دوچار ہوتے ہیں۔ معاندین اسلام کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر تم نے بھی ان کا سہارا لینے کی کوشش کی تو یہ اجڑے گھر کی دربانی ہوگی۔

جنگ کا ایک قانون

(آیت ۵) تم نے کھجوروں کے جو درخت کاٹ ڈالے یا جنہیں تم نے ان کے تنوں پر باقی رہنے دیا، یہ سب اللہ کے فرمان سے تھا، تاکہ وہ فاسقوں کو رسوا کرے۔

ایک جملہ معترضہ میں برسرموقع یہود اور منافقین کے بعض اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے جو انھوں نے بنونضیر کے باغوں کے اجاڑنے اور اموال فے کی تقسیم سے متعلق اٹھائے تھے۔ مسلمانوں نے جب بنونضیر کی بستی کے اطراف میں جو نخلستان واقع تھے، ان کے درختوں کو کاٹ ڈالا یا جلا دیا تاکہ محاصرہ بآسانی کیا جا سکے اور جو درخت فوجی نقل وحرکت میں حائل نہ تھے، ان کو کھڑا رہنے دیا۔ اس پر منافقین، بنوقریظہ اور خود بنونضیر نے شور مچا دیا کہ محمد ﷺ تو فساد فی الارض سے منع کرتے ہیں، مگر یہ کیا ہوا کہ ہرے بھرے اور پھل دار درخت کاٹے جا رہے ہیں، یہ فساد فی الارض نہیں تو اور کیا ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جنگی ضرورت کے لیے دشمن کے علاقے میں جو کارروائی بھی کی گئی ہے وہ فساد فی الارض نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے ہوئی ہے، جس کا مقصد فاسقوں کو ذلیل ورسوا کرنا بھی ہے: ﴿ مَا قَطَعۡتُمۡ مِّنۡ لِّیۡنَۃٍ اَوۡ تَرَکۡتُمُوۡہَا قَآئِمَۃً عَلٰۤی اُصُوۡلِہَا فَبِاِذۡنِ اللّٰہِ وَ لِیُخۡزِیَ الۡفٰسِقِیۡنَ ﴾ فساد فی الارض یہ ہے کہ کسی فوج پر جنگ کا بھوت سوار ہو جائے اور وہ دشمن کے علاقے میں گھس کر کھیت، کھلیان، مویشی، باغات، عمارات اور ہر چیز کو خواہ مخواہ تباہ وبرباد کرتی پھرے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مال فے اور مال غنیمت میں فرق

﴿ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ . . . ﴾ اب ان زمینوں اور جائدادوں کے انتظام کا ذکر ہورہا ہے جو بنونضیر کی جلاوطنی کے بعد اسلامی حکومت کے قبضے میں آئیں، چونکہ یہ پہلا موقع تھا کہ ایک مفتوحہ علاقہ بغیر جنگ کے مسلمانوں کے قبضہ میں آیا اس لیے فتوحات کے آغاز ہی میں اراضی مفتوحہ کے لیے قانون بیان کردیا گیا کہ یہ سارے کا سارا بیت المال کا ہے، کیونکہ یہ فوج نے لڑکر حاصل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اپنے رسول کو ان پر غلبہ عطا کردیا ہے، لہٰذا یہ مال غنیمت نہیں، مال فے ہے۔

مال فے کے حقدار کون کون ہیں؟

(آیات ۷- ۱۰) پچھلی آیت میں صرف اتنی بات فرمائی تھی کہ ان اموال کو حملہ آور فوج میں غنائم کی طرح تقسیم نہ کرنے کی وجہ کیا ہے اور کیوں ان کا شرعی حکم غنائم سے الگ ہے۔ اب یہ بتایا گیا ہے کہ ان اموال کے حقدار کون کون ہیں؟ ﴿ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ . . . ﴾ جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ ان بستیوں کے لوگوں سے اپنے رسول کی طرف پلٹا دے، وہ اللہ اور رسول اور (رسول کے) رشتہ داروں اور یتامی اور مسافروں کے لیے ہے اور ان لوگوں کے لیے جنھیں اسلام قبول کرنے کے جرم میں اپنے علاقوں سے نکال دیا گیا یعنی مہاجرین فی سبیل اللہ اور انصار کے لیے جو اب تک ان مراحل سے گزر چکے ہیں: ﴿ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ اور وہ سب لوگ جو آئندہ ان حالات سے دوچار ہوں گے: ﴿ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ﴾

اطاعت رسول کے لزوم کا حکم

﴿ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ﴾ ''جو کچھ تمھیں رسول دے وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دے، اس سے رک جاؤ۔'' اس آیت میں حکم کے الفاظ عام ہیں اس لیے یہ حکم صرف مال فے کی تقسیم تک محدود نہیں، بلکہ اس کا منشا یہ ہے کہ تمام معاملات میں مسلمان رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کریں۔ اس کو یہ بات اور زیادہ واضح کردیتی ہے کہ ''جو کچھ رسول تمھیں دے'' کے مقابلے میں ''جو کچھ نہ دے'' کی بجائے فرمایا گیا کہ ''جس چیز سے وہ تمھیں روک دے یا منع کردے اس سے رک جاؤ۔'' یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ حکم کا مقصود نبی کریم ﷺ کے اوامر ونواہی ہیں۔ یہی بات ہے جو رسول اللہ ﷺ نے خود بھی فرمائی ہے: ((فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَمَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوهُ)) ① سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ دوران تقریر کہا: اللہ تعالیٰ نے فلاں فلاں فیشن کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ ایک عورت نے کہا: کتاب اللہ میں یہ مضمون نہیں پایا جاتا۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تو نے یہ آیت نہیں

① صحیح مسلم: ۱۳۳۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پڑھی۔ اس نے کہا: ہاں پڑھی ہے۔ فرمایا: تو نبی کریم ﷺ نے اس فعل سے منع فرمایا ہے، گویا نبی کا منع کرنا اللہ ہی کا منع کرنا ہے۔[1] یہی قرآن کا منشا ہے۔ حجیت حدیث کا انکار کرنے والے اسی لیے صرف منکرین حدیث ہی نہیں، دراصل منکرین قرآن ہیں۔

اہانت صحابہ قرآن کی نگاہ میں سنگین جرم ہے

(آیات ۸- ۱۰) اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے اصحاب کی مدح فرمائی۔ مہاجرین کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ کہ انھوں نے ہجرت کسی دنیوی غرض سے نہیں محض اللہ کی رضا جوئی کے لیے کی ہے ان کے ایمان میں کسی طرح کا کھوٹ نہیں ہے۔ اللہ، اس کے رسول اور دین کی خدمت ونصرت ان کی زندگی کا مشن ہے۔

پھر انصار کی مدح کرتے ہوئے فرمایا کہ مہاجرین کو تقسیم غنیمت وغیرہ میں جو کچھ ملتا ہے یا انھیں جو شرف ومرتبہ حاصل ہو چکا ہے اس کی طرف یہ انصار کبھی اپنا منفی خیال نہیں لے جاتے۔

﴿يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ﴾ یہ فضیلت کا اعلیٰ درجہ اور انتہائی مرتبہ ہے جو انصاری صحابہ کے بارے میں ارشاد ہوا ہے۔ یہ حضرات مہاجرین کو خود اپنے پاس سے کھلاتے پلاتے رہے، چاہے اپنے ہاں فاقہ ہی کی نوبت کیوں نہ آ جائے۔ بلکہ جب مہاجرین مکہ اور دوسرے مقامات سے ہجرت کرکے ان کے شہر میں آئے تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ پیشکش کی کہ ہمارے باغ اور نخلستان حاضر ہیں۔ آپ انھیں ہمارے ان مہاجر بھائیوں کے درمیان بانٹ دیں۔

مہاجرین سے محبت رکھنے کی فضیلت پر یہ صاف نص قرآنی ہے اور خلفائے راشدین چاروں کے چاروں مہاجر تھے، تو ان خلفائے اربعہ سے محبت رکھنا علامت کمالِ ایمان ٹھہری اور اس کے برعکس ان حضرات سے بیزاری علامت نقصِ ایمان۔

﴿وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ شدت فقر واحتیاج کو کہتے ہیں۔

منافقین شیطان کا سا کردار ادا کرتے ہیں

(آیات ۱۱ -۱۷) منافقین کی ایک شرارت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے بنونضیر کو مدینہ سے نکل جانے کا حکم دیا تو ابن ابی اور مدینے کے دوسرے منافق لیڈروں نے ان کی پیٹھ ٹھونکنی شروع کردی کہ ہم تمھارے ساتھ ہیں، اگر تمھیں یہاں سے نکالا گیا تو ہم بھی تمھارے ساتھ نکلیں گے اور اگر تم پر حملہ ہوا تو ہم تمھاری حمایت میں لڑیں گے:

﴿يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ ...﴾

منافقین کی اس شرارت کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ یہ محض زبان کے سورما ہیں، نہ نکلنے میں ساتھ دینے والے ہیں اور نہ لڑنے میں، بلکہ موقع آنے پر یہ وہی کریں گے جو شیطان کرتا ہے، وہ مجرم کو جرم پر ابھارتا ہے، جب جرم سرزد

---

[1] صحیح البخاری: ٤٨٨٦؛ صحیح مسلم: ٢١٢٥۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو جاتا ہے تو وہ اس سے دور بھاگ جاتا اور اعلان برات کر دیتا ہے: ﴿ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ اس لیے اگر ان کی شہ پر بنو قریظہ بھی عہد توڑ بیٹھے تو ان کا حشر بھی وہی ہوگا، جو بنو نضیر کا ہو چکا ہے۔

مجرمین اور مومنین کا انجام ایک جیسا نہیں ہوگا

(آیات ۱۸ - ۲۴) سورت کے اختتام پر ایک نصیحت ہے جس کے مخاطب وہ تمام لوگ ہیں جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان کو بتایا گیا ہے کہ ایمان کا اصل تقاضا یہ ہے کہ ہر وقت آخرت کی فکر کرو۔ ان لوگوں کی طرح نہ بن جاؤ، جو مالک حقیقی کو بھلا کر اپنے مقصد وجود اور اپنے انجام سے غافل ہو بیٹھے ہیں۔ جس طرح تقویٰ اور فسق میں فرق ہے، اسی طرح اصحاب الجنہ اور اصحاب النار کے درمیان بہت فرق ہے، ان کا انجام ایک جیسا نہیں ہو سکتا، جس قرآن کو ماننے کا وہ دعویٰ کر رہے ہیں اس کی اہمیت کا اندازہ یوں لگا سکتے ہو کہ دھرتی پر کوئی پہاڑ اتنا مضبوط نہیں ہے جو قرآن کی جلالت کو برداشت کر سکے:

﴿ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ﴾

صفات الٰہی کا ذکر اور اس کا اہتمام

﴿ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿٢٢﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٢٣﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۭ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ جس اللہ پر ایمان لانے کی دعوت تمہیں دی جا رہی ہے، جس کی طرف سے یہ قرآن تم پر نازل کیا جا رہا ہے اور جس کے حضور بالآخر تمہیں جوابدہ ہونا ہے وہ کیسا معبود ہے اور وہ کن صفات کا حامل ہے؟ اوپر کے مضمون کے بعد متصلاً صفات الٰہی کا یہ بیان خود بخود انسان کے اندر یہ احساس پیدا کرتا ہے کہ اس کا سابقہ کسی معمولی ہستی سے نہیں بلکہ اس عظیم وجلیل ہستی سے ہے جس کی یہ صفات ہیں۔ اس مقام پر یہ بات بھی جان لینی چاہیے کہ قرآن مجید میں اگرچہ جگہ جگہ اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کی گئی ہیں، جن سے ذاتِ الٰہی کا نہایت واضح تصور حاصل ہوتا ہے، لیکن دو مقامات ایسے ہیں جن میں صفاتِ باری تعالیٰ کا جامع ترین بیان پایا جاتا ہے۔ ایک سورۂ بقرۃ میں آیت الکرسی آیت نمبر ۲۵۵، دوسری سورۂ حشر کی یہ آیات۔

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ

سورۂ ممتحنہ مدنی ہے، اس میں تیرہ آیات اور دو رکوع ہیں

سورت کا نام، ربط سورت اور زمانہ نزول

اس سورت کا نام آیت ۱۰ کے لفظ: ﴿ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ﴾ سے لیا گیا ہے۔ جس میں حکم دیا گیا ہے کہ جو عورتیں ہجرت کر کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آئیں اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کریں ان کا امتحان لیا جائے۔ اَلْمُمْتَحِنَۃ کا معنی ہے: وہ عورت جس کا امتحان لیا جائے۔

① پچھلی سورتوں میں منافقین کو اہل کتاب خصوصاً یہود سے قطع تعلق کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سورت میں مومنوں کو مشرکین سے اور خاص طور پر مشرکین مکہ سے قطع تعلقی کا حکم دیا گیا ہے۔ خطاب خاص طور پر ان لوگوں سے ہے جو ہجرت کر کے مدینہ آ چکے تھے، لیکن ان کی قرابت داری اہل مکہ سے بدستور تھی۔ اس لیے امتحان کے مواقع پر ان سے ایسی کمزوریاں سرزد ہو جاتیں جو ایمان واخلاص کے منافی ہوتی تھیں۔

② دوسری مناسبت یہ ہے کہ سابقہ سورت میں مہاجرین کی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ محض اللہ کی رضا اور دین کی سربلندی کی خاطر ہجرت کر کے آئے ہیں۔ اس سورت میں ان کی حوصلہ افزائی کے لیے ہجرت ابراہیمی کی مثال دی گئی کہ تم بھی انھی کی طرح گھر بار چھوڑ کے آئے ہو، اس لیے اسی جذبے کو ملحوظ خاطر رکھو۔

یہ سورت صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی دور میں نازل ہوئی، کیونکہ اس میں ایک بدری صحابی سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے جنھوں نے فتح مکہ سے کچھ مدت پہلے ایک خفیہ خط کے ذریعے سے قریشی سرداروں کو رسول اللہ ﷺ کے مکہ پر حملہ کرنے کے ارادے کے بارے میں مطلع کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے آپ ﷺ کو مطلع کر دیا اور یہ خبر کفار تک پہنچنے سے بچ گئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱-۳) ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۖ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَيْتُمْ وَمَاۤ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴾

جو کمزور دل مسلمان ہجرت کے بعد مشرکین مکہ سے خفیہ روابط قائم رکھے ہوئے تھے، خاص طور پر ایک بدری صحابی سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو تنبیہ کی گئی ہے کہ جنھوں نے تمھیں اور اللہ کے رسول کو تمھارے گھر بار سے ایمان لانے کے جرم میں نکالا ہے، ان سے محبت کی پینگیں نہ بڑھاؤ۔ تم تو ان سے محبت کی پینگیں بڑھاتے ہو اور ان کا حال یہ ہے کہ اگر ان کا بس تم پر چل جائے تو ان کی پوری کوشش یہ ہوگی کہ وہ تمھیں مرتد کر کے چھوڑیں۔ یاد رکھو کہ اپنے عزیزانہ تعلقات کی پاسداری میں اللہ اور اس کے رسول سے بے وفائی کرو گے تو قیامت کے دن یہ رشتے تمھارے کام نہیں آئیں گے: ﴿ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ... ﴾

اس آیت میں سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے اس فعل پر سخت گرفت کی گئی ہے کہ انھوں نے محض اپنے اہل وعیال کو بچانے کی خاطر رسول اللہ ﷺ کے ایک جنگی راز سے دشمنوں کو خبردار کرنے کی کوشش کی تھی جسے اگر بروقت ناکام نہ بنایا جاتا تو فتح مکہ کے موقع پر بڑا کشت وخون ہوتا، جس میں مسلمانوں کی بھی بہت سی قیمتی جانیں ضائع ہوتیں، وہ تمام فوائد بھی ضائع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو جاتے جو مکہ کو پرامن طریقے سے فتح کرنے کی صورت میں حاصل ہو سکتے تھے۔ اس شدید اور دوررس نتائج کی حامل غلطی پر تنبیہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ کسی مومن کو کسی حال میں بھی اسلام کے دشمن کافروں کے ساتھ محبت و دوستی کا تعلق نہیں رکھنا چاہیے اور کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے جو کفر و اسلام کی کشمکش میں کفار کے لیے مفید ہو۔ البتہ جو کافر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عملاً دشمنی اور ایذا رسانی کا برتاؤ نہ کر رہے ہوں ان کے ساتھ احسان کا رویہ اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

اسوۂ ابراہیمی کو نمونہ بناؤ

(آیات ۴-۷) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے واقعۂ ہجرت کی یاددہانی اور اسے قابل اتباع بنانے کا حکم دیا گیا ہے کہ انہوں نے جب ہجرت کی تو پوری قوم سے مکمل اعلان برأت کر دیا تھا۔ اس ضمن میں دعائے ابراہیمی کی تلقین کی گئی ہے جو انھوں نے ہجرت کی آزمائش میں ثابت قدمی کے لیے فرمائی اور اس امر کی بشارت کہ کیا عجب، جن لوگوں سے تم کو آج قطع تعلقی کا حکم دیا جا رہا ہے وہ کل اسلام سے مشرف ہو کر تم سے آملیں: ﴿عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۭ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

تعویذ فروشوں کی چاندی

تعویذ فروشوں نے اس آیت کا بڑا غلط استعمال کیا ہے کہ نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کو اپنی محبتوں میں کامیابی کے لیے اس آیت کو بطور وظیفہ عمل کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اسی قسم کا سلوک وہ قرآن کی دیگر آیات کے ساتھ کرتے ہیں۔ سچ ہے۔

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہین کا جہاں اور

دوستی کی ممانعت کن سے؟

(آیات ۸-۹) ممانعت ان لوگوں کے ساتھ دوستی سے ہے، جنھوں نے تمہارے ساتھ جنگ کی ہے اور رسول کو اور تمہیں تمہارے گھر بار سے نکلنے پر مجبور کیا ہے ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور احسان کی ممانعت نہیں کی جا رہی جنھوں نے اس طرح کی کوئی زیادتی تمہارے ساتھ نہیں کی: ﴿لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ﴾

مہاجر مردوں اور عورتوں کے بارے میں حکم

(آیات ۱۰-۱۱) اسلام کے ایک اہم معاشرتی مسئلے کا فیصلہ کیا گیا ہے جو اس وقت بڑی پیچیدگی پیدا کر رہا تھا۔ مکہ میں بہت سی مسلمان عورتیں ایسی تھیں جن کے شوہر کافر تھے اور وہ کسی نہ کسی طرح ہجرت کر کے مدینہ پہنچ جاتی تھیں۔ اسی طرح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مدینہ میں بہت سے مسلمان مرد ایسے تھے جن کی بیویاں کافر تھیں اور وہ مکہ میں رہ گئی تھیں، ان کے بارے میں سوال پیدا ہوتا تھا کہ ان کے درمیان رشتہ ازدواج باقی ہے یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے فیصلہ کر دیا کہ مسلمان عورت کے لیے کافر شوہر حلال نہیں اور مسلمان مرد کے لیے بھی جائز نہیں کہ وہ مشرک بیوی کو اپنے نکاح میں رکھے۔ اس ضمن میں ایک احتیاطی تدبیر اختیار کرنے کی ہدایت دی کہ مجرد ان عورتوں کا ہجرت کر کے آ جانا کافی نہیں ہے۔ ان کو اپنے معاشرے میں شامل کرنے سے پہلے خوب جانچو پرکھو کہ اس ہجرت کے پیچھے صرف جذبۂ ایمانی ہے یا کچھ اور۔ اگر وہ اس آزمائش میں پورا اتریں تو ان کو کافروں کے حوالے نہ کرو۔

اسی طرح جو مشرکہ عورتیں مسلمانوں کے عقد میں ہیں ان کو بھی اپنے عقد میں باندھے رکھنا جائز نہیں، بلکہ وہ آزاد کر دی جائیں اور آپس میں مہروں کا تبادلہ کر لیا جائے۔

عورتوں سے بیعتِ ایمان اور کفار سے دوستی کی ممانعت

(آیات ۱۲ -۱۳) رسول اللہ ﷺ کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ جو عورتیں اسلام قبول کریں گی، ان سے آپ ان بڑی بڑی برائیوں سے بچنے کا عہد لیں گے جو جاہلیت میں عورتوں کے اندر پھیلی ہوئی تھیں اور اس بات کا اقرار کرائیں کہ آئندہ وہ بھلائی کے ان تمام طریقوں کی پیروی کریں گی جن کا حکم اللہ کے رسول کی طرف سے ان کو دیا جائے گا، پھر فرمایا کہ ایمان والو! تم اس قوم سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غضب نازل ہو چکا اور وہ آخرت سے اسی طرح مایوس ہو چکے ہیں جیسے قبروں میں پڑے ہوئے کفار ناامید ہیں۔

سورت کا آغاز اور خاتمہ ایک ہی مضمون سے متعلق ہے، یعنی یہود و کفار سے دست مودت نہ بڑھاؤ، ان دونوں کا حشر ایک ہی جیسا ہوگا۔ ان کی بنیادیں بالکل کھوکھلی ہو چکی ہیں۔ آخری آیت میں پہلی آیت والے مضمون کی یاد دہانی، قرآنی نظم کی ایک حسین ترین مثال ہے۔

سُوْرَةُ الصَّفِّ

سورۂ صف مدنی ہے، اس میں چودہ آیات اور دو رکوع ہیں

سورت کا نام، موضوع و ربطِ سورت

اس سورت کا نام اس کی چوتھی آیت کے فقرے: ﴿يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا﴾ سے ماخوذ ہے۔

پچھلی سورت میں جہاد کے معاملے میں سستی کا مظاہرہ کرنے والوں کے کردار کو موضوع سخن بنایا گیا تھا۔ اس سورت میں متنبہ فرمایا ہے کہ عہد اطاعت میں آ جانے کے بعد بھی کفار کے ساتھ ربط و تعلق اور جہاد سے جی چرانا وہ کردار ہے جو یہود کا تھا اور وہی سزا ملے گی جو انہیں ملی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس طرح پچھلی مدنی سورتوں میں ان منافقین کا کردار زیر بحث رہا ہے، اسی طرح اس سورت میں بھی انہی کے ایک گروہ کا کردار زیر بحث ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ پچھلی سورتوں میں جن منافقین سے بحث ہے وہ اپنے نفس کی داخلی کمزوریوں کے ساتھ ساتھ خارجی بندھنوں میں گرفتار تھے، لیکن اس سورت اور اس کے بعد کی مدنی سورتوں میں ان منافقین سے بحث ہے جن کی کمزوریاں بیشتر داخلی تھیں۔ مثلاً اس سورت میں اور اس کے بعد سورۂ جمعہ میں حُبِّ مال وجان کی بیماری کی نشاندہی کی گئی ہے اور اس کو ان کے نفاق کا سبب بتایا گیا ہے، نیز ان کے علاج کی تدابیر کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔

مضامین سورت کا اجمالی تجزیہ

اس سورت کا موضوع و مضمون مسلمانوں کو ایمان میں اخلاص اختیار کرنے اور جہاد کرنے پر ابھارنا ہے اور جہاد سے جی چرانے والوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ یہود نے قدم قدم پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی تھی۔ اس کج روی کی سزا انھیں یہ ملی کہ ان کے دلوں میں کجی ڈال دی گئی، اس طرح وہ ہمیشہ کے لیے ہدایت سے محروم کر دیے گئے، چنانچہ جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ان کے پاس آخری نبی کی بشارت لے کر آئے اور نہایت کھلے ہوئے معجزات دکھائے تو انھوں نے سارے معجزات کو جادو قرار دیا اور ان کو جھٹلا دیا اور اب وہ اسلام کی مخالفت کے درپے ہیں، حالانکہ اسلام ان کی مخالفتوں کے باوجود اس سرزمین کے تمام ادیان پر غالب آ کے رہے گا۔

اس سورت میں ضعیف الایمان مسلمانوں کو بھی مخاطب کیا گیا ہے اور ان لوگوں کو بھی جو ایمان کا جھوٹا دعویٰ کر کے اسلام میں داخل ہو گئے تھے اور ان کو بھی جو مخلص تھے۔ بعض آیات کا خطاب پہلے دونوں گروہوں سے ہے، بعض کا روئے سخن منافقین کی طرف ہے اور بعض کا صرف مخلصین کی طرف ہے۔ انداز کلام سے خود معلوم ہو جاتا ہے کہ کہاں کون مخاطب ہے۔

اس سورت کے مزید عنوانات ملاحظہ ہوں۔

زبان کے غازیوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم اس بات کا دعویٰ ہی کیوں کرتے ہو جسے پورا نہیں کر سکتے ☆ آدمی کے قول و قرار کی ساری قدر و قیمت اس کی وفاداری اور راستبازی ہے ☆ یہود کی روش کی پیروی سے تمہارے دلوں میں بھی کجی پیدا کر دی جائے گی ☆ اسی کجی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے محروم رہے ☆ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے آخری نبی کی نام کی صراحت کے ساتھ بشارت دی ☆ یہود کی شقاوت کہ انھوں نے سیدنا مسیح علیہ السلام کی بھی تکذیب کی اور اب آخری نبی کی بھی تکذیب کر رہے ہیں ☆ یہود کے من گھڑت دعاوی کی تردید اور ان کی سعی لاحاصل کی تمثیل کہ یہ پھونکوں سے چراغ بجھانا چاہتے ہیں ☆ اسلام کے غلبے کا واضح اعلان ☆ اہل ایمان کی کامیاب تجارت ☆ اس دنیا میں کامیابی اور غلبے کی بشارت ☆ فتح مکہ کی بشارت ☆ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا قابل تقلید نمونہ۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(آیات ۱، ۴) ﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ﴾

اللہ کی حمد و بڑائی کے بعد اس بات کی ممانعت کہ انسان کہے کچھ اور کرے کچھ، یہ تضاد جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اللہ کی راہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح لڑتے ہیں۔

(آیات ۵، ۹) رسول اللہ ﷺ کی امت کے لوگوں کو متنبہ کیا گیا ہے کہ اپنے رسول اور اپنے دین کے ساتھ تمہاری روش وہ نہیں ہونی چاہیے جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل نے اختیار کی تھی۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو وہ اللہ کا رسول بھی مانتے تھے اور ساری زندگی انہیں ستاتے بھی رہے اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے کھلی کھلی نشانیاں دیکھ لینے کے باوجود ان کو جھٹلانے سے باز نہیں آئے، نیز اس امر کا تذکرہ کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے صاف لفظوں میں اپنے بعد ایک نبی کی آمد کی بشارت دی تھی جس کا نام احمد ہوگا: ﴿وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ﴾ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس قوم کے مزاج کا سانچہ ہی ٹیڑھا ہوگیا اور ہدایت کی توفیق ہی سلب ہوگئی، یہ کوئی ایسی قابل رشک حالت نہیں ہے کہ کوئی دوسری قوم اس میں مبتلا ہونے کی تمنا کرے۔

پھر چیلنج کے ساتھ اعلان کیا گیا کہ یہود و نصاریٰ اور ان سے ساز باز رکھنے والے منافقین اللہ کے اس نور کو بجھانے کی چاہے کتنی ہی کوشش کرلیں، یہ پوری آب و تاب کے ساتھ دنیا میں پھیل کر رہے گا اور مشرکین کو خواہ کتنا ہی ناگوار ہو، رسول برحق کا لایا ہوا دین ہر دوسرے دین پر غالب آ کر رہے گا: ﴿وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾

(آیت ۱۰-۱۴) اہل ایمان کو بتایا گیا ہے کہ عذاب الیم سے بچنے اور دنیا اور آخرت میں کامیابی کی راہ صرف ایک ہے۔ ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ﴾

آخری آیت میں اہل ایمان کو تلقین کی گئی ہے کہ جس طرح سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے اللہ کی راہ میں ان کا ساتھ دیا تھا، اسی طرح وہ بھی ''انصار اللہ'' بنیں تاکہ کافروں کے مقابلے میں ان کو بھی اسی طرح اللہ کی تائید حاصل ہو جس طرح پہلے ایمان لانے والوں کو حاصل ہوئی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ

سورۂ جمعہ مدنی ہے، اس میں گیارہ آیات اور دو رکوع ہیں

سورت کا نام، مرکزی مضمون اور زمانہ نزول

اس سورت کا نام آیت ۹ کے فقرے: ﴿اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ﴾ سے ماخوذ ہے۔ اگرچہ اس سورت میں نماز جمعہ کے احکام بھی بیان کیے گئے ہیں۔

پہلی سورت میں نبی کریم ﷺ کے بارے میں سیدنا مسیح علیہ السلام کی پیشین گوئی کا حوالہ ہے۔ اس سورت میں بتایا گیا کہ آپ کی بعثت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے باعث ہوئی۔ سورۂ صف اور سورۂ جمعہ کے بنیادی مضمون میں کوئی فرق نہیں ہے، البتہ اسلوب بیان اور نہج استدلال دونوں کے الگ الگ ہیں۔

یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب یہودیوں کی وہ تمام کوششیں ناکام ہو چکی تھیں جو اسلام کی دعوت کا راستہ روکنے کے لیے پچھلے چھ سال کے دوران میں انہوں نے کی تھیں۔ پہلے مدینہ میں ان کے تین طاقت ور قبیلے نبی کریم ﷺ کو نیچا دکھانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے اور نتیجہ یہ دیکھا کہ ایک قبیلہ پوری طرح تباہ ہو گیا اور دو قبیلوں کو جلاوطن ہونا پڑا۔ پھر وہ سازشیں کر کے عرب کے بہت سے قبائل کو مدینے پر چڑھا لائے، مگر غزوۂ احزاب میں ان سب نے منہ کی کھائی۔ اس کے بعد ان کا سب سے بڑا گڑھ خیبر رہ گیا تھا جہاں مدینہ سے نکلے ہوئے یہودیوں کی بھی بڑی تعداد جمع ہو گئی تھی۔ ان آیات کے نزول کے وقت وہ بھی آسانی سے فتح ہو گیا اور آخری شکست کے بعد عرب میں یہودی طاقت کا بالکل خاتمہ ہو گیا۔ وادی القریٰ، فدک، تیما، تبوک، سب ایک ایک کر کے ہتھیار ڈالتے چلے گئے، یہاں تک کہ عرب کے تمام یہودی اسی اسلام کی رعایا بن کر رہ گئے جس کے وجود کو برداشت کرنا تو درکنار، جس کا نام سننا تک انہیں گوارا نہ تھا۔ یہ موقع تھا جب اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں ایک مرتبہ پھر ان کو خطاب فرمایا اور غالباً یہ آخری خطاب تھا جو ان سے کیا گیا۔

مضامین سورت کا اجمالی تجزیہ

یہود کے علاوہ اس سورت میں قریش بنی اسماعیل کو بھی متنبہ کیا جا رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے جس نعمت سے ان کو نوازا ہے اس کی قدر کریں، یہودیوں کی حاسدانہ سازشوں کا شکار ہو کر اپنے کو اس فضل عظیم سے محروم نہ کر بیٹھیں۔ اسی ضمن میں مسلمانوں کے ایک گروہ کو ملامت کی گئی ہے کہ اس نے دنیوی کاروبار کے طمع میں جمعہ اور رسول ﷺ کا احترام ملحوظ نہیں رکھا۔ اگر تجارت کی طمع لوگوں کو جمعہ کے احترام اور رسول کے وعظ سے زیادہ عزیز ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انھوں نے اس بیع وشرا کی حقیقت نہیں سمجھی جو وہ اپنے رب سے کر چکے ہیں (جس کا ذکر پچھلی سورت کی آیت ۱۰ میں کیا گیا ہے) ساتھ ہی اس ناقدری کے انجام سے بھی آگاہ کیا گیا ہے کہ یہ روش اختیار کر کے یہود خدائی شریعت سے محروم ہو گئے تھے۔ مسلمان فلاح چاہتے ہیں تو ان کی تقلید سے بچیں اور اللہ کے بارے میں یقین رکھیں کہ وہی خیر الرازقین ہے: ﴿ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴾

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱، ۴) ﴿ يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۤ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾

بنی اسماعیل (قریش مکہ) کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ نبی امی تمہارے جد امجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہیں اور ان کی بعثت اللہ تعالیٰ کی عظیم القدر نعمتوں میں سے ہے۔ اس کی قدر کریں اور یہودیوں کی حاسدانہ سازشوں کا نشانہ بن کر اپنے آپ کو اللہ کے اس عظیم فضل سے محروم نہ کر بیٹھیں۔

(آیات ۵، ۸) یہود کے اس دعوے کی تردید کی گئی ہے کہ وہ اللہ کی برگزیدہ امت ہیں۔ ان کے سوا کوئی اور قوم نبوت ورسالت کے شرف کی حق دار نہیں ہو سکتی۔ ان کی ان نالائقیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جا رہا ہے کہ تمھیں تورات کا حامل بنایا گیا تھا مگر تم نے اس کی ذمہ داری سمجھی نہ ادا کی۔ تمہارا حال اس گدھے کا سا ہے جس کی پیٹھ پر کتابوں کا بوجھ تو لدا ہو، لیکن اسے کیا خبر، کیونکہ وہ سمجھ بوجھ تو نہیں رکھتا۔ تمہاری حالت اس گدھے سے بُری ہے کیونکہ تم تو سمجھ رکھتے ہو۔ اس پر تمہارا یہ زعم مستزاد کہ تم اللہ کے چہیتے ہو جن کے نام رسالت کی نعمت ہمیشہ کے لیے لکھ دی گئی ہے۔ تم اگر واقعی اللہ کے چہیتے ہو تو تمھیں موت کا اتنا خوف کیوں ہے؟ تمھیں ذلت ولعنت کی زندگی گوارا ہے، مگر موت سے ڈرتا ہے، حالانکہ پچھلے کئی سالوں سے تم شکست پہ شکست کھاتے چلے جاتے ہو: ﴿ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ اصل بات یہ ہے کہ تمھیں اپنے دعوے کی نسبت اپنی اصلیت کا خوب علم ہے کہ اس حالت میں اگر ''وصال'' ہو گیا تو اللہ کے ہاں تمہارا کیا حشر ہو گا؟ ﴿ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًا ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ﴾ ان کی نالائقیاں اس قسم کی تھیں جن کے سبب سے وہ اللہ کی ہدایت سے محروم اور منصب امامت سے معزول ہوئے تھے۔

یہود نے سبت کے ساتھ جو حشر کیا؟

(آیات ۱۱-۹) اس سورت کا دوسرا رکوع جو کئی سال پہلے نازل ہوا تھا اسے یہاں اس لیے شامل کیا گیا کہ یہودیوں کے سبت کے مقابلے میں مسلمانوں کو جمعہ عطا ہوا۔ جس سے مسلمانوں کو تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ تم بھی جمعہ کے ساتھ وہی حشر نہ کرنا جو یہود نے سبت کے ساتھ کیا تھا۔ یہ آیات اس وقت نازل ہوئیں، جب قحط کے زمانے میں ایک تجارتی قافلہ مدینے آیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ جس کی آواز سن کر ۱۲ آدمیوں کے سوا تمام حاضرین مسجد نبوی سے قافلے کی طرف دوڑ گئے۔ حالانکہ اس وقت نبی کریم ﷺ کھڑے خطبہ ارشاد فرمار ہے تھے: ﴿وَتَرَكُوكَ قَآئِمًا﴾

اس پر یہ حکم دیا گیا کہ جمعہ کی اذان ہونے کے بعد ہر قسم کی خرید وفروخت اور ہر دوسری مصروفیت حرام ہے۔ اہل ایمان کا کام یہ ہے کہ اس وقت سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اللہ کے ذکر کی طرف دوڑیں، البتہ جب نماز ختم ہو جائے تو انہیں حق ہے کہ وہ اپنے کاروبار چلانے کے لیے زمین میں پھیل جائیں۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کا خطبہ کھڑے ہو کر دیا کرتے تھے، یہ جو خطیبوں میں بلا عذر بیٹھ کر خطبہ دینے کا رواج چل نکلا ہے، سنت کے یکسر خلاف ہے۔

سُورَةُ الْمُنٰفِقُونَ

سورۂ منافقون مدنی ہے، اس میں گیارہ آیات اور دو رکوع ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت، موضوع اور زمانہ نزول

اس سورت کا نام پہلی آیت کے فقرے ﴿إِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُونَ﴾ سے ماخوذ ہے۔

یہ سورت سابقہ سورۂ جمعہ کے تکملہ وتتمہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ سورۂ جمعہ کے آخر میں ان لوگوں کی کمزوری کی نشاندہی کی گئی تھی جو آزمائش کی گھڑی میں اپنے دنیوی مفاد کو ترجیح دے بیٹھے تھے۔ اس سورت میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو دنیوی مفادات کی وجہ سے اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار کرانے کے لیے جھوٹی قسمیں تک اٹھانے سے گریز نہیں کرتے تھے، حالانکہ وہ ہرگز مسلمان نہیں تھے۔

یہ سورت غزوۂ بنی المصطلق سے واپسی پر نازل ہوئی اور یہ غزوہ ۶ ھ میں پیش آیا تھا۔ سبب نزول یہ تھا کہ مدینے کے قبیلہ بنی خزرج کا رئیس عبداللہ بن ابی بن سلول نبی کریم ﷺ کی مدینہ تشریف آوری سے پہلے بادشاہ کے طور پر منتخب ہو چکا تھا، بلکہ اس کے لیے تاج بھی تیار کرلیا گیا تھا۔ نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری پر اس کے خواب ادھورے رہ گئے۔ اب بظاہر ایمان قبول کرنے کے علاوہ اس کے پاس کوئی راستہ نہیں تھا، چنانچہ اس نے ایمان تو قبول کرلیا، لیکن دل سے کفر نہ نکال سکا جو دن بدن کھلتا جارہا تھا۔ جنگ احد میں اس نے صریح طور پر غداری کی اور عین وقت پر اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر میدان جنگ سے واپس آ گیا۔ اس کے علاوہ اس نے مسلمانوں کو زک پہنچانے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ غزوۂ بنی المصطلق سے واپسی پر اس نے اپنے منافق ساتھیوں کی ایک مجلس میں ڈینگ ماری کہ قریش سے بھاگے ہوئے یہ کنگلے لوگ ہماری بلی ہمیں ہی میاؤں کے مصداق ہمیں ہی کاٹنے کو دوڑتے ہیں۔ اللہ کی قسم! ہم مدینے پہنچ کر ان ذلیلوں کو نکال کر دم لیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ بات جب انصار میں پھیل گئی تو سخت اشتعال پیدا ہوگیا، لوگوں نے اسے کہا کہ تم جا کر رسول اللہ ﷺ سے معافی مانگو، مگر اس نے انکار کر دیا۔ جب یہ قافلہ مدینہ طیبہ داخل ہوا تو اس کا اپنا بیٹا سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ جو حقیقی مومن تھا، تلوار سونت کر کھڑا ہوگیا کہ تم نے کہا تھا کہ مدینہ پہنچتے ہی عزت والا ذلیل کو نکال دے گا۔ آج تم کو پتہ چل جائے گا کہ کون عزت والا ہے اور کون ذلیل؟ تم اس وقت مدینے میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک اللہ کے رسول ﷺ اجازت نہ دیں گے۔ اس پر ابن ابی چیخ اٹھا: خزرج کے لوگو! ذرا دیکھو، میرا بیٹا ہی مجھے مدینہ میں داخل ہونے سے روک رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو جب اس بات کی خبر ملی تو آپ نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ اپنے باپ کو داخل ہونے دو۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی کریم ﷺ کا حکم ہے تو سر تسلیم خم ہے۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(آیات ۱ ،۸) ﴿اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

ان آیات میں منافقین کے کردار سے بحث کی گئی ہے۔ بتایا گیا ہے کہ ان کی اصل بیماری دنیا کی محبت ہے جس میں یہ غرق ہو چکے ہیں اور جھوٹی آن شان ان کی کمزوری ہے۔ اس لیے یہ لوگ اپنے آپ کو عزت والے سمجھتے ہیں۔ حالانکہ عزت تو صرف اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لیے ہے۔ کفار و منافقین کیا جانیں کہ عزت کیا ہوتی ہے: ﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

(آیات ۹ -۱۱) گزشتہ آیات میں منافقین کے مرض نفاق کے اصل سبب یعنی حب مال و جاہ کی نشاندی کی گئی تھی۔ اب یہاں عام لوگوں کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ تم لوگ مال و دولت اور اولاد کی محبت میں گرفتار ہو کر اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہو جانا۔ اگر آج اللہ کی راہ میں انفاق کر کے اپنے مال سے بروقت فائدہ نہ اٹھایا تو مہلت حیات گزر جانے کے بعد اپنی محرومی پر پچھتاوا ہوگا اور اس وقت کا پچھتانا بے سود ہوگا: ﴿وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾

سُوْرَةُ التَّغَابُنِ

سورۂ تغابن مدنی ہے، اس میں اٹھارہ آیات اور دو رکوع ہیں

سورت کا نام، مرکزی مضمون اور زمانہ نزول

اس سورت کا نام آیت نمبر ۹ کے فقرے: ﴿ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ﴾ سے ماخوذ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورۂ منافقون اس تنبیہ پر ختم ہوئی تھی کہ مال واولاد کی محبت میں گرفتار ہو کر اللہ کی یاد اور انفاق فی سبیل اللہ سے غافل نہ ہوجانا، ورنہ آخر وقت پچھتانا پڑے گا اور اس وقت ذرا بھی مہلت نہ دی جائے گی۔ اس سورت میں اسی بات کو مرکزی مضمون کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے کہ اس دنیا کے بعد بھی ایک جہاں برپا ہوگا جہاں دنیوی رشتہ داریاں کام نہیں آئیں گی، اس لیے ان سے محتاط رہو۔

یہ سورت غالباً مدنی دور کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی۔ بعض مفسرین کے مطابق اس کا کچھ حصہ مدنی ہے اور کچھ حصہ مکی ہے، لیکن مضمون کلام پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ غالباً یہ مدینہ طیبہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی ہوگی۔ اسی وجہ سے اس میں کچھ رنگ مکی سورتوں کا سا اور کچھ مدنی سورتوں کا سا پایا جاتا ہے۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

اس سورت کا مضمون ایمان واطاعت کی دعوت اور اخلاق حسنہ کی تعلیم ہے۔ پہلی چار آیتوں میں خطاب تمام انسانوں سے ہے۔ پھر آیت ۵ سے ۱۰ تک قرآن کی دعوت کے منکروں سے خطاب ہے اور اس کے بعد ۱۱ سے آخر سورت تک کی آیات کا روئے سخن ان لوگوں کی جانب ہے جو قرآن کی دعوت کے ماننے والے ہیں۔ اس میں دنیا کی بے ثباتی اور بے وفائی کو مزید واضح کیا جارہا ہے کہ اس دنیا کی زندگانی ہی کل زندگی نہیں ہے، بلکہ اصل زندگی آخرت کی ہے اور یہ فیصلہ وہیں ہونا ہے کہ اس دنیا میں کون جیتا اور کون ہارا؟ اس لیے جو آخرت کی فوز عظیم حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے لیے لازم ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی رضا جوئی کی خاطر ہر قربانی کے لیے تیار رہے اور اس معاملے میں کسی ملامت گر کی ملامت اور کسی ناصح کی نصیحت کی پروا نہ کرے۔ بسا اوقات آدمی کے اپنے اہل وعیال اس راہ میں مزاحم ہوتے ہیں اور ان کی محبت ہمتوں کو پست ہمت کر دیتی ہے۔ جو شخص اپنے ایمان کو سلامت رکھنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ راہ حق میں رکاوٹ بننے والے بیوی بچوں کو بھی اپنے لیے فتنہ سمجھے اور ان سے محتاط رہے تاکہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں نہ بن جائے۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(آیات ۱ - ۴) ﴿یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۫ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَیْهِ الْمَصِیْرُ﴾

تمام انسانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور یہ کائنات اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت کی گواہ ہے، اسے بھی اس نے بے حکمت پیدا نہیں کیا۔ اسی طرح تمہاری تخلیق بھی بے مقصد نہیں کہ تم اپنی مرضی سے ایمان یا کفر کا راستہ اختیار کرلو، یاد رکھو تم غیر ذمہ دار اور غیر جوابدہ نہیں ہو، آخر کار تمہیں اپنے مالک کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ جو سارے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جہان کا خالق و مالک ہے اور ہر ایک کے قول وفعل سے بخوبی واقف ہے۔ اس بنا پر ہر شخص کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا جس کا وہ مستحق ہوگا۔

(آیات ۵۔ ۷) ماضی کی تاریخ اس حقیقت کی گواہ ہے کہ تباہ ہونے والی قومیں دو وجوہات سے تباہ و برباد کی گئیں: ایک تو انہوں نے رسولوں کی لائی ہوئی ہدایات کو نظر انداز کر کے اپنے ذہنی فیصلوں اور خواہشات کو معبود بنالیا تھا۔ دوسرے انہوں نے عقیدۂ آخرت اور بعث بعد الموت کا انکار کر کے اپنے آپ کو غیر ذمہ دار اور غیر جوابدہ جان لیا تھا۔ اس چیز نے ان کے اخلاق وکردار کو اس حد تک بگاڑ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل کر کے ان کی پھیلائی ہوئی گندگی کو صاف کیا اور آخرت میں بھی ان کے لیے بڑا دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(آیات ۱۰-۸) ماضی کی اس حقیقت کو بیان کر کے لوگوں کو توحید اور آخرت کا عقیدہ اپنانے کی دعوت دی گئی ہے کہ وہی دن ہار جیت کے فیصلے کا دن ہوگا: ﴿وَذَالِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ﴾ جس دن ایمان اور عمل صالح والوں کو اللہ تعالیٰ جنت کی فوز عظیم سے نوازے گا اور کفر وتکذیب کرنے والوں کو ہمیشہ کے لیے جہنم میں پھینک دے گا۔

(آیت ۱۱، ۱۳) ایمان والوں سے کہا کہ جو مصیبت بھی آتی ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اذن ہی سے آتی ہے۔ ایسے حالات میں جو شخص ایمان پر ثابت قدم رہتا ہے اللہ عزوجل اس کے دل کو ہدایت بخشتا ہے: ﴿وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ﴾ مگر جو گھبرا کر ایمان کی راہ سے ہٹ جائے اس کی مصیبت تو اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر دور نہیں ہوسکتی، البتہ وہ ایک اور مصیبت کا شکار ہوجاتا ہے جو سب سے بڑی مصیبت ہے، یعنی اس کا دل ہدایت سے محروم ہوجاتا ہے۔ رسول کا کام پہنچا دینا ہے، چنانچہ وہ اس نے کردیا: ﴿فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ اب تم لوگوں کی اپنی ذمہ داری ہے۔ مومن کا کام صرف ایمان لانے سے ہی ختم نہیں ہوجاتا بلکہ اسے عملاً اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنی چاہیے۔ اس کے بغیر وہ اپنے نقصان کا خود ذمہ دار ہوگا۔

(آیات ۱۵-۱۴) مومن کا اعتماد اپنی قوت یا دنیا کی طاقت پر نہیں بلکہ صرف اللہ پر ہونا چاہیے، نیز اس کے دنیوی ساز وسامان مثلاً اس کا مال اور اس کے اہل وعیال ایک بہت بڑی آزمائش ہیں۔ کیونکہ انہی کی محبت انسان کو ایمان و اطاعت سے منحرف کرتی ہے۔ اس لیے اسے چاہیے کہ وہ اس امر پر نگاہ رکھے کہ ان کی محبت یا ان کی خواہش دین کی راہ میں رکاوٹ نہ بننے پائے۔ اگرچہ ان کے ساتھ معاملہ عفو و درگزر ہی کا رکھا جائے۔

(آیات ۱۸-۱۶) ہر انسان اپنی استطاعت کی حد تک ہی مکلف ہے۔ اللہ کسی پر مالایطاق بوجھ نہیں ڈالتا۔ البتہ اہل ایمان کو چاہیے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اللہ سے ڈریں۔ اپنے اہل وایمان کے لیے ان خطرناک راستوں سے بچنے کے لیے اللہ کی راہ میں مال خرچ کریں، جس سے اللہ کی محبت سب محبتوں پر غالب آجائے گی۔ ابدی فوز وفلاح فوز کی ان لوگوں کو بشارت ہے جو اپنے آپ کو حرص وبخل کی بیماری سے محفوظ رکھیں گے۔ جو لوگ اللہ کو قرض دیں گے، اللہ ان کے دیے ہوئے قرض کو قدر دانی کے ساتھ قبول کرے گا، اس کو بڑھا چڑھا کر لوٹائے گا اور ان کی مغفرت فرمائے گا، وہ غائب وحاضر سب کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاننے والا ہے۔ وہ کسی کی نیکی سے بے خبر نہیں: ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ لہٰذا مومن کی گفتار و کردار اور معاملات اس کی اپنی کوتاہی کے باعث حدود اللہ سے متجاوز نہ ہو جائیں۔

سُورَةُ الطَّلَاقِ

سورۂ طلاق مدنی ہے، اس میں بارہ آیات اور دو رکوع ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت، زمانہ نزول اور موضوع

اس سورت کا نام ہی طلاق نہیں ہے بلکہ اس کے مضمون کا عنوان بھی ہے، کیونکہ اس میں طلاق ہی کے احکام بیان ہوئے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اسے سورۃ النساء القصریٰ بھی کہا کرتے تھے یعنی چھوٹی سورۂ نساء۔

پچھلی سورت میں بیان کیا گیا کہ مال اور بیوی بچے انسان کے لیے بڑی آزمائش ہیں، اگر وہ چوکنا نہ رہے تو ان کی محبت میں گرفتار ہو کر وہ اللہ کی راہ میں جان و مال کی قربانی دینے سے جی چرانے لگ جاتا ہے۔ اس لیے ان کے خیر و شر کے ہر دو پہلو سے ہوشیار رہے۔ اس چوکنا رہنے کا مطلب یہ نہیں کہ آدمی ان سے بالکل ہی منقطع ہو کر رہ جائے، تعلق رکھے، لیکن کس طرح کا، اس کی وضاحت ان دونوں سورتوں (سورۂ طلاق اور سورۂ تحریم) میں بیان ہوئی ہے۔

اس سورت کا نزول بقول سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے سورۂ بقرہ کی ان آیات کے بعد ہوا ہے، جن میں طلاق کے احکام پہلی مرتبہ دیے گئے تھے۔ اگرچہ ان کا ٹھیک زمانہ نزول کا تعین نہیں کیا جاسکتا، لیکن روایات سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ جب سورۂ بقرہ کے احکام کو سمجھنے میں لوگ غلطیاں کرنے لگے تب اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح کے لیے یہ ہدایات نازل فرمائیں۔

سورۂ طلاق اور سورۂ تحریم...... دراصل سورۂ تغابن ہی کی شرح ہیں، جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ اہل و عیال کے خیر و شر سے آدمی کو محتاط رہنا چاہیے۔ نفرت یا محبت میں اعتدال اور توازن کو برقرار رکھا جائے۔ اگر خدانخواستہ بیوی سے کسی وجہ سے نفرت پیدا ہو جائے تو اس کے معاملے میں کس طرح حدود الٰہی کی پابندی کا اہتمام کرے۔ یہ بات سورۂ طلاق میں بیان کی گئی ہے اور سورۂ تحریم میں واضح کیا گیا ہے کہ محبت میں کس طرح اپنے آپ کو اور ان کو حدودِ الٰہی کا پابند رکھنے کی کوشش کی جائے۔ میاں بیوی کے رشتے ہی پر تمام معاشرت کی بنیاد ہے اور ہر شخص کو اس سے سابقہ بھی پیش آتا ہے، لیکن اس رشتے کے نازک حدود و قیود کا اول تو سب کو علم نہیں ہوتا اور جن کو ہوتا ہے وہ نفرت یا محبت کی ہلچل میں ان کو ٹھیک ٹھیک ملحوظ رکھنے میں ناکام ہو جاتے ہیں۔ کوئی سبب اگر اختلاف یا افتراق کا پیدا ہو گیا ہو تو وہ ایسی نفرت و عداوت کی شکل اختیار کر لیتا ہے کہ شریعت کے تمام حدود و احکام پس پشت ڈال دیے جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر تعلقات محبت پر قائم ہیں، تو اللہ کی حدود و آداب کا احترام اس محبت پر قربان کر دیا جاتا ہے۔ یہ دونوں حالتیں حدود الٰہی سے تجاوز اور شریعت سے انحراف کی ہیں، جن کا نتیجہ آخرت کی نامرادی ہے۔ اس لیے قرآن نے دو الگ الگ سورتوں میں تفصیل سے بتایا کہ نفرت اور محبت دونوں قسم کے حالات میں آدمی کا معاملہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ مجرد اندھے بہرے جذبات پر نہیں بلکہ حدود اللہ کی رعایت و لحاظ پر مبنی ہونا چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس لحاظ سے یہ دونوں سورتیں سورۂ تغابن کے اجمال کی ہی شرح ہیں۔ ان دونوں ہی میں خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے اور یہ خطاب کسی تمہید کے بغیر شروع ہوگیا ہے جو اس بات کا قرینہ ہے کہ یہ سابقہ سورت ہی کا تکملہ وتتمہ ہیں۔

سورۂ طلاق کے احکام کی نوعیت

یاد رہے کہ سورۂ طلاق کسی قاعدے کو منسوخ کرنے یا اس میں ترمیم کرنے کے لیے نازل نہیں ہوئی بلکہ دو مقاصد کے لیے نازل ہوئی ہے۔ ایک یہ ہے کہ مرد کو جو اختیار دیا گیا ہے اسے استعمال کرنے کے حکیمانہ طریقے بتائے جائیں، جن سے حتی الامکان علیحدگی کی نوبت نہ آنے پائے اور اگر خدانخواستہ علیحدگی ہو تو ایسی حالت میں ہو جب باہمی موافقت کے سارے امکانات ختم ہو چکے ہوں۔ کیونکہ اللہ کی شریعت میں طلاق کی گنجائش صرف ایک ناگزیر ضرورت کے طور پر رکھی گئی ہے ورنہ یہ اللہ کو سخت ناپسند ہے۔

دوسرا مقصد یہ ہے کہ سورۂ بقرہ کے احکام کے بعد جو مزید مسائل رہ گئے تھے، ان کا جواب دے کر اسلام کے عائلی قانون کے اس شعبے کی تکمیل کردی جائے۔ اس سلسلے میں بتایا گیا ہے کہ جن مدخولہ عورتوں کو حیض آنا بند ہوگیا ہو یا جنہیں ابھی آنا شروع ہی نہ ہوا ہو، طلاق کی صورت میں ان کی عدت کیا ہوگی اور جو عورت حاملہ ہو یا اس کا شوہر فوت ہو جائے تو اس کے لیے طلاق کی عدت کیا ہوگی اور مختلف قسم کی مطلقہ عورتوں کے نفقہ اور سکونت کا انتظام کس طرح ہوگا اور جس بچے کے والدین طلاق کے ذریعے سے الگ ہو چکے ہوں اس کی رضاعت کا انتظام کس طرح کیا جائے۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

جو شخص حدود اللہ کی مخالفت کرتا ہے ضرور نقصان اٹھاتا ہے ☆ اطاعت گزار کے لیے اللہ آسانیاں پیدا کردیتا ہے ☆ عورتوں کے اختلافِ حالات کے سبب سے ان کی عدت میں فرق ☆ حدود شریعت کی پابندی کرنے والوں کو اطمینان دہانی ☆ زمانۂ عدت میں عورتوں کو ساتھ رکھنے کا طریقہ ☆ رضاعت کے بعض احکام ☆ نان ونفقہ کا معیار ☆ غریب وتنگدست لوگوں کو اطمینان دہانی ☆ صفات الٰہی پر سورت کا اختتام تاکہ لوگوں کا عقیدہ محکم ہو۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱۔۳) ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ﴾

اس سورت میں طلاق کے بارے میں تین ہدایات دی گئی ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

① طلاق کی عدت کا حساب رکھا جائے اور دوران عدت عورت کو عام حالات میں گھر سے نہ نکالا جائے۔
② مرد کو اپنا حق عورت کی ضرر رسانی کے لیے استعمال نہیں کرنا چاہیے۔
③ بسانے یا طلاق دینے کی شکل میں گواہ مقرر کر لیے جائیں تاکہ فریقین میں سے کسی کی موت پر وراثت وغیرہ کے جھگڑے نہ اٹھ کھڑے ہوں۔

اگر طلاق تک نوبت پہنچ جائے تو عورت کو گھر سے نہ نکالا جائے بلکہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے متعین کردہ قاعدے اور ضابطے ہیں جن کی پابندی ہر غریب اور امیر کے لیے ضروری ہے جو لوگ اپنی مالی مشکلات کے باوجود اللہ کی رضا کے لیے اس کی مقرر کردہ حدود کی پابندی کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لیے آسانیاں پیدا فرما دے گا، ان کے مال میں برکت دے گا اور جو لوگ مال کی محبت میں اللہ کے حدود و قیود توڑیں گے، وہ یاد رکھیں کہ اس سے اللہ کا کچھ نہ بگڑے گا بلکہ وہ اپنی ہی جانوں پر ظلم ڈھائیں گے۔

گھر سے نہ نکالنے میں حکمتیں: ﴿لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ . . .﴾ شاید مرد کے دل میں مطلقہ عورت کی طرف رغبت پیدا ہو جائے اور وہ رجوع کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ اسی لیے پہلی یا دوسری طلاق کے بعد خاوند کو رجوع کا حق حاصل ہے۔ بعض مفسرین کی رائے ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صرف ایک طلاق دینے کی تلقین اور بیک وقت تین طلاقیں دینے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ اگر وہ ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دے دے اور شریعت اسے جائز قرار دے کر نافذ بھی کر دے تو پھر یہ کہنا بے فائدہ ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ کوئی نئی بات پیدا کر دے۔

نفقہ و سکنیٰ صرف رجعی طلاق والی کے لیے ہے

مطلقہ کی رہائش اور نان و نفقہ کی تاکید ان عورتوں کے لیے ہے جنھیں ان کے خاوندوں نے پہلی یا دوسری طلاق دی ہو، کیونکہ ان میں خاوند کے لیے رجوع کا حق برقرار رہتا ہے۔ جس عورت کو مختلف اوقات میں دو طلاقیں مل چکی ہوں تو تیسری طلاق اس کے لیے طلاق بتہ یا بائنہ ہے۔ اس کی رہائش اور نفقہ خاوند کے ذمے نہیں ہے۔ اس کو فوراً خاوند کے مکان سے دوسری جگہ منتقل کر دیا جائے گا، کیونکہ خاوند اب اس سے رجوع کر کے اسے اپنے گھر آباد نہیں کر سکتا، جب تک وہ کسی اور مرد کے ساتھ نکاح نہ کر لے۔ اس لیے اب اسے خاوند کے پاس رہنے کا اور اس سے نان و نفقہ وصول کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ جیسا کہ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے واقعہ سے ثابت ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «انما النفقة والسكنىٰ للمرأة اذا كان لزوجها عليها الرجعة» ①

البتہ حاملہ کے لیے وضع حمل تک نان و نفقہ اور رہائش فراہم کی جائے گی۔ اگر بچے کی پیدائش کے بعد بچے کا والد بچے کی والدہ دودھ پلانے پر رضامند ہو تو معروف طریقے سے اسے اجرت دی جائے گی۔

① سنن النسائی: ٣٤٠٣؛ صحیح الجامع: ٢٣٣٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطلقہ عورتوں کی عدت کا تعین

(آیات ٤ ـ ٧) ان آیات میں مطلقہ عورتوں کی عدت بیان کی گئی ہے:

① مطلقہ مدخولہ عورت، جس کو حیض آتا ہو، اس کی عدت یہ ہے کہ طلاق کے بعد اسے تین بار حیض آ جائے، ایک یا دو بار طلاق دینے کی صورت میں اس عدت کے معنی یہ ہیں کہ عورت ابھی تک اس شخص کی زوجیت میں ہے اور وہ عدت کے اندر اس سے رجوع کر سکتا ہے، لیکن تیسری طلاق دینے کی صورت میں یہ عدت رجوع کی گنجائش کے لیے نہیں، بلکہ صرف اس لیے ہے تا کہ اس کے رحم کے خالی ہونے کا یقین ہو جائے اور اس مدت کے ختم ہونے سے پہلے یہ عورت کسی اور مرد سے نکاح نہیں کر سکتی۔

② عمر رسیدہ عورتیں جنھیں حیض آنا بند ہو گیا ہو (آئسہ) یا وہ عورتیں جنھیں بلوغت کے باوجود حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو ان کی عدت تین مہینے ہے۔

③ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔

حدود اللہ کی پامالی سے بچو

(آیات ۱۲-۸) لوگوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ جن قوموں نے اللہ اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی، اللہ تعالیٰ نے انہیں سخت سے سخت سزا دی ہے۔ تاریخ میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ اللہ نے اس رسول کے ذریعے تم پر بڑا احسان فرمایا ہے کہ تمھیں تاریکی سے نکال کر روشنی میں لا کھڑا کیا ہے۔ اگر اس روشنی کی وہ قدر کریں گے تو اللہ ان کو جنت کی ابدی نعمتوں سے نوازے گا اور اگر انھوں نے ناقدری کی تو انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ وہ اُس ذات کے مقابلے میں کھڑے ہو رہے ہیں جو زمین و آسمان کا بادشاہ اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے: ﴿لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾

سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ

سورۂ تحریم مدنی ہے، اس میں بارہ آیات اور دو رکوع ہیں

سورت کا نام، موضوع اور زمانہ نزول

اس سورت کا نام پہلی آیت کے فقرے: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ﴾ سے ماخوذ ہے۔

سورۂ طلاق میں ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ طلاق اور تحریم دونوں سورتیں اس موضوع کو واضح کر رہی ہیں کہ نفرت اور محبت دونوں طرح کے حالات میں حدود اللہ کی پابندی واجب ہے۔ سورۂ طلاق میں بتایا ہے کہ نفرت (جو سب سے بڑی طلاق کی وجہ ہوتی ہے) کے اندر کس طرح حدود الٰہی کے احترام کو قائم رکھا جائے۔ سورۂ تحریم میں بتایا جا رہا ہے کہ محبت میں کس طرح حدود اللہ کی حفاظت کی جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سورت کا نزول تقریباً ۷ ھ یا ۸ ھ میں ہوا کیونکہ تحریم کے واقعہ میں جن امہات المؤمنین کا نام آتا ہے ان میں سے ایک سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا فتح خیبر کے بعد نبی کریم ﷺ کے عقد میں آئیں اور دوسری سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا جنہیں ۷ ھ میں مصر کے فرمانروا مقوقس نے آپ کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔

نبی کریم ﷺ نے کون سی چیز اپنے اوپر حرام کی تھی؟

اس سورت کے دو مقامات کافی مشکل ہیں ایک تو یہ کہ وہ کیا چیز تھی جسے نبی کریم ﷺ نے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا اور دوسرا وہ راز کی بات کون سی تھی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مطلع کر دیا تھا؟ اور اس مشکل کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم نے ان دونوں باتوں کی کوئی وضاحت نہیں کی۔ مفسرین نے نبی کریم ﷺ کے اپنے اوپر کچھ حرام قرار دینے کے سلسلے میں دو واقعات کا تذکرہ کیا ہے۔ ایک شہد کے نہ پینے کا اور دوسرا سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کا۔

اسی طرح وہ راز کی بات جس کا آیت: ۳ میں ذکر ہوا۔ اس سلسلے میں شہد کی حرمت کے علاوہ دو باتیں ذکر کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ ﷺ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی دلجوئی کی غرض سے سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا تھا کہ میرے ماریہ کے ساتھ خلوت میں بیٹھنے کا ذکر کسی اور سے نہ کرنا اور دوسرا یہ کہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو خوش کرنے کی خاطر آپ نے اپنے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ (والد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) اور ان کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ (والد سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا) کے خلیفہ بننے کی بشارت دی اور ساتھ ہی تاکید کی کہ اس بات کو راز ہی رہنے دینا۔ یعنی یا تو سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خلوت نشینی کا ذکر کسی سے نہ کرنا، یا یہ کہ اسے اپنے اوپر حرام کر لینے کا انکشاف اور کسی سے نہ کرنا یا یہ کہ اپنے والد کی خلافت کو میرا راز سمجھنا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یا کسی اور سے نہ کہنا۔

سببِ نزول

شہد کو اپنے اوپر حرام کرنے کا واقعہ ہو یا سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہو، بنیادی طور پر واقعہ معمولی ہی تھا اور بیویوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے تھا، جس کا عام آدمی کو اپنی عائلی زندگی میں اکثر تجربہ ہوتا رہتا ہے اور خاص طور پر جس کے ہاں ایک سے زیادہ بیویاں ہوں۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو دونوں ہی معمولی تھے اور دونوں ہی بیویوں کی خوشنودی کے لیے تھے اس لیے بجائے اس کے کہ ہم ایک کو مانیں اور دوسرے کی تغلیط کریں، بہتر ہے کہ یہ کہا جائے کہ بیک وقت دونوں ہی واقعات اس سورت کے نزول کا سبب ہو سکتے ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور علامہ شوکانی بھی اسی رائے کا اظہار فرماتے ہیں اور دونوں قصوں کو صحیح قرار دیتے ہیں۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

حلال و حرام قرار دینا صرف اللہ عزوجل کا اختیار ہے ☆ انبیاء کی عصمت میں حکمت ☆ دین بالکل اصل حالت میں ہم تک پہنچا ہے ☆ اونچے درجے والوں کے لیے مسئولیت کا معیار بھی اونچا ہے ☆ محترم شخصیات کے احترام کی حدود ☆ غلطی پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گرفت کے ساتھ ہی معافی کا اعلان ☆ ناروا قسم اٹھانے کے بارے میں شریعت کا حکم ☆ ازواج نبی کے احتساب کا واقعہ ☆ حدود الٰہی کے معاملے میں کوئی بھی احتساب سے بالا نہیں ☆ ازواج نبی کے سامنے اعلیٰ صفات کا ایک آئینہ ☆ دین میں احتساب کی عام منادی ☆ آتش دوزخ کی اصلی غذا انسان اور پتھر ہیں ☆ جہنم پر مامور فرشتے درشت مزاج ہیں ☆ توبہ اور رجوع الی اللہ کی دعوتِ عام ☆ قیامت کے دن نبیوں کی، ان کے صحابہ اور اہل ایمان کی سرفرازی کی نوید ☆ نبی کریم ﷺ کو کفار و منافقین کے احتساب میں درشت رویہ اختیار کرنے کی ہدایت ☆ آدمی کے کام آنے والی چیز اس کا عمل ہے نہ کہ بڑوں سے نسبت ☆ سیدنا نوح اور لوط علیہما السلام کی بیویاں کفار کے لیے نمونہ اور فرعون کی بیوی اور سیدہ مریم علیہا السلام اہل ایمان کے لیے لائق تحسین نمونہ ہیں۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(آیات ۱ -۵) ﴿ یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ۚ تَبۡتَغِیۡ مَرۡضَاتَ اَزۡوَاجِکَ ؕ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۱ قَدۡ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمۡ تَحِلَّۃَ اَیۡمَانِکُمۡ ۚ وَ اللّٰہُ مَوۡلٰىکُمۡ ۚ وَ ہُوَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ ﴾

نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر اپنے اوپر شہد کو حرام قرار دے لیا تھا، جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی! بیویوں کی دلداری میں وہ چیز کیوں حرام ٹھہراتے ہیں جو اللہ نے آپ کے لیے جائز کی ہوئی ہے۔ آپ قسم توڑ کر اس کا کفارہ دیں۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے اپنی کسی زوجہ محترمہ سے ایک پوشیدہ بات کہی۔ جب اس نے اس بات کی خبر کسی دوسری بیوی کو کر دی اور اللہ نے اپنے نبی کو اس پر آگاہ کر دیا تو نبی کریم ﷺ نے تھوڑی سی بات تو بتا دی اور تھوڑی سی مخفی رکھی پھر جب نبی کریم ﷺ نے اپنی اس بیوی کو یہ بات بتائی تو وہ کہنے لگی: اس کی خبر آپ کو کس نے دی ہے؟ آپ نے فرمایا: سب جاننے والے پوری خبر رکھنے والے اللہ نے مجھے یہ بتلا دیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان ازواج مطہرات کا احتساب کرتے ہوئے فرمایا: اگر تم نبی کریم ﷺ کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی تو یاد رکھو کہ آپ ﷺ کا کارساز اللہ ہے اور جبریل ہیں اور نیک ایمان دار اور ان کے علاوہ فرشتے بھی مدد کرنے والے ہیں۔ اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں تو بہت جلد انہیں ان کا رب تمہارے بدلے تم سے بہتر بیویاں عنایت کر دے گا جو اسلام والی، ایمان والی، اللہ کے حضور جھکنے والی، توبہ کرنے والی، عبادت گزار، روزہ دار ہوں گی، بیوہ اور کنواری ہوں گی۔

نبی کریم ﷺ اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی بلند شان

ایک معمولی سی بات پر نبی کریم ﷺ کو بھی ٹوکا گیا اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو بھی، کیونکہ ازواج مطہرات تمام امت کی مائیں ہیں اور خواتین اسلام کے لیے قابل تقلید نمونہ دوسروں کی نسبت وہ اس بات کی زیادہ ذمہ دار ہیں کہ ان سے کوئی ایسی بات سرزد نہ ہو جو شریعت کی حدود سے ہٹی ہو، اگرچہ اس کا سبب حسن ظن ہی ہو۔ نیز اللہ کے ہاں مسئولیت درجہ و مرتبہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اعتبار سے ہے کہ جن کے درجات جتنے بلند ہیں، مسئولیت بھی اتنی ہی زیادہ ہے۔ اس میں مصلحت سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو اپنے بزرگوں کے احترام کی صحیح حدود سے آشنا کرنا چاہتا ہے، تاکہ وہ بزرگوں کے احترام کا کوئی ایسا مبالغہ آمیز تصور نہ قائم کرلیں جو انہیں انسانیت سے اٹھا کر دیویوں اور دیوتاؤں کے مقام پر پہنچا دے۔

وہ راز کی بات جو ظاہر ہو گئی تھی؟

وہ راز کی بات اور اسے ظاہر کرنے والی کون کون ازواج مطہرات تھیں، قرآن اس بارے میں خاموش ہے۔ مستند احادیث کی روشنی میں اس کی تشریح سطور بالا میں ہم کر چکے ہیں۔ اس ضمن میں جن ازواج کا نام آتا ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ جو بات آپ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہی تھی۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتلا دی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو بتلایا کہ تم نے میرا راز ظاہر کر دیا ہے تو وہ حیران ہوئیں، کیونکہ انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی کو یہ بات نہیں بتلائی تھی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے انھیں یہ توقع نہیں تھیں کہ وہ آپ کے راز کو فاش کر دیں گی۔ اس واقعہ سے ایک اور مسئلہ ظاہر ہو رہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کے علاوہ بھی وحی آتی تھی، منکرین حدیث کا موقف بے بنیاد ہے جو کہتے ہیں کہ آپ پر صرف قرآن ہی اترتا تھا۔

اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ

(آیات ۶-۸) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے احتساب کے بعد عام مسلمانوں کو یہ نصیحت کی گئی ہے کہ آخرت کے عذاب سے بچنے کے لیے تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ، جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اور جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں۔ انہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے اسے بجا لاتے ہیں: ﴿لَّا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ اے کافرو! آج تم عذر پیش مت کرو، تمہیں صرف تمہارے کرتوتوں کا بدلہ دیا جا رہا ہے۔ اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی خالص توبہ کرو۔ قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ دور کر دے اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، اس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو رسوا نہ کرے گا ان کا نور ان کے سامنے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہو گا اور وہ یہ دعائیں کرتے ہوں گے: اے ہمارے رب ہمیں کامل نور عطا فرما اور ہمیں بخش دے، یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے: ﴿يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت اور مغفرت کا ثبوت ملتا ہے کہ روز قیامت اللہ جس طرح اپنے نبی کو رسوا نہیں ہونے دے گا، اسی طرح ان کے اصحاب کو بھی عزت و کرامت سے نوازے گا۔

کفار و منافقین سے درشت رویہ اپنانے کی تاکید

(آیات ۹- ۱۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پرزور الفاظ میں تاکید کی گئی ہے کہ کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجیے اور ان پر سختی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیجیے۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔ آخر میں کافروں کے لیے سیدنا نوح علیہ السلام کی اور سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی کی مثال بیان فرمائی کہ یہ دونوں ہمارے بندوں میں سے شائستہ اور نیک بندوں کے گھروں میں تھیں، پھر ان کی انھوں نے خیانت کی۔ وہ دونوں نیک بندے ان سے اللہ کے کسی عذاب کو نہ روک سکے اور حکم دے دیا گیا: اے عورتو! دوزخ میں جانے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی چلی جاؤ: ﴿... فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ﴾

﴿فَخَانَتٰهُمَا﴾ یہ خیانت، خیانت عصمت نہیں بلکہ اس لحاظ سے ہے کہ انھوں نے سیدنا نوح اور لوط علیہما السلام کا ساتھ نہیں دیا، ان پر ایمان نہیں لائیں اور ان کے مقابلے میں وہ دشمنان دین کا ساتھ دیتی رہیں۔ سیدنا نوح علیہ السلام کی بیوی اپنی قوم کے جباروں کو ایمان لانے والوں کی خبریں پہنچایا کرتی تھی اور سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی اپنے شوہر کے پاس آنے والے لوگوں کی اطلاع قوم کے بداعمال لوگوں کو دیا کرتی تھی۔ (ابن جریر عن ابن عباس)

﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ...﴾ ایمان والوں کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان فرمائی۔ اس نے دعا کی کہ اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں مکان بنا اور مجھے فرعون سے اور اس کی سزا سے بچا اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات عطا فرما۔ اور مثال بیان فرمائی مریم بنت عمران کی، جس نے اپنے ناموس کی حفاظت کی، پھر ہم نے اپنی طرف سے اس میں جان پھونک دی اور مریم علیہا السلام نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ عبادت گزاروں میں سے تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تَبٰرَكَ الَّذِىْ: 29

سُوْرَةُ الْمُلْكِ

سورۂ ملک مکی ہے، اس میں تیس آیات اور دو رکوع ہیں

سورت کا نام، فضیلت سورت، زمانہ نزول اور مرکزی مضمون

اس سورت کا نام پہلی آیت کے فقرے: ﴿ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ﴾ سے ماخوذ ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قرآن میں تیس آیتوں کی ایک سورت ہے جو اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کرنے والی ہے، یہاں تک کہ اسے بخش دیا جائے گا وہ سورت تبارک الذی بیدہ الملک ہے۔''① خود نبی کریم ﷺ کا معمول مبارک تھا کہ آپ رات کو سونے سے قبل ''سورۃ الم السجدۃ'' اور ''سورۃ الملک'' پڑھا کرتے تھے۔②

یہ سورت مکہ معظمہ میں نازل ہونے والی ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔ اس دور میں نازل ہونے والی سورتوں کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اسلام کی ساری تعلیمات اور رسول اللہ ﷺ کے مقصد بعثت کو پیش کرتی ہیں، مگر تفصیل کے ساتھ نہیں بلکہ اختصار کے ساتھ، تاکہ وہ بتدریج لوگوں کے ذہن نشین ہوتی چلی جائیں۔ ان میں زیادہ تر زور اس بات پر صرف کیا جاتا ہے کہ لوگوں کی غفلت دور کی جائے۔ ان کو سوچنے پر مجبور کیا جائے اور ان کے سوئے ہوئے ضمیر کو بیدار کیا جائے۔

اس سورت میں ایک طرف مختصر طریقے سے اسلام کی تعلیمات کا تعارف کرایا گیا ہے اور دوسری طرف بڑے مؤثر انداز میں ان لوگوں کو چونکایا گیا ہے جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس لحاظ سے اس سورت میں انذار کو بنیادی مضمون کی حیثیت حاصل ہے اور اس انذار میں دونوں ہی عذاب شامل ہیں۔ وہ عذاب جس سے رسولوں کے مکذبین کو اس دنیا میں سابقہ پیش آیا تھا اور وہ عذاب بھی جس سے آخرت میں انھیں دوچار ہونا پڑے گا۔

اس میں آفاقی دلائل کو بطور شواہد پیش کیا گیا ہے، یعنی مشاہدۂ کائنات سے خالق کی جو صفات سامنے آتی ہیں، ان سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دنیا ایک دن اپنی انتہا کو پہنچے گی۔ جو لوگ اندھے بہرے بن کر رہیں گے ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور جو اپنی عقل و فہم سے کام لے کر بن دیکھے اللہ سے ڈرتے رہے وہ اجر عظیم کے مستحق ہوں گے۔

---

① سنن أبی داود: ١٤٠٠؛ سنن الترمذی: ٢٨٩١؛ سنن ابن ماجه: ٣٧٨٦۔

② سنن الترمذی: ٢٨٩٢؛ مسند أحمد: ١٤٦٥٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مضامینِ سورت کا اجمالی تجزیہ

کائنات اور اس کے خالق سے متعلق صحیح تصور یعنی یہ کسی کھلنڈرے کا کھیل نہیں ہے، نہ انسان بے کار پیدا کیا گیا ہے اور نہ بے مہار چھوڑ دیا جائے گا ☆ جہنم کے جوشِ غضب کی تصویر کہ منکرین کو دیکھ کر بھوکے شیر کی طرح دھاڑے گی ☆ جہنمی اعتراف کریں گے کہ انھوں نے عقل و ایمان سے محروم رہ کر بڑی غلطی کی ☆ عقل سے کام لینے والے اور رب پر غیب میں ایمان لانے والوں کے مسرت آمیز صلے کا بیان ☆ منکرین کے لیے تہدید اور مومنین کے لیے تبشیر ☆ آثارِ زمین سے ربوبیت کا ثبوت ☆ ربوبیت کے اہتمام کا تقاضا ہے کہ انسان کو شترِ بے مہار اور غیر مسئول باور نہ کیا جائے ☆ کمزور انسان کا اپنی ہستی پر غرور کرنا بڑی نارواحرکت ہے ☆ غافلین کے لیے فضائی عذاب کی دھمکی ☆ تاریخ سے سبق لینے کی ہدایت ☆ ہر چیز اللہ کے تھامنے سے تھمی ہوئی ہے ☆ کوئی فوج خدائی حملے کا مقابلہ نہیں کرسکتی ☆ گمراہی کی اصل وجہ خواہشاتِ نفس کی غلامی ہے ☆ منکرین کا سفیہانہ معارضہ کہ عذاب کب آرہا ہے؟ ☆ پانی جو ضمانتِ حیات ہے، اگر اللہ تعالیٰ اسے غائب کردے تو کیا کرلو گے...... ایک قریب الفہم استدلال۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(آیات ۱ -۵) ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۙ۝۱ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۙ۝۲ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ﴾

بابرکت ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں کائنات کی بادشاہت ہے، ہر چیز پر اس کا اختیار ہے۔ جس نے زندگی و موت کو پیدا کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے کہ تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔ انسان کو احساس دلایا گیا ہے کہ وہ جس کائنات میں رہتا ہے وہ ایک انتہائی منظم اور محکم سلطنت ہے، جس میں کوئی عیب، نقص یا خلل تلاش بسیار کے باوجود نہیں پایا جاسکتا۔ آسمان زیریں کو دیکھو، جسے خالقِ کائنات نے ستاروں کے قمقموں سے سجایا ہے، جن سے تم رہنمائی بھی حاصل کرتے ہو اور شیاطین پر سنگ باری بھی کی جاتی ہے۔ اتنی زبردست اور محکم سلطنت اور موت و زندگی کے اس حکیمانہ نظام میں خود انسان بھی بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا، بلکہ اسے یہاں امتحان کے لیے بھیجا گیا ہے۔ امتحان کا لازمی نتیجہ ہے کہ جزا و سزا کا دن آئے، جس میں نیکوکار اپنی نیکیوں کا صحیح صلہ پائیں اور بدکار اپنی بدیوں کی سزا بھگتیں۔ اس امتحان میں انسان اپنے حسنِ عمل ہی سے کامیاب ہوسکتا ہے۔

(آیات ۶ ، ۱۱) کفر کے ہولناک نتائج بیان کیے گئے ہیں جو آخرت میں نکلنے والے ہیں۔ اللہ نے نبی کریم ﷺ کے ذریعے سے تمھیں اس دنیا میں خبردار کردیا ہے۔ اب اگر یہاں تم ان کی بات مان کر اپنا رویہ درست نہ کرو گے تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آخرت میں تمہیں خود اعتراف کرنا پڑے گا کہ جو سزا تمہیں دی جارہی ہے فی الواقع تم اس کے مستحق ہو۔ جہنم ان مجرموں کو دیکھ کر رسیاں تڑائے گی۔

(آیات ۱۲۔۱۴) ان لوگوں کے اجر وثواب کا بیان جو اس دنیا میں اپنے رب سے ڈرتے رہیں گے۔ ان کو یہ اطمینان دہانی کرائی گئی ہے کہ ان کی ہر نیکی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور وہ ہر نیکی کا صلہ دے گا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ﴾ اللہ تعالیٰ خالق بھی ہے اور لطیف وخبیر بھی، خالق اپنی مخلوق سے بے خبر نہیں ہے۔ وہ تمہاری کھلی اور چھپی حتی کہ دل کی دھڑکن اور اس کے خیالات تک سے واقف ہے: ﴿أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۖ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾ لہٰذا اخلاق کی صحیح بنیاد یہ ہے کہ انسان اس ان دیکھے مالک کائنات کی باز پرس سے ڈر کر برائی سے بچے۔ دنیا میں بے شک اس کی نیکی کا فائدہ اسے نہ ہو، لیکن قیامت کے دن ایسا نہیں ہوگا۔ اس لیے جو لوگ یہ طرز عمل اختیار کریں گے وہی آخرت میں مغفرت اور اجر عظیم کے مستحق ہوں گے۔

(آیات ۱۵۔۱۸) ان کھلی حقیقتوں کے متعلق سوچنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جنہیں عام حالات میں کوئی خاص اہمیت نہیں دی جاتی۔ وہ یہ ہیں کہ اس زمین کو دیکھو جس سے تمہیں رزق حاصل ہو رہا ہے، جس پر تم اطمینان سے چل پھر رہے ہو اللہ کے حکم ہی سے تمہارے تابع ہے۔ وہ جب چاہے اسے تمہارے نیچے سے کھینچ سکتا ہے۔ زلزلہ یا زبردست طوفان لا کر تمہیں آناً فاناً پیوند خاک کرسکتا ہے۔ تاریخ میں کتنی ہی ایسی عبرت انگیز مثالیں تمہارے سامنے ہیں: ﴿وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ﴾

(آیات ۱۹ -۲٤) اپنے اوپر پَر پھیلا کر اڑنے والے پرندوں کو دیکھو جنہیں اللہ ہی نے فضا میں تھام رکھا ہے: ﴿مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمَٰنُ ...﴾ اپنے تمام وسائل رزق کو دیکھو جنہیں اللہ نے تمہارے لیے مہیا کر رکھا ہے، وہ انہیں بند بھی کرسکتا ہے۔ تم دماغ و دل سے سوچتے نہیں، آنکھوں سے دیکھتے نہیں اسی لیے حقیقت کو قبول نہیں کر پا رہے۔ وہ لوگ کیسے منزل پر پہنچ سکتے ہیں جنھوں نے اپنے نفس کی غلامی اختیار کر رکھی ہے۔ منزل پر تو وہی پہنچ سکتے ہیں جو سیدھی راہ اختیار کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے دیکھنے، سننے، سوچنے اور سمجھنے کی جو صلاحتیں عطا کر رکھی ہیں، ان کا صحیح استعمال یہ ہے کہ انہیں حق کی پہچان کے لیے کام میں لاؤ، مگر افسوس کہ شکر گزار لوگ بہت کم ہوتے ہیں: ﴿قَلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ ۞ قُلْ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ... وَقِيلَ هَٰذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تَدَّعُونَ﴾

آخر کار تمہیں اپنے رب کے سامنے حاضر ہونا ہے

(آیات ۲۵۔ ۲۷) معاندین استہزاً پوچھتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ وہ وعدہ کب پورا ہوگا۔ اے نبی! آپ فرما دیجیے: اس کا علم تو اللہ کے پاس ہے، میرا کام صرف تمہیں ڈرانا ہے، عذاب لانا یا اس کا وقت بتانا نہیں۔ جب وہ اپنے وقت پر آ گیا تو تمہارے ہوش گم ہوجائیں گے۔ اس وقت تمہیں بتایا جائے گا کہ یہی ہے وہ چیز، جس کے آنے کی جلدی تم مچاتے رہے ہو: ﴿وَقِيلَ هَٰذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تَدَّعُونَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(آیات ۲۸ - ۳۰) مکہ میں جب حق کی دعوت پھیلنی شروع ہوئی اور قریش کے مختلف خاندانوں سے تعلق رکھنے والے نوجوانوں نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا تو گھر گھر نبی کریم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو بددعائیں دی جانے لگیں، جادوٹو نے کیے جانے لگے تا کہ آپ ہلاک ہوجائیں۔ اس پر فرمایا گیا کہ ان سے کہیے: خواہ ہم ہلاک ہوں یا اللہ کے فضل سے زندہ رہیں، اس سے تمہاری قسمت کیسے بدل جائے گی، تمہیں تو اللہ کے عذاب سے خود ڈرنا چاہیے۔ وہ اگر تم پر آ جائے تو تمہیں بچانے والا کون ہوگا؟ ہم تو اللہ رحمن پر ایمان لانے والے ہیں اور اسی پر توکل کرتے ہیں، جبکہ تمہارا معاملہ اس کے برعکس ہے، اس لیے اللہ کی رحمت کے مستحق ہم ہیں، نہ کہ تم۔ تم الٹا ہدایت یافتہ لوگوں کو گمراہ سمجھ رہے ہو۔ عنقریب اس کا بھی فیصلہ ہو جائے گا: ﴿فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ آخر میں لوگوں کے سامنے سوچ کے دروازے کھولنے کی غرض سے ایک سوال رکھ دیا گیا ہے کہ عرب کے صحراؤں اور پہاڑی علاقوں میں جہاں تمہاری زندگی کا سارا انحصار اس پانی پر ہے جو کسی جگہ زمین سے نکل آیا ہے، وہاں اگر یہ پانی اتر کر غائب ہوجائے تو اللہ کے سوا کون تمہیں آب حیات لا کر دے سکتا ہے؟ ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ﴾

سُوْرَةُ الْقَلَمِ

سورۂ قلم مکی ہے، اس میں باون آیات اور دو رکوع ہیں

سورت کا نام اور موضوع

اس کا نام ''ن'' بھی ہے اور القلم بھی۔ دونوں ہی شروع سورت سے لیے گئے ہیں۔

پچھلی سورت کے آخر میں منکرین کو دھمکایا گیا تھا: ﴿فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ ''کافروں کو عذاب الیم سے کون بچانے والا ہے۔'' اس سورت میں اسی مضمون کی تائید میں منکرین کے ایک سرغنے کے لیے عذاب الیم کے استحقاق کو اس کے کردار کے سانچے میں پیش کیا گیا ہے۔ باغ والوں کا قصہ بھی اسی غرض سے بیان ہوا کہ آج جو امن و اطمینان تمھیں نصیب ہے اس سے اس دھوکے میں نہ رہو کہ اب تمھارے عیش میں کوئی رخنہ پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ جس مالک نے تمہیں یہ سب کچھ عطا کیا ہے وہ جب چاہے اس کو چھین بھی سکتا ہے۔ اس لیے یہ حقیقت کبھی نہ بھولو کہ جب اللہ کا عذاب آتا ہے تو اس سے بچانے والا کوئی نہیں ہوتا۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

یہ سورۂ قلم گزشتہ سورۂ ملک کا مثنیٰ ہے۔ دونوں کے عمود میں کوئی اصولی فرق نہیں ہے۔ صرف طرز بیان، نہج استدلال اور لب و لہجہ میں فرق ہے۔ اس میں تین مضامین بیان ہوئے ہیں: مخالفین کے اعتراضات کا جواب، ان کو تنبیہ و نصیحت اور رسول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ ﷺ کو صبر و استقامت کی تلقین۔

جس طرح سابقہ سورت میں قریش کو عذاب اور قیامت سے ڈرایا گیا ہے، اسی طرح اس سورت میں بھی ان کو عذاب و قیامت سے ڈرایا گیا ہے، لیکن یہاں لب و لہجے میں جلالی رنگ زیادہ غالب ہے۔ اس میں مکذبین قیامت کی اس فاسدانہ ذہنیت پر ضرب لگائی گئی ہے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح کا آرام ہمیں دنیا میں ملا ہے، اگر بالفرض قیامت آ بھی گئی تو ہمیں وہاں بھی ایسا ہی آرام ملے گا، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ فرمایا: یہ بھول جاؤ کہ دنیا ہی کی طرح آخرت میں بھی ہم مومنوں اور مجرموں کو ایک ہی طرح رکھیں گے۔ مسلم و منکر ایک جیسے انجام سے بہر حال دو چار نہیں ہوں گے، ہم ایسے بے انصاف نہیں ہیں۔ آخر میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ منکرین کی روش سے غمزدہ نہ ہوں، قیامت کو دیکھتے ہی ان کا دم خطا ہو جائے گا۔ یہ لوگ اللہ کے استدراج کے پھندے میں پھنس چکے ہیں۔ اللہ کی تدبیر نہایت محکم ہوتی ہے۔ آپ صبر کے ساتھ اپنے رب کے فیصلے کا انتظار کیجیے اور مچھلی والے (سیدنا یونس علیہ السلام) کی طرح عجلت کا مظاہرہ نہ کریں، جنھیں بعد میں اس وجہ سے ایک سخت امتحان سے دو چار ہونا پڑا تھا! ﴿وَلَا تَكُن كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ﴾

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

(آیات ۱ -۹) ﴿نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ① مَا أَنتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ ② وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ ③ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ④ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ⑤ بِأَييِّكُمُ الْمَفْتُونُ﴾

آغاز میں نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ یہ کفار آپ کو دیوانہ کہتے ہیں، حالانکہ اللہ کے فضل سے اخلاق کے جس بلند مرتبے پر آپ فائز ہیں، وہ خود ان کے جھوٹ کی تردید کے لیے کافی ہے۔ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب سب کو پتا چل جائے گا کہ دیوانہ کون تھا اور فرزانہ کون؟: ﴿فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ⑤ بِأَييِّكُمُ الْمَفْتُونُ﴾ اس طرح کی باتیں صرف اس لیے کی جاتی ہیں کہ آپ کسی نہ کسی طرح مداہنت سے کام لے کر ان سے مصالحت کر لیں۔ مگر ان کی مخالفت کے طوفان سے گھبرا کر ان کے دباؤ کو قبول نہ کر لیں۔

(آیات ۱۰ -۱۶) نبی کریم ﷺ کے اخلاق و کردار کو پیش کرنے کے بعد آپ کے مخالفین میں سے ایک نمایاں اور مشہور و معروف شخص کا کردار اور اس کا انجام پیش کیا گیا۔ جس کا کردار سب کے سامنے تھا اور ہر دیکھنے والا دیکھ اور سمجھ سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی مخالفت کس کردار کے حامل لوگ کر رہے ہیں۔ فرمایا کہ یہ جھوٹی قسمیں کھانے والا، ذلیل، اشارہ باز، خیر سے روکنے والا، حد سے بڑھنے والا، سنگدل اور اس پر مستزاد یہ بے نسب بھی ہے۔ اس کا یہ کردار اس وجہ سے ہوا کہ وہ مال و اولاد والا ہے۔ جب اسے ہماری آیات سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو گزرے لوگوں کے افسانے ہیں۔ ہم عنقریب اس کی سونڈھ کو داغیں گے: ﴿إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ⑮ سَنَسِمُهُ عَلَى الْخُرْطُومِ﴾ سونڈھ کو داغنے کا عذاب اس لیے کہ وہ اپنے آپ کو اونچی ناک والا سمجھتا ہے اس لیے اس کی ناک کو سونڈھ کہا گیا۔ ناک پر داغ لگانے سے مراد تذلیل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو دنیا و آخرت میں اس کا مقدر ہے۔

(آیت ۱۷۔ ۳۳) ایک باغ والوں کی مثال پیش کی گئی جنھوں نے اللہ سے نعمت پا کر ناشکر گزاری کی اور ان کے اندر جو شخص سب سے بہتر تھا اس کی نصیحت بروقت نہ مانی، آخر کار وہ اس نعمت سے محروم ہو گئے۔ ان کی آنکھیں اس وقت کھلیں جب سب کچھ برباد ہو چکا تھا۔ یہ مثال دے کر اہل مکہ کو سمجھایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے تم بھی آزمائش میں پڑ گئے ہو جس میں وہ باغ والے پڑ گئے تھے۔ اگر ان کی بات نہ مانو گے تو دنیا میں بھی عذاب بھگتو گے اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی بڑا ہے: ﴿وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ نیز یہ کہ آج جو امن و اطمینان تمھیں حاصل ہے اس سے دھوکے میں نہ رہو کہ اب تمھارے عیش میں کوئی رخنہ پیدا ہو ہی نہیں سکتا، یہ سب کچھ ہو سکتا ہے اور ایک لمحے کے اندر اندر ہو سکتا ہے، جس طرح باغ والوں کے ساتھ ہوا۔

مسلمین کے ساتھ مجرموں جیسا سلوک نہیں کیا جائے گا

(آیات ۳٤۔ ٤١) مکے کے بڑے بڑے سردار مسلمانوں سے کہتے تھے کہ ہمیں یہ جو نعمتیں دنیا میں مل رہی ہیں، یہ عنداللہ ہمارے مقبول ہونے کی علامت ہیں اور تم جس بدحالی میں مبتلا ہو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تم اللہ کے مغضوب ہو، اول تو آخرت، قیامت اور بعث بعد الموت سب افسانوی باتیں ہیں، لیکن اگر کوئی آخرت ہوئی بھی تو ہم وہاں بھی مزے کریں گے اور عذاب تم پر ہوگا نہ کہ ہم پر۔ اس پر فرمایا: ﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۞ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ۞ مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ﴾ کہ آخرت کی بھلائی ان لوگوں کے لیے ہے جنھوں نے دنیا میں خدا ترسی کے ساتھ زندگی بسر کی ہے۔ یہ بات سراسر عقل و انصاف کے خلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مجرموں اور مومنوں کے ساتھ ایک جیسا سلوک کیا جائے۔ اور یہ بات بھی کفار کی غلط فہمی ہے کہ ان کے ساتھ وہ معاملہ کیا جائے گا جو وہ اپنے لیے خود تجویز کرتے ہیں۔ حالانکہ انھیں اس کی کوئی ضمانت حاصل نہیں ہے: ﴿سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ﴾

(آیات ٤٢۔ ٤٧) جو لوگ دنیا میں سجدہ نہیں کرتے آخرت میں وہ سجدہ کرنا چاہیں گے مگر نہیں کر سکیں گے اور ذلت کا انجام انھیں دیکھنا پڑے گا۔ قرآن اور صاحب قرآن کو جھٹلا کر وہ اللہ کے عذاب سے بچ نہیں سکتے۔ انھیں جو ڈھیل دی جا رہی ہے اس سے وہ دھوکے میں پڑ گئے ہیں کہ اس تکذیب کے باوجود جب ان پر عذاب نہیں آ رہا تو وہ صحیح راستے پر ہیں، حالانکہ وہ بے خبری میں ہلاکت کی راہ پر چل رہے ہیں۔

(آیات ٤٨۔ ٥٢) آخر میں نبی کریم ﷺ کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ اللہ کا فیصلہ آنے تک جو سختیاں تبلیغ دین کی راہ میں پیش آئیں ان کو صبر کے ساتھ برداشت کرتے چلے جائیں اور اس طرح خود فیصلہ نہ کریں جس طرح سیدنا یونس علیہ السلام نے اللہ کے حکم آنے سے پہلے ہی کر لیا تھا جس پر انھیں مبتلائے مصیبت ہونا پڑا تھا۔

جب یہ کافر لوگ کلام نصیحت سنتے ہیں تو آپ کو ایسی نظروں سے دیکھتے ہیں گویا آپ کے قدم اکھاڑ دیں گے اور کہتے ہیں کہ یہ ضرور دیوانہ ہے، حالانکہ یہ تو سارے جہان والوں کے لیے ایک نصیحت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ﴾ زلق بالابصار محاورہ عرب میں شدت عداوت سے کنایہ ہے جیسے اردو میں کہا جاتا ہے کہ تم تو مجھے ایسی کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے ہو: بحيث يكادون يزلون قدمك او يهلكونك۔[1]

سُوْرَةُ الْحَآقَّةِ

سورۂ حاقہ مکی ہے، اس میں باون آیات اور دو رکوع ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت اور موضوع

پہلی ہی آیت: ﴿اَلْحَآقَّةُ﴾ کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔

سابقہ سورت میں قیامت کے دن مجرمین کی بے بسی کی تصویر اور قرآن و صاحبِ قرآن کی صداقت بیان کی گئی ہے اور اس کی تکذیب کے نتائج سے ڈرایا گیا ہے۔ اس سورت میں بھی انہی موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔ فرق یہ ہے کہ سابقہ سورت میں یہ مضمون تمہید کی حیثیت سے ہے اور اس سورت میں خاتمہ کے طور پر ہے۔ تذکیر و تعلیم کے پہلو سے ان دونوں اسلوبوں کی اہمیت الگ الگ ہے۔

دونوں سورتوں میں قیامت کا اثبات اور اس کے ہول کی تصویر ہے، دونوں میں اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال کے انجام کی تفصیل ہے۔ دونوں میں قرآن مجید کی صداقت و حقانیت پر قسم کھائی گئی ہے۔

مضامین سورت کا اجمالی تجزیہ

سابقہ سورۂ قلم کا بنیادی مضمون اثبات قیامت و عذاب قیامت اور صداقت قرآن اور صاحب قرآن تھا، یہی مضمون اس سورت کا بھی ہے، البتہ نہج استدلال دونوں میں الگ الگ ہے۔ اس کی ابتدائی بارہ آیات میں تکذیب نبوت و رسالت کے نتیجے میں عذاب اور قیامت کے اٹل ہونے پر رسولوں اور ان کی قوموں کی تاریخ کی گواہی پیش کی گئی ہے۔

۱۳ ـ ۱۸ آیات میں قیامت کی ہولناکیوں کی تصویر بیان کی گئی ہے۔

۱۹ ـ ۳۷ اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال کے انجام کی تفصیل ذکر کی گئی ہے۔

۳۸ تا ۵۲ قرآن کی عظمت و صداقت کا بیان کہ یہ کسی شاعر یا کاہن کا کلام نہیں ہے بلکہ ایک باعزت رسول کا لایا ہوا کلام ہے، جو لوگ اس کی تکذیب کر رہے ہیں وہ اس کا انجام دور تک سوچ لیں۔ خاتمہ میں اسی اسلوب میں بات دہرائی گئی ہے جو آغاز میں بیان ہوئی تھی۔

---

[1] انوار التنزيل وأسرار التاويل المعروف تفسير البيضاوى: ٥/ ٢٣٨۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(آیات: ۱ - ۱۲) ﴿اَلْحَاقَّةُ ۙ۝ مَا الْحَاقَّةُ ۚ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَاقَّةُ ۝ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ۝ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۝ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۙ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۚ۝ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ﴾

سورت کا آغاز اس بات سے ہوا ہے کہ قیامت کا آنا ناقابل تردید حقیقت ہے جو ضرور واقع ہوا کر رہے گی۔ تکذیب رسل کی وجہ سے پہلے جن قوموں نے بھی آخرت کا انکار کیا ہے، وہ آخر کار عذاب کی مستحق ہوکر رہیں۔ اس ضمن میں عاد وثمود کا ذکر کیا گیا کہ وہ باوجود کہ بڑے طاقتور تھے، لیکن ہمارے عذاب کا نشانہ بننے کے بعد ایسے پڑے ہوئے تھے جیسے کٹے ہوئے کھجور کے تنے اور آج ان میں سے کوئی ایک بھی باقی بچا ہوا نظر نہیں آتا۔ فرعون نے، اس سے پہلے والوں نے اور الٹی ہوئی بستیوں والوں (قوم لوط) نے بھی رسولوں کی تکذیب کا جرم کیا تھا۔ ان میں سے بعض کو ہم نے پانی میں ڈبو کر وجود عبرت بنا دیا (جیسے قوم نوح اور فرعون) اور ماننے والوں کو ہم نے کشتی میں سوار کرا کے بچا لیا، جن کی نسل سے آج تم موجود ہو، یعنی تمہارا وجود دعائے نوح کا رہین منت ہے۔

(آیت ۱۳، ۱۷) قیامت کی ہولناکی کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ وہ کس طرح برپا ہوگی۔ جس طرح ہم نے نافرمان قوموں کو اچانک دبوچ لیا اور ہمیں کوئی خاص اہتمام نہیں کرنا پڑا۔ اسی طرح قیامت لانے میں بھی ہمیں کوئی تیاری نہیں کرنا پڑے گی بلکہ ایک پھونک ماری جائے گی جس سے قیامت کی ہلچل پیدا ہو جائے گی۔ اسی طرح پہاڑ اور جمادات بھی زمین کے ساتھ ٹکرا دیے جائیں گے، آسمان پھٹ جائیں گے، فرشتے خوف کے مارے آسمان کنارے دہشت سے بیٹھے ہوں گے: ﴿وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ۚ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ﴾

(آیات ۱۸ - ۳۷) اصل مقصد بیان کیا گیا ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے موجودہ زندگی کے بعد اخروی زندگی مقدر فرمائی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ اس روز تمام انسان اپنے رب کی عدالت میں پیش ہوں گے، ان کا کوئی راز چھپا نہیں رہے گا، ہر ایک کا نامہ اعمال اس کے ہاتھ میں ہوگا، صالح لوگوں کو اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، جسے وہ خوشی سے سب کو دکھاتے پھریں گے: ﴿فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ﴾ اور انہیں جنت کی ابدی نعمتوں میں داخل کر دیا جائے گا۔ جبکہ مجرمین کو بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا اور ذلت کے مارے منہ چھپاتے پھریں گے: ﴿فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ﴾ انہیں جہنم کے ابدی عذاب میں دھکیل دیا جائے گا۔

(آیات ۳۸ - ۵۲) کفار مکہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ تم اس قرآن کو ایک شاعر اور کاہن کا کلام کہتے ہو۔ حالانکہ یہ اللہ کا نازل کردہ کلام ہے جو ایک معزز رسول کی زبان سے ادا ہو رہا ہے۔ جو اس میں اپنی طرف سے ایک لفظ بھی بڑھانے یا گھٹانے کے روادار نہیں ہیں اگر آپ ایسا کر دیں تو ہم آپ کی شہ رگ پوری قوت کے ساتھ کاٹ دیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ۝ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ﴾

اس کے باوجود کوئی اسے جھٹلائے تو اسے آخر کار پچھتانا پڑے گا۔ انہیں ہمارے عذاب سے بچانے والا کون ہوگا۔ ہم مکذبین کو اچھی طرح جانتے ہیں، وہ ہمارے علم اور پہنچ سے ہرگز باہر نہیں ہیں: ﴿فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ﴾ قرآن ایک نصیحت اور ذکر ہے، متقین کے لیے: ﴿وَ اِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ اس میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر ناقدرے لوگ اس کی قدر نہیں کرتے تو دل برداشتہ نہ ہوں، آخر اس کی قدر کرنے والے بھی تو ہیں۔ اسی طرح یہ قرآن کافروں کے لیے موجب حسرت بنے گا: ﴿وَ اِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ یہ کوئی ہوائی بات نہیں بلکہ ایک حق یقینی ہے: ﴿وَ اِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ﴾ نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے کہ جو جھٹلا رہے ہیں ان کی روش سے بددل نہ ہوں بلکہ صبر و انتظار اور اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح کریں: ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾

سُوْرَةُ الْمَعَارِج

سورۂ معارج مکی ہے، اس میں چوالیس آیات اور دو رکوع ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت اور مرکزی مضمون

اس سورت کا نام تیسری آیت: ﴿مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ﴾ سے ماخوذ ہے۔

پچھلی سورت میں قیامت کی تکذیب کرنے والوں کے سامنے گزشتہ قوموں کی تاریخ رکھ دی گئی تھی۔ ساتھ ہی روز محشر کی ہولناکیوں کا تذکرہ ہوا۔ یہی مضمون اس سورت میں اسی اسلوب اور انداز میں بیان ہوا ہے۔ اس میں بھی منکرین کو تنبیہ کی گئی ہے کہ عذاب الٰہی کا مذاق اڑاتے اور اس کے لیے جلدی مچاتے ہیں، وہ جب آئے گی تو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

یہ سورت گزشتہ سورۂ حاقہ کی جڑواں ہے۔ دونوں کے عمود میں بنیادی طور پر کوئی فرق نہیں ہے۔ انذار عذاب و قیامت جس طرح سابقہ سورت کا موضوع ہے اسی طرح اس کا بھی موضوع ہے۔ دونوں کے ظاہری اسلوب میں بھی بڑی مشابہت ہے۔ جس طرح سابقہ سورت میں اثبات جزا و سزا پر وسط سورت میں قسم کھائی گئی ہے اسی طرح اس سورت کے وسط میں بھی اسی نوعیت کی قسم ہے۔ خاص پہلو اس کا یہ ہے کہ اس میں ان متمردین کو تنبیہ کی گئی ہے جو عذاب و قیامت کا مذاق اڑاتے اور اس کے لیے جلدی مچائے ہوئے تھے۔ ان کے رویے پر نبی کریم ﷺ کو صبر کی تلقین کی گئی ہے کہ یہ بہت ہی تنگ ظرف اور تھڑدلے لوگ ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو جو ڈھیل دی ہے تو ان کے پاؤں زمین پر نہیں پڑ رہے۔ اگر ذرا آفت آجائے تو ساری چوکڑیاں بھول جائیں گے۔ آپ ان سے درگزر فرمایے۔ ان کے فیصلے کا وقت آیا ہی چاہتا ہے۔ جب وہ وقت آجائے گا تب انھیں اندازہ ہوگا کہ جس چیز کے لیے جلدی مچائے ہوئے تھے وہ کیسی ہولناک چیز نکلی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس میں ان کفار کو تنبیہ اور نصیحت کی گئی ہے جو قیامت، آخرت ، جنت و دوزخ کی خبروں کا مذاق اڑاتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کو چیلنج دیتے تھے کہ اگر تم سچے ہو اور تمھیں جھٹلا کر ہم عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں تو لے آؤ وہ قیامت، جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو۔ اس سورت کی ساری تقریر اسی چیلنج کے جواب میں ہے۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱ -۷) ﴿سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۙ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ؕ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۝ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا﴾

ابتدا میں فرمایا کہ مانگنے والا عذاب مانگتا ہے جو منکروں پر ضرور واقع ہو کر رہے گا، اسے کوئی روک نہ سکے گا اور وہ اپنے وقت پر ہی آئے گا، لہٰذا آپ ان کی جلد بازی سے پریشان نہ ہوں اور قیامت جس کے لیے یہ لوگ اتنی جلدی مچا رہے ہیں، اسے یہ اتنا سہل نہ سمجھ لیں، وہ بڑی سخت چیز ہے۔ وہ جسے دور کی چیز سمجھتے ہیں وہ بہت قریب ہے: ﴿اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۙ وَّ نَرٰىهُ قَرِيْبًا﴾ اس کے دنوں کو لوگ اپنے پیمانوں سے نہ ناپیں۔ اس کی بارگاہ بہت بلند ہے۔ فرشتے اور جبریل اس کے حضور چڑھ کر جاتے ہیں، ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔

فرشتوں کا چڑھنا اور پچاس ہزار سال کے دن کی کیفیت

یہ سارا مضمون متشابہات میں سے ہے جس کے معنی متعین نہیں کیے جا سکتے۔ ہم فرشتوں کے چڑھنے کی کیفیت کو نہیں سمجھ سکتے ہیں اور نہ یہ بات ہماری سمجھ میں آ سکتی ہے کہ وہ زینے کیسے ہیں جن پر فرشتے چڑھتے ہیں۔

پچاس ہزار سال کے اس دن کی تعین میں بھی بہت اختلاف ہے۔ راجح قول یہ ہے کہ یہ قیامت کے دن کی مقدار ہے، یعنی کافروں پر یوم حساب پچاس ہزار سال کی طرح بھاری ہوگا، لیکن مومن کے لیے دنیا میں ایک فرض نماز پڑھنے سے بھی مختصر ہوگا۔[1] امام ابن کثیر نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ کیونکہ صحیح مسلم کی ایک حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «حَتَّى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَ عِبَادِهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ أَلْفَ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّوْنَ»[2] ''یہاں تک کہ اللہ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمائے گا ایسے دن میں جن کی مدت تمھاری گنتی کے مطابق پچاس ہزار سال ہوگی۔''

یوم قیامت کی ایک جھلک

(آیت ۸- ۱۸) اس روز آسمان تیل کی تلچھٹ کی طرح سرخ اور پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح پراگندہ ہوں گے اور ہر ایک کی قوت و جمعیت بالکل منتشر ہو کر رہ جائے گی۔ کوئی کسی کا پرسان حال نہیں رہے گا: ﴿وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا﴾ جو لوگ

---

① مسند أحمد: ۳/ ۷۵۔ ② صحیح مسلم: ۹۸۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آج اس کے لیے جلدی مچا رہے ہیں، جب وہ آئے گی تو یہی مجرم اپنے بال بچوں، اپنے قریبی ترین رشتہ داروں بلکہ ساری دنیا کے انسانوں تک کو فدیہ میں دے ڈالنے کے لیے تیار ہو جائیں گے تاکہ کسی طرح عذاب سے بچ نکلیں، مگر وہ چمڑی ادھیڑ دینے والی آگ کے حوالے کر دیے جائیں گے اور بچ نہ سکیں گے۔

(آیات ۱۹ -۳۵) اس حقیقت کا اظہار کہ لوگوں کا عام حال یہ ہے کہ ذرا سی اللہ کی گرفت میں آئے تو واویلا شروع کر دیا اور اگر ڈھیل مل جائے تو اس کے شکر گزار بننے کی بجائے اتراتے اور تکبر کرتے ہیں: ﴿إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۝ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا﴾ یاد رکھیں کہ اس روز انسانوں کی قسمت کا فیصلہ ان کے عقیدے اور اخلاق و اعمال کی بنیاد پر کیا جائے گا، جن لوگوں نے دنیا میں حق سے منہ موڑا، مال کو بچا بچا کے رکھا وہ جہنم کے مستحق ہوں گے۔ اور جنہوں نے یہاں اللہ کے عذاب کو حق جانا، آخرت کو مانا، نماز کی پابندی کی، اپنے مال سے اللہ کے محتاج بندوں کا حق ادا کیا، بدکاریوں اور خیانت سے اپنا دامن پاک رکھا، عہد و پیمان اور قول و قرار کا پاس کیا اور گواہی میں راست بازی پر قائم رہے، وہ جنت میں عزت کی جگہ پائیں گے: ﴿أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ﴾

(آیات ۳۶ - ٤٤) آخر میں نبی کریم ﷺ کا مذاق اڑانے والے کفار کو خبردار کیا گیا ہے کہ اگر تم نہ مانو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ کسی اور کو لے آئے گا اور رسول اللہ ﷺ کو تلقین کی گئی ہے کہ ان کے تمسخر کی پروا نہ کریں۔ یہ اگر قیامت ہی کی ذلت دیکھنے پر مصر ہیں تو انہیں اپنے بیہودہ مشغلوں میں پڑے رہنے دیں، اپنا برا انجام یہ خود دیکھ لیں گے۔ جب وہ قبروں سے نہایت تیزی کے ساتھ نکلیں گے، ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ذلت ان پر مسلط ہوگی: ﴿خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ﴾

سُورَةُ نُوحٍ

سورۂ نوح مکی ہے، اس میں اٹھائیس آیات اور دو رکوع ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت اور موضوع

اس سورت کا نام بھی نوح ہے اور اس کے مضمون کا عنوان بھی، کیونکہ اس میں شروع سے لے کر آخر تک سیدنا نوح علیہ السلام ہی کا قصہ بیان ہوا ہے۔ پچھلی سورت میں عذاب کے لیے جلدی مچانے والوں کے جواب میں کہا گیا تھا کہ قیامت یا عذاب کا وقوع ہماری پہنچ سے باہر نہیں ہے۔ یہاں قوم نوح کا واقعہ بیان کر کے بتایا جا رہا ہے کہ فی الواقع اس کا اظہار ماضی میں ہو چکا ہے۔ اگلا عذاب دیکھنے کی بجائے بہتر ہے کہ اسی کو دیکھ لو، کیونکہ آنے والے کو دیکھ کر کیا کرو گے۔ اس کے بعد مہلت تو ختم ہو چکی ہوگی، بلکہ تم خود دوسروں کے لیے نشان عبرت بن چکے ہو گے۔

اس میں سیدنا نوح علیہ السلام کا قصہ بیان کر کے کفار کو متنبہ کیا ہے کہ تم محمد ﷺ کے ساتھ وہی رویہ اختیار کر رہے ہو جو سیدنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نوح علیہ السلام کے ساتھ ان کی قوم نے اختیار کیا تھا۔ اگر تم اس رویے سے باز نہ آئے تو تم بھی اسی انجام سے دوچار کیے جاؤ گے جو ان لوگوں کا ہوا تھا۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(آیات ۱- ۲۰) ﴿ اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَاۗءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾

سیدنا نوح علیہ السلام کی بعثت کا مقصد بتایا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو عذاب الیم سے ڈرایا اور ایک اللہ کی عبادت، اس کا تقویٰ اور اپنی بات ماننے کو راستۂ نجات بتایا۔ یعنی انہوں نے بھی محمد ﷺ کی طرح اللہ عزوجل کی وحدانیت کی طرف ہی بلایا تھا۔ پھر مدت دراز تک دعوت وتبلیغ کی زحمتیں اٹھا کر اپنے رب کے سامنے ساری روئیداد بیان کی کہ کس طرح انہوں نے اپنی قوم کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی اور قوم نے ان کا کس ہٹ دھرمی سے مقابلہ کیا۔

نوح علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو شب و روز تیری طرف بلایا، مگر میرے بلانے سے اور زیادہ بھاگے۔ میں نے جب بھی انہیں تیری مغفرت کی طرف بلایا، انہوں نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے کپڑوں کو اوڑھ لیا اور اپنی روش پر اڑ گئے اور دل کڑا کے تکبر کیا، پھر میں نے کبھی انہیں بآواز بلند پکارا اور ان سے علانیہ بھی کہا اور چپکے چپکے بھی اور میں نے یہی کہا کہ اپنے رب سے استغفار کرو، وہ بڑا غفار ہے۔ استغفار کی برکت سے وہ تم پر آسمان خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا اور تمہیں تسلسل کے ساتھ مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں ہرے بھرے باغات دے گا اور تمہارے لیے نہریں بنائے گا۔

(آیات ۲۱_ ۲۴) سیدنا نوح علیہ السلام کی آخری گزارش درج کی گئی ہے:

نوح (علیہ السلام) نے کہا: اے میرے رب! ان لوگوں نے میری بات رد کی اور ان مالداروں کی بات مانی جو مال و اولاد پا کر اور بدبخت بن گئے اور ان لوگوں نے بڑا بھاری مکر کا جال پھیلایا۔ اور انہوں نے تاکید کی کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو بھلانا۔ انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا (الٰہی) تو ان ظالموں کی گمراہی اور بڑھا۔ یہ لوگ اپنی خطاؤں کے سبب ڈبو دیے گئے، پھر جہنم میں پہنچا دیے گئے اور انہوں نے اللہ کے سوا اپنا کوئی مددگار نہ پایا اور نوح نے عرض کی: اے میرے پالنے والے! تو روئے زمین پر کسی کافر کو بسنے والا نہ چھوڑ۔ اگر تو انہیں چھوڑ دے گا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی جو اولاد ہوگی وہ بھی بڑی بدکار اور فاسق و گنہگار ہوگی۔ اے میرے رب! تو مجھے اور میرے ماں باپ اور جو بھی ایماندار ہو کر میرے گھر میں آئے اور تمام مومن مردوں اور عورتوں کو معاف فرما دے اور ظالموں کی تباہی میں اضافہ فرما۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا نوح علیہ السلام کی یہ دعا بے صبری کا مظاہرہ نہیں تھا بلکہ صدیوں کی آزمائش کا نتیجہ تھا کہ مایوسی اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ خیر و صلاح کا کوئی امکان باقی نہیں رہا۔ یہی رائے اللہ تعالیٰ کی تھی جس کی طرف آیت ۲۵ میں فرمایا گیا: ﴿مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا﴾ ''یہ لوگ بہ سبب اپنے گناہوں کے ڈبو دیے گئے اور جہنم میں پہنچا دیے گئے۔''

عذاب برزخ کا ثبوت

(اپنی خطاؤں کے سبب وہ پہلے پانی میں ڈبو دیے گئے، پھر آگ میں جھونک دیے گئے) یعنی غرق ہونے کے ساتھ ان کا قصہ تمام نہیں ہوگیا، بلکہ مرنے کے فوراً بعد ان کی روحیں آگ کے عذاب میں مبتلا کردی گئیں۔ یہ بعینہٖ وہی معاملہ ہے جو فرعون اور اس کی قوم کے ساتھ کیا گیا، جیسا کہ سورۂ مومن کی آیت ۴۵، ۴۶ میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ آیت بھی ان آیات میں سے ہے جس سے برزخ کا عذاب ثابت ہوتا ہے۔

یہ بالواسطہ تنبیہ منکرین کے لیے بھی ہے کہ اگر تم بھی اللہ کی پکڑ میں آ گئے تو تمہارے یہ معبود، جن پر تم بھروسا کیے بیٹھے ہو، تمہاری کوئی مدد نہیں کریں گے۔

سُوْرَةُ الْجِنِّ

سورۂ جن مکی ہے، اس میں اٹھائیس آیات اور دو رکوع ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت اور مرکزی مضمون

پہلی آیت کے فقرے: ﴿نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ﴾ سے اس سورت کا نام ماخوذ ہے۔

پچھلی سورت میں منکرین قرآن کے سامنے صدیوں پہلے گزرنے والی مکذب قوم کی تکذیب اور اس کے انجام کا ذکر کیا۔

اب اس سورت میں ان کو غیرت دلائی جارہی ہے کہ تم بھی قوم نوح کی طرح بڑے بدنصیب، پاپی، سنگ دل اور ہٹ دھرم ہو کہ جس قرآن کو تم سننے کی بجائے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہو، منہ نوچ لینے کو جھپٹتے اور دامن جھاڑ کے بھاگ کھڑے ہوتے ہو، اسی کو سن کر جنوں کی ایک جماعت اس قدر اثر قبول کرلیتی ہے کہ وہ فوراً مسلمان ہو کر شرک سے نہ صرف توبہ کرلیتی ہے، بلکہ توحید کی مبلغ بھی بن جاتی ہے۔

اس میں نبی کریم ﷺ کے لیے بھی وجہ تسلی ہے کہ آپ ان ناقدروں کی وجہ سے پریشان نہ ہوں، اگر یہ نہیں سن رہے تو اللہ کی ایسی مخلوق بھی ہے جو آپ کی زبان سے قرآن سن کر ایمان بھی لاتی ہے اور اس کی دل و جان سے قدر بھی کرتی ہے، لہٰذا آپ قرآن سناتے جایے۔

صحیح بخاری میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے چند اصحاب کے ساتھ بازار عکاظ تشریف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لے جارہے تھے۔ راستے میں نخلہ کے مقام پر آپ نے صبح کی نماز پڑھائی، اس وقت جنوں کا ایک گروہ ادھر سے گزر رہا تھا، تلاوت کی آواز سن کر وہ ٹھہر گیا اور غور سے قرآن سنتا رہا۔ اسی واقعہ کا ذکر اس سورت میں کیا گیا ہے۔ ①

بعض لوگوں نے اس سے نبی کریم ﷺ کے سفر طائف کا واقعہ مراد لیا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ سفر طائف میں جنوں کے قرآن سننے کا واقعہ سورۂ احقاف میں ذکر ہوا ہے۔ اس میں جن جنوں نے قرآن سنا تھا وہ پہلے سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ایمان رکھتے تھے، لیکن اس سورت میں جن جنوں کا ذکر ہے وہ مشرک جن تھے۔ سفر طائف ۱۰ نبوی میں وقوع پذیر ہوا اور سورۂ جن مکہ کے بالکل ابتدائی دور میں نازل ہوئی ہے۔ گویا جنوں کا استماع قرآن دو دفعہ واقع ہوا ہے، ایک کا ذکر سورۂ احقاف میں ہے اور دوسرے کا سورۂ جن میں۔

جنوں کی تلاش حق کا پس منظر؟

رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے جن عالم بالا کی خبریں معلوم کرنے کے لیے آسمان میں سن گن لینے کا کوئی نہ کوئی موقع پالیتے تھے مگر اس کے بعد یکایک انہوں نے دیکھا کہ ہر طرف فرشتوں کے سخت پہرے لگ گئے ہیں اور شہابوں کی بارشیں ہورہی ہیں۔ جس کی وجہ سے کہیں ان کو ایسی جگہ نہیں ملتی، جہاں ٹھہر کر وہ کوئی بھنک پاسکیں۔ اس سے ان کو یہ معلوم کرنے کی فکر ہوئی کہ زمین میں ایسا کیا واقعہ پیش آگیا ہے یا آنے والا ہے، جس کے لیے یہ سخت انتظامات کیے گئے ہیں۔ غالباً اسی وقت سے جنوں کے بہت سے گروہ اس تلاش میں پھرتے رہے ہوں گے اور ان میں سے ایک گروہ نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے قرآن سن کر یہ رائے قائم کی کہ یہی وہ چیز ہے جس کی خاطر جنوں پر عالم بالا کے تمام دروازے بند کردیے گئے ہیں۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱ - ۱۵) ﴿قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۝ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝ وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۝ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا﴾

نبی کریم ﷺ کو خبر دی جارہی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن مجید سن کر ایمان قبول کیا اور واپس جا کر اپنی قوم کے دوسرے جنوں کو کہا: ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو بھلائی کی راہ دکھاتا ہے۔ ہم تو اس پر ایمان بھی لاچکے۔ اب ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ بنائیں گے۔

---

① صحيح البخاري: ٤٩٢١؛ صحيح مسلم: ٤٤٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جن اس وقت رسول اللہ ﷺ کو نظر نہیں آئے اور آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ قرآن سن رہے ہیں، نہ جنوں نے آپ سے ملاقات ہی کی یا اپنا تعارف کرایا بلکہ بعد میں وحی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس واقعے کی خبر دی۔ ①

جنوں نے قرآن سے توحید کا سبق سیکھا

اور بے شک ہمارے رب کی بڑی شان بلند ہے، اس نے کسی کو بیوی بنایا، نہ بیٹا اور یہ کہ ہمارے بے وقوف لوگ اللہ کے بارے میں غلط باتیں کہتے تھے اور یہ کہ ہمارا خیال تھا کہ کوئی انسان یا جنات اللہ پر جھوٹ نہ باندھ سکے گا۔ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے، اس طرح انھوں نے جنات کا غرور اور بڑھا دیا۔ اور انسانوں نے بھی تم جنوں کی طرح گمان کر لیا تھا کہ اللہ ہرگز کسی کو رسول بنا کر نہ بھیجے گا۔

اور ہم نے سمجھ لیا کہ ہم اللہ کو زمین میں ہرگز عاجز نہیں کر سکتے اور نہ ہم بھاگ کر اسے ہرا سکتے ہیں۔ ہم تو ہدایت کی بات سنتے ہی اس پر ایمان لا چکے اور جو بھی اپنے رب پر ایمان لائے گا، اسے کسی نقصان کا اندیشہ ہے نہ زیادتی کا۔ ہم میں بعض تو مسلمان ہیں اور بعض مشرک، پس جو فرماں بردار ہو گئے انہوں نے تو راہ راست کا قصد کیا اور جو ظالم ہیں وہ جہنم کا ایندھن بن گئے۔

(آیت ۱۶ - ۱۸) ارشاد ہوا کہ اگر لوگ شرک سے باز آ جائیں تو ہم ان پر انعامات کی برکھا برسا دیں گے، لیکن اگر وہ شرک ہی میں مبتلا رہے تو سخت عذاب سے دو چار ہوں گے۔

اور یہ کہ اگر لوگ راہ راست پر سیدھے رہتے تو یقیناً ہم انہیں بہت وافر پانی پلاتے تاکہ ہم اس میں انہیں آزما لیں اور جو شخص اپنے رب کے ذکر سے منہ پھیرے گا تو اللہ اسے سخت عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

یہی بات پچھلی سورت میں سیدنا نوح علیہ السلام کی زبانی بیان فرمائی گئی تھی۔

اور یہ کہ مسجدیں صرف اللہ ہی کی ہیں، پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔

(آیت ۱۹ - ۲۳) کفار مکہ کو اس بات پر ملامت کی گئی ہے کہ جب اللہ کا رسول تمہیں دعوت الی اللہ دیتا ہے تو تم اس کا گھیراؤ کر لیتے ہو۔ حالانکہ رسول کا کام صرف اللہ کے پیغامات پہنچانا ہے، وہ کسی کو نفع و نقصان پہنچانے کا مدعی نہیں ہے۔ اب جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی بات نہیں مانے گا اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں ایسے لوگ ہمیشہ رہیں گے۔

(آیات ۲۴ - ۲۸) کفار کو متنبہ کیا گیا ہے کہ آج وہ رسول کو بے یار و مددگار سمجھ کر دبا لینے کی کوشش کر رہے ہیں، عنقریب ان کو پتہ چل جائے گا کہ کون بے یار و مددگار ہے۔ وہ وقت دور ہے یا قریب؟ اس کا رسول کو بھی علم نہیں ہے، مگر بہرحال اسے ضرور آنا ہے۔ آخر میں لوگوں کو بتایا گیا ہے کہ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ رسول کو صرف وہی علم ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ اسے دینا چاہتا ہے۔ یہ علم ان امور سے متعلق ہوتا ہے جو فرائض رسالت کی انجام دہی کے لیے ضروری ہوتے ہیں اور

① صحیح مسلم:٤٤٩ ؛ سنن الترمذی ٣٣٢٣۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ علم ایسا محفوظ طریقے سے دیا جاتا ہے جس میں بیرونی مداخلت کا کوئی امکان نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے آس پاس کی تمام چیزوں کا احاطہ کر رکھا ہے اور ہر چیز کی گنتی کر رکھی ہے۔

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ

سورۂ مزمل مکی ہے، اس میں بیس آیات اور دو رکوع ہیں

سورت کا نام، مضمون سورت، ربطِ سورت اور زمانہ نزول

پہلی ہی آیت: ﴿ يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴾ کے لفظ ''الْمُزَّمِّلُ'' کو سورت کا نام دیا گیا ہے۔

پچھلی سورت میں استماع قرآن کی برکات ذکر ہوئیں۔ اس سورت میں اس کی ترتیل کے ساتھ تلاوت کی برکات وفوائد بیان کیے گئے ہیں۔ جنوں کے استماع کا تعلق بھی آپ کی نبوت کی اشاعت کے ساتھ تھا، اس سورت میں بارِ نبوت کو ہلکا کرنے کا نسخہ اور اسے مزید بارآور بنانے کا طریقہ ذکر کیا گیا۔ سابقہ سورت میں اپنے بندے کے نماز کے لیے کھڑے ہونے کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ لوگ اس پر ٹوٹ پڑنے کے لیے تیار ہوجاتے ہیں۔ اس سورت میں فرمایا کہ آپ تہجد کے لیے اٹھیے تو آپ کا رب آپ کو مزید برکات اور توانائیوں سے بہرہ ور کرے گا۔ یہ سورت اور اگلی سورۂ مدثر، دونوں بالکل ہم آہنگ اور ہم مزاج ہیں۔

اس سورت کے دو رکوع مختلف زمانوں میں نازل ہوئے ہیں:

پہلا رکوع بالاتفاق مکی ہے اور دوسرا مدنی دور میں نازل ہوا ہے، کیونکہ اس میں قتال فی سبیل اللہ کا ذکر ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی حکم ہے، یہ دونوں چیزیں مدینہ میں فرض ہوئی تھیں۔ عام مفسرین نے سورۂ مزمل اور سورۂ مدثر کو بالکل ابتدائی سورتوں میں شمار کیا ہے، لیکن ان کے مطالب پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس دور میں نازل ہوئی ہیں، جب قریش کے امرا و اغنیا کی طرف سے دعوت کی مخالفت اتنی شدت اختیار کر چکی تھی کہ نبی کریم ﷺ اس سے بہت زیادہ مغموم و متفکر رہنے لگے تھے۔ ایک انسان جب اپنے ماحول میں ہر شخص کی مخالفت اور اس کے طعن وطنز کا ہدف بن کر رہ جائے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ اس ماحول ہی کی اصلاح کے لیے مامور ہوا ہو، تو اس کے غم واندوہ کا کیا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ان حوصلہ شکن حالات میں مالک کائنات نے اپنے نبی کی حوصلہ افزائی کے لیے ان سورتوں کو نازل فرمایا۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

اقامت صلوٰۃ کی اہمیت ☆ شب خیزی اور نماز تہجد کی فضیلت ☆ ترتیل قرآن کا تقاضا ☆ مبلغ کے لیے ہدایات ربانی ☆ دشمنوں کی مخالفتوں اور اذیتوں پر صبر کی تلقین اور اس کے فوائد ☆ تکذیب کرنے والوں کے ہولناک انجام کی ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جھلک ☆ زلزلہ قیامت کی دہشت ناکیاں ☆ رب العالمین کو انسانوں کے معاملات میں تخفیف کا خیال ہے ☆ اقامت صلوٰۃ، ایتائے زکوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کا بہترین بدلہ ملے گا۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(آیات ۱ - ۱۴) ﴿ یٰۤاَیُّهَا الۡمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّیۡلَ اِلَّا قَلِیۡلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصۡفَهٗۤ اَوِ انۡقُصۡ مِنۡهُ قَلِیۡلًا ۙ﴿۳﴾ اَوۡ زِدۡ عَلَیۡهِ وَ رَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِیۡلًا ؕ﴿۴﴾ اِنَّا سَنُلۡقِیۡ عَلَیۡكَ قَوۡلًا ثَقِیۡلًا ﴿۵﴾ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیۡلِ هِیَ اَشَدُّ وَطۡاً وَّ اَقۡوَمُ قِیۡلًا ؕ﴿۶﴾ اِنَّ لَكَ فِی النَّهَارِ سَبۡحًا طَوِیۡلًا ؕ﴿۷﴾ وَاذۡكُرِ اسۡمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلۡ اِلَیۡهِ تَبۡتِیۡلًا ﴾

ان آیات میں رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ جو عظیم کام آپ کو سونپا گیا ہے اس کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لیے اپنے آپ کو تیار کریں اور اس کی عملی صورت یہ بتائی گئی کہ رات کو اٹھ کر آدھی رات تک یا اس سے کم یا زیادہ وقت تک نماز تہجد ادا کریں، دن میں بھی تسبیح و تہلیل کا اہتمام کریں، مخالفین کی بے ہودہ باتوں پر صبر کریں اور اللہ پر توکل رکھیں۔ وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے، ان سے نمٹنے کی بھرپور طاقت رکھتا ہے۔ وہ انہیں آگ کی بیڑیاں، حلق میں پھنس جانے والا کھانا اور نہایت دردناک عذاب دے گا۔

مخالفین کو وعید

(آیات ۱۵، ۱۹) مشرکین مکہ کو تہدید و وعید سنائی گئی ہے کہ جس طرح ہم نے حق کی گواہی کے لیے فرعون کی طرف اپنا رسول بھیجا تھا، اسی طرح تمہاری طرف بھی اپنا رسول بھیج چکے ہیں۔ فرعون کی سرکشی کا انجام تمہارے سامنے ہے۔ اگر تم بھی اسی روش پر چلو گے تو اسی انجام سے دوچار کیے جاؤ گے۔ روز محشر کی حشر سامانیوں کو یاد رکھو، جس کی دہشت بچوں کو بوڑھا بنا دے گی، جس کے بوجھ سے آسمان پھٹ جائے گا۔ اس سے آگاہ کرنے کے لیے ہم نے قرآن اتارا ہے۔ جسے دل و جان کی سلامتی چاہیے اسے تسلیم و رضا کا رویہ اپنانا ہوگا، ورنہ سنگین نتائج کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔

(آیات ۲۰) یہ پورا رکوع ایک ہی آیت پر مشتمل ہے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق پہلے رکوع کے دس سال بعد نازل ہوا تھا اور اس میں نماز تہجد کے متعلق اس ابتدائی حکم کے اندر تخفیف کر دی گئی جو پہلے رکوع کے آغاز میں دیا گیا تھا، کیونکہ امت کا دائرہ زیادہ وسیع ہو گیا تھا۔ اب یہ حکم دیا گیا کہ نماز تہجد جتنی آسانی سے پڑھ سکیں پڑھ لیں، لیکن مسلمانوں کو اصل اہتمام پانچ وقت کی فرض نماز، فریضہ زکوٰۃ کی ادائیگی اور اللہ کی راہ میں اپنا مال خلوص نیت کے ساتھ صرف کرنا چاہیے:

﴿ وَ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَقۡرِضُوا اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا ﴾

آخر میں مسلمانوں کو تلقین کی گئی ہے کہ جو بھلائی کے کام تم دنیا میں کرو گے وہ ضائع نہیں جائیں گے، اللہ کے ہاں ان سب کو تم پا لو گے: ﴿ وَ مَا تُقَدِّمُوۡا لِاَنۡفُسِكُمۡ مِّنۡ خَیۡرٍ تَجِدُوۡهُ عِنۡدَ اللّٰهِ ﴾ اور اپنی آخرت کے لیے جو کچھ بھیج دیا، وہ تمھارے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سے زیادہ نافع ہے جو تم نے دنیا ہی میں روک رکھا ہے۔ جو تم نے اللہ کے لیے خرچ کیا، اللہ کے ہاں تمھیں اس پر بہت زیادہ اجر بھی ملے گا: ﴿هُوَ خَيْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا﴾ اور اپنی عملی کوتاہیوں پر اللہ سے استغفار کرو، وہ غفور رحیم ہے: ﴿وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ

سورہ مدثر مکی ہے، اس میں چھپن آیات اور دو رکوع ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت اور زمانہ نزول

اس سورت کا نام پہلی آیت: ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ سے ماخوذ ہے۔

سورۂ مزمل میں جس قول ثقیل کے تحمل کے لیے تیار کرنے کی خبر دی گئی تھی: ﴿اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا﴾ ''ہم آپ پر عنقریب بھاری ذمہ داری ڈالنے والے ہیں۔'' اس میں اس کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ آپ کمربستہ ہو کر لوگوں کو ڈرائیں: ﴿قُمْ فَاَنْذِرْ﴾ مخالفتوں کو نظر انداز کر کے اپنے فریضۂ تبلیغ کو نبھائیں اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی کو کارگر کرے گا اور آپ کی دعوت پھلے پھولے گی۔

اس کی پہلی سات آیات مکہ کے بالکل ابتدائی دور میں نازل ہوئی ہیں۔ سلسلۂ نبوت کی پہلی وحی سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیات ہیں، پھر کافی عرصے تک وحی منقطع رہی۔ جب ازسرنو نزول وحی کا سلسلہ شروع ہوا تو اس کا آغاز سورۂ مدثر کی انھی آیات سے ہوا تھا۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فترۃ الوحی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''ایک روز میں راستے سے گزر رہا تھا، یکا یک میں نے آسمان سے ایک آواز سنی، سر اٹھایا تو دیکھا کہ وہی فرشتہ جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا، آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں یہ دیکھ کر سخت دہشت زدہ ہو گیا اور گھر پہنچ کر کہا: مجھے اڑھاؤ، مجھے اڑھاؤ، چنانچہ گھر والوں نے مجھ پر لحاف یا کمبل اوڑھا دیا۔ اس وقت یہ وحی نازل ہوئی، پھر لگاتار مجھ پر وحی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ [1]

سورت کا باقی حصہ آیت ۸ سے آخر تک: ﴿فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ...﴾ اس وقت نازل ہوا جب اسلام کی علانیہ تبلیغ شروع ہو جانے کے بعد مکہ میں پہلی مرتبہ حج کا موقع آیا تھا۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

مدثر کا مفہوم ☆ نبی کریم علیہ السلام کو دیے جانے والے احکامات شفقت کے لہجے میں ☆ قول ثقیل کی وضاحت ☆ انذار کے لیے کھڑے ہونے کا حکم ☆ توحید خالص کی دعوت دینے کا حکم ☆ مکذبین رسالت اور منکرین آخرت ☆ ناشکروں اور

[1] صحيح البخاري: ٤٩٢٦؛ صحيح مسلم: ١٦١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متکبروں کی اخلاقی و ذہنی پراگندگی اوران کی سزا ☆ معاندین قرآن کے عناد کی تصویر ☆ حاسد یہود کا رویہ ☆ اہل دوزخ کا اقرار جرم ☆ مشرکین کی مزعومہ شفاعت کی نفی ☆ ہدایت کے باب میں سنت الٰہی۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(آیات ۱ -۷) ﴿ یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝ فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ۝ فَذٰلِكَ یَوْمَئِذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ ﴾

نبی کریم ﷺ کو پیار بھرے لہجے میں المدثر کا خطاب دیا گیا۔ چادر لپیٹنا آدمی کی فکرمندی ظاہر کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ جن دل شکن حالات کا سامنا کر رہے ہیں، رب کائنات اس سے بے خبر نہیں ہے۔ اس لیے شفقت کے خطاب سے بات شروع کی کہ میرے حبیب! میں آپ کی دلی کیفیت اور گرانی سے خوب آگاہ ہوں، اسے دور بھی کردوں گا۔

سورۂ مزمل میں آپ کو قیام اللیل اور تلاوت قرآن کی ہدایت کی گئی تھی اور کہا گیا تھا کہ ابھی آپ پر ہم مزید بھاری بوجھ ڈالنے والے ہیں۔ اور وہ ہے منکرین کو برے انجام سے ڈرانا، یعنی پوری طرح کمربستہ ہو کر، پورے حوصلے و عزم کے ساتھ اپنی قوم کو انذار کریں۔ اپنے رب کی عظمت و کبریائی کا اعلان کریں، کیونکہ انبیاء کی دعوت اسی غرض اور اسی ایک نکتے پر قائم ہوتی ہے۔ اپنے دامن دل کو ہر قسم کے غبار سے پاک رکھیں، شرک کی گندگی سے دور رہیں، اپنی جدوجہد برابر جاری رکھیں، اپنی سعی کو زیادہ خیال کر کے منقطع نہ کریں اور اپنے رب کی خاطر تمام مخالفتوں کے باوجود حق پر ڈٹے رہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کی ہر قسم کی مساعی کو بابرکت بنائے گا۔

(آیات ۸ -۲۵) منکرین حق کو خبردار کیا گیا ہے کہ آج تک جو کچھ وہ کر رہے ہیں اس کا برا انجام وہ قیامت کے روز دیکھ لیں گے۔ اے نبی! آپ لوگوں کو قیامت کی ہولناکیوں سے آگاہ کریں کہ وہ دن کافروں کے لیے بہت ہی سخت ہوگا، اس کو آسان نہ سمجھیں۔ جو لوگ اپنے مال وجاہ میں مست ہیں، وہ اس حقیقت کو فراموش نہ کریں کہ جب وہ پیدا ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی ماؤں کے پیٹ سے تنہا نکالا تھا، کوئی چیز ساتھ نہیں لائے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں مال و اولاد سے نوازا اور کامیابیوں کی کئی راہیں کھولیں، لیکن وہ اپنے رب کے ناشکرے بن گئے اور اس کی سب نعمتوں کو اپنا پیدائشی حق سمجھنے لگ گئے اور ابھی مزید کے امیدوار بھی ہیں۔

آیت ۱۱ سے ۲۵: ﴿ ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا... ﴾ سے: ﴿... سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ ﴾ تک ولید بن مغیرہ کا نام لیے بغیر یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو کیا کچھ نعمتیں دی تھیں اور ان کا جواب اس نے کیسی حق دشمنی کے ساتھ دیا ہے۔ اس سلسلے میں اس کی ذہنی کشمکش کی پوری تصویر کھینچ دی گئی ہے کہ ایک طرف وہ محمد ﷺ اور قرآن کی صداقت کا قائل ہو چکا تھا۔ دوسری طرف اپنی قوم میں ریاست و وجاہت کو بھی خطرے میں نہ ڈالنا چاہتا تھا۔ اس لیے نہ صرف وہ ایمان لانے سے باز رہا، بلکہ کافی دیر تک اپنے ضمیر سے لڑنے کے بعد آخرکار یہ بات بنالایا کہ خلق اللہ کو اس کلام پر ایمان لانے سے باز رکھنے کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے اسے جادو قرار دینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس صریح بد نیتی کو بے نقاب کر کے فرمایا کہ اپنے اس کرتوت کے بعد بھی یہ شخص چاہتا ہے کہ اسے مزید انعامات سے نوازا جائے۔ حالانکہ اب یہ انعام کا نہیں، بلکہ دوزخ کا حق دار ہے۔ جو ہماری آیات کے مکذبین کا مقدر ہے: ﴿سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ﴾

جہنم کا لقمہ بننے والے بدنصیب

(آیات ۲٦ - ۵۳) جہنم کی بعض ہولناکیوں کا ذکر کیا گیا ہے، جن سے ان مشرکین کو سابقہ پیش آنے والا ہے۔ اس کی آگ مکمل طور پر جلد کو جھلسا دینے والی اور سب کچھ جلا دینے والی ہے۔ اس پر انیس داروغے متعین کیے گئے ہیں یقین کرو کہ وہ جہنم بڑی خوفناک چیزوں میں سے ایک ہے۔

نیز بتایا گیا ہے کہ کس اخلاق و کردار کے لوگ اس کے مستحق ہیں۔ یعنی نماز نہ پڑھنے والے، مسکینوں کا حق ادا نہ کرنے والے، قیامت کو جھٹلانے والے اور آخرت کا خوف نہ رکھنے والے: ﴿كَلَّا ۭ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ﴾

(آیات ٥٤ -٥٦) ان آیات میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ کا کام صرف خبردار کر دینا ہے۔ آپ یہ واضح فرما دیں کہ اللہ کو کسی کے ایمان کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اس کی شرطیں پوری کرتا پھرے۔ قرآن ایک عام نصیحت ہے جو سب کے سامنے پیش کر دی گئی ہے۔ اب جس کا جی چاہے اس کو قبول کر لے: ﴿كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَاۗءَ ذَكَرَهٗ﴾

اللہ اس بات کا مستحق ہے کہ لوگ اس کی نافرمانی سے ڈریں اور اسی کی یہ شان ہے کہ جو شخص تقویٰ اور خدا ترسی کا رویہ اختیار کر لے اسے وہ معاف کر دیتا ہے، خواہ وہ پہلے کتنی ہی نافرمانیاں کر چکا ہو: ﴿وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ۭ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ﴾

سُوْرَةُ الْقِيَامَةِ

سورۂ قیامہ مکہ میں نازل ہوئی، اس میں چالیس آیات اور دو رکوع ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت، زمانہ نزول اور موضوع

پہلی ہی آیت: ﴿لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ کے لفظ: ﴿الْقِيٰمَةِ﴾ کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔

سورۂ مدثر کا اختتام اس بات پر ہوا کہ کفار کے انکار کی اصل وجہ انکار آخرت ہے کہ یہ لوگ نیکی و بدی کا شعور کھو بیٹھے ہیں۔ اس سورہ میں سوچ بچار کی صلاحیت رکھنے والے نفس لوامہ کو مہمیز کیا گیا ہے۔

یہ سورت بھی بالکل ابتدائی زمانے کی نازل شدہ معلوم ہوتی ہے، کیونکہ اس میں قرآن کو نازل ہوتے وقت دہرانے سے منع کیا گیا ہے جو ابتدائی تربیت کا حصہ تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورت کا آغاز اور اختتام ایک ہی مضمون پر ہوا۔ اس سورت میں قیامت کے متعلق بحث کی گئی ہے۔ یہاں سے آخر قرآن تک جو سورتیں پائی جاتی ہیں ان میں سے اکثر اپنے مضمون اور انداز بیان سے اس زمانے کی نازل شدہ معلوم ہوتی ہیں جب سورۂ مدثر کی ابتدائی سات آیات کے بعد نزول قرآن کا سلسلہ بارش کی طرح شروع ہوا اور پے در پے نازل ہونے والی سورتوں میں ایسے پرزور اور مؤثر طریقے سے نہایت جامع اور مختصر فقروں میں اسلام اور اس کے بنیادی عقائد اور اخلاقی تعلیمات کو پیش کیا گیا اور اہل مکہ کو ان کی گمراہیوں پر متنبہ کیا گیا جس سے قریش کے سردار بوکھلا گئے اور پہلا حج آنے سے پہلے نبی کریم ﷺ کو زک دینے کی تدبیریں سوچنے کے لیے انہوں نے ایک کانفرنس منعقد کی، جس میں انہوں نے قرآن کے اثر کو کم کرنے کے لیے مختلف قسم کے پروپیگنڈے طے کیے تھے۔

اس سورت میں منکرین آخرت کو خطاب کر کے ان کے ایک ایک شبہے اور ایک ایک اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔ بڑے مضبوط دلائل کے ساتھ قیامت اور آخرت کے امکان، وقوع اور وجوب کا ثبوت دیا گیا ہے اور یہ بھی صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ جو لوگ آخرت کا انکار کرتے ہیں وہ اپنی خواہشات نفس کی وجہ سے انکار کرتے ہیں، یہ نہیں کہ ان کے پاس کوئی عقلی یا نقلی دلیل ہے۔

مضامین سورت کا اجمالی تجزیہ

نفس لوامہ کی شہادت قیامت پر ☆ نفس کے توازن کو قائم رکھنے کی تدبیر ☆ بدی کا شعور انسان کی فطرت میں ہے ☆ منکرین قیامت کی سخن سازیاں اور ایک احمقانہ مطالبہ ☆ قیامت کا مقصد ☆ نزول وحی کے وقت نبی کریم ﷺ کا شوق و اضطراب ☆ قرآن کے جمع و ترتیب اور اس کی حفاظت کا وعدہ ☆ تکذیب قیامت کی اصل علت ☆ سفر دشوار مگر زادِ راہ کچھ بھی نہیں ☆ حق سے اعراض کی تصویر کشی۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(آیات ۱ -۶) ﴿لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ﴾

قیامت کی قسم، خود قیامت کی قطعیت پر کھائی گئی ہے اور انسان کے اندر نفس لوامہ کے وجود سے قیامت کے حق میں ایک نفسیاتی شہادت پیش کی گئی ہے اور اس حقیقت کا انکشاف کہ جو منکرین اس کے لیے جلدی مچا رہے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ مر کھپ جانے کے بعد کہاں کی بعثت اور کہاں حساب و کتاب؟ فرمایا کہ ان کا یہ خیال ان کے اپنے ضمیر کی شہادت کے خلاف ہے۔

فرار کا کوئی رستہ نہ ہوگا

(آیات ۷- ۱۵) منکرین حق جب قیامت کو دیکھیں گے تو کہیں گے: اب کہاں بھاگیں! اور وہ اس وقت بھاگ بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہاں سکتے ہیں، اللہ کے سوا کوئی ٹھکانہ بھی تو نہ ہوگا۔ ایک ایک عمل کا حساب ان کو دینا ہوگا۔

وہ پوچھتا ہے قیامت کا دن کب آئے گا۔ جس دن آنکھیں پتھرا جائیں گی، چاند بے نور ہو جائے گا اور سورج اور چاند جمع کر دیے جائیں گے۔ اس دن انسان کہے گا کہ آج بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟ ہرگز نہیں! کوئی پناہ گاہ نہیں۔ آج تو تیرے رب کی طرف ہی قرارگاہ ہے۔ آج انسان کو سب بتایا جائے گا جو اس نے آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا، بلکہ انسان خود اپنے آپ کو خوب جانتا ہے، اگرچہ وہ کتنے ہی بہانے پیش کرے۔

قرآن کی حفاظت ہمارے ذمے ہے

(آیات ۱۶ -۱۹) نبی کریم ﷺ کو ہدایت کی گئی ہے کہ نزول قرآن کے وقت بھول جانے کے اندیشے سے جلد جلد نہ دہرائیں۔ یہ قرآن آپ سے بھلایا نہیں جائے گا: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ﴾ اس کی جمع و تدوین اور تفسیر ہماری ذمہ داری ہے۔

اس کا ایک دوسرا مفہوم بھی ہے کہ آپ منکرین کے اعتراضات کے جواب میں قرآن کو جلد سے جلد اتارے جانے کی خواہش نہ کریں، بلکہ جس رفتار سے اتر رہا ہے اسی کو اطمینان سے اخذ کریں اور لوگوں تک پہنچائیں۔ ہم اسے اپنی حکمت و مصلحت کے تحت ہی اتار رہے ہیں۔ عجلت کسی بھی معاملے میں باعث خیر نہیں ہوا کرتی۔

اس آیت سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ نبی کریم ﷺ پر قرآن کے علاوہ بھی وحی نازل ہوتی تھی، یعنی قرآن کی آیت سے وحی خفی کا ثبوت مل رہا ہے۔

دوسری یہ بات ثابت ہوئی کہ رسول کا کام صرف کتاب اللہ کی آیات ہی سنا دینا نہیں، بلکہ اس کتاب کی تعلیم دینا بھی ہے اور وہ یقیناً آپ نے دی ہے۔ وہ سنت واحادیث کی شکل میں آج ہمارے پاس محفوظ ہے تو اس طرح حدیث کا انکار کرنے والا دراصل قرآن کا انکار کرتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے قرآنی احکام کی جو تشریح فرمائی، وہ بھی اللہ ہی کے حکم سے فرمائی تھی۔

اعمال کا اثر چہروں پر

(آیات ۲۰-۲۵) یہاں سے سلسلۂ کلام پھر اسی مضمون کے ساتھ جڑ جاتا ہے جو بیچ کے جملہ معترضہ سے پہلے چلا آ رہا تھا۔ منکرین قیامت کو ملامت کی جا رہی ہے کہ تمہاری یہ سخن سازیاں بے دلیل ہیں، تم دنیا سے محبت کر رہے ہو اور آخرت کو نظر انداز، حالانکہ آخرت ایک لابدی حقیقت ہے: ﴿كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۝ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ﴾ اس دن بہت سے چہرے شاداب اور اپنے رب کی رحمت کے امیدوار ہوں گے اور کئی چہرے کمر توڑ مصیبت کے باعث سخت قسم کے خوف و ہراس میں ہوں گے۔

(آیات ۲۰، ۲۵) کوئی شخص اس خیال میں مست نہ رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کر کے شتر بے مہار چھوڑ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھا ہے۔ ہر ایک کو موت کی جان کنی سے سابقہ پیش آنا ہے اور اسی بے کسی و بے بسی کی حالت میں اسے اپنے رب کے پاس حاضر ہونا ہے۔ بدقسمت ہے وہ آدمی، جس نے نہ تو اللہ کی راہ میں خرچ کیا، نہ نماز پڑھی، بلکہ جب اس کو یاددہانی کرائی گئی تو نہایت غرور سے منہ موڑ کر اپنے لوگوں میں چل دیا۔ کسی شخص کو یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ جس رب نے انسان کو منی کے ایک قطرے سے وجود بخشا اور اس کا تسویہ کر کے گوناں گوں صفات سے آراستہ کیا، اس کے لیے مرکھپ جانے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا کون سا مشکل ہے۔

سُوْرَةُ الْاِنْسَانِ

سورۂ دہر (الانسان) مدنی ہے، اس میں اکتیس آیات اور دو رکوع ہیں

سورت کا نام، سورت کی فضیلت اور موضوع

پہلی آیت: ﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ﴾ سے اس کا نام ماخوذ ہے۔ اس سورت کا دوسرا نام ''الانسان'' بھی ہے، وہ بھی اسی آیت میں ہے۔

اس سورت کی اہمیت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں نبی کریم ﷺ سورۂ سجدہ اور سورۂ دھر کی تلاوت کیا کرتے تھے۔①

سابقہ سورت میں وقوع قیامت کی دلیل، انسان کے اندر نفس لوامہ کے وجود سے پیش کی گئی تھی، اس سورت میں خود اس کے وجود کو دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے کہ اس پر ایک ایسا دور گزرا ہے جب اس کی کوئی ہستی تھی ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے عدم کو وجود بخشا، تو کیا قیامت میں اس کو دوبارہ پیدا کرنا مشکل ہے؟

اس سورت کا مضمون انسان کو دنیا کی حقیقی حیثیت سے آگاہ کرنا اور یہ بتانا ہے کہ اگر وہ اپنی حیثیت کو ٹھیک سمجھ کر شکر کا رویہ اختیار کرے تو اس کا انجام کیا ہوگا اور کفر کی راہ چلے تو اس کا انجام کیا ہوگا۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱ -۳) ﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ۝ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَاۡ وَ اَغْلٰلًا وَّ سَعِيْرًا ۝ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا﴾

① صحيح البخاري: ٨٩١؛ صحيح مسلم: ٨٨٠۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انسان کی ابتدا سے بھی پہلے اس پر ایک ایسا دور گزرا ہے جب اس کی کوئی ہستی یا نام و نشان تک نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے عدم سے نکال کر وجود بخشا، پھر اس کی تخلیق ایک حقیر سی چیز سے کی جس کی خبر اس کی ماں تک کو بھی نہ تھی۔ اسے موجودہ ہیئت میں لانے کا مقصد اس کا امتحان لینا ہے۔ اسی لیے دوسری مخلوقات کی نسبت اسے عقل و شعور رکھنے والا بنایا اور اس کے سامنے شکر و کفر کے دونوں راستے کھول کر رکھ دیے: ﴿اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا﴾ خیر و شر کا امتیاز دے کر خالق نے انسان پر جو انعام فرمایا ہے، اس کا لازمی تقاضا ہے کہ وہ اللہ کا شکر گزار اور ہوش و حواس والا بندہ بنے۔ جو اس ڈگر سے ہٹ جائیں، ان کے لیے جہنم کے اغلال و سلاسل تیار ہیں: ﴿اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَاۡ وَ اَغْلٰلًا وَّ سَعِيْرًا﴾

(آیات ۲۲-۵) ان کے مدمقابل شکر گزار بندوں کے لیے ان گنت انعامات تیار کیے گئے ہیں۔ ان آیات میں مسلسل ان انعامات کی تفصیل بیان کی گئی ہے، جن سے اللہ کے حقیقی بندے نوازے جائیں گے۔ صرف نعمتوں کا جزوی ذکر ہی نہیں کیا گیا بلکہ ان اعمال کی بھی نشاندہی کی ہے، جن کی وجہ سے وہ نعمائے جنت سے نوازے جائیں گے۔

﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا﴾ بے شک نیک لوگ وہ جام پییں گے جس کی آمیزش کافور کی ہے جو ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے خاص بندے پییں گے اور جدھر چاہیں گے اس کی نہریں نکال لے جائیں گے اور انھیں ان کے صبر کے بدلے جنت اور ریشمی لباس عطا کیا جائے گا۔ یہ وہاں اونچی مسندوں پر تکیے لگائے بیٹھیں گے۔ نہ وہاں دھوپ کی گرمی دیکھیں گے، نہ جاڑے کی ٹھنڈک اور جنت کی چھاؤں ان پر سایہ فگن ہوگی اور اس کے پھل ان کی پہنچ میں ہوں گے۔ ان پر چاندی کے برتن اور شیشے کے جام کا دور چلے گا۔ شیشے بھی وہ جو چاندی کی طرح شفاف، جن کو ساقی نے اندازے سے بھرا ہوگا۔ اور انھیں وہاں اس شراب کے جام پلائے جائیں گے جن میں زنجبیل کی آمیزش ہوگی۔ یہ جنت کا ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل ہے اور ان کے پاس خدمت کے لیے وہ کم سن بچے گھومتے پھرتے ہوں گے جو ہمیشہ شاداب رہنے والے ہیں۔ جب تو انھیں دیکھے تو سمجھے کہ وہ سچے موتی ہیں بکھرے ہوئے۔ وہاں جدھر بھی نظر ڈالو گے، سراسر نعمتوں اور عظیم الشان سلطنت کا سماں ہی دکھائی دے گا۔ ان کے جسموں پر باریک اور موٹے ریشم کے سبز لباس ہوں گے، انھیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور انھیں ان کا رب شراب طہور پلائے گا۔ کہا جائے گا کہ یہ ہے تمھارے اعمال کا صلہ اور تمھاری محنت قابل قدر ہے۔

(آیات ۲۳-۳۱) نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے تین باتیں فرمائی گئی ہیں: ایک یہ کہ قرآن کو تھوڑا تھوڑا نازل کرنے سے ہمارا مقصد کفار کو خبردار کرنا ہے کہ یہ قرآن محمد ﷺ اپنے پاس سے پیش نہیں کر رہے، بلکہ اس کے نازل کرنے والے ہم ہیں، دوسری بات آپ سے یہ فرمائی گئی کہ آپ کے رب کا فیصلہ صادر ہونے میں خواہ کتنی ہی دیر کیوں نہ لگے اور اس دوران میں آپ پر خواہ کچھ ہی گزر جائے، آپ بہر حال صبر کے ساتھ اپنا فریضۂ رسالت ادا کرتے رہیں اور کبھی ان بدعمل اور منکرین حق کے دباؤ میں نہ آئیں اور تیسری بات یہ کہ شب و روز اللہ کو یاد کریں، نماز پڑھیں اور راتیں اللہ کی عبادت میں گزاریں، کیونکہ یہی وہ چیز ہے جس سے کفر کی طغیانی کے مقابلے میں اللہ کی طرف بلانے والوں کو ثابت قدمی نصیب ہوتی ہے۔ ہدایت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے باب میں سنت ربانی یہ ہے کہ یہ اسے ہی ملتی ہے جس میں اسے قبول کرنے کی صلاحیت اور طلب ہو۔ جو اندھے بہرے بنے رہیں، ان کو یہ نعمت نہیں ملتی۔ اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا، وہ ہر چیز کو جانتا اور اس کی حکمت سے پوری طرح آگاہ ہے:

﴿يُدْخِلُ مَنْ يَشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾

سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ

سورۂ مرسلات مکی ہے، اس میں پچاس آیات اور دو رکوع ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت، زمانہ نزول اور موضوع

پہلی آیت کے لفظ: ﴿وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا﴾ سے اس کا نام ماخوذ ہے۔

سابقہ سورت میں وقوع قیامت پر استدلال کی بنیاد نفس انسانی کی شہادت پر ہے۔ اس سورت میں استدلال کی بنیاد آفاق کے آثار و شواہد ہیں۔ سابقہ سورت میں بشارت کا پہلو نمایاں ہے اور اس سورت میں انذار کا۔ سورت کا موضوع قیامت اور آخرت کا اثبات اور ان نتائج سے لوگوں کو خبردار کرنا ہے جو حقائق کے انکار سے آخر کار برآمد ہوں گے۔

یہ سورت بھی مکی دور کی ابتدائی نازل شدہ سورتوں میں سے ہے۔ اس سے پہلی دو سورتیں قیامہ اور دھر اور اس کے بعد کی دو سورتیں نبا اور نازعات ملا کر پڑھی جائیں تو صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہ سب ایک ہی دور کی نازل شدہ ہیں اور ان سب کا ایک ہی مضمون ہے جس کو مختلف پیرایوں سے اہل مکہ کے ذہن نشین کرایا گیا ہے۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

جزا و سزا اور عذاب کے ممکن ہونے پر ہواؤں سے شہادت ☆ قیامت کی ہنگامہ آرائی کی تصویر ☆ فیصلے کے دن کی اہمیت ☆ دعوے کی تائید میں آفاقی شواہد ☆ ایک انفسی دلیل ☆ منکرین قیامت کے شبے کا جواب ☆ ربوبیت کا اہتمام جزا و سزا کی دلیل ہے ☆ قیامت کی مشاہداتی تصویر ☆ مجرموں کی بے بسی کی ایک جھلک ☆ متقین کا انعام ☆ کفار مکہ سے براہ راست خطاب اور ان کی ہٹ دھرمی پر ملامت۔

ترجیع والی آیات میں حکمت

مزاج اور اسلوب کلام میں یہ سورۂ رحمن کے مشابہہ ہے، کیونکہ یہ بھی ترجیع والی سورتوں میں سے ہے۔ سورۂ رحمٰن میں آیت: ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ اکتیس (۳۱) بار آئی ہے اور اس سورت میں: ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ”تباہی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے“ دس بار آئی ہے۔ اس قسم کی سورتوں میں خطاب بالعموم ضدی اور ہٹ دھرم قسم

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کے لوگوں سے ہوتا ہے جو ایک ثابت شدہ حقیقت کو محض انانیت کی بنا پر جھٹلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے کان اور آنکھیں کھولنے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ متکلم ہر دلیل کے بعد بطور تنبیہ ان کے جرم اور انجام سے بھی ان کو آگاہ کرتا رہے۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱ -۷) ﴿وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۝ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۝ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۝ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۝ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۝﴾ ہواؤں کے عجائبات وتصرفات سے وقوع آخرت اور سزا وجزا کے ممکن ہونے پر شہادت پیش کی گئی ہے کہ اتنی زبردست ہوائیں خودمختار نہیں بلکہ اللہ کے حکم کے تابع ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے انہی مفید چیزوں سے عذاب کا کام لے لیتا ہے۔ اس نے پچھلی قوموں کو اسی قسم کی چیزوں سے تباہ کیا تھا۔ اس لیے اس حقیقت کو مان لو کہ قرآن اور محمد ﷺ جس قیامت کی خبر دے رہے ہیں وہ ضرور واقع ہو کر رہے گی۔ جس قادر مطلق نے زمین پر یہ حیرت انگیز نظام قائم کیا ہے، اس کی قدرت قیامت برپا کرنے سے عاجز نہیں ہو سکتی۔ تنبیہ اس لحاظ سے ہے کہ پچھلی تباہ کی جانے والی قومیں ہواؤں سے بھی تباہ کی گئیں، جب اللہ چاہے گا قریش کو بھی یہ کرشمہ دکھادے گا۔

(آیات ۸- ۱۵) اہل مکہ بار بار کہتے تھے کہ جس قیامت سے تم ہمیں ڈرا رہے ہو، وہ لا کر دکھاؤ۔ ان کے اس مطالبے کا ذکر کیے بغیر اس کا جواب دیا گیا ہے کہ روز قیامت کا واقع ہونا کوئی کھیل اور تماشا نہیں ہے۔ وہ تو تمام نوع انسان کے فیصلے کا دن ہے، اس کا ایک وقت متعین کیا گیا ہے۔ جب وہ آجائے گی تو ایسی ہولناک ہوگی کہ مجرمین ومستہزئین سمیت سبھی لوگ حواس باختہ ہو کر رہ جائیں گے ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''تباہی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔''

(آیات۱۶- ۳۸) قیامت اور آخرت کے وقوع اور وجوب کے دلائل دیے گئے ہیں کہ انسان کی اپنی تاریخ، اپنی پیدائش اور زمین کی ساخت اس امر کی گواہی دے رہی ہے کہ قیامت کا آنا ممکن بھی ہے اور اللہ کی حکمت کا تقاضا بھی۔ تاریخ بتا رہی ہے کہ آخرت کی منکر قومیں آخر کار بگڑیں اور تباہی سے دوچار ہوئیں، کیونکہ انسانوں کو بلا حکمت چھوڑ دینا خلاف حکمت ہے۔

تین شاخوں والا دھواں

﴿اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۝ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ۝ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝﴾ چلو تم اس عذاب کی طرف جس کو جھٹلاتے رہے۔ چلو تین شاخوں والے سائے کی طرف، نہ ٹھنڈک پہنچانے والا اور نہ آگ کی لپٹ سے بچانے والا۔ وہ آگ محل جیسی بڑی بڑی چنگاریاں پھینکے گی جو اچھلتی ہوئی ایسے محسوس ہوں گی گویا کہ وہ زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔ تباہی ہے اس دن جھٹلانے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والوں کے لیے۔

مفسرین نے سہ شاخہ دھوئیں سے مطلب یہ لیا ہے کہ جہنم سے جو دھواں آئے گا وہ تین جہتوں میں پھیل جائے گا، کیونکہ جب کوئی بہت بڑا دھواں اٹھتا ہے تو اوپر جا کر وہ کئی شاخوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔

دھوئیں کے اس سائے کی صفت: ﴿ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ﴾ آئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دھواں ان کے آگے تمام سمتوں میں پھیلا ہوگا، صرف وہی سمت اس کی آفت سے محفوظ ہوگی جس سے مکذبین کا تعاقب کیا جائے گا، جس کے معنی یہ ہوئے کہ اس کے بعد ان کے لیے دھواں ہی دھواں ہوگا۔

بعض اصحاب علم نے اس ٹکڑے سے یہ نکتہ نکالا ہے کہ یہ سہ شاخہ دھواں دراصل عذاب بالمثل ہوگا۔ یعنی کفار کو ان کے کفر کی تین خصلتوں کے لحاظ سے عذاب دیا جائے گا، کیونکہ کفر کی بنیادی خصلتیں تین ہیں: اللہ تعالیٰ سے غفلت، مخلوق سے بے پروائی اور روز جزا کا انکار۔ اس لیے منکرین کے لیے عذاب بھی سہ شاخہ ہوگا۔

(آیات ۳۹ - ۵۰) آخرت کے منکرین کا انجام ذکر کیا گیا کہ وہ اس دن نہ تو کوئی عذر پیش کر سکیں گے، نہ ہی وہ کچھ بول ہی سکیں گے۔ ان سے کہا جائے گا: یہ ہے فیصلے کا دن، ہم نے تمھیں اور تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو جمع کر دیا ہے۔ اب اگر کوئی چال تم چل سکتے ہو تو میرے مقابلے میں چلو۔

پچھلی آیات میں جہنمیوں کو دیے جانے والے مختلف عذابوں کا منظر ذکر ہوا۔ اب ان کے مقابلے میں متقین کو ملنے والی اخروی نعمتوں کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ وہ ٹھنڈے سایوں، چشموں اور فرحت آمیز پھلوں میں عیش کریں گے۔ اس اسلوب بیان میں جب نعمتوں کا بیان ہوتا ہے تو اس سے مقصود یہ ظاہر کرنا ہوتا ہے کہ یہ نعمتیں ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہوں گی۔ ان کو ہر طرف سے نعمتیں پیش کی جا رہی ہوں گی اور کہا جائے گا: اب چین سے کھاؤ پیو، یہ صلہ ہے تمہارے ان اعمال کا جو تم نے دنیا میں کیے۔

پھر فرمایا: ہم نیکوکاروں کو اسی طرح کا صلہ دیتے ہیں: ﴿كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾ اس کے مقابل آیت نمبر ۱۸ میں مجرمین سے کہا گیا تھا کہ ہم مجرموں کو ایسے ہی بدلہ دیتے ہیں: ﴿كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ﴾

آخر میں منکرین آخرت اور اللہ کی بندگی سے منہ موڑنے والوں کو متنبہ کیا گیا ہے کہ دنیا کی چند روزہ زندگی میں جو کچھ مزے اڑانے ہیں اڑا لو، آخر کار تمہارا انجام سخت تباہ کن ہوگا ''تباہی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے'' اور بات اس پر ختم کی گئی ہے کہ اس قرآن سے جو شخص ہدایت نہ پائے، اسے دنیا میں کوئی چیز ہدایت نہیں دے سکتی۔ گویا اب یہ قوم ہدایت پانے والی نہیں ہے: ﴿فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَمَّ يَتَسَآءَلُونَ: 30

تیسویں پارے کی سورتوں پر ایک اجمالی نظر

قرآن مجید کا یہ آخری جز ہے، اس سے پہلی تین سورتیں سورۂ قیامہ، سورۂ دہر اور سورۂ مرسلات اگرچہ انتیسویں پارے میں شامل ہیں، لیکن اپنے مخصوص اسلوب اور منفرد آہنگ میں اسی پارے کی سورتوں کی طرح ہیں۔ اس تیسویں پارے کی صرف دو سورتیں البینہ اور النصر کو چھوڑ کر اس پارے کی تمام سورتیں مکی ہیں اور اختصار میں کمی بیشی کے باوجود سب چھوٹی سورتیں ہیں۔ اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ تقریباً ان سب سورتوں (سورۂ قیامہ سے لے کر اس پارے کے آخر تک) کا ایک خاص رنگ ہے جو انھیں ایک وحدت میں پرو دیتا ہے۔ موضوع، رخ، لہجہ، الفاظ، معنی اور عام اسلوب کے لحاظ سے یہ تمام سورتیں تقریباً ایک ہی انداز کی ہیں۔

ان سورتوں کا صوتی تاثر اور آہنگ

جب ان سورتوں کو ہم پڑھتے ہیں تو دل و دماغ میں ایک عجیب سی ہلچل پیدا ہو جاتی ہے، گویا یہ سورتیں نہیں، ضربیں ہیں انسانی احساسات پر...... قوی اور شدید ضربیں...... چیخیں ہیں...... غافلوں کو بیدار کرنے کے لیے! ان کے لیے جو گہری نیند میں ڈوبے ہوئے ہیں!...... جو نشے میں مدہوش ہیں!...... جن کے احساسات کو خمار نے ماؤف کر دیا ہے!...... جیسے وہ کسی میکدے میں لہو ولعب، رقص و سرود اور شور و ہنگامہ میں غرق ہوں۔

اس پارے کی سورتوں سے پھوٹنے والی یہ ضربیں اور صدائیں...... ایک ہی لہجے میں، ایک ہی نذیر...... آگاہ کرنے والے کی صورت میں مدہوش اور غافل لوگوں کے احساسات پر پے در پے پڑتی ہیں! یہ ضربیں اور چیخیں...... ایک ہی آہنگ اور ایک ہی تنبیہ کی صورت میں لوگوں کے احساسات پر پڑتی ہیں!

لوگو...... جاگو! بیدار ہو جاؤ، توجہ کرو، خواب غفلت سے اٹھو، غور و فکر کرو، کائنات کا ایک اللہ ہے، ایک خالق ہے، ایک مدبر الامور ہے۔ یہ دنیا ایک ابتلا ہے، آزمائش ہے، دار الامتحان ہے، اس کے نتائج و عواقب ہیں...... جزا و سزا ہے، شدید عذاب ہے یا عظیم نعمتیں ہیں۔

اسی طرح دوسری بار، تیسری بار، چوتھی بار، پانچویں بار...... دسویں بار...... اور ان ضربوں اور چیخوں کے ساتھ ایک طاقتور ہاتھ...... سوئے ہوئے...... نشے میں مدہوش اور لہو ولعب میں غرق لوگوں کو جھنجھوڑ رہا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سونے والے آنکھیں کھولتے ہیں خمار آلود نگاہوں سے دیکھتے ہیں، پھر سو جاتے ہیں ...... طاقتور ہاتھ انھیں پھر جھنجھوڑتا ہے...... آواز پھر جگانے کے لیے بلند ہوتی ہے...... کانوں اور دلوں پر پھر شدید ضربیں لگتی ہیں...... سونے والے ایک آدھ بار جاگتے بھی ہیں، مگر جاگ کر بیدار کرنے والوں پر پتھروں اور گالیوں کی بارش شروع کر دیتے ہیں اور پھر سو جاتے ہیں...... بیدار کرنے والا از سرِ نو جھنجھوڑنے میں لگ جاتا ہے۔

اس پارے کے کچھ خاص انداز اور لہجے ہیں جو دلوں کو چھوتے ہیں۔ اس میں کائنات اور نفس انسانی کے چند مخصوص حالات و مناظر اور روز جزا کے کچھ خاص واقعات کا بار بار تذکرہ ہے۔ میرے نزدیک یہ تکرار جو تنوع کے ساتھ ہے، قصداً ہے، یہ احساس ہر اس شخص کا ہوتا ہے جو اس پارے خصوصاً ان آیات کو پڑھتا ہے جو انسان کے مادۂ تخلیق اس کے تغذیے اور کائنات میں بکھری ہوئی حقیقتوں پر مشتمل ہیں۔

پارے کے مرکزی مضامین

اس پارے میں جن امور پر گفتگو مرتکز ہے، وہ یہ ہیں:

انسان اور زمین کی دوسری ذی حیات مخلوق، نباتات و حیوانات کی حیات دنیوی، کائنات کے مناظر اور اللہ کی اس کھلی کتاب میں اس کی نشانیاں، قیامت کے ہولناک مناظر، جیسے طامہ (بڑا ہنگامہ) صاخہ (عظیم شور) قارعہ (بہت بڑی آفت) اور غاشیہ (ہمہ گیر مصیبت) کہا گیا ہے، حساب و کتاب اور جزا و سزا، انعام و عذاب کا دل دہلا دینے اور جھنجوڑنے والے انداز میں تذکرہ، مثلاً: قیامت کے کائناتی مناظر کا اس کی ہیبت ناکیوں اور ہولناکیوں کے ساتھ ذکر، تخلیق، تدبیر امر، تخلیق ثانی اور آخرت کے فیصلہ کن پیمانوں پر دلائل۔ ان امور کے ساتھ کبھی کبھی ان گزشتہ قوموں کی تباہی کا تذکرہ جنھوں نے رسولوں کی تکذیب کی روش اختیار کی تھی۔ پورا پارہ ان امور پر شاہد اور ان کی مثالوں سے پُر ہے۔

پارے کی سورتوں کا اسلوب

پارے کے اسلوب کا ایک اور ابھرا ہوا پہلو، انداز اور اسلوبِ بیان کی رعنائی ہے۔ کائنات اور نفس انسانی میں حسن و جمال کے مختلف پہلوؤں کی طرف اشارات کے ساتھ الفاظ، معانی، آہنگ، قوافی اور جملوں کے فواصل کی بے مثال خوبی اور حسن، اس کلام کی فطرت سے ہم آہنگ جو سوئے ہوئے لوگوں کو خطاب کرتا ہے۔ تاکہ غافل بیدار ہوں اور لوگوں کے حواس اور احساسات مختلف رنگوں، سُروں اور دوسری مؤثر چیزوں سے متاثر ہوں۔ مثلاً ان ستاروں کا جو پیچھے ہٹ کر چھپ جاتے ہیں، اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ گویا ایک زندہ ہستی تاریکی میں چل پھر رہی ہے: ﴿ فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿١٥﴾ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿١٦﴾ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ﴾ اور صبح کا تذکرہ اس انداز میں ہے گویا کوئی ذی حیات شے ہے جو روشنی میں سانس لے رہی ہے: ﴿ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴾ اسی بے مثال اسلوب میں جہنم کے گھات میں ہونے، آفتاب کے غروب، رات کی آمد اور چاند کے طلوع ہونے کے مناظر بیان ہوئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ انداز تقریباً اس پورے پارے پر چھایا ہوا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سُورَةُ النَّبَإِ

سورۂ نبا مکی ہے، اس میں چالیس آیات اور دو رکوع ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت اور مرکزی مضمون

اس سورت کا نام دوسری آیت کے فقرے: ﴿عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ﴾ سے ماخوذ ہے۔ یہ صرف نام ہی نہیں بلکہ اس سورت کے مضامین کا عنوان بھی ہے، کیونکہ ''نبا'' سے مراد قیامت اور آخرت کی خبر ہے اور سورت میں ساری بحث اسی پر کی گئی ہے۔

سورۂ نبا سابقہ سورۂ مرسلات کی جڑواں سورت ہے۔ جیسا کہ ہم سورۂ مرسلات کے آغاز میں بیان کر چکے ہیں کہ سورۂ قیامہ سے نازعات تک سب سورتوں کا مضمون ایک دوسرے سے مشابہ ہے اور یہ سب مکہ کے ابتدائی دور کی نازل شدہ ہیں۔

اس کا مضمون بھی وہی ہے، یعنی قیامت اور آخرت کا اثبات اور اس کو ماننے یا نا ماننے کے نتائج سے خبردار کرنا۔ جس طرح سورۂ مرسلات میں آفاقی، تاریخی اور انفسی دلائل سے یہ حقیقت ثابت کی گئی ہے کہ اس دنیا کے بامقصد ہونے کا لازمی تقاضا ہے کہ یہ ایک دن ختم ہو اور اس کے بعد ایک ایسا فیصلے کا دن آئے جس میں نیکوکاروں کو ان کی نیکیوں کا صلہ ملے اور جو مجرم ہوں وہ اپنے کیے کی سزا بھگتیں۔ اسی طرح اس سورت میں بھی ایک یوم الفصل کا اثبات فرمایا ہے۔ جس میں رب کے باغی اپنی سرکشی کی سزا بھگتیں گے اور خدا ترس اپنی خدا ترسی کا انعام پائیں گے۔

اس سورت میں استدلال حق تعالیٰ کی ربوبیت کے آثار و شواہد سے ہے، جس سے آسمان و زمین کا گوشہ گوشہ معمور ہے۔ دونوں سورتوں کا لب و لہجہ بالکل ایک ہی ہے۔

کلام کا آغاز استفہام اقراری کے انداز میں ہوا ہے، جو ان متکبرین و مکذبین کو خطاب کرنے کے لیے مخصوص ہے جو بالکل بدیہی حقائق کو جھٹلانے کے درپے ہوں۔ دلائل کے ساتھ ساتھ زجر و ملامت اور تہدید و توبیخ ہر آیت میں نمایاں ہے۔ اہل ایمان کے لیے جو بشارت ہے وہ بھی گویا ان مکذبین کی تہدید ہی کے پہلو سے آئی ہے کہ وہ اس کو سامنے رکھ کر اپنے انجام کا موازنہ کرلیں۔

مکی دور کی سورتوں میں وقوعِ قیامت کے تکرار کی وجہ

انتیسویں پارے کی سورۂ قیامہ سے تیسویں پارے کے آخر تک تمام سورتوں کا مرکزی مضمون عقیدۂ آخرت ہے۔ اسی عقیدے کو مکی دور کی سورتوں میں بڑی نمایاں حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس کی تھوڑی سی تفصیل بیان کر دیں تا کہ مسئلے کی اصل صورت سامنے آ جائے۔

مکہ میں رسول اللہ ﷺ کی دعوت کا آغاز تین باتوں سے ہوا تھا: توحید، رسالت اور آخرت۔ توحید و رسالت میں اہل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مکہ کا اختلاف تعبیر میں تھا، لیکن تیسری بات (عقیدۂ آخرت) ان کے لیے سخت الجھن کا باعث تھی۔ اس لیے جب ان کے سامنے عقیدۂ آخرت پیش کیا گیا تو انہوں نے سب سے زیادہ اسی کا مذاق اڑایا۔ مگر اسلام کی راہ پر ان کو لانے کے لیے یہ ضروری تھا کہ آخرت کا عقیدہ ان کے ذہنوں میں اتارا جائے، کیونکہ اس کو مانے بغیر حق و باطل کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس لیے مکی سورتوں کے ابتدائی دور میں زیادہ تر زور آخرت کا عقیدہ لوگوں کے دلوں میں بٹھانے پر صرف کیا گیا ہے۔ البتہ اس کے دلائل ایسے انداز میں دیے گئے جن سے توحید و رسالت اور قرآن کا برحق ہونا بھی ثابت ہو سکے۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

منکرین قیامت کا استہزا ☆ تناقض فکر اور ان کو تنبیہ ☆ آثار ربوبیت سے استدلال ☆ ہنگامِ قیامت کی تصویر ☆ متقین کا صلہ ☆ مزعومہ سفارشیوں کی نفی ☆ عدالت الٰہی کا نقشہ ☆ منکرین و مکذبین کی حسرت۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱ -۵) ﴿عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۚ﴿۱﴾ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۙ﴿۲﴾ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ﴿۳﴾ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ﴿۴﴾﴾

منکرین قیامت کی چہ میگوئیوں پر زجر و توبیخ کی گئی ہے جو قیامت کی خبر سن کر مکہ کے ہر کوچہ و بازار اور اہل مکہ کی ہر محفل میں ہو رہی تھیں۔ اگر ان میں عقل کا ذرا سا بھی شائبہ ہوتا تو یہ ہولناک خبر سن کر ان کے ہوش اڑ جاتے مگر یہ سفیہانہ انداز میں اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ سورت کا آغاز سوال سے ہوتا ہے۔ سوال سے اس حقیقت کی ہولناکی اور عظمت کا اظہار ہوتا ہے جس سے وہ اختلاف کر رہے تھے۔ ایک ایسی حقیقت جس میں کوئی اخفا ہے نہ شک و شبہ۔

(آیات ٦- ١٧) منکرین سے پوچھا گیا ہے کہ کیا تمہیں یہ زمین نظر نہیں آتی، جسے ہم نے تمہارے لیے فرش بنا دیا ہے: ﴿اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا...﴾ ان بلند و بالا پہاڑوں کو نہیں دیکھتے جنہیں ہم نے زمین کی میخیں بنا رکھا ہے؟ کیا تم اپنے آپ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح ہم نے تمہیں مردوں اور عورتوں کے جوڑوں کی شکل میں پیدا کیا ہے؟ کیا تم اپنی نیند کو نہیں دیکھتے جس سے تم تھکاوٹ اتارتے ہو؟ کیا تم دن رات کی مسلسل آمد و رفت کو نہیں دیکھتے جو تمہارے فائدے کے لیے ہم نے ترتیب دے رکھی ہے؟ کیا تمہیں آسمان اور سورج کا مربوط نظام نظر نہیں آتا جس کی بدولت تمہیں بارش، روشنی اور ہوا و حرارت میسر آ رہی ہے؟ کیا تمہیں بادلوں سے برسنے والی بارش نظر نہیں آ رہی، جس کے ذریعے سے تمہارے لیے غلہ، سبزیاں اور گھنے باغ اُگ رہے ہیں؟ یہ ساری چیزیں کیا تمہیں یہی بتا رہی ہیں کہ جس قادر مطلق نے ان کو پیدا کیا ہے اس کی قدرت قیامت لانے سے عاجز ہے؟ اور اس نے تمہیں بے مہار چھوڑ رکھا ہے؟

(آیات ۱۸-۲۰) قرآن کریم مخاطبین کو پھر اس نبأ عظیم کی طرف لے آتا ہے جس کے بارے میں ان میں اختلاف تھا اور جس کے سلسلے میں انھیں تہدید سنائی گئی تھی۔ وہ انھیں بتاتا ہے کہ وہ نبأ عظیم کیا ہے اور کیسے وقوع پذیر ہوگی؟ اس ہولناک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قیامت اور سرکشوں کے انجام کی تصویر اور سابقہ دلائل کی بنیاد پر پورے زور کے ساتھ کہا کہ ہرگز نہیں فیصلے کا وقت مقرر ہے: ﴿اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا﴾ وہ یقیناً اپنے وقت پر آ کر رہے گا...... جب قیامت کا بگل بجے گا تو تمہیں فوج در فوج حساب دینے کے لیے نکل آنا پڑے گا: ﴿يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا﴾ آسمان کھول دیا جائے گا تو وہ دروازے ہی دروازے ہو جائے گا اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ سراب (ریت) ہو جائیں گے۔

(آیات ۲۱ - ۳۶) نفخ صور اور حشر سے آگے اب سلسلۂ کلام اللہ کے باغیوں، مجرموں اور وفا شعار مومنوں کے انجام تک جا پہنچتا ہے۔ بیان کا آغاز پہلے گروہ سے ہوتا ہے جو نبأ عظیم کے بارے میں کٹ حجتیاں کرنے والا ہے: ﴿لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۝ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا﴾

یہ ہے رب کے باغی بندوں کا جہنمی منظر اب قرآن اس کے مدمقابل دوسرا منظر پیش کرتا ہے اور وہ ہے: اللہ کے متقی بندوں کے لیے جنتوں کی نعمتوں کا منظر: ﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ...﴾ متقیوں کے لیے کامرانی ہے۔ باغات اور انگور، نوخیز ہم عمر لڑکیاں، چھلکتے جام۔ وہاں وہ کوئی لغو بات نہ سنیں گے نہ جھوٹ یہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے اعمال کے مقابلے میں کافی زائد انعام: ﴿جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا﴾

عدالتِ الٰہیہ کا نقشہ

(آیات ۴۰-۳۷) سورت کا آخری منظر...... جب یہ سب مناظر پیش آئیں گے جس کے سلسلے میں بحث کرنے والے بحثیں اور اختلاف کرنے والے اختلاف کر رہے ہیں...... جبرائیل اور سب فرشتے انتہائی عاجز و نیاز مندی سے صف بستہ رحمٰن کے حضور کھڑے ہوں گے، اس عظیم اور مہیب موقع پر کسی کے وہاں اڑ بیٹھنے اور اپنے متوسلین کو بخشوا کر چھوڑنے کا کیا سوال؟ کوئی بلا اجازت زبان تک نہ کھول سکے گا، سفارش کی مشروط اجازت بھی ان لوگوں کے حق میں دی جائے گی جو دنیا میں کلمۂ حق کے قائل رہے ہیں اللہ کے باغیوں کی سفارش نہ کی جا سکے گی: ﴿رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا﴾ پھر کلام کو اس تنبیہ کے ساتھ ختم کیا گیا ہے کہ جس دن کے آنے کی خبر دی جا رہی ہے وہ قریب آ لگا ہے: ﴿اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا﴾ اب بھی اس کا انکار کرنے والے کو سوائے پچھتاوے کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ وہ یہی کہے گا: کاش میں دنیا میں پیدا ہی نہ کیا جاتا۔ اس وقت اس کا یہ احساس اس دنیا کے بارے میں ہوگا جس پر آج وہ بری طرح ریجھا ہوا ہے: ﴿وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا﴾

یہ اندازِ بیان خوف اور ندامت کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ زندہ انسان تمنا کرے گا کہ وہ بے نشان ہو جائے اور حقیر ترین شے...... مٹی...... میں تبدیل ہو جائے اور اسے اس شدید اور ہیبت ناک صورت حال کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ ایسا موقف جو نبأ عظیم کے بارے میں شک اور بحثیں کرنے والوں کے موقف کے بالکل برعکس ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَۃُ النّٰزِعٰتِ

سورۂ نازعات مکی ہے، اس میں چھیالیس آیات اور دو رکوع ہیں

سورت کا نام اور موضوع

پہلی آیت کے پہلے فقرے: ﴿وَالنّٰزِعٰتِ﴾ سے اس کا نام ماخوذ ہے اس کا موضوع بھی وقوعِ قیامت کا اثبات ہے، متمردین کو عذاب اور قیامت سے ڈرایا جارہا ہے جو اسے محض ایک دھمکی سمجھتے ہیں۔ ہواؤں اور بادلوں کے عجائبات وتصرفات شہادت میں پیش کرکے ان کو خبردار کیا جارہا ہے کہ تم اپنے آپ کو خدائی پکڑ سے محفوظ نہ جانو، اس کی دی ہوئی مہلت سے فائدہ اٹھاؤ، ورنہ جب یہ مہلت ختم ہوگئی تو اللہ کی پکڑ میں آجاؤ گے اور اس وقوعِ محشر میں اسے کوئی لمبا چوڑا انتظام نہیں کرنا پڑے گا، یہی ہوائیں اور یہی بادل جو ہر جگہ موجود ہیں اور تمھاری زندگی کے لیے ناگزیر ہیں، قہرِ الٰہی کی شکل اختیار کرلیں گے اور تمھیں جڑ سے اکھاڑ ڈالیں گے۔

تمہید اور مطالب کے اعتبار سے یہ سورت، سورۂ ذاریات اور سورۂ مرسلات سے ملتی جلتی ہے۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور اس کی قدرت وربوبیت کی جو شانیں بالکل نمایاں ہیں وہ روزِ محشر کے وقوع کی شہادت دیتی ہیں۔ جہاں سرکشوں کو سزا اور متقین کو جزا ملے گی۔ جنھوں نے اپنی خواہشات کو لگام دے کر دنیا میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے سنہری نقوش چھوڑے ہوں گے۔ آخر میں فرمایا کہ آج جن کو قیامت بہت دور لگتی ہے، جب وہ آجائے گی تو ایسے محسوس کریں گے کہ دنیا میں پہر دو پہر سے زیادہ انھیں رہنے کا موقع ہی نہیں دیا گیا تھا۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

فرشتوں کی فرمانبرداری سے وقوعِ قیامت کی دلیل ☆ زندگی بعد الموت کا اثبات واستشہاد اور اس کی یاددہانی ☆ اس دن کا اثر دلوں پر کیا ہوگا ☆ کفار کے استہزا کی تصویر ☆ اس بات پر تنبیہ کہ رسول کو جھٹلانے کا انجام کیا ہوتا ہے ☆ ارض وسماء کی نشانیوں سے استدلال ☆ اللہ کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرنے والے کن انعامات کے حقدار ہوں گے اور منکرین کس طرح پچھتائیں گے ☆ دنیوی زندگی کی بے ثباتی۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیت ۱ -۵) ﴿وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابتدائی آیات میں موت کے وقت جان نکالنے والے اور اللہ کے احکام کو بلا تاخیر بجالانے والے اور امر الٰہی سے ساری کائنات کا انتظام کرنے والے فرشتوں کی قسم کھا کر یہ یقین دلایا گیا ہے کہ قیامت ضرور واقع ہوگی۔ جو فرشتے اللہ کے حکم سے جان ڈالتے ہیں وہی اللہ کے حکم سے نکال بھی سکتے ہیں۔

(آیات ٦،١٤) قیامت کی ہلچل اور اس کے جھٹلانے والوں پر جو گزرے گی، اس کی تصویر کھینچ کر بتایا گیا ہے کہ وقوع قیامت، حشر ونشر اور حساب وکتاب جسے تم بالکل ناممکن سمجھتے ہو، اللہ کے لیے سرے سے کوئی مشکل کام ہی نہیں کہ اس کے لیے بڑی تیاری کی ضرورت ہو۔ صرف ایک جھٹکا ہی دنیا کے اس نظام کو درہم برہم کر دے گا: ﴿فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ۝ فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ﴾ اور دوسرا جھٹکا تم سب کو میدان حشر میں لا جمع کرے گا، اب جو لوگ اس کا انکار کر رہے ہیں وہ اس دن خوف سے کانپ رہے ہوں گے اور سہمی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہے ہوں گے۔

(آیات ١٥ -٢٦) قریشی فرعونوں کی تنبیہ کے لیے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ مختصراً بیان کر کے خبردار کیا گیا ہے کہ رسول کو جھٹلانے والے فرعون کے انجام کو نگاہ میں رکھیں جو اپنے آپ کو: ﴿أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ﴾ کہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے عبرتناک انجام سے دوچار کر دیا، اس کے انجام میں عبرت ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ سے ڈرنے والے ہوں: ﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ﴾

(آیات ٢٧- ٣٣) آخرت اور حیات بعد الموت کے دلائل بیان کیے گئے ہیں۔ منکرین سے پوچھا گیا ہے کہ تمہیں دوبارہ پیدا کرنا دشوار کام ہے یا اس عظیم الشان کائنات کو پیدا کرنا۔ اس کی قدرت کی دلیل ہے کہ وہ ایسا کر سکتا ہے اور اس کی حکمت کا تقاضا بھی ہے: ﴿ءَأَنتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ ۚ بَنَاهَا﴾ دن رات کو بنانا، زمین کو ہموار کرنا، اس سے مخلوق کے لیے رزق کا انتظام کرنا، پہاڑوں کو جمانا، یہ ساری چیزیں اس بات کے لیے دلیل ہیں کہ جو خالق کائنات اتنی زبردست ہستی والا ہے، اس کے لیے تمہیں دوبارہ پیدا کون سا مشکل کام ہے؟

(آیات ٣٤- ٤١) بتایا گیا ہے کہ جب آخرت برپا ہوگی تو انسان کے ابدی مستقبل کا فیصلہ اس بنیاد پر ہوگا کہ کس نے دنیا میں حدِ بندگی سے تجاوز کر کے اپنے اللہ سے سرکشی کی اور دنیا کے فائدوں اور لذتوں کو مقصود بنالیا اور کس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا اور نفس کی ناجائز خواہشات کو پورا کرنے سے احتراز کیا، اسے جنتوں کا ٹھکانہ دیا جائے گا:
﴿وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ﴾

(آیات ٤٢ -٤٦) کفار مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زچ کرنے کے لیے قیامت کی تاریخ اور دن کے بارے میں پوچھتے رہتے تھے: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا﴾ فرمایا: اس کے وقت کا علم سوائے اللہ کے کسی کو نہیں ہے۔ رسول کا کام صرف خبردار کرنا ہے۔ اب جس کا جی چاہے اس کے آنے کا خوف کر کے اپنا رویہ درست کر لے اور جس کا جی چاہے بے خوف ہو کر شتر بے مہار کی طرح چلتا رہے۔ قیامت آنے پر یہی لوگ جو دنیا کی زندگی پر لٹو ہو رہے ہیں، محسوس کریں گے کہ وہ تو دنیا میں صرف گھڑی بھر ٹھہرے تھے: ﴿كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا﴾ گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تسلی کہ آپ اپنا فریضہ خوب نبھا رہے ہیں، رہیں ان کی کٹ حجتیاں تو یہ سنجیدہ بات نہیں ہے، جسے آپ دل پر لگالیں۔ کلام کا لہجہ اور آہنگ ایسا ہے کہ اس سے قیامت کا خوف اور اس کی ہولنا کی کا احساس بڑھ جاتا ہے۔

جملوں کے آخر میں ''ھا'' کا تکرار، طوالت اور شدت ظاہر کرتا ہے، نیز صورتحال کی ہولنا کی اور شدت کو مشخص و مجسم کرنے میں مدد دے رہا ہے۔

سُوْرَۃُ عَبَسَ

سورۂ عبس مکی ہے، اس میں بیالیس آیات اور ایک رکوع ہے، نیز اس سے آگے آنے والی آخر تک تمام سورتوں کا ایک ہی رکوع ہے۔

سورت کا نام، ربطِ سورت، موضوع اور سبب نزول

پہلی آیت: ﴿عَبَسَ﴾ سے اس سورت کا نام ماخوذ ہے۔

سابقہ سورت کے آخر میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ تم تو بس انہی لوگوں کو قیامت سے ڈرا سکتے ہو جو اس سے ڈرنے والے ہوں: ﴿اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ یَّخْشٰهَا﴾ اس سورت کی تمہید اسی مضمون پر استوار فرمائی اور نبی کریم ﷺ کو قریش کے ان باغیوں کے پیچھے وقت ضائع کرنے سے روک دیا گیا، جو ایمان نہ لانے کے روز نئے بہانے تلاش کرتے اور تکبر میں اس حد تک بڑھ گئے ہیں کہ آپ سے ان کا مطالبہ یہ ہونے لگا کہ اپنے غریب ساتھیوں کو جب تک اپنے پاس سے نہ ہٹائیں گے اس وقت تک وہ آپ کی مجلس میں بیٹھنے کے روادار نہیں ہوں گے۔ پوری سورت میں انہی متمردین پر نہایت شدت سے عتاب کیا گیا ہے۔ اگر چہ بظاہر خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے، لیکن عتاب کا رخ مشرکین ہی کی طرف ہے۔

یہ سورت پچھلی سورۂ نازعات کی جڑواں ہے، دونوں کے بنیادی مضمون میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اسلوب بیان اور استدلال کا مواد نہایت واضح ہے۔ مطالب کی ترتیب میں البتہ تبدیلی ہوئی ہے، جس سے ایک نیا حسن پیدا ہوگیا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو اس سورت کو سابقہ سورت سے ممتاز کرتی ہے۔

اس سورت کے پیراگراف قوی حقائق، کثیر و عظیم اشارات، عمیق معانی اور کنایات و اشارات سابقہ سورت سے منفرد ہیں۔ سورت ایسے انداز اختیار کرتی ہے جو شعور کو بھی متاثر کرتے اور ترنم و نغمگی بھی پیدا کرتے ہیں۔

اس سورت کا ابتدائی حصہ سیرت نبوی کے ایک خاص واقعے سے بحث کرتا ہے۔ یہ واقعہ اس سورت کا سبب نزول بھی ہے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں مکہ کے چند بڑے سردار بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ان کو قبول اسلام پر آمادہ کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک نابینے صحابی سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اسلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے متعلق کچھ پوچھنا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ کو ان کی مداخلت ناگوار محسوس ہوئی جس پر یہ سورت نازل ہوئی۔[1] چونکہ سیدنا ابن امّ مکتوم رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام تھے اور ابھی آپ کی مخالفت کا سنجیدہ دور شروع نہیں ہوا تھا اور قریشی سرداروں کا آپ کے پاس آنا جانا لگا رہتا تھا۔ سبب نزول سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت بالکل ابتدائی دور میں نازل ہوئی تھی۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے واقعہ کی نوعیت ☆ قریش کے لیڈروں کی نازک مزاجی ☆ مغروروں کو نظر انداز کرنے کی ہدایت ☆ رسول کی توجہ کے اصلی مستحق ☆ سچے طالب کی صفات ☆ پیغمبر کی اصل ذمہ داری ☆ کلام اللہ کی عظمت کا بیان ☆ حاملین کتاب اللہ کی صفات ☆ ابتدائے تخلیق اور انتہائے زندگی ☆ انسان کی بد دماغی پر اظہار افسوس ☆ انسان کی تخلیق میں تدبیر و حکمت کا پہلو ☆ غور کرنے والوں کے لیے دلائل کی کمی نہیں ہے ☆ زمین سے معاشرت و معاش کی فراہمی کا قدرتی نظام ☆ قیامت کی یقین دہانی اور اس کے چند مناظر۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱- ۱۶) ﴿عَبَسَ وَ تَوَلّٰۤى ۙ۝۱ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ؕ۝۲ وَ مَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰۤى ۙ۝۳ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ؕ۝۴ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۙ۝۵ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ؕ۝۶ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ؕ﴾

نبی کریم ﷺ کا ایک نابینا سے بے رخی برتنا اس بنا پر نہ تھا کہ آپ بڑے لوگوں کو معزز اور نابینا کو حقیر سمجھ رہے تھے اور معاذ اللہ کوئی کج خلقی آپ میں پائی جاتی تھی جس پر اللہ نے گرفت فرمائی۔ بلکہ معاملے کی نوعیت یہ ہے کہ ایک داعی جب اپنی دعوت کا آغاز کرنے لگتا ہے تو فطری طور پر اس کا رجحان قوم کے بااثر لوگوں کی طرف اس خیال سے ہوتا ہے کہ اگر یہ لوگ دعوت قبول کر لیں تو میرا کام کافی آسان ہو جائے گا۔ یہی سوچ نبی کریم ﷺ کی تھی، جس کا محرک سراسر اخلاص اور دعوت حق کو فروغ دینے کا جذبہ تھا نہ کہ بڑے لوگوں کی تعظیم اور چھوٹے لوگوں کی تحقیر کا خیال، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو سمجھایا کہ اسلامی دعوت کا صحیح طریقہ یہ نہیں ہے، بلکہ حق کی طلب جس کے پاس بھی ہو، امیر ہو یا غریب، فائدہ اسی کو ہو سکتا ہے۔ اس لیے آپ اسلام کی تبلیغ سب کو کریں مگر آپ کی توجہ کے اصل مستحق وہ لوگ ہیں جن میں قبول حق کی آمادگی پائی جاتی ہو۔ جو لوگ اعراض کرتے ہیں آپ ہرگز ان کے مسئول نہیں ہیں۔ قرآن بڑی عظیم و بابرکت کتاب ہے۔ اسے اٹھانے والے بڑے مکرم فرشتے ہیں۔ اسے قبول بھی وہی لوگ کریں گے جو فطرتاً پاک ہوں گے۔

(آیات ۱۷، ۲۳) براہ راست عتاب کا رخ ان کفار کی طرف پھر جاتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو رد کر رہے ہیں، اس میں پہلے اس رویے پر انہیں ملامت کی گئی ہے جو وہ اپنے خالق و رازق پروردگار کے مقابلے میں برت رہے

[1] سنن الترمذی: ۳۳۳۱؛ صحیح ابن حبان: ۵۳۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ ان کو خود ان کی تخلیق اور مراحل حیات کی یاد دہانی کرائی گئی ہے کہ پانی کی بوند سے پیدا ہو کر زندگی کے ان گنت مراحل ہماری مرضی و توفیق سے عبور کر کے قبروں میں جا پڑنے والے کو کفر کرنا زیب نہیں دیتا۔

(آیات ۲۴-۳۲) تخلیق اور مراحل زندگی کی طرف توجہ دلانے کے بعد ربوبیت کے اس وسیع اہتمام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو اللہ نے انسانوں اور چوپایوں کے لیے اس دنیا میں کر رکھا ہے۔ یہ اس امر کی نہایت واضح شہادت ہے کہ جس نے یہ سارا اہتمام کیا ہے وہ لوگوں کو غیر مسئول نہیں چھوڑے گا، بلکہ ایک دن وہ سب نعمتوں کا حساب لے گا۔ زمین کی برکات اور روئیدگی کے ذکر سے استشہاد کیا گیا ہے کہ جب سب لوگ اس سے یکساں فائدہ اٹھا سکتے ہیں تو اے نبی! آپ کی تعلیم و تذکیر عام ہونی چاہیے جو چاہے اس سے فائدہ اٹھائے جو نہیں اٹھانا چاہتا آپ اس کی فکر نہ کریں۔

(آیات ۳۳-۴۲) قیامت کے دن ہر شخص پر نفسانفسی کی جو حالت طاری ہوگی، اس کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ کوئی دنیوی رشتہ کسی کے کام نہ آئے گا ہر کوئی اپنے رشتہ دار سے بھاگے گا۔ نیز دنیوی حسن و جمال بھی اس دن کام نہیں آئے گا۔ اس دن روشن چہرے صالح بندوں کے ہوں گے۔ انھیں اپنے رب کی رحمتوں کی امیدیں ہوں گی۔ ان کا رب ان سے راضی ہے، یہ جان کر وہ مطمئن اور خوش ہوں گے۔ یہ اس پُرشور حادثۂ قیامت سے، جو سب کچھ فراموش کر دینے والا ہے، نجات پائیں گے۔ اس لیے ان کے چہرے دمکتے، چمکتے، ہنستے، شاداں و فرحاں اور خوشیاں مناتے ہوں گے۔ جبکہ کافروں کے چہروں پر رنج و ملال، لعنت و حسرت اور درماندگی کی گرد پڑی ہوئی ہوگی، ان پر ذلت و انقباض کی سیاہی چھائی ہوگی اور ندامت برس رہی ہوگی۔ جو اعمال انھوں نے اپنے آگے بھیجے تھے، انھیں وہ جان چکے ہوں گے اور انھیں یقین ہو گیا ہوگا کہ عذاب الٰہی ان کو دبوچنے کے انتظار میں ہے: ﴿وَوُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ﴾

سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ

سورۂ تکویر مکی ہے اور اس میں انتیس آیات ہیں

سورت کا نام، موضوع، ربطِ سورت اور زمانہ نزول

سورت کا نام پہلی آیت کے لفظ: ﴿كُوِّرَتْ﴾ سے ماخوذ ہے کُوِّرَتْ تکویر سے صیغہ ماضی مجہول ہے جس کا معنی ہے لپیٹی گئی۔

پچھلی دونوں سورتوں ''سورۂ نازعات'' اور ''سورۂ عبس'' میں جس ہولناک قیامت سے ''طامة'' اور ''صاخة'' کے ناموں سے ڈرایا گیا ہے، اس سورت میں اسی ہولناکی کی پوری تصویر موجود ہے۔ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں، انسان کے قریب و بعید اور اس کے ظاہر و باطن کے ہر گوشے میں اس ہلچل کے جو اثرات مرتب ہوں گے، وہ اس طرح نگاہوں کے سامنے کر دیے گئے ہیں کہ انسان اگر سوچنے سمجھنے والا ہو تو ان آیات کے آئینے میں وہ سب کچھ دیکھ سکتا ہے جو ابھی پس پردہ ہے، لیکن ایک دن وہ سب کی آنکھوں کے سامنے آ جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مضمون اور انداز بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سورت بھی مکی دور کے بالکل ابتدا میں نازل ہوئی تھی۔ اس میں دو موضوعات پر بات کی گئی ہے: ایک آخرت اور دوسرا رسالت۔

قیامت کے ظہور کے وقت سورج، ستاروں، پہاڑوں، محبوب چیزوں کی کسمپرسی، وحشی جانوروں کا حال، سمندروں کی طغیانی، ظہور قیامت کے بعد کے احوال و دہشت کی صورت گری، زندہ درگور کی جانے والی بچیوں کی دادرسی، اخروی عدالت کا مزاج، ہر ایک کے نامہ اعمال کا کھلنا، آسمان کی کھال کا کھینچا جانا، متقیوں کے لیے جنت کا قرب اور مجرموں کے لیے جہنم کا دہکایا اور بھڑکایا جانا، ستاروں کی چمک، رات کا پھیلاؤ، صبح کا تنفس اور دیگر مظاہر کائنات سے اس حقیقت کا اظہار کہ یہ سب بذات خود کچھ اختیار نہیں رکھتے۔ جبریل علیہ السلام کی تعریف و صفات اور عنداللہ رسوخ سے قریش کے مکذبین کو آگاہ کیا گیا کہ قرآن جو تمھیں قیامت کے دن سے ڈرا رہا ہے تو اسے حقیقت سمجھو اور اس کے لیے تیاری کرو۔ یہ بڑی قوت والے بادشاہ کا نازل کردہ کلام ہے جو اس نے اپنے سب سے معتمد فرشتے روح الامین کے ذریعے سے اپنے رسول پر اتارا ہے۔ اگر تم نے اس کو کاہنوں کی کہانت اور شاعروں کی شاعری سمجھ کر رد کر دیا تو یاد رکھو کہ نہ اللہ کا کچھ بگاڑو گے، نہ رسول کا بلکہ اپنی ہی تباہی کا سامان کرو گے۔ رسول کا کام لوگوں تک اس کا پیغام پہنچا دینا ہے اس کے بعد ذمہ داری لوگوں کی اپنی ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ اس پر ایمان لانے کی توفیق انھی کو حاصل ہوگی جو حق کے قدردان اور اس کے متلاشی ہوں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ سنت ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی، کیونکہ اللہ کی مشیت سب پر غالب ہے۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

مضامین کے لحاظ سے اس سورت کے دو حصے ہیں، ہر حصے میں عقیدے کی ایک عظیم حقیقت کا اثبات ہے۔ ان میں سے پہلی حقیقت قیامت کی ہے جو اپنے جلوے میں ایک ہولناک اور ہمہ گیر کائناتی انقلاب لائے گی۔ یہ انقلاب سورج، ستاروں، پہاڑوں، سمندروں، زمین و آسمان، مویشی، جنگلی جانوروں اور نوع انسانی سب کو محیط ہوگا۔ دوسری حقیقت وحی اور اس کے متعلقات کی ہے، یعنی اس فرشتے کی صفات جو حامل وحی ہے۔ اس نبی کے اوصاف جو فرشتے سے وحی کو اخذ کرتا ہے، ان لوگوں کا حال جو وحی کے مخاطب ہیں اور اللہ کی عظیم مشیت جس نے انسانوں کو پیدا کیا اور ان کے لیے وحی نازل کی۔

سورت کا عام انداز ایسا ہے جیسے کوئی عظیم بلا بے لگام ہو، اس نے ہر شے کو الٹ دیا ہے، ہر چیز کو بکھیر دیا ہے، ہر اس پرسکون ہستی کو اضطراب میں مبتلا کر دیا ہے، ہر مطمئن و مامون شخص کو خوفزدہ کر دیا ہے، ہر معروف و مانوس کو ختم اور موجود شے کو بدل کر رکھ دیا ہے، انسان کو بری طرح اور پوری طرح ہلا ڈالا ہے اور اسے ان تمام ہستیوں سے منقطع کر دیا ہے جن سے اسے سکون اور سہارا ملتا تھا۔ مختصر یہ کہ انسانیت ایک ہولناک، تباہ کن اور طویل مصیبت سے دوچار ہوگئی ہے، جس کے بعد نہ اس کا کوئی وزن باقی رہا ہے، نہ سکون و قرار اور نہ خدائے واحد و قہار کی پناہ کے سوا کوئی جائے پناہ۔ ہاں صرف اللہ کی ذات ایسی ہے جسے بقائے دوام ہے اور جس سے سکون و اطمینان کی دولت مل سکتی ہے۔ یہ سورت انسانی قلب کو ہر اس ہستی سے کاٹ دیتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے جس سے وہ سکون حاصل کرتا اور جس کی طرف وہ مصیبت میں لپکتا تھا۔ اس لیے کہ وہ اللہ کی پناہ حاصل کرے اور اس سے انس وطمانیت اور سکون وقرار کا طالب ہو۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(آیات ۱ -۶) ﴿ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَ اِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝ وَ اِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝ وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝ وَ اِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝ وَ اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝ وَ اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝ وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىِٕلَتْ ۝ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ﴾

قیامت کے پہلے مرحلے کا ذکر کیا گیا ہے جب سورج بے نور ہو جائے گا، ستارے بکھر جائیں گے، پہاڑ اڑنے لگیں گے، لوگوں کو اپنی عزیز ترین چیزوں کا ہوش نہ رہے گا، جنگلوں کے جانور بدحواس ہو کر اکٹھے ہو جائیں گے اور سمندر بھڑک اٹھیں گے۔

(آیات ۱۴-۷) ان آیات میں دوسرے مرحلے کا ذکر ہے، جب روحیں از سر نو جسموں سے جڑ جائیں گی، اعمال نامے پھیلا دیے جائیں گے، جرائم کی باز پرس ہوگی، آسمان کے سارے پردے ہٹ جائیں گے اور جنت وجہنم کی سب چیزیں نگاہوں کے سامنے عیاں ہو جائیں گی۔ آخرت کا یہ سارا نقشہ کھینچنے کے بعد یہ کہہ کر انسان کو سوچنے کے لیے چھوڑ دیا گیا ہے کہ اس وقت ہر شخص کو خود معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے؟

(آیات ۲۱-۱۵) ستاروں کے ٹوٹنے اور تاریکی شب کا پردہ چاک ہو کر طلوع صبح سے اس بات پر شہادت پیش کی گئی ہے کہ محمد ﷺ جو کچھ تمہارے سامنے پیش کر رہے ہیں وہ کسی دیوانے کی بڑ نہیں ہے، نہ کسی شیطان کا ڈالا ہوا وسوسہ ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ایک معزز فرشتے کا لایا ہوا بیان ہے جو عرش والے کے نزدیک بڑا ہی باعزت و باوقار ہے، تمام ملائکہ اس کی اطاعت کرتے ہیں، وہ نہایت معتمد اور امانت دار ہے۔

(آیات ۲۶-۲۲) قرآن کی صداقت کے بعد رسالت کی حقانیت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جو رسول تم کو کلام سنا رہا ہے وہ کوئی خبطی یا دیوانہ نہیں ہے، اور وہ جس فرشتے سے اپنی ملاقات کا دعویٰ کر رہا ہے یہ کوئی وہم نہیں بلکہ حقیقت کا بیان ہے۔ کیونکہ اسے محمد ﷺ نے کھلے آسمان کے افق پر دن کی روشنی میں اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ وہ غیب کے اس علم کو لوگوں تک پہنچانے کے معاملے میں بخیل نہیں ہے اور جو وحی اس پر آتی ہے وہ بالکل غیر ارادی طور پر خالق کائنات کی طرف سے نازل ہوتی ہے: ﴿ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴾ اس تعلیم سے منہ موڑ کر تم کدھر جا رہے ہو؟

(آیات ۲۹-۲۷) یہی وہ نصیحت ہے جس سے جہان والے استفادہ کر سکتے ہیں: ﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴾ رسول کی یہ ذمہ داری ہرگز نہیں ہے کہ وہ اس کو تمہارے دلوں میں زبردستی اتارے۔ اس کے لیے انہی کے سینے کھلیں گے جو سیدھی راہ کے متلاشی اور طلب گار ہوں گے، جسے تم خود بھی اس وقت تک نہیں چاہ سکتے جب تک اللہ کی عطا کردہ توفیق ومشیت نہ ہو: ﴿ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَۃُ الْاِنْفِطَارِ

سورۂ انفطار مکی ہے، اس میں انیس آیات ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت اور موضوع

''انفطار'' مصدر ہے ''انفطرت'' سے، جس کے معنی پھٹ جانے کے ہیں۔ پہلی ہی آیت: ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ﴾ کے لفظ: ﴿انْفَطَرَتْ﴾ سے اس سورت کا نام ماخوذ ہے۔

اس مختصر سورت میں اس انقلابِ قیامت کا تذکرہ ہے جس کا ذکر پچھلی سورۂ تکویر میں گزر چکا ہے۔ دونوں سورتوں کا مضمون ایک دوسرے سے نہایت مشابہ ہے، دونوں کا موضوع و مضمون آخرت ہے، دونوں کے ظاہر و باطن اور اسلوب و معنیٰ میں نہایت واضح مشابہت ہے، سابقہ سورت میں اس ہلچل کی تصویر کھینچی گئی ہے جو ظہور قیامت کے وقت آسمانوں اور زمین میں برپا ہوگی۔ اسی طرح اس کا آغاز اسی ہولناکی کے بیان سے ہوا ہے۔ دونوں میں اصل مدعا بھی تقریباً ایک ہی طرح کے الفاظ میں بیان ہوا ہے۔

لیکن اس سورت کی اپنی ایک مخصوص نوعیت اور اپنا ایک خاص رنگ اور مخصوص رخ ہے، اس کے انداز و آہنگ کا بھی ایک نیا رنگ ہے۔ آہنگ نسبتاً پرسکون اور عمیق ہے، انقلابِ کائنات کے مناظر کا ذکر اختصار سے ہے۔

اس سورت میں استدلال خالق کائنات کی صفاتِ خلق، قدرت، حکمت، عدل و رحمت سے ہے، یعنی انسان کی تخلیق کے اندر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور رحمت کی جو نشانیاں ظاہر ہیں ان کا بدیہی تقاضا یہ ہے کہ وہ ایک روز جزا و سزا بھی لائے جس میں نیکوکار و وفادار بندوں کو انعام اور نافرمانوں اور سرکشوں کو سزا دے۔

دونوں سورتوں میں اصل مخاطب وہ اغنیا و متکبرین ہیں جو قرآن کے انذار کو اس وجہ سے خاطر میں نہیں لا رہے تھے کہ ان کو اپنے قلعوں اور حصاروں میں دراڑ پڑنے کا کوئی اندیشہ نہیں تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں سورتیں قریب قریب ایک ہی زمانے میں نازل ہوئی ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُ رَأْيُ عَيْنٍ فَلْيَقْرَأْ إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَإِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ وَإِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ)) ① ''جو شخص چاہتا ہو کہ قیامت کو اس طرح دیکھے جس طرح کوئی اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے تو وہ سورۂ تکویر، سورۂ انفطار اور انشقاق کو پڑھ لے۔''

---

① سنن الترمذی: ۳۳۳۳۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(آیات ۱ -۸) ﴿إِذَا السَّمَاءُ انفَطَرَتْ ۝ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انتَثَرَتْ ۝ وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝ وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ۝ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ ۝ يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۝ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ﴾ کائناتی انقلاب اور روز قیامت کی ہولناکیوں کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ اس دن ہر شخص کے سامنے اس کا تمام کیا دھرا آجائے گا۔ آیت ۶-۸ میں انسان کو احساس دلایا گیا ہے کہ جس رب نے تجھے وجود بخشا اور جس کے فضل وکرم سے آج تو سب مخلوقات سے بہتر جسم لیے پھرتا ہے، اس کے بارے میں تجھے یہ دھوکا کہاں سے لگ گیا کہ وہ صرف کرم ہی کرنے والا ہے، انصاف کرنے والا نہیں ہے؟ اس کے کرم کے یہ معنی نہیں ہیں کہ تو اس کے انصاف سے بے خوف ہو جائے۔

(آیات ۱۹-۹) انسان کو خبردار کیا گیا کہ تو کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ رہ، تیرا پورا اعمالنامہ تیار کیا جا رہا ہے اور نہایت معتبر کاتب ہر وقت تیری تمام حرکات وسکنات کو نوٹ کر رہے ہیں۔

(آیت ۱۶-۱۳) میں پورے زور کے ساتھ کہا گیا ہے کہ یقیناً روز جزا برپا ہونے والا ہے جس میں نیک لوگوں کو جنت کا عیش اور بدلوگوں کو جہنم کا عذاب نصیب ہوگا اور کوئی اس کی پہنچ سے باہر نہیں ہوگا۔

(آیت ۱۹-۱۷) میں جزا کے بالکل بے لاگ ہونے کا بیان ہے کہ اس روز کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا، فیصلے کے مکمل اختیارات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوں گے اور کوئی دوسرا اس کے امر میں دخل نہیں دے سکے گا: ﴿يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۖ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ﴾

سُورَةُ المُطَفِّفِين

سورۂ مطففین مکی ہے، اس میں چھتیس آیات ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت، موضوع اور زمانہ نزول

اس کا نام پہلی آیت: ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ﴾ سے ماخوذ ہے۔

سورۂ انفطار میں ابرار و فجار کی جو تقسیم کی گئی تھی اس کی یہاں تفصیل اور انجام بیان کیا گیا ہے۔ صرف استدلال میں فرق ہے۔ وہاں استدلال انسانی خلقت سے کیا گیا اور یہاں انسانی فطرت سے کہ انسان بالطبع خیر کو پسند اور شر سے نفرت کرنے والا ہے، لیکن اسے آمادۂ فساد کرنے والی چیز عقیدۂ آخرت کا انکار یا اس کا غلط تصور ہے۔ قرآن نے اس سورت میں انسان کی اسی فطرت کو شہادت کے طور پر پیش کر کے یہ تذکیر فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ خود عادل ہے اور اس نے اپنے بندوں کے اندر بھی عدل اور خیر کی محبت ودیعت فرمائی ہے۔ اس لیے لازمی ہے کہ وہ ایک ایسا دن لائے جس میں ان لوگوں کو بھرپور انعام دے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو اپنی فطرت کے اس نور کی قدر کرتے ہیں اور جو لوگ اس کی بے حرمتی کرتے ہیں ان کو سزا دے۔

یہ سورت مکی دور کے ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی ہے جب اہل مکہ کے ذہن میں عقیدۂ آخرت بٹھانے کے لیے پے درپے سورتیں نازل ہو رہی تھیں۔ اس کے دور نزول میں اسلامی دعوت جس عملی صورت حال سے دوچار تھی، یہ سورت اس کے بعض پہلوؤں کی تصویر کشی کرتی ہے۔ اس سورت کا ہدف یہ بھی ہے کہ دلوں کو بیدار اور احساسات کو انگیخت کرے۔ وحیٔ الٰہی کا جو واقعہ عرب اور دنیا والوں کے لیے رونما ہو گیا تھا اس کی طرف دل و دماغ کو متوجہ کرے۔ یہ سورت ناپ تول میں کمی کرنے والوں کو ''عظیم دن'' میں جب کہ لوگ رب العالمین کے حضور جوابدہی کے لیے کھڑے ہوں گے، ہلاکت و تباہی کی دھمکی دیتی ہے۔ سورت کے آخر میں اس بدتمیزی کی جو مجرمین اہل ایمان کے ساتھ کر رہے تھے، تصویر کشی کی گئی ہے۔ نیز فجار و ابرار کا حال اور انجام بھی بیان کیا گیا ہے۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(آیات ۷-۱۱) ﴿ وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ ۙ‏ ۝ الَّذِيۡنَ اِذَا اكۡتَالُوۡا عَلَى النَّاسِ يَسۡتَوۡفُوۡنَ ۝ وَاِذَا كَالُوۡهُمۡ اَوْ وَّزَنُوۡهُمۡ يُخۡسِرُوۡنَ ۝ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓـئِكَ اَنَّهُمۡ مَّبۡعُوۡثُوۡنَ ۙ‏ ۝ لِيَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ۙ‏ ۝ يَّوۡمَ يَقُوۡمُ النَّاسُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴾

اخلاق کے ساتھ عقیدۂ آخرت کا تعلق نہایت مؤثر اور دلنشین طریقے سے واضح کیا اور اس عام بے ایمانی پر گرفت کی گئی ہے جو کاروباری لوگوں میں بکثرت پھیلی ہوئی تھی۔ دوسروں سے لینا ہوتا تو پورا ناپ تول کر لیتے مگر جب دوسروں کو دینا ہوتا تو ناپ تول میں کچھ نہ کچھ گھٹا دیتے تھے۔ معاشرے کی اس قبیح خرابی کو بطور مثال لے کر بعد کی تین آیات میں ان لوگوں پر حیرت کا اظہار کیا گیا ہے کہ یہ لوگ معاملات میں ہیرا پھیری اس لیے کر رہے ہیں گویا دنیا میں جو کچھ یہ کر رہے ہیں، اس کا کوئی حساب نہ ہوگا اور انھیں ایک عظیم دن میں خدا کے حضور کھڑا نہیں ہونا یعنی یہ کردار آخرت سے غفلت کا لازمی نتیجہ ہے۔ جب تک لوگوں کو یہ احساس نہ ہو کہ ایک روز اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے اور کوڑی کوڑی کا حساب دینا ہے۔ اس وقت تک اس سے مکمل دیانتداری اور راست بازی کی توقع نہیں کی جا سکتی، کیونکہ دیانتداری صرف اللہ کے خوف سے پیدا ہو سکتی ہے۔

مکی سورتوں میں بالعموم عقائد پر بحث کی جاتی ہے، لیکن اس قسم کی بیماریوں کو، جن کا تعلق معاشرے کے سرکردہ طبقے سے ہوتا تھا، قرآن نے نظر انداز نہیں کیا، کیونکہ اسلام محض حج روزہ کا نام نہیں، بلکہ زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہے۔ مکے کے بڑے لوگ اس مرض میں کثرت کے ساتھ مبتلا تھے، اس لیے ان کے اس برے فعل کو خاص طور پر نشانہ بنایا گیا۔

سورت کے پہلے حصے میں انھیں مطففین (ڈنڈی مارنے والے) کہا گیا ہے، جبکہ دوسرے حصے میں انھیں فجار کہا گیا ہے۔ اس حصے میں ان فجار کے انجام کی تفصیل بیان کی گئی ہے کہ بدکار لوگوں کے نامۂ اعمال پہلے ہی جرائم پیشہ لوگوں کے رجسٹر (Black List) میں درج ہو رہے ہیں اور آخرت میں ان کو سخت تباہی سے دوچار ہونا ہے۔

(آیات ۱۸ - ۲۸) فجار کے ذکر کے بعد قرآن دوسرا پہلو ابرار کا پیش کرتا ہے۔ ابرار اور نیکوکار لوگوں کا بہترین انجام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیان کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ ان کے اعمال نامے بلند پایہ لوگوں کے رجسٹر میں درج ہو رہے ہیں، جس کی نگرانی مقرب فرشتے کر رہے ہیں۔ یہ قرآن کا عام طریقہ ہے کہ وہ متقابل و متضاد پہلوؤں کو پیش کرتا ہے تاکہ دونوں حقیقتوں، دونوں حالتوں اور دونوں انجاموں کے مابین تقابل کیا جا سکے۔

گزشتہ آیات میں یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ فجار کا نامۂ اعمال سجین میں ہے۔ اس حصے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ابرار کا نامۂ اعمال علیین میں ہوگا۔

سجین سجن سے ہے، مراد قید خانے کی طرح ایک نہایت تنگ و تاریک مقام ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ زمین کے سب سے نچلے حصے میں ایک جگہ ہے، جہاں کافروں، ظالموں اور مشرکوں کی روحیں اور ان کے اعمال نامے جمع اور محفوظ ہوتے ہیں۔ اسی لیے آگے اسے "لکھی ہوئی کتاب" قرار دیا گیا ہے۔

علیین علو اور بلندی کا مفہوم ظاہر کرتا ہے۔ یہ سجین کے برعکس آسمانوں میں، جنت میں، سدرۃ المنتہیٰ یا عرش کے پاس جگہ ہے جہاں نیک لوگوں کی روحیں اور ان کے اعمالنامے محفوظ ہوتے ہیں، جس کے پاس مقرب فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ اسی سے یہ بات نکلتی ہے کہ سجین میں پستی اور گراوٹ کا مفہوم ہے۔ اس کے بعد قرآن علیین کی عظمت و بلندی واضح کرنے کے لیے سوال کا اپنا معروف طریقہ اختیار کرتا ہے: ﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ﴾ تم کیا جانو علییون کیا ہے، یعنی وہ ایک ایسا امر ہے جو علم وادراک سے ماورا ہے۔

ابرار عیش و عشرت کی اس زندگی میں جسم اور دل، دونوں پہلوؤں سے مطمئن اور آسودہ حال ہوں گے۔ ان کے چہروں اور خد و خال سے رونق اور تروتازگی پھوٹ رہی ہوگی یہاں تک کہ ہر دیکھنے والی آنکھ کو وہ نظر آئے گی۔

(آیات ٢٩-٣٦) سورت کے آخر میں اہل ایمان کو تسلی دی گئی ہے کہ تم اپنی کامیابی پر شادمان ہوگے اور آج جو لوگ ایمان لانے والوں کی تذلیل کر رہے ہیں، قیامت کے دن یہی مجرم لوگ اپنی اس روش کا بہت برا انجام دیکھیں گے۔ ایمان لانے والے ان مجرموں کا برا انجام دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں گے۔ زبان حال سے کہیں گے: پالیانا کفار نے اپنے کیے کا بدلہ: ﴿هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ اس جملے میں ایک لطیف طنز ہے، چونکہ کفار کارِ ثواب سمجھ کر اہل ایمان کا جینا دوبھر کیے ہوئے تھے۔ اس لیے فرمایا کہ مومن جنت میں مزے سے بیٹھے ہوئے جہنم میں جلنے والے ان کافروں کا حال دیکھیں گے اور اپنے دلوں میں کہیں گے کہ ان کافروں کو اپنے اعمال کا خوب بدلہ مل رہا ہے۔

سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ

سورۂ انشقاق مکی ہے، اس میں پچیس آیات ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت، موضوع اور زمانہ نزول

انشقاق مصدر ہے: ﴿اِنْشَقَّتْ﴾ سے جو اس سورت کی پہلی آیت کا لفظ ہے۔ اسی سے اس سورت کا نام ماخوذ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انشقت کا معنیٰ پھٹ جانے کے ہیں۔

سابقہ سورت میں استدلال کی بنیاد انسانی فطرت پر تھی اور اس سورت میں آفاق کے بعض شواہد پر۔ ان دونوں میں مخاطبین مترفین اور ارباب تنعم ہیں۔ جو یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ جزا و سزا کا دن آنے والا نہیں، اگر آیا بھی تو جیسے ہم یہاں عیش میں ہیں وہاں بھی اسی طرح ہوں گے۔ انہیں خبردار کیا گیا کہ نیک لوگوں اور بدلوگوں کے درمیان فرق، امتیاز و انصاف لازمی ہے جس کے لیے وقوعِ قیامت نہایت معقول اور ضروری ہے۔ کامیاب وہ ہوں گے جن کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں عطا ہوں گے اور بدنصیب وہ ہوں گے جن کے اعمالنامے ان کی پشت کی جانب سے بائیں ہاتھ میں بڑی ذلت و حقارت کے ساتھ پکڑائے جائیں گے۔

یہ بھی مکہ معظمہ کے ابتدائی دور کی نازل شدہ سورتوں میں سے ہے جب ظلم و ستم کا دور شروع نہیں ہوا تھا۔ البتہ قرآن کی دعوت کو برملا جھٹلایا جا رہا تھا اور لوگ قیامت کے برپا ہونے سے بھی انکار کر رہے تھے۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

روز قیامت کا ایک منظر☆ مغرورین اور مکذبین کو تنبیہ کہ جب سارا نظام کائنات درہم برہم ہو جائے گا تو تم بچ کر کہاں جاسکتے ہو☆ قیامت کے دن زمین کی تمام سلوٹیں برابر کر دی جائیں گی ☆ سب لوگ اپنے رب کی طرف کشاں کشاں چلتے جائیں گے☆ نامہ اعمال نیک لوگوں کو دائیں ہاتھ میں اور برے لوگوں کو پیٹھ پیچھے سے، یعنی نہایت ذلت کے ساتھ دیا جائے گا ☆ آخرت کے غافلوں کا انجام ☆ مظاہر قدرت شفق نہار و غسق لیل اور قمر کے عروج و محاق اور کمال و زوال سے انسان کی سرکشی کا ابطال۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(آیات ۱- ۵) ﴿اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ۙ﴿۱﴾ وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّہَا وَ حُقَّتۡ ۙ﴿۲﴾ وَ اِذَا الۡاَرۡضُ مُدَّتۡ ۙ﴿۳﴾ وَ اَلۡقَتۡ مَا فِیۡہَا وَ تَخَلَّتۡ ۙ﴿۴﴾ وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّہَا وَ حُقَّتۡ﴾

ظہور قیامت کے وقت زمین و آسمان میں پیدا ہونے والی ہلچل کی ایک جھلک، جو اس کے برحق ہونے کی دلیل ہے۔ اس کی کیفیت یہ بتائی گئی ہے کہ اس روز آسمان پھٹ جائے گا، زمین پھیلا کر ہموار میدان بنادی جائے گی۔ جو کچھ زمین کے پیٹ میں ہے، یعنی مردہ انسانوں کے اجزائے بدن اور ان کے اعمال کی شہادتیں، سب کو نکال کر وہ باہر پھینک دے گی۔ اس کے اندر کچھ باقی نہ رہے گا۔ آسمان و زمین کے لیے ان کے رب کا یہی حکم ہوگا اور چونکہ دونوں اس کی مخلوق ہیں اس لیے وہ اس کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتے، ان کے لیے حق یہی ہے کہ وہ اپنے رب کے حکم کی تعمیل کریں۔

(آیات ٦- ١٥) انسان کو خواہ اس کا شعور ہو یا نہ ہو، بہرحال وہ اس منزل کی طرف چار و ناچار چلا جا رہا ہے۔ جہاں اسے اپنے رب کے آگے پیش ہونا ہے: ﴿یٰۤاَیُّہَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدۡحًا فَمُلٰقِیۡہِ﴾ وہاں سب انسان دو حصوں میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بٹ جائیں گے۔ایک وہ جن کا نامہ اعمال سیدھے ہاتھ سے دیا جائے گا وہ کسی سخت حساب کے بغیر معاف کر دیے جائیں گے۔ دوسرے وہ جن کا اعمالنامہ پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا۔ وہ چاہیں گے کہ کسی طرح انہیں موت آ جائے، مگر مرنے کی بجائے وہ جہنم میں جھونک دیے جائیں گے۔ان کا یہ انجام اس لیے ہوگا کہ وہ دنیا میں اس غلط فہمی میں مگن رہے کہ کبھی اپنے رب کے سامنے جوابدہی کے لیے حاضر نہیں ہوں گے۔ حالانکہ ان کا رب ان کے سارے اعمال دیکھ رہا تھا اور کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ اعمال کی باز پرس سے چھوٹ جائیں۔

(آیات ۱۶-۲۱) آثار کائنات سے استشہاد۔ ان کا دنیا کی زندگی سے آخرت کی جزا وسزا تک درجہ بدرجہ پہنچنا اتنا ہی یقینی ہے جتنا سورج ڈوبنے کے بعد شفق کا نمودار ہونا، دن کے بعد رات کا آنا اور اس میں انسان اور حیوانات کا اپنے اپنے بسیروں کی طرف پلٹنا اور چاند کا ہلال سے بڑھ کر ماہ کامل بننا یقینی ہے۔

(آیات ۲۲-۲۵) سورت کے آخر میں کفار کو دردناک سزا کی دی گئی ہے جو قرآن کو سن کر اللہ کے سامنے سجدہ کرنے کی بجائے اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ حالانکہ انسانی زندگی کا یہی انجام ہے جسے وہ ابھی ابھی ملاحظہ کر چکے ہیں۔ ان لوگوں کو بے حساب اجر کا مژدہ سنا دیا گیا ہے جو ایمان لا کر نیک عمل کرتے ہیں کہ انہیں بغیر حساب کے نعمتوں سے نوازا جائے گا:

﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴾

سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ

سورۂ بروج مکی ہے، اس میں بائیس آیات ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت، زمانہ نزول اور موضوع

پہلی آیت کے لفظ البروج کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔

سابقہ سورت میں ایمان نہ لانے والوں کے انجام کا ذکر ہوا۔ اس سورت میں ان کے کردار کی جھلک دکھائی گئی کہ کفار اہل ایمان پر جو ظلم کرتے ہیں اس کا ایک بڑا سبب ایمان والوں کا یہ گناہ ہے کہ وہ اپنے رب پر ایمان لاتے ہیں، یعنی ان کفار کے ساتھ عذاب الیم کا حشر ان پر ظلم نہیں انہی کے کرتوتوں کا فطری اعادہ ہے کہ یہ ظالم بجائے اس کے کہ ایمان لاتے، الٹا ایمان والوں کو ان کے ایمان کے باعث جلا ڈالتے ہیں۔ اسی طرح ہم انہیں روزِ محشر آگ کا عذاب دینے میں حق بجانب ہیں۔

اس سورت کا مضمون بتا رہا ہے کہ یہ سورت مکہ معظمہ کے اس دور میں نازل ہوئی ہے جب ظلم وستم پوری شدت کے ساتھ برپا تھا اور کفار مکہ مسلمانوں کو سخت سے سخت عذاب دے کر ایمان سے پھیر دینے کی کوشش کر رہے تھے۔

اس کا موضوع کفار کو اس ظلم وستم کے برے انجام سے خبردار کرنا ہے جو وہ ایمان لانے والوں پر توڑ رہے تھے اور اہل ایمان کو یہ تسلی دینا ہے کہ اگر وہ ان مظالم کے مقابلے میں ثابت قدم رہیں گے تو انہیں اس کا بہترین اجر ملے گا اور اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ظالموں سے بدلہ لے گا۔اس کے ارادوں میں کوئی بھی مزاحم نہیں ہوسکتا۔

آغاز میں اصحاب الاخدود کا قصہ سنایا گیا ہے جنہوں نے ایمان لانے والوں کو آگ سے بھرے ہوئے گھڑوں میں پھینک پھینک کر جلادیا تھا۔یہ واقعہ اہل عرب کے لیے غیر معروف نہ تھا۔

ولادت نبوی سے کچھ عرصہ (۵۲۵ء تقریباً ۴۶ سال پہلے) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کو یمن کے ایک بادشاہ نے آگ کے گڑھوں میں پھنکوادیا تھا اُن کا جرم یہ تھا کہ انہوں نے بادشاہ کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا۔یہ واقعہ ایک کثیر مجمع کے سامنے ہوا جسے ان ظالموں نے اکٹھا کیا تھا تاکہ وہ اہل ایمان کے اس ہیبت ناک انجام کو دیکھیں اور یہ ظالم لوگ ایمان والوں کے جلنے کے منظر سے لطف اندوز ہوں۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

وقوع قیامت کو محال جاننا ظاہر و باہر حقائق سے منہ موڑنا ہے ☆ مظاہر قدرت سے وجود و قدرت الٰہیہ پر استدلال ☆ منکرین کے لیے سخت قسم کی وعید ☆ برجوں والے آسمان اور روز قیامت کی قسم اس بات پر کہ قیامت بہت شدید ہے اور ان لوگوں کے لیے ابدی تباہی ہے جو اللہ والوں پر ظلم کرتے ہیں ☆ اہل ایمان کو صبر کی تلقین اور اس پر اجر کبیر کی بشارت ☆ ظالموں کے لیے اللہ کی پکڑ اور توبہ کرنے والوں کے لیے رحمت و مغفرت کی وسعت کا بیان، صفات جلالی و جمالی کی روشنی میں ☆ ماضی کی جبار قوموں سے عبرت پکڑنے کی تلقین ☆ قرآن کی تکذیب کے باعث قریش کی بدبختی کی طرف اشارہ۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱ - ۱۱) ﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝۱ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝۲ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝۳ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝۴ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝۵ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝۶ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝۷ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾

برجوں والے آسمان اور روز قیامت کی قسم کھائی گئی ہے کہ قیامت بالضرور واقع ہو کر رہے گی۔

قصہ اصحاب الاخدود کے بیان کے ضمن میں چند باتیں مومنوں اور کافروں کے ذہن نشین کرائی گئی ہیں۔ایک یہ کہ جس طرح اصحاب الاخدود اللہ کی لعنت اور اس کی مار کے مستحق ہوئے تھے، اسی طرح سرداران قریش بھی اس کے مستحق بن رہے ہیں، کیونکہ اہل ایمان پر ظلم کا سبب بھی وہی ہے یعنی ان کا ایمان لانا: ﴿وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾

دوسرے یہ کہ جس طرح ایمان والوں نے آگ کے گڑھوں میں گر کر جان دے دینا قبول کرلیا مگر ایمان سے پھرنا قبول نہیں کیا، اسی طرح اب بھی اہل ایمان کو چاہیے کہ وہ سخت سے سخت عذاب برداشت کرلیں مگر ایمان کی راہ سے نہ ہٹیں۔

تیسرے یہ کہ جس اللہ کے ماننے پر کافر بگڑتے اور اہل ایمان اصرار کرتے ہیں وہ سب پر غالب ہے۔زمین و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آسمان کی سلطنت کا مالک ہے، اہل ایمان میں مومنوں کا حق ہے اور وہ دونوں گروہوں کے حال کو دیکھ رہا ہے۔ اس لیے یہ امر یقینی ہے کہ کافروں کو ان کے کفر کی سزا جہنم کی صورت میں ملے۔ اسی طرح یہ امر بھی یقینی ہے کہ ایمان لا کر نیک عمل کرنے والے جنت میں جائیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ﴾

(آیت ۱۲-۱۶) ﴿إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ﴾ یقیناً تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ کفار کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ اللہ کی پکڑ بڑی سخت ہے اور اس جرم سے توبہ کرنے والوں کے لیے اس کی رحمت و مغفرت بھی بڑی وسیع ہے۔

(آیات ۱۷-۱۸) ماضی کی بعض جبار قوموں کی تاریخ سے استدلال کیا گیا ہے کہ اگر تم اپنے جتھے کی طاقت کے زعم میں مبتلا ہو تو تم سے بڑے جتھے فرعون اور ثمود کے پاس بھی تھے۔ ان کے لشکروں کا جو انجام ہوا اس سے سبق حاصل کرو۔

(آیات ۱۹-۲۲) قریش کی بدبختی پر افسوس کہ وہ قرآن کے انذار کی تکذیب پر اڑے ہوئے ہیں۔ جو وہ جاہ اور مال و منال کے نشے میں مبتلا ہیں۔ حالانکہ انذار ایک حقیقت ہے اس سے کوئی مفر نہیں۔ اللہ ہر طرف سے تمہیں گھیرے ہوئے ہے کہ اس کے گھیرے سے تم نکل نہیں سکتے اور قرآن جس کی تکذیب پر تم تلے ہوئے ہو، اس کی ہر بات اٹل ہے۔ وہ اس لوح محفوظ میں ثبت ہے جس کا لکھا کسی کے بدلنے سے بدل نہیں سکتا۔

اصحاب الاخدود کے واقعے کے پیچھے جو حقیقت تھی اس سلسلے میں قرآن نے جو کہا، وہ بھی اسی طرح حرف آخر ہے، کیونکہ یہ کاہنوں، شاعروں کا کلام یا دیوانے کی بڑ نہیں ہے، بلکہ یہ قرآن مجید ہے۔

سورۃ الطارق

سورۂ طارق مکی ہے، اس میں سترہ آیات ہیں

سورت کا نام، ربط سورت اور موضوع

پہلی ہی آیت کے لفظ: ﴿الطَّارِقِ﴾ کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔

یہ سورت سابقہ سورت کی جڑواں ہے۔ دونوں کا مرکزی مضمون بالکل ایک ہی ہے، صرف اسلوب بیان اور نہج استدلال الگ الگ ہیں۔ تمہید اور خاتمے کے پہلو سے بھی دیکھیے تو دونوں میں حیرت انگیز مشابہت پائی جاتی ہے۔ آفاق و انفس کے شواہد اور خالق کائنات کی صفات کی روشنی میں یہ حقیقت ان میں بیان کی گئی ہے کہ قرآن جس روز جزا و سزا سے ڈرا رہا ہے اس کو مذاق نہ سمجھو! یہ ایک حقیقت ہے۔ اس کے ظہور میں جو دیر ہو رہی ہے تو اس کی تکذیب کا بہانہ نہ بناؤ۔ اللہ کی طرف سے مہلت تم پر اس کی حجت پوری کرنے کی غرض سے ہے۔ اللہ کی تدابیر نہایت محکم ہوتی ہیں۔ اس لیے وہ سرکشوں کو پکڑنے میں جلدی نہیں کرتا، لیکن جب پکڑ لیتا ہے تو کوئی اس کے پنجۂ عذاب سے چھوٹ نہیں سکتا۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کائناتی مناظر اور سورت کے بیان کردہ حقائق میں دقیق اور کامل ہم آہنگی ہے۔ مگر یہ ہم آہنگی پوری طرح اس وقت واضح ہوتی ہے جب قرآن کے حسین وجمیل انداز بیان پر اچھی طرح غور کر کے سورت کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

اس سورت میں بنیادی طور پر دو مضمون بیان ہوئے ہیں: ایک یہ کہ انسان کو مرنے کے بعد اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور دوسرا یہ کہ قرآن ایک قول فیصل ہے، جسے کفار کی کوئی چال اور تدبیر زک نہیں کر سکتی۔

آفاق وانفس کے شواہد اور صفات باری تعالیٰ سے روز جزا وسزا کا اثبات، وجود انسانی بعثت بعد الموت کی دلیل، آخرت کے احتساب کی نوعیت، حیات بعد الموت پر آفاقی شہادت، مکذبین قیامت کو تنبیہ، نبی کریم ﷺ کو پر شفقت تسلی۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱ -۴) ﴿وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۙ﴿۱﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۙ﴿۲﴾ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۙ﴿۳﴾ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ﴾

آسمان اور ستاروں کی شہادت پیش کی گئی ہے کہ کائنات کی کوئی چیز ایسی نہیں جو ایک ہستی کی نگہبانی کے بغیر اپنی جگہ قائم اور باقی رہ سکتی ہو اور یہ کہ اللہ کی نگاہ سے کوئی چیز اور کوئی جان اوجھل نہیں ہے۔ اس نے ہر جان جن ہو یا انسان، سب پہ پہرے بٹھا رکھے ہیں۔ جس کو چاہے جب چاہے جہاں چاہے پکڑ سکتا ہے سزا دے سکتا ہے، کوئی اس کے قابو سے باہر نہیں ہے: ﴿اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ﴾

(آیات ۵ -۸) ﴿فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ﴿۵﴾ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۙ﴿۶﴾ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ﴾ انسان کو خود اس کی اپنی ذات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اس کی خلقت کسی جوہر نایاب سے نہیں ہوئی، بلکہ اس کے اندر سے نکلنے والے پانی کی ایک بوند سے ہوئی ہے۔ اللہ کی کمال صنعت گری سے اسے جیتا جاگتا انسان بنا دیا گیا ہے۔ تو جو رب اس طرح اسے وجود میں لایا ہے وہ یقیناً اس کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔

(آیات ۹- ۱۰) ﴿يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۙ﴿۹﴾ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ﴾ انسان کی دوبارہ پیدائش اور آخرت میں اس کے احتساب کی نوعیت یہ ہوگی کہ اس کے ان تمام رازوں کی جانچ پڑتال کی جائے جن پر دنیا میں پردہ پڑا رہ گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہر قول وفعل، دلوں کے بھید اور پس پردہ رازوں سے واقف ہے، ان سب رازوں کو ایک دن وہ ضرور پرکھے گا، یعنی صرف ظاہری اقوال واعمال ہی زیر بحث نہیں آئیں گے بلکہ مخفی اعمال، دلوں کے کھوٹ اور نیتوں کے فساد بھی پرکھے جائیں گے۔ اس دن ہر آدمی کے اعضا و جوارح بھی تمام اعمال کی گواہی دیں گے۔ تو کسی راز کے راز رہنے کا کیا امکان؟ اس دن کسی کی جمعیت، ذاتی قوت یا سعی وسفارش اس کے کسی کام نہیں آئے گی۔

(آیات ۱۴-۱۱) جس طرح آسمان سے بارش کا برسنا اور زمین سے درختوں اور فصلوں کا اگنا کوئی کھیل نہیں بلکہ ایک سنجیدہ کام ہے، اسی طرح قرآن میں جو حقائق بیان کیے گئے ہیں وہ بھی کوئی ہنسی مذاق نہیں، بلکہ پختہ اور اٹل باتیں ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اِنَّهٗ لَقَوۡلٌ فَصۡلٌ ۙ﴿۱۳﴾ وَّ مَا هُوَ بِالۡهَزۡلِ﴾

(آیات ۱۷-۱۵) ایک فقرے میں رسول اللہ ﷺ کو یہ تسلی اور در پردہ کفار کو یہ دھمکی دے کر بات ختم کر دی گئی ہے کہ آپ صبر سے کام لیں اور کچھ مدت کفار کو اپنی مرضی کر لینے دیں، زیادہ دیر نہ گزرے گی کہ انہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ ان کی چالیں قرآن کو زک دیتی ہیں یا قرآن اسی جگہ غالب آ کر رہتا ہے جہاں یہ اسے زک دینے کی کوشش کر رہے ہیں: ﴿اِنَّهُمۡ يَكِيۡدُوۡنَ كَيۡدًا ۙ﴿۱۵﴾ وَّ اَكِيۡدُ كَيۡدًا ۚ﴿۱۶﴾ فَمَهِّلِ الۡكٰفِرِيۡنَ اَمۡهِلۡهُمۡ رُوَيۡدًا﴾

اس طرز تعبیر میں رسول اللہ ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ کی مشفقانہ محبت محسوس ہوتی ہے کہ ان کافروں کو تھوڑی سی مہلت دے دیجیے! گویا آپ اس معاملے میں صاحب اختیار ہیں، انھیں مہلت کی اجازت دے دیں گے۔ حالانکہ آپ کو اس سلسلے میں اختیار نہیں ہے، لیکن اس اسلوب سے رسول کے دل پر محبت و رحمت کی باد بہاری چلتی ہے۔ یہ ایسی محبت کا احساس ہے جو بندے کی رغبت اور اس کے رب کے ارادے کو یک جان کر دیتی ہے۔ یہ انتہائی شفقت اور لطیف محبت ہے جو شدت و کرب اور کفار کی سازشوں اور ان کی چالوں سے پیدا شدہ رنج و اندوہ کو ختم کر دیتی ہے، جس کے نتیجے میں تکلیفیں پگھلتی اور محو ہو جاتی ہیں اور صرف مشفقانہ محبت باقی رہ جاتی ہے۔

سُوۡرَةُ الۡاَعۡلٰی

سورۂ اعلیٰ مکی ہے، اس میں انیس آیات ہیں

سورت کا نام، مضمون سورت اور زمانہ نزول

پہلی آیت: ﴿سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى﴾ کے لفظ اعلیٰ کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔

سابقہ سورت طارق نبی کریم ﷺ کو صبر و انتظار کی تلقین پر ختم ہوئی ہے۔ آپ کو ہدایت کی گئی ہے کہ جو لوگ آپ کی تکذیب پر اڑے ہوئے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے استدراج کے پھندے میں پھنس چکے ہیں۔ اب ان کے دن گنتی کے ہیں جو وہ پورے کر رہے ہیں۔ ان کو تھوڑی سی مہلت اور دیجیے، ان کے طغیان کا انجام ان کے سامنے آیا ہی چاہتا ہے۔ اطمینان رکھو کہ یہ حق تعالیٰ کے قابو سے باہر نہیں جا سکتے، وہ ہر طرف سے ان کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس سورت میں قریش کے ہٹ دھرموں کو نظر انداز کر کے براہ راست نبی کریم ﷺ سے خطاب فرمایا ہے اور آپ کو یہ بشارت دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں ایک ترتیب و تدریج ہے اور یہ تمام تر اس کی حکمت پر مبنی ہے۔ آپ اپنے رب پر بھروسا رکھیے۔ جلد وہ وقت آنے والا ہے کہ آپ کی سعی بامراد اور اللہ کی نعمت آپ پر تمام ہو گی اور راہ کی ساری رکاوٹیں دور ہو جائیں گی۔

سورۂ اعلیٰ بھی بعثت محمدی کے ابتدائی دور کی نازل شدہ سورتوں میں سے ہے جب نبی کریم ﷺ وحی کے سلسلے میں اس خدشے سے دو چار ہوا کرتے تھے کہ کوئی چیز مجھ سے بھول یا چھوٹ نہ جائے، جس طرح سورۂ طٰہٰ اور سورۂ قیامہ میں ذکر ہوا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہمیت وفضیلت سورہ اور وجوہ فضیلت

نبی کریم ﷺ جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں سورۂ اعلیٰ اور سورۂ غاشیہ کی تلاوت فرماتے تھے! اگر کبھی عید اور جمعہ ایک ہی دن پڑ جاتے تو آپ یہ دونوں سورتیں پڑھتے تھے۔[1] اس کی فضیلت کی متعدد وجوہ نظر آتی ہیں، مثلاً:

☆ اس سورت میں رسول اللہ ﷺ کے لیے عظیم خوشخبریاں ہیں۔ آپ کا رب جس نے آپ پر تبلیغ وتذکیر کی ذمہ داری ڈالی ہے، اس بات کی ذمہ داری لیتا ہے کہ قرآن آپ کے سینے میں محفوظ ہوجائے گا۔ اسے یاد رکھنے کی ذمہ داری سے آپ کو سبکدوش کر دیتا ہے اور آپ سے وعدہ کرتا ہے کہ وہ تمام معاملات میں اور خصوصاً دعوت اسلامی کے معاملات میں آپ کو آسان راہ کی سہولت وتوفیق دے گا اور یہ بہت بڑی بات ہے۔

☆ یہ سورت ایمانی تصورات وافکار کی محکم بنیادوں پر مشتمل ہے، اسلامی عقیدہ کی اولین اساسات، توحید باری تعالیٰ، وحی الٰہی اور آخرت کی جزا وسزا۔ یہ سورت واضح کرتی ہے کہ ان عقائد کی جڑیں قدیم ترین زمانوں تک پھیلی ہوئی ہیں: ﴿ اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی ۙ﴿۱۸﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰی ﴾

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

اللہ تعالیٰ کی تسبیح وذکر کی اہمیت، اس کی قدرت کی انفسی شہادتیں ☆ اللہ کے ہر کام میں تدریج اور حکمت ☆ وحی الٰہی کی حفاظت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کو بے فکر ہونے کی ہدایت ☆ ہدایت وضلالت کے معاملے میں سنت الٰہی ☆ صالح لوگوں کا خوش کن انجام ☆ دین میں نماز کی اہمیت ☆ مخالفین کے انکار کا اصل سبب ☆ قرآنی تعلیم تمام انبیاء کی تعلیم کی جامع ہے۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(آیات ۱-۵) ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَی ۙ﴿۱﴾ الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ۙ﴿۲﴾ وَ الَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی ۙ﴿۳﴾ وَ الَّذِیْۤ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی ۙ﴿۴﴾ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی ﴿۵﴾ ﴾

پہلی آیت میں توحید کی تعلیم کو ایک فقرے میں سمیٹ دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی تسبیح کی جائے جو ہر قسم کے عیب، نقص، کمزوری سے پاک ہے اور مخلوقات سے تشبیہ کا کوئی پہلو نہیں رکھتا ہو، کیونکہ دنیا میں جتنے بھی فساد عقائد پیدا ہوئے ہیں ان سب کی جڑ اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی نہ کوئی غلط تصور ہے، جس نے اس ذات کے لیے کسی غلط نام کی شکل اختیار کی ہے، لہٰذا عقیدے کی تصحیح کے لیے سب سے پہلی بات یہی ہے کہ اللہ رب العزت کو صرف ان اسمائے حسنیٰ سے یاد کیا جائے جو اس کی شایان شان ہیں۔

---

[1] صحیح مسلم: ۸۷۸؛ سنن الترمذی: ۵۳۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس میں نبی کریم ﷺ کے لیے ایک گونہ سامان تسلی ہے کہ آپ کے ساتھ بھی ایک ترتیب سے معاملہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مشکلات کے ہجوم سے آپ کے لیے راستے کی آسانی دریافت کردے گا۔

(آیات ۶-۸) ﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَىٰ ۝ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ﴾ رسول اللہ ﷺ کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ آپ اس فکر میں نہ پڑیں کہ یہ قرآن جو آپ پر نازل کیا جارہا ہے، لفظ بلفظ یاد کیسے رہے گا۔ اس کو آپ کے حافظے میں محفوظ کردینا ہمارا کام ہے۔ اس چیز کے سوا جسے ہم چاہیں گے، آپ ایک حرف بھی نہ بھولیں گے۔ اللہ ہر پوشیدہ و علانیہ سے باخبر ہے۔ وہ آپ کے حالات سے خوب واقف ہے: ﴿إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَىٰ﴾

(آیات ۹- ۱۹) ﴿فَذَكِّرْ إِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرَىٰ ۝ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَخْشَىٰ ...﴾ نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ ہٹ دھرم لوگوں کو راہ راست پر کھینچنے سے کام نہیں چلے گا، جو نہیں سننا چاہتے آپ ان کو نہ سنائیں، صرف اللہ سے ڈرنے والے ہی سنیں گے جو اپنے آپ کو پاک کرنے والے، اپنے رب کو یاد کرنے والے اور نماز پڑھنے والے ہی ابدی خوش نصیب ہیں اور بدنصیب لوگ ہی اس سے گریز کرنے والے ہیں۔

آخر میں کہا گیا ہے کہ فلاح صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو عقائد و اخلاق اور اعمال کی پاکیزگی اختیار کریں اور اپنے رب کا نام یاد کر کے نماز پڑھیں: ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ﴾ کفار کو تنبیہ کی گئی ہے کہ انہیں ساری فکر بس اسی دنیا کے آرام و آسائش اور فائدوں اور لذتوں کی ہے۔ حالانکہ اصل فکر آخرت کی ہونی چاہیے، کیونکہ دنیا فانی اور آخرت باقی ہے اور دنیا کی نعمتوں سے آخرت کی نعمتیں بدرجہا بڑھ کر ہیں۔ یہ حقیقت صرف قرآن ہی میں نہیں بتائی جارہی بلکہ سیدنا ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں میں بھی انسان کو اسی حقیقت سے آگاہ کیا گیا تھا۔

پہلے صحیفوں کی تعلیمات اور دریافت

﴿إِنَّ هَٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ۝ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ﴾ یعنی دنیوی اور اخروی سزا کا مضمون کوئی نیا نہیں ہے، انبیاء علیہم السلام کے ذریعے سے جو تعلیمات ملتی رہی ہیں، یہ ان کا بھی ہمیشہ جزو رہا ہے۔ صحف ابراہیم و صحف موسیٰ سے مراد ان ہر دو انبیاء پر نازل ہونے والے اصلی صحیفے ہیں جو دیگر صحف انبیاء اور کتب سماوی کی طرح معدوم ہیں۔ البتہ ۱۸۹۲ میں مسٹر جیمس نے یونانی زبان سے ایک قدیم صحیفۂ ابراہیمی کا ترجمہ کیمبرج یونیورسٹی سے شائع کیا تھا اور پھر دیگر یورپی زبانوں میں اس کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔

سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ

سورۂ غاشیہ مکی ہے، اس میں چھبیس آیات ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت، موضوع اور زمانہ نزول

اس سورت کا نام پہلی آیت: ﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ﴾ سے ماخوذ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ سورت سابقہ سورۂ اعلیٰ کی مثنیٰ ہے، دونوں کے عمود میں کوئی اصولی فرق نہیں ہے، جس طرح سابقہ سورت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے اسی طرح اس میں بھی آپ کو تسلی دی گئی ہے، البتہ انداز خطاب، طریق استدلال اور تفصیل و اجمال کے پہلو سے دونوں میں فرق ہے۔ اس میں پہلے وہ فرق واختلاف واضح کیا گیا ہے جو قیامت کے دن نیکوں اور بدوں، ناعاقبت اندیشوں اور عاقبت بینوں کے نتائج اعمال اور ان کی زندگیوں میں رونما ہوگا۔ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اس کا رونما ہونا اس کائنات کے خالق کی قدرت، ربوبیت اور رحمت کا بدیہی تقاضا ہے، پھر آخر میں اس مضمون کی وضاحت فرمادی گئی ہے جو سابقہ سورت کی آیت: ﴿فَذَكِّرْ إِن نَّفَعَتِ الذِّكْرَىٰ﴾ میں اجمال کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ آپ کی ذمہ داری لوگوں تک صرف حق پہنچا دینے کی ہے۔ جو ہٹ دھرم اور اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں، ان کا پیچھا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کا معاملہ اللہ کے حوالے کیجیے، وہ ان سے نمٹنے کے لیے کافی ہے۔

سورت کا پورا مضمون اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ بھی ابتدائی زمانے کی نازل شدہ سورتوں میں سے ہے، مگر یہ وہ زمانہ تھا جب نبی کریم ﷺ تبلیغ عام شروع کر چکے تھے اور مکہ کے لوگ بالعموم اسے سن کر نظر انداز کیے جا رہے تھے۔

اس کے موضوع کو سمجھنے کے لیے یہ بات نگاہ میں رہنی چاہیے کہ ابتدائی زمانے میں رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ زیادہ تر دو ہی باتیں لوگوں کے ذہن نشین کرنے پر مرکوز تھی: ایک توحید اور دوسری آخرت۔ اہل مکہ ان دونوں باتوں کو قبول کرنے سے انکار کر رہے تھے۔ اس پس منظر کو سمجھ لینے کے بعد اب اس سورت کا مضمون اور بیان ملاحظہ کیجیے۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

قیامت اور احوال قیامت کی تصویر ☆ دوزخیوں کی غذا ☆ اہل ایمان کی شادابی ☆ اہل جنت کی مجلس ہر شر سے محفوظ ہوگی ☆ جنت کے خوش نما مناظر ☆ جنت کا سامان آرائش ☆ قیامت کی بعض آفاقی نشانیوں کی یاد دہانی ☆ اونٹ، آسمان، عجائبات زمین، پہاڑوں کی صلابت کی طرف اشارہ اور ان سے حشر ونشر پر استدلال ☆ نبی کریم ﷺ کی طرف التفات ☆ منکرین کے لیے عذاب کی دھمکی نہیں اٹل حقیقت ہے۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

(آیات ۱-۷) ﴿ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ ① وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ② عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ③ تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً ④ تُسْقَىٰ مِنْ عَيْنٍ آنِيَةٍ ⑤ لَّيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِن ضَرِيعٍ ⑥ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِن جُوعٍ ﴾

سب سے پہلے غفلت میں پڑے ہوئے لوگوں کو چونکانے کے لیے ان کے سامنے یہ سوال پیش کیا گیا ہے کہ تمہیں اس وقت کی بھی کچھ خبر ہے جب سارے عالم پر چھا جانے والی ایک آفت نازل ہوگی۔ اس کے فوراً بعد یہ تفصیل بیان کرنا شروع کر دی گئی ہے کہ اس وقت سارے انسان دو مختلف گروہوں میں تقسیم ہو کر دو مختلف انجام دیکھیں گے۔ ایک وہ جو جہنم میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائیں گے اور انہیں سخت عذاب جھیلنے ہوں گے۔ دوسرے وہ جو عالی مقام جنت میں جائیں گے اور ان کو ایسی ایسی نعمتیں میسر آئیں گی۔

(آیات ۷- ١٦) ان آیات میں جنت کی نعمتوں کی منظر کشی سے پہلے دوزخ کے عذاب کا منظر پیش کیا گیا ہے۔ یہ منظر "غاشیة" سے عظیم اور عالمگیر مصیبت کے مفہوم اور اس کی فضا سے قریب ہے۔ ان کی ساری دوڑ دھوپ غیر اللہ کے لیے رہی۔ اپنی اولاد کے لیے رہی، دنیا اور اس کی متاع حقیر کے لیے رہی، آج انھیں اس ساری جدوجہد کا کوئی فائدہ نہ ملا۔

اب اس کے مدمقابل کی حالت: ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ...﴾ یہ ان لوگوں کے چہروں کا بیان ہے جنھوں نے دنیا میں رہ کر آخرت کو یاد رکھا اور اسی کے لیے محنت و سعی کی تھی، آج وہ شادمانی سے نہال ہو رہے ہیں۔

﴿لَا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً﴾ "جنت میں کوئی بیہودہ بات نہ سنیں گے" ماحول کے انتہائی خوشگوار اور دلپذیر ہونے کا بیان ہے کہ اہل جنت کے کان میں کوئی ناخوشگوار اور لغویات کی بھنک تک نہ پڑے گی، دنیوی لغویات سے اکتائے ہوئے اور بے دینی کے ستائے ہوئے مومن شخص کے لیے جنت کتنی پرسکون جگہ ہوگی، اس تصور ہی سے دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔

(آیات ۲۰-۱۷) عالم آخرت کی سیر ختم کر کے قرآن اس ظاہر و حاضر کائنات کی طرف واپس آ جاتا ہے اور لوگوں کے سامنے سوال رکھ دیتا ہے کہ کیا یہ لوگ جو قرآن کی تعلیم توحید اور خبر آخرت کو سن کر ناک بھوں چڑھا رہے ہیں، اپنے سامنے کی ان چیزوں کو نہیں دیکھتے جن سے ہر وقت انہیں سابقہ پیش آتا ہے؟ عرب کے صحرا میں جن اونٹوں پر ان کی ساری زندگی کا انحصار ہے، کبھی یہ لوگ غور نہیں کرتے کہ یہ کیسے ٹھیک انہی خصوصیات کے مطابق بن گئے ہیں، جیسی خصوصیات کے جانور کی ضرورت ان کی صحرائی زندگی کے لیے تھی؟ اپنے سفروں میں جب یہ چلتے ہیں تو انہیں آسمان نظر آتا ہے، پہاڑ، یا زمین نظر آتی ہے۔ انہی تین چیزوں پر یہ غور کریں کہ اوپر یہ آسمان کیسے چھا گیا؟ سامنے یہ پہاڑ کیسے کھڑے ہو گئے؟ نیچے یہ زمین کیسے بچھ گئی؟ ﴿اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿١٧﴾ وَ اِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿١٨﴾ وَ اِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾ وَ اِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ﴾

ان چار چھوٹی سی آیات میں اہل عرب کی جو قرآن کے اولین مخاطب ہیں، دنیا کے سب اہم گوشوں کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ یہی نہیں، ان میں کائنات کی تمام ابھری ہوئی اور اہم مخلوقات کو جمع کر دیا گیا ہے۔ ان آیات میں آسمان، زمین، پہاڑ اور اونٹ کا ذکر ہے۔

کیا یہ سب کچھ کسی قادر اور صانع حکیم کی کاریگری کے بغیر ہو گیا ہے؟ اگر یہ مانتے ہیں کہ ایک خالق نے بڑی حکمت اور قدرت کے ساتھ ان چیزوں کو بنایا ہے اور کوئی دوسرا ان کی تخلیق میں شریک نہیں ہے تو اسی کو اکیلا رب ماننے سے انہیں کیوں انکار ہے؟ اور اگر یہ مانتے ہیں کہ سب کچھ کرنے والا اللہ ہی ہے تو یہ ماننے میں انہیں تامل کیوں ہے کہ وہی اللہ قیامت لانے پر بھی قادر ہے؟ جنت و دوزخ بنانے پر بھی قدرت رکھتا ہے؟

(آیات ٢٦-٢١) عالم آخرت کی سیر اور کائنات کے نمایاں مظاہر کی اس مختصر مگر جامع استدلال سے بات سمجھانے کے بعد قرآن کا رخ کفار کی طرف پھر جاتا ہے! سابقہ سورت کی طرح یہاں بھی نبی کریم ﷺ سے خطاب کیا جا رہا ہے کہ یہ لوگ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر نہیں مانتے تو نہ مانیں، آپ ان پر جبار بنا کر تو نہیں بھیجے گئے کہ زبردستی ان سے منوا کر ہی دم لیں۔ آپ کا کام نصیحت کرنا ہے۔ ضدی لوگوں کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیجیے۔ آخر کار انہیں تو ہمارے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے۔ اس وقت ہم ان سے پورا پورا حساب لے لیں گے اور نہ ماننے والوں کو بھاری سزا دیں گے۔

یہ ہے اللہ کے رسول اور ان کے بعد ہر داعی کی ذمہ داری کی حد! خوب جان لیجیے، آپ صرف یاد دلانے والے اور تبلیغ کرنے والے ہیں۔ اس کے بعد ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے، انھیں لوٹ کر لازماً اس کے پاس جانا ہے۔ اس سے انھیں کوئی مفر نہیں۔ وہی ان سے حساب لے گا اور وہی انھیں جزا یا سزا دے گا، اس سے بچنے کی کوئی شکل نہیں۔

آخر میں ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ سے آسان حساب کی دعا کی جائے: "اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِيْ حِسَابًا يَّسِيْرًا"

سُوْرَةُ الْفَجْرِ

سورۂ فجر مکی ہے، اس میں تیس آیات ہیں

سورت کا نام اور ربطِ سورت

پہلی آیت: ﴿وَالْفَجْرِ﴾ کو اس کا نام قرار دیا گیا ہے۔

سابقہ سورہ، آسمان و زمین کی بعض نمایاں نشانیوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اس مضمون پر تمام ہوئی کہ جس خالق نے ان چیزوں کو وجود بخشا اس کی عظیم قدرت وحکمت اور اس کی غیر محدود ربوبیت سے کسی عاقل کے لیے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

اس کے بعد نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ تم جس چیز سے لوگوں کو آگاہ کر رہے ہو اس کے دلائل وشواہد آسمان و زمین کے گوشے گوشے میں موجود ہیں۔ اگر ان لوگوں کو نظر نہیں آ رہے تو اندھوں کو راہ دکھانا آپ کا کام نہیں ہے۔

اس سورت میں آفاق اور تاریخ کے بعض نہایت نمایاں آثار و واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اس کائنات کی ہر چیز کی باگ اس کے خالق و مالک کے ہاتھ میں ہے، وہی جس کو جس حد تک چاہتا ہے، ڈھیل دیتا ہے اور جہاں چاہتا ہے روک دیتا ہے۔ مجال نہیں ہے کہ کوئی شے اس کی مقرر کی ہوئی حد سے آگے بڑھ سکے، قوموں کے ساتھ بھی اس کا یہی معاملہ ہے۔ ان کو جو ڈھیل ملتی ہے۔ اس کے اذن سے ملتی ہے اور جب ان پر گرفت ہوتی ہے تو اسی کے حکم سے ہوتی ہے۔ اس دنیا میں ہر ایک کا امتحان ہو رہا ہے کہ وہ نعمت پا کر شکر کی روش اختیار کرتا ہے یا فخر واستکبار کی۔ اسی طرح مشکل حالات میں صبر وثابت قدمی کا ثبوت دیتا ہے یا مایوسی و دل شکستگی کا۔ پہلی روش ابدی فتح اور کامیابی کی ضامن ہے اور دوسری دائمی خسران و نامرادی کی۔ اللہ کا مبارک بندہ وہ ہے جو نعمت پا کر مغرور ہو، نہ فقر کی آزمائش سے دل شکستہ ہو، بلکہ نفس مطمئنہ کے ساتھ اپنے رب کی طرف لوٹے۔ ایسے ہی لوگوں کو: ﴿رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً﴾ کی بادشاہی حاصل ہوگی۔

سورۂ فجر کا موضوع آخرت کی جزا اور سزا کا اثبات ہے، جس کا اہل مکہ انکار کر رہے تھے۔ اس مقصد کے لیے ترتیب وار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

استدلال کیا گیا ہے۔سورۂ فجر انسانی قلب کو ایمان وتقویٰ کی طرف بلاتی ہے اور بیداریٔ غور وفکر کے لیے تیار کرتی ہے۔ یہ سورت مختلف ومتنوع قسم کے معانی، مناظر اور نغمات پر مشتمل ہے جو متفرق اور مختلف نوعیت کے ہونے کے باوجود اپنی ہم آہنگی سے ایک لہجہ اور ایک آہنگ میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ بلاشبہ اس کے نغمے متعدد و مختلف ہیں مگر وہ مل کر ایک لَے بن جاتے ہیں۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

نظم کائنات اور اشیا کے اضداد سے وقوع قیامت پر استشہاد☆ انسان کے ذی عقل ہونے کا فطری تقاضا ہے کہ وہ برائی سے بچے ☆ فجر، دس راتوں، جفت و طاق اور رات کے پھیلاؤ کی شہادت سے مطلوب ☆ تاریخ کی شہادت، قوموں کی تاریخ اور عذاب کے لیے سنت الٰہی ☆ انسان کے ایک مغالطے کا ازالہ☆ مال کے پرستاروں کو تنبیہ☆ مستحقین جنت کو براہ راست خاتمہ بالخیر کی بشارت۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ١ -٥) ﴿وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ﴾
بعض آفاقی نشانیوں، یعنی فجر، دس راتوں، جفت اور طاق کی اور رات کے ڈھلنے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ اس کائنات کی ہر چیز کی باگ اس کے خالق کے ہاتھ میں ہے۔اسی طرح تم لوگ بھی اس کی گرفت سے باہر نہیں ہو۔

سب سے پہلے فجر، پھر دس راتوں اور جفت اور طاق اور رخصت ہوتی ہوئی رات کی قسم کھا کر سامعین سے سوال کیا گیا: ﴿هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ...﴾ کیا اس میں کسی عقل والے کے لیے کوئی قسم ہے، یعنی کیا اس حق بات پر شہادت دینے کے لیے اس کے بعد کسی اور قسم کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ جس بات کا تم انکار کرتے ہو کیا یہ سب چیزیں اس کے برحق ہونے کی گواہی نہیں دے رہیں؟ یہ مربوط و منظم نظام جس اللہ نے قائم کیا ہے کیا وہ قیامت برپا کرنے پر قادر نہیں ہے؟

نظم کائنات کے یہ سب تغیرات اس بات کی دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کے شئون وحوادث کے ظہور کے لیے ایک تدریج رکھی ہے۔کفار و مکذبین کے جرائم پر فوری گرفت نہیں ہوتی بلکہ رسی دراز کر دی جاتی ہے۔

تاریخ کی بعض عبرتناک مثالیں

(آیات ٦-١٤) تاریخ کی بعض عظیم قوموں عاد و ارم، ثمود وفرعون جیسی ناقابل تسخیر اور طاقتور قوموں کی تاریخ سے استدلال کیا گیا ہے جنھوں نے اپنے اختیارات کا غلط فائدہ اٹھا کر اللہ کی حدود کو عبور کیا۔انہیں اللہ نے ڈھیل دے کر سنبھلنے کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موقع دیا، لیکن انہوں نے اس سے فائدہ اٹھانے کی بجائے مزید سرکشی کی اور وہ حد سے گزر گئے اور زمین کو فساد سے بھر دیا تو اللہ کے عذاب کا کوڑا ان پر برسا: ﴿فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ﴾

یوں ان چند چھوٹی سی آیات میں اللہ تعالیٰ نے قوی ترین قوموں کے انجام کو یکجا بیان کر دیا ہے۔

﴿إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ اللہ تعالیٰ ظالموں اور مفسدوں کی حرکات پر نگاہ رکھنے کے لیے گھات لگائے ہوئے ہے۔ یہ الفاظ تمثیلی استعارے کے طور پر استعمال کیے گئے ہیں۔ گھات اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوئی شخص کسی کے انتظار میں اس غرض کے لیے چھپا بیٹھا ہوتا ہے کہ جب وہ زد پر آئے، اسی وقت اس پر حملہ کر دے۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کائنات کا نظام کسی حکیم اور قادر مطلق ہستی کی زیر نگرانی چل رہا ہے جو ہر آن نتائج مرتب کر رہا ہے۔ تو آج کے منکر کیسے بچ سکتے ہیں؟

انسان کی ناہموار سوچ اور طرز عمل کا ذکر

(آیات ۱۵ -۲۰) ﴿فَأَمَّا الْإِنسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ...﴾ انسان کی اس گمراہی اور مادہ پرستانہ نظریۂ حیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب اس کو نعمت ملتی ہے تو وہ اس کو اپنا حق سمجھتا ہے اور اس مغالطے میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ وہ اللہ کی نگاہ میں عزت و شرف کا مستحق ہے۔ اگر وہ نعمت سے محروم ہو جاتا ہے تو سمجھتا ہے کہ اللہ نے اس کی توہین کی ہے۔ گویا عزت و ذلت کا معیار اس کے نزدیک مال و دولت اور جاہ و اقتدار کا ملنا یا نہ ملنا ہے، حالانکہ یہ سب کچھ امتحان کے طور پر عطا ہوتا ہے۔ فقر و فاقہ میں بھی اور دولت و غنا میں بھی کامیاب وہ ہے جو اس میں پورا اترے۔

بتایا گیا ہے کہ نعمت، سختی یا آزمائش کے طور پر آتی ہے یا انسان کی اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے۔ گویا اعمال کی جزا و سزا دنیا میں شروع ہو جاتی ہے اور مصائب دنیوی عام طور پر بداعمالی کی وجہ سے پیش آتے ہیں۔

اس کے بعد انسانی معاشرے کی عام اخلاقی حالت کا جائزہ لیا گیا ہے جس میں عرب جاہلیت کی حالت تو اس وقت سب کے سامنے عملاً نمایاں تھی۔ خصوصیت کے ساتھ اس کے دو پہلوؤں پر تنقید کی گئی ہے۔ ایک لوگوں کا مادہ پرستانہ نقطہ نظر جس کا نتیجہ صرف ذاتی و دنیوی مفاد ہوتا ہے۔ وہ بھول جاتے ہیں کہ جاہ و منزلت اور مال و دولت کی فراوانی کوئی انعام ہے، نہ رزق کی تنگی کوئی سزا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان دونوں حالتوں میں امتحان و آزمائش ہے۔

دوسرے لوگوں کا یہ طرز عمل کہ یتیم بچہ باپ کے مرتے ہی ان کے ہاں کسمپرسی میں مبتلا ہو جاتا ہے، غریبوں کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا، جس کا بس چلتا ہے مرنے والے کی ساری جائیداد سمیٹ کر بیٹھ جاتا ہے اور کمزور حقداروں کو دباتا چلا جاتا ہے۔ یہ وہ جرائم ہیں جن سے انسان گوناگوں مصائب میں پھنس جاتا ہے۔ اس کے ضمن سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ احسان و صلہ رحمی سے اللہ کی رحمتیں برستی ہیں۔ اس تنقید سے مقصود لوگوں کو اس بات کا قائل کرنا ہے کہ دنیا کی زندگی میں جن انسانوں کا یہ طرز عمل ہے ان کا آخر محاسبہ کیوں نہ ہو؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب اللہ کی عدالت لگے گی

(آیات ۲۱ - ۲۶) ان آیات میں بداعمال لوگوں کے اس خیال کی تغلیط کی گئی ہے کہ باز پرس کا وقت نہیں آئے گا...... وہ آئے گا اور ضرور آئے گا، پھر اس دن ان لوگوں کی حسرت و مایوسی کی تصویر کھینچ کر رکھ دی، جو اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال کو پا کر اس کے پجاری بن کر بیٹھ رہے اور اسے آخرت سنوارنے کا ذریعہ نہیں بنایا۔ جس روز اللہ کی عدالت لگے گی اس روز یقیناً محاسبہ ہوگا، مگر اس وقت کچھ نہ ہو سکے گا اور ندامت کسی کام نہ آئے گی۔

ان آیات اور ان کے تند و تیز آہنگ سے ایک ایسا منظر سامنے آتا ہے جس سے دل کانپ اٹھتے ہیں اور نظریں دہشت کے مارے جھک جاتی ہیں۔ زمین کوٹ کوٹ کر برابر کر دی جائے گی، صاحب جبروت اور صاحب کبریائی و عظمت اللہ تخت عدالت پر جلوہ افروز ہوگا۔ وہی سارے معاملات کا فیصلہ فرمائے گا اور فرشتے صف بہ صف اس کے حضور ایستادہ ہوں گے اور جہنم قریب لائی جائے گی جو مجرمین کی تعذیب کے لیے بالکل تیار ہوگی۔

(آیات ۲۷-۳۰) پچھلی آیات میں مکذبین کی بے بسی کی تصویر بتائی گئی ہے اور اب ان لوگوں کی خوشحالی و کامیابی کا بیان جو تنگی و فراخی ہر حال میں اپنے رب سے راضی رہے اور اس دنیا میں اس دن کے لیے کوئی سامان تیار کیا اور پورے اطمینان قلبی کے ساتھ حق کو قبول کیا۔ اللہ ان سے راضی ہوگا اور وہ اس کے عطا کردہ اجر سے راضی ہوں گے۔ انہیں دعوت دی جائے گی کہ وہ اپنے رب کے پسندیدہ بندوں میں شامل ہوں اور جنت میں داخل ہو جائیں: ﴿يَآيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ۝ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ﴾

اے مطمئن جان! اپنے رب کی طرف لوٹ آ، قید و بند کی اس فضا کے بیچ کس قدر آزادی و نرمی ہے، ہاں! زمین سے اپنے سفر اور اپنے گہوارے سے اپنی جدائی کے بعد اس ہستی کی طرف لوٹ، جہاں سے تیری زندگی کا آغاز ہوا تھا: ﴿وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ﴾ اور میری جنت میں داخل ہو جا، میری آغوشِ رحمت میں آ جا۔

ان آیات سے ساری فضا امن، رضا و خوشنودی اور طمانینت سے بھر جاتی ہے، ساتھ ہی آیات کا خنک اور نرم و ترنم محبت، قرب اور سکینت کی لہریں بکھیرتا ہے۔

سُوْرَةُ الْبَلَدِ

سورۂ بلد مکی ہے، اس میں بیس آیات ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت، زمانہ نزول اور موضوع

پہلی آیت: ﴿لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ﴾ سے اس سورت کا نام ماخوذ ہے۔

یہ سورت سابقہ سورۂ فجر کی جڑواں ہے، دونوں کے عمود میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے۔ یہ سورت سابقہ سورت میں بیان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کردہ حقائق کی دوسرے اسلوب سے وضاحت کرتی ہے۔ سورۂ فجر میں انسان کو اس غلط فہمی پر متنبہ کیا گیا ہے کہ جب اسے نعمت ملتی ہے تو ڈینگیں مارتا ہے اور جب تنگدستی آتی ہے تو اپنی توہین سمجھنے لگ جاتا ہے۔ اس سورت میں اسی کلیے کو قریش پر منطبق کیا کہ مکہ مکرمہ کے جوار کی وجہ سے امن و فارغ البالی (بسبب دعائے ابراہیم علیہ السلام) جو نعمتیں انہیں حاصل ہیں وہ انہیں اپنا حق سمجھتے ہیں (اللہ کا احسان اور کعبۃ اللہ کی برکت نہیں جانتے) اللہ کی راہ میں خرچ کرنا انہیں بڑا ناگوار گزرتا ہے، ان کی آنکھیں عبرت نگاہی سے محروم اور زبانیں حق وصبر اور نیکی واحسان کے ذکر سے گنگ ہو چکی ہیں۔ ان کا مال ان کی اپنی عیاشیوں اور فضول خرچیوں کے لیے ہے، یتیموں اور مسکینوں پر خرچ کرنے والا کوئی نہیں جو آخرت کی ابدی کامیابی حاصل کرنے کا حوصلہ کرے بلکہ سب نے جہنم کی راہ اختیار کر لی ہے۔ یہ سورت چونکہ بالکل ابتدائی دور کی ہے، اس لیے ان میں خطاب بھی بالعموم: ﴿ يَاأَيُّهَا الْإِنْسَانُ ﴾ سے ہے ان میں جو دعوت ہے وہ بھی تمام تر انسانیت اور اس کے فطری مبادی پر مبنی ہے۔

اس سورت کا موضوع دنیا میں انسان کی اور انسان کے لیے دنیا کی صحیح حیثیت سمجھانا اور یہ بتانا ہے کہ اللہ نے انسان کے لیے سعادت اور شقاوت کے دونوں راستے کھول کر رکھ دیئے ہیں۔ ان کو دیکھنے اور ان پر چلنے کے وسائل بھی اسے فراہم کر دیے ہیں۔ اب یہ انسان کی اپنی کوشش اور محنت پر موقوف ہے کہ وہ سعادت کی راہ پر چل کر اچھے انجام کو پہنچتا ہے یا شقاوت کی راہ اختیار کر کے برے انجام سے دوچار ہوتا ہے۔

اس سورت میں اس عظیم الشان مضمون کو چند مختصر جملوں میں سمیٹ دیا گیا ہے اور یہ قرآن کریم کا کمال اعجاز ہے کہ ایک پورا نظریۂ حیات، جسے مشکل سے ایک ضخیم کتاب میں بیان کیا جا سکتا تھا، اس چھوٹی سی سورت کے چھوٹے چھوٹے فقروں میں نہایت مؤثر طریقے سے بیان کر دیا گیا ہے۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

دنیا پھولوں کی سیج نہیں، کانٹوں کی مالا ہے ☆ دنیا میں انسان کی اور انسان کے لیے دنیا کی صحیح حیثیت ☆ مال و منال کامیابی کی دلیل نہیں، سرزمین مکہ اور اس کے پہلے آباد کار سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی ذریت کی پُر مشقت تاریخ سے استدلال ☆ قریش کو جو امن حاصل ہے اس میں ان کا کوئی کمال نہیں ☆ قریش کو چند حقائق کی یاددہانی کہ مالِ مفت سے ان کا دل بے رحم ہو چکا ہے ☆ فاسد ذہنیت کا فاسد کردار ☆ نعمتوں کا صحیح مصرف کیسے؟ ☆ نیکی و بدی کا شعور فطری ودیعت ہے ☆ نعمتوں کی ناقدری پر اظہار افسوس ☆ نیکی و بدی کے مزاج میں فرق ☆ تقرب الٰہی کے لیے گھاٹیوں کا عبور ☆ غلاموں کی آزادی کا استحسان ☆ نیکی کی تبلیغ اور صبر کی ضرورت ☆ اچھے برے کا مختلف انجام۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات: ۱۔ ۱۹) ﴿ لَآ أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝١ وَأَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝٢ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۝٣ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ۝٤ أَيَحْسَبُ أَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ ۝٥ يَقُوْلُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝٦ أَيَحْسَبُ أَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَحَدٌ ﴿٧﴾ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ﴿٨﴾ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ﴿٩﴾ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ﴾

سب سے پہلے شہر مکہ اور اس کے بانیوں کی تاریخ، پھر رسول اللہ ﷺ پر گزرنے والے مصائب اور پوری اولاد آدم کی حالت کو اس حقیقت پر گواہ کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے کہ یہ دنیا انسان کے لیے آرام گاہ نہیں ہے، جس میں وہ مزے اڑانے کے لیے پیدا کیا گیا ہو، بلکہ اس کی پیدائش ہی مشقت کی حالت میں ہوئی ہے۔اس مضمون کو اگر سورۂ نجم کی آیت ۳۹: ﴿ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴾ کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ اس کارگاہِ دنیا میں انسان کے مستقبل کا انحصار اس کی سعی وکوشش اور محنت ومشقت پر ہے۔

مفسرین نے عام طور پر والد سے سیدنا آدم علیہ السلام اور ما ولد سے سب بنی آدم مراد لیے ہیں۔بعض کی تعبیر کے مطابق اس سے سرزمین حرم اور بنی اسماعیل (قریش) مراد ہیں، جن کی ابتدائی تاریخ سے اس بات کی شہادت پیش کی گئی ہے کہ یہ علاقہ بالکل بے آب وگیاہ تھا جس میں زندگی نہایت مشقت والی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل، دعائے ابراہیمی اور برکت کعبۃ اللہ سے یہ خطہ ایک پرامن اور رزق کی فراوانی والا علاقہ بن گیا، جس کی صراحت سورۂ قریش اور قرآن کریم کے دیگر کئی مقامات پر کی گئی ہے۔

اللہ کی راہ میں تو خرچ کا حوصلہ نہیں مگر......

اللہ تعالیٰ کے اس فضل واحسان کا حق یہ تھا کہ لوگ اس کے شکر گزار اور اس کے غریب بندوں کے ہمدرد ومددگار ہوتے، لیکن حال یہ ہے کہ اگر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا کہا جائے تو اکڑ جاتے ہیں، جبکہ اپنی عیاشیوں پر بے دریغ خرچ کرتے ہیں۔ان کا خیال ہے کہ شاید رب کائنات ان کی فضول خرچیوں کو نہیں دیکھ رہا: ﴿ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ﴿٦﴾ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗۤ اَحَدٌ ﴾ انسان کی یہ غلط فہمی دور کی گئی ہے کہ یہاں بس وہی ہے اور اس پر کوئی نگران اور مؤاخذہ کرنے والی طاقت نہیں ہے۔

بھلائی اور برائی کے راستوں کی وضاحت کر دی گئی ہے

ان زر پرستوں کو ملامت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم کے ذرائع اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں دے کر اس کے سامنے بھلائی اور برائی کے دونوں راستے کھول کر رکھ دیے ہیں: ﴿ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ﴿٨﴾ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ﴿٩﴾ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ﴾ نجد سے مراد اونچی جگہ ہے۔اس لیے بعض نے ترجمہ کیا ہے: ہم نے انسان کی (ماں کے پستانوں کی طرف) رہنمائی کردی، یعنی اسے عالم شیر خوارگی میں اس سے اپنی خوراک حاصل کرنے کی عادت الہام کی۔

راجح قول کے مطابق: ﴿ النَّجْدَيْنِ ﴾ سے مراد خیر اور شر کی دو راہیں ہیں جیسا کہ اگلی آیات میں صراحتاً ان کا ذکر آرہا ہے خیر کی راہ پر چلنے والوں کو: ﴿ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴾ اور شر کو اپنانے والوں کو: ﴿ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴾ کہا گیا ہے۔

اسے چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ان نعمتوں سے لوگوں کو یتیموں اور مسکینوں کی اعانت کی ترغیب دیتا، لیکن اخلاق کی پستی والے راستے پر چل کر دنیا کی عارضی لذت کا انتخاب کیا، جبکہ دوسرا راستہ اخلاق کی بلندیوں کی طرف جاتا ہے جو ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دشوار گزار گھاٹی کی طرح ہے کہ اس پر چلنے کے لیے آدمی کو اپنے نفس پر جبر کرنا پڑتا ہے۔ یہ انسان کی کمزوری ہے کہ وہ اس گھاٹی پر چڑھنے کی بہ نسبت کھڈ میں لڑھکنے کو ترجیح دیتا ہے: ﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿١١﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ﴾ مگر اس نے دشوار گزار گھاٹی سے گزرنے کی ہمت نہ کی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ وہ گھاٹی کیا ہے جس سے گزر کر آدمی بلندیوں کی طرف جا سکتا ہے۔ وہ اصحاب المیمنة میں سے بن سکتا ہے: ﴿فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿١٣﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿١٤﴾ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ﴾ وہ یہ ہے کہ ریا اور فخر ونمائش کے خرچ کو چھوڑ کر آدمی اپنا مال یتیموں اور مسکینوں کی مدد پر خرچ کرے، اللہ پر ایمان لائے اور ایمان لانے والوں کے گروہ میں شامل ہو کر ایک ایسے معاشرے کی تشکیل میں حصہ لے جو صبر کے ساتھ حق پرستی کے تقاضوں کو پورا کرنے والا اور مخلوق پر رحم کھانے والا ہو۔

(آیات ۱۸ - ۲۰) اس راستے پر چلنے والوں کا انجام یہ ہے کہ آدمی اللہ کی رحمتوں کا مستحق ہو۔ اس کے برعکس دوسرا راستہ اختیار کرنے والوں کا انجام جہنم کی آگ ہے جس سے نکلنے کے سارے دروازے بند ہیں: ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ﴿١٩﴾ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ﴾

سُوْرَةُ الشَّمْسِ

سورۂ شمس مکی ہے، اس میں پندرہ آیات ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت، زمانہ نزول اور موضوع

پہلے ہی لفظ الشمس کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔ سابقہ سورت میں قریش کے لیڈروں کو متنبہ کیا گیا تھا کہ تم نے اللہ کی نعمتوں کا حق ادا نہیں کیا۔ اس سورت میں ان کو طغیانی اور سرکشی کے انجام بد سے ڈرایا گیا ہے۔

زمانہ نزول مضمون اور انداز بیان سے یہ سورت بھی مکہ کے ابتدائی دور کی محسوس ہوتی ہے جب رسول اللہ ﷺ کی مخالفت شدت سے ہو رہی تھی، اس لیے کفار کو قوم ثمود کے انجام سے باخبر کیا گیا۔ اس سورت کا موضوع نیکی و بدی کا فرق سمجھانا ہے اور بدی پر اصرار کرنے والوں کو برے لوگوں کے انجام سے ڈرانا ہے۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

کائنات کے اضداد اور ان کی باہمی کارگزاری سے وقوع قیامت پر استشہاد ☆ ارض وسماء کی ساخت میں پوشیدہ سبق ☆ آفاقی شہادت کے ساتھ ساتھ نفسیاتی شہادت ☆ الہام خیر وشر کا لازمی تقاضا ☆ عرب کی تاریخ سے شہادت ☆ ثمود کے خاص طور پر ذکر کرنے کی وجہ ☆ قوم کے ایک مجرم کے جرم کی وجہ سے پوری قوم کی تباہی کا امکان ☆ ثمود کے عذاب کی نوعیت ☆ اللہ کی اونٹنی عذاب کی علامت تھی ☆ قریشیوں کی سازشوں کی طرف اشارہ ☆ اللہ مختار کل ہے، اسے کسی کے احتساب کا ڈر نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(آیت ۱ - ۱۰) ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝ وَ السَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا﴾

آغاز سورت میں تین باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے: پہلی یہ کہ جس طرح سورج چاند، دن رات، زمین و آسمان ایک دوسرے سے مختلف اور اپنے آثار و نتائج میں متضاد ہیں، اسی طرح نیکی اور بدی بھی ایک دوسرے سے مختلف اور اپنے آثار و نتائج میں متضاد ہیں، دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نفس انسانی کو جسم و حواس اور ذہن کی قوتیں دے کر دنیا میں بالکل بے خبر نہیں چھوڑ دیا، بلکہ فطری الہام کے ذریعے سے بھلے بُرے کا احساس اتار دیا ہے اور تیسری یہ کہ انسان کے مستقبل کا انحصار اس کی اندرونی خیر اور شر کی قوتوں کو استعمال کرنے پر ہے۔ اگر وہ اچھے رجحانات کو ابھارے اور بُرے رجحانات سے اپنے نفس کو پاک کرے تو فلاح پائے گا اور اس کے برعکس اگر وہ نفس کی اچھائی کو دبائے اور برائی کو ابھارے تو نامراد ہوگا۔

(آیت ۱۱ -۱۵) عرب کی پچھلی قوموں میں سے ایک ایسی قوم کی تباہی کی تاریخی نظیر کو پیش کرتے ہوئے رسالت کی اہمیت سمجھائی گئی ہے، جس کی تاریخ سے اہل مکہ خوب واقف تھے۔ بتایا گیا کہ انبیائے کرام علیہم السلام نے الہام نفس سے بھی بہت زیادہ حقیقی اور فطری طریقے سے یعنی وحی ربانی کے ساتھ اچھائی اور برائی میں فرق سکھایا ہے، جنہوں نے مان لیا وہ اللہ کے عذاب سے محفوظ ہو کر نعمائے جنت کے حقدار بنے اور جنہوں نے انکار کیا ان پر اس دنیا میں بھی عذاب کا کوڑا برسا، حتیٰ کہ انہیں نشان عبرت بنا دیا گیا۔ اس طرح کی ایک قوم ثمود نام کی بھی گزری ہے جن کی طرف سیدنا صالح علیہ السلام تشریف لائے تھے۔ یہ قوم برائی میں غرق تھی اور نبی کو جھٹلاتی تھی۔ انہیں ناقۃ اللہ کا منہ مانگا معجزہ بھی ملا، مگر قوم کے شریر ترین آدمی نے ساری قوم کی خواہش کے مطابق اس اونٹنی کو قتل کر دیا، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ساری قوم تباہ کر دی گئی: ﴿فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا﴾ یہ قصہ مکہ میں جاری کشمکش پر پوری طرح چسپاں ہو رہا تھا کہ بالکل اسی طرح تمہارا مزاج بھی فاسد ہو گیا ہے۔ اگر تم نے اصلاح نہ کی تو بچ نہیں سکو گے بلکہ نشان عبرت بنا دیے جاؤ گے۔ اللہ کو کسی دوسرے کی طرف سے محاسبے کا کوئی اندیشہ نہیں ہے ﴿وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا﴾

سُوْرَةُ اللَّيْلِ

سورۂ لیل مکی ہے، اس میں اکیس آیات ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت اور موضوع

اس سورت کا نام پہلے ہی لفظ: ﴿وَالَّيْلِ﴾ سے ماخوذ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سورت کا مضمون سورت شمس کے مشابہ ہے کہ دونوں سورتیں ایک دوسرے کی تفسیر محسوس ہوتی ہیں۔ اس کا موضوع زندگی کے دو مختلف راستوں کا فرق اور ان کے انجام اور نتائج کا اختلاف بیان کرنا ہے۔

سورت مضامین کا اجمالی تجزیہ

نفس کی آلودگی کیسے پیدا ہوتی ہے اور کیسے دور ہوتی ہے☆ نیک و بد کا مختلف کردار اور انجام☆ قیامت کا اثبات کیوں ضروری ہے☆ نیکوں اور بدوں کی کمائی میں فرق ☆ بخیلوں کو تنبیہ☆ قریش کی طرف التفات ☆ انفاق صرف فی سبیل اللہ ہی قبول ہے☆ نیکوکاروں کو قابل رشک انجام کی بشارت۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱ -۴) ﴿ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝۱ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝۲ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓى ۝۳ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝۴ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝۵ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝۶ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ﴾

اس بات پر آفاق و انفس کی شہادت پیش کی گئی ہے کہ قیامت برحق ہے۔ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا ہے، اسی طرح دنیا کا جوڑا آخرت ہے، ورنہ جب خیر و شر یکساں ہو جائیں تو دنیا بالکل اندھیر نگری بن کر رہ جائے۔

(آیات ۵- ۱۱) نوع انسانی کے افراد، اقوام اور گروہ دنیا میں جو سعی و عمل کر رہے ہیں۔ وہ لازماً اپنی اخلاقی نوعیت کے لحاظ سے اسی طرح مختلف ہیں جس طرح دن رات سے اور نر مادہ سے مختلف ہے۔ اس کے بعد دو قسم کی خصوصیات کو بطور استشہاد پیش کیا گیا ہے: پہلی خصوصیت یہ کہ آدمی اپنا مال اللہ کی رضا کے لیے دے، تقویٰ اور راست بازی کا راستہ اختیار کرے اور دوسری قسم کی خصوصیات یہ ہیں کہ وہ بخل کرے اور اللہ کی ناراضی اور رضامندی سے بے نیاز ہو جائے اور بھلی بات کو جھٹلائے، پھر بتایا کہ ان دونوں خصوصیات کا نتیجہ ایک جیسا نہیں بالکل مختلف نکلتا ہے۔ پہلی خصوصیت کا نتیجہ اللہ کی رضامندی اور سیدھے راستے کا حصول آسان ہو جانے کی شکل میں نکلتا ہے، یہاں تک اس کے لیے نیکی کرنا آسان اور بدی کرنا مشکل ہو جاتا ہے، جبکہ دوسرا طرز عمل اختیار کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ زندگی کے راستے اتنے سخت بنا دیتا ہے کہ اس کے لیے بدی آسان اور نیکی کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

اس بیان کو ایک نہایت مؤثر اور تیر کی طرح دل میں پیوست ہو جانے والے جملے پر ختم کیا گیا ہے: ﴿ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ﴾ کہ یہ دنیا کا مال جس کے پیچھے انسان جان دے دیتا ہے، آخر قبر میں تو اس کے ساتھ جانے والا نہیں ہے۔ مرنے کے بعد یہ اس کے کس کام آئے گا؟

(آیت ۱۲۔ ۲۱) اس میں بھی اسی اختصار کے ساتھ تین حقیقتیں بیان کی گئی ہیں: ایک یہ کہ اللہ نے دنیا کی اس امتحان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گاہ میں انسان کو بے خبر نہیں چھوڑا بلکہ اسے ہدایت و ضلالت کا راستہ بتادیا ہے: ﴿ إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ﴾ دوسری حقیقت یہ بتائی گئی کہ دنیا و آخرت دونوں کا مالک اللہ ہے: ﴿ وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولٰى ﴾ دنیا مانگو گے تو دنیا ملے گی اور آخرت مانگو گے تو آخرت ملے گی۔ اس کا دینے والا بھی وہی ہے۔ یہ فیصلہ کرنا تمہارا اپنا کام ہے کہ تم اس سے کیا مانگتے ہو۔ تیسری حقیقت یہ بتائی کہ جو بدبخت بھلائی کو جھٹلائے گا اس کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار ہے اور جو خدا ترسی اور رب کی رضا کی خاطر اپنا مال راہ خیر میں صرف کرے گا اس کا رب اس سے راضی ہوگا اور اسے اتنا کچھ دے گا کہ وہ خوش ہو جائے گا: ﴿ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ﴾

اس آیت کے دو مفہوم ہیں: اگر یرضیٰ میں ضمیر کا مرجع اللہ لیا جائے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے گا اور یہ بہت بڑا انعام ہے: ﴿ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللهِ أَكْبَرُ ﴾ اور اگر مرجع الاتقی مراد لیا جائے تو معنی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو اتنا دے گا کہ وہ خوش ہو جائے گا، جیسے فرمایا: ﴿ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ﴾

سُوْرَةُ الضُّحٰى

یہ سورت مکی ہے اور اس میں گیارہ آیات ہیں

سورت کا نام، زمانہ نزول اور موضوع

پہلے ہی لفظ: ﴿ وَالضُّحٰى ﴾ کو سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔

یہ بھی مکہ کے بالکل ابتدائی دور میں نازل ہوئی ہے۔ کچھ مدت تک وحی کا سلسلہ بند رہا تھا۔ جس سے رسول اللہ ﷺ سخت پریشان ہوگئے تھے اور بار بار اندیشہ لاحق ہو رہا تھا کہ کہیں مجھ سے کوئی ایسا قصور تو سرزد نہیں ہوگیا جس کی وجہ سے میرا رب مجھ سے ناراض ہوگیا ہے اور اس نے مجھے چھوڑ دیا ہے۔

سابقہ سورت میں اللہ کے پسندیدہ بندوں کو ان کے رب نے اتنا کچھ عطا کرنے کی نوید سنائی جس سے وہ خوش ہو جائیں: ﴿ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ﴾ اس سورت میں اپنے سب سے پسندیدہ بندے کی دلی رنجشوں کو بھلانے اور انھیں اتنا کچھ عطا کیے جانے کی خوشخبری سنائی کہ آپ راضی ہو جائیں: ﴿ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ﴾

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

حبیب کائنات کا مقام خالق کائنات کی نگاہ میں ☆ رنج و راحت سے انسان کی تربیت کا اہتمام ☆ انتظارِ وحی کی شدت کا سبب ☆ ایک جامع بشارت ☆ حیات نبوی کے بعض ابتدائی حالات سے سبق آموزی ☆ ایک طالب صادق کی سرگردانی اور رب کائنات کی دستگیری کا دل آویز بیان ☆ غنا کا سرچشمہ ایمان ہے ☆ انعامات کا حق یہ ہے کہ مخلوق خداوندی کے ساتھ بھی وہی برتاؤ اختیار کیا جائے ☆ اعدائے حق کو تنبیہ ☆ تحدیثِ نعمت میں حکمت۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مضامینِ سورت کا تفصیلی تجزیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(آیات ۱۔ ۱۱) ﴿وَالضُّحٰی ۙ﴿۱﴾ وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ۙ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ؕ﴿۳﴾ وَلَلۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لَّکَ مِنَ الۡاُوۡلٰی ؕ﴿۴﴾ وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی ؕ﴿۵﴾ اَلَمۡ یَجِدۡکَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی ﴿۶﴾ وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَہَدٰی ﴿۷﴾ وَوَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغۡنٰی ؕ﴿۸﴾ فَاَمَّا الۡیَتِیۡمَ فَلَا تَقۡہَرۡ ؕ﴿۹﴾ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡہَرۡ ؕ﴿۱۰﴾ وَاَمَّا بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ ﴿۱۱﴾﴾

یہ سورت اپنے موضوع، طرزِ تعبیر، اپنے مناظر، اپنے معانی و آہنگ کے پہلو سے شفقت و رحمت کے جھونکے، محبت کے پیغام اور ایک غمگسار دستِ شفقت کی حیثیت رکھتی ہے۔ مصائب و آلام کی چلچلاتی دھوپ میں یقین و طمانینت اور محبت کے ٹھنڈے سائے کا احساس دلاتی ہے۔ گویا یہ سورت رحمت کا ایک جھونکا، محبت کی شبنم، قربت کی الطاف مضطرب دل کے لیے سکون ہے۔ یہ پوری سورت نبی کریم ﷺ کی تسلی کے لیے نازل ہوئی ہے جس سے مقصد اس پریشانی کو دور کرنا ہے جو نزولِ وحی کا سلسلہ کچھ دیر رک جانے سے آپ کو لاحق ہو گئی تھی۔

﴿وَالضُّحٰی﴾ روزِ روشن کی قسم کھانے میں بھی دینِ اسلام کے عروج کی پیش گوئی ہے کہ جیسے چاشت کا وقت آفتاب کے عروج کا ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ کافی عرصہ تک آگے ہی بڑھتا چلا جاتا ہے، اسی طرح اے حبیب! آپ کی نبوت و رسالت کا آفتاب اور حق کا روشن دور بڑھتا ہی چلا جائے گا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ آسمان کے سورج کا دوپہر میں زوال ہو جاتا ہے، لیکن آپ کے دین کا آفتاب ہمیشہ روشن اور ترقی پذیر ہی رہے گا۔ چشمِ فلک نے اللہ تعالیٰ کی اس بشارت کی صداقت خوب ملاحظہ کی ہے کہ مکے کی تنگ وادیوں سے طلوع ہونے والا آفتابِ نبوت آج پوری کائنات کی وسعتوں کو سمیٹ رہا ہے۔

وحی و ملاقاتِ جبریل ...... سامانِ راحت

وحی، جبریل علیہ السلام سے ملاقات اور اللہ سے ربط و تعلق ...... یہ چیزیں راہِ حق کی مشقتوں میں آپ کے لیے زادِ راہ، کفر و انکار کی شدید گرمی میں تشنگی رفع کرنے کا سامان اور تکذیب کی شدت میں آپ کے لیے سامانِ راحت کی حیثیت رکھتی تھیں۔ انہی طاقتوں کے سہارے آپ نفرت، مخالفت اور عداوت کی شدت اور سرکش و ظالم مشرکین کی سازشوں، مخالفانہ تدبیروں اور اذیت رسانیوں کی شدید گرم دوپہر میں ٹھنڈک محسوس کرتے تھے۔ وحی رک گئی تو گویا آپ کا زادِ راہ ختم ہو گیا، زندگی کے سرچشمہ سے آپ محرومی محسوس کرنے لگ گئے۔ حالات کا یہ رخ، احساسِ محرومی کا یہ کرب تمام پہلوؤں سے آپ کے لیے شدید ترین بلکہ ناقابلِ برداشت تھا۔ دشمن خوشی سے اچھلنے لگے، دیکھا! ہم نہ کہتے تھے کہ کوئی وحی و رسالت نہیں، بس کسی جن دیو کا سایہ تھا، جواب ساتھ چھوڑ گیا ہے۔ تب یہ سورت نازل ہوئی اور اس نے دوستی، محبت، انس، قربت، امید، رضا، طمانینت اور یقین کی برکھا برسا دی جس میں سب سے پہلے روزِ روشن اور سکونِ شب کی قسم کھا کر آپ کو اطمینان دلایا گیا ہے:

﴿مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی﴾ آپ کے رب نے آپ کو ہرگز نہیں چھوڑا اور نہ وہ آپ سے ناراض ہوا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روشن مستقبل کی پیشین گوئی

﴿وَ لَلۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لَّکَ مِنَ الۡاُوۡلٰی﴾ ''یقیناً آپ کے لیے بعد کا دور پہلے دور سے بہتر ہے۔'' اس کے بعد آپ کو خوشخبری دی گئی ہے کہ دعوت کے ابتدائی دور میں جن شدید مشکلات سے آپ کو سابقہ پیش آ رہا ہے یہ تھوڑے دنوں کی بات ہے۔ آپ کے لیے ہر بعد کا دور پہلے دور سے بہتر ہوتا چلا جائے گا۔

یہ نوید مسرت اس وقت آپ کو سنائی گئی جب ساری قوم آپ کی جان کے درپے تھی، بظاہر کامیابی کے کوئی آثار دور دور تک نظر نہیں آ رہے تھے، شمع حق خود مکے میں ٹمٹما رہی تھی اور اسے بجھانے کے لیے مخالفتوں کے طوفان ہر طرف سے اٹھ رہے تھے۔ ان حالات میں فرمایا گیا کہ آپ ابتدائی دور کی مشکلات سے ذرا پریشان نہ ہوں۔ ہر بعد کا دور پہلے دور سے بہتر ثابت ہوگا، پھر یہ وعدہ صرف دنیا ہی تک محدود نہ رہے گا بلکہ یہ خیر میں ترقی اور درجات میں بلندی آخرت میں ملنے والے اجر تک متعدی ہوگی: ﴿عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا﴾ ''عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا۔''

بخشش کی وسعت

﴿وَ لَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی﴾ اور عنقریب آپ کا رب اپنی عطا و بخشش کی ایسی بارش کرے گا جس سے آپ خوش ہو جائیں گے۔ مالک الملک اور رب رؤف و رحیم کا یہ وعدہ آپ ﷺ کی زندگی ہی میں اس طرح پورا ہوا کہ سارا ملک عرب جنوب کے ساحلوں سے لے کر شمال میں سلطنت روم کی شامی اور سلطنت فارس کی عراقی سرحدوں تک اور مشرق میں خلیج فارس سے لے کر مغرب میں بحر احمر تک آپ کے زیر نگین ہو گیا۔ عرب کی تاریخ میں پہلی مرتبہ یہ سرزمین ایک قانون اور ضابطے کی تابع ہو گئی، جو طاقت بھی اس سے ٹکرائی وہ پاش پاش ہو کر رہ گئی۔ کلمۂ اسلام سے وہ پورا ملک گونج اٹھا جس میں مشرکین اور اہل کتاب اپنے جھوٹے کلمے بلند رکھنے کے لیے آخری دم تک ایڑی چوٹی کا زور لگا چکے تھے۔ لوگوں کے صرف سر ہی اطاعت میں نہیں جھک گئے بلکہ ان کے دل بھی مسخر ہو گئے اور عقائد، اخلاق اور اعمال میں ایک عظیم انقلاب برپا ہو گیا۔ پوری انسانی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی کہ ایک جاہلیت میں ڈوبی ہوئی قوم صرف ۲۳ سال کے اندر اتنی بدل گئی ہو۔ اس کے بعد آپ ﷺ کی برپا کی ہوئی تحریک اس طاقت کے ساتھ اٹھی کہ ایشیا، افریقہ اور یورپ کے ایک بڑے حصے پر چھا گئی اور دنیا کے گوشے گوشے میں اس کے اثرات پھیل گئے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دنیا میں دیا اور آخرت میں جو کچھ دے گا اس کی وسعت شان کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ کی نوازشات مسلسل جاری رہیں

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ سے فرمایا کہ آپ کو یہ پریشانی کیسے لاحق ہو گئی کہ ہم نے آپ کو چھوڑ دیا ہے یا ہم آپ سے ناراض ہو گئے ہیں۔ ہم تو آپ کے روز پیدائش سے مسلسل مہربانیاں کرتے چلے آ رہے تھے: ﴿اَلَمۡ یَجِدۡکَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یَتِیْمًا فَاٰوٰی﴾ آپ یتیم پیدا ہوئے تھے، ہم نے آپ کی پرورش اور خبر گیری کا بہترین انتظام کر دیا۔ آپ چھ سال کے تھے کہ والدہ ماجدہ کا انتقال ہوگیا، ۸ سال کی عمر تک آپ کے جد امجد نے آپ کی محبت وشفقت سے پرورش کی ان کا انتقال ہوا تو آپ کے حقیقی چچا ابو طالب نے آپ کی کفالت اپنے ذمے لے لی اور سگے باپ سے بڑھ کر آپ سے محبت کی، حتی کہ اعلان نبوت کے بعد جب ساری قوم آپ کی دشمن ہوگئی تھی، اس وقت وہی آپ کی حمایت میں سینہ سپر رہے اور ان کی یہ حمایت نبوت کے بعد دس سال تک برقرار رہی۔

﴿وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى﴾ آپ ناواقف راہ تھے ہم نے آپ کو اپنا راہ سجھا دیا! ﴿وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى﴾ آپ نادار تھے، ہم نے آپ کو غنی کر دیا۔ نبی کریم ﷺ کے والد ماجد نے میراث میں صرف ایک اونٹنی اور ایک لونڈی چھوڑی تھی۔ اس طرح آپ کی زندگی کی ابتدا افلاس کی حالت میں ہوئی، پھر ایک وقت آیا کہ قریش کی سب سے مالدار خاتون سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پہلے تجارت میں آپ کو اپنے ساتھ شریک کیا۔ اس کے بعد انھوں نے آپ کو شریک حیات بنالیا اور ان کے تمام تجارتی کاروبار کو آپ نے سنبھال لیا۔ اس طرح آپ نہ صرف یہ کہ مالدار ہوگئے بلکہ آپ کی مالداری اس نوعیت کی نہ تھی کہ محض بیوی کے مال پر آپ کا انحصار ہو، ان کی تجارت کو فروغ دینے میں آپ کی محنت وقابلیت اور لگن کا بڑا حصہ تھا۔

نعمتوں کا شکر کیسے ادا کیا جائے؟

یہ ساری باتیں صاف بتارہی تھیں کہ آپ ابتدا سے ہمارے منظور نظر ہیں اور ہمارا فضل وکرم مستقل طور پر آپ کے شامل حال رہا ہے! جو احسانات ہم نے پر کیے ہیں ان کے جواب میں خلق اللہ کے ساتھ ایک احسان شناس انسان کا کیا برتاؤ ہونا چاہیے اور اسے ہماری نعمتوں کا شکر یہ کس طرح ادا کرنا چاہیے؟ وہ اس طرح: ﴿فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ﴾ یتیم پر سختی نہ کیجیے: ﴿وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾ سائل کو نہ جھڑکیے، اپنے رب کے احسانات کو بیان کرتے رہیے اور اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرتے رہیے: ﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ نعمت کا لفظ عام ہے جس سے مراد وہ نعمتیں بھی ہیں جو اس سورت کے نزول کے وقت تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی تھیں اور وہ نعمتیں بھی جو بعد میں اس نے اپنے ان وعدوں کے مطابق عطا کیں جو اس سورت میں کیے تھے اور جن کو بعد میں بدرجہ اتم پورا کیا۔

نعمت سے مراد مال کی نعمت ہی نہیں، حکمت کی نعمت ہے کہ جس حکمت کے خزانے سے آپ کے رب نے آپ کو بہرہ ور کیا ہے۔ اس کو بیان کیجیے جس طرح آپ کے رب نے آپ کو حکمت کا خزانہ بے حساب عطا کیا ہے آپ بھی اسے مفت بانٹیے، فیاضانہ بانٹو، ہر آنے جانے والے کے سامنے اس کا چرچا کیجیے اور ہر بزم و انجمن کو اس کے ذکر سے معمور کر دیجیے۔

اس میں ضمناً ان لوگوں پر تعریض بھی ہے جن کا ذکر پہلی سورتوں میں آیا ہے کہ وہ نعمتیں پا کر اکڑنے والے اور اس کے بندوں کے حقوق پامال کرنے والے اور اپنے مالک وخالق کے ناشکرے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ الشَّرْح

سورۃ الم نشرح مکی ہے اور اس کی آٹھ آیات ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت اور موضوع

پہلی ہی آیت: ﴿ اَلَمْ نَشْرَحْ ﴾ اس کا نام ہے۔ یہ سورہ پچھلی سورت کا تکملہ ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ پر شفقت و محبت کی ایک جھلک، محبوب کی سرگوشی کی خوشبو، خدائے تعالیٰ کے لطف و کرم کے مظاہر کا استحضار اور اس کی سرپرستی و حمایت کے مواقع بیان کیے گئے ہیں، اس کا مقصد و مدعا بھی نبی کریم ﷺ کو تسلی دینا ہے۔ سورۂ ضحیٰ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے جن الطاف و عنایات کو نبی کریم ﷺ کی تسلی کا ذریعہ بنایا ہے ان کا تعلق بعثت سے قبل یا ابتدائے بعثت کے دور سے ہے اور اس سورت میں جن افضال و احسانات کا حوالہ دیا ہے وہ اس دور سے تعلق رکھتے ہیں، جب آپ کی دعوت کا چرچا مکے سے نکل کر عرب کے دوسرے گوشوں میں بھی پہنچ چکا تھا۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات: ۱ - ۸) ﴿ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۙ﴿۱﴾ وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۙ﴿۲﴾ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۙ﴿۳﴾ وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ؕ﴿۴﴾ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ؕ﴿۶﴾ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۙ﴿۷﴾ وَ اِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴾

پچھلی سورت میں آپ کو یہ بشارت دی گئی تھی کہ آپ کا مستقبل دعوت کے لحاظ سے ماضی کی نسبت بہت بہتر ہوگا، موجودہ مشکلات آپ کی تربیت میں معاون بنیں گی اور اس سورت میں اس بشارت کی صداقت کے چند نمایاں شواہد کا حوالہ دے کر تاکید کے ساتھ آپ کو اطمینان دلایا گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں آپ کو جو دشواری بھی پیش آئے گی، اس کے پہلو بہ پہلو کامیابی بھی ہوگی۔

نبوت سے پہلے آپ ﷺ کو ان حالات سے سابقہ پیش نہ آیا تھا جن کا سامنا نبوت کے بعد دعوت اسلامی کے آغاز ہی میں یکایک آپ کو کرنا پڑا تھا۔ یہ خود آپ کی زندگی میں ایک عظیم انقلاب تھا جس کا کوئی اندازہ آپ کو قبل نبوت کی زندگی میں نہ تھا۔ اسلام کی تبلیغ آپ نے کیا شروع کی کہ وہی معاشرہ دیکھتے ہی دیکھتے آپ کا دشمن ہوگیا، جس میں آپ پہلے بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ وہی رشتہ دار، دوست، اہل قبیلہ اور اہل محلہ آپ کو گالیاں دینے لگے جو پہلے آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیتے تھے۔ مکہ میں کوئی آپ کی بات سننے کا روادار نہ تھا۔ راہ چلتے آپ پر آوازے کسے جانے لگے۔ قدم قدم پر آپ کے سامنے مشکلات ہی مشکلات تھیں۔ اسی بنا پر آپ کو تسلی دینے کے لیے پہلے سورۂ ضحیٰ نازل کی گئی اور پھر اس سورت کا نزول ہوا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عسر اور یسر...... پہلو بہ پہلو

اس کے بعد رب کائنات اپنے بندے اور رسول ﷺ کو یہ اطمینان دلایا کہ مشکلات کا یہ دور جس سے آپ کو سابقہ پڑ رہا ہے کوئی بہت لمبا دور نہیں ہے، بلکہ اس تنگی کے ساتھ ہی ساتھ فراخی کا دور بھی چلا آ رہا ہے۔
اس آیت کی تکرار و تاکید سے مترشح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بہت زیادہ دشواری و تنگی سے دوچار تھے جس کا تقاضا یہ ہوا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائی جائیں اور پھر ہر طرح کی تاکید کے ساتھ بات کو واضح کر دیا جائے۔ تنگی کے ساتھ فراخی...... یہ دونوں چیزیں بظاہر متناقض معلوم ہوتی ہیں، کیونکہ یہ دونوں چیزیں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں۔ مفسرین نے اس کی دو طرح سے وضاحت کی ہے۔ ایک تو یہ کہ تنگی کے بعد فراخی کہنے کی بجائے تنگی کے ساتھ فراخی کے الفاظ اس معنی میں استعمال کیے گئے ہیں کہ فراخی کا دور اس قدر قریب ہے کہ گویا وہ بھی اس کے ساتھ ہی چلا آ رہا ہے۔ اس میں تسلی و تشفی کا حوصلہ افزا پہلو نمایاں ہے۔

ذکر الٰہی سے بے نیازی میسر آتی ہے

آخر میں نبی کریم ﷺ کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ ابتدائی دور کی ان سختیوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت آپ کے اندر ایک ہی چیز سے پیدا ہوگی اور وہ یہ ہے کہ جب اپنے مشاغل سے آپ فارغ ہوں تو عبادت کی مشقت و ریاضت میں لگ جائیں اور ہر چیز سے بے نیاز ہو کر صرف اپنے رب سے لَو لگائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ راستے کے لیے زادِ راہ چاہیے اور راہ حق کا توشہ یہی ہے۔ اسی سے آپ ہر دشواری میں آسانی اور ہر تنگی میں کشائش پائیں گے۔
اس ہدایت سے آخری منزل یعنی غلبہ اسلام کے حصول تک جدوجہد جاری رکھنا بھی مقصود ہو سکتا ہے۔ نصب کے معنی جدوجہد اور محنت کرنے کے ہیں۔ اسی ہدایت کی تعمیل کا اہتمام تھا کہ آخر دورِ حیات میں آپ کا انہماک عبادتِ الٰہی میں بہت بڑھ گیا تھا۔ اس لحاظ سے سورۂ نصر میں اسی اجمال کی تفصیل ہے: ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا﴾

ان سورتوں سے دفع بلا اور عسر سے یسر کا حصول

ان سطور کا راقم عبدالاعلیٰ عرض کرتا ہے کہ سورۂ ضحیٰ اور سورۂ الم نشرح کو ہم نے تیمناً و امتثالاً جب بھی شدید قسم کے مصائب کے وقت پڑھا۔ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ان مشکلات کو دور کر دیا بلکہ بہت بہتر بدلہ بھی عطا فرما دیا، کیونکہ ہم بھی اسی کے حبیب ﷺ کے امتی ہیں اور جو تسلی آپ کو دی گئی اس کا کچھ نہ کچھ استحقاق رکھتے ہیں۔ حدیث قدسی میں ہے: «أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي» [1] ”میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق اس کے ساتھ سلوک کرتا ہوں۔“

---

[1] صحيح البخاري: ٧٥٠٥؛ صحيح مسلم: ٢٦٧٥۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ التِّيْنِ

سورۂ تین مکی ہے، اس میں آٹھ آیات ہیں

سورت کا نام اور موضوع

پہلی ہی آیت: ﴿وَالتِّيْنِ﴾ سے اس کا نام ماخوذ ہے۔ پچھلی سورت میں عسر کے بعد یسر کی نوید دی گئی تھی۔ اس میں حصول یسر کا طریق بتایا گیا ہے، یعنی ایمان و عمل صالح جبکہ کفر و فسق سے انسان اپنی اصلیت کھو بیٹھتا ہے۔ سورۂ لیل میں بھی اسی ارشاد کی بنیاد اٹھائی گئی تھی: ﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى﴾ یہ سورت بھی مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی جب آخرت کی جزا و سزا کی معقولیت کو نہایت مختصر اور دلنشین انداز میں بیان کیا جا رہا تھا۔

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

یہ سورت جس بنیادی حقیقت کو بیان کرتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کو بہترین ساخت، اعلیٰ فطرت اور نہایت برتر صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے، نیز یہ کہ انسانی فطرت ایمان کی فطرت کے ساتھ ہم آہنگ ہے اور وہ ان کے ذریعے سے اپنے مقررہ کمال کی حد تک پہنچتی ہے۔ جب انسان فطرت اور ایمان کی راہ راست سے روگردانی کرتا ہے تو وہ پستیوں میں گر جاتا ہے۔ اس لیے جو لوگ ایمان اور عمل صالح کی راہ اپنائیں گے اور اس راہ کی عقوبتوں کا عزم و استقامت کے ساتھ مقابلہ کریں گے وہ اپنی محنت و سعی کا بھرپور صلہ پائیں گے۔ ان کے مقابلے میں جو لوگ نفس پرستی کے باعث اس راہ کو نہ اپنائیں گے وہ بالآخر اس کھڈ میں جا گریں گے جو بدترانجام ہے۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات: ۱۔ ۸) ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝﴾

اس سورت میں آخرت کی جزا و سزا کو انسان کی ساخت و فطرت اور انبیائے کرام ﷺ کی بعثت و دعوت کے مراکز اور قوموں کی جزا و سزا کی شہادتوں سے اثبات کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے ساتھ جو معاملہ کرے گا وہ حق اور عدل ہوگا، کیونکہ اسی نے انسان کو اس کا شعور بخشا ہے۔ اسی حقیقت کو ذرا مختلف الفاظ میں سورۂ عصر میں بیان کیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چار مقامات مقدسہ کی قسم!

﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۙ﴿١﴾ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۙ﴿٢﴾ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ﴾ ان آیات میں چار چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے: انجیر، زیتون، طور سینا اور بلد الامین۔ علمائے جدید وقدیم نے ان چیزوں کی وجہ قسم پر بہت تفصیلات بیان کی ہیں۔

بلد امین سے مراد بلا اختلاف مکہ مکرمہ ہے اور طور سینا سے مراد سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا وہ پہاڑ ہے جس پر آپ کو اللہ جل جلالہ کے ساتھ ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا تھا۔

بعض مفسرین نے بلد امین اور طور سینا کی طرح التین و الزیتون سے بھی مقامات مراد لیے ہیں، جہاں انسانیت کی رہنمائی کے لیے شریعتیں نازل ہوئی ہیں۔ یعنی التین والزیتون سے مراد وہ مقامات ہے جہاں یہ دونوں پھل بکثرت پیدا ہوتے ہیں، یعنی شام اور فلسطین۔ تاریخ انسانی اس بات پر فخر کرتی ہے کہ انہی دو مقامات پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے لے کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک کم وبیش پندرہ ہزار نبی پیدا ہوئے۔

گویا یہ چاروں مقامات پر چار شریعتیں اس امر کی گواہی دیتی ہیں کہ ایمان وعمل صالح سے انسانیت بلندیوں کو چھوتی ہے اور کفر وطغیان، شر وفساد سے انسان رذیل ترین مخلوق بن جاتا ہے۔ یہ ہے وہ اصل دعویٰ جس کو ثابت کرنے کے لیے مذکورہ بالا قسمیں کھائی گئی ہیں: ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ﴾

یہی حقیقت سورۂ عصر میں مختلف الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔ انسانیت کے یہ دونوں رخ وقوع قیامت اور حشر ونشر کے لیے دلیل بنتے ہیں تاکہ اسفل السافلین کو ان کی کرتوتوں کا بدلہ ملے اور مومنین وصالحین کو ان کے اعمال پر جزا ملے۔ یہ انصاف کا تقاضا ہے، یعنی وقوع قیامت کے بغیر انصاف نہیں ہوسکتا جس کی توقع جب ایک عام منصف سے بھی نہیں کی جاسکتی تو اللہ احکم الحاکمین سے بے انصافی کب متوقع ہوسکتی ہے۔ اسی لیے یہاں سوالیہ انداز میں پوچھا گیا کہ کیا وہ احکم الحاکمین نہیں ہے: ﴿فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۭ﴿٧﴾ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ﴾

سُوْرَةُ الْعَلَق

سورۂ علق مکی ہے، اس میں انیس آیات ہیں

سورت کا نام، زمانہ نزول اور ربط سورت

دوسری آیت کے جملے: ﴿مِنْ عَلَقٍ﴾ سے اس سورت کا نام ماخوذ ہے۔

اس سورت کے دو حصے ہیں: پہلا حصہ: ﴿اِقْرَاْ﴾ سے شروع ہو کر پانچویں آیت کے الفاظ: ﴿مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ تک ختم ہوتا ہے۔ یہ پہلی وحی ہے جو غار حرا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی۔ اور دوسرا حصہ: ﴿كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى﴾ سے شروع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوکر آخر سورۂ تک چلتا ہے۔ یہ آیات اس وقت نازل ہوئیں جب نبی کریم ﷺ نے حرم مکہ میں نماز ادا کرنا شروع کی تھی اور ابوجہل نے جاہلانہ حرکات سے آپ کو ڈرانا اور دھمکانا چاہا تھا۔ قدرتی طور پر اس حصے کا مقام وہی ہونا چاہیے تھا جو اس سورت میں رکھا گیا ہے، کیونکہ پہلی وحی نازل ہونے کے بعد اسلام کا اولین اظہار نبی کریم ﷺ نے نماز ہی سے کیا تھا اور اسی سے کفار کے ساتھ مڈبھیڑ کا آغاز ہوا تھا۔

سورۂ علق کے پہلے حصے کی سابقہ سورت کے پہلے حصے سے مناسبت یہ ہے کہ بلدامین......مکہ مکرمہ مہبط وحی کیسے بنا، ان حقیقتوں کی نقاب کشائی کس طرح شروع ہوئی......اس اجمال کی تفصیل سورۂ علق کی پہلی پانچ آیات میں کی گئی اور سورۂ علق کے دوسرے حصے کی سابقہ سورت سے مناسبت یہ ہے کہ سورۂ تین میں تاریخی شواہد اور فطرتِ انسانی کی اعلیٰ ساخت سے یہ حقیقت نمایاں کی گئی ہے کہ انسان کے لیے فلاح وفوز ایمان وعمل صالح کی راہ اختیار کرنے میں ہے جو لوگ یہ راہ اختیار نہیں کرتے، وہ بالآخر تباہی کی کھڈ میں گر جاتے ہیں اور اپنے اس انجام کے وہ خود ذمہ دار ہوتے ہیں۔

اس سورت کی سابقہ سورت سے تیسری مناسبت یہ ہے کہ سورۂ تین میں دو گروہوں کا تذکرہ ہوا، اس میں بھی انہی دو گروہوں کے کردار کو نمایاں کیا گیا ہے۔ پہلا کردار محمد ﷺ کا ہے جنھوں نے کلام الٰہی کو اپنے سینۂ پرانوار میں جذب کیا، پھر اس کو آگے پھیلایا اور اجر غیر ممنون کے مستحق ٹھہرے اور دوسرا کردار معاندین اسلام کا ہے جو اسفل السافلین کی مکمل تصویر ہیں۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱ -۵) ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ﴿۵﴾﴾

پہلا حصہ سب سے پہلی وحی ہے، جو غار حرا میں رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تھی۔ اس میں نبی کریم ﷺ کو ہدایت کی گئی ہے کہ پڑھیے اپنے اس رب کے نام سے جو سارے جہان کا خالق ہے، ان لوگوں کو اس کا فرمان سنایئے! اس رب کے کرم کا چرچا کیجیے جس نے ان امیوں میں سے ایک نبی پیدا کر کے ان کے لیے تعلیم بالقلم کا اہتمام کیا، جس نے ان کو وہ باتیں بتائیں جو وہ نہیں جانتے تھے: ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ... عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾

وحی الٰہی کا یہ نزول تاریخ انسانیت کا عظیم ترین واقعہ ہے۔ اس واقعے نے اول لمحہ سے انسانی تاریخ کا رخ بدل دیا، انسانی ضمیر کی سمت سفر تبدیل کر دی۔ اس مقام اور جہت کی تعیین کر دی جس کی طرف انسان رخ کرے اور جہاں سے وہ تصورات، اقدار اور پیمانے حاصل کرے۔ یہ اس سنہرے دور کا آغاز ہے جس سے بہتر دور (خیر القرون) نہ اس سے پہلے کبھی آیا اور نہ قیامت تک دوبارہ آسکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حق کی راہ میں اسفل السافلین لوگوں کی رکاوٹیں

(آیات ۶ - ۱۹) دوسرا حصہ اس وقت نازل ہوا جب رسول اللہ ﷺ نے حرم میں نماز پڑھنی شروع کی اور ابوجہل نے آپ کو دھمکیاں دے کر اس سے روکنے کی کوشش کی۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مقام ابراہیم پر نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوجہل کا ادھر سے گزر ہوا تو اس نے کہا: اے محمد! کیا میں نے تمہیں اس سے منع نہیں کیا تھا؟ اور دھمکیاں دینی شروع کر دیں۔ جواب میں رسول اللہ ﷺ نے اس کو سختی کے ساتھ جھڑک دیا۔ اس پر اس نے کہا: اے محمد! تم کس بل پر مجھے ڈراتے ہو؟ اللہ کی قسم! اس وادی میں میرے حمایتی سب سے زیادہ ہیں۔

قریشی لیڈروں یا راہ حق و صداقت سے روکنے والے ہر اس باغی و طاغی انسان کی سرکشی پر سرزنش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اپنے مال و جاہ کے گھمنڈ میں پڑ کر اللہ سے بے نیاز و بے خوف ہوئے بیٹھے ہو، حالانکہ تم سب کو ایک دن اپنے اعمال کی جوابدہی کے لیے اس کے حضور حاضر ہونا ہے۔ اس لیے انسان کو یہ طرز عمل زیب نہیں دیتا، کیونکہ اللہ نے انسان کو پیدا کیا، اسی نے اسے علم بخشا اور اس پر اپنے احسانات کی بارش کی۔ اس حقیقت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اپنے رب کو پہچانتا اور اس کا شکر ادا کرتا، لیکن جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس کے بالکل برعکس اور اس کا طاغیانہ و باغیانہ رویہ اس کی بے راہروی پر روشنی ڈالتا ہے۔ کیا یہ لوگ جانتے نہیں کہ ان کی سرکشیوں کو اللہ دیکھ رہا ہے۔ اگر یہ لوگ اپنی بدتمیزیوں سے باز نہ آئے تو عنقریب ہم ان کی گناہگار پیشانیوں کو گھسیٹیں گے، پھر ان کی مدد کو کون آئے گا، جبکہ ہمارے تابعدار ان کے حمایتیوں سے بہت طاقتور ہیں۔

آخر میں نبی کریم ﷺ کو صبر و استقامت کی تلقین کی گئی کہ ان ظالموں کی بیہودگیوں کی ذرا پروا نہ کریں، ان کا کہا نہ مانیں، بلکہ اپنے رب کو سجدہ کریں تاکہ اس کے قریب تر ہو جائیں: ﴿كَلَّاۗ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ﴾ کیونکہ سجدہ جو انقیاد و طاعت کا اعلیٰ ترین اظہار ہے اسی سے ہی انسان اپنے رب کا قرب حاصل کر سکتا ہے، گویا عجز ہی میں علو ہے۔

اس سورت کا یہ اعزاز بھی ہے کہ قرآن کریم کا آخری اور پندرہواں سجدہ تلاوت اسی میں آتا ہے۔ اس کے بعد آخر قرآن کریم تک کوئی سجدے والی سورت نہیں ہے۔

سُورَةُ القَدْرِ

سورۂ قدر مکی ہے، اس میں پانچ آیات ہیں

سورت کا نام، فضیلت سورت اور موضوع

پہلی آیت کے فقرے: ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ سے اس کا نام ماخوذ ہے۔ یہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم کی اہمیت وعظمت سے آگاہ فرمارہے ہیں کہ یہ عظیم الشان تحفۂ ربانی اس قدر عظیم القدر ہے کہ جس رات نازل ہوا اسے بھی ہزاروں ماہ سے افضل بنا گیا اور تم اس پیامبر سلامتی وامن کی یوں بے قدری کر رہے ہو، گویا تم سلامتی کے خواہاں نہیں ہو۔

یہ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس سے مراد اتنی لمبی مدت کی عبادت کا ثواب بھی ہے جو اس امت کا اعزاز ہے، ورنہ پہلے کسی امت کو اتنی مختصر عبادت پر اتنا لمبا ثواب عنایت نہیں ہوا اور معنوی طور پر یہ رات اس لیے باعث رحمت ہے کہ اس رات میں تاریخ انسانی کا سب سے عظیم الشان واقعہ (نزول قرآن) رونما ہوا تھا۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(آیات: ۱۔ ۵) ﴿اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ ۚ﴿۱﴾ وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ ؕ﴿۲﴾ لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ ۬ۙ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَہۡرٍ ؕ﴿۳﴾ تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَ الرُّوۡحُ فِیۡہَا بِاِذۡنِ رَبِّہِمۡ ۚ مِنۡ کُلِّ اَمۡرٍ ۙ﴿۴﴾ سَلٰمٌ ۟ۛ ہِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ ٪﴿۵﴾﴾

سورت کا آغاز اس سے ہوتا ہے کہ ”ہم نے اسے نازل کیا ہے“ یعنی یہ محمد ﷺ کی اپنی تصنیف نہیں، بلکہ اس کے نزول کا اہتمام کرنے والے ہم ہیں۔ اس کا نزول کوئی ہنگامہ یا وقتی واقعہ نہیں ہے، بلکہ اسے اس رات اتارا گیا ہے جو نظام عالم میں اس کے ہاں امور مہمہ کی تقسیم وتنفیذ کے لیے مخصوص ہے۔ اس میں ابدی قدر و قیمت رکھنے والے امور طے پاتے ہیں۔ یہ ایک ہی رات ہزار راتوں سے بڑھ کر ہے، جو لوگ اس کی رحمتوں سے اپنے آپ کو محروم رکھتے ہیں وہ کبھی بھی سعادت سے بہرہ ور نہیں ہوسکتے۔

نیز اس کے نزول میں کسی شیطانی چھوت کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس رات کو مکمل سلامتی والی رات بنایا ہے جو شیاطین کی گردش، مداخلت اور ان کی دراندازیوں سے بالکل محفوظ و مامون ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اس کا نزول ہماری طرف سے شب قدر میں ہوا ہے۔ شب قدر کے معنی ہیں کہ یہ وہ رات ہے جس میں تقدیروں کے فیصلے کر دیے جاتے ہیں یا بالفاظ دیگر یہ عام راتوں جیسی کوئی معمولی رات نہیں ہے، بلکہ یہ قسمتوں کے بنانے اور بگاڑنے کی رات ہے۔ اس میں اس کتاب کا نزول محض ایک کتاب کا نزول نہیں ہے بلکہ یہ وہ کام ہے جو نہ صرف قریش! نہ صرف عرب، بلکہ دنیا کی تقدیر بدل کر رکھ دے گا۔ یہی بات سورۂ دخان میں بھی فرمائی گئی ہے۔

آخر میں بتایا گیا ہے کہ اس رات کو فرشتے اور جبریل علیہ السلام اپنے رب کے اذن سے اس کا حکم لے کر نازل ہوتے ہیں (جسے سورۂ دخان آیت: ۴ میں امر حکیم کہا گیا ہے) اور سے صبح تک سراسر سلامتی کی رات ہوتی ہے، یعنی اس میں کسی شر کا عمل دخل نہیں ہوتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام فیصلے بھلائی کے لیے ہوتے ہیں، ان میں کوئی برائی مقصود نہیں ہوتی، حتی کہ اگر کسی قوم کو تباہ کرنے کا فیصلہ بھی ہوتا ہے تو خیر کے لیے ہوتا ہے، نہ کہ شر کے لیے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

لیلۃ القدر کی فضیلت کو مستحضر رکھنے کا طریقہ

ہم اہل ایمان اس عظیم الشان نعمت کا احساس کریں یا نہ کریں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ہماری ارواح میں اس کی یاد کو تروتازہ رکھنے کا نہایت آسان اور عمدہ طریقہ مقرر فرمادیا ہے، تاکہ ہماری ارواح اس رات سے ہمیشہ وابستہ رہیں۔ آپ نے اس بات پر امت کو ابھارا کہ وہ لیلۃ القدر کو ہر سال رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں ڈھونڈیں اور اس رات میں جاگ کر اللہ کی عبادت کریں! صحیحین میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ» [1] ''شب قدر کو رمضان کی آخری دس راتوں میں تلاش کرو۔'' اس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے دوسری حدیث مبارکہ میں فرمایا: ''جس نے شب قدر میں، اللہ کی عبادت ایمان اور احتساب کی حالت میں کی اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔'' [2]

ایمان واحتساب کی شرط اس لیے عائد کی کہ اسلام ظاہری شکل یا رسم کا نام نہیں، بلکہ یہ دل و دماغ کی حضوری اور یقین واعتماد کے جذبات کے ساتھ مکمل اطاعت وانقیاد کے مظاہرے کا نام ہے۔

سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ

سورۂ بینہ مکی ہے، اس میں آٹھ آیات ہیں

سورت کا نام اور ربطِ سورت

پہلی آیت کے آخری لفظ: ﴿الْبَيِّنَةُ﴾ کو اس سورت کا نام دیا گیا ہے، بعض روایات میں اسے ''لم یکن الذین کفروا'' کا نام بھی دیا گیا ہے۔

قرآن کریم کی ترتیب میں اس کو سورۂ علق اور سورۂ قدر کے بعد رکھنا بہت معنی خیز ہے۔ سورۂ علق میں پہلی وحی درج کی گئی ہے۔ سورۂ قدر میں بتایا گیا ہے کہ وہ کب نازل ہوئی اور اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ اس کتاب کے ساتھ ایک رسول بھیجنا کیوں ضروری تھا۔ سب سے پہلے رسول بھیجنے کی ضرورت بیان کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ دنیا کے لوگ، خواہ وہ اہل کتاب میں سے ہوں یا مشرکین میں سے، جس کفر کی حالت میں مبتلا تھے اس سے ان کا نکلنا اس کے بغیر ممکن نہ تھا کہ ایک ایسا رسول بھیجا جائے جس کا وجود اپنی رسالت پر روشن ہو اور وہ لوگوں کے سامنے اللہ کی کتاب کو اس کی اصلی اور صحیح صورت میں پیش کرے جو باطل کی ان تمام آمیزشوں سے پاک ہو جن سے پچھلی کتب آسمانی کو آلودہ کر دیا گیا ہے۔

جمہور مفسرین کے مطابق یہ مکی سورت ہے۔

---

[1] صحیح البخاري: ۲۰۲۰؛ صحیح مسلم: ۱۱۶۹۔ [2] صحیح البخاري: ۳۵؛ صحیح مسلم: ۷۶۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورت کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

اس سورت میں چار باتوں کو اصولی حیثیت سے بیان کیا گیا ہے:

① رسول کی بعثت اس لیے ضروری تھی کہ کفار و مشرکین سب پر حجت پوری ہوجاتی کہ رسول آیا مگر انہوں نے نہیں مانا۔

② آپ کا دین سابقہ انبیاء کے دین سے متفق ہے اور اہل کتاب میں جو اختلافات دین کے بارے میں ہوئے، وہ کسی ابہام کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کے باطنی مرض کے سبب ہوئے ہیں۔

① تیسری حقیقت یہ ہے کہ دین اپنی اصل کے اعتبار سے ایک ہے، اس کی بنیادیں سادہ اور واضح ہیں اور وہ اپنی ذاتی حیثیت میں تفرقہ و اختلاف کا موجب نہیں ہے۔

② اسلام کی تعلیم کو ماننے والے بہترین مخلوق اور نہ ماننے والے بدترین مخلوق ہیں، یعنی یہ واضح کیا گیا ہے کہ جن لوگوں نے روشن دلائل اور واضح تعلیمات کے بعد کفر کا رویہ اختیار کیا وہ بدترین لوگ ہیں۔ اس کے برعکس جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیے وہ بہترین لوگ ہیں، چونکہ یہ دونوں گروہ اپنی کارکردگی کے باعث مختلف ہیں اس لیے ان کا انجام بھی مختلف ہوگا۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱ -۵) ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۙ① رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ② فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ﴾

ظہور اسلام سے پہلے دنیا اتنی شدید جہالتوں، ضلالتوں اور کفر میں مبتلا تھی کہ ان کی اصلاح اس وقت تک ناممکن تھی، جب تک ایک مصلح واضح دلائل لے کر ان کے پاس نہ آتا اور ان پر واضح آیات نہ پڑھتا، چنانچہ مشیت الٰہی نے اپنی حجت کو پورا کرنے کے لیے رسول کو قرآن کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ اہل کتاب جو توحید، نبوت، وحی اور حشر وغیرہ کے بنیادی عقائد سے مانوس تھے، ان سے بجاطور پر توقع کی جاسکتی تھی کہ وہ کتاب ہدیٰ کے آجانے کے بعد اس پر ایمان لائیں گے، لیکن یہی لوگ اس کی مخالفت میں پیش پیش ہیں اور رسول کی مخالفت کے جوش میں وہ اسلام دشمنوں کی پیٹھ ٹھونک رہے ہیں۔ ان کی یہ بدبختی کوئی نئی بات نہیں، بلکہ اس سے پہلے انہوں نے بڑے بڑے معجزے مانگے اور دیکھے مگر ایمان نہیں لائے! یہ تو اتنے بدنصیب ہیں کہ دین کی ان اساسیات پر بھی متفق نہ رہ سکے جن میں کسی کو اختلاف کی گنجائش نہیں تھی اور وہ دین کی اساسیات اس کے سوا کیا تھیں کہ خالص یکسو ہو کر اللہ کی بندگی کرو، نماز و زکوٰۃ کو ادا کرو۔ مگر انھوں نے ان کو بھی اختلافی چیزیں بنالیا، لہٰذا اے نبی! آپ سو ان کی حالت پر دل تھوڑا نہ کریں۔

شر البریہ اور خیر البریہ کی نشاندہی اور مختلف انجام

(آیات ٦ -٨) اہل کتاب اور مشرکین کے غرور پر کاری ضرب لگاتے ہوئے انہیں بدترین مخلوق قرار دیا اور بتایا گیا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کا مستقل ٹھکانہ جہنم ہے، جبکہ ایمان اور عمل صالح کرنے والے اللہ کے مقرب بندے، جنت میں اللہ کی رضوان کے ساتھ ہمیشہ کے لیے داخل ہوں گے: ﴿جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ﴾

سُوْرَةُ الزَّلْزَلَة

سورۂ زلزال مدنی ہے، اس میں آٹھ آیات ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت اور موضوع

سورت کا نام پہلی آیت کے لفظ: ﴿زِلْزَالَهَا﴾ سے ماخوذ ہے۔

پچھلی سورت میں بتایا گیا کہ جو لوگ اہل ایمان اور عمل صالح کرنے والے ہوں، وہی اللہ کی بہترین مخلوق ہیں، اللہ ان پر راضی ہوگا، جس کے سبب وہ قیامت کے دن ان کو خوش کردے گا۔ اس سورت میں قیامت کے کچھ مناظر دکھائے گئے ہیں تاکہ ایمان والے کے ایمان میں اضافہ ہو اور ایمان سے محروم شخص شاید ڈر جائے اور آمادۂ اصلاح ہو جائے۔

سورت کا موضوع زندگی بعد الموت اور اس میں انسان کے تمام اعمال کا سامنے آ جانا ہے۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۙ ① وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۙ ② وَ قَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۚ ③ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۙ ④ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ؕ ⑤ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ؕ ⑥ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ؕ ⑦ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ⑧﴾

سب سے پہلے تین مختصر فقروں میں یہ بتایا گیا ہے کہ موت کے بعد دوسری زندگی کس طرح واقع ہوگی اور وہ انسان کے لیے کیسے حیران کن ہوگی؟ زمین کو جھٹکے کے ساتھ ہلا دیا جائے گا، اس طرح زمین اپنا بوجھ باہر نکال پھینکے گی: ﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۙ ① وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا﴾ اس زلزلے سے مراد وہ زلزلہ ہے جس سے قیامت کا دوسرا مرحلہ شروع ہوگا، یعنی جب تمام اگلے پچھلے انسان دوبارہ زندہ ہو کر اٹھیں گے اور زمین مرے ہوئے تمام انسانوں نکال کر باہر ڈال دے گی۔ بعد کا فقرہ بتاتا ہے کہ اس وقت ان کے جسم کے تمام بکھرے ہوئے اجزا جمع ہو کر از سرِ نو اسی شکل و صورت میں زندہ ہو جائیں گے جس میں وہ پہلی زندگی کی حالت میں تھے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوا تو وہ کیسے کہیں گے: زمین کو کیا ہو گیا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح وہ نہ صرف مرے ہوئے انسانوں کو باہر نکال پھینک دے گی بلکہ ان کی پہلی زندگی کے افعال واقوال اور حرکات وسکنات کا جو انبار اس کی تہوں میں دبا پڑا ہے، اس سب کو بھی وہ نکال کر باہر ڈال دے گی۔

ٹھیک اس وقت جب کہ انسان دہشت زدہ اور مبہوت ہے، وہ سوال کرتے وقت اپنی سانس روک نہیں پا رہا، وہ بار ہا پوچھتا ہے: اسے کیا ہو گیا ہے: ﴿وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا﴾ جواب ملے گا کہ زمین کی یہ مجال اس لیے ہوگی کہ تیرے رب نے اسے حکم کیا ہوگا: ﴿بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا﴾ اسی وقت وہ حشر، حساب، وزن اعمال اور جزا وسزا کے منظر سے دو چار ہوگا۔ اس دن زمین کے گوشے گوشے سے انسان گروہ در گروہ اپنی قبروں سے نکل نکل کر آئیں گے تا کہ ان کے اعمال ان کو دکھائے جائیں: ﴿يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ﴾ اور اعمال کی یہ پیشی ایسی مکمل اور مفصل ہوگی کہ کوئی ذرہ بھر نیکی یا بدی بھی ایسی نہ رہ جائے گی جو سامنے نہ آئے۔

یہ انتہائی شدید اور دہشت ناک حادثہ ہے، وہ اس مقام پر جا رہے ہیں جہاں ان کے سامنے ان کے اپنے اعمال پیش ہوں گے تا کہ وہ ان کے انجام کا سامنا کریں: ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾

وہ اپنے اعمال کا خود مشاہدہ کریں گے اور اس مشاہدے کے بعد دقیق حساب ہوگا۔ خیر اور شر کے ہر ذرے کا وزن، اپنی تمام جزئیات وتفصیلات کے ساتھ اور پھر اس کی جزا یا سزا ملے گی۔

چاہیے کہ دل شدت تاثر سے ہل جائیں

غرضیکہ یہ سورت غفلت میں سرشار دلوں کو شدت سے جھنجھوڑنے والی ہے۔ اس جھنجھوڑنے میں موجود منظر اور الفاظ کے آہنگ سب کا اشتراک ہے، یہ زمین پر بسنے والوں کو ہلا ڈالنے والی ایک زوردار آواز ہے، یہ ایک ایسا منظر ہے جو سامعین کے قدموں تلے کی ہر ساکن شے کو ہلا ڈالتا ہے اور انہیں محسوس ہونے لگتا ہے جیسے وہ بری طرح ہل رہے ہیں، ڈگمگا رہے ہیں۔

سُوْرَةُ الْعَادِيَاتِ

سورۂ عادیات مکی ہے، اس میں گیارہ آیات ہیں

سورت کا نام اور موضوع

پہلے ہی لفظ: ﴿وَالْعٰدِيٰتِ﴾ کو اس کا نام قرار دیا گیا ہے۔

سابقہ سورت میں بتایا گیا کہ انسان اپنے تمام اعمال بچشم سر خود دیکھ لے گا، اس سورت میں اس مضمون کو دوسرے انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ جو کچھ لوگوں کے سینوں میں ہے وہ سب کچھ نکلوا لیا جائے گا۔

پچھلی سورت میں روز قیامت کی ہلچل کی تصویر ہے۔ جس دن وہ سب کچھ ہوگا جو انسان کو دہشت زدہ کرنے کے لیے کافی ہوگا اور اس سورت میں قیامت کی ہولناکی اور دہشت زدگی کو دکھا کر وقوع قیامت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کر دیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورت کے مضامین کا تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿ وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۙ﴿١﴾ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ﴿٢﴾ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۙ﴿٣﴾ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ﴿٤﴾ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ﴿٥﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ﴿٦﴾ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۚ﴿٧﴾ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۭ﴿٨﴾ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۙ﴿٩﴾ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ﴿١٠﴾ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَىِٕذٍ لَّخَبِيْرٌ ﴿١١﴾ ﴾

عقیدہ آخرت کا اثبات، بخل وزر پرستی اور ناشکرے پن کی مذمت۔

اس سورت کا مضمون انسان کو یہ بات سمجھانا ہے کہ عقیدۂ آخرت کا انکار کر کے وہ کیسی کیسی اخلاقی پستیوں میں گر جاتا ہے، نیز یہ کہ آخرت میں صرف ظاہری اعمال ہی کی نہیں بلکہ ان کے دلوں میں چھپے ہوئے اسرار تک کی جانچ پڑتال کی جائے گی۔ اس مقصد کے لیے عرب میں پھیلی ہوئی اس عام بدامنی کو دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے جس سے سارا ملک تنگ آیا ہوا تھا، ہر طرف کشت وخون برپا تھا، لوٹ مار کا بازار گرم تھا، قبیلوں پر قبیلے چھاپے مار رہے تھے اور کوئی شخص بھی رات چین سے نہیں گزار سکتا تھا، کیونکہ ہر وقت کھٹکا لگا رہتا تھا کہ کب کوئی دشمن صبح سویرے اس کی بستی پر ٹوٹ پڑے۔ یہ ایک ایسی حالت تھی جسے عرب کے سارے لوگ جانتے اور اس کی قباحت محسوس کرتے تھے۔ اگرچہ لٹنے والا اس پر ماتم کرتا تھا اور لوٹنے والا اس پر خوش ہوتا تھا، لیکن جب کسی لوٹنے والے کی اپنی شامت آجاتی تھی تو وہ بھی محسوس کر لیتا تھا کہ کیسی بری حالت ہے، جس میں ہم لوگ مبتلا ہیں۔ اس صورتحال کی طرف اشارہ کر کے یہ بتایا گیا کہ موت کے بعد دوسری زندگی اور اس میں اپنے رب کے حضور جوابدہی سے ناواقف یا غافل ہو کر انسان اپنے مالک ومنعم کا ناشکرا ہو گیا ہے: ﴿ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ﴾ اور وہ اللہ کی عطا کردہ قوتوں کو ظلم وستم اور غارتگری کے لیے جانتے بوجھتے استعمال کر رہا ہے: ﴿ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ﴾ وہ مال و دولت کی محبت میں اندھا ہو کر ہر طریقے سے اسے حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے! خواہ وہ کیسا ناپاک اور گھناؤنا طریقہ ہو: ﴿ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ﴾ اور اس کی حالت خود اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ وہ اپنے رب کی عطا کی ہوئی قوتوں کا غلط استعمال کر کے اس کی ناشکری کر رہا ہے۔ اس کی یہ روش ہرگز نہ ہوتی اگر وہ اس وقت کو جانتا ہوتا جب قبروں سے زندہ ہو کر اٹھنا ہوگا ﴿ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ﴾ اور جب وہ ارادے اور وہ اغراض و مقاصد تک دلوں سے نکال کر سامنے رکھ دیے جائیں گے جن کی تحریک سے اس نے دنیا میں طرح طرح کے کام کیے تھے: ﴿ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ﴾ انسانوں کے رب کو خوب معلوم ہوگا کہ کون کیا کر کے آیا ہے اور کس کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جانا چاہیے: ﴿ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَىِٕذٍ لَّخَبِيْرٌ ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَۃُ الْقَارِعَۃِ

سورۂ قارعہ مکی ہے، اس میں گیارہ آیات ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت اور موضوع

پہلی آیت: ﴿ اَلْقَارِعَةُ ﴾ کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے، پچھلی سورت میں قیامت کے چند مناظر بیان کیے گئے تھے، اس سورت میں اسی روزِ محشر کی حقیقت سے آگاہ کیا گیا ہے کہ اس وقت اگرچہ کسی کو معلوم نہیں، لیکن اس کا آنا یقینی ہے۔ جس طرح کوئی اچانک آکر دروازے پر دستک دیتا ہے اسی طرح وہ اچانک آ دھمکے گی۔

اَلْقَارِعَةُ قیامت کو کہتے ہیں، کیونکہ وہ اپنی ہولناکی کے باعث دلوں پر ضرب لگاتی اور انھیں ہلاتی ہوئی آئے گی۔

اس کا موضوع قیامت اور آخرت کا واقع ہونا ہے، پوری سورت اسی القارعہ کے بیان پر مشتمل ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس میں کیا واقعات ہوں گے؟ ان کا انجام کیا ہوگا؟

سورت کے مضامین کا تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿ اَلْقَارِعَةُ ۙ﴿۱﴾ مَا الْقَارِعَةُ ۚ﴿۲﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ؕ﴿۳﴾ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۙ﴿۴﴾ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ؕ﴿۵﴾ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ﴿۶﴾ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ؕ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ﴿۸﴾ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ؕ﴿۹﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ؕ﴿۱۰﴾ نَارٌ حَامِيَةٌ ﴿۱۱﴾ ﴾

سب سے پہلے لوگوں کو یہ کہہ کر چونکا دیا کہ عظیم حادثہ! کیا ہے وہ عظیم حادثہ؟ تم کیا جانو کہ وہ عظیم حادثہ کیا ہے؟ یہ اس لیے کہ اس کے مفہوم اور اس کے آہنگ سے ایک دہشت ناک فضا پیدا ہو۔ سوال کے انداز سے احساس ہوتا ہے کہ یہ ایک ہولناک اور پر پیچ معاملہ ہے جس کے متعلق سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ اس طرح سامعین کو کسی ہولناک واقعے کے پیش آنے کی خبر سننے کے لیے تیار کرنے کے بعد دو فقروں میں ان کے سامنے قیامت کا نقشہ پیش کر دیا گیا ہے۔

پہلا منظر ایسا دل چیر دینے والا ہے جسے سنتے ہی اعضاء و جوارح پر کپکپی طاری ہو جائے۔ اس روز لوگ گھبراہٹ کے عالم میں اس طرح ہر طرف بھاگے بھاگے پھریں گے جیسے روشنی پر آنے والے پروانے بکھرے ہوئے ہوتے ہیں: ﴿ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ﴾ اس دن قلعے، مورچے، حصار تو درکنار پہاڑوں کا یہ حال ہوگا کہ وہ اپنی جگہ سے اکھڑ جائیں گے، ان کی بندش ختم ہو جائے گی اور وہ دھنی ہوئی روئی کی طرح ہو کر رہ جائیں گے: ﴿ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ﴾ پھر تمام نوعِ انسانی کا انجام سامنے آتا ہے کہ آخرت میں جب لوگوں کا حساب کرنے کے لیے اللہ کی عدالت قائم ہوگی تو اس میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فیصلہ اس بنیاد پر ہوگا کہ کس شخص کے نیک اعمال برے اعمال سے زیادہ وزنی ہیں اور کس کے نیک اعمال کا وزن اس کے برے اعمال کی بہ نسبت ہلکا ہے۔ پہلی قسم کے لوگوں کو وہ عیش نصیب ہوگا جس سے وہ خوش ہو جائیں گے: ﴿فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ﴾ اور دوسری قسم کے لوگوں کو اس گہری کھائی میں پھینک دیا جائے گا جو آگ سے بھری ہوگی: ﴿فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ﴾ اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا۔

اُم...... ماں بچے کی پناہ گاہ ہوتی ہے۔ اس دن ان لوگوں کی جائے پناہ "ھاویہ" ہوگی، یعنی جس طرح ماں کی گود بچے کا ٹھکانہ ہوتی ہے، اسی طرح آخرت میں اہل جہنم کے لیے جہنم ٹھکانہ ہوگی۔

ھاویہ کے معنی اونچی جگہ سے نیچی جگہ گرنے کے ہیں اور ھاویہ اس گہرے گڑھے کے لیے بھی بولا جاتا ہے جس میں کوئی چیز گرے۔ جہنم کو ھاویہ کے نام سے اس لیے موسوم کیا گیا ہے کہ وہ بہت عمیق ہوگی اور اہل جہنم اس کے اوپر سے پھینکے جائیں گے۔

یہ اندازِ بیان غیر معمولی، ہولناک اور دلوں کو دہلا دینے والا ہے۔ اس میں ابہام ہے تاکہ یہ اس کی وضاحت کی تمہید بن سکے جو اس کے بعد ہے۔ اس وضاحت سے قرآنی بیان کے اثرات مزید گہرے ہو جاتے ہیں۔

سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ

سورۂ تکاثر مکی ہے، اس میں آٹھ آیات ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت اور موضوع

پہلی آیت کے لفظ ﴿التَّكَاثُرُ﴾ کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔

یہ سورت سابقہ سورت کی مثنیٰ ہے، دونوں کے مضمون میں کوئی اصولی فرق نہیں ہے۔ سابقہ سورت میں بتایا گیا کہ نیکیاں ہی آخرت میں کام آنے والی ہیں۔ میزان اعمال میں انہی کا وزن ہوگا۔ جس نے ان کا ذخیرہ جمع کر لیا وہ فلاح پائے گا اور جو ان سے محروم رہا اس کی میزان بالکل بے وزن رہے گی۔ حسرت واندوہ کے سوا اس کے حصے میں کچھ نہیں آئے گا۔

اس سورت میں ان لوگوں کو متنبہ کیا گیا ہے جنھوں نے ساری عمر اس جد وجہد میں کھپا دی کہ مال و دولت کے اعتبار سے وہ دوسروں سے آگے نکل جائیں۔ اسی تگ و دو میں ان کی زندگی کی شام ہو جاتی ہے اور انھیں یہ سوچنے کی مہلت ہی نہیں ملتی کہ حساب و کتاب اور جزا و سزا کا مرحلہ بھی آنے والا ہے۔

سورت کے مضامین کا تفصیلی تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ﴾

اس سورت کا آہنگ عمیق، پر ہیبت اور خوف سے بھرا ہوا ہے! گویا ایک نذیر ہے..... آگاہ کرنے والے کی آواز ہے جو ایک اونچے مقام پر کھڑا غفلت کی نیند سونے والوں کو چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے: ﴿ اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ﴾ ''زیادہ سے زیادہ مال واولاد کی ایک دوسرے سے بڑھی ہوئی ہوس نے تمھیں غفلت میں ڈالے رکھا، یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے۔''

بے پروا اور مدہوش لوگو! اے غافلو! جو مال اور دنیوی ساز وسامان کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے میں لگے ہوئے ہو! تم دھوکے میں پڑے ہوئے ہو، تم ان سب چیزوں کو چھوڑ کر ایک ایسے تنگ وتاریک گڑھے میں گرنے جا رہے ہو جہاں نہ اس دنیوی ہوس کا موقع ہے اور نہ تفاخر کا! جاگو! آنکھیں کھولو! دیکھو: ﴿ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴾

یہ سورت آپ اپنی تفسیر ہے۔ یہ اپنے معنی اور اپنے آہنگ دونوں سے انسانی احساسات پر گہرے اثرات چھوڑتی ہے۔ اس سورت کو پڑھ کر دل بوجھل اور فکر آخرت میں ڈوب جاتا ہے اور حیات دنیا کی نمائشی اور حقیر لذتوں اور نعمتوں سے، انسان کا دل ہٹ جاتا ہے اور وہ انتہائی چھوٹی چھوٹی اور جزوی باتوں پر بھی اپنے نفس کا محاسبہ کرنے لگتا ہے۔

یہ سورت دنیاوی زندگی کی اس طرح تصویر کشی کرتی ہے جیسے وہ زندگی کے طویل سفر میں پلک جھپکنے کا لمحہ ہو۔

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ سیدنا ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ سیدنا ابوالہیثم رضی اللہ عنہ کے باغ میں تشریف لے گئے اور وہاں سے کھجوریں کھائیں اور ٹھنڈا پانی پیا۔ فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، یہ ان نعمتوں میں سے ہے جن کے بارے میں تمھیں قیامت کے دن جواب دینا ہوگا یہ ٹھنڈی اور شیریں کھجوریں اور ٹھنڈا پانی بھی ہے۔'' سنن ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نعمتوں کے سوال میں قیامت کے دن سب سے پہلے یہ کہا جائے گا: ہم نے تمہیں صحت نہیں دی تھی؟ اور ٹھنڈا پانی عطا نہیں کیا تھا۔''

ان احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سوال صرف کفار ہی سے نہیں، مومنین صالحین سے بھی ہوگا! رہیں اللہ کی وہ نعمتیں جو اس نے عطا کی ہیں تو وہ لامحدود ہیں ان کا کوئی شمار نہیں کیا جا سکتا، بلکہ بہت سی نعمتیں تو ایسی ہیں کہ انسان کو ان کی خبر بھی نہیں ہے! جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ﴾ ''اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو انھیں شمار نہیں سکتے۔''

سُوْرَةُ الْعَصْرِ

سورت کا نام اور موضوع

پہلی آیت کے لفظ: ﴿ وَالْعَصْرِ ﴾ کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔

سابقہ سورت میں ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی جو ساری زندگی اسی دنیا کے مال ومتاع جمع کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں تک کہ موت آن کھڑی ہوتی ہے اور انہیں سوچنے کی فرصت نہیں ملتی کہ یہ عمر عزیز اللہ تعالیٰ نے کن بلند مقاصد کی خاطر عطا فرمائی ہے۔ سورۂ عصر میں زندگی کی اصل قدر وقیمت کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ کیا چیز اس کو ابدی فلاح کی ضامن بناتی ہے اور کیا چیز اس کو دائمی خسران میں تبدیل کر دیتی ہے۔

سورت کے مضامین کا تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿وَالْعَصْرِ ۙ﴿١﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۙ﴿٢﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾

تین آیات پر مشتمل یہ چھوٹی سی سورت انسانی زندگی کے لیے کامل نظام حیات پیش کرتی ہے۔ ایمانی فکر کے اہم نشانات کی عظیم اور جامع حقیقت کو واضح ترین اور دقیق ترین صورت میں بیان کرتی ہے اور چند چھوٹے جملوں میں کامل اسلامی دستور ہمارے سامنے رکھ دیتی ہے، نیز یہ سورت امت مسلمہ کی حقیقت اور اس کے فرائض منصبی بھی واضح کرتی ہے۔

انسان کے دائمی خسران یا فوز وفلاح کی حقیقت کو سمجھانے کے لیے زمانے کو بطور گواہ پیش کیا ہے کہ انسان غور کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ اس دنیا میں اصل سرمایہ جو اسے حاصل ہے بس وہ تھوڑا سا وقت ہے، جو مہلت حیات کی حیثیت سے اس کے حصے میں آیا ہے۔ اس کے صحیح استعمال سے وہ پسندیدہ بندہ بن سکتا ہے اور غلط استعمال سے ہمیشہ کے لیے نقصان اٹھانے والا بن جاتا ہے۔

سورت بحیثیت مجموعی جس حقیقت کو بیان کرتی ہے وہ یہ ہے کہ زمانہ گواہ ہے کہ انسان نے ہمیشہ نقصان اٹھایا مگر ایمان، عمل صالح، تبلیغ حق اور صبر وثبات کے پابند ہمیشہ کامیاب رہے۔

عصر زمانے کو کہتے ہیں اور عصیر لغوی طور پر نچوڑی ہوئی چیز کو، جس سے مراد اس چیز کی آخری حالت بھی ہوتی ہے۔ نماز عصر سارے دن کے آخری نماز ہوتی ہے، یعنی سارے دن کا خلاصہ اور نچوڑ ہوتی ہے۔

انسانی عمر کے لمحات دیکھتے دیکھتے کس تیزی سے گزر جاتے ہیں اور انسان خالی ہاتھ رہ جاتا ہے، اسی کو گواہ بنا کر قرآن مجید کہتا ہے کہ ایمان سے محروم انسان بھی کیسا بدقسمت اور حرمان نصیب ہے۔

وہ چار صفات جو خسران کو فلاح وفوز ان میں بدل دیتی ہیں: ایمان، عمل صالح، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر ہیں۔

ایمان کے بعد نیک عمل، ایمان کی تصدیق کی شرط کمال ہے۔ علمائے سلف نے ایمان کے ساتھ عمل کو لازم قرار دیا ہے۔

محض زبانی دعوائے ایمان ناکافی ہے۔ اس ضمن میں یہ بات قابل غور ہے کہ قرآن کریم نے ''صالح'' کو ال، کے ساتھ معرفہ کیا ہے: ﴿عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ صرف وہی اعمال 'صالح' ہیں جنھیں اللہ اور اس کے رسول نے صالح قرار دے رکھا ہے، کوئی اپنی مرضی سے کسی کام کو نیکی کا کام قرار نہیں دے سکتا، بلکہ ہر ایسا کام مردود وسعی نامشکور کے زمرے میں شمار ہوگا۔ اسے سنت کے مقابلے میں بدعت کہا جائے گا۔ جو شخص اپنی مرضی سے نیکیوں کی فہرست تیار کر لیتا ہے وہ اہل بدعت میں سے ہے۔ دین اسلام کو اللہ نے لاوارث نہیں چھوڑ رکھا کہ جس کا جی چاہے اپنے من سے نیکیاں تراشنا شروع کر دے بلکہ دین کی تکمیل کر دی گئی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح وہ بھی عمل صالح نہیں جس کی جڑ میں ایمان موجود نہ ہو، اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین پر ایمان لائے بغیر کوئی رفاہی کام، مشنری کام تو ہوسکتا ہے، عمل صالح نہیں ہوسکتا۔

تواصی بالحق سے مراد ہے کہ ایمان والوں کو دوسرے لوگوں تک بھی یہ جذبہ پہنچانا ضروری ہے کیونکہ اس وقت تک وہ پھول پھول شمار نہیں ہوسکتا جب تک اس کا جمال اپنے ہم نشین میں اثر نہ کرے، وہ حرارت ایمانی کیا ہوئی جس کی گرمی سے بدعملی کا جمود نہ ٹوٹے، وہ خوشبو کیسے خوشبو کہلانے کی حقدار ہے جب دوسروں کے دل ودماغ کو معطر نہ کرے، لہٰذا وجہ ایمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اور لوگوں تک بھی عمل صالح کی بہار جگائے۔

اہمیت وفضیلت ......قرآن کی ساری سورتوں کی جامع

یہ سورت جامع اور مختصر کلام کا بے نظیر نمونہ ہے۔ اس کے اندر چند جچے تلے الفاظ میں معانی کی ایک دنیا بھر دی گئی ہے۔ جس کو بیان کرنے کا حق پوری ایک کتاب میں ادا نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اس میں بالکل دوٹوک طریقے سے بتادیا گیا ہے کہ انسان کی فلاح کا راستہ کون سا ہے اور اس کی تباہی و بربادی کا راستہ کون سا ہے۔

یہ وہ عظیم الشان انکشاف ہے کہ ساری دنیائے سائنس اب تک جتنی بھی ایجادات منظر عام پر لائی ہے ان سے زیادہ عظیم، جلیل القدر، مفید اور نفع بخش یہی انکشاف ہے جس نے انسان کو خسران سے نکلنے اور فلاح وفوزان کی طرف آنے کا راستہ دریافت کردیا۔ قرآن مجید کے نزول کا اصل مقصد صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرنا اور انسان کی شخصی واجتماعی زندگی کو آخرت کے نصب العین کے تحت منظم کرنا ہے۔ گویا جو بات قرآن کی سو سے زائد سورتوں میں سمجھادی گئی ہے وہ اس سورت کی تین آیتوں میں سمودی گئی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے بہت زبردست بات کہی کہ اگر لوگ اس سورت پر غور کریں تو یہی ان کی ہدایت کے لیے کافی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سورۂ عصر

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نگاہ میں اس سورت کی کیا اہمیت تھی، اس کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ اصحاب رسول میں سے جب دو آدمی ایک دوسرے سے ملتے تو اس وقت تک جدا نہ ہوتے، جب تک ایک دوسرے کو سورۂ عصر نہ سنا لیتے۔ [1]

سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ

سورۂ ہمزہ ہے، اس میں نو آیات ہیں

سورت کا نام، ربطِ سورت اور مرکزی مضمون

پہلی آیت کے لفظ ہمزہ کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔

سورۂ عصر میں فلاح پانے والے انسانوں کا کردار بیان ہوا کہ وہ ایک دوسرے کو حق اور صبر کی تلقین کرتے ہیں جبکہ اس

---

① طبرانی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورت میں اِس کے متضاد کردار یعنی ان بخیلوں کا کردار بیان ہوا ہے جو روپیہ گن گن کر رکھتے ہیں اور لوگوں کو ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی پر ابھارنا تو در کنار، کسی کو اگر دیکھ پائیں کہ وہ ادائے حقوق کے معاملے میں اچھی سوچ رکھتا ہے تو اپنے طعن وطنز سے اس کا قافیہ تنگ کر دیتے ہیں اور پوری کوشش کرتے ہیں کہ وہ بھی انہی کی طرح بے حس بن کر رہ جائے۔

سورۂ زلزال سے اب تک کی سورتوں سے ربط

اس سورت کو اگر ان سورتوں کے تسلسل میں رکھ کر دیکھا جائے جو سورۂ زلزال سے یہاں تک چلی آ رہی ہیں تو آدمی بڑی اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ مکہ معظمہ کے ابتدائی دور میں کس طریقے سے اسلام کے عقائد اور اس کی اخلاقی تعلیمات کو لوگوں کے ذہن نشین کیا گیا تھا۔

سورۂ زلزال میں بتایا گیا کہ روز حشر ہر چھوٹی بڑی نیکی یا بدی انسان کے سامنے آ جائے گی، سورۂ عادیات میں بتایا گیا کہ تمہاری نیتوں تک کی جانچ پڑتال کی جائے گی۔ سورۂ قارعہ میں واضح کیا گیا کہ انسان کے اچھے یا برے انجام کا انحصار اس پر ہوگا کہ اس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہے یا ہلکا۔ سورۂ تکاثر میں فرمایا کہ دنیا میں میسر تمام نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ سورۂ عصر میں انسان کو راہ خسران کا مسافر اور اس سے نکلنے کا راستہ بتایا گیا اور اس سورۂ ہمزہ میں جاہلیت کی سرداری کا ایک نمونہ پیش کر کے لوگوں کے سامنے گویا ایک سوال رکھ دیا گیا کہ کیا کردار آخرت میں خسارے کا موجب نہیں ہے؟

سورت کے مضامین کا تجزیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙ﴿١﴾ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَهٗ ۙ﴿٢﴾ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۚ﴿٣﴾ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۖ﴿٤﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ؕ﴿٥﴾ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ﴿٦﴾ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ؕ﴿٧﴾ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۙ﴿٨﴾ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ﴾

''ہلاکت ہے ہر اس شخص کے لیے جو لعن طعن کرتا اور عیب نکالتا ہے۔''

ہمز اور لمز عربی زبان میں معنی کے اعتبار سے باہم اتنے قریب ہیں کہ کبھی دونوں ہم معنی استعمال ہوتے ہیں اور کبھی دونوں میں فرق ہوتا ہے۔ یہاں چونکہ ایک ہی جگہ دونوں آئے ہیں اس لیے یہ دونوں مل کر معنی دیتے ہیں کہ اس شخص کی عادت سی بن گئی ہے کہ وہ دوسروں کی تحقیر وتذلیل کرتا ہے، کسی پر انگلیاں اٹھاتا ہے اور کسی کو آنکھوں سے اشارے کرتا ہے، کسی کے نسب پر طعن کرتا ہے، کسی کو اس کے منہ پر چوٹیں کرتا ہے اور کسی کی پیٹھ پیچھے اس کی برائیاں بیان کرتا ہے، کسی کے برے برے نام رکھتا ہے اور کہیں دو ملنے والوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔

جو دولت جمع کرتا ہے اور اسے گن گن کر رکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ دولت کی بدولت وہ خود بھی ہمیشہ دنیا میں رہے گا اور اس کا مال بھی۔ پہلے فقرے کے بعد دوسرا فقرہ خود بخود یہ معنی دیتا ہے کہ لوگوں کی تحقیر وتذلیل وہ اپنی مالداری کے غرور میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے: ﴿ جَمَعَ مَالًا ﴾ سے مال کی کثرت کا مفہوم نکلتا ہے اور: ﴿ وَّعَدَّدَهٗ ﴾ مال کو گن گن کر رکھنے کے الفاظ سے اس کے بخل اور زر پرستی کی تصویر نگاہوں میں آ جاتی ہے، وہ اپنی زر پرستی اور بخل میں اتنا منہمک ہے کہ اسے مرنا بالکل یاد نہیں اور اگر وہ سوچتا بھی ہے تو صرف اتنا کہ اس کا مال اسے حیات جاوداں بخش دے گا اور اس پر کبھی زوال نہیں آنے دے گا۔

﴿ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ﴾ ہرگز نہیں، وہ حطمہ میں ضرور پھینکا جائے گا! لینبذن نبذ عربی زبان میں کسی چیز کو بے وقعت کر کے پھینک دینے کے لیے بولا جاتا ہے۔ اس سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ وہ اپنی مالداری کی وجہ سے دنیا میں اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھتا ہے، لیکن قیامت کے روز اسے حقارت کے ساتھ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

﴿ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ﴾ اور آپ کیا جانیں کہ وہ حطمہ کیا ہے؟ الحطمه کے معنی توڑنے، کچلنے اور ٹکڑے کر ڈالنے کے ہیں۔ جہنم کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ جو چیز بھی اس میں پھینکی جائے گی اسے وہ اپنی گہرائی اور اپنی آگ کی وجہ سے توڑ کر رکھ دے گی۔

﴿ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ﴾ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ جو دلوں پر چڑھ جائے گی۔ پہلے ابہام اور پھر اجمال، پھر اس کی عظمت وہولناکی کو ابھارنے کے لیے سوال۔ پھر جواب اور وضاحت۔ یہ سب تاکید وتفخیم کے انداز ہیں۔ یہی نہیں! انداز بیان میں بھی تہدید ہے۔ دلوں پر چڑھنے والی آگ اس لیے ہوگی کہ ان کے دلوں میں اللہ کے ذکر اور آخرت کے فکر کی کوئی جگہ نہ تھی۔

نار اللّٰہ کی اصطلاح اور اس کی تعبیر

قرآن مجید میں اس مقام کے سوا اور کہیں جہنم کی آگ کو اللہ کی آگ نہیں کہا گیا۔ اس سے اس کی ہولناکی کا اظہار ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی دولت پا کر غرور وتکبر میں مبتلا ہو جانے والوں کو اللہ کس قدر سخت نفرت اور غضب کی نگاہ سے دیکھتا ہے، جس کی وجہ سے اس نے اس آگ کو خاص اپنی آگ کہا ہے۔

﴿ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ﴾ ”یہ آگ اوپر سے ڈھانک دی جائے گی“ کوئی دروازہ تو درکنار کوئی جھری تک کھلی نہ ہوگی، تاکہ تپش کا کوئی حصہ ضائع نہ ہو، بلکہ سب کا سب ان کے جلانے ہی میں صرف ہو۔

﴿ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴾ ”اس کے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ جہنم کے دروازوں کو بند کر کے ان پر اونچے اونچے ستون گاڑ دیے جائیں۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اس آگ کے اندر وہ مجرم لمبے لمبے ستونوں کے ساتھ بھاری بھاری زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے۔ تاکہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکیں۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ اس آگ کے شعلے لمبے لمبے ستونوں کی شکل میں اٹھ رہے ہوں گے۔ اس سورت میں ستونوں کے ساتھ مجرموں کے باندھے جانے کا ذکر ہے، سورۂ حاقہ میں اسی طرح کے مجرموں کے لیے ستر گز زنجیر کا بھی ذکر ہے: ﴿ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۙ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۙ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴾

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ الْفِيلِ

سورۂ فیل مکی ہے، اس میں پانچ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(آیات ۱۔ ۵) ﴿ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ① اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ② وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ③ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ④ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ⑤﴾

پہلی ہی آیت کے لفظ: ﴿ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ﴾ سے اس سورت کا نام ماخوذ ہے۔

القارعة سے الهمزة تک خاص بات جو قریش پر واضح کی گئی ہے، وہ یہی ہے انہوں نے حب مال و اولاد اور حب جاہ کے مرض میں مبتلا ہو کر اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق تو پامال کیے لیکن زعم یہ ہے کہ وہ سیدنا ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کے وارث اور بیت اللہ کے متولی ہیں۔ اس سورت اور اس کے بعد کی سورۂ قریش میں انہیں تنبیہ کی گئی ہے کہ اس سرزمین پر جو نعمتیں تمہیں حاصل ہیں وہ اس گھر کی برکت وعظمت کے باعث ہیں۔ احسان شناسی کا تقاضا تھا کہ تم اس گھر کے رب کی بندگی کرتے۔

اس سورت میں اسی سلسلے کی ایک نہایت اہم شہادت پیش کی گئی ہے جس سے بتانا یہ مقصود ہے کہ اس گھر کی حفاظت بھی اللہ تعالیٰ فرمانے والا ہے اور اس نے اس خطے کو اس لیے چنا ہے کہ وہ آخری نور (وحی) کا مرکز و مہبط اور نقطۂ آغاز بنے جہاں سے اس عقیدے کے مقدس لشکر اطراف عالم میں ''جاہلیت'' کو شکست دینے اور ہدایت اور خیر کو قائم و برپا کرنے نکلیں۔

اصحاب الفیل کا واقعہ

اصحاب الفیل کا واقعہ اہل مکہ کے لیے کوئی پرانا یا افسانوی ہرگز نہ تھا۔ مکے کا بچہ بچہ اسے جانتا تھا۔ تمام اہل عرب اس بات کے قائل تھے کہ ابرہہ کے اس حملے سے کعبے کی حفاظت کسی دیوی یا دیوتا نے نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے کی تھی۔ اللہ ہی سے قریش کے سرداروں نے مدد کے لیے دعائیں مانگی تھیں اور چند سال تک قریش کے لوگ اس واقعے سے اس قدر متاثر رہے تھے کہ انہوں نے اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی تھی۔ اس لیے سورۂ فیل میں ان تفصیلات کے ذکر کی حاجت نہ تھی، بلکہ صرف واقعہ کو یاد دلانا کافی تھا تاکہ قریش کے لوگ خصوصاً اور اہل عرب عموماً اپنے دلوں میں اس بات پر غور کریں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کی طرف دعوت دے رہے ہیں وہ آخر اس کے سوا اور کیا ہے کہ تمام دوسرے معبودوں کو چھوڑ کر صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی جائے، نیز وہ یہ بھی سوچ لیں کہ اگر اس دعوت حق کو دبانے کے لیے انہوں نے زور وزبردستی سے کام لیا تو جس رب نے اصحاب الفیل کو تہس نہس کیا تھا، اسی کے غضب میں وہ گرفتار ہوں گے۔ اس کا ایک سبق یہ بھی ہے کہ شعائر اللہ کی توہین سے دائمی ذلت نصیب ہوتی ہے اور احترام سے عزت ملتی ہے۔

﴿ اَبَابِيْلَ ﴾ سے مراد ابابیلیں نہیں، جیسا کہ عام طور پر لوگوں نے سمجھا ہے۔ عربی زبان میں ابابیل کے معنی ہیں: بہت سے متفرق گروہ جو پے در پے مختلف سمتوں سے آئیں، خواہ وہ آدمیوں کے ہوں یا جانوروں کے۔ یہ لفظ گھوڑوں کی جماعت اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چڑیوں کے جھنڈ کے لیے بھی آتا ہے۔

عکرمہ اور قتادہ کہتے ہیں کہ یہ جھنڈ کے جھنڈ پرندے بحر احمر کی طرف سے آئے تھے۔ سعید بن جبیر اور عکرمہ کہتے ہیں کہ اس طرح کے پرندے نہ پہلے کبھی دیکھے گئے تھے نہ بعد میں دیکھے گئے۔ یہ نہ نجد کے پرندے تھے، نہ حجاز کے اور نہ تہامہ کے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ان کی چونچیں پرندوں جیسی تھیں اور پنجے کتے جیسے۔ عکرمہ کا بیان ہے کہ ان کے سر شکاری پرندوں کے سروں جیسے تھے اور تقریباً سب راویوں کا متفقہ بیان ہے کہ ہر پرندے کی چونچ میں ایک ایک کنکر تھا اور پنجوں میں دو دو کنکر۔

مکہ کے بعض لوگوں کے پاس یہ کنکر ایک مدت تک محفوظ رہے! وہ مٹر کے چھوٹے دانے کے برابر سیاہی مائل سرخ تھے!

﴿سِجِّيۡلٍ﴾ فارسی لفظ ہے جو دو لفظوں ''سنگ اور گل'' سے مرکب ہے۔ اس کے معنی پتھر اور مٹی کے ہیں، یا وہ پتھر جو مٹی میں لتھڑے ہوئے ہوں۔

سُوۡرَةُ قُرَيۡشٍ

سورۂ قریش مکی ہے، اس میں چار آیات ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

﴿لِاِيۡلٰفِ قُرَيۡشٍ ۝١ اٖلٰفِهِمۡ رِحۡلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيۡفِ ۝٢ فَلۡيَعۡبُدُوۡا رَبَّ هٰذَا الۡبَيۡتِ ۝٣ الَّذِيۡۤ اَطۡعَمَهُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ۙ وَّ اٰمَنَهُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ﴾

سورت کا نام پہلی ہی آیت: ﴿لِاِيۡلٰفِ قُرَيۡشٍ﴾ سے ماخوذ ہے۔

سورۂ فیل میں دکھایا گیا کہ اس سرزمین میں قریش کو جو امن حاصل ہے وہ اسی گھر کی بدولت ہے۔ اس سورت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس سرزمین میں ان کو رزق کے جو وسائل حاصل ہیں، ان کی راہیں بھی اسی گھر کی بدولت کھلی ہیں۔ اس لیے حق یہ ہے کہ وہ اس گھر کے مالک ہی کی عبادت کریں اور اس کے حق میں کسی دوسرے کو شریک ہرگز نہ کریں۔ تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر انہوں نے اس گھر کے رب کی ناشکری کی تو یاد رکھیں کہ اس کی پاسبانی کا شرف بھی کھو بیٹھیں گے اور وہ تمام روحانی و مادی برکتیں بھی جو اس گھر کی بدولت انہیں حاصل ہیں۔

ایک بدو کا واقعہ

برطانیہ میں منعقدہ ایک اجتماع میں سعودی عرب سے آئے ہوئے ایک عالم دین نے یہ واقعہ سنایا کہ امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے خانہ کعبہ میں ایک بدو کو دعا کرتے ہوئے سنا جس میں خانہ کعبہ کو مخاطب کر کے اس سے استغاثہ کر رہا تھا۔ امام موصوف نے اسے حکمت سے سمجھانے کا طریقہ یہ اختیار کیا کہ اسے کہا: بزرگو! مجھ سے ایک سورت سنو، غلط ہو تو تصحیح کر دیں۔ اس نے کہا: سناؤ۔ آپ نے پڑھا: ''فَلۡيَعۡبُدُوۡا هٰذَا الۡبَيۡتَ'' ''پس انہیں چاہیے کہ وہ اس گھر کی عبادت کریں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بدو بولا: اس طرح صحیح نہیں: ﴿فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ﴾ صحیح ہے۔ اس پر دونوں میں تکرار ہوگیا۔ امام موصوف نے فرمایا کہ اگر: ﴿فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ﴾ صحیح ہے تو آپ کیوں اس گھر سے استغاثہ کر رہے تھے؟ تب وہ امام موصوف کی تکرار کا سبب سمجھا۔

دعائے خلیل کی بدولت اللہ نے اس گھر کو رزق وامن کا گہوارہ بنادیا تھا۔ یہی دو چیزیں انسان کی بنیادی ضرورت ہیں۔ امن کا حال یہ تھا کہ کوئی اپنے باپ کے قاتل کو بھی حرم میں دیکھ لیتا تو اس سے تعرض نہ کر سکتا تھا۔ جبکہ اردگرد میں بدامنی اور خوف وخطر کا جان لیوا ماحول تھا: ﴿اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ يُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ﴾ کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ایک ایسا حرم بنایا ہے جو امن کی جگہ ہے جبکہ لوگوں کو اس کے گردوپیش اچک لیا جاتا ہے۔'' (عنکبوت:٦٧) اس گھر کی یہ خصوصیت اس وقت بھی باقی رہی جب لوگ راہ راست سے منحرف ہوگئے اور اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے اور بتوں کی پوجا کرنے لگے۔

واقعہ فیل کے باعث جزیرۂ عرب کے تمام اطراف وجوانب کے عربوں کی نظر میں بیت اللہ کے وقار اور اس کی حرمت میں اضافہ ہوگیا اور اس گھر کے متولی ومجاور اور اس کے آس پاس رہنے والے قبیلہ قریش کا مرتبہ ان کے یہاں اور بلند ہوگیا۔ وہ جہاں جاتے عزت واحترام کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ لیے جاتے۔ اس صورتحال کے باعث قریش کو یہ ہمت ہوئی کہ انھوں نے دو عظیم شاہراہوں کی......جن پر تجارتی قافلے رواں دواں ہوں...... بنا ڈالی۔ جو جنوب میں یمن تک اور شمال میں شام تک جاتیں۔ انہوں نے دو عظیم تجارتی اسفار کو منظم کیا۔ ایک سفر موسم سرما میں یمن تک اور دوسرا موسم گرما میں شام تک۔ تجارت کی یہ مہمات عرب تک محدود نہ تھیں، ہندوستان اور دوسرے مشرقی ممالک سے خشکی اور بحری راستے سے یمن اور عرب کے دوسرے مقامات پر مال تجارت پہنچتا اور یہاں سے ایک طرف مصر اور دوسرے افریقی ممالک کو اور دوسری طرف شام ہوتا ہوا یورپ تک پہنچتا۔ اسی طرح مصر اور دوسرے افریقی ممالک سے بھی یمن اور دوسرے مقامات پر مال تجارت پہنچتا اور وہاں سے شام ہوتا ہوا یورپ تک جاتا۔ قریش کے تاجر اور عرب کی یہ دو تجارتی شاہراہیں تین براعظموں کی اس عظیم تجارت کی بنیادی کڑیاں تھیں۔ غرضیکہ پورے علاقے میں بدامنی کے باوجود قریش کے لوگ امن وسلامتی کے ساتھ تجارت میں مشغول تھے۔

احسانات یاددلانے کا مقصد

یہ احسان کہ اللہ نے انہیں خوف وخطر سے محفوظ رکھا ہے اور وہ بیت اللہ کے قرب وجوار، یعنی اپنے علاقے میں بھی محفوظ ومامون ہیں اور اللہ کے گھر کی حرمت کے باعث اللہ نے انہیں ظالموں کی تعدی اور دست درازی سے بھی محفوظ رکھا ہے، یہ احسانات صرف اس لیے یاددلائے جارہے ہیں کہ تمہیں اسی کی عبادت کرنی چاہیے جس کی طرف محمد ﷺ تمہیں دعوت دے رہے ہیں۔ تمہیں ان کی حمایت ونصرت کرنی چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَۃُ الْمَاعُوْنِ

سورۂ ماعون مکی ہے، اس میں سات آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿ اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ ① فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ② وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ ③ فَوَیْلٌ
لِّلْمُصَلِّیْنَ ④ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِھِمْ سَاھُوْنَ ⑤ الَّذِیْنَ ھُمْ یُرَآءُوْنَ ⑥ وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ﴾

آخری آیت: ﴿ وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ﴾ سے اس سورت کا نام ماخوذ ہے۔

سورۂ عصر میں بیان ہوا کہ ایمان کی حقیقت جب دل میں جاگزیں ہوجاتی ہے تو نتیجے کے طور پر اس سے عمل صالح کا صدور ہوتا ہے۔ اگر وہ یہ روپ نہ دھارے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان کی حقیقت سرے سے موجود نہیں ہے۔ یہ ہے وہ بات جو اس سورت میں صریح الفاظ میں بیان کی گئی کہ یتیم کے ساتھ زیادتی کرنا، مسکین کو کھانا نہ کھلانا، نمازوں میں کوتاہی کرنا، اللہ کی مخلوق کی خدمت نہ کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ اس نے ایمان اور نماز کا مقصد سمجھا ہی نہیں۔

سورۂ فیل اور قریش میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ قریش کو رزق و امن کی تمام نعمتیں بیت اللہ کی بدولت نصیب ہوئیں۔ اس کا قدرتی حق تھا کہ وہ: ﴿ رَبَّ ھٰذَا الْبَیْتِ ﴾ کی عبادت کرتے اور خلق اللہ کی خدمت کرتے، مگر ان کا کردار یہ ہے کہ یتیموں کو دھکے دیتے اور مسکینوں کو بھوکا مارتے ہیں۔ یہ ساری بدکرداری آخرت کی تکذیب کے باعث ہے، یعنی آخرت پر ایمان نہ لانا، انسان کے اندر اس قسم کے اخلاق پیدا کرتا ہے۔

آیت ۲ اور ۳ میں ان کفار کی حالت بیان کی گئی ہے جو علانیہ آخرت کو جھٹلاتے ہیں اور آخری چار آیتوں میں ان منافقین کا حال بیان کیا گیا ہے جو بظاہر مسلمان ہیں مگر دل میں آخرت اور اس کی سزا و جزا کا کوئی تصور نہیں رکھتے۔ مجموعی طور پر دونوں قسم کے گروہوں کے طرزِ عمل کو بیان کرنے سے یہ حقیقت لوگوں کے ذہن نشین کرنا ہے کہ انسان کے اندر ایک مضبوط اور مستحکم پاکیزہ کردار عقیدۂ آخرت کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتا۔

سُوْرَۃُ الْکَوْثَرِ

سورۂ کوثر مکی ہے، اس میں تین آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ① فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ② اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ ﴾

پہلی آیت کے لفظ کوثر سے اس سورت کا نام ماخوذ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سابقہ سورتوں میں قریش کی بدکرداری کا تذکرہ ہوا۔ اس سورت میں ان کے خلاف نہ صرف فرد جرم عائد کی گئی ہے بلکہ ان کی سزا بھی سنائی گئی کہ بیت اللہ کی اہانت، رسول برحق کی تکذیب، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ بدسلوکی، مخلوق خدا کی دلآزاری اور بالخصوص رسول اللہ ﷺ کی دل شکنی، یہ وہ جرائم ہیں جن سے ان کی جڑ کٹ جائے گی اور جہاں اللہ کے حبیب کو روشن مستقبل کی بشارت دی گئی وہاں دشمنان اسلام کی ابتری کی پیشینگوئی بھی کی گئی۔ جو نہ صرف پوری ہوئی بلکہ قیامت تک کے لیے یہ سزا تجویز کردی گئی۔

یہ سورت مکی دور کے اس مرحلے میں نازل ہوئی جب نبی کریم ﷺ کو انتہائی دل شکن حالات سے سابقہ درپیش تھا۔ جس شخص کی مذکر اولاد مرجائے اس کو عرب ابتر کہا کرتے تھے، آپ کے صاحبزادوں کا بچپن ہی میں انتقال ہوجانے پر کفار آپ کو ابتر اور منقطع الذکر ہونے کا طعنہ دیتے تھے۔ ایسا کہنے والوں میں عاص بن وائل اور آپ کے سگے چچا ابولہب کا خاص طور ذکر کیا جاتا ہے۔ کفار کی انہی طعنہ زنیوں کے جواب میں سورۂ کوثر نازل ہوئی۔

اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ آپ کو دین ودنیا کی تمام بھلائیاں عطا کی گئی ہیں۔ آپ کا ذکر قیامت تک جاری رہے گا۔ بے نام ونشان ہونا تو آپ کے معاندین کی قسمت میں لکھا ہے کہ قیامت تک کوئی ان کا نام لیوا نہ ہوگا۔

اس سورت میں بھی سورۂ ضحیٰ اور سورۂ الم نشرح کی طرح نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے اور آپ کے دشمنوں کے تباہ وبرباد ہونے کی پیشین گوئی بھی فرمائی ہے۔ قریش کہتے تھے کہ محمد ﷺ ساری قوم سے کٹ گئے ہیں۔ اور ان کی حیثیت ایک بے یار و مددگار انسان کی سی ہوگئی ہے، لیکن آپ کا رب آپ کا غم ہلکا کرتا ہے! آپ کے ساتھ خیر وبرکت کا وعدہ کرتا اور آپ دشمنوں کو بے نام ونشان کردینے کی وعید سناتا ہے۔ ساتھ ہی آپ کو ''رب'' کا شکر ادا کرنے کا طریقہ بتاتا ہے۔

یہ سورت اسلامی دعوت کی اور مکہ میں حق کے داعی کی زندگی کی تصویر کشی کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کس طرح مخالفین کے کید ومکر اور اذیت رسانیوں کی زد میں تھے اس کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اللہ کی دعوت کا ذکر کرتی ہے۔ اللہ اپنے بندے اور اس کے ساتھ کی مومن اقلیت کا کس طرح پاس ولحاظ کرتا ہے، اس کی عکاسی کرتی ہے۔

قریش کے بے وقوف لوگ جو نبی کریم ﷺ اور آپ کی دعوت کا مقابلہ کید ومکر اور مذاق اڑا کر کرتے تھے تاکہ عوام الناس کو حق کے سننے سے روک سکیں وہ آپ کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ آپ ابتر ہیں، اس لفظ سے ان کا اشارہ آپ کی نرینہ اولاد کی موت کی طرف تھا۔

مختلف اور متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ''کوثر'' جنت کی ایک نہر کا نام ہے، جو رسول اللہ ﷺ کو عطا ہوئی ہے۔ یہ ''خیر کثیر'' میں سے ایک ''کوثر'' ہے، یہی بات سیاق وسباق کے لحاظ سے زیادہ موزوں ومناسب ہے۔

ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کوثر کیا چیز ہے؟'' ہم نے عرض کیا: اے اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ایک نہر جنت ہے جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے جس میں خیر کثیر ہے اور وہ حوض ہے جس پر میری امت قیامت کے روز پانی پینے کے لیے آئے گی۔ اس کے پانی پینے کے جام آسمان کے ستاروں کی تعداد میں ہوں گے۔ اس وقت بعض لوگوں کو فرشتے حوض کوثر سے ہٹائیں گے تو میں کہوں گا کہ میرے پروردگار! یہ میری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امت میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد نیا دین اختیار کر لیا تھا۔"[1]

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو متوجہ فرماتا ہے کہ اس عظیم نعمت کا شکر اس کا حق ادا کر کے کریں۔ اس نعمت کا اولین حق یہ ہے کہ اخلاص اور یکسوئی کے ساتھ صرف اللہ کی بندگی کریں، اسی کی طرف اپنا رخ کریں، اسی کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی خالصۃً اسی کے لیے کریں۔ مشرکین جو شرک کرتے ہیں اس کو ذرا بھی خاطر میں نہ لائیں۔

نماز کے ساتھ قرآن میں بالعموم انفاق یا زکوٰۃ کا حکم آیا ہے لیکن یہاں قربانی کا ذکر آیا ہے، اس کی وجہ ظاہر ہے کہ بیت اللہ جس طرح نماز کا مرکز ہے اسی طرح قربانی کا بھی مرکز ہے اور اس قربانی کا ایک خاص پہلو یہ بھی ہے کہ اس سے غربا و مساکین اور ضیوف الٰہی کی خدمت ہوتی ہے۔ یعنی دوسرے روحانی مقاصد کے ساتھ ساتھ قربانی سے وہ مقصد بھی پورا ہو جاتا ہے جو انفاق کا ہے۔

﴿اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ﴾ سورت کی پہلی آیت میں اللہ نے واضح فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابتر، بے نام و نشان نہیں، صاحب خیر کثیر ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کید کرنے والوں کے کید کو انھیں پر الٹا رہا ہے۔ وہ پرزور الفاظ میں فرماتا ہے کہ محمد ﷺ ابتر نہیں ہیں۔ ابتر تو ان کے بدخواہ، ان کے دشمن اور انھیں ناپسند کرنے والے ہیں۔

ہاشمی، صدیقی، فاروقی علوی، تو بے شمار مگر ابوجہلی اور ابولہبی کوئی بھی نہیں

اللہ تعالیٰ نے آپ کے مخالفین کے سلسلے میں اس وعید کو اس طرح سچ کر دکھایا۔ مخالفین کا دنیا سے نام و نشان مٹ گیا۔ وہ ایسے بے نام و نشان ہوئے کہ ان کی اولاد اگر دنیا میں باقی رہی بھی تو ان میں آج کوئی نہیں جانتا کہ وہ ابوجہل، ابولہب یا عاص بن وائل یا عقبہ بن ابی معیط وغیرہ اعدائے اسلام کی اولاد میں سے ہے اور جانتا بھی ہو تو کوئی یہ کہنے کے لیے تیار نہیں کہ اس کے اسلاف یہ لوگ تھے۔ اس کے برعکس رسول اللہ ﷺ کی آل پر آج دنیا بھر میں درود بھیجا جا رہا ہے۔ کروڑوں مسلمانوں کو آپ سے نسبت میں فخر ہے۔ لاکھوں انسان آپ ہی سے نہیں بلکہ آپ کے خاندان اور آپ کے ساتھیوں کے خاندانوں تک سے انتساب کو باعث عزت و شرف سمجھتے ہیں۔ کوئی سید ہے، کوئی علوی ہے، کوئی عباسی ہے، کوئی ہاشمی ہے، کوئی صدیقی ہے، کوئی فاروقی ہے، کوئی عثمانی اور کوئی انصاری، مگر نام کو بھی کوئی ابوجہلی یا ابولہبی نہیں پایا جاتا، جبکہ محمد ﷺ کا آوازہ و شہرہ پھیلا اور بلند تر ہوتا چلا گیا: ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾

آج ہم اس عظیم قول کی صداقت کا اتنی واضح اور اتنی وسیع و عریض صورت میں مشاہدہ کر رہے ہیں کہ اس قول کریم کے اولین سامعین کو اس قسم کا مشاہدہ نہ ہو سکا تھا۔ ایمان، حق اور خیر ختم ہونے کے لیے نہیں ہیں۔ ان کی شاخیں دور دور تک پھیلی اور جڑیں بہت گہری ہیں۔ فنا تو کفر، باطل اور شر کے لیے ہے، خواہ وہ وقتی طور پر پھلے پھولے اور طاقت حاصل کر لے۔

سچ فرمایا خدائے بزرگ و برتر نے
اور جھوٹ کہا ارباب کید و مکر نے

---

[1] صحیح مسلم: ٤٠٠۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سُورَةُ الْكَافِرُوْنَ

یہ سورہ مکی ہے اور اس میں چھ آیات ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَ
لَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝﴾

پہلی ہی آیت: ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ کے لفظ الکافرون سے اس سورت کا نام ماخوذ ہے۔

سابقہ سورۂ فیل اور سورۂ قریش میں تمام تر خطاب قریشی سرداروں سے کیا گیا، لیکن قومی اور انسانی بنیادوں پر، جبکہ اس سورت میں صاف صاف اے کافرو! کے الفاظ سے خطاب کر کے ان سے بالکل حتمی طور پر قطع تعلق اور برات کا اعلان کر دیا گیا ہے۔

یہ سورت مکہ کے اس دور میں نازل ہوئی جب اسلامی دعوت کے خلاف معاندین کی عداوت شدت اختیار کر چکی تھی، لیکن قریش کے لیڈروں میں اس امر پر حیرت پائی جاتی تھی کہ اس دعوت میں کوئی ایسی بات ضرور ہے، اسی لیے تو اس کے نام لیواؤں میں اتنی صلابت پیدا کر دیتی ہے کہ کوئی ظلم و تشدد ان کے قدموں میں لغزش پیدا نہیں کر سکتا، لہٰذا اس تحریک کی شدت کو کم کرنے کے لیے مصالحت کا راستہ اپنایا جائے۔ چنانچہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ تجویز لے کر آئے کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔

فضیلت و اہمیت

رسول اللہ ﷺ کی نگاہ میں اس سورت کی کیا اہمیت تھی، اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ تَعْدِلُ رُبُعَ الْقُرْآنِ» [1] "یہ قرآن کا چوتھائی حصہ ہے۔" اور میں نے بارہا نبی ﷺ کو فجر اور مغرب کی دوسنتوں میں قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے ہوئے دیکھا ہے: [2] سیدنا خباب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ جب تم سونے کے لیے اپنے بستر پر لیٹو تو قل یا ایھا الکافرون پڑھ لیا کرو۔ خود آپ کا اپنا طریقہ بھی یہی تھا کہ جب آپ سونے کے لیے لیٹتے تو یہ سورت پڑھ لیا کرتے تھے۔

اس سورت میں آئمہ کفر سے اعلان برأت ہے۔ اس میں یہ اصول پیش کیا گیا ہے کہ جس رواداری سے مذہب کے اساسی عقیدے پر زد پڑتی ہو، اسلام میں ایسی رواداری کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس سورت نے ایک ایسی بنیاد مہیا کر دی ہے

[1] سنن الترمذی: ۲۸۹۴؛ صحیح الجامع: ۴۴۰۵۔ [2] سنن الترمذی: ۴۳۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ دین کے بنیادی اصولوں میں کسی قسم کی سودے بازی اور مصالحت نہیں ہو سکتی۔

کفار کو آخری تنبیہ

اس سورت کا انداز اس آخری تنبیہ جیسا ہے جب کسی قوم پر عذاب الٰہی کے نزول کا استحقاق ہو جاتا ہے تو اس بستی کے منکرین و مکذبین کو آخری وارننگ دے دی جاتی ہے اور دوسری طرف رسول اور اس کے ماننے والوں کو وہاں سے نکل جانے کا حکم دے دیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے سورۂ کافرون اہل شرک اور اہل توحید دونوں کے لیے فیصلہ کن اعلان ہے۔ کفر و شرک کی ہمہ قسم آلودگیوں سے اعلان برأت، اقدام ہجرت اور معناً اعلانِ جنگ ہے۔

کہہ دیجیے: اے کافرو! میں ان خداؤں کی بندگی نہیں کرتا جن کی تم بندگی کرتے ہو اور نہ تم اس ایک اللہ کی عبادت کرنے والے ہو، جس کی میں عبادت کرتا ہوں اور نہ میں پرستش کروں گا جن کی پرستش تم کرتے ہو اور نہ تم اس کی پرستش کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔

سُوْرَةُ النَّصْرِ

یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی، اس کی تین آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴾

پہلی آیت: ﴿ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ ﴾ کے لفظ نصر کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے اسے سورۂ تودیع بھی کہا گیا ہے۔ تودیع کے معنی رخصت کرنے کے ہیں۔ اس کے نزول پر رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: «ما اراه الا حضورا اجلی» [1] "ایسے لگتا ہے کہ میری موت کا وقت قریب آ چکا ہے۔"

یہ سورت حجۃ الوداع کے موقع پر ایام تشریق کے وسط میں بمقام منیٰ نازل ہوئی اور اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر اپنا مشہور خطبہ ارشاد فرمایا۔

پچھلی سورت کافرون میں مشرک قوم سے اعلان برأت اور اقدام ہجرت اور اعلان جنگ ہوا تھا۔ اس سورت میں نبی کریم ﷺ کو بشارت دی گئی ہے کہ وہ وقت قریب ہے جب عرب میں اسلام کی فتح مکمل ہو جائے گی، مکہ مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو گا اور لوگ دین خداوندی میں فوج در فوج داخل ہونے لگیں گے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ کام مکمل ہو گیا جس کے لیے آپ دنیا میں بھیجے گئے تھے۔

---

[1] صحیح مسلم: ٥٦٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہجرت، جہاد اور فتح ونصرت میں جو گہرا ربط ہے اس کی طرف پچھلی سورت میں اشارہ ہو چکا ہے کہ رسولوں کی دعوت میں ہجرت کا مرحلہ ہی وہ مرحلہ ہے جب ان کی قوم پر اللہ کی حجت تمام ہوتی ہے۔

جب یہ سورت نازل ہوئی تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے اس کی تلاوت کی۔ فتح مکہ کی خوشخبری سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم خوش ہوئے مگر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ آپ سمجھ گئے کہ اس سورت میں آپ کی وفات کی خبر مضمر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق فرمائی۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سنا تو کہا: اس سورت کے مفہوم سے میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔ ①

﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس سے فتح مکہ مراد ہے۔ فتح مکہ رمضان ۸ ھ ہجری میں ہوئی۔ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد گویا پورا ہو گیا۔ کعبہ کے دروازے پر جو خطبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا اس میں فرمایا: «لا اله الا اللّٰه وحده، صدق وعده ونصر عبده وهزم الاحزاب وحده» ② ''کوئی معبود نہیں مگر اللہ، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندے کی مدد فرمائی اور اس نے تنہا دشمنوں کی تمام جماعتوں کو شکست دی۔'' فتح مکہ کے بعد اسلام کے خلاف تمام رکاوٹیں دور ہو گئیں اور تمام جزیرۃ العرب میں تیزی سے اسلام پھیلنا شروع ہو گیا۔

اس کے بعد آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ اللہ کی حمد اور تسبیح میں مشغول ہو جائیں کہ اس کے فضل سے آپ اتنا بڑا کام انجام دینے میں کامیاب ہوئے، نیز اس سے دعا کریں کہ اس خدمت کی انجام دہی میں جو بھول چوک یا کوتاہی آپ سے ہوئی ہو اسے معاف فرما دے: ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا﴾

قرآن کی آخری نازل ہونے والی سورت

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ قرآن کی آخری سورت ہے، یعنی اس کے بعد کوئی مکمل سورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل نہیں ہوئی، بلکہ اس کے بعد بعض آیات نازل ہوئی ہیں۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے بقول آخری آیت ﴿يَسْتَفْتُونَكَ ۗ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ﴾ ③ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: آیت ربوٰ سب سے آخری آیت ہے۔ سعید بن مسیب کا قول ہے کہ آیت ربوٰ اور آیت دَین سب سے آخری آیات ہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک اور قول ہے: ﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللّٰهِ﴾ (البقرة ٢٨١) قرآن کی آخری آیت ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ۸۱ دن پہلے نازل ہوئی۔

ان روایات کو جمع کرنے سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور سورۂ نصر کے نزول میں تقریباً تین ماہ کا وقفہ ہے۔

کامیابیوں پر جشن منانے کا نہیں تسبیح و استغفار کا حکم

اس مقام پر آدمی غور کرے تو دیکھ سکتا ہے کہ ایک نبی اور ایک عام دنیوی رہنما کے درمیان کتنا عظیم فرق ہے کسی دنیوی

---

① سنن الترمذی وقال حديث حسن صحيح۔ ② سنن أبي داود: ٤٥٤٧؛ سنن الترمذی: ٤٧٩٩۔
③ صحيح البخاري: ٤٣٦٤؛ صحيح مسلم: ١٦١٨۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہنما کو اگر اپنی زندگی ہی میں کامیابی نصیب ہو جائے جس کے لیے وہ کام کرنے اٹھا ہو تو اس کے لیے یہ جشن منانے اور اپنی قیادت پر فخر کرنے کا موقع ہوتا ہے، لیکن یہاں اللہ کے پیغمبر کو ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے ۲۳ سال کی مختصر مدت میں ایک پوری قوم کے عقائد، افکار، عادات و اخلاق، تمدن، تہذیب، معاشرت، معیشت، سیاست اور حربی قابلیت کو بالکل بدل ڈالا اور جہالت و جاہلیت میں ڈوبی ہوئی قوم کو اٹھا کر اس قابل بنا دیا کہ وہ دنیا کو مسخر کر ڈالے اور اقوام عالم کی امام بن جائے۔ مگر ایسا عظیم کارنامہ اس کے ہاتھوں انجام پانے کے بعد اسے جشن منانے کا نہیں، اللہ کی حمد اور تسبیح کرنے اور اس سے مغفرت کی دعا کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ آپ پوری عاجزی کے ساتھ اس حکم کی تعمیل میں لگ جاتے ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس سورت کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع و سجود میں بکثرت یہ الفاظ کہتے تھے: «سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ»[1] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اس سورت کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ آخرت کے لیے محنت و ریاضت کرنے میں اس قدر شدت کے ساتھ مشغول ہو گئے جتنے اس سے پہلے کبھی نہ ہوئے تھے۔

سُوْرَةُ اللَّهَب

سورۂ لہب مکی ہے، اس میں پانچ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ۝۱ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝۲ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝۳ وَّ امْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝۴ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵﴾

پہلی آیت: ﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ﴾ کے لفظ اللھب سے اس سورت کا نام ماخوذ ہے۔

پچھلی سورتوں میں نبی کریم ﷺ کو دین اسلام کے غلبے کی نوید سنائی گئی تھی۔ اس کے بعد کی سورتوں سوۂ اخلاص اور معوذتین میں شیطان اور شیطانی طاقتوں اور عقیدوں کا مکمل استیصال کر دیا گیا۔ ان کے درمیان سورۂ لہب کے لکھے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اپنے دین کو مکمل غلبہ عطا کر دیا ہے اور اس کے تمام دشمنوں کا پوری طرح خاتمہ کر دیا ہے۔ اپنے یا بیگانے سب دشمن بے خانماں ہو چکے ہیں اور دین و دنیا میں رسوائی ان کا مقدر بن چکی ہے۔

یہ سورت مکہ کے اس زمانے میں نازل ہوئی جب ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل نے رسول اللہ ﷺ کی حد درجہ مخالفت کرنا شروع کر دی تھی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پہاڑی پر چڑھ کر قریش کے لوگوں کو جمع کیا اور پوچھا: ذرا یہ تو بتاؤ! اگر میں تم

[1] صحيح البخاري: ۸۱۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے کہوں کہ دشمن عنقریب تم پر حملہ آور ہونے والا ہے تو کیا تم میری بات کو سچ جانو گے؟ انھوں نے کہا: ہاں! تو آپ نے فرمایا: تو میں تمھیں ایک شدید عذاب سے، جو تم پر آنے والا ہے، آگاہ کرنے آیا ہوں۔ اس پر ابولہب نے کہا: ”تبا لك الھذا جمعتنا؟“[1] کیا تم نے ہمیں اس لیے جمع کیا تھا؟ ہلاک ہو جاؤ تم۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ لہب نازل فرمائی۔

نبی کریم ﷺ جہاں بھی اسلام کی دعوت دینے کے لیے تشریف لے جاتے۔ ابولہب آپ کے پیچھے جاتا اور لوگوں کو آپ کی بات سننے سے روکتا۔ طارق بن عبداللہ المحاربی کی روایت ہے کہ ذوالمجاز کے بازاروں میں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں سے کہتے جاتے تھے: ”لوگو لا الٰہ الا اللہ کہو، فلاح پاؤ گے۔“ اور پیچھے ایک شخص ہے جو آپ کو پتھر مار رہا ہے، یہاں تک کہ آپ کی ایڑیاں خون سے تر ہو گئیں اور وہ کہتا جاتا تھا کہ یہ جھوٹا ہے، اس کی بات نہ مانو۔ میں نے لوگوں سے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ ان کا چچا ابولہب ہے۔[2]

سورۂ لہب میں خاص طور پر جو بات غور کرنے کی ہے وہ یہ ہے کہ صرف اسی سورت میں اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ابولہب کا نام لے کر مذمت کی گئی ہے، کیونکہ اس کی مخالفت ایک تو محض ذاتی مفادات کے باعث تھی اور دوسرے یہ کہ اس کے ساتھ نبی کریم ﷺ کا رشتہ صلہ رحمی کا مستحق تھا اور عرب اس اصول کے سختی سے پابند تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قریش کے دوسرے خاندانوں اور ان کے سرداروں نے تو نبی کریم ﷺ کی شدید مخالفت کی تھی، لیکن بنو ہاشم اور بنو مطلب نے نہ صرف یہ کہ آپ کی مخالفت نہیں کی، بلکہ وہ کھلم کھلا آپ کی حمایت کرتے رہے، حالانکہ ان میں سے اکثر آپ کی نبوت پر ایمان نہیں لائے تھے۔ اس اخلاقی اصول کو صرف ابولہب نے تمام عربی روایات کو پامال کر کے توڑا تھا۔

اس کے علاوہ اس سورت میں ہر قسم کے دشمنان اسلام کے مکمل صفایا کی نوید سنائی گئی اور اس حقیقت کا اظہار کیا گیا کہ اعدائے دین کے مقدر میں ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

سورہ لہب کا تصویری آہنگ

سورت کے الفاظ میں بھی ہم آہنگی ہے اور تصویر کشی بھی، جہنم کی آگ یہاں شعلوں والی ہے! اس میں شعلہ رو ابولہب داخل ہوگا۔ اس کی بیوی خاردار جھاڑ جھنکار لاتی اور محمد ﷺ کو تکلیف پہنچانے کے لیے ان کی راہ میں ڈال دیتی تھی (خواہ الفاظ کے حقیقی معنی مراد لیے جائیں یا مجازی) ایندھن ہی وہ شے ہے جس سے آگ جلتی اور اس سے لپٹیں نکلتی ہیں۔ ام جمیل ان خاردار جھاڑیوں کو رسی سے باندھتی تھی، اس لیے اس کا عذاب یہ ہوگا کہ کھجور کی چھال کی بٹی ہوئی رسی اس کی گردن میں باندھ کر اسے لپٹوں والی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ جزائے عمل کی جنس سے۔

تصویر حقیقت سے پوری طرح ہم آہنگ: ایندھن، رسی، آگ، شعلے۔ آگ میں داخل ہونے والا شعلہ رو (ابولہب) اور اس کی بیوی ایندھن ڈھونے والی یا ایندھن ڈھوتی ہوئی۔

---

[1] صحيح البخاري: ٤٨٠١۔ [2] مستدرك للحاكم: ٣٩؛ مسند أحمد: ١٦٠٢٣۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سُورَۃُ الاخلاص

سورۂ اخلاص مکی ہے، اس کی چار آیات ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿قُلۡ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ۚ﴿۲﴾ لَمۡ یَلِدۡ ۬ۙ وَ لَمۡ یُوۡلَدۡ ۙ﴿۳﴾ وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ﴿۴﴾﴾

اس سورت کا نام سورۂ اخلاص ہے جو محض نام ہی نہیں بلکہ اس کے مضمون کا عنوان بھی ہے۔ اس میں خالص توحید کا بیان ہوا ہے۔ سورۂ لہب میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا تھا کہ آپ کے راستے کی تمام رکاوٹیں عنقریب دور ہوں گی اور آپ کی دعوت حقیقی توحید کی دعوت ہونے کی وجہ سے چاردانگ عالم میں پھیلے گی۔ سورۂ کافرون عقیدۂ توحید اور عقیدۂ شرک میں کسی طرح کی مشابہت یا مصالحت کی نفی کے لیے اور سورۂ اخلاص عقیدہ توحید کی وضاحت و اثبات کے لیے ہے ان میں سے ہر سورت اپنے اپنے انداز میں عقیدۂ توحید سے بحث کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فجر کی سنتوں میں ان دونوں سورتوں کو پڑھ کر اپنے دن کا آغاز کرتے تھے۔ اس آغاز کی معنویت اور اس افتتاح کا مقصد واضح ہے۔

یہ سورت مکی ہے بلکہ یہ مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی ہے جب اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے بیان میں قرآن کی مفصل آیات ابھی نازل نہیں ہوئی تھیں اور رسول اللہ ﷺ کی دعوت سن کر لوگ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ آخر وہ رب کیسا ہے جس کی بندگی و عبادت کی طرف آپ لوگوں کو بلا رہے ہیں۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قریش کے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ ہمیں اپنے رب کا نسب بتایئے۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔[1] اس کے علاوہ اور بہت سی روایات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مختلف مواقع پر مختلف لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس معبود کی ماہیت اور کیفیت دریافت کی تھی، جس کی بندگی و عبادت کی طرف آپ لوگوں کو دعوت دے رہے تھے اور ہر موقع پر آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کو جواب میں یہی سورت سنائی تھی۔

اس دور میں دنیا کی تمام قومیں کفر و شرک کی گندگی میں لتھڑی ہوئی تھیں۔ اہل مکہ جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے، ملت حنیفی کے وارث ہونے کے مدعی تھے، لیکن انہوں نے اس بیت اللہ میں سینکڑوں بت سجائے ہوئے تھے جس کی تعمیر ہی کلمہ توحید کی سربلندی کے لیے کی گئی تھی۔ رہے یہود و نصاریٰ تو وہ بھی ابنیت اور الوہیت کے گورکھ دھندے میں پھنس کر نہایت ہی غلیظ قسم کے شرک سے آلودہ ہو چکے تھے۔ اب ایک ہی آواز حق تھی جو سب انبیاء کے مشن کی وارث تھی۔ تجدید واحیائے کلمۃ اللہ جس کا ماٹو تھا، لہٰذا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سورۂ اخلاص نازل فرما کر جہاں شرک کے تمام اوہام کا ابطال کر دیا وہاں عقیدۂ توحید کا ایسا شفاف تصور پیش کیا جس کی کوئی مثال ماضی کی تاریخ میں موجود نہیں تھی۔ ایک ایسی صدائے حق تھی، نوائے دلنواز تھی جس نے قریش مکہ کے دل و دماغ میں ہلچل مچا رکھی تھی۔ وہ بھی جاننا چاہتے تھے کہ ایسی کون سی انوکھی چیز ہے جس نے

[1] طبرانی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمارے نوجوانوں اور سلیم الفطرت گھرانوں کو ہم سے جدا کر کے رکھ دیا ہے۔

قرآن کریم کا یہ اعجاز ہے کہ اس نے چند الفاظ میں دے کر اللہ کی ہستی کا ایسا واضح تصور پیش کر دیا جو تمام مشرکانہ تصورات کا قلع قمع کر دیتا ہے اور اس کی ذات کے ساتھ مخلوقات کی صفات میں سے کسی صفت کی آلودگی کے لیے کوئی گنجائش باقی نہیں رہنے دیتا۔

سورۂ اخلاص کی فضیلت واہمیت

رسول اللہ ﷺ کی نگاہ میں اس سورت کی بڑی عظمت تھی اور آپ مختلف طریقوں سے مسلمانوں کو اس کی اہمیت محسوس کراتے تھے، تاکہ وہ کثرت سے اس کو پڑھیں اور عوام الناس میں اسے پھیلائیں، کیونکہ یہ اسلام کے اولین بنیادی عقیدے (توحید) کو چار ایسے مختصر فقروں میں بیان کر دیتی ہے جو فوراً انسان کے ذہن نشین ہو جاتے ہیں اور آسانی سے زبانوں پر چڑھ جاتے ہیں۔ احادیث میں کثرت سے یہ روایات بیان ہوئی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مختلف مواقع پر مختلف طریقوں سے لوگوں کو بتایا کہ یہ سورت ایک تہائی قرآن کے برابر ہے: «والذی نفسی بیدہ انها لتعدل ثلث القرآن» [1]

مفسرین نے آپ ﷺ کے اس ارشاد کی بہت سی توجیہات بیان کی ہیں۔ بظاہر اس کا مفہوم یہ نظر آتا ہے کہ قرآن مجید جس دین کو پیش کرتا ہے اس کی بنیاد تین عقیدے ہیں: ایک توحید، دوسرا رسالت اور تیسرا آخرت۔ یہ سورت چونکہ خالص توحید کو بیان کرتی ہے اس لیے اسے ایک تہائی قرآن کے برابر قرار دیا ہے۔

کئی واقعات کتب احادیث میں وارد ہوئے ہیں کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری صحابی قبا مسجد کے امام تھے اور وہ ہر رکعت میں ﴿قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھتے اور پھر کوئی اور سورہ تلاوت کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا: مجھے اس سورت سے بہت محبت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «حبك اياها ادخلك الجنة» [2] اس کی محبت تجھے جنت میں لے جائے گی:

ایک اور صحابی جو کسی جنگی مہم کے قائد بنا کر بھیجے گئے تھے، اس پورے سفر کے دوران میں ان کا یہ معمول رہا کہ وہ ہر نماز میں قراءت کے آخر میں ﴿قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھتے۔ واپسی پر ساتھیوں نے نبی کریم ﷺ کو بتایا تو آپ نے فرمایا: ان سے پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ اس سورت میں اللہ رحمن کی صفات بیان کی گئی ہیں اس لیے اس کا پڑھنا مجھے بہت محبوب ہے! آپ ﷺ نے فرمایا: «اخبروہ ان اللّٰہ تعالیٰ یحبه» [3] ”اسے بتادو کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت کرتا ہے۔“

---

1. صحیح البخاری: ۷۳۷۴؛ صحیح مسلم: ۸۱۲؛ واللفظ للبخاری۔
2. صحیح البخاری معلقًا: ۷۷۴؛ صحیح الترغیب: ۱۴۸۴۔
3. صحیح البخاری: ۷۳۷۵؛ صحیح مسلم: ۸۱۳۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

امام رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: یہ سورۂ مبارکہ اللہ کی ذات پاک کے بارے میں ایسے ہی ہے جیسے نبی کریم ﷺ کے حق میں سورۂ کوثر ہے۔ سورۂ کوثر میں یہ تاثر دیا گیا ہے کہ انسان کے حق میں اولاد کا نہ ہونا عیب ہے، جبکہ اس سورت میں بتایا گیا کہ اللہ کے حق میں اولاد کا ہونا عیب ہے جو کفار و مشرکین نے تجویز کی ہے۔ اس لیے اس میں فرمایا کہ اے نبی! آپ فرما دیجیے میرا دفاع کرنے والے بن جاؤ اور سورۂ کوثر میں فرمایا: ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا، میں یہ خود کہہ رہا ہوں تا کہ تم پر اعتراض کا دفاع کروں۔

سورۂ اخلاص اور معوذتین کی فضیلت

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تجھے معلوم ہے کہ آج رات مجھ پر چند ایسی آیات نازل ہوئی ہیں کہ ان جیسی کبھی نہیں دیکھی گئیں۔'' پھر آپ نے سورۂ فلق اور سورۂ ناس کی تلاوت فرمائی۔ ①

اور ابوداود میں ان سے روایت ہے کہ میں جعفر اور ابواء کے مابین رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا کہ اچانک ہمیں سخت اندھیری نے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور رسول اللہ ﷺ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھ کر تعوذ کرنے لگے اور مجھے فرمانے لگے: اے عقبہ! ان دونوں سورتوں کے ذریعے سے پناہ مانگو، کوئی کسی بھی پناہ طلب کرنے والے نے ان سورتوں جیسی سورت کے ذریعے پناہ نہیں مانگی۔ میں نے آپ کو ان سورتوں کی تلاوت کر کے نماز پڑھاتے ہوئے بھی سنا۔ ②

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سونے سے قبل، سورۂ اخلاص اور معوذتین اپنے ہاتھ پر پڑھ کر پھونکتے اور پھر سر، چہرے اور بدن پر مسح کرتے اور تین بار ایسا کرتے تھے۔ ③

﴿لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ﴾ اس وقت کی جتنی گمراہیاں یہود و نصاریٰ، مجوسیوں، مشرکین مکہ و دیگر گمراہوں کے اندر الوہیت خداوندی کے ضمن میں پائی جاتی تھیں، ان سب کی نفی کر دی گئی کہ بے شک اللہ مالک الملک کا اپنی ساری مخلوق کے ساتھ سب سے قریبی واسطہ و تعلق ہے، لیکن یہ بھی سچ ہے کہ اس کا اپنی مخلوق سے توالد و تناسل کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

اور یہ صرف نبوت محمدی، وحی ربانی اور دین اسلام کا اعزاز ہے کہ اس نے اس دھرتی پر سب سے پہلے توحید کی حقیقت سے انسانوں کو اس شفاف طریقے سے آشنا کیا کہ کسی قسم کا اشتباہ نہ رہا، اسلام کے اس تصور توحید میں کوئی التباس ہے، نہ اشتباہ، الجھاؤ ہے نہ قیاس کی گنجائش، کوئی پیچیدہ فلسفہ ہے نہ الجھی ہوئی تھیوری۔ بلکہ ایک مکمل نظریہ، بے لاگ تصور، بے غبار عقیدہ اور روز روشن سے بھی زیادہ نکھرا اور نتھرا ہوا فلسفۂ توحید ہے۔

① صحیح مسلم: ٨١٤۔ ② سنن ابی داود: ١٤٦٣۔ ③ صحیح البخاری: ٥٠١٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ الْفَلَقِ

سورۂ فلق مکی ہے، اس میں پانچ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝١ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝٢ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝٣ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝٤ وَ
مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ﴾

پہلی ہی آیت: ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ کے لفظ فلق سے اس کا نام ماخوذ ہے۔

سابقہ سورت میں توحید کے خالص تصور کو اجاگر کیا گیا ہے۔ توحید کو دین میں اساسی حیثیت حاصل ہے، اسی سے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کا آغاز فرمایا اور اسی پر اختتام۔ اس لحاظ سے اگر قرآن کی آخری سورۂ اخلاص کو سمجھا جائے تو اس کے بعد کی دو سورتیں الفلق اور الناس وہ سورتیں ہیں جو نعمت کے اس خزانے کی پاسبان ہیں جن سے تمام آفات سے بندوں کو اپنے رب کی پناہ مانگنے کی تلقین کی گئی ہے۔ دونوں سورتوں میں تمام سماوی، ارضی، جسمانی و روحانی آفات سے بچنے اور محفوظ رہنے کا ایک جامع نسخہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو اس کائنات کا خالق و مالک ہے، صرف وہی شیطانی وسواس اور سماوی آفات سے بچا سکتا ہے۔

رحمت الٰہیہ کی آغوش وا ہوتی ہے

یہ سورت اور اس کے بعد کی سورت اللہ کی طرف سے نبی کریم ﷺ کو اور تمام اہل ایمان کو اس امر کی طرف متوجہ کرنے کے لیے ہیں کہ وہ رحمت الٰہیہ کی آغوش اور پناہ گاہ میں پناہ لیں۔ ہر پوشیدہ وظاہر اور ہر معلوم و نامعلوم خطرناک شے سے بچنے کے لیے پناہ۔ یہ بات مجملاً بھی بیان فرمائی گئی اور تفصیل سے بھی۔ گویا اللہ ان کے لیے اپنی پناہ گاہ کے دروازے کھولتا اور اپنی آغوش رحمت وا کرتا ہے اور ان سے شفقت و محبت کے ساتھ کہتا ہے: یہاں آؤ! میری حمی میں آؤ، میری پناہ گاہ میں آؤ یہاں تم امن اور طمانینت پاؤ گے۔ میں جانتا ہوں کہ تم کمزور ہو، تمہارے بہت سے دشمن ہیں، تمہارے اردگرد خطرات منڈلا رہے ہیں اور یہاں امن ہے، طمانینت ہے، سلامتی ہے، اسی لیے ان میں سے ہر سورت کا آغاز اس طرح متوجہ کرتا ہے: ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ کہیے: میں پناہ میں آتا ہوں صبح کے رب کی' اور '' کہیے: میں پناہ میں آتا ہوں انسانوں کے رب کی۔''

نیز ان سورتوں میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ شیطان انسان کو کس حد تک گمراہ کرسکتا ہے، تاکہ دشمن کی طاقت کا صحیح اندازہ کرسکے اور ان کا مقابلہ پوری خوداعتمادی سے کرسکے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورۂ فلق میں استدلال کا پہلو غالب ہے اور سورۂ ناس میں طلب رحم کا، نیز اس میں اللہ تعالیٰ کی پناہ اس کی ان صفات کے توسل سے چاہی گئی ہے جن کا تعلق براہ راست انسان سے ہے۔

اس سورت میں چار چیزوں سے پناہ مانگنے کی دعا سکھائی گئی ہے: ہر چیز کے شر سے جو اللہ نے پیدا کی، تاریکی اور اندھیرا جو ہر قسم کے مضرت رساں امور کا سبب بنتا ہے، جادوگروں اور منتر پھونکنے والوں کے شر سے اور حاسد کے حسد سے۔

اس میں مطلقاً اور مجملاً تمام مخلوقات کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے۔ جب مخلوقات کا ایک دوسرے سے ربط ہوتا ہے تو ان سے کچھ شر صادر ہوتے ہیں جیسے کچھ دوسرے حالات میں ان سے خیر اور نفع کا صدور ہوتا ہے۔ اس آیت میں ان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگی جارہی ہے تاکہ ان کا خیر کا پہلو باقی رہے۔ جس مالک نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے وہ یقیناً اس بات پر قادر ہے کہ اشیا کے نافع پہلو حاصل ہوں اور شر کے پہلو سامنے نہ آئیں۔

تمام مخلوقات کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے مع اپنے سارے خطرات اور امکان مضرت کے، شب کی تاریکیوں کے خطرات ومضرات سے پناہ خاص طور پر اس لیے مانگی گئی کہ بجائے خود رات خوفناک ہوتی ہے، پھر اس میں مخفی و نامعلوم خطرات کا اندیشہ رہتا ہے، رات میں بہت سے وساوس، خطرات، برے خیالات اور افکار و آلام خصوصیت سے گھر کر کے آتے ہیں اور انسانی احساسات و وجدان کا گلا گھونٹ دیتے ہیں! رات کی تاریکی شیطان کی آمد و رفت اور وسوسہ اندازی میں بھی معاون و مددگار ہوتی ہے اور شہوانی جذبات و خواہشات تنہائی اور تاریکی میں توانا و بیدار ہوجاتی ہیں۔ اکثر جرائم اور مظالم رات ہی کو ہوتے ہیں، چور ڈاکو قاتل وغیرہ عموماً رات ہی میں نکلتے ہیں، جنگلی جانوروں، شیر، چیتا، تیندورا، بھیڑیا وغیرہ نیز حشرات الارض سانپ، بچھو، ان سب کے خطرات رات میں بڑھ جاتے ہیں۔ متعدد بیماریوں کے کیڑے ڈاکٹری تحقیقات کے مطابق اندھیرے ہی میں پرورش پاتے ہیں اور آفتاب کی روشنی میں ہلاک ہوجاتے ہیں اور تکلیف دہ کیڑے مکوڑوں، مچھر، کھٹمل، پسو وغیرہ کے رات ہی میں نکلنے کا تجربہ تو ہر ایک کو ہے۔ عرب میں طوائف الملوکی کا جو حال ان آیات کے نزول کے وقت تھا، اس میں تو رات بڑی خوفناک چیز تھی، اس کے اندھیرے میں چھاپہ مار نکلتے تھے اور بستیوں پر غارتگری کے لیے ٹوٹ پڑتے تھے (جس کی طرف سورۂ عادیات میں اشارہ ہے) غرض سفر وحضر کی ہر صورت میں رات کے خطرے اور امکانات مضرت و تکلیف بہت بڑے ہوئے ہیں ......اور بہت سی قوموں نے ان پر رات کے جن وہمی خطروں، بھوت، پریت، چڑیل وغیرہ کا اضافہ کر رکھا ہے، ان کا تو ذکر ہی نہیں......رات کی ممکن شرانگیزیوں سے پناہ جوئی بشری زندگی کا ایک بڑا اہم جزو ہے، اس لیے نبی کریم ﷺ کی اکثر شام کی دعاؤں میں رات کی تاریکیوں کے شر سے بھی پناہ مانگنا مذکور ہے۔ اس سورت میں ان تمام شرور و آفات سے اللہ کی پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے جو رات کے وقت نازل ہوتی ہیں! یہاں اندھیری رات کے شر سے طلوع فجر کے رب کی پناہ مانگنے میں جو لطیف مناسبت ہے وہ کسی صاحب نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔

نفاثات سے مراد جادوگر (مذکر اور مؤنث) ہیں جو حواس، احساسات اور اعصاب کو دھوکا دے کر دلوں یا احساسات کو متاثر کر کے اذیت رسائی کا کام کرتے ہیں۔ وہ کسی دھاگے یا کسی رومال میں گرہیں لگاتے اور اس میں پڑھ پڑھ کر پھونک مارتے ہیں۔ پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ میں طلوع فجر کے رب کی پناہ مانگتا ہوں جادوگروں یا جادوگرنیوں کے شر سے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ﴾ حسد اس قلبی کیفیت کا نام ہے جو اللہ کے کسی بندے پر اللہ کے فضل و کرم کے مقابلے میں حاسد کے دل میں پیدا ہوتی ہے اور وہ تمنا کرتا ہے کہ یہ نعمت اس سے سلب ہو کر حاسد کو مل جائے یا کم از کم اس سے ضرور چھن جائے۔ دنیوی مخالفتوں اور عداوتوں کی تہہ میں عموماً حسد ہی کام کرتا ہوتا ہے۔ حسد کی کارفرمائیوں سے پناہ چاہنا دنیوی تکالیف میں سے ایک بہت بڑے سبب سے پناہ چاہ لینا ہے، کیونکہ حاسد جب حسد کرتا ہے اور اپنی قلبی کیفیت کے ساتھ محسود کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو محسود پر اس کے اثرات پڑتے ہیں، ان اثرات کا ہم اس بنا پر انکار نہیں کر سکتے کہ ہمارے پاس جو علم ہے یا تجربہ کے آلات ہیں اس سے ہم اس اثر کے راز اور اس کی کیفیت کو نہیں جان سکے۔ یہ بات کہ حاسد کی محسود کی طرف سے توجہ محسود کو اثر ہوتا ہے سیدنا یوسف علیہ السلام کے واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ حق تعالیٰ اس شر کو خیر میں بدل ڈالے جیسا کہ انجام کار ہوا۔

یہاں حاسد کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ اس حالت میں مانگی گئی ہے جب وہ حسد کرے، یعنی اپنے دل کی آگ بجھانے کے لیے قول یا عمل سے کوئی اقدام کرے، پھر جب ایسا شر کسی حاسد سے ظاہر ہو تو اس سے بچنے کے لیے اولین تدبیر یہ ہے کہ اللہ سے پناہ مانگی جائے، وہی اس کے اثرات بد سے پناہ دینے پر قادر ہے۔

تینوں قل پڑھ کر دم کرنا سنت ہے

صحیح بخاری میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو بستر پر لیٹتے تو دونوں ہتھیلیوں کو ملا لیتے، پھر ان میں یہ تینوں قل پڑھ کر پھونکتے اور ان ہتھیلیوں کو اپنے جسم پر جہاں تک ہو سکتا پھیر لیتے، سر، چہرے اور بدن کے اگلے حصے سے شروع فرماتے اور ایسا تین بار کرتے۔ ①

سُوْرَةُ النَّاسِ

سورۃ الناس مکی ہے اور اس میں چھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝١ مَلِكِ النَّاسِ ۝٢ إِلَٰهِ النَّاسِ ۝٣ مِن شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝٤ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ۝٥ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝٦﴾

اگرچہ اس سورت کا امتیازی نام سورۂ ناس ہے جو اس کی ۶ آیات میں ۵ مرتبہ استعمال ہوا ہے، لیکن پچھلی سورت اور یہ سورت ایک دوسرے سے اس قدر جڑی ہوئی ہیں کہ ان دونوں کا مشترکہ نام معوذتین ہے، جس کا معنی ہے: جن سورتوں سے پناہ مانگی جاتی ہے۔

① صحيح البخاري: ٥٠١٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معوذتین نازل بھی ایک ساتھ ہی ہوئی تھیں، مضمون بھی دونوں کا ایک ہی ہے اور مقاصد وفوائد اور مطالب بھی یکساں ہیں، البتہ بعض چیزوں میں تھوڑی سی تفصیل الگ الگ ہے، مثلاً:

☆ سابقہ سورۂ دنیوی مضرتوں سے استعاذے کی جامع تھی، سورۂ ناس دینی مضرتوں سے استعاذے کی جامع ہے۔ اسی پر قرآن مجید کا اختتام مناسب تھا۔

☆ سورۂ فلق میں شیطان کا حوالہ صرف اس کے ایک معروف کردار...... حسد ...... سے آیا ہے، لیکن اس سورت میں اس کی اصل تکنیک، اس کے دائرۂ نفوذ واثر کہ انسان کو گمراہ کرنے کے معاملے میں شیطان کی جدوجہد کی رسائی کہاں تک ہے اس کی ذات اور برادری اور اس سے متعلقہ ہر چیز سے پردہ اٹھا دیا گیا ہے تاکہ لوگ اپنے اس شاطر دشمن کو اچھی طرح پہچان لیں اور جن کمین گاہوں سے وہ حملہ آور ہوسکتا ہے اس سے ہوشیار رہیں۔

☆ سورۂ فلق میں اللہ کی ان صفات کا تعارف کرایا گیا ہے جن کے واسطے سے بندے کو وہ پناہ ملتی ہے جو اس کو شیطان کے فتنوں سے بالکل محفوظ کردیتی ہے، نیز اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی پناہ اس کی ان صفات کے توسل سے چاہی گئی ہے جن کا تعلق براہ راست انسان سے ہے۔

سورۂ فلق میں کئی آفتوں سے پناہ مانگی گئی ہے جبکہ سورۂ ناس میں ساری توجہ شیطان پر مرکوز کردی گئی ہے جو درحقیقت تمام آفات کی جڑ اور توحید کا ازلی دشمن ہے۔ توحید دین کی اصل اساس ہے، اس لیے قرآن کا آغاز بھی توحید سے ہوا اور اس کی تکمیل بھی اسی پر ہوئی۔ گویا اصلاً قرآن کی آخری سورۂ اخلاص ہے اور اس کے بعد کی دو سورتیں اس خزانہ توحید کی پاسبان اور محافظ ہیں جن میں ان تمام آفتوں سے بندوں کو اپنے رب کی پناہ کی دعا تلقین فرمائی گئی ہے جو توحید کے باب میں ان کے لیے نقصان دہ ثابت ہوسکتی ہیں، چونکہ شیطان انسان کا سب سے بڑا اور کھلا دشمن ہے، اس لیے اس کی ہر لحہ خواہش ہوتی ہے کہ اسے صراط مستقیم سے ہٹادے اور شرک میں مبتلا کردے، لہٰذا اس امر کی ضرورت محسوس کی گئی کہ عقیدۂ توحید کی جامع تعلیم کے ساتھ ساتھ شیطان کے فتنوں سے محفوظ رہنے کا طریقہ بھی بتادیا جائے۔

یہ دونوں سورتیں مکہ مکرمہ میں اس وقت نازل ہوئیں جب وہاں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت زور پکڑ چکی تھی۔ بعد میں جب مدینہ طیبہ میں منافقین، یہود اور مشرکین کی مخالفت کے طوفان اٹھے تو آپ کو پھر انہی دونوں سورتوں کے پڑھنے کی تلقین کی گئی۔

شان نزول کی روایتوں میں ہے کہ بعض یہودی عورتوں نے رسول اللہ ﷺ پر کچھ منتر پڑھ کر جادو کردیا تھا۔ آپ کی حالت نے شدت اختیار کی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبریل علیہ السلام نے آکر یہی سورتیں پڑھنے کی آپ کو ہدایت کی جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفا عطا فرمادی۔

نبی کریم ﷺ کا جادو سے متاثر ہونا

اس ضمن میں ایک بہت ہی اہم مسئلے کی وضاحت ضروری ہے کہ جس طرح روایات میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ پر جادو کیا گیا اور ان سورتوں کے ذریعے سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسے باطل کردیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واقعہ اس طرح ہے کہ سن ۷ ھ میں قبیلہ بنی زریق کے مشہور یہودی جادوگر لبید بن اعصم اور اس کی بہنوں نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا۔ آپ کی کنگھی اور بالوں پر جادو کر کے بنی زریق کے کنوئیں میں پتھر کے نیچے دبا دیا۔ اس جادو کا اثر ہوتے ہوتے ایک سال لگ گیا جس کی وجہ سے آپ سخت گھٹن محسوس کرنے لگ گئے۔ کوئی چیز اندر ہی اندر آپ کو گھلائے دے رہی تھی۔ کوئی دوسرا شخص آپ کی اس اندرونی کیفیت سے آگاہ نہ ہو سکا۔ آخر ایک رات جب آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے۔ خواب میں آپ کے پاس دو فرشتے آدمیوں کی صورت میں آئے۔ ایک سرہانے کی طرف اور دوسرا پائینتی کی طرف کھڑا ہوا۔ ایک نے پوچھا: انہیں کیا ہوا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا کہ ان پر جادو ہوا ہے۔ اس نے پوچھا: کس نے کیا ہے؟ جواب دیا: لبید بن اعصم نے کنگھی اور بالوں پر جادو کیا ہے اور بنی زریق کے کنوئیں میں پتھر کے نیچے ہے، اسے نکالا جائے، چنانچہ کنوئیں سے پتلا نکالا گیا، اس میں سوئیاں چبھوئی ہوئی تھیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ معوذتین پڑھ کر سوئیاں نکالتے جائیں۔ سوئیاں نکالنے پر آپ سے جادو کا اثر دور ہو گیا۔ ①

یہ واقعہ صحیحین میں موجود ہے جس پر آج تک کسی محدث نے جرح نہیں کی۔ اس طرح کی کیفیت منصب رسالت کے قطعاً منافی نہیں ہے۔ نبی پر جادو کا اثر ہونا تو قرآن سے ثابت ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام جادو ہی سے متاثر ہوئے تھے کہ ان رسیوں کو سانپ سمجھ کر ڈر گئے تھے: ﴿فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ﴾ (طٰہٰ ٦٦/ ٦٧) رسول اللہ ﷺ کا سحر سے متاثر ہونا بالکل ایسی ہی بات ہے جیسے کسی جسمانی علت کا شکار ہو جانا۔ اس میں نبوت کے منافی کوئی چیز نہیں ہے! جیسے آپ کبھی کبھی بیمار ہوئے، بعض اوقات غشی طاری ہو گئی یا کئی مرتبہ نماز میں سہو ہو گیا اور آپ نے فرمایا: «انما انا بشر انسیٰ کما تنسون فاذا نسیت فذکرونی» ② ”میں بھی ایک بشر ہوں جیسے تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں، میں بھول جاؤں تو یاد دلا دیا کرو۔“

اس سورت میں اللہ تعالیٰ کو اس کی تین صفات سے یاد کر کے اس کی پناہ مانگنے کی تلقین کی گئی ہے: اس کا ”رب الناس“ یعنی تمام انسانوں کا پروردگار، مربی، مالک و آقا ہونا۔ اس سے صفت ربوبیت میں ہر قسم کے شرک کی نفی آ گئی۔ دوسرا اس کا ”ملک الناس“ ہونا۔ اس سے صفت حاکمیت میں ہر قسم کے شرک کی نفی ہو گئی۔ اور تیسرے اس کا ”الٰہ الناس“ ہونا۔ اس سے الوہیت کے باب میں ہر قسم کی شراکت کی نفی ہو گئی۔

ان تین صفات سے استعاذے کا مطلب ہے کہ اللہ کی ان صفات کا استحضار جن کے ذریعے سے تمام شرور کو عموماً اور ”الوسواس“ ”الخناس“ کے شر کو خصوصاً دفع کیا جاتا ہے، یعنی میں اس اللہ مالک الملک کی پناہ مانگتا ہوں جو انسانوں کا رب، بادشاہ اور معبود ہونے کی حیثیت سے ان پر کامل اقتدار رکھتا ہے، جو اپنے بندوں کی حفاظت پر پوری طرح قادر ہے اور جو واقعی اس شر سے انسانوں کو بچا سکتا ہے یہی نہیں، بلکہ چونکہ وہی رب، بادشاہ اور الٰہ ہے، اس لیے اس کے سوا اور کوئی ہے ہی نہیں جس سے میں پناہ مانگوں یا جو حقیقت میں پناہ دے بھی سکتا ہو۔

---

① صحیح البخاری: ٥٧٦٥۔ ② صحیح مسلم: ٥٧٢۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

خناس شیطان کا ایک صفاتی نام بھی ہے، یعنی وہ حق تعالیٰ کا ذکر سن کر سکڑنے لگتا ہے! امام راغب لکھتے ہیں: ''ای الشیطان الذی یخنس ای ینقبض اذا ذکر تعالیٰ'' لغت میں خناس خنوس سے ہے جس کے معنی ظاہر ہونے کے بعد چھپنے یا آنے کے بعد پیچھے ہٹ جانے کے ہیں اور خناس چونکہ مبالغے کا صیغہ ہے اس لیے اس کے معنی یہ فعل بکثرت کرنے والے کے ہوئے۔

''شیطان'' اور ''خناس'' کے اس بار بار پیچھے ہٹنے سے یہ بات بھی عیاں ہوتی ہے کہ شیطان انسان کے مقابلے میں کمزور ہے اور ناخوشگوار صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لیے چوکنا اور بیدار رہتا ہے جو ایک کمزوری کی نفسیاتی علامت ہے۔ مومن جنگ کے لیے تیار ہو تو شیطان کمزور و ناتواں ثابت ہوتا ہے۔ یہ خیر اور شر کی طویل جنگ ہے جو ازل سے جاری ہے اور ابد تک رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ وَكِیْلًا﴾ (الاسراء ٦٥) بے شک میرے بندوں پر تجھے کوئی اختیار نہ ہوگا۔

اس بات کا اقرار خود صیاد کو بھی ہے، اس نے خود اقرار کیا ہے کہ تیرے مخلص بندوں پر میرا کوئی اختیار نہ ہوگا: ﴿قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ﴾ (ص:٨٢/ ٨٣)

﴿مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ﴾ میں من تبعیضیہ ہے یعنی ان وسوسہ اندازوں میں سے کوئی جن ہوتا ہے اور کوئی انسان۔ شیاطین الجن والانس جو حق سے روگردانی کرنے کے لیے لوگوں کے دل میں شبہات اور وسوسے پیدا کرتے ہیں۔ آیت میں شیاطین الجن والانس ہر دو سے پناہ مانگی گئی ہے۔ ان میں برے ساتھی، ارباب اقتدار کے غلط مشیر اور برے حاشیہ نشین، غیر اخلاقی اور شہوانی چیزوں کے فروخت کرنے والے، چغل خور اور دروغ گو جو رات کو دن اور سیاہ کو سفید بنانے میں بڑی مہارت رکھتے ہیں...... سبھی شامل ہیں۔

ان سب کی خباثتوں اور شرارتوں سے صرف توفیق خداوندی ہی سے بچا جا سکتا ہے لاحول ولا قوة الا باللّٰہ نسائی کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: «یا اباذر، تعوذ باللّٰہ من شر شیاطین الانس والجن» [1] ''اے ابوذر! تم شیاطین انس اور شیاطین جن کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو۔'' سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے: کیا انسانوں میں بھی شیاطین ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں۔''

چونکہ انسان ان مخفی وساوس کے دفع کرنے سے عاجز ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس خطرناک جنگ کے سلسلے میں اسے ساز و سامان، ڈھال اور اسلحے کی نشاندہی کر دی ہے۔

سیرت محمدی کا ایک ورق، آخری سورتوں کی روشنی میں

سورۂ فیل سے لے کر اب تک کی سورتوں کا مضمون ذہن میں رہے تو قرآن کریم کی ان آخری سورتوں کی اہمیت اور

---

[1] سنن النسائی: ٥٥٠٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مضمون بخوبی سمجھ آ سکتا ہے۔ یہ سورتیں نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کی بہترین عکاسی کرتی ہیں اور ان حالات کی بھی نشاندہی کرتی ہیں جن سے نبی کریم ﷺ کو واسطہ پڑا تھا۔

مکہ میں دعوت اسلامی کا آغاز ہوتے ہی محسوس ہونے لگا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے گویا بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈال دیا ہے۔ جوں جوں آپ کی دعوت پھیلتی گئی کفار قریش کی مخالفت بھی شدید ہوتی چلی گئی۔ جب تک انہیں یہ امید تھی کہ شاید وہ کسی طرح سودے بازی کر کے یا بہلا پھسلا کر آپ کو اس کام سے باز رکھ سکیں گے، اس وقت تک تو عناد کی شدت میں کچھ کمی رہی، لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس طرف سے بالکل مایوس کر دیا کہ آپ کے ساتھ دین کے معاملے میں کوئی مصالحت کرنے پر آمادہ ہو سکیں گے اور سورۂ کافرون میں صاف صاف ان سے کہہ دیا گیا کہ جن کی بندگی تم کرتے ہو، ان کی بندگی کرنے والا میں نہیں ہوں اور جن کی بندگی میں کرتا ہوں اس کی بندگی کرنے والے تم نہیں ہو، اس لیے میرا راستہ الگ ہے اور تمہارا راستہ الگ۔

تو کفار کی دشمنی اپنے عروج پر پہنچ گئی۔ جن خاندانوں کے افراد نے اسلام قبول کر لیا تھا ان کے دلوں میں تو رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہروقت بھٹیاں سلگتی رہتی تھیں۔ گھر گھر آپ کو کوسا جا رہا تھا، خفیہ مشورے کیے جا رہے تھے کہ کسی وقت رات کو چھپ کر آپ کو قتل کر دیا جائے تاکہ بنی ہاشم کو قاتل کا پتہ نہ چل سکے اور وہ بدلہ نہ لے سکیں۔ آپ کے خلاف جادو ٹونے کیے جا رہے تھے تاکہ آپ یا تو وفات پا جائیں یا سخت بیمار پڑ جائیں، دیوانے ہو جائیں۔ شیاطین جن وانس ہر طرف پھیل گئے تھے تاکہ عوام کے دلوں میں آپ کے خلاف کوئی وسوسہ ڈال دیں اور لوگ بدگمان ہو کر آپ سے دور بھاگنے لگیں۔ بہت سے لوگوں کے دلوں میں حسد کی آگ جل رہی تھی، کیونکہ وہ اپنے سوا یا اپنے قبیلے کے کسی آدمی کے سوا دوسرے کسی شخص کا چراغ جلتا نہ دیکھ سکتے تھے۔

ان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایسا ہوا کہ انہی کی قوم، نسل و خاندان اور علاقے سے ایک نبی اٹھا، ورنہ نبوت و رسالت پر یہود اپنی اجارہ داری سمجھتے تھے، لیکن اس سب کے باوجود یہ قوم مخالفت کر رہی تھی جس کا کوئی اخلاقی، سماجی اور عربی اقدار میں بھی ہرگز جواز نہ تھا۔ ان کفار مکہ نے اسلام کے نام لیواؤں کا جینا حرام کر ڈالا۔ انہیں ایسی ایسی اذیتیں دیں کہ فرعون کی روح بھی شرما گئی۔ محمد عربی ﷺ کو المناک اذیتیں دیں، آپ کا بیٹا فوت ہوا تو یہ خوشی سے ناچنے لگے، آپ کی پیٹھ پر اونٹ کا اوجڑ ڈال دیتے، آپ کے دروازے پر خاردار جھاڑیاں لا کر ڈال دیتے تاکہ ان کے معصوم بچوں کے پاؤں زخمی ہوں، آپ کی بیٹیوں کا رشتہ بڑی اہانت کے ساتھ تڑوا دیا گیا، آپ کو مجنون، دیوانہ، کاہن اور شاعر کہتے اور آپ پر جادو کے ذریعے سے اثر انداز ہونے کی کوششوں میں لگے رہتے۔

ان حالات میں اللہ نے اپنے حبیب کی پوری پوری خبر گیری رکھی، انہیں تسلی دلائی کہ آپ کی نبوت وعزت کا سورج عروج کی طرف رواں رہے گا ﴿وَالضُّحٰى﴾ تم رات کی طرح پرسکون ہو جاؤ گے: ﴿وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى﴾ تمہارے رب نے تم سے ہرگز بے اعتنائی نہیں کی: ﴿مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى﴾ آنے والا وقت آپ کے لیے موجودہ وقت سے بہتر ہوگا: ﴿وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى﴾ آپ کا رب آپ کو اتنا کچھ دے گا کہ من بھر جائے گا: ﴿وَ لَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾ معاملہ فہمی کے لیے آپ کا سینہ کھول دے گا ﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾ نبوت کا کمر توڑ بوجھ قابل برداشت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کردے گا: ﴿وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ﴾ آپ کے نام کو کائنات میں سب سے اونچا کرے گا: ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ آپ کی تنگیاں آسانیوں میں بدل جائیں گی: ﴿اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾ ہم نے آپ کو دین و دنیا کی خیر کثیر عطا کردی ہے: ﴿اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ﴾ آپ کا دشمن بے نام و نامراد رہے گا: ﴿اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ﴾ آپ کی دعوت اور پیغام چاردانگ عالم میں پھیل جائے گا اور لوگ فوج درفوج اس میں داخل ہوں گے: ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا﴾ آپ کے لیے ہاتھ ٹوٹنے کی بددعا کرنے والا بدبخت خود دونوں ہاتھوں سے محروم ہوجائے گا: ﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ﴾ اس کا مال اور کمائی کسی کام نہ آئے گی: ﴿مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ﴾ اسے عنقریب ہم جہنم کا شعلہ بنادیں گے: ﴿سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ﴾ اس کی بیوی کی گردن میں پھانسی کا پھندا پڑ جائے گا: ﴿وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ﴾

اس قدر شرارتی معاشرے، اذیت ناک اور ہولناک معاشرے میں زندہ رہنا کوئی آسان کام نہ تھا، ان سب خباثتوں اور شرارتوں کا مقابلہ صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سایۂ عاطفت میں ہی ممکن تھا۔ اس غرض سے یہ سورتیں بطور اعتماد، توکل اور حفاظتی حصار کے نازل کی گئیں جن میں ہر قسم کے شر سے رب الفلق کی پناہ مانگی گئی ہے۔

سورۂ فاتحہ اور ان سورتوں کی مناسبت

آخری چیز جو معوذتین کے بارے میں قابل توجہ ہے وہ قرآن کے آغاز اور اختتام کی مناسبت ہے۔ اگرچہ قرآن مجید ترتیب نزول پر مرتب نہیں کیا گیا، مگر ۲۳ سال کے دوران میں مختلف حالات، مواقع اور ضروریات کے لحاظ سے نازل ہونے والی آیات اور سورتوں کو رسول اللہ ﷺ نے بطور خود نہیں بلکہ ان کے نازل کرنے والے کے حکم سے اس شکل میں مرتب فرمایا۔ اس ترتیب کے لحاظ سے قرآن کا آغاز سورۂ فاتحہ سے ہوتا ہے اور اختتام معوذتین پر۔

اب ذرا دونوں پر ایک نگاہ ڈالیے! آغاز میں اللہ رب العالمین، رحمان ورحیم اور مالک یوم الدین کی حمد وثنا کرکے بندہ عرض کرتا ہے کہ میں آپ ہی کی بندگی کرتا ہوں اور آپ ہی سے مدد چاہتا ہوں اور سب سے بڑی مدد جو مجھے درکار ہے وہ یہ ہے کہ مجھے سیدھا راستہ بتائیے۔ جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیدھا راستہ دکھانے کے لیے اسے پورا قرآن دیا جاتا ہے اور اس کو ختم اس بات پر کیا جاتا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے جو رب الفلق، رب الناس، ملک الناس اور الٰہ الناس ہے، عرض کرتا ہے کہ میں ہر مخلوق کے ہر فتنے اور شر سے محفوظ رہنے کے لیے آپ ہی کی پناہ لیتا ہوں اور خصوصاً شیاطین جن وانس کے وسوسوں سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں، کیونکہ راہ راست کی پیروی میں وہی سب سے زیادہ مانع ہیں۔

سورۂ فاتحہ آغاز کے ساتھ اس اختتام میں جو مناسبت ہے وہ کسی صاحب نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔

کلمات حمد و شکر

بحمد اللہ تفسیر وتوضیح کی ترتیب وتسوید کا جو کام جولائی ۲۰۰۲ میں اپنے کمپیوٹر پر خود مرتب کرنا شروع کیا تھا آج تین ستمبر ۲۰۰۴ بمطابق یوم الجمعہ ۱۷رجب ۱۴۲۵ھ کو لگاتار دوسال اور دو ماہ میں اللہ کی توفیق سے مکمل ہوگیا ہے۔ اتنے عظیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الشان، جلیل القدر کام میں تسلسل برقرار رکھنا محض توفیق خداوندی ہی سے ممکن ہوا، ورنہ میں کئی مقامات پر ہتھیار ڈال بیٹھا تھا۔ قرآن پر کام کرتے ہوئے بے شمار مشکل مقامات آتے ہیں، تفسیر و تعبیر کی غلطی سے بھی دل لرزتا ہے، اپنی بے مائیگی کا احساس بعض دفعہ شدت سے محسوس ہوتا ہے۔ کمپیوٹر میں بعض دفعہ فنی رکاوٹیں در آتی ہیں، موسموں کی گرمی، سردی، خانگی مصروفیات، کاروباری معاملات، بیرون ملک اسفار اور بے شمار مصروفیات حائل ہوجاتی ہیں، لیکن ان سب کے باوجود یہ حقیر سی محنت تمام ہوئی۔ میں جب پیچھے مڑ کر دیکھتا ہوں تو حیران ہوجاتا ہوں کہ یہ سب کچھ کیسے ہوگیا ھٰذا من فضل ربی

نہ گلم نہ درخت سبزم نہ درخت سایہ دارم
در حیرتم کہ دہقان بہ چہ کار کشت مرا

جو کام اب تک ہوا ہے وہ تو کافی زیادہ ہے، کیونکہ تفصیلی تفسیر کو مکمل کرنے کا پروگرام ہے۔ یہ اس کا خلاصہ ہے جو پہلے آٹھ سو صفحات سے زیادہ تھا، اب اس پر نظر ثانی کر کے اسے مزید مختصر کیا گیا ہے، لیکن اپنے ہدف میں یہ ایک کامل چیز ہے۔ اگر آپ دقت نظر سے اس کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو جابجا تشنگی محسوس ہوگی، کیونکہ اس میں ہم نے تفصیلی مباحث سے گریز کیا ہے۔ ایک جلد میں اس سے زیادہ مواد شامل کرنا اختصار و جامعیت اور ہمارے ہدف کے مطابق نہ تھا۔ یہ چیزیں ایک تفصیلی تفسیر ہی میں سما سکتی ہیں۔ اس پر بھی شب و روز کام ہو رہا ہے۔ وہ بھی جلد ہی مکمل ہو کر چھپ سکے گی۔ ان شاء اللہ۔

اس سے استفادہ کرنے والے تمام علماء فضلاء، طلباء اور دیگر تمام قارئین سے استدعا ہے کہ وہ مصنف آثم کے لیے خصوصی دعا فرمائیں کہ اللہ مالک الملک دنیا و آخرت کی منزلیں آسان فرماوے اور اس مساعی حسنہ کو قبول فرمائے۔

ایک طرف قرآن کریم کی اس ادنیٰ سی خدمت پر احساس تشکر سے سربسجود ہوں، دوسری طرف احساس ندامت سے گردن بھی جھکی جا رہی ہے کہ تفسیر قرآن کا کام بڑے بڑے جلیل القدر مفسرین کا تھا اور آج مجھ جیسے گناہگار نے یہ جرات کی ہے، بس یہی کہا جا سکتا ہے کہ اللہ کا یہ فضل خاص ہی ہے، ورنہ کہاں مجھ جیسا گناہگار اور کہاں قرآن جیسی عظیم کتاب کی تشریح۔

کہاں میں اور کہاں نکہت گل
نسیم صبح تری مہربانی

اگر میں قرآن کو سمجھانے میں کامیاب ہوا ہوں تو اللہ کا انعام ہے اور اگر کہیں کوتاہی ہوئی تو اس کا سبب میری کم علمی اور کم فہمی ہے، لغزشوں اور کوتاہیوں سے تو یہ بیسیوں صفحات لبریز ہی ہوں گے۔ اگر کوئی ایک آدھ مقام بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہوجائے تو اس نامۂ سیاہ کی ساری سیاہیوں اور ان کے داغ دھبے دھوڈالنے کے لیے کافی ہے، پھر نیت بھی ان شاء اللہ صاف ہے!

اے بدر ماندگی پناہ ہمہ کرم تست عذر خواہ ہمہ
قطرہ ز آب رحمت تو بس است شستن نامہ سیاہ ہمہ
خسرو از تو پناہ می جوید اے اللہ من واللہ ہمہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

خلاصۂ قرآن

مکتبہ اسلامیہ

042-37244973 - 37232369

041-2631204 - 2041204

2514800062